اسراریہ کشف صوفیہ
تصنیف
سید محمد کمال سنبھلی واسطی
تدوین و تصحیح متن و تحشیہ
ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی
ناشر
رامپور رضا لائبریری
رامپور، اترپردیش

اسرار یہ کشف صوفیہ

۱۰۶۸ھ

تصنیف

سید محمد کمال سنبھلی واسطی

تدوین و تصحیح متن و تحشیہ

ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی

پیش لفظ

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین

ناشر

رامپور رضا لائبریری

رامپور، اترپردیش

سلسلہ انتشارات کتاب خانۂ رضا۔ رام پور

کتاب خانۂ رضا رام پور۔ ہند

مشخصاتِ کتاب

نام کتاب	:	اسراریہ کشفِ صوفیہ
مصنف	:	سید محمد کمال سنبھلی واسطی
تصحیح متن و تحشیہ	:	دکتر مصباح احمد صدیقی
ناشر	:	پروفسور سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی
		ڈائریکٹر رضا لائبریری، رامپور، اتر پردیش
تیراژ	:	۵۰۰ نسخہ
کمپوٹر کتابت	:	جناب عبد الصبور
سال انتشار	:	۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳م
مطبع	:	سید ڈیزائن و پرنٹ، دہلی۔۶
بہا	:	۱۰۰۰ / روپیہ ہندی

ISBN-978-93-82949-03-9

مزار مبارک سید محمد کمال سنبھلی واسطی

واقع چودھری سرائے سنبھل

فہرست رجال

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
	پیش لفظ	۷
	مقدمہ مرتب	۱۱
	مقدمہ مصنف اسراریہ	۳۹
۱	خواجہ محمد عبداللہ خرد	۴۰
۲	شیخ احمد سرہندی	۸۱
۳	خواجہ حسام الدین احمد	۸۸
۴	شیخ الہداد	۹۷
۵	خواجہ عبیداللہ کلاں	۱۰۵
۶	خواجہ حجت اللہ	۱۰۷
۷	خواجہ رحمت اللہ	۱۲۰
۸	خواجہ کلمت اللہ	۱۲۳
۹	خواجہ سلام اللہ	۱۲۶
۱۰	خواجہ غلام بہاءالدین محمد	۱۳۰
۱۱	خواجہ عبدالقادر	۱۳۶
۱۲	خواجہ محمد عاشق	۱۳۷
۱۳	خواجہ عبدالرؤف	۱۳۸

نمبر شمار	نام	صفحہ
۱۴	شیخ الہداد	۱۴۰
۱۵	شیخ رستم	۱۴۴
۱۶	شیخ مرتضیٰ سنبھلی	۱۴۶
۱۷	حافظ جلال الدین	۱۵۵
۱۸	سید احمد	۱۵۶
۱۹	شیخ عبدالغفور سنبھلی	۱۵۹
۲۰	شیخ نعمت اللہ	۱۶۳
۲۱	خواجہ محمد صادق	۱۶۵
۲۲	خواجہ محمد ملیح	۱۶۷
۲۳	شیخ رفیع الدین	۱۶۸
۲۴	شیخ محمد زاہد	۱۷۵
۲۵	شیخ جعفر محمد	۱۷۷
۲۶	شیخ محمد ہاشم سنبھلی	۱۷۸
۲۷	شیخ ابا بکر سنبھلی	۱۷۹
۲۸	شیخ محمد طاہر	۱۸۴

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۲۹	شیخ موسیٰ سرہندی	۱۸۴
۳۰	شیخ عثمان جلندھری	۱۸۴
۳۱	شیخ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی	۱۸۶
۳۲	شیخ محمد معصوم	۱۸۸
۳۳	شیخ محمد یحییٰ	۱۹۰
۳۴	محمد صالح بن شیخ ابراہیم سندھی	۱۹۱
۳۵	سید قطب الدین	۱۹۴
۳۶	محمد صادق فرید آبادی	۱۹۹
۳۷	حافظ صادق کشمیری	۲۰۳
۳۸	شیخ محی نبی	۲۰۵
۳۹	خواجہ عبدالرحیم ماوراءالنہری	۲۰۷
۴۰	خواجہ محمد محسن سمرقندی	۲۰۸
۴۱	خواجہ عبدالمنعم	۲۱۱
۴۲	خواجہ جامی	۲۱۵
۴۳	خواجہ ابوالخیر کشمیری	۲۱۶
۴۴	خواجہ فولاد	۲۱۸
۴۵	شاہ میر لاہوری	۲۲۰
۴۶	ملا خواجہ لاہوری	۲۲۳
۴۷	شیخ بلاول قادری	۲۲۶
۴۸	سید نظیر محمد	۲۳۱
۴۹	شیخ عبدالحق دہلوی	۲۳۴
۵۰	مولانا عبدالحکیم	۲۳۸
۵۱	مولانا شاکر محمد	۲۴۴
۵۲	شیخ عبداللہ بہتہ	۲۴۸
۵۳	شیخ پیر میرٹھی	۲۵۰
۵۴	شیخ قطب عالم	۲۵۷
۵۵	خواجہ محمد صدیق کشمیری	۲۶۰
۵۶	خواجہ عبدالرزاق	۲۶۲
۵۷	محمد شریف خاں	۲۶۵
۵۸	شیخ محمد یوسف	۲۶۸
۵۹	شیخ عبدالوہاب	۲۷۰
۶۰	شیخ عبدالرحمٰن سنبھلی	۲۷۴
۶۱	خواجہ نظیر	۲۸۰
۶۲	خواجہ جمال الدین حسین	۲۸۴
۶۳	خواجہ سراج الدین محمد	۲۸۵
۶۴	شیخ نورالحق	۲۸۶
۶۵	مولانا حسن کشمیری	۲۸۷
۶۶	محمد حافظ خیالی	۲۹۱

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۶۷	شیخ سلیم دہلوی	۲۹۲
۶۸	شیخ جلال الدین کسکی	۲۹۶
۶۹	شیخ بہاء الدین پرتاوہ	۲۹۷
۷۰	میر ابراہیم اکبرآبادی	۲۹۹
۷۱	مولانا عوض وجیہ بلخی	۳۰۰
۷۲	شیخ بدیع الدین سہارن پوری	۳۰۳
۷۳	شیخ آدم بنوری	۳۰۴
۷۴	شیخ وجیہ الدین	۳۰۵
۷۵	شیخ عثمان بنگالی	۳۰۶
۷۶	شیخ عثمان بنگالی سنبھلی	۳۰۸
۷۷	شیخ طٰہٰ	۳۱۰
۷۸	شیخ عبدالمجید علوی امروہہ	۳۱۴
۷۹	شیخ رکن الدین سندیلہ	۳۱۶
۸۰	شیخ امین لاہوری	۳۱۷
۸۱	شیخ وزیر محمد خاندیسی	۳۱۹
۸۲	شیخ شاہ محمد جامی	۳۲۳
۸۳	سید شاہ محمد آچینی	۳۲۷
۸۴	شیخ شاہ محمد ڈھکہ	۳۳۱
۸۵	شیخ احمد ستامی	۳۳۲
۸۶	شیخ صالح ملتانی	۳۳۹
۸۷	شیخ فتح اللہ سنبھلی	۳۴۷
۸۸	شیخ حبیب اللہ وارستہ	۳۵۲
۸۹	مولانا عبدالغفور لاری	۳۵۴
۹۰	شیخ عبدالوہاب لونی	۳۵۶
۹۱	شیخ سراج الدین لونی	۳۶۱
۹۲	شیخ مہر علی نیشاپوری	۳۶۵
۹۳	شیخ سید غلام محمد ناوتہ	۳۶۷
۹۴	سید اخلاص فرید آبادی	۳۷۰
۹۵	شیخ آدم سنبھلی	۳۷۸
۹۶	میر محمد مراد بدخشی	۳۸۵
۹۷	شیخ حاجی محمد نگینہ	۳۸۷
۹۸	شیخ ابوالقاسم ردولی	۳۹۰
۹۹	سید احمد غرب (غریب)	۳۹۶
۱۰۰	میر محمد جان	۳۹۸
۱۰۱	حافظ صالح تھانیسری	۴۰۵
۱۰۲	سید محمد سرسوی	۴۱۳
۱۰۳	سید بدھ فرید آبادی	۴۱۵
۱۰۴	میر ابراہیم حسین	۴۱۹

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۰۵	شیخ اشرف دہلوی	۴۲۱
۱۰۶	شیخ جلال سنبھلی	۴۲۲
۱۰۷	شیخ فاضل وشیخ عبدالکریم سنبھلی	۴۲۹
۱۰۸	شیخ اسماعیل سنبھلی	۴۳۳
۱۰۹	شیخ تاج الدین بلگرامی	۴۳۶
۱۱۰	شیخ جمال الدین بلگرامی	۴۴۲
۱۱۱	(شاہ) ابورضا دہلوی	۴۴۵
۱۱۲	شیخ محمد حصاری	۴۴۹
۱۱۳	شیخ یار محمد لاہوری	۴۵۰
۱۱۴	شیخ کریم اللہ سہارن پوری	۴۵۵
۱۱۵	شیخ قاسم سہارن پوری	۴۵۶
۱۱۶	شیخ اللہ بخش سہارن پوری	۴۵۸
۱۱۷	حاجی میر دوست	۴۶۰
۱۱۸	میر عوض سنبھلی فرید آبادی	۴۶۳
۱۱۹	شیخ دوست لونی	۴۶۵
۱۲۰	میر صالح لونی	۴۶۶
۱۲۱	شیخ جان محمد میرٹھی	۴۷۰
۱۲۲	صوفی گدا	۴۷۳
۱۲۳	سید اسحاق پنجاب	۴۷۵

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۲۴	سید یوسف بھکری وسید عیسیٰ	۴۷۶
۱۲۵	شیخ حسن وشیخ حسین	۴۷۷
۱۲۶	شیخ بہاءالدین وشیخ اسمٰعیل	۴۸۳
۱۲۷	سید خضر بریلی	۴۸۸
۱۲۸	شیخ احمد دہلوی	۴۹۱
۱۲۹	شیخ عبدالرحیم سنبھلی	۴۹۳
۱۳۰	محمد مقیم لاہوری	۴۹۷
۱۳۱	محمد مقیم انصاری سنبھلی	۵۰۰
۱۳۲	شیخ عبدالواجد سنبھلی	۵۰۱
۱۳۳	شیخ عبداللطیف سنبھلی	۵۰۳
۱۳۴	شیخ نجم الدین سنبھلی	۵۰۶
۱۳۵	شیخ ابدال سنبھلی	۵۰۸
۱۳۶	شیخ منور سنبھلی	۵۰۹
۱۳۷	شیخ عبدالعظیم سنبھلی	۵۱۱
۱۳۸	شیخ عیسیٰ سنبھلی	۵۱۲
۱۳۹	شیخ عبداللطیف سنبھلی	۵۱۵
۱۴۰	سید اللہ یار امروہہ	۵۲۰
۱۴۱	شیخ عبدالحکیم امروہہ	۵۲۳
۱۴۲	شیخ طیب امروہہ	۵۲۷

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۴۳	شیخ فتح اللہ غازی (امروہہ)	۵۳۱
۱۴۴	مخدوم عالم و غوث عالم امروہہ	۵۳۷
۱۴۵	شیخ حسین اکبرآبادی	۵۴۵
۱۴۶	ملا محب علی ٹھٹھی	۵۴۸
۱۴۷	شیخ دوست محمد سندھی	۵۵۱
۱۴۸	شیخ داود بن شیخ صادق گنگوہی	۵۵۴
۱۴۹	شیخ فرخ نارنولی	۵۵۹
۱۵۰	خواجہ عبدالحکیم	۵۶۰
۱۵۱	شیخ بایزید میرٹھی	۵۶۱
۱۵۲	سید ضیاءالدین جون پوری	۵۶۴
۱۵۳	شیخ عبدالعزیز الہ آبادی	۵۶۷
۱۵۴	شیخ محمد ہرگانو(ی)	۵۷۱
۱۵۵	شیخ محمد بریلی	۵۷۴
۱۵۶	محمد صالح سنبھلی	۵۷۶
۱۵۷	اعلم خان سنبھلی	۵۷۹
۱۵۸	شیخ ابوالمکارم سنبھلی	۵۸۰
۱۵۹	شیخ مصطفیٰ بن ابراہیم سنبھلی	۵۸۳
۱۶۰	شیخ ابراہیم سنبھلی	۵۹۶
۱۶۱	شیخ نور محمد کشمیری	۵۹۸

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۶۲	شیخ نور محمد سنبھلی	۶۰۳
۱۶۳	شیخ نور محمد حارث	۶۰۵
۱۶۴	معاذ سنبھلی	۶۰۷
۱۶۵	شیخ عبدالولی (الواحد) سنبھلی	۶۰۷
۱۶۶	شیخ عطا محمد سہسوانی	۶۰۹
۱۶۷	شیخ امین الدین کنتوری	۶۱۴
۱۶۸	شیخ نظیر علی سنبھلی	۶۱۵
۱۶۹	شیخ حسین محمد سنبھلی	۶۲۰
۱۷۰	شیخ شاہی سنبھلی	۶۲۵
۱۷۱	خواجہ عطاءاللہ کشمیری	۶۳۲
۱۷۲	شیخ ابوالمعالی بلگرامی	۶۳۶
۱۷۳	شیخ محمود سنبھلی	۶۳۹
۱۷۴	شیخ عبدالرحیم سنبھلی	۶۴۳
۱۷۵	شیخ بایزید دہلی	۶۴۴
۱۷۶	شیخ محمد حبیب دہلوی	۶۴۶
۱۷۷	شیخ قائم محمد	۶۴۸
۱۷۸	شیخ محمد (درویش محمد) و شیخ شاہ محمد	۶۴۹
۱۷۹	شیخ کریم محمد دہلوی	۶۵۲
۱۸۰	شیخ محمد و شیخ پیر محمد	۶۵۳

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۸۱	خواجہ قطب حسن پوری	۶۵۶
۱۸۲	حاجی عبداللطیف حسن پوری	۶۵۷
۱۸۳	سید غریب حسن پوری	۶۶۰
۱۸۴	شیخ صادق حسن پوری	۶۶۲
۱۸۵	شیخ ابوتراب ٹھٹھی	۶۶۵
۱۸۶	شیخ فیروز سنبھلی	۶۶۹
۱۸۷	شیخ فتح اللہ سنبھلی	۶۷۱
۱۸۸	شیخ رفیع گوپاموی	۶۷۳
۱۸۹	شیخ بدرالدین	۶۸۶
۱۹۰	شیخ خیالی دہلوی	۶۹۰
۱۹۱	شیخ مجتبا فطرت	۶۹۳
۱۹۲	درویش مجہول	۶۹۴
۱۹۳	شاہ بھوانی	۶۹۸
۱۹۴	شاہ دولہ	۷۰۱
۱۹۵	شاہ جہان گیر سنبھلی	۷۰۵
۱۹۶	شیخ اللہ بندہ	۷۰۷
۱۹۷	شاہ پرویز سنبھلی	۷۱۰
۱۹۸	شاہ پرویز دہلوی	۷۱۶
۱۹۹	شاہ بھیکا دہلوی	۷۱۸
۲۰۰	نرائن بیراگی فیرآبادی	۷۲۰
۲۰۱	مجذوب مجہول	۷۲۶
۲۰۲	شاہ آدم سنبھلی	۷۲۸
۲۰۳	میر عماد	۷۳۱
۲۰۴	مشفی سنبھلی	۷۳۴
۲۰۵	شیخی سنبھلی	۷۴۳
۲۰۶	فانی کشمیری	۷۵۵
۲۰۷	منزوی قاشقالی	۷۵۸
۲۰۸	ضیاء دہلوی	۷۷۳
۲۰۹	دانا دہلوی	۷۷۴
۲۱۰	بی بی سنی	۷۷۸
۲۱۱	بی بی سایندی	۷۷۹
۲۱۲	بی بی رجی دہلوی	۷۸۲
۲۱۳	فقیرہ گوالیاری	۷۸۴
۲۱۴	جمال چندیری	۷۹۰
۲۱۵	خاتمہ در بعضے از احوال ابائے کرام واقربائے عظام کاتب حروف	۷۹۴

پیش لفظ

سلطنت دہلی کے قیام کے بعد علماء ومشائخ ہندوستان آئے۔ انہوں نے دہلی اوراس کے قرب وجوار کے قصبات مثلاً پانی پت، امروہہ، سنبھل، بدایوں وغیرہ میں سکونت اختیار کی اور وہاں اپنی خانقاہیں اور مدارس قائم کیے۔ ہندوستان میں علم سے دلچسپی تو تھی لیکن مسلمانوں کے آنے کے بعد تعلیم وتدریس کے میدان میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ مسلمان تاریخ کی نئی فکر ساتھ لائے اور اہم کارنامے تاریخ نگاری کے میدان میں انجام پائے جن میں طبقات ناصری اور تاریخ فیروز شاہی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ علماء نے مدارس قائم کیے اور ساتھ ہی ساتھ مشائخ نے بھی اپنی خانقاہوں میں مدارس قائم کیے ور تعلیم وتدریس کے میدان میں کام کرنا شروع کیا۔ ان مدارس سے فارغ ہوکر طلبا نے تدوین وتحقیق کے کارنامے انجام دیے۔ حضرت خواجہ امیر حسن علا سنجری دہلوی کی فوائد الفواد انہیں کارناموں کا نتیجہ ہے۔ یہ حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کا گلشن ہے۔ سید محمد کمال وسطی کا اسرار یہ کشف صوفیہ بھی انہیں کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب وسائل بھی نہ تھے کہ لوگ ایک دوسرے کو جانیں اور سفر بڑا دشوار مسئلہ تھا لیکن یہ صوفیاء بڑی دور کے سفر کرتے تھے تاکہ وہ اپنے علم سے دوسروں کو مستفید کر سکیں۔ حضرت رضی الدین حسن صغانی صاحب مشارق الانوار حدیث کا درس دینے کے لئے راجستھان کے قصبے ناگور تک پہنچے تاکہ اس کے علم سے وہاں کے مدارس میں تعلیم حاصل

کررہے طلباء کو حدیث کے موضوع پر درس دیں۔ ان علماء و مشائخ کے اپنے کتاب خانے بھی تھے جن میں بڑی اہم کتابیں موجود تھیں۔ فخر مدبر صاحب آداب الحرب والشجاعہ نے لکھا ہے کہ اس پروجیکٹ پر کام کرنے سے پہلے انہوں نے تقریباً ایک ہزار نسب ناموں کا مطالعہ کیا تھا۔

اسراریہ کشف صوفیہ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں دو سو تو ے مشائخ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ، شطاریہ وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ مشائخ کے بارے میں جو معلومات سید کمال واسطی نے دی ہیں وہ دوسرے ماخذوں میں نہیں ملتیں۔ اسراریہ کشف صوفیہ کے مخطوطات موجود ہیں لیکن اس پر کام نہیں ہوا۔ برٹش راج کے قیام کے بعد انہوں نے تاریخ عہد وسطی اور خاص طور سے مغل عہد پر توجہ دی۔ انہوں نے سیاسی تاریخوں کی تدوین و تراجم کرائے اور یہ ان کا بڑا اہم کارنامہ ہے۔ امراء کا ایک تذکرہ ماثر الامراء کی تدوین بھی کرائی وراس کا ترجمہ انگریزی میں بھی شائع کرایا۔ لیکن مشائخ کے کارناموں پر توجہ نہیں دی اس لئے کہ انہیں مواد اسطرح کا چاہیے تھے جس سے تقسیم ہو سکے۔ مشائخ نے تو جوڑنے کی بات کی تھی جو ان کے مفاد کے خلاف تھی لہٰذا مشائخ سے متعلق مواد مخطوطات کی شکل میں رہ گیا۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ انگریزوں کا اپنا ایک نقطہ نظر تھا وہ اس کے تحت کام کر رہے تھے۔ دوسری طرف بدایوں، سنبھل، مرادآباد، امروہہ وغیرہ میں بڑے بڑے جاگیردار اور زمیندار تھے۔ آخر انہوں نے ان ماخذوں کی اشاعت پر کیوں توجہ نہیں دی حالانکہ اس وقت ان کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں تھی جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری تاریخ کے یہ ماخذ ہماری یونیورسٹیوں کے نصاب کا حصہ نہ بن سکے۔ ہم فرانس، جرمنی اور انگلینڈ کی تاریخ سے تو واقف ہیں لیکن جو علمی کارنامے پانی پت، دہلی، امروہہ، سنبھل اور جالی وغیرہ میں انجام دیئے گئے ان سے واقف نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری یونیورسٹیاں اس پہلو پر توجہ دیں تا کہ نئی نسل اپنے بزرگوں کے ان کارناموں سے واقف ہو سکے۔ حد یہ ہے کہ ہندوستانی یونیورسٹیوں کے شعبہ فارسی میں کوئی پرچہ فارسی ملفوظ ادب پر نہیں ہے۔ جب ہم ملفوظ ادب پڑھاتے ہی نہیں تو نئی نسل میں سمجھ کیسے پیدا ہوگی۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی نے اس اہم کام کو انجام دیا اور

رامپور رضا لائبریری اسکو شائع کر رہی ہے اس لئے کہ فارسی کی مثل مشہور ہے "دیر آید، درست آید" اب اسراریہ کشف صوفیہ اشاعت کے بعد لوگوں کو بآسانی مطالعہ کے لئے مل سکے گی۔

میں شکر گذار ہوں عالی مرتبت جناب بی ایل جوشی صاحب، گورنر اتر پردیش اور چیئرمین رامپور رضا لائبریری کا جن کی سرپرستی لائبریری کو حاصل ہے۔ محترمہ چندریش کماری کٹوچ صاحبہ، مرکزی وزیر برائے ثقافت اور محترمہ سنگیتا گوئیرالہ، سکریٹری وزارت ثقافت کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے لائبریری کے ترقیاتی کاموں میں مالی معاونت دی۔ جناب جی پٹنائک، سابق پرنسپل سکریٹری گورنر اتر پردیش اور جناب لو ورما، جناب منجیت سنگھ پرنسپل سکریٹری گورنر اتر پردیش کا بھی ان کے تعاون کے لئے شکر گزار ہوں۔ ساتھ ہی جناب جواہر سرکار، سابق سکریٹری اور جناب وینو وی، سابق جوائنٹ سکریٹری اور جناب راکیش رنجن، جوائنٹ سکریٹری وزارت ثقافت، حکومتِ ہند کا بھی ان کی بھرپور مدد کے لئے شکر گذار ہوں۔

میں اپنے ساتھیوں ڈاکٹر ابوسعد اصلاحی، لائبریری اینڈ انفارمیشن آفیسر، جناب ارون کمار سکسینہ، محترمہ موہنی رانی، محترمہ بلقیس فاروقی، جناب مصباح خاں اور جناب شجیع الدین خاں کا شکر گذار ہوں کہ جن کی مدد ان تمام علمی کاموں میں شامل رہی۔

۲۲ر فروری ۲۰۱۳ء

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین
ڈائریکٹر رامپور رضا لائبریری

احوال و آثارِ شاہ محمد کمال سنبھلی واسطی

و

تعارفِ اسراریہ کشف صوفیہ

نام و نسب: سید شاہ محمد کمال سنبھلی واسطی بن لعل، از نبیرہ گانِ حضرت شاہ شرف الدین حسن المعروف بہ شاہ ولایت امروہہ۔ شجرہ نسب اُو بہ خلیفہ چہارم سیدنا امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ بہ بست و چہار واسطہ می پیوندد۔ بدین طریق۔

"سید محمد کمال سنبھلی واسطی بن لعل بن سید بُدھ بن حامد بن سید چاند بن سید معروف بن سید امجد بن عزیز اللہ (عزیز الدین) بن سید شاہ شرف الدین معروف بہ شاہ ولایت امروہہ بن سید علی بزرگ بن سید مرتضی بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالفضل واسطی بن سید داؤد بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون بن سید جعفر ثانی بن امام علی النقی بن جواد محمد تقی بن امام علی رضا بن موسی کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید بن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہم[1]

مورثِ اعلی سید محمد کمال سنبھلی واسطی در امروہہ حضرت شاہ شرف الدین

---

[1] بحوالہ "اسراریہ کشف صوفیہ" نسخہ رام پور

حسن معروف بہ شاہ ولایت امروہہ در زمانِ سلطان فیروز بادشاہ ہند ہمراہی پدر خود سید علی بزرگ با جماعتِ کثیر براہِ ملتان ہندستان آمد و در سرزمین امروہہ اقامت گزید۔ صاحب ''مقاصد العارفین'' درشانِ شاہِ ولایتِ امروہہ می نویسد۔

''مخدومی قدس سرہٗ در علوم ظاہری و باطنی کمال داشت و بشریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) قدم ثابت داشت و ہیچ سنتے را فرو نگذاشت''۔[1]

حضرت شاہ شرف الدین شاہ لایت امروہہ در سال ہفت صد وسی و نہ وفات یافت (۷۳۹ھ ۱۳۳۹ م) و مزار مبارکش در امروہہ مرجع خلائق است۔

نبیرۂ پنجم آن بزرگ، سید چاند از امروہہ ترکِ سکونت کردہ در قصبہ بھوج پور اقامت گرفت بعدۂ تحریک شیخ عمر شہ سنبھلی، بسنبھل ہجرت کرد و توطن اختیار کرد۔ صاحب ''تحفۃ التواریخ'' مولانا سید آلِ حسن نخشی درذکرِ سید چاند می نویسد۔

''سید چاند بن سید معروف بن سید مجدالدین بن سید عزیز اللہ بن مخدوم (شرف الدین حسن) در قریہ بھوج پور سکونت داشت و از اہل معانی بودہ و بمعاملتی نیک و استقامتی تام بسر بردہ بوجہ قرابت شیخ عمر شہ کہ عالم و فاضل بود در بلدہ سنبھل توطن اختیار کرد۔''[2]

---

[1] ''مقاصد العارفین'' مولفہ حضرت شاہ عضد الدین محمد جعفری ص ۴۰۴ تدوین پروفسور نثار احمد فاروقی سال انتشار ۱۹۸۴ء

[2] ''تحفۃ التواریخ'' مولفہ مولانا سید آل حسن نخشی ص ۱۵۱۔ سال انتشار ۱۸۸۸ م

شیخ عمر شہ سنبھلی دخترِ خود بی بی خدیجہ را بحبالہ سید حامد کردہ وحویلی و باغات واملاکِ دیگر بنام آن بی بی کردہ۔ سید محمد کمال درین باب خود نوشتہ اند کہ

"بی بی خدیجہ دختر عمر شہ بحبالہ سید حامد درآمد واز آن عمر حویلی و باغ و املاک بنام آن بی بی شد واتفاق توطن افتاد امروز از آن باغ چند درخت انبہ ماندہ کہ مشہور "بچندن پی" است و آن حویلی ہمین "سیدواڑہ" است"[1]

پدر سید محمد کمال: سید لعل نام دشت کہ صالح مادر زاد و صاحب تقویٰ وورع بود وولادت اُو در ماہِ رجب از سال نہ صد و ہفتاد و شش می باشد۔ (۹۷۶ھ/جنوری ۱۵۶۹م) وی در فوج مرتضیٰ خان و شیخ سلیم خواہر زادہ مرتضیٰ خان بعدۂ سید بھوہ بخاری، لشکری بودند وبسنِ شصت وسہ سال (۶۳) روز دوشنبہ دوازدہم ماہ رجب در سال ہزار وسی و نہ (۱۰۳۹ھ موافق ۱۸ رفروری ۱۶۳۰ میلادی) درعلاقہ خوشاب شہادت یافت وہمین جا مدفون گشت ومدفنِ سید لعل مرجع خلائق آن جانست۔ سید محمد کمال دربارہ آن نوشتہ اند

"من در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) در اثنائے سفر قندھار بزیارتِ قبر پدر شدم، دیدم کہ اہل آن قصبہ را برسم آن جا بسنگریزہ برآراستہ اند ودر شبہائے جمعہ و دوشنبہ در آن چراغ دیو رچہ روشن می کنند وزیارت می نمایند واز آن قبر تبرک می خواہند"[2]

سید لعل مرید ومعتقد شیخ رفیع الدین بن شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی بودہ

---

1. "اسراریہ کشف صوفیہ" نسخہ رام پور
2. ایضاً

است۔ سید محمد کمال در ذکر شیخ رفیع الدین نوشتہ اند کہ

''شیخ رفیع الدین، شیخ پدرِ من است۔ و پدرِ من ذکر باطن از وے
گرفتہ و جمعیت حضور و آگاہی رسیدہ پدرِ من گفتے کہ من بصحبت پدرِ
وے (شیخ قطب عالم) ہم رسیدہ ام و مشائخ بسیار را دیدہ۔''[۱]

سید لعل بسیار بزرگ بودہ، آثارِ ہدایت و سعادت، سلامت و استقامت از زمانہ خردی از وے ظاہر بود و خلق و مروّت ذاتی وافری داشت بسیارے از مشائخ و بزرگان عہد خود را دیدہ و از صحبتِ آن ہا مستفید شدہ بود۔ چون شیخ ابا بکر سنبھلی، شیخ قطب عالم، شیخ عبدالوہاب لونی، شیخ سراج الدین، و شیخ فتح اللہ سنبھلی وغیرہ را دیدہ و از صحبت آن ہا مستفید شدہ بود۔ بالخصوص حضرت خواجہ باقی باللہ را نہ تنہا دیدہ است بلکہ از صحبت ایشان مستفید ہم شدہ است۔

تاریخ تولد و جاے پیدائش: سید محمد کمال سنبھلی واسطی در دوم یا سوم ماہ ربیع الاول سال ہزار و یازدہم (۱۰۱۱) ہجری موفق ۲۲ ر اگست ۱۶۰۲م بعہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ متولد شد بمقام چودھری سراے سنبھل۔ ''اعظم'' مادۂ تاریخ ولادتِ اوست مصنف در بارہ وجہ تسمیہ خود، در ذکر شیخ محمد جامی خود نوشتہ اند۔

''چون من در سال ہزار و یازدہ بزمین آمدم در سنبھل، پدرِ من خبر
رسیدہ در دہلی و بوے گفت کہ نام آن پسر چہ کنی۔ گفت 'محمد' نام کن
و در سنبھل مرا 'کمال' نام کردہ بودند۔ پدرِ من مرا ہر دو نام مرکب
خواندے۔ کمال محمد۔''[۲]

---

[۱] ''اسراریہ کشف صوفیہ'' در ذکر شیخ محمد جامی نسخہ رامپور [۲] ''اسراریہ کشف صوفیہ''

تحصیلِ علم: آغاز خواندن علم اعنی رسم ''بسم اللہ'' سید محمد کمال، ششم ماہ رجب در سنہ ۱۰۲۰ھ ۳ آکتوبر ۱۶۱۱م بسن مہ (۹) سال بمقام مہرولی در مسجد (تعمیر کردۂ حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی) متصل بہ مزار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ منعقد شدہ بود۔ درین سلسلہ سید محمد کمال خود نوشتہ اند

> ''روز بسم اللہ'' گفتن من ششم ماہ رجب است و روز عرس حضرت خواجہ معین (الدین) حسن سجزی قدس سرہٗ در مسجد ایشان کہ در حال حیات خود ساختہ اند، گویند سنگ ہاے صحن آن مسجد بزرگانے کہ در خدمت ایشان بودہ برداشتہ، در آن جانہادہ و آن مسجد منور در جوار روضہ حضرت قطب الدی بختیار کاکی قدس سرہٗ واقع شدہ و آن تعلیم ''بسملہ'' از بزرگے ''شاہ عالم'' نام از اولاد شیخ عبدالعزیز قدس سرہٗ نصیب شدہ و آن روز مرا نیک یاد است۔''

سید کمال از کدام استادان تحصیل علوم کردہ، این بالتحقیق معلوم نیست۔ البتہ این قدر ہست کہ ''اسراریہ'' بعض از نام ہای اساتذہ کرامِ خود نوشتہ اند و این ہم وضاحت کردہ اند کہ از کدام شخص چہ چیز خواندہ اند۔ مثلاً در ذکر شیخ فتح اللہ گویند کہ

> ''من خرد بودم و ملازمت وے می نمودم۔ وے ہمسایہ من است بر من لطف فرمودے و مہر نمودے۔ روزے مرا گفت، امروز کدام سبق خواندہ، برخوان۔ بخواندم از گلستان باین دو بیت۔ قطعہ

دلقت بچہ کار آید و تسبیح و مرقع	خود را ز عمل ہاے نکوہیدہ بری دار
حاجت بکلاہِ برکی داشتنت نیست	درویش صفت باش و کلاہِ تترکی دار

وے معنی این قطعہ چندان بدلائل ودقائق غیر متعارف بیان درآوردو
از روے ذوق نعرہ ہا زدہ کہ حاضران خوش وقت گشتند وتاثیر حال
وے ہمہ حاضرین درگرفتہ وہم دران مدت وے مرا این بیت استاد
آموختہ ومعانی فہمانیدہ کہ دریافتہ بودم

سر برہنہ من نیم دارم کلاہِ چار ترک
ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ خویش و ترکِ ترک

ونیز نوشتہ اند۔

''من درخردی (مسائل) نماز روزہ از وے آموختہ بودم''

ودرین امر درذکر سراج الدین سوفی نوشتہ شدہ است۔

''من از خردی باز وی را می شناسم۔ نہ سالہ بودم کہ وے مرا نماز
آموختہ باحکام آن واز صلاحیت وے مرا بہرۂ نیک رسیدہ ومن سبقے
چند بوے گذراندہ ام از نزہت الارواح وغنیہ (غنیۃ الطالبین)
وغیرہ۔ وقتے کہ من نزہ (نزہت الارواح) رابوے می گذراندم وے
راہمہ سن رسیدہ بود۔ برسخنِ حقائق ومعارف زعقہا زدے ومست
گشتے وبے خود اوقِ وے۔''

نیر درذکر شیخ فتح اللہ سنبھلی دربارۂ درسیات فارسی خواندن، نوشتہ اند

''وہم من سبقے چند از بعضے نسخ پارسی چہ نظم وچہ نثر بوے گذراندہ ووے
درحلِ بعضے رسائل 'اعجازِ خسروی' دستے تمام داشت واصناف فنون
آن را نیک ورزیدہ''

سید محمد کمال درزبان ہندی شاگردِ شیخ محمد فاضل بن شیخ محمد صادق است چنانکہ خود

نوشتہ اند۔

"محمد فاضل (پسر شیخ محمد صادق) اعجوبہ روزگار بود و فطینِ زمانہ، خوش صحبت و خوش کلام در فن فارسی و ہندی دستگاہ تمام داشت۔ من در زبان ہندی و اصناف آن شاگرد اویم۔ وے صاحب فنون عجیبہ و غریبہ بود۔"

بدین طریق از شیخ محمد طیب امروہوی فن معما گوئی و قواعد و ضوابط آن آموختہ بود و در این باب سید محمد کمال نوشتہ اند۔

"شیخ طیب در فن معما دستگاہ تمام داشت۔ روزے قواعد و ضوابط آن، مرا بیاموخت۔ من روز دیگر ہفت اسم معما گفتہ پیشِ وے نمودم۔ حیران شد و بسیار تحسین کرد۔"

علاوہ ازین بعض صوفیہ را استاد خود گفتہ است اگرچہ ننوشتہ کہ از آن کدام علم و فن آموختہ یا کدام کتاب خواندہ است۔ چنانچہ درباره شیخ عیسیٰ سنبھلی، شیخ فاضل و شیخ عبدالکریم وغیرہ نوشتہ اند کہ آن بزرگ استادان من اند۔ در ذکر شیخ عیسیٰ سنبھلی نوشتہ است۔

"من اگرچہ در خدمت وے تلمذ نکردہ ام لیکن نیازمندی تمام بوے داشتم۔ وے مرا لطف و عنایت بسیار فرمودے و نصیحت و پند ارزانی نمودے۔"

بدین طریق در ذکر شیخ ابوالمکارم سنبھلی و درباره شیخ فاضل و شیخ عبدالکریم گفتہ اند۔

"ہموارہ بخدمت شیخ فاضل و شیخ عبدالکریم از استادان من اند"

و در ذکر شیخ عبدالوہاب لونی علیہ الرحمہ نوشتہ اند:

''وے ہشت دو چار سالہ بود و من نوجوان پیش وے ''دیوانِ حافظ'' گذرانده۔''

بیعت شدن سید محمد کمال از حضرت خواجہ خُرد: سید محمد کمال سنبھلی بعمر پانزده سالہ در سال ۱۰۲۶ھ ۱۶۱۷ء بملازمت خواجہ محمد عبداللہ ابن حضرت خواجہ محمد باقی باللہ معروف بخواجہ بیرنگ قدس سرہٗ داخل شد در سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ۔ سید محمد کمال در عمر یازده سالہ شبے بدیدار حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) مشرف شده بصورت حضرت خواجہ بیرنگ۔ و در سالِ دیگر بکرم الٰہی بعمر شانزده سالہ بشرف صحبت اول شیخ خود مشرف گشت در مسجد جامع فیروزی۔ در سلسلہ شرف اندوزی خود نوشتہ اند۔

''و در سال دیگر از عنایت الٰہی بشرف صحبت اوّل شیخ خود مشرف گشتم در مسجد جامع فیروزی و عقب وے نماز عصر گذاردم و وے در آن مدت شانزده سالہ بوده است و من پانزده سالہ و وے ہشت، نہ چہار روز کم از من بعمر زیاده ست و در آن وقت وے مرا پرسید کہ چہ نام داری و از کجائی؟ حقیقت حال را عرض کرده ام۔ وے در ایستادہ و بیک نگاہے دل کش و بکارے و (بنگاہے) ے وش مرا صید خود ساختہ و در دریے محبت خود نیک در انداختہ۔

پس از ان ہر گاہ وے را از دوری دیده ام شیفتہ و فریفتہ جمال باکمال وے بوده ام و مضمون این رباعی از دل خویش زده کہ موافق حال خود گفتہ ام۔ رباعی

زان روز کہ در کوے تو بشتافتہ ام روے خود را ز غیر برتافتہ ام

عشاق جہان بصورتے قانع و بس   من صورت و معنی ہمہ دریافتہ ام

سید محمد کمال از پیر خود غایت محبت و اس بل عشق می دارند و جدائی یک روزہ آن برداشت نمی کنند۔ آخر امر حضرت خواجہ عبداللہ خرد اُو را در شب عرس حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ در سال ۱۰۳۵ ہجری ۱۶۲۶ م در سلسلہ نقشبندیہ وقادریہ اجازت داد۔ سید محمد کمال می نویسد

"واندرین احوال مدت دو سال بیش بگذشت تا در سال پنج و ثلاثین و الف (۱۰۳۵ھ) در شب عرس حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ بے وساطت غیرے بعجز تمام التماس تلقین ذکر طریقہ طریقہ نقشبندیہ از وے نمودم۔ قبول فرمودہ پس از چند روز گفت کلمہ طیبہ را لکھ مرتبہ بخوان۔ بخواندم"

شجرۂ طریقت سید محمد کمال بواسطہ حضرت خواجہ عبداللہ خرد بدین طریق سیدنا صدیق عتیق امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متصل می گشت۔

"سید محمد کمال عن حضرت خواجہ عبداللہ خرد عن حضرت مولانا شیخ احمد سرہندی عن خواجہ محمد باقی باللہ معروف بہ بیرنگ عن حضرت مولانا خواجگی امکنگی عن خواجہ درویش محمد عن مولانا محمد زاہد ولی عن حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ عن حضرت مولانا یعقوب چرخی عن حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند عن خواجہ امیر کلال عن خواجہ محمود بابا سماسی عن خواجہ علی رامیتنی عن خواجہ محمود فغنوی عن خواجہ عارف ریوگری عن حضرت خواجہ

عبدالخالق غجدوانی عن خواجہ ابو یوسف ہمدانی عن ابو علی
فارمدی عن خواجہ ابوالقاسم عن خواجہ ابوالحسن خرقانی عن خواجہ
بایزید بسطانی عن امام جعفر صادق عن حضرت محمد امام قاسم
بن محمد بن ابی بکر صدیق عن حضرت سلمان فارسی عن حضرت
خلیفہ الرسول میرالمومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی
عنہ۔ انتہی۔ (اسراریہ کشف صوفیہ)

حضرت خواجہ عبداللہ نقشبندی ہنوز با سید محمد کمال بسیار محبت وانسیت می دارد چنانچہ گرامی نامہ ہائے آن متبادر است۔ وے در ہر مکتوب گرامی بدین طریق خطاب می کنند کہ

۱ درخدمت خوی سید کمال از مخلص خود سلام و تحیہ قبول نمایند..........

۲ برادر با جان برابر.......

۳ سیدنا مولانا سید کمال.....

۴ خوی اعزی حبیبی سید کمال .... وغیرہ

سید محمد کمال ہر سال بخدمت شیخ خود بدہلی می رفت۔ در سال ۱۰۷۳ھ ۱۶۶۲م بر بنای سبب مانع امر قوی بخدمت شیخ خود حاضر نتوانستہ بود۔ آخر در تاریخ یازدہم ربیع الآخر از سال مذکور خواجہ عبداللہ خود بسنبھل آمد و یک ماہ و یک روز بخانہ سید محمد کمال قیام فرمودہ و باز بدہلی روانہ شدند۔ و این ملاقات سید محمد کمال بشیخ خود ملاقات آخر یست۔ چنانچہ نوشتہ اند

''چون سال بر رو ہفتاد و سہ رفتن من بدہلی پیش شیخ خود از سبب مانع
قوی میسر نشدہ آخر در تاریخ یازدہم ربیع الآخر از سال مذکور، وے از
راہ لطف و کرم سنبھل تشریف ارزانی فرمودو مرا بیک بنوخت مصرعہ

''شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را''

و یک ماہ و یک روز بغریب خانہ گذرانده باز بدہلی روانہ شدند من ہم
تا بکسن پور رفتم۔ وقتے کہ مرا وداع کرد، بجانب دہلی رفت تحیرے بر
من غالب آمد چنانچہ نفس اندر گلوے من گرہ می بست۔ آخر ہمراہ این گریہ
غیر معہود معلوم گشت کہ در ہمان دیگر شیخ مرا چندین امراض لاحق شد''

وفاتِ خواجہ عبداللہ خرد: حضرت خواجہ عبداللہ در تاریخ ۲۵ رجمادی الاول ۱۰۷۴ھ/ ۱۵ ردسامبر ۱۶۶۳م از دنیا رخصت شدند اند۔ دہلی مرقد منور ایشان بآستانہ حضرت خواجہ باقی باللہ است۔ چون سید محمد کمال این خبر جان کاہ شنیدہ گفت

''چون این خبر جان کاہ بسنبھل رسید، چند روزے تن دیوانہ مسلوب
العقل فتادہ و این ماجرا بس دراز است''

و بعد انتقالِ شیخ خود سید محمد کمال بارہا در خواب شیخ خود را دید۔ خواجہ عبداللہ خرد بر سید محمد کمال ہم چنین لطف و عنایات فرمودے کہ ہم چنان وے در حالت حیات می فرمودند محمد کمال خود نوشتہ اند کہ

''از شبہاے بسیار شیخ خود را اندر خواب دیدم و ہم مرتبہ التفات کہ در
حالت حیات از وے می یافتم۔ یافتم و تفصیل آن خوب دراز است''

خواجہ عبداللہ خرد سید محمد کمال را نصیحت می کند

''ظاہر را با مور شرعیہ آراستہ داشتن و باطن را نسبت نقشبندیہ پیراستہ
گردانیدن فوق ہمہ نعمت ہاست۔ حقیقت نسبت نقشبندی جز این
نیست کہ توجہ واتصال صاف منزہ ومقدس از ملاحظہ ہر چہ مسمّیٰ
بما سواست و ہر چہ شائبۂ غیریت در وے محفوظ بود مثل اسماء وصفات
نیز بحضرت ذات پیدا شود بر سبیل دوام''

سید محمد کہ اکابرِ سلسلہ نقشبندیہ را دیدہ وفیض یافتہ است فی الجملہ درین جا تنہا ذکر مولانا خواجہ حسام الدین (مرید وخلیفہ حضرت شیخ احمد سرہندی وحضرت خواجہ باقی باللہ) سید احمد غریب ذکری کنم کہ سید کمال روزے بصحبت شیخ خود حاضر بودند و خواجہ حسام الدین تشریف آوردند۔ بنشست و ز خواجہ عبداللہ خرد معلوم کرد کہ این جوان کیست؟ خواجہ خرد فرمود کہ از نیازمندمنست۔ سید محمد کمال درین باب نوشتہ اند

''روزے من بصحبت شیخ خود بودم۔ وے (خواجہ حسام الدین) در
آمدہ نشست واز شیخ من مرا پرسید کہ این جوان کیست؟ شیخ من
گفت یکے از نیازمندان فقیر است غریب و نامراد۔ من از غایت
ادب سر بزیر افگندہ بودم وے تیز تیز در من می دید بذوقِ تمام
این بیت بر من بخواند من روزے بیاد گرفتم''

خاک شو خاک تا بروید گل گل بجز خاک نیست مظہر گل

بدین طریق در احوال سید احمد غریب نوشتہ اند۔

''من وے را دو سال بیشتر ندیدہ بودم۔ وے در
ہمہ مدت بر وفق احسان زیست۔ پیرے بود خمیدہ پشت خداوندِ خلاق و
کرم و علم و عمل۔ من نوجوان بودم۔ ملازمت وے نمودم۔ وے ہمیشہ

مرا ترغیب بصفت احسان وفتوت ومروّت نمودے واز صفت ذمیمہ
دل آزاری کہ بدترین صفاتست، منع فرمودے و این دو بیت
خواندے۔ رباعی

در راہِ خدا دو کعبہ آمد منزل   یک کعبہ صورتست و یک کعبہ دل
تا بتوانی زیارتِ دلہا کن   کافزون بود ز کعبہ قلوب مقبل[1]۔

ملاقاتِ مشائخ کبار بسید محمد کمال. سید محمد کمال زعہد طفلی بسیارے مشائخ کبارِ زمانہ را دیدہ واز صحبت ایشان فیض یافتہ ومستفید شدہ بالخصوص حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، شاہ محمد میر لاہوری، شیخ بلاول چشتی، شیخ ابا بکر سنبھلی، میر محمد مراد بدخشی، مولانا حسن کشمیری، مدمحب علی ٹھٹھوی (سندھ) و میر عماد (والدِ ماجد میر مفاخر حسین ثاقب) وغیرہ۔ ہمین طور مشائخ دیگر آن زمان با سید محمد کمال بسیار محبت وانسیت می داشتند درین جا تنہا دو مشائخ ازآن ہا را تذکرہ می کنم۔ محمد کمال در بیان شیخ بلاول چشتی نوشتہ اند۔

"شیخ بلاول رامن دو بار ملازمت کردہ ام۔ وے مرا نیک پرسیدہ
است و ہر دو بار مرا از لطف واحسان خویش بہرہ مند ومرزوق گردانید
کہ شکر آن نمی توانم گفت"

در ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ اند

"من بارہا بدیدارِ وے رسیدہ ام واز الطاف واحسان وے بہرہ ور گردیدہ"

مرتبہ سید محمد کمال در میدان تصوف خیلی بلند است۔ سید محمد کمال واقعی متصف بہ

---

[1] این رباعی، شیخ الاسلام حضرت شیخ شہاب الدین عمر است۔

فضائل صوری و معنوی و کمالات ظاہری و باطنی است و بسیار از مشائخ آن زمان اُو را بشارت دادند کہ تو صاحب صدق و راستی است و یکے از مردان خداست چنانچہ سید محمد کمال در ذکر خواجہ کلمت اللہ پسر خواجہ عبداللہ خرد خود گفتہ ند

"خواجہ کلمت اللہ بر من چندان بطفے و عنایتے دارد کہ نمی توانم از عہدۂ شکر آن بیرون آمدن و آن قدر تفقد حالِ من می کند کہ نمی توانم گفتن و نوشتن۔ روزے وے مرا در خلوتے گفتہ کہ فدنے سالہاست کہ من نسبت تو می اندیشم با خودمی گویم کہ پدر من، مریدان دیران بسیار دارد و لیکن مثلِ تو دوستے صادق و طالب موافق دران میان کس نیست چون ہمین حرف بے تکلف مَنز را از زبان پدر بشنودم شکر کردم کہ فکر من و فراست من بدرستی بودہ است۔"

بدین طریق یک روایت از میر سید فیروز نوشتہ اند

"میر سید فیروز، روزے مرا گفت کہ مرا (نسبت تو) در خو طرمی گذراندم کہ آیا ہیچ نصیبہ ازین راہ دست دادہ است۔ بدین اندیشہ شبے بخواب شدم دیدم بسیارے مشائخ کبار و فقرائے باوقار بر صف متصل نشستہ اند و امامی کنند تا و سیدہ و پیش آن جماعہ رفتہ امام بودہ۔"

عقیدہ و مسلک سید محمد کمال: سید محمد کمال واسطی سنبھلی سنی العقیدہ بودند و مسلک نقشبندیہ می ورزند مگر دیگر سلاسل تصوف احترام کلی داشتہ اند از یک عبارت "اسرار یہ" عقیدہ و مسلکِ سید محمد کمال ظاہر و پیدا است و این عبارت اینست۔

"نزد اہل دانش و بینش چنانچہ دینِ محمدی از ادیان ممتاز است و

مذہب بوحنیفہ از مذاہب امتیاز دارد، سلسلہ نقشبندیہ از سلاسل دیگر
مستثنیٰ است و نسبت این بزرگواران فوق ہمہ نسبت ہاست"[1]

تصانیفِ سید محمد کمال:۔ سید محمد کمال یک عالم و فاضل کم مثل، ناظم و ناثر خوش فکر بود طرز نگارش وے عجیب و لطیف و پرتاثیر است و شعر وے بیشتر مشتمل بہ رموز تصوف و اخلاق و احسان است۔ در زبان عربی و فارسی نیز بہندی شعر خوب می گفتند بل شعری ہندی بہ از فارسی می گفتند و زبان ہاے عربی، فارسی، پشتو، پنجابی و ہندی عبوری داشت۔ سید محمد کمال سنبھلی خود ہم از شاعران با ذوق خوش سخن، نکتہ سنج و مردی شعرشناس بودند در ذکر مشتی سنبھلی خود نوشتہ اند۔

"خواجہ محمد یعقوب پسر خواجہ محمد صادق خلف شیخ محسن سجادہ نشین
فہمیدہ و سنجیدہ شعر می گوید و رباعیات خوشتر ہست بہ عبارت تیرین۔
و اندرین تاریخ من فقیر را جز او کم آوردہ است من جملہ تاریخ شعر
ہندی وے بفارسی ویست۔"

چون کلام سید محمد کمال درین تصنیف "اسراریہ کشف صوفیہ" بجا بسیاری آمدہ بنابرین من این جا نوشتہ ام۔ اکنون مختصری احوال دربارہ تصانیف نثری چیزے می نویسم۔

۱۔ **جمع الجمع:۔** سید محمد کمال این کتاب قبل از "اسراریہ کشف صوفیہ" نوشتہ بود زیرا کہ اکثر جا در "اسراریہ" ذکر آن می آید۔ رسالہ "جمع الجمع" مشتمل بر وقایعات بزرگان و رموز و نکات تصوف و حالات خود اوست۔ رموز و نکات تصوف و مسائل دقیق و غامض در نسخہ "جمع الجمع" جمع کردہ شدہ است چنانچہ یک جا می نویسد۔

---

[1] "اسراریہ کشف صوفیہ" در ذکر خواجہ محمد صدیق۔

"تتبع من وراے این حکایتے کہ گذشت مکاتیب، تحقیق و غامض
این راہ گفتہ ونوشتہ راست آید از آن میان اکثرے در نسخۂ جمع الجمع"
نمودہ شد درین جا این قدر کافیست۔"

ہمین طور جاے دیگری نویسد

"کلمات حقائق و معارف از طرف وے آن قدر وارد می شد کہ اگر
آن ہمہ را جمع نمودہ شود کتابے علاحدہ مرتب گردد۔ بعضے از آن در نسخہ
"جمع الجمع" ایراد یافتہ شدہ۔"

و در ذکر سید اسحٰق در واقعہ شہادت والد خود نوشتہ اند

"مجملے این قصہ در خاتمہ بیاید تفصیل آن من در نسخۂ "جمع الجمع" کہ
پیش ازین سالہا نوشتہ ام۔"

ازین بیان معلوم می شود کہ "جمع الجمع" سالہاے بسیار قبل از "اسراریہ
کشف صوفیہ" بوجود آمدہ است۔ بر خاتمہ "اسراریہ" در ذکر خود بواقعہ شہادت سید
لعل والد ماجد خود نوشتہ اند۔

"تفصیل این حکایت من اندر کتاب "جمع الجمع" نوشتہ ام"

در قتباس مذکور از لفظ "تفصیل" اعتبار رو معلوم می شدہ است کہ کتاب "جمع الجمع"
کتابی ضخیم بودہ است۔ مگر افسوس کہ این کتاب دستیاب نیست۔
ممکن است کہ در کدام ذخیرہ ہاے غیر معروف موجود باشد۔ ہنوز کسے از ہیچ ماخذ
معلوم نشدہ کہ این کتاب در فلان مقام وجود دارد۔

۲۔ سفر وطن:۔ این رسالہ مشتمل بر رودداد سفر سید محمد کمال سنبھلی واسطی است مثلاً

سمرقند و بخارا، غزنین، لاہور، دہلی، سہارن پور، کشمیر، بنگال، اُجین، جالندھر، گوپاموَ، فرید آباد، گڑھ مکتیشر، حسن پور، امروہہ، مراد آباد وغیرہ و در این دیار و امصارِ بسیاری از صوفیۂ باوقار با سید محمد کمال ملاقی شدہ چنانچہ حالات و تراجم آن ہا را در بیاض خودی نوشت و غالباً این بیاض را رسالہ ''سفرِ وطن''[1] نام نہادہ است۔ و در بارہ نام این رسالہ و مشتملات آن و ضرورتِ نوشتنِ آن در ذکر شیخ وزیر محمد و شیخ پیر محمد، سید محمد کمال خود نوشتہ اند۔

> ''یک بارے من از پیش شیخ خود رخصت گرفتہ بسنبھل می آمدم و در پنج و شش منزل بوطن رسیدہ۔ اتفاقاً ہر روز در ہر منزل چیزے را اسرارِ غیب ظہوری نمود کہ در خور نوشتن بود و نوشتہ شد و آن رسالہ ''سفر در وطن'' نام کردہ''

و در جاے دیگر نوشتہ اند کہ

> ''تفصیل این حکایت من در رسالہ ''سفر وطن'' نوشتہ ام''

افسوس کہ این رسالہ ہم ناپید و نا معلوم است۔ خدا معلوم کہ بر آن چہ گذشت۔ از عبارات مذکورہ بالا معلوم می شود کہ این رسالہ ہم قبل از ''اسراریہ'' نوشتہ شدہ است۔

۳۔ **پیم چرت:** این یک تصنیف دیگر سید محمد کمال سنبھلی واسطی است منظوم بزبان ہندی و مشتمل بر مباحثہ عقل و عشق و رموز و نکات تصوف و معارف سلوک و احسان۔ اشعار این رسالہ و نام آن در کتاب ''اسراریہ'' بار بار آمدہ است از آن

---

[1] در بعضی مقامات اسراریہ کشف صوفیہ، نام این رسالہ ''سفر وطن'' نوشتہ است و بعضی ''سفر در وطن'' نوشتہ است۔

جملہ در ذکر شیخ آدم سنبھلی این عبارت اہمیت خاصی دارد۔

"وقتے من رسالہ ہندی "پیم چرت" در تصوف مشتمل بر مباحث تجمل وعشق بشیخ آدم بردم و رباعی خواندن آغاز کردم وے بذوق عنوان گرفت و دراثنا مراقب شد۔ من توقف کردم۔ وے مرا بر آوردہ گفت برخوان کہ من محو این معارف شدہ ام۔"

بدین طریق در ذکر حضرت شیخ ضیاء الدین جون پوری نوشتہ اند

"من آن سید ضیاء الدین را اول در اجودھیا دیدہ ام۔ ہنگامے کہ پیش شیخ آمدن ... پا برہنہ و تہبند ... در زیر ... دارانہ و مستانہ در آمدہ رو بروے من نشست۔ من رسالہ "پیم چرت" ہندی خود می خواندم وے نیک شنودن گرفت تا دریافتم کہ وے صاحب دریافت است۔"

۴ پیم اشلیکہ :- این رسالہ منظوم بزبان ہندی تصنیف چہار مصرعے است مشتمل بر مراتب سلوک عشرہ و جذبہ توحید است۔ و اکثرے اشعار آن بمقامات مختلفہ در "اسراریہ" آمدہ اند۔ شیخ ملا ظاہری پانی پتی کہ ماہر اشلیکہ گوئی بود بصحبت وے ازین فن متاثر شدند باز سید محمد کمال درین فن اشعار بسیار گفت و جمع کردہ باز نام این مجموعہ "پیم اشلیکہ" نہاد پیش شیخ خود حضرت عبداللہ خرد خواند آن بسیار پسند فرمود و خوش وقت و محظوظ گشت۔ و در بارہ آن سید محمد کمال خود نوشتہ اند۔

"... وقت مرا این طرز خوش آوردہ بود تمام رسالہ ہندی اشلیکہ گفتم مشتمل بر مراتب عشرہ سلوک و جذبہ توحید مسمی بہ "پیم اشلیکہ" چون پیش شیخ خود عرض کردم نیک پسند فرمود۔"

۵. پیم امابن:۔ این رسالہ ہنوز در زبان ہندی منظوم است مشتمل بر حکایات رموز و حقائق تصوف و سلوک و احسان۔ سید محمد کمال در ذکر میر عماد آن سہ رسالۂ منظومِ خود ذکر کردہ اند وی گویند کہ چون آن سہ رسالہ ''پیم چرت، پیم اشلیکہ، پیم امابن'' بہ پیش میر عماد خواندم اُو بسیار خوش وقت و مسرور شدند۔ عبارتِ سید محمد کمال در ذکر میر عماد اینست۔

''......وشبے بار دیگر در خانقاہِ شیخ من باد وے صحبت اشعار ہندی بمیان آمد۔ من رسالہ ''پیم چرت'' و ''پیم اشلیک'' و ''پیم امابن'' خود بروے خواندم بسیار خوش وقت شد۔''

علاوہ ازین تصانیف منثور و منظوم ''جمع الجمع'' ''سفرِ وطن'' ''پیم چرت'' ''پیم اشلیکہ'' و ''پیم ابن'' یک رسالہ بر وفاتِ پسر خود سید اعظم نوشتہ است مشتمل بر سوانح زندگانی وی در تصوف درجات و کمالات یافتہ شدہ ای وے۔ و اسم آن رسالہ بر نام آن سید اعظم نہاد در حالِ سید اعظم نوشتہ شدہ است کہ

''من تفصیل احوال وے در رسالہ عظیمہ کہ خاص بنام وے است نوشتہ ام۔''

تصانیفِ سید محمد کمال مع ''اسرار یہ کشفِ صوفیہ'' بہ ہفت و یا ہشت می رسد ممکن است علاوۂ این کتب ہم۔ سید محمد کمال کتب دیگری ہم می دارند۔ افسوس کہ علاوہ ''اسرار یہ کشفِ صوفیہ'' ہیچ تصنیف دیگر او نہ بدست رسیدہ است نہ معلوم است۔

اسرار یہ کشفِ صوفیہ: معروف ترین از آثار سید محمد کمال سنبھلی است۔ اسرار یہ کشفِ صوفیہ تالیفِ عالمانہ و محققانہ می باشد این تاریخ نادر و نادر و نایاب تذکرہ

صوفیہ است در زبان فارسی نوشتہ شدہ پس از مطالعہ آن معلوم می شود کہ مصنف
درین کتاب رموز و تصوف و خصوصیت این راہ را بیان نمودہ است و چہ طور احوال
و مدارج صوفیہ عظام و مجاذیب بہ متانت و عذوبت و فصاحت و بلاغت و تازگی
انشاء کردہ۔ ''اسراریہ کشفِ صوفیہ'' اسم تاریخیست کہ از آن ۱۰۶۸ھ پیدا می
شود۔ مولفِ تاریخ اسراریہ، تاریخ و تذکرۂ صوفیہ این دیار و امصار گاہی مفصلی و
گاہی مجملاً ذکر کردہ است از دیار و امصار مندرجہ ذیل تذکرمی دہد کہ آن ہا را دیدہ و در
آن ہا زندگانی کردہ است۔ مثلاً سنبھل، سرسی، مرادآباد، دہلی، آنولہ، بریلی،
اندور، اجین، میرٹھ، گڑھ مکتیشر، حسن پور، امروہہ، سندیلہ، گنور، گوپامؤ، بلگرام،
فرید آباد، سہارن پور، ہرگاؤں، لونی، نارنول، الہ آباد، لاہور، کشمیر، سندھ، پنجاب،
گجرات، پانی پت، قندھار و غزنی وغیرہا۔

اسراریہ کشف صوفیہ تاریخ عہد وسطیٰ، یک نادر ماخذ تاریخی است درین کتاب
بیش از دوصد و نود صوفیہ کرام قدیمی و معاصر و مشائخ و اکابر نقشبندیہ، چشتیہ،
سہروردیہ، قادریہ، شطاریہ، غوثیہ و اویسیہ وغیرہا تذکرہ دادہ است حالات و کوائف،
کمالات سلوک و تصوف ایشان مندرج کردہ است و رموز و غوامض تصوف و
عقائد صوفیہ تفصیلات در بارۂ ایشان کہ این مشائخ و اکابر کجا کجا رفتہ اند و با کدام
مشائخ صوفیہ ملاقی شدہ و در کدام قصبات و امصار در شغلِ درس و افادہ مشغول
شدہ بودند و خدمات تصوف کردہ و شاگردان و خلفاء آن کدامی شخصیات بودہ اند۔
و اکثر ملفوظات و کلمات صادقہ آن این کتاب مندرج اند۔

سید محمد کمال تالیف ''اسراریہ کشفِ صوفیہ'' درسنہ ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷م بعمر پنجاہ و پنج سالہ بہ عہد حکومت مغل بادشاہ ابوالمظفر شہاب الدین شاہ جہان صاحب قران ثانی بہ اشارۂ مرشد خود حضرت خواجہ عبداللہ معروف بہ خواجہ خرد آغاز کرد و در سال ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۸م بہ عہد حکومت شہنشاہ ہندستان محی الدین اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمہ باختتام رسانید۔ چنانچہ درین بارہ مقدمۂ این کتاب خود نوشتہ اند

''بارہا در خاطر گشت چون از ایام خردی باز بشرف صحبت و ملازمت اُوسبحانہٗ کہ الذین للاولیاء ذکر اللہ در شان آن ہاست رسیدہ و از بعض سخنان این راہ شنیدہ ہمہ را بر سبیل اجمال بعبارتی سادہ و بے تکلف تحریر در آورد لیکن از وفور علائق میسر نمی شد۔ با آنکہ در سال ہزار و شصت و ہشت قدوۃ العرفاء محققین و حجۃ العظماء الموحدین سیدنا و شیخنا خواجہ محمد عبداللہ ادام اللہ برکاتہٗ وجود علی المفارق للطالبین مثل آن صورت کہ بر دل گذشتہ بود امر فرمود لاجرم بصدق ہمت و خلوص نیت در آن باب شروع افتاد نامِ این تالیف ہم باشارہ وے ''اسراریہ'' کردہ شد۔ ''اسراریہ کشفِ صوفیہ'' تاریخ سال آن۔''

اسراریہ کشفِ صوفیہ یک تاریخ جامع و مکمل و تذکرہ پُراہمیت صوفیہ ست۔ در بارہ آن آقای پروفیسور نثار احمد فاروقی (متوفی ۲۸ر نوامبر ۲۰۰۴م) سابق صدر نشین شعبہ عربی دانش گاہ دہلی این طور توصیف و ستایش می کنند

''کتاب اسراریہ سید کمال در زبان فارسی تذکرہ بہترین، دقیق و بیش

بہا است۔ افسوس کہ ہنوز از زیور طبع نا آشنا است۔ این کتاب پر از معلومات است۔ از آن زمان (۱۰۶۸ھ) احوال و آثار در بارۂ ماخذ تاریخی و آثار علمی دیگر ہیچ کتابی در دست ما نیست ماخذ دیگر ما نمی یابیم۔ فہمیدگان زبان فارسی اکنون کجا اند۔ اگر این کتاب در زبان اُردو ترجمہ شود یک ماخذ بسیار وقیع درباره تاریخ (تصوف) ما یک اضافہ خواہد بود۔" [1]

مآخذ اسراریہ: سید محمد کمال سنبھلی در تصنیف این کتاب ماخذ قدیمی خوب استفادہ کردہ است و بر اکثر مقامات در اسراریہ اشارہ ہم کردہ است۔ اسمائے چند ماخذ و مصادر این طور است، نفحات الانس (از مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی) رشحات عین الحیات (از فخرالدین علی فخری کاشفی) اخیار الاخیار (از شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کشف المحجوب (از شیخ علی بن عثمان ہجوری ثم لاہوری) رسالہ قشیریہ (امام ابوالقاسم قشیری) فوائد الفواد (ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء جامع خواجہ امیر حسن علا) ثمرات القدس (از مرزا لعل بیگ) کلیات سعدی، دیوان حافظ، کلام امیر خسرو حسن سجزی، مثنوی معنوی

اسراریہ خود بطور مآخذ: اسراریہ کشف صوفیہ اگرچہ یک اہم تاریخ و تذکرہ صوفیہ است بسیار علماء مشائخ، شعراء، ملفوظات و تراجم آن این کتاب مندرج

---

[1] "تاریخ سنبھل یعنی مصباح التواریخ" ص ۲۰ مولف مولانا عبدالمعید سنبھلی پیش لفظ پروفیسور شریف احمد فاروقی (ترجمہ فارسی از اُردو)

است اما معلوم نیست کہ ہیچ محقق از اسراریہ چرا استفادہ نکردہ اند۔ حتیٰ محققین سلسلۂ نقشبندیہ ہم از این کتاب غافل اند تنہا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در مکتوبات خود یک جا از آن استفادہ کردہ است۔ چنانچہ می نویسد

"ہر آنچہ در "اسراریہ" ز خواجہ بیرنگ قدس سرہٗ منقول است کہ ایشان بہ مسجد فیروزی درآمدند و فرمودند کہ درین جا بوی بدعتے آید مگر کسی دعوت می خواند، بعد تفتیش ہم چنان ظاہر شد۔"[1]

البتہ مورخین امروہہ از اسراریہ کشف صوفیہ بسیار استفادہ کردہ اند۔ بالخصوص مصنف تاریخ امروہہ علامہ محمود احمد عباسی (متوفی ۱۴ / مارچ ۱۹۷۴ م) علاوہ ازین مولانا آل حسن نخشبی صاحب نخبۃ التواریخ، مولوی سید اصغر حسین نقوی صاحب تاریخ اصغری، حکیم محبّ علی خاں عباسی صاحب آئینہ عباسی وغیرہم۔

نسخہاے معروف اسراریہ: این تاریخ نادر "اسراریہ کشف صوفیہ" تا این دم سہ نسخہ خطی معلوم ست۔ اول نسخہ نیشنل میوزیم دہلی نو۔ دوم نسخہ کتاب خانہ شبلی ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ سوم نسخہ کتاب خانہ رضا رام پور۔

نسخہ اول در نیشنل میوزیم دہلی۔ مشتمل بر چہار صد صفحات در خط شکست نوشتہ شدہ است۔ ۱۹ / سطری است۔ تاریخ کتابت نسخہ درج نیست۔

نسخہ دوم: مشتمل بر چہار صد صفحات در خط شکست و نستعلیق نوشتہ است کاتب این

---

[1] مکاتیب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مکتوب ۱۹ مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدی نشر، کتاب خانہ رضا رام پور ۲۰۰۲ میلادی

نسخه معلوم نیست۔ تاریخ کتابت هم درج نیست۔ اغلاطِ املا کم است۔ البته
کاتب این نسخه زبان هندی نمی داند۔

نسخهٔ سوم۔ نسخهٔ کتاب خانهٔ رضا این نسخه مشتمل بر شصت صد و شش صفحات
است خط معمولی نستعلیق است البته بعضے مقامات در خط شکست بقلم دیگر نوشته
شده۔ این نسخهٔ مخزونهٔ کتاب خانهٔ رضا رام پور بدست سید نور الحسن ولد سید محمد علی
ساکن سرائے ترین بلده سنبھل نوشته شده است تاریخ اختتام کتابت ۱۲ ربیع الثانی
۱۳۴۰ھ (۱۹۲۲ عیسوی) بروز چهارشنبه وقت سه پهر مندرج است درین نسخه
غلط های بسیار است و اکثر جمله و مصرع ناقص اند۔ کنون آن مقامات را از مدد
دیگر نسخه جات تصحیح و درست کرده ام۔

اهمیت و خصوصیت اسراریه۔ اسراریه کشف صوفیه یک تاریخ نادر است
که تراجم صوفیه مشائخ کبار و ملفوظات ایشان را درین کتاب جمع کرده است۔
اهمیت تحقیقی و ادبی در تاریخ و بسیار است۔ این کتاب نه تنها تاریخ و تذکره
صوفیه را هست بل درین کتاب بسیاری از تراجم علما، حفاظ، شعرا و دیگر هم
مندرج کرده شده که در ماخذ دیگر بدست نمی آید۔ بالخصوص درباره از بعض شعرا،
علما و صوفیه زمان و آثار و وقائع نادر درین کتاب مندرج است از هم کتاب دیگر
تاریخی و تذکره بدست نمی آید۔

اولاد سید محمد کمال۔ سید محمد کمال سنبھلی واسطی چهار پسری دارد سید کاظم، سید اعظم،
و سید امین الدین سید ابو المعان و سید ابو الحسن۔ نام این پسران۔ مورخ امروهه محمود احمد

اظہار تشکر

بعد از حمد و ثنائے رب العالمین پروردگار سائر جہان و نعت و توصیف سید المرسلین که وجود مبارک آن باعث وجود کائنات و موجودات عالمیان روحی فداء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سجدہ شکر ادا می کنم که تصحیح و تدوین متن ''اسراریہ کشف صوفیہ'' بتائید و نصرت اللہ رب العزت بحسن و خوبی اختتام رسید۔

نخستین وظیفہ خود می دانم که تشکر صمیمانہ به آقای دکتر وقار الحسن صدیقی سابق نمایندهٔ ویژه کتاب خانه رضا رام پور (متوفی ۱۷ رجون ۲۰۰۹ء) ادا کنم بر من الطاف و عنایات بے نہایت می فرمودند که مرا مقدور نیست که توانستم گفت۔

حالا از علم و دانش پروری آقای پروفسور سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی موجوده نمایندہ ویژه کتاب خانه رضا رام پور۔ امید دارم که این جناب ہم ہمیشہ بر من بہمین طور از الطاف و عنایات، نوازش ہائے علمی و عملی بری نمایند۔

دیگر آقای دکتور ابو سعد اصلاحی را بسیار سپاس گذارم که وے ہم بر من لطف و عنایت بسیار کرده اند۔ ہم آقای توفیق احمد قادری چشتی مرہوی معروف نو در فروش را تشکر صمیمانہ می کنم ایشان در کتاب خانه خود برائے استفادہ بندہ ہموارہ وا کشادہ داشته اند و بصمیم قلب۔ بمن فرمودہ اند، که ''این کتاب خانه شماست'' دیگر آقای مولوی فخر الاسلام را ہم ممنون ہستم که آن حضرت در نقل نسخه اسراریہ مدد و

معاونت فرمود۔ دیگر آقای عبدالصبور ہم متشکرم کہ ایشان این کتاب را بروقت از زیور کتابت آراستہ کردہ اند۔ اللہ رب العزت این تمام معاونین ماشاد و بامراد داراد۔

من امیدوارم کہ این تاریخ وتذکرہ ''اسراریہ کشفِ صوفیہ'' ان شاءاللہ در گنجینہ علمی اضافہ قابل قدر خواہد بود و ملتمسم از خداوندانِ علم وفضل کہ ہر خطاے وسہوے کہ مرا بہ بذل وعفو بپوشند و درتعیب وتوہین نکوشند و این عاجز را بدعاے خیر یاد بکنند۔ درآخر بدرگاہِ قاضی الحاجت دعاکنم کہ خداوند عالمیان بزرگ و برتر کارِ مرا قبول فرماید۔ آمین۔

خداوندا قبول خویش کن یار ز چشم نا قبولانش نگہدار

دکتر مصباح احمد صدیقی

محلہ گھیر منّاف، امروہہ

اترا پرادش (ہند)

موبائل:9997161315

drmisbanamr@rediffmai com

انتساب

بنام سیادت پناہی فضائل مآلی

وحید العصر افضل الحکماء

حکیم سید کمال الدین حسین ہمدانی طاب ثراہ

ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی

خواجہ محمد عبداللہ

معروف بخواجہ خورد (خرد) سلمہ اللہ۔ وے شیخ من است۔ ولادت وے ششم ماہ رجب است از سال ہزار و دہ۔ و لفظ "رضی" تاریخ آن۔ و والد بزرگوار وے صاحب التصرف الانفسی والافاقی خواجہ بیرنگ خواجہ محمد باقی قدس اللہ تعالیٰ سرہ در وقت ولادت وے مژدہ داد و این مصرع تاریخ ویست۔ مصرع۔

ماہ رجب بود و صباح ششم

وے دولت مادرزاد یافتہ۔ چون شش ماہہ شد وے را پیش خواجہ بیرنگ آوردند و دعاے خواستند کہ این طفل بدولت و جاہ مثل خواجہ یعقوب جد مادری خود شود۔ خواجہ بیرنگ فرمود کہ این مثل مولانا عبدالرحمن جامی[1] خواہد شد۔ و از آن روز باز آثار ہدایت و ولایت از وے ظاہر شدن گرفت۔ در صغر سن حافظ کلام مجید شد و در چہاردہ سالگی پیش شیخ احمد سرہندی رفت و در صحبت وی معنی توحید بروے مکشوف شد۔ شیخ احمد فریفتہ فطرت شریف و استعداد وے گشت و وے را از جملہ منتسبان خود می گفت۔ و پس از صحبت دو ماہ اجازت ارشاد طریقہ نقشبندیہ بدست خود نوشتہ بوے داد و رخصت کرد۔ و در اندک فرصت علوم صوفیہ و معارف این راہ بر دل وے کشادہ گشت۔ و چندان تصانیف دقیق در علم توحید و معرفت بزبان عربی و پارسی از

---

[1] نورالدین عبدالرحمن مولانا جامی ابن نظام الدین احمد ولادت ۸۱۷ھ ۱۴۱۵ میلادی وفات ۸ محرم ۸۹۸ھ ۱۴۹۳ میلادی مدفن در ہرات۔ عالم بے عدیل و شاعر بے مثیل است۔ صوفی بزرگ و معرفت تصانیف کثیرہ است۔

وے بظہور آمد کہ اگر شیخ ابن عربی درین وقت بودے، انصاف بخشیدے و فرمودے "بخ بخ این مثلک الیوم فی علم التوحید یا خواجۂ خرد" وہم بصحبت خواجہ حسام الدین احمد رسیدہ بپایۂ فراتر رفت و نیز صحبت داشتہ با شیخ الہ داد و اجازت ارشاد طریقۂ نقشبندیہ و قادریہ یافتہ۔ و از خواجہ بیرنگ ملقن اسم ذات شدہ اندر خواب۔ و از ارواحِ طیبۂ اکابر اولیائے سلف نوازشہا یافتہ و بصحبت بسیارے از مشائخِ کبار رسیدہ و بہرہ ور گردیدہ و تفصیل این معنی بجائے خود خواہد آمد۔ وے را از آوانِ شباب چاشنئ عشق و مشرب عاشقی چون مشرب مولوی جامی در فق و دوعالے درین کار در نگار وے بود و وے از ہمہ فارغ۔

کارِ جامی عشق خوبانست، ہر سو عاے   در پئے انکار او، او ز چنان در کارِ خویش

و احوال عجیبہ و اسرار غریبہ بوے روے می داد[1] چنانچہ روزے معشوق[2] وے در زاویہ وے حاضر شد[3]۔ و گلدستہ بوے داد و جلوہ گری کردہ در محاسن صورت زیبا غائب گشت و آن گلدستہ باقی ماندہ ماند۔ روزے محبوب وے با وے دوچار شد در وقت باز آمدن از طواف[4] شیخ نظام الدین اولیاء۔ در آن زمان من و آن جوان بجاے دیگر بودہ ایم بایدوے۔ وقتے امیر عظیم الشان معشوق وے را از دہلی با خود برد بہ ملکِ دیگر۔ چون مدتے بر آمد، روزے از جدائی آن جوان تنگ دل شدہ

---

[1] در نسخہ "می داد" [2] معشوقان اولیاء اللہ ہم چنین بودہ اند۔ چنانکہ حضرت یوسف علیہ السلام معشوق و محبوب بود حضرت یعقوب علیہ السلام را۔ [3] این حاضری روحانی بود۔

[4] درین جا بمعنی زیارت قبر ست۔

بجوش درآمد و بتہ (تہ) را از زمین برکند و گفت۔ "آن امیر ظالم را برانداختم" در
ہمان ایام خبر رسید کہ آن امیر برفت از دنیا و آن جوان از مسافت بعید و بجناب
درویشان بوے رسیدہ۔ بارے مطلوب وے از بیماری خرقہ کشید و وے شنید،
وے نیز تا نُہ شبانہ روز چیزے نخوردہ و بر این معنی مرا مطلع کردہ بود و در خلوتے۔ و
در آن حالت عشقِ شورانگیز بہ کراماتے در طریقۂ نقشبندیہ از روے توجہ بکیفیت
معہودہ رسانیدے و بسیارے از یاران وے بمرتبہ کمال رسیدہ اند۔ و وے
بصفتِ علم و عمل و خلق و کرم و فقر و فناے ذاتی بحدے متصف شدہ کہ کمے را از
اولیاے سلف و خلف بدان جامعیت شنیدہ و دیدہ می شود و وے نظر از ہمہ و آن
کمالات برداشتہ، پیوستہ در لجۂ بحرِ احدیت و نیستی محض مستغرق و مستہلک می
باشد۔ و حالتِ تدریس و افادہ علوم متداولہ و شعر و شاعری کہ از مدت و فضائل
وے چنین پایہ ایست۔ قرب وے ست۔ و بر احوال و اسرار باطن وے کس واقف
نیست الا ماشاء اللہ سبحانہ۔ و اگر کسے از عوام در بارۂ وے زبان طعن می کشاید وے
می شنود و تہمت روزگار بر سر خود می نہد و آن کس را بد نمی گوید بل بہ می گوید و اگر بعضے
چیزے از وے می دزدد، طلب آن چیز باز نمی کند و می گوید "چہ خوش است کہ بکار
وے می آید۔ بسا کتب متداولہ وے مردم بعاریت می برند اگر باز می آرند خوش و
اگر نیارند خوشتر۔ سلوک وے با آشنا و غیر آشنا یکیست۔ ہیچ کس ز آشنایان وے
نمی انگارد کہ ہیچ کس چون من با وے آشنا است۔ مصرع

آشنا دارد ولے بیگانہ نیست

زمرهٔ خلق محمدی ویست صلی الله علیه وسلم وعامل کرم علی کرم الله وجهه۔ روزے من
باوے بودم که پیاده ببازاری رفت در هوائے گرم تابستان ۔ جوالقے پاے
افزارے از وے درخواست ۔ زود از پاے بر آورده باو داد و بتعظیم با هم بدن هیچ
التفات نه کرد و خرم پاے برهنه شد۔ روزے در بازارے بنشست و گوسپندے تشنه را
بهر دو دست خود آب سیر خورانید۔ من باوے بودم که از دریاے عجز و نیاز باغ جود و
سخا را آب می داد۔ وقتے ناآشناے آمد و قباے از وے طلب کرد۔ بے تامل زبر
بر آورد و باو داد۔ آن شخص گفت که اے خواجه قباے فلانی که به (طور) امانت پیش
تست، آن را می خواهم۔ بیاوردش آمد آن هم حواله بوے کرد و من خوشدم۔ مصرعه

"دشمن چه کند چون مهربان باشد دوست"

روزگارے جوانے باوے می باشید و مورد انعام و احسان وے می گردید۔ ناگاه از
فرط ترقی خود حمایل مشتمل خط ولایت که دیگر نتوان آورد، من چنان حمایل ندیده۔ از
کتب وے بدزدید و بشد۔ و من ز زیاد تاسف بتجسس آن شدم۔ وے گفت "مرا
جاے حیف نیست، باین نامرادی ترا چه؟ بارے یک چندے ز دولت وقیمت آن
محظوظ و مسرور خواهد شد" یک مرتبه شش کتب[۱] مثل "نفحات الانس"[۲] و "بحر الحقائق"

---

۱ در نسخه "کتاب" است۔ ۲ از تصنیف مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی است سال
تصنیف ۸۸۳ھ است۔ قطعه تاریخ تصنیف مولانا جامی خود گفته است۔

این نسخه منتخب ز نفحات کرام — از نفحات انس آمد به مشام
از هجرت خیر البشر و فخر انام — در هشت صد و هشتاد و سه گشت تمام

۸۸۳ھ

ز کتب وے ونسخ تحقیق همین بود، وغیر ذالک بر همه در کاروان سرائے از وے
بفروشی بماند۔ من خواستم تلاش نمایم که چاره گر او بودم۔ وے گفت۔ "مرا چه
جائے تلاش است۔ هر چه آمد آمد وهر چه رفت رفت۔ مشرب ما این است وبس۔"
وے هرگز ندانسته چیزے را هم قدرے ومرتبے می باشد۔ چه از آمدن وشدن
آن هیچ تفاوتی نمی دارد۔ ومثنوی که مولوی عبدالرحمن جامی که در منقبت حضرت
خواجه احرار آورده امروز بروے صادق است۔

مثنوی

زد نهان نوبت شهنشاهی کوکبهٔ فقر عبیداللهی
آمده زحریت فقر آگه است خواجهٔ مخدوم عبیدالله است
چتر بحر احدیت وش صورت کثرت صدف ساحلش
هست دران لجهٔ ناقه یاب گنبد نه طوق فلک آفتاب
روے زمین کش نه سر نه تمت درنظرش چون روے یک ناخن ست
یک روے ناخن که بدست آیدش کے بدو فقر شکست آیدش

بادشاه صاحب قرآن ثانی وے را در زمرهٔ فقرا وعرفائے مهمی انگارد وچندین
خواهش درین باب داد بار ازپے صحبت می دارد۔ از آن اعزاز اعتبارے بخاطر ندارد و
جهان همه را دوست تر واز میان همه۔ منقول است که خواجه بزرگ حضرت

---

۱ مراد حضرت خواجه عبیدالله احرار قدس سره است۔

۲ مراد شهاب الدین محمد صاحب قرآن ثانی شاه جهان بادشاه غازی۔

خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ باصحاب خود فرمودند کہ ما ازین بیت از دیوانہ، سبق گرفتہ ام (کہ) شبے (می گوید) یادگیرند۔

نیکوان را دوست دارد ہر کہ باشد در جہان
گر بدان رانیک داری گوے بردی از میان

بے تعینی و آزادی آں درجہ است کہ امروز شیخ من مردے کسے است کہ وے را کسے نہ بستاند بکرامات و نہ بیاراید بمقامات و حال۔ مقام و حال در دستِ وے در ماندہ است و ہمین مایۂ وے کرامات است۔ امام ایں کار ویست و سراین طائفہ۔ و ہمہ جہان پُراست از وے۔ تصوف فخر از وجود وے کند۔ حقائق و معارف را شرفیست از ذات و صفاتِ وے۔ این کار را بدانسانے فراتر رسانیدہ کہ او بجانندہ تدو بس۔ من در مدحِ وے قصیدہ گفتہ ام پیش ازین بچندین سال۔ ہمہ بمضامین راست و درست و مطابق واقع و پسند خاطر وے شدہ۔ زان جملہ است این دو بیت

خواجہ خورائی بصورت یک بامعنی بزرگ   جمع کردی صورت و معنی درین و پرزند
وے بدے جامی بجام وحدں امروز از کمال   خواجۂ احراری ، فردا شوی خود نقشبند

من شنیدہ ام از درویشے عالی مرتبہ کہ می گفت کہ امروز اگر شیخ ابن عربی ، مولوی جامی بودندے، خامہ را از دست فرا انداختہ و خود را متوجہ بوے ساختہ منتظر کلمات و برکات وے نشستندے۔ و این است لطفے از سخنان وے۔ وے گفتہ نشے شریعت مقام احدیت است کہ بالاتر از مقام وحدت است و زین جا حقیقت اقربیت مکشوف اصحاب کمال (می شد)۔ ازین جا معلوم می شود کہ چون وحدت و اتحاد

عینیت (ب) کمال می رسد و ازان اتحاد تجوز می کند اثنینیت ظهوری کند و مصدر
شریعت می گردد۔ "سبحانه ان یدرک حقائق ذاته و صفاته احدٌ
فهو العالم بذاته و صفاته" و هم وے گفته که بآن حضرت صلی اللہ علیه وسلم حکم
الٰہی شد که چون در مکه درآید بگوید۔ "جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ" و چون
بمکه درآمدند گرد کعبه سی صد و شصت بت دیدند۔ چوبے در دست داشتند بآن
چوب بت ہا را می انداختند و می گفتند "جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ" طالب را
باید که دل خود را کعبه حقیقی داند که قبله توجه ست و (جائے) سائر عبادات
معنوی۔ و گرد این کعبه اصنام ہوا ہاے بسیار ست که محیط و متصرف او شده۔ پس رو بآن
کعبه آورده بآن کلمات متکلم شود۔ (به) نیت متابعت آن حضرت (صلی اللہ علیه
وسلم) و به نیت تلاوت قرآنی از یمین[۲] بجانب دل آرد "جاء الحق" و در دل جانب
یسار برد "و زهق الباطل"۔ در اول ملاحظه ظهور حقیقی در دل کند و در ثانی برآمدن
غیر مقصود حقیقی از دل تصور کند و برین ورزش نماید امید که بحق رسد ان شاء اللہ تعالیٰ
[illegible] این طریقه [illegible] معلوم شد و مدت یابوده ست که در دل محزون
بود [illegible] ہزار و پنجاه و هیچ است توفیق تصویر یافت
و السلام [illegible] حقیقت حق که وجود صرف ست از همه قیود و
تعینات منزه است [illegible] متعین و متقید [illegible] عرفاے
محققین فرموده اند که تعین جامع و مظهر اتم بآن حضرت [illegible]

[illegible] ۲ [illegible] ست۔ ۳ [illegible] ست۔ [illegible]

کہ از ہمہ تعینات وظہورات در روے اصطفے مخفی ست حقیقتِ محمدی و روحِ احمدی
است صلی اللہ علیہ وسلم۔ قبل تلبسِ او بلباسِ عنصری بشری۔ لہذا بے توجہ ورجوع
بآن حقیقتِ علیا وصولِ حق سبحانہ میسر نیست۔ این توجہ ورجوع بوجوہ بسیار است
تا منقض نشود این حکم بانبیاء واولیاے سابقین وملائکہ۔ مقصود آن کہ طالب را کہ
مطلوب او انسلاخ از تقید واتصال مطلق ست غیر ازین راہ نیست کہ متابعت
جمیع احکام شرعیہ بجا آورد وبعضے اعمال کہ موجب انسلاخ مذکور باشد مشتغل باشد۔
می باید کہ اولاً اعتقادِ احدیتِ وجودِ تقید ابوجہے کہ در کتب محققین صوفیہ مذکور ست
درست ساختہ بآن اعمال واشغال مقید شود۔ چو طرق وصول بسیار ست وہر
گروہے از مشائخ طریقے اختیار کردہ اند کہ شیخ خود از آن بیشتر دیدہ اند۔ وظیفہ
طالب آن کہ نسبت بہر گروہ محبت واعتقاد بہم رساند ودر متابعت گروہے کہ طریقہ
شان را بطریقۂ آن حضرت و (حضرات) قرنِ اول کہ صحابہ کرام اند مشابہت
بیشتر بود، اختیار نماید۔ زیادہ برین چہ نویسد۔ سالک حقانی را۔ تمہ ۔ خنہ
کہ این رسالہ ایست مسمی "یسترهم" ازین ہیچ وکم از ہیچ بآن سالک حقیقت،
محرم حقیقت، برادر روحانی، رفیق ربانی کہ روش ورفتار آن زبان نشان تقریر چند
گاہ تحریر می رسد، ہمگی چہار کلمہ است وہر کلمہ طلسمے پر گنجے بے نہایت۔
کلمہ اول: نخستین نہ ہستی ست نہ نیستی۔ پس ہستی ست نہ نیستی۔ پس آنکہ
نیستی است نہ ہستی۔ از نیستی بہ ہستی رس۔ پس از ہستی نیز برو۔

---

۱ در نسخۂ "چہل" است۔

کلمہ دوم: تو نیستی را ہستی دیدی وہستی را نیستی۔ آن جا کہ می رسی نہ نیستی است نہ ہستی۔
کلمہ سوم: نیستی خوابے بیش نیست، ہستی بیداریست۔ امّا ترا آن خواب و بیداری (را) باید گذاشت نہ در خواب باش۔ نہ در بیداری۔ نیستی وہستی دو صفتِ متقابل اند۔ او بے وے نیست و وے بے او نہ۔ دانستہ کہ ربوبیّت بے عبودیت نبود۔ وعبودیت بے ربوبیّت صورت نگیرد۔ تو از عبودیت خود کہ بے تو بود، خلاصی جوی۔ ازین جا در یابی کہ "الصوفی غیر مخلوقٍ چیست؟ والفقر لا یحتاج" چہ معنی دارد۔ انّ للربوبیة سرٌّ لو ظھر لبطلت (عبودیت) وھُوھُو و اَنتَ حاجبٌ۔ نظیری نیکو گفتہ است۔ رباعی

اے در قدم و حدوث عالم حیران پیوستہ میان این و آن سرگردان
رمزے بشنو بہ تست قائم دو جہان پیش از تو و بعد از تو نہ این است و نہ آن

اشارت بدین می کند۔ تو کی تو ہمہ رویت بار افراہم وارد پس دیدہ ربوبیّت برتست۔ ولیں چوں تو از میان برخیزی عشق صرف ماند از عاشق و معشوق پاک۔ و (آن) ذات بحت بود از ربوبیّت و عبودیت مطلق۔
کلمہ چہارم: بزرگان گفتہ اند۔ اوّل ازل ذات محض است چون او ظہور آورد و دانش مجمل پیدا شد کہ تعبیر از آن بنامی توان کرد و این دانش مشتمل است بر ہمہ دانشہا (ے) دیگر۔ بعد از دانشہاے بے نہایت بہم رسید دیگر بار بر حسب دانشہا نمایش بکرد ہر مرتبہ نمایش، نمایش روح و مثال و جسم سہ مرتبہ مقرر شد۔ حضرات شیخ کانند این مراتب ظہور است۔ و ہم وے گفتہ قولہ تعالیٰ "والٰھکم اللہ واحد"

این کریمہ افادہ حضرتِ الوہیت ور ذاتِ واحدمی کند کہ توحید عام و خاص است۔ قولہ تعالیٰ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد'' این کریمہ افادہ توحیدِ ذاتی می کند چہ اللہ عَلَم[1] است۔ و دلالت ذات می کند یعنی آن ذات محض یکیست و دیگرے را وجود نیست، فافہم۔ ہم وے گفتہ کہ ہر چہ مخلوق است بحکم ''رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً'' باطل نیست و ہر چہ غیر اللہ است بحکم ''اَلاَ کُلُّ شَیءٍ مَا خَلاَ اللّٰهَ بَاطِل'' باطلست پس ہر چہ مخلوق است غیر اللہ نیست۔ وہم وے گفتہ در حدیث قدسی واقع شدہ کہ کبریائی ردائے من است و عظمت اِزارِ[2] من۔ ہر کہ ازین دو صفت با من منازعت کند در آرم اُورا در نار۔ کبریائی عبارت و ظہور در ہر صورت است۔ و رجوع ہر صورت بآن[3] عبارت از ظہور در ہر معنی۔ و رجوع ہر معنی بأو۔ حاصل آنکہ ہر صورتے از صور با معنی ز معانی بخود نسبت کند یعنی آن را موجودے مستقل مباین موجودِ حقیقی داند و رجوع نکند بحق سبحانہ، بے نیاز فراق مبتلا گردد۔ و بعد از حقیقت ممتحن شود۔ چون معنی در تحت صورتست و در ضمن آن صورت ساتر معنی، از معنی بر آمد۔ و صورت بر ''اِنّی'' معبر شد۔ وہم وے گفتہ ''الحمد للہ وحدہ و الصلوۃ علی من لا نبی بعدہ'' باید دانست کہ شریعت صورت حقیقت است و حقیقت معنی شریعت۔ صورت از معنی و معنی ز صورت انفکاک و انفصال ندارد۔ رسیدن بمعنی بے توسط صورت کہ پردہ اوست مستحیل است۔ واکتفا بصورت کردن و از معنی کہ مقصود از صورت است غافل بودن

---

۱ درنسخہ ''عام'' ۲ درنسخہ ''ازار'' ۳ درنسخہ ''باطلا'' ۴ درنسخہ ''بجد''

(ہم) نقص نیست صریح۔ زیادہ بریں چہ نوشتہ آید۔ مصرعہ

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

وہم وے گفتہ کہ غیر لفظیست بے معنی۔ چہ معنی او عین است نہ غیر۔ پس او را معنی نیست بلکہ غیر لفظے است بے خود کہ لفظش ہم عین است چون معنی۔ پس غیر لاشئے صرفست۔ چون عین گوئی حق را یابی چون غیر گوئی نیز حق را یابی۔ از مرتبۂ وحدت صرف کہ وجودِ صرف است۔ تا مرتبہ موہومِ محض تو۔ بلکہ موہومِ محض اسفل ز تو۔ این ہمہ مراتب وجود کہ در کتب بزرگان تفصیل یافتہ ہمہ اوست، موہوم محض چہ۔ کہ مفہوم لاشی، صرف بر ظہور اوست۔ دیگر بدانکہ چون اسلاً مراتب و تعدد ظہورات نیز مظہر وحدت نیست۔ چون مراتب و ذوی المراتب غیر وحدت ہیچ نباشد۔ این جا ہمہ می رود و ہیچ نمی ماند۔ وہم وے گفتہ، گاہ عشق گویند و مراد ز آن فرطِ محبت دارند و منشاے این نسبت اتحی د حقیقت بود یا بعد صوری

مثنوی

بشنو از نے چون حکایت می کند　　وز جدائی ہا شکایت می کند

کز نیستان تا مرا ببریدہ اند　　از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

شرح این سر است۔ جمیع شرائع و احکام طریقت برائے تحصیل این نسبت است۔ وہم وے گفتہ گاہ نسبت و ظہور آید بعد ازین تحصیل مقامات سلوک و منازل معرفت روے دہد و گاہ برعکس این بود۔ صاحب حال اول را معشوق،

بعضے بحسنِ مجاز و عشق آن در ماندند۔ ایشان از صور و آثارِ حسن حقیقی محظی شدند لیکن ندانستند کہ از چہ چیز بہرہ مندند و بان ندانستن از مرتبۂ معرفت قاصر گشتند و بجہت این قصور در آخرت مواخذ شوند و معذب گردند تا زمانے کہ بر ایشان در معرفت کشودہ شود۔ آن وقت داخلِ جنتِ نعیم گردند و جمعے بحسن حقیقی و عشق آن را دریافتند۔ ایشان از حقائق حسن و عشق حقیقی محظی گشتند اما از صور آن بہرہ مند شدند[1]۔ ایشان در آخرت روے عذاب نہ بینند و بجنتِ نعیم در آیند۔ اما بجمیع لذات بہشتی احاطہ نداشتہ باشند بعضے ز مراتبِ شہود و رویت ایشان را نصیب شود و بس۔ و فرقہ باشند کہ نہ بمجاز مقید باشند و نہ بحقیقت۔ در مجاز حقیقت بینند و در حقیقت مجاز۔ عشق ایشان ہم بحسن مجازی بود و ہم بحسن حقیقی۔ ایشان در بہشت آیند و از جمیع مراتب شہود و جمیع لذات بہرہ مند گردند بلکہ در جہنم نیز از این شان نمونہ بود کہ ترتیب نسبت بعضے اصحاب جہنم با رباب خود داشتہ بآن نمونہ بود بلکہ بقاے جہنم و کمال آن بے وجود ایشان میسر نیست۔ ایشان (کبراء اہل دنیا) چنانچہ قطب این عالم باشند آن جا نیز قطب باشند۔ و در آخرت (جہنم) با ایشان برپا بود۔ و آنچہ در حدیث واقع شدہ فیضع الجبارُ قدمہٗ فی النار... کہ اشارہ بآن نمونہ ست۔ این جماعت تعالیٰ[2] قدر را در عشق مجاز چندان اسرار ضبط شوند۔ اگر آن راز بر کنند قطع البلعوم در حق ایشان درست آمد۔ سبحان اللہ در عینِ بعد چندان اسرار قرب ظاہر گردد کہ اطباق سموات محلِ تحریر آن نتوانند شد۔ و ہم گفتہ کہ یکے مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم گفت مرا وصیتے

---

[1] در نسخہ "شدند" [2] آن فرقہ کہ بمجاز مقید باشند نہ بحقیقت۔

کن۔فرمود "قل امنتُ باللّٰہ ثم استقم" بگوکہ یکے (است) بران بپای۔ انتہی۔این کلمہ "امنت باللّٰہ" جامع جمیع مراتب کمالات امکانیہ است اگر نیکو نظر کنی علوم واعمالِ شریعت وہکذا علوم واعمال طریقت وہکذا علوم واحوالِ حقیقت کہ اندر حقیقت اعمال نبود، ہمہ در وے مندرج ہست اگر فرصت دہندان شاء اللّٰہ سبحانہٗ آئندہ نمودہ[۲] آید واندرین باب رسالہ مرتب گردد ان شاء اللّٰہ تعالیٰ بر سہ باب تواند بود کہ دلالت نمودہ باشد بحقیقت فنا ونیستی وارتفاع اعمال وعلوم احوال و مقامات در وحدت کبریٰ۔ہم وے گفتہ کہ عارف رومی قدس سرہٗ فرمود۔مثنوی

ہر چہ گیرد علّتی علّت شود کفر گیرد کاملے ملّت بود

سیاق وسباق این کلام حقیقت انتظام معرفت التیام معلوم نیست کہ تحقیق آن کما ینبغی نمودہ آید امّا انچہ در بادی نظر واوّل فکر بخاطر فطری رسد در تحریری آرد اگر بر صواب وخطاے آن اطلاع بخشیدہ اثبات اوّل واصلاحِ ثانی نمایند۔ دور از مہربانی نیست۔سخنے کہ ہمہ اذہان درین بیت می رسند۔ ایست کہ معلول چہ با خذ دوا واستعمالِ آن از علّت نہ برآرد ودوا حکم علّت چون گیرد۔ہم چنین کامل کہ صحت تمام دارد بلکہ ام بجہ بمعروض مرض کفر ومباشرت مزیل صحت بیمار[۳] نگردد دو کفر او چہ[۴] ملّت ودین وسم او محض تریاق شود۔این اشکال الحق بس قویست دفع[۵] آن موقوف است بر تحقیق معنی علّتی وکامل۔پس باید دانست کہ علّتی کسے است کہ بشدت

---

[۱] "امنت باللّٰہ" [۲] درنسخہ "این جا" [۳] درین جا "بیمار" زائد است
[۴] درنسخہ "علّتی" [۵] درنسخہ "واقع"

ازلی مُقسّم است واستعدادِ کلی واقتضاے حرمان از سعادت دارد وکامل کسے ست
کہ ارادہ ازلی بحکمِ علمِ ازلی بہ تبعیتِ استعدادِ کلیِ او متعلق بسعادتِ تامِ او گشتہ۔ پس
بمعنی مذکور عتقی اگر از مواقعِ وُصول بحق وصفاتِ اُو مشرف گردانیدہ است (و)
بظاہر مباشرِ اسبابِ سعادت گردد آن اسباب بجہت اشتمال بر بعضے مقتضیاتِ
شقاوتِ ازلیِ او عینِ اسبابِ شقاوت (او) گردد۔ چنانچہ حلوائی نفیس از اسبابِ
حیات ولذت است چون بسم آمیختہ وسم در ہمہ اجزاے او ساری بود از اسبابِ
موت و الم باشد۔ ہمچنین کامل بمعنی مذکور مباشر بکفر گردد چون باطنش محض ایمان
گشتہ است آن کفر کہ حکمِ سم دارد بامتزاجِ ایمان کہ حکمِ رافعِ سم ومخرجِ (صفت)
سم از سم دارد، حکمِ ایمان می گردد ومحسوب از ایمان می شود وحکمِ کامل، دریاے محیط
است وحکمِ کفر ومعصیت حکمِ قاذورہ کہ در بحرِ محیط لاشی می گردد۔ این جا بخاطر رسد
کہ عارف مگر از تکلیف برآمدہ است ومحکومِ شرع نیست۔ حاشا عارف چون
عامی، وکامل چون ناقص در دائرۂ شرع داخل است۔ وتا حکمِ عقل کہ کمالِ معرفت با
وجود او مربوط است، باقیست سقوطِ تکلیف محال است۔ ومعتقدِ آن، ملحد وزندیق۔
"ھذا ھو المعتقد المجمع علیہ بین العلماء والصوفیہ باسرھا"
لیکن مباشرتِ کفر ومعصیت از عارف، غیر مباشرتِ کفر ومعصیت از عامی است
اگرچہ عوام تفاوت نکنند واین تفاوت وجوہ بسیار دارد۔ باشد تا ئید بعضے بوضوح
رسد۔ عارف قتلِ نفس کند بے آنکہ بظاہر موجبِ قتل ظہور نمودہ باشد۔ واین قتلِ نفس

---

۱ در نسخہ [illegible]

عارف بوجہ ظاہر اکبر کبائر است و عارف (آن کار) بامرِ الٰہی می کند کہ در باطن بأو واقع شدہ۔ پس قتلِ نفس از عارف امتثالِ امر بود و طاعت عظیمہ باشد چنانچہ دیگران را معصیتِ کبیرہ۔ چنانچہ حضرت ابو العباس خضر کردہ و قصہ آن در قرآن مجید مذکور است و عارف گاہے بریائی کار کند و ریائی از احباط عمل است در عوام اما ریائے عارف حکم اخلاص دارد کہ سبب قبول و صعود عملی است چہ غیرِ حق از نظرش بالکل ساقط گشتہ و ہر عملے کہ عارف بخود نسبت می کند بحق منسوب می گردد و عجب عارف حکم حمد و شکر دارد۔ از عارف بظاہر طلب دنیا ظاہر شود و این طلب[1] بہ از زہد دیگران باشد و جزع او بہ از صبرِ غیرِ عارف۔ و ہم چنین در ہمہ صفات۔ قطعہ

موسیٰ اندر درخت آتش دید سبز تر می شد آن درخت از نار
شہوت و حرص مرد صاحبدل این چنین دان و این چنین نگار

تدیم در حقیقت، کفر کہ از کامل صادر شود اگر راست پرسید ہمہ اسرار کہ از عارف ظاہر می شود پیش عوام کفر است و در واقع نیز تا باین حال (فن)[2] تحقیق نگشتہ نہ است۔ اگر دیگرے گوید و اعتقاد کند کافر گردد۔ و عارف چون بر سر کار رسید و است آن کفر در آن وقت او رعین دین و محض ایمانست۔ ہر کس در ابتدا اعتقاد "لا موجود الا اللہ" کند و ہنوز قطع مسافت سیر الی اللہ نکردہ باشد این اعتقاد او چنانچہ بزرگان گفتہ اند کفر باشد۔ اگر بوجہے از وجوہ از گفتگوے عارف (دیگر) پیش از تحقیق حال بفہمد و تتبع کند کفر شد۔ اما چنانچہ باید فہمیدن ممکن نیست۔

---

[1] در نسخہ "طالب" [2] در نسخہ "خیال"

وحدتِ وجود بوجہے کہ مخالف شریعت افتد غیر کفر چیست؟ و در ابتدا خواہ علم بود خواہ حال غیر از مخالفت ہیچ نتیجہ نمی دہد درین حال بدین دو از قول و علم کفر محکم تر می شود چنانچہ کہ ما، در بسیارے دیدہ ام۔ اگر محض گفتگو است و بظاہر مقید باعمال شرع است امید نجات ہست و اگر حال وارد و بظاہر مقید ایست ہم امید نجات است۔ و اگر حال در رد و مقید باعتقادِ شرعی و اعمال فقہی نیست او بدترین طوائف است۔ مگر آنکہ مسلوب العقل شدہ باشد۔ این جا دقیقہ است، اگر باعث این سلبِ عقل ہمین حال است خود او در کفر رفتہ است و خاتمۂ او بر کفر است۔ و اگر باعث سلبِ عقل مرضے است از امراض، امیدِ نجات است۔ و درین صورت دقتے ہست کہ بالفعل بیان آن صورت نگرفت و انچہ درین تردید نوشتہ ایم حکم توحید صوری ست کہ درین زمان شائع ست و ہمہ برین اند۔ اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین منہ۔ توحید را مراتب بسیار است و اکمل توحید توحید محمدیست کہ ابن عربی متکفل بیان شرائف اسرار اوست بجہتہ خاتمیت ولایت جزوی قلبی۔ فقیر چون چند روز ضعف کشیدہ است، دماغ چہ از رہ ضعف و چہ از آزار ہاے دیگر کہ بضرورت بشری عارفان بلکہ ارواحِ طیبہ نیز در آن آزار یہا طبعاً شرکت دارند، زبونی دارد۔ ازین جہت نتوانست بتفصیل نوشت شاید کہ اجمال بتفصیل راہ نماید۔ وہم وے گوید "اللہ لا الہ الاھو، لا الہ الا انت سبحانک، انی انا اللہ، لا الہ الا انا" دیگر چہ ماند" وہم وے گفت حُب پیدا شد تا الہ، عبد گشت۔ وہم وے گفت۔ عبد از ما کہ دال بر نسبت ست بر آمد، الہ شد۔ التوحید اسقاط الاضافات۔

وہم وے گفتہ عبد وقتے عابد شود کہ اورا از خود بیند۔ ''الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ. لم اعبُدْ مالم ارہٗ'' اشارہ بر این است۔ وہم وے گفتہ کہ خلق چون وحدت خود را پوشید خلق شد۔ وہم وے گفتہ کہ رابطہ میان عالم وحق ہم کلمہ من است۔ چہ عالم از وناشی ست وبا دوے۔ وہم کلمہ ''ب'' چہ عالم باو راجع است۔ واین صدور ورجوع در ازل وابد است وہم در جمیع آیات ربانی، چہ در برآن عالم بحقیقت رود واز حقیقت برآمد چون موج از دریا۔ وہم کلمہ ''فی'' است چہ عالم در حق است وحق در عالم کہ بوجہے آن مظہر است وبوجہے این مظہر۔ وہمہ کلمہ ''و'' چہ معیت ذاتی وصفاتی وقولی بے شبہ متحقق است۔ وہم کلمہ (عین) بوجہ عالم عین حق است وحق عین عالم۔ وہم کلمہ لیس چہ بوجہے عالم عام است وحق حق، نہ عالم حق است ونہ حق عالم۔ وبوجہے از ہمہ جہت منزہ است ومیان عالم و حق رابطہ نیست۔ این اعتبار را لاتعین گویند۔ وہم وے گفتہ حالے کہ آن را وصل تو ہم کنی وثمرۂ آن حال علم وحدت نہ شد بحقیقت آن وصل نیست۔ انچہ ظاہر شدہ مرتبہ ایست از مراتب ظہور نہ مقصود حقیقی کہ مطلق است وظاہر در ہمہ وعین ہمہ، تاچیزے ظاہر می شود کہ بوجہے از وجوہ باشی از اشیاء مغایرت دارد، آن منزل و مقصود نیست۔ وہم وے گفتہ علامتِ وصول بحقیقت مطلقہ آنست کہ انانیت از تو سرمی زند ہمہ چیز اطلاق یابد بے تکلف (بہ توئی تو) وہمہ چیز بار ان توئی گشت۔ این جا معلوم شود کہ حجاب جز تعین انانیت نیست۔ وہم وے گفتہ چون حجاب صورت کہ دوئی از وخیزد از نظر برطرف شدہ باشد فہم این سخنان ما تیغنی توانی کرد۔

امّا اگر استعداد قابلیت تو این علم محال را مدد کند پیش از انکشاف تمام حسن ظن پیش
آوردہ در راہ یگانگی قدم بنہ۔ و مترس کہ ترس از سلوک راہ باز دارد، ہمت بلند دارو
گستاخانہ درین راہ قدم نہ۔ این قدر از تو می خواہم کہ ہیچ وجہے از وجوہ مخالف شرع
نباشی، وحدت با شرع در یک پیرہن است۔ اگر چہ در ابتدا این معنی نتوانی فہمید امّا
آخر خواہی فہمید۔ اے عزیز شریعت صورت حقیقت است۔ وحقیقت معنی شریعت
چون تو در عالم صورتی ترا از صورت چارہ نیست۔ تو صورت ذاتی و دیگر ہمہ صورت
ہاست نمایان در تو۔ چون تو خود را شناسی و یابی ہم حق را یابی و بشناسی۔ وہم ہمہ را
حقیقت است و تو ھی، حق حق حق۔ وہم گفتہ کہ خواجہ بیرنگ گفتہ کہ وحدت مقدم
است بر احدیت باعتبار علم و موخر است باعتبار وجود۔ وہم وے گفتہ کہ توحید دو قسم
است یکے توحید خلقی کہ در ابتداء ہمہ جا حق یافتہ می شود دوم توحید ذاتی اکملی کہ بعد
از عروج تام شہود وحدت در کثرت میسر می شود و این مقام پیغمبر است اصالتاً صلی
اللہ علیہ وسلم ''انّا اعطیناک الکوثر'' اشارت بآنست۔ ہم وے گفتہ
عزیزے گفتہ ''وصولک الی اللہ تعالی وصولک الی العلم بہ والا
فجل ربنا ان یتعقل بہ شیٔ اویتصل ہو شیٔ'' یعنی علم وصول باید پیدا کردو
حال دایم میسر ست چنانچہ مقرر (توہم) است کے بعید بود کہ قریب شود کے
جدا نیش داشت کہ واصل گردد۔ ھو الآن کما کان۔ وہم وے گفتہ کہ ہر کہ در
شرع گفتہ اند حق است وانچہ صوفی می فرمایند کہ غیر حق ہیچ چیز موجود نیست ہم حق
است کہ پیش، ہمہ حق است۔ وہم وے گفتہ کہ حضرت غوث اعظم خطاب گردید

"قل لا صحابک بالفقر ثم بالفقر فاذاتم فقرھم فلا ھم الا انا"۔ چون فنائے حقیقی کلّی حاصل شدمرتبہ بقاباللہ ظہور گرفت"فلاھم الا انا" متحقق گشت۔ وہم وے گفتہ یک حقیقت است کہ حقیقتہا شدہ و یک ذاتست کہ ذاتہا شدہ و یک صفت است کہ صفتہا شدہ و یک نور است کہ بانوار مختلفہ جلوہ گر است و یک صورت است کہ بصور متعدد و ظاہر و باہر است۔ وہم وے گفتہ۔ مطلق بصورت مقید ظاہر است وحدت بصورت کثرت (جلوہ گر). [1] ...درین آیت "نسُو اللہ" فیہ اشارۂ لطیفہ است بفنائے کلّی۔ وہم وے گفتہ"من عرف اللہ لا یضرہ ذنبٌ"یعنی از عارف گناہ واقع نمی شود کہ موجب ضرر او باشد یا گناہے کہ پیش از معرفت شدہ باشد۔ امّا در مظالم شبہ است و شاید کہ حق سبحانہ خصم را در آخرت راضی کند۔ وہم وے گفتہ کہ درمیان شیخ ابن عربی و شیخ علاء الدولہ فرق در علم و معرفت است کہ علمِ شیخ بلندتر است از آن علم کہ شیخ علاء الدولہ دارد۔ امّا در لفظ ولایت ہر دو برابر اند و ہر دو بکمال رسیدہ اند۔ وہم وے گفتہ اگر چہ اختلافے کہ در وجود مطلق میان شیخ ابن عربی و شیخ علاء الدولہ واقع است بعضے از مخلصانِ شیخ علاء الدولہ راجع بلفظ ساختہ اند امّا ہنوز نزاع باقیست۔ چہ شیخ ابنِ عربی عالم را موجودِ خارجی نمی داند و اعیانِ ثابتہ را صور علمیہ ذات ملتبس بصفات می گوید و درین ہر دو مقدمہ شیخ علاء الدولہ مخالف است۔ ہم وے گفتہ کہ این ہر دو تحقیق از کلام خواجہ بیرنگ مستفاد شد۔ وہم وے گفتہ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در آخر فرمودند۔

---

[1] غالباً درین جا این آیت شریفہ است" نسوا اللہ فانساھم انفسھم"

''الیوم تسد کل فرجۃِ الّا فرجۃُ ابو بکرٍ ''و در بعضے روایات بجے فُرجہ خُوجہ واقع شدہ۔ امروز بستہ شد ہمہ درہا مگر در ابی بکر رضی اللہ عنہ۔ مراد ازین کلام نسبت حُبّی است کہ بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایشان داشتند و رابطہ عبارت ازان نسبت حُبّے است۔ کہ موصل بمقصود است والحق۔ بعد از فوت ہیچ نسبتے غیر از نسبتِ حُبّی مفید نیست۔ وہم وے گفتہ شیخ ابن عربی در ''فتوحات'' نوشتہ کہ قطب را دو امام لازم است۔ یکے بجانب یمین دویم بجانب یُسار۔ چون قطب از عالمِ فنا بعالمِ بقا رود امامِ یُسار بجاے او خلیفہ و نائب می گردد و امام یمین امام یُسار این می شود۔ وہم وے گفتہ کہ قطب دو قسم است یکے قطب ارشاد کہ پیغمبر خدا در عہد خود قطبِ ارشاد بودہ دوم قطب ابدال کہ در عہد پیغمبر علیہ السلام عم اویس قرنی قطبِ ابدال بودہ است ولہذا پیغمبر گفتہ۔ ''انی لا جد نفس الرحمن من تلقاء الیمن'' وہم وے گفتہ کہ عزیزے گفتہ دو جوان مرد ند در عالم۔ یکے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوم اویس کہ بعاشقی ممتاز است۔ انتہیٰ۔ وہم وے گفتہ کہ این سخن نہ از کمال معرفت است بلکہ در وبوے از خطا می آید چہ تقابل خوب نیست کہ او نیز ظلے از ظلال ذاتِ پیغمبر است۔ چون استعداد قابلیت او مقتضی ہدایت[1] بود بدین درجہ رسید چنانچہ آفتاب پارچہ شستہ را سفید می سازد و روے گازر را سیاہ می کند۔ وہم وے گفتہ کہ عارف را تعریف وقتے خوش می آید و وقتے ناخوش۔ گاہے کہ نظر او بر حقیقت خودی افتد، تعریف، خوش می آید۔ چرا کہ

---

[1] در نسخہ ''ضلالت'' است۔

درآن وقت در مقام ربوبیت است وگاہے کہ نظر بر تعین خود است تعریف ناخوش می شود چہ درآن وقت در مقام عبدیت است۔ وہم وے گفتہ "زمانی" نام ملحدے بود کہ از علم ظاہری و باطنی خبرے داشت پیش خواجہ بیرنگ آمدہ گفت ما حقیقت الارض ؟ ایشان فرمودند حقیقتِ ہمہ اشیا نزدیکِ ما واحد است۔ گفت انچہ فرمودند حقیت است نہ حقیقت۔ ایشان تبسم کردند و خاموش ماندند۔ وہم وے گفتہ سبب سکوت آن می نماید کہ چون بوے نفسانیتِ راوی بسیار ظاہر بود وے (نیت) دام و مکابرہ داشت ہیچ نفرمود و بخوشی و تبسم تمام کردند و گرنہ درمیان حقیت و حقیقت تفاوت نیست و حقایقے کہ اہل معقول بیان کردہ اند محض تمثیل است و قیاس۔ ودر واقعہ غیر از اعتراض نیست چنانچہ پیش صوفیہ مقرر است۔ وہم وے گفتہ کہ خواجہ احمد لاہوری گفتہ کہ روزے ہمراہ خواجہ بیرنگ بزیارت مزار خواجہ قطب الدین رفتہ بودم چون نزدیک قبر متبرکہ رسیدند خواجہ قطب الدین با ہمہ اہل قبور خاہر شدند و برخاستند مگر یک کس کہ افتادہ ماند چون رجوع بخانہ گردیدیم از خواجہ بیرنگ پرسیدم آن کدام کس بود کہ برنخاست فرمودند کہ او مجذوب بود۔ وہم وے گفتہ روزے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخانہ امیر المومنین علی آمدند و پرسیدند یا فاطمہ علی کجا است؟ گفت ہمین زمان بیرون رفتہ۔ پیغمبر بمسجد روے آوردند۔ دیدند علی در صحن مسجد بخواب رفتہ و سر و پشتِ وے بخاک افتادہ۔ پیغمبر فرمودند کہ "قم یا ابو تراب" و ہم وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ در منقبت اہل بیت این بیت گفتہ اند

این سلسلہ از طلای ناب است　　این خانہ تمام آفتاب است

وہم وے گفتہ شبے بخواب دیدم کہ درآستانۂ خواجہ بیرنگ سراپردہا کشیدہ اند چون درشدم دیدم کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم با جمیع اصحاب نشستہ اند من رفتہ سر در قدم مبارک نہادہ ام۔ آن حضرت بتعظیم (بہ تکریم) من برخاستہ اند و مرا از زمین برخاستہ در آغوش کشیدہ اند۔ وہم وے گفتہ شبے بخواب دیدم کہ در قصرے نہایت لطیف درآمدہ ام۔ فقیرے درآن جا پیدا شدہ است و دستِ من گرفتہ سماع می کند و من ہم با و سماع می کنم بعد از آن وے بمن می گوید کہ تو قطب خواہد شد گفتم بعد از شما۔ وہم وے گفتہ کہ در مبادی حال بعمر بست سالگی پیشِ عزیزے کہ از اکابر شہر بود رفتم۔ وے مرا پرسید کہ آیتِ کریمہ "اللہ نور السموت والارض" چہ معنی دارد۔ گفتم نور بمعنی "الظاھرُ بذاته والمظھرُ لغیرہ" گفت انچہ گفتی قبول ندارم کہ نور بمعنی وجود است۔ گفتم پس حاصلِ ہر دو یکے است چہ بوجود باین معنی است کہ "الوجود لِذاتِہ والموجود لغیرہ" ہرچند گفتم با می کرد۔ از علم حق حق خبر نداشت بنابرین قبول نکرد۔ وہم وے گفتہ کہ روزے قصدِ زیارت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کردم۔ چون بر سر گورستان عبور افتاد، دیدم کہ از قبر صورتے ظاہر شد سوختہ و سیاہ شدہ و پیشِ من آمدہ چیزے می گوید کہ (بمعنی) مفہوم نمی شود آخر معلوم کردم کہ در عذاب گرفتار است و عقوبتِ سخت دارد۔ از مددے می خواہد توجہ بجانب حق جل وعلا کردم تا خلاص شود۔ ساعتے نگذشتہ بود کہ آن صورت غائب شد شاید از ابتلاے عذاب نجات یافتہ باشد۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔ وہم وے گفتہ کہ در ہمہ عمر ہیچ شبے برمن چنان نگذشتہ است کہ من بخواب رفتہ باشم و

امید زندہ برخاستن صباح در سر مانده باشد۔ وہم وے گفتہ کہ در مبادیٔ حال دعاے اشباع الاسماء در صحرا رفتہ می خواندم صور طیبہ بسیار ظاہر می شدند چنانچہ مردم صحرائی بعداز (چشم) زدن می گریزند۔ وہم وے گفتہ کہ شبے شیخ ابن عربی را در خواب دیدم کہ آغا رشیدا کہ ترک نوکری بادشاہِ وقت کردہ وبصنعتِ گوشہ نشینی قرار دادہ باویست۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ ابن عربی خاتم نوعی از ولایت محمدیہ بودہ امام محمد مہدی خاتم نوعی خواہد شد ومہتر عیسیٰ علیہ السلام خاتم ولایتِ مطلقہ خواہد بودہ وے اکمل ہمہ اولیاے امت محمدیہ است، حتیٰ (از) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ وہم وے گفتہ کہ از خواجہ بیرنگ قدس سرہٗ پرسیدند کہ بعضے از مشائخ خود را خاتم ولایت محمدیہ گفتہ اند۔ شما درین باب چہ می فرمایند؟ گفتند۔ خواجہ بزرگ خود بودہ[1] اند۔ وہم وے گفتہ ازانچہ بزرگان فرمودہ اند توجہ بغیب ہویت باید کرد، معلوم می شود کہ انچہ اہل معقول گفتہ اند کہ توجہ بمجہول مطلق متعلق نمی شود مانند علم در محل اشتباہ است۔ وحق این است کہ توجہ متعلق می شود اگر چہ علم متعلق نشود چنانچہ بوجدان معلوم است۔ وہم وے گفتہ کہ ہمہ جا ظہور اوست ونور، اوانما نسان ظہور اتم ومظہر اعظم است وحق سبحانہٗ بجمیع صفات[2] خود در روے جلوہ گراست ونیز گفتہ کہ خواجہ نقشبند فرمودند۔ بسر توحید می توان رسید اما بسر معرفت رسیدن دشوار است یعنی مراد ازیں معرفت تفصیلی است وآن را نہایت نیست۔ وہم وے گفتہ صاحب

---

[1] مراد اند حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ پیدائش ۴ محرم ۷۱۸ھ وفات بروز دو شنبہ دو ماہ رجب ۸۰۲ھ مزار مبارکش در قصبہ چغانیان است۔ [2] در نسخہ "ذات"

''عروۃ وثقیٰ'' نوشتہ است کہ حضرت خواجہ خضر در مردم خود را پنہان ساختہ است و مکرر کد خدا شدہ و فرزندان بہم رساندہ۔ وقتے در مدینہ، شتربانان باہم جنگ می کردند و سنگ بسرِ خضر رسید سر او شکست مدتے بیمار بود و مردم پرسش او می کردند۔ اما مولانا نظام الدین نیشاپوری گفتہ است کہ این خضر سر شکستہ دیگر است کہ خضر ترکانست۔ ظاہراً مولانا نظام الدین از صاحب عروہ کہ شیخ علاء الدولہ است چون شنیدہ بود کہ شیخ صحبت دار خضر است۔ احوال خضر می پرسیدہ و وے آنچہ موافق عروہ (است) نوشتہ است۔ (اگر چہ) گفتہ مولانا (نظام الدین نیشاپوری ہروی، شیخ علاء الدولہ) را خوش نیامدہ و مولانا (شیخ) ی گفت من از خضر ترجمان می پرسیدم شیخ از خضر ترکستان گفتہ و ہم وے گفتہ۔ جمعے کہ مسلوب العقل اند دو طائفہ اند یکے مجذوبان اند، دیگر مجانین کہ ملحق اند بحیوانات۔ انچہ حیوانات را معلوم است ایشان را معلوم است۔ و نیز گفتہ کہ پیش مجاذیب[1] نباید رفت کہ آن علمے دارند شاید کہ چیزے بگویند و ظاہر کنند کہ نباید گفت و ظاہر ساخت۔ پیش اہل ارشاد باید رفت اگر چہ ایشان را نیز ہمہ چیز منکشف است اما ایشان اہل تمکین اند چیزے کہ حق سبحانہ تعالیٰ پوشیدہ می دارد ایشان نیز پوشیدہ می دارند و عیب کسے را ظاہر نمی کنند الا بضرورت۔ و ہم وے گفتہ کہ ولایت بفتح واو عبارت از قرب باطنی است و اتحاد بحق سبحانہ و نسبت قرب بعد از فوت زیادہ می شود و نیز تصرف در عالم (باقی) می باشد۔ ولایت بکسر واو کنایت[2] از منصب است متعین کہ خدمتِ عالم

---

[1] در نسخہ ''مجانین'' [2] در نسخہ ''کتابت''

بدو متعلق است چنانچہ قطبیت و بدلیت، آن بعد از فوت منقطع می شود و بجاے او خلیفہ ونائب می گردد۔ وہم وے گفتہ کہ در مبادی گاہے سیری کردم و سر راہ نداے بود کہ مردم در حق واعتقادے تمام داشتند و اوراغوث می گفتند و مرا ہر گاہ کہ بر آن کوچہ عبور می شد آن نداف مرا دُعاے نیک می کرد۔ وہم وے گفتہ کہ قرب بردو نوعیست یکے آنکہ عبد ظاہر بود و حق باطن۔ چنانچہ "بی یَسْمَعُ، و بِی یُبْصِرُ و بی یَنْطِقُ" شاہد اوست۔ این را قرب نوافل گویند، و دوم حق ظاہر بود و بندہ باطن و مُستہلک در و "اِنَّ اللّٰہَ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَر" اشارت بآن است این را قربِ فرائض خوانند۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ جلال تھانیسری یکے از اولیاے حق بود در آخر عمر کہ بحالت نزاع رسید شیخ را بے خودی و بے شعوری بسیار شدہ بود و مردم ازین واقعہ (در) تحیر ماندند۔ شیخ این بیت خواندہ

قومے ز وجود خویش فانی رفتہ چو حروف در معانی

وہم وے گفتہ۔ در آخر دم استغراق و استہلاک بسیار ظاہر می شود و نیز گفتہ در مرض (الموت) مردم را اضطراب بسبب عدم توجہ بعالم اطلاق و عدم انقطاع کُلی از عالم کون است اگر انقطاع کُلی داشتہ باشند غیر از رحت در بیماری و در مرگ ہیچ نیست۔ وہم وے گفتہ عزیزے بمن گفت کہ ہیچ دلایل بر حدوث عالم از قرآن مجید و از احادیث معلوم می شود؟ گفتم این حدیث۔ "کان اللّٰہ و لم یکن معہ شیٔ" اشارہ بحدوثِ عالم است و گفتم ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کہ از کبار اصحاب است بخدمتِ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گفت کہ "این کان ربنا قبل ان

حلق الخلق" آن سرور فرمود "کان فی عماء مافوقه هواءٌ و ماتحته هواءٌ" این نیز دلیل حدوثیت است۔ آن عزیز گفت۔ شاید از قبیلِ ذاتی مراد داشته باشد گفتم خلاف ظاہر است۔ وہم وے گفته که (آیت) کریمه "فویلٌ للقاسیة قلوبهم عن ذکر الله" در باب جماعتے و رد شده است که ذاکر اند بے ادبانه یا از سر غفلت۔ پس حاصل این جماعت تختے ویست۔ وہم وے گفته۔ سید محمد متی که یکے از خلفاے شیخ نصیر الدین چراغ دہلی ست۔ نوشته که عبد مناف جد آن حضرت صلی الله علیه وسلم برادرے داشته که تا حال زنده ست و در بعضے کوہسائی باشد من او را دیده ام و با وصحبت داشته۔ وہم وے گفته۔ شیخ من در غلبات توحید بخواجه بیرنگ دو بیت نوشته که یک بیت آن دو اینست

اے دریغا کین شریعت ملت اعمیٰ است
ملت ما کافری و ملت ترسائی است

خواجه بیرنگ نوشته که شما را آداب شریعت و رعایت آن ضروریست آن دو بیت تمدانه نوشته بودید قبیلِ آن مقبول نخواهد بود۔ ہم وے گفته که آن حضرت صلی الله علیه وسلم گفته۔ یشیب ابن آدم و یشبُّ فیه خصلتان، الحرص و طول الامل۔ "این جا از می آید که اولیاء حق در پیری نیز ازین دو صفت خالی نباشند و این بسیار مشکل است۔ حل این مشکل انچه بخاطر می رسد این است که

---

۱ شیخ ... از خلفاے اجل حضرت خواجه علاء الدین اودی ... ولایت وفات ان ۱۸ رمضان ... ۱۳۵۶ ...

شباب مقتضی وجود و بقای این دوصفت است درزمانِ شباب۔ واگر کسے درجوانی
این دوصفت راازخود رفع کردہ باشد درشیب ازین دوصفت منزّہ خواہد بود واگرآن
حضرت می فرمودے "یشیب ابن آدم و یتولد او یحدث فیه خصلتان"
مشکل می شد۔ ہم وے گفتہ کہ "اَلْعُزْلَتُ مُنیۃُ الصّدیقین" واقع شدہ چہ
صدیقین درمرتبہ تکمیل وارشادند وازخلق نمی توانند گوشہ بودن لہذا عزلت متمنا ے
ایشان باشد۔ وہم وے گفتہ درویش طالبِ حق راباید کہ چون تنگی معیشت واحتیاج
غلبہ کند بخانہ ہیچ یکے ازاہلِ دنیا نرود وترکِ آمدورفت نماید۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ
ابن عربی در "فتوحات" نوشتہ۔ بعضے مردم کہ بمادران وزنان وخواہران ودختران
مردم نگاہ ہاے حرام می کنند طرفہ بے غیرت اند۔ چون این کار را تجویز می کنند کہ
کسان بمادران وزنان ودختران وخواہران شان رانگاہ ہاے حرام کنند۔ وہم وے
گفتہ کہ ازگناہ توبہ کن وازدنیا رغبت کن واسباب راازنظر انداز وہرچہ ازغیب بے
سعی برسد دروے بادل قناعت کن وازمردم گوشہ گیرو بذکر باتوجہ مشغول باش و
برآن صبرورزد۔ ومنتظر ظہور محبوب شو وخوشنودی کن دبانچہ صفت اوست وفعل او، از
ظہور وعدم، قہر ولطف وبانچہ فرمودہ وشمودہ۔ وہم وے گفتہ فقیر حقیر راخواجہ بہ تلقین ذکر
اسم ذات درخواب تلقین فرمودند ومتوجہ شدند وکیفیت رونمیداد واین بعد از رسیدن
بخدمت شیخ احمد بود وبعضے ازاہالی این سلسلہ در معنی نفی واثبات چنین نوشتہ اند۔ در
لاالٰہ رجوع کثرت بوحدت ملاحظہ میرود ودر الا اللہ ظہور وحدت درصورت
کثرت۔ واین فقیر رادر ذکر اسم ذات بطریق مخصوص بخاطر رسیدہ وآن اینست کہ۔

بر حقیقتِ خود کہ روح و جسم کہ صورت اوست، متوجہ شدہ، لفظ اللہ بر و تصور کند چنانچہ از غلبہ وقہرمان و عظمت این اسم عظیم این دو صورت موہوم بعدم وفنامی رود و بجاے ہمہ آن حقیقت مشہود می شود۔ درین طریق حاصل نفی و اثبات مندرج در اسم ذات می گردد۔ ہمانا کہ این ذوقِ خاص نتیجہ تلقینِ خواجہ بیرنگ است کہ در خواب فرمودہ اند۔ خواجہ بیرنگ این طریق را تقویت فرمودند و این نسبت را شائع ساختند۔ بزرگان گفتہ اند کہ مبتدی ''لا معبود ،لا اللہ'' را ملاحظہ کند و متوسط ''لا مقصود الا اللہ'' و منتہی ''لا موجود الا اللہ'' و ملاحظہ ''لا تصرّف الّا بالوجود'' نیز آمدہ است و حضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اند ا ال،نفی ،الٰـــہ طبعیت است و الا اللہ اثباتِ معبود برحق و محمد الرسول اللہ در مقام متابعت در آمدن۔ و این فقیر عرضہ می دارد کہ در تحقیق این کلمۂ طیبہ بسے تحقیقاتِ عالیہ و معارفِ غامضہ در ''فقراتِ'' حضرت خواجہ احرار کہ در طریق سلوک خاص و در معرفت، عدیم النظیر است، ثبت است۔ سبحانہ، چہ سطوت است وقہرمان ست کہ از آن کلام قدسی ظاہر است۔ وطریق دیگر توجہ و مراقبہ است کہ این معنی بے چون و بے چگون را کہ از اسم مبارک اللہ مفہوم می گردد بے توسط عبارت عربی و فارسی وغیر آن ملاحظہ نماید و این معنی را نگاہداشتہ بجمیع مدارک وقوی متوجہ قلب صنوبری گردد۔ و باین معنی مداومت نماید و در نگاہداشت آن تکلف کند تا آن زمان کہ کلفت از میان برخیزد۔ چون این معنی پیش از تصرف جذبہ در وجود سالک تعذرے تمام دارد می شاید کہ معنی مقصود را بصورت نورے بسیط محیط بجمیع موجودات علمی و عینی در برابر بصیرت بدارد۔

و بآن نور بجمیع قویٰ و مدارک متوجہ قلب صنوبری گردد تا آن زمان کہ آن صورت از میان برخیزد و مقصود بران مترتب گردد۔

رباعی

درکون ومکان نیست عین جز یک نور   ظاہر شدہ آن نور بانواع ظہور
حق نور و بانواعِ ظہورش عالم   توحید ہمین است و دگر وہم وغرور

اکثر این طائفہ علیہ قدس اللہ اسرارہم میان توجہ و مراقبہ فرق نہ کردہ اند و ہر دو رابیک معنی فرمودہ اند۔ چنانچہ سابق مذکور شد امّا حضرت علیہ صدر مسندِ ارشاد ہدایت جامع نعوت و خصائص ولایت حضرت خواجہ عبیداللہ[1] احرار قدس سرہٗ فرق کردہ می فرمایند کہ مُراقبہ از باب مفاعلہ است کہ تقاضاے تراقب از طرفین می کند پس مناسب آنست کہ مراقبہ را باین معنی بیان کنم کہ آگاہی و علم بندہ است بدوام اطلاع و حضور حق سبحانہٗ چنانچہ امام ابوالقاسم[2] قشیری قدس سرہٗ دررسالہ خود (قشیریہ) بیان فرمودہ اند کہ ''المراقبته علم العبد بدوام اطلاع الحق علیہ'' و حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرمودہ اند کہ بمراقبہ بمرتبۂ وزارت و تصرف در ملک و ملکوت می توان رسید و باطن را منوّر گردانیدن از دوام مراقبہ است۔ از مصنفہ

---

[1] اسمِ مبارک عبیداللہ ولادت ماہ رمضان ۸۰۶ ہجری در باغستان از مضافات تاشقند۔ وفات ۲۹ ربیع الاوّل ۸۹۵ ہجری۔ [2] نام آن عبدالکریم بن ہوازن القشیری مرید باخلاص شیخ ابوعلی دقاق است۔ ماہ ربیع الآخر ۴۶۵ ہجری دسمبر ۱۰۷۲ میلادی وفات یافت۔ مصنف رسالہ ''قشیریہ'' و تفسیر ''لطائف الارشادات'' است۔ رسالہ قشیریہ مشتمل برحالات و سوانح مشائخ صوفیہ و رموزاتِ تصوف و سلوک واحسان

مراقبہ دوام جمعیت خاطر و دوام قبول دلہاے خلائق است و بعضے کبراء طریقت
قدس اسرارہم فرمودہ اند کہ مراقبہ آنست کہ بندہ خود را محافظ نظر الٰہی داند از جمیع
جوانب خود را در تحت بیند و حق را متوجہ داند و مراقبہ توجہ را معانی دیگر نیز گفتہ اند و
ہر یکے از مقام خود خبر دادہ و براے کہ رفتہ از ان اشعر نمودہ۔ ذکر اسم ذات مختار شیخ
اکبر است اما طریقہ ایشان تکلم است بطریقہ خفیہ و از ضروریات این طریقہ ست
وقوف عملی یعنی توجہ بقلب صنوبری ہمانا کہ مقصود از آن جمع ہمت[1] است و آن بہر
چہ متوجہ شوی و توجہ را واحد سازی بمقصود رسی۔ ان شاء اللہ سبحانہ کہ ہمہ اشیا
با آمال مقصود حقیقی موجود نیست۔ بخاطر است کہ آداب این طریقہ بتفصیل تمام تر
در رسالہ علیحدہ نوشتہ شود این جا ہمین قدر کافیست۔ و ہم وے گفتہ خلوت در انجمن
عبارت از انست کہ در عین صحبت با خلق چنان بحق مشغول باشد کہ صحبت با خلق
مزاحم مشغولی او نشود و نیز از اشغال خود منقطع نشود تا خلوت توان گفت و معنی دیگر آنکہ
در عین کثرت شاہد وحدت بود و در ہمہ او را بیند۔ سفر در وطن عبارت از انست کہ از
اخلاق ذمیمہ باخلاق حمیدہ رود و معنی دیگر آنکہ از صورت خود بحقیقت خود رود و یعنی
از کثرت بوحدت۔ و معنی دیگر آنکہ ہر روز خود را مشاہدہ کند و در ہمہ جا خود را
تماشا متحرک بیند چنانچہ از صفت خلوت در انجمن چون خبر خود را نہ بیند۔ در عین
صحبت خلوت۔ گہی خلوت بود و نشد در وطن باعتبار سیر واصل بعد از فنا در صفات
الٰہی کہ در آن مقامات صفات وسعت بیابد توان گفت۔ اے عزیز بحقیقت این ہر دو

۱؎ [illegible]

صفت یعنی خلوت در انجمن، و سفر در وطن، صفات وجود است و سالک مختفی است
از آن بطریق (فنا)، فافہم۔ نظر بر قدم اینست کہ در رفت و آمد نظر بر قدم داشتہ باشد تا
دیدہ (را) آفت دل نشود و معنی دیگر آنکہ بہر صفتے کہ برسید، ادائے حقوق نمودہ بہ صفت
دیگر تجاوز کند و معنی دیگر آنکہ در سیر سرعت نماید بحدے کہ قدم از نظر تخلف نکند چنانچہ
مناسبِ طریقۂ جذبہ است۔ و آنکہ مراد از نظر بر قدم، قدم نبی یا قدم شیخ بود یا از قدم
مراد صورت بشری کامل مکمل باشد۔ و قدم، آن را بواسطہ آن گویند کہ آخرین تجلیات
است "حتی تضع اظهارُ قَدَمِ فَيقولُ قِطْ" اشارت بآنست۔ ہوش در دم پاس
داشتن نَفَس است در دخول و خروج کہ بغفلت منقضی نباشد یا مراد آنست کہ ہوش
در نَفَس الٰہی داشتہ باشد کہ مادہ ممکنات و فیض ذاتست و ظاہر در ہمہ از آن حیثیت
کہ حقیقت حق مطلق است و بصورت ظہور اول بذا۔ وہم وے گفتہ ـ اسم اعظم
انا (ے) تست و ہمہ جا ظہور اوست۔ و ظہور آ۔ انانیت بوجہ اتم و اکمل در
انانیت انسانیت بلکہ ہمین انانیت انسانی است کہ ظاہر در کلست، فافہم۔ وہم
وے گفتہ نسبتے کہ بیواسطہ بذات قایم است۔ نسبت علم است بعد از آن حقائق
الٰہیہ و کونیہ کہ ہمہ نسبتہا بتوسطِ این نسبت بذات قائم اند۔ و حقائق کونیہ کہ در خارج
می نمایند اعتبار نمود و در آنہا افزودہ است وال از قیام بہ نسبت علمی مستغنی نشدہ اند۔
حقیقت علم نسبت است دیگر نسبتہائے علمی اند یعنی نسبتہا اند کہ علم سبب وجود
آنہاست۔ کمال کمال آنست کہ ذات بحث محفوظ ب بود۔ در ین مرتبہ علم (ہم)

۱؎ در نسخہ "نفع"

بکلیت می رود (این جا) ونام ونشانِ علم نیست ہمہ جہل وحیرت است ۔ نسبت حضراتِ خواجہ با این است ۔ ''اللهم ارزقنا'' وہم وے گفتہ جمع را از مجذوبان کارے می رسد کہ سرِ حقائق در لفظ لا یتجزیٰ منکشف گردد ۔ درین مقام افلاطونے یعنی کسے کہ بغایت فکر وصول یافتہ وفرجی از ذوق تیز وارد بآن طفل ماند کہ الف را از یا نشناسد ودور از ما باز نداند ، در مرتبہ کہ او دست چہ رسد ۔ درین مشہد حرفے نوشتہ می شود مگر آنست کہ آنرا کس نہ نوشتہ (زین قبل) از افراد اُمتِ محمد ۔ وآن حرف آنست کہ کون وحصول حقیقت وجود است اگرچہ نادانان چند در نیافتہ اند ومن معقول با تو گفتہ فَهِمَ مَنْ فهم و ذَاقَ مَنْ ذاق وہم وے گفتہ کہ در شب یکشنبہ ہفتم رمضان سنہ ہزار وپنجاہ ودو (۱۰۵۲ھ) در خواب دیدم کہ ''را الرّ و میم المر'' یک معنی (وارد) والله اعلم بحقيقة الحال وہم وے گفتہ کہ درخواب دیدہ شد کہ لطف محمد وقرب محمد آمدند ۔ فقیر استقبال کرد ۔ اول لطف محمد را دریافت بعد از آن قرب محمد را ۔ ذوق ووجد این فقیر را بگرفت وی گوید کہ شما لطف محمد بودید وشما قرب محمد بودہ اید واین ہر دو بصورت بزرگان ماوراء النہر بودند ۔ وہم وے گفتہ ۔ شبے درخواب دیدہ بودم کہ این چنین دعا باید کرد ۔ الٰہی بحرمت محمد نقشبند و اصحاب محمد نقشبند ۔ (و) بدین آیت اشارہ می شود ''و من یتق الله یجعل له مخرجا... تا قدیر ۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ عبدالحکیم را در خواب دیدم بجہت دفع بیماری وسواس کہ مدد او ضعف دلست وجوزت داد کہ پنجاہ مرتبہ سورہ فاتحہ وقتِ سحر با صبح ورد باید کرد ۔ گفت کسے را شدہ بود خواندہ دفع شد ۔ وگفت بروحانیت

حضرت النساء عالم فاطمہ زہرا ثواب آن یابد گذارنید۔ وہم گفتہ کہ در واقعہ دیدم خود را سروپا برہنہ شبانگہ در زیر وادیٔ ریگزار، خازدار و آفتاب در غایت حرقت تابان واز سوے آسمان می گویند مرا، بدین راہے کہ تو میروی راہِ محبت است و ابوبکر صدیق بدین راہ رفتہ و من خوش وخرم وآزادانہ می روم۔

وہم وے گفتہ کہ شبے در واقعہ دیدم خود را در صحرای بزرگ کہ عمارت ہاے کلان و مصفٰ والیوانہالیش بلند و باغے عالی باطافت دارد۔ آن مقام، مقام بہشت بودہ است و من درآن مقام درآمدہ ام و یاران و منتسبانِ من ہمہ با من درآمدہ اند مگر یک تن کہ اورانیافتہ۔ ودرآن ایام او برفتہ بود از دنیا۔

وقتے در مبادی حال شیخ من بعیادت شیخ محمد قلی کہ بیماری تپ داشت، رفت چون وے را بسیار دوست می داشت و دارد۔ متوجہ وے شد و تپ وے بر خویشتن گرفت درلمحہ وے بصحت رفت، برخاست و شیخ من با تپ بخانہ آمد۔ آن شیخ محمد قلی گفت کہ روزے ہندوے بد طینت مردم آزار کہ خلقے از دست او بجان آمدہ بود و در پیش شیخ من گستاخانہ فرا آمدہ بہ بے ادبی تمام بایستاد من بغضب درآمدہ دست بخنجر بردم خواستم کہ بروزنم شیخ من فرمودہ چندروز صبر باید کرد تا چہ شود۔ بعد روزے چند آن ہندو را باجمع راجپوتانہ کارافتادہ، کشتہ شد، بجہنم رفت۔ روزگارے حافظ مہر علی کہ از یاران شیخ من بود سفری شد، در سنبھل شنید کہ درفلان صحرا قطاع الطریق راہ می زنند متالم ومتامل شد خواست بیشتر نرود۔ شیخ مر بخواب دید کہ حافظ را در حمایتِ خود گرفتہ گفتہ بدان پاے کہ قصد داری برو مترس در جاے خطرناک کمیت

سوارے تیر و کمان بدست گرفتہ از دست چپ پیش خواہد آمد از (نگرانی) او سلامت خواہی گذشت۔ ازین خواب قوتے بدلش پیدا آمد و روان شد در ہمان صحرائے مخ حرہ سوارے بہمان کیفیت در پیش آمدہ سوفر تیری بزہ داشتہ بے ہیچ مزاحمتے از آن جا درگذشت و بحفاظت و بسلامت بمنزل مقصود رسید۔ وقتے شیخ من در باب درویشے مستحق، رقعہ بحاکم دہلی نوشت و آن مردے بود پر از نخوت و جاہ و مغرور بقرب بادشاہ۔ گفت ما معتقد این جماعہ نیستم و رقعہ بینداخت چون این حرف بشیخ من رسید دلش بگرفت و ہم در آن ایام آن حاکم بیمار گشت و اہل وے چون بیشتر درین چنین امور بشیخ من رجوع آوردہ و شیخ من بحافظ موسیٰ کہ مخلص است و یگانہ و نیک طبیعت یکے از خدام، امر باعمال و توجہے کردے۔ مقصود حاصل گشتے، این بار ہم رجوع آوردہ و حافظ صادق کہ از یاران خاص شیخ من است بامعنی، وذکر وے خواہد آمد۔ درین باب (سفارش) نمود۔ بایشان شیخ من ہیچ نگفت وے مکرر کرد۔ بازتغافل ورزید چون موکد شد فرمود کہ این بار وے بر نخاستنی است و وے اندر آن مرض جان داد۔ وقتے خادم شیخ من در باب امداد کے وے از دستور بادشاہ سندے درخواست دستور گفت۔ ما این رانمی فہم دتا مشخص نشود سندنمی دہم۔ خادم حقیقت حال، آمدہ بوے گفتہ ازین معنی تغیرے بوے راہ یافتہ و گفتہ در گور خواہی نہمید۔ در ہمان ایام آن دستور بہ بیماری سخت بیمار گشت و از دنیا درگذشت۔ یکبار بہل دنیائے گلہ شیخ من باخنیائے کلان کہ از قربائے وے بود نمود۔ چون شیخ من شنود فرمود وے در روز کے چند رفتنی است و در ہمان

مدت متعلقانش زہر دادند۔ بختی تمام زود جان داد۔ روزے خادم شیخ من در بیشہ افتادہ تا گاہ بشرے غیر ہندہ از پیش وے برخاست وقصد وے کرد۔ ازین حال لرزہ باندامش درگرفت۔ وے شیخ مرا بشفاعت یاد آورد۔ درین اثنا صورت مبارک شیخ من حاضر گردید۔ ووے را بسلامت درگذرنید۔ شیخ نظام الدین گوید کہ من در خدمت خواجہ خورد (خرد) حاضر بودم۔ روزے یکے از بزرگ زادگان شہر دہلی شیخ من نوشت کہ اگر دستورے دہند بخدمت شما سبقے از عربی گذراندہ شود۔ وے درجوابش آن رقعہ نوشتہ فرستاد کہ تا نصف ماہ رمضان توقف باید کرد۔ بعد از آن انچہ ہست بظہور می آید واین حرف دراوایل رمضان بوقوع آمدہ پس از روزے چند آن جوان گفتہ فرستاد کہ تا نصف رمضان راچیست نذر کہ بتوقف اشارہ رفت ونیز وے حمل برگذشتن از دنیاش بخاطر آورد۔ وے گفتہ این چنین بخاطر رسیدہ۔ آخرالامر در چہار دہم رمضان آن جوان برفت از دنیا در سال ہزار و ہفتاد وسہ (۱۰۷۳ھ/۱۶۶۳م) شبے در باورچی خانہ شیخ من آتش افتادہ ہر چہ در آن خانہ بود، پاک بسوخت۔ پس سرد شدن آتش صاحبے مسواک شیخ من از ان خاکستر بسلامت برآمد، وہیچ ریشہ از ان سوختہ بود۔ درویشے گفت کہ من در لاہور وقتے بیماری صعب داشتم، امید از زندگانی بریدہ بودم آہہاے سرد از دل پردردی برآوردم تا شبے در خواب دیدم کہ جمعے درویشان نشستہ اند ومیانِ ایشان بزرگے باشکوہ مربع نشستہ، پرسیدم کہ این بزرگ کیست وچہ نام دارد۔ گفتند خواجہ خرد است نقشبندی۔ چون بدین نام آشنا بودم برجستم وبپاے وے در افتادم استدعا بدفع بلاے کہ داشتم کردم۔ وے

دست خود بسر من فرود آورد و چیزے خواند و بر من دمید۔ چون بیدار شدم کلفتِ بدنی
بالکلیہ رفتہ بود و بعدہٗ آن درویش پیش شیخ من بدہلی آمدہ و این رباعی خواند

رباعی

ہر پا کہ بخدمت رسد سر گردد　　مقصود دو عالمش میسر گردد
ما مس تیم و کیمیائید شما　　ہر مس کہ بکیمیا رسد زر گردد

درویشے گفت کہ من سیر عالم بسیار کردہ ام و بسیارے از مشائخ کبار و دوستانِ حق
را دریافتہ، اما انچہ مرا در صحبت خواجہ خرد ظاہر شد از کیفیتِ وجد و حال ہیچ جا ظاہر
نشد و نیز گفت کہ روزے از سفر در آمدم و بصحبت وے رسیدہ و سلام کردم وے بتبسم
در من نگریست و گفت۔ پیشتر آی، رفتم۔ وے چیزے می خواند، آواز بگوش من رسید
حال من متغیر شد بروے در افتادم و از خود رفتم و چون بافاقت آمدم وے برخاستہ و
رفتہ بود۔ تشخیص کردم زمانِ غیبت را کہ چار گھڑی[1] بیش گذشتہ و آن حال را مدت
مدید کشید۔ و ہم آن درویش گفت کہ وقتے در سفرے بودم تا چار کس بناگاہ جمع از
قطاع [illegible]یق ظاہر شدند ہمرہان مضطرب گشتند۔ حرامیان گفتند ہرچہ دارید بما
بدہید و[illegible] بزور [illegible] ازشما خواہیم گرفت۔ تا حیران ایستادیم۔ درین اثناء من متوجہ
بجانب خواجہ خرد شدم، دیدم کہ وے در پیش ایستادہ است و بغضب تمام بر آن
مردم می نگرد، ہمہ آنہا متفرق شدہ بگریختند۔ ما از رستگاری یافتیم۔ خواجہ سلمہ اللہ
پیر شیخ من گفت۔ بار دوم کہ من با پدر خود بلاہور رفتم سخت بیمار افتادم و مشرف

---

[1] در نسخہ چہار گھڑی

برموت گشتم خواجہ کلمۃ اللہ برادرِ من از مشاہدہ این حال بغایت مضطرب شد۔ درین اثناء پدرِ من از در درآمد و برمن بایستاد و چیزے خواند در لحہ بے تکلف برخاستم بتعظیم وے۔ وے ہم گفتہ روزے عزیزے پدر من گفت کہ دیروز پیش فلان فاضل قرّاء بودم پرسیدم کہ در باب مسئلہ وحدت وجود چہ می گوی؟ گفت۔ گمراہان شدہ چند برین رفتہ اند و سررشتۂ دولتِ سعادت از دست دادہ۔ گفتم۔ در کلام بسیارے از اکابرِ اولیاء این سخن واقع شدہ است۔ و مشربِ مولوی جامیؔ ہم ہمین است۔ قرّاء گفت۔ گفتۂ جامیؔ خامی چہ اعتبارے دارد از شنیدن این حرف تغیرے در چہرہ پدرِ من پیدا شد و تا دیر سخن نگفت پس گفت۔ ما وے را بحضرت ملّا جامیؔ سپردم کارے وے ساختہ خواہد شد۔ در ہمان ہفتہ بے آنکہ بیمار شود آن قرّاء بُمرد۔ وقتے جوانے از مریدانِ شیخ من، زن خواستہ است و اندر آن کار در ماندہ شد۔ ہرچند او دیّہ باہ خوردہ و علاجہا کردہ مفید نہ گردید تا دو سال کشید۔ روزے از سرمہربانی، وے بآن جوان گفت بروبزن بخواب۔ از بس کہ خجالتے کہ کشیدہ بود راضی نہ شد۔ آخر بمبالغۂ تمام، جوان را فرستاد و درویش را فرمود۔ امشب مراقب بنشین و متوجہ شو۔ خود ہم متوجہ شد بنماز بامداد خبر رسید کہ فتح شد۔ سید غلام محمد امروہگی (امروہوی) کہ از خلص تلامذہ و اَجلّہ اصحاب شیخ من است گوید وقتے سید وصال محمد برادر خرد من بیمار شد در دہلی۔ طبیبانِ حاذق ہرچند علاج وے کردند ہیچ سودمند نیامد آخر ہمہ اطباء دست از وے برداشتند و مرضِ وے را مرض اخیر انگاشتند۔ چون ما با از زندگانی وے نومید گشتیم۔ بناگاہ روزے خواجہ خرد شریف آوردند،

عیادت بیمار کردند۔ من حقیقت حال بالحاح و عجز تمام بے قیاس عرض نمودم سامنے متوجہ نشستند آخر فرمودند، آب گرم بخورانید۔ بخواہد شد و از فرمودۂ ایشان چون وے را آب گرم خورانده شد۔ در ہمان وقت تخفیف در وے بہم رسید و در روز سوم نیک بہ شد۔ وقتے من در خانقاہ شیخ خود بیمار افتادم اما اندرین بیماری ہر روز چہار و پنج بار کہ وے می آید بتعظیم وے برمی خاستم آخر شبے حال خود تنگ دیدم چنانچہ ہذیان گفتن گرفتم چون شعوری آمد باخودی گفتم کہ وے را طلبیدہ بگویم کہ شیخ! عمرت دراز باد۔ زمینے کہ براے خود اندیشیدہ چون من بروم پدیت آن مرا دفن کنی۔ چون صبح شد وے برسرمن رسید و توجہ فرمود تخفیف یافتم و بہ شدم۔ پوشیدہ نماند کہ آنچہ دیدہ ام، ہم خورق عادات و احوال و اقوال شیخ خود از مبدئی حال و از مخصصان شیخ شنیدہ و از تصنیفاتے کہ بعضے این مطلب او در ضمن ذکر شیخ من نوشتہ اند برچیدہ اگر بر وجہ تفصیل جملہ درین جا نویسم کتاب بطول می کشد ناکام آن را بر وقت دیگر موقوف داشتہ می آید و امید از عنایت حق سبحانہ تعالیٰ آنست کہ ہمین مطلب را در دفتر علحدہ بتفصیل تحریر در آرم اکنون آنچہ مقصود از تحریر این کتاب ست آنرا بہ اختصار بہ بیان در می آرم۔ اللہ ولی التوفیق و بہ نستعین۔

چون در سال ہزار و ہفتاد و سہ رفتن من بدہلی پیش شیخ خود از سبب مانع قوی میسر نشد و آخر در تاریخ یازدہم ربیع الآخر از سال مذکور، وے از راہ لطف و کرم بستنجل تشریف ارزانی فرمود و مرا نیک بنواخت۔ مصرع

"شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا"

و یک ماه و یک روز بغریب خانه گذرانده، باز روانه بدهلی شدند. من (هم)
تا بکسن پور رفتم. وقتے که مرا وداع کرد، بکاے بسیار بے اختیار بر من غالب آمد
چنانچه نفس اندر گلو گره می بست، آخر سرّ این گریهٔ غیر معهود معلوم گشت که در سال
دیگر شیخ مرا چندین مراض لاحق شد و با وجود آن از طریقهٔ افاده که باهل فضل و
مستعدین این راه می رساند متوجه بوده است و در آن مدت مکرر می فرمود که ما
اندرین نزدیکی از دنیا می رویم. مستمعان ازین حرف در اضطراب می آمدند. دلاسا
و تسلی شان می کرد و می گفت که این حرف بغرض راه نمودن (به) صبر و رضا می
گویم. خاطر را سراسیمه نسازند و پسران خود را طلبید و بهر کدام الطاف و عواطف
می فرمود. روزے صباے پسران خود را طلبید چون خواجه غلام بهاء الدین نزدیک
تر می باشید زود تر رسید. وے را فرمود. بیا پیش ما و فرمود آنچه زخواجه بیرنگ و شیخ
احمد (سرهندیؒ) و خواجه حسام الدین و شیخ الله داد بما رسید و است بتو بخشیدیم. وے
گفت، من تصدق تمامی شوم چه می فرمایند (وے گفت) قبول باید کرد. تا وے سر
خود بپاے پدر خود مالید و گفت آنچه می فرمایند. ما قبول کردیم و همدران وقت کاتب
این حروف را طلبید. آورد و فرمود ما از وے راضی ایم، از وے فعلے که نا مرضی باشد
بظهور نیامده است. و هم فرمود که وے پس از رفتن ما درین جا خواهد آمد و در [illegible]
ایام [illegible] مستعجل تا سه شب شیخ من مرا متصل بخواب آمد و دست مرا می گرفت و می
گفت: "خاطر خود جمع دار که با تو کارها در پیش است و نصائح این [illegible] می فرمود،
چون در حال حیات خود. مرا چند مرتبت فرموده بود که چون من بروم تو [illegible]

بعمل خواہی آورد و من می گفتم کہ من میخواہم کہ بحضور شما روم و زمینے کہ برائے خود اختیار کردہ اند پائین آن دفن کنند۔ ازین حرف می فرمود (کہ با تو کارہا در پیش است)۔ ہم چنین وصایا می فرمود۔ آخر الامر وے دو روز از خانہ برآمد و با مردم اندرون وصیتی می فرمود و کلمات مسنون مثل ''امنت باللہ و غیر ذالک'' از کلمۂ طیبہ و اسم ذات بر زبان می راند۔ چون پیش از رفتن بعض عزیزان شنیدہ بود کہ بہ بے خودی از دنیا رفتہ بودند می فرمود کہ ما رفتن از دنیا خواہیم نمود کہ چہ طور است۔ آخر روز سے صبح فرمود کہ طعام وافر پزند و بفقرا قسمت کنند چون چنین کردند۔ وے کلمہ طیبہ را سہ مرتبہ بر زبان راند و گودری بر سر گرفت و گفت البتہ درد زدہ شدند۔ حاضران دانستند کہ بآرام استراحتے دارند چون بعد لمحہ دیدند وے بحق واصل گشتہ اند۔ رحمۃ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ۔ خواجہ غلام بہاء الدین گوید کہ من نعش پدر را یک پایہ گرفتہ می بردم چون نزدیک بصفہ خواجہ بیرنگ رسیدہ می بینم کہ ارواح طیبہ حضرات (نقشبندیہ) استقبال کردہ اند و ہجوم آوردہ چون تابوت بر آن صفہ نہادیم پدر را دیدم کہ نزدیک مقبرہ خواجہ بیرنگ نشستہ و متوجہ است۔ ای عزیز اسے صاحب در آن وقت من بے خود شدہ بودم چنانکہ خود را مطلق نمی یافتم و در برابر قبر خواجہ بیرنگ بطرف مغرب مدفون ساختند و آن تاریخ بست و پنجم روز چہار شنبہ ماہ جمادی الاولی از سال ہزار و ہفتاد و چہار بودہ است (۱۰۷۴ھ) و عمر شریف وے شصت و سہ سال و دو ماہ و نوزدہ (یوم) بود

مراد از سہ ساعت داین مکون قبل یک نسخہ است۔ ۲ اضافہ از نسخہ ندہ

چون این خبر جانگاہ سنبھل رسید چندروزے من دیوانہ وار مسلوب العقل افتادہ بودم و این ماجرا بس دراز است۔ القصہ شب اوّل عبدالوالی پسر خردِ من در خواب دید کہ شیخ من در باغیچہ کہ یک ماہ و یک روز ماندہ بود بصورتِ خواجہ نقشبند با لباس فاخرہ ایستادہ است و ہمدران حال می بیند کہ بصورت خواجہ بیرنگ برآمدہ است۔ و بعدہٗ بصورت خود ظہور فرمودہ و وصایائے معارف می فرماید۔ و کاتب این حروف چون بعدِ وصال شیخ خود بزیارت مرقد منور بدہلی شدم و نزدیک قبر مبارک نشستم طرفہ حالے پیش آمد چنانچہ کہ در آن وقت خود را فانی مطلق می یافتم و صورت مبارک شیخ خود را در پیش خود با بشاشت تمام دیدم پس از آن سنبھل رفتم و از شبہائے بسیار شیخ خود را اندر خواب دیدم و ہر مرتبہ لطفے و عنایتے کہ در حالتِ حیات از وے می یافتم، یافتم و تفصیل آن خوابہا دراز است و تواریخ شیخ من بعضے عزیزان چنیں دریافتہ اند ''بہ نقشبندِ ثانی'' (۱۰۱۲ھ) این فقیر گفتہ ''خواجۂ عارف بسندِ شیخ محی الدین بود'' (۱۰۱۲ھ)

شیخ احمد سرہندی

از اجلۂ اصحاب خواجہ بیرنگ است۔ جامع بودہ میان علوم ظاہری و علوم باطنی، صاحب احوالِ عظیمہ است۔ وے لسان الوقت بودہ۔ مکتوبات وے عجایب

لے معروف بہ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی ابن شیخ عبدالاحد فاروقی۔ احمد نام ''بدرالدین'' لقب، ابوالبرکات کنیت، امام ربانی عرف، ولادت ۱۴ شوال ۹۷۱ ہجری ۲۶ جون ۱۵۶۴ میلادی وفات ۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ میلادی مزار مبارکش در سرہند (پنجاب) آن را نخستین بار مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ''مجدد الف ثانی'' گفتہ است۔

وغرایب بسیار دارد کہ عقل از ادراک آن عاجز است۔ وے واقف اسرار الٰہی است و مورد فیض لا متناہی۔ شیخِ من گفتہ کہ وقتے شاہ کمال کیتھلی کہ از کاملان وقت بود بسرہند آمدہ و دران زمن شیخ احمد چند ماہہ بود پدرش شیخ عبدالاحد وے را در نظر شاہ آوردہ شاہ وے را قبول کردہ و فرمودہ، "وے فرزند ماست" و آب دہان مبارک در دہن وے انداختہ۔ از آن باز وے کشایشہا یافت۔ وے شیخ، شیخِ من است۔

مریدانِ کامل بسیار دارد، مادر کار شیخِ من و در فراستِ شیخ من (فریفتہ او شد)۔

شیخ من گفتہ کہ من دوازدہ یا سیزدہ سالہ بودم کہ شیخ الہداد بے سابقہ طلب مراتلقین ذکر فرمودہ و آثار جمعیت پیدا شد چون مکتوبات شیخ احمد دیدم میل دیدن وے بہم رسید۔ و روان شدم و در ہر منزل، وے را بخواب می دیدم و مہربانیہا می یافتم، چون داخلِ سرہند شدم کیفیت غلبہ کرد۔ چون بدیدار وے مشرف گشتم حالت عظیم و کیفیت بزرگ ظاہر شد۔ اوّل چیزے کہ بعد از کشفِ صوریہ ظاہر گشت، توحید بود و در توحید مراتب بسیار است و از صحبتِ وے اکثر مراتب ظاہر گشت۔ در یے ولایت محمدی کی حاصلش محبوبیت یا ولایت موسوی کہ عبارت از محبتے است جمع شدہ و بایں اجتماع حالِ غریب بہم رسیدہ۔ شعر

ازان افیون کہ ساقی در مے افگند حریفان را نہ سر ماند نہ دستار

وہم شیخِ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ ظاہر عارف مشرک[1] و باطن عارف موحد (بود) وہم شیخ من گفتہ کہ وے فرق می کرد میانِ خطرہ قلبی و خطرہ دماغی و در انوقت تحقیق

---

[1] در نسخہ "بشرکت"

از دے شنودہ شد بوجدان یافتہ می شود کہ خطرہ از دماغ بجانب دل می آید و در آن نواحی دل گم می شود۔ ووقتِ رخصت بدہلی این اجازت نامہ نوشتہ داد۔

"الحمد للہ و السلامُ علی عبادہ الذین اصطفےٰ امّا بعد!

فانّ الولَد الاغر الا مجد والاکرم، الا رشد محمد عبْد[1] اللہ لمّا سَلَکَ طریقۃَ اولیاءِ اللہ و وصل الی مقاما تہم العُلی مِنْ طریقۃِ اندراج النہایۃ فی البدایۃ آجزتہ لتعلم ھذہ الطریقۃ العلیہ النقشبندیہ کما اجازنی شیخی و مولائی[2] قدس سرّہ، المسئول من اللہ سبحانہ استقامتہٗ علی جادۃ اکابر ھذہ الطریقۃ العلیہ. شکر اللہ تعالی سعیھم والسلام علی من اتبع الھدی ولدہ متعابعۃ المصطفی علیہ و علی جمیع اخوانہ و اتباعہ الصلوٰ ت والتسلیمات العلی والتحیات والبرکات.

کہ (طریقہ آن ہا) وراء سلوک و جذبہ است و وراء فنا و بقا است مخصوص بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم واز برکت صحبت آن حضرت در اصحاب ایشان بروجہ اتم آن نسبت ظہور کردہ و بزرگانے کہ گذشتہ اند از آن نسبت خاصہ کمترے بہرہ داشتہ اند۔ بعد از ہزار سال ہمان نسبت آن حضرت از طفیل ایشان بروجہ اتم واکمل درما ظہور کردہ"

ودر عقب آن (اجازت) نوشتہ کہ وقتے کہ من در صحبت خواجہ بیرنگ بودم آن نسبت ظاہر شدہ بود وایشان قبول فرمودہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ اگرچہ

---

[1] در نسخہ "محمد عبید اللہ" است [2] در نسخہ "مولوی"

حقیقت مارا با حقیقت کعبہ اتحاد واقع شدہ (است) امّا صورت، مشتاق صورت
است و حج بر ما فرض شدہ امّا رسیدن آنجا دیدہ نمی شود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے
گفتہ روزے رابعہ بصری را در واقعہ افضل مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ اے
رابعہ مارا دوست نمی داری؟ گفت یا رسول اللہ محبتِ حق سبحانہ چنان در دل من
جا کردہ است کہ محبت شما را گنجائش نیست وحالِ من وقتے بر عکسِ این بودہ واز سخن
رابعہ بوے نقصان می آید وحالِ من اصست دبوے کماں دارد۔ وہم شیخ من
گفتہ کہ وے گفتہ کہ یادداشت عبارت از دوام تجلی ذاتیست کہ شیخ ابن عربی آن
را برقی گفتہ۔ و (از) دوام منع کردہ چنانچہ در رسالہ ''فصوص'' نوشتہ۔ وہم شیخ من
گفتہ کہ وے گفتہ کہ مرا خطرہ از دماغ نیز بالکل مرتفع شدہ است۔ شیخ من گفتہ کہ
از بعض کلماتِ دیگرِ شیخ ابن عربی جوازِ دوام نیز مفہوم می شود۔ ہم شیخ من گفتہ کہ در
صحبت شیخ خود چون سیرِ من بمرتبہ وحدت رسید آن جا نہایت قرب یافتم۔ وز آن
جا ترقی شدہ بمرتبۂ احدیت رسیدم، درین مرتبہ اقربیت یافتم کہ تنزیہاتِ شرعی
بروجہ اتم ظاہر شد۔ درین مقام شیخ حمد گفت کہ چون مارا از مرتبہ علم کہ وحدت
است عروج واقع شد ان شاء اللہ، بعد از تنزل دیدم کہ شیخ ابن عربی در مرتبہ علم
کلبہ ساختہ ونظر تفوق داردو امید چنین است کہ آخر ہا از مقام فوق بہرہ یافتہ باشد۔
وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ ''ما شاء اللہ کان و مالم یشاء لم یکن
ولاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ''۔ علومے کہ تعلق بمقام فنا فی اللہ
والبقا بہ داشتند حق سبحانہ بعنایتِ خود منکشف ساخت وہم چنین معلوم کردم کہ وجہ

خاص ہر شے چیست؟ وسیر فی اللہ بچہ معنی است؟ وتجلی ذاتی برقی چہ باشد؟ محمدی المشرب کیست؟ وامثالِ آن۔ ودر ہر مقامے لوازم وضروریات آن را می نمایند و می گذرنند وکم چیزے ماندہ باشد کہ اولیاء اللہ آن را نشان دادہ اند (در راہ) فروگذارند ونمایند قُبِلَ مَن قُبِلَ بلاعلّۃ۔ ہم چنان کہ ذوات اشیار المجعول میداند اصل قابلیات واستعدادات را مجعول ومصنوع می دانند، اوسبحانہٗ محکوم قابلیات نیست۔ ونشاید کہ چیزے برو حاکم باشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ۔ ''واما بنعمتِ ربّک فحدّث''۔ این درویش درحلقہ یارانِ خود نشستہ بود ونظر بر خرابی ہائے خود داشت واین نظر غالب آمدہ بود بحد یکہ خود را بہ بے مناسبتی تام باین طائفہ می یافت درین اثناء بحکم من تواضع لِلّٰہِ رفعہ اللہ۔ این دور افتادہ را از خاکِ مذلّت برداشتند واین ندا را در سرِ او درد ادند کہ غفرت لک ولمن توسل بک الی بوسطٍ او بغیر و سطٍ الی یوم القیامۃ و بتکرار این معنی نواختند بحدیکہ گنجائش ریب نماند'' والحمدللہ حمداً کثیراً طیّباً مبارکاً علیہ''۔ بعدازان بافشائے این واقعہ مامور ساختند

اگر بادشاہ بر درِ پیر زن بیاید توائے خواجہ سبلت مکن

انّ ربّک واسع المغفرۃ۔ پوشیدہ نماند کہ غفلتِ عارف نہ چون غفلت غیر عارف است۔ چنانچہ در کتاب ''نفحات الانس'' می آرد کہ شیخ الاسلام گفت از ابو عبداللہ خفیف پرسیدند کہ تصوف چیست؟ گفت۔ وجود اللہ فی حین الغفلۃ ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ ''بفصوص الحکم'' میلِ خاطر داشتند و

مطالعہ می فرمودند۔ روزے می گفتند کہ مردم درین گمان خواہد بوند کہ ما از ''فصوص''
فائدہ بر می داشتہ باشم مقصود این است کہ ساعتے خود را غافل سازیم۔ وہم شیخ من
گفتہ کہ وے گفتہ کہ در خانہ کہ خواجہ بیرنگ نشستہ می بودند کیفیت بنوعے ظہور می کرد
کہ مستفیضان چون در آن خانہ می درآمدند گمان می کردند کہ گویا در پا افتادند۔ وہم شیخ
من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ فرمودہ اند کہ بر ما ظاہر شدہ کہ از شما سلسلہ باقی
خواہد ماند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بتقریب بیماری دراز کہ مرا
واقع شد و بامتداد می کشید می فرمودند کہ شما دائرۂ بیعت را وسیع ساختند، ضعیفم شد۔
گفتم۔ تا بدستے نیمہ پیر نگروند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ پدرِ وے شیخ عبدالاحد از
اصحابِ شیخ عبدالقدوس گنگوہی بود۔ وہم در زمانش سرآمدِ ہند بودہ۔ و در سالِ نہ صد
ونود و ہشت (۹۹۸ھ) برفتہ از دنیا پس او شیخ من شیخ احمد سرہندی نوشتہ دوہرہ

احد ہوت سشش میم پرت مورت ہوئی دیکھو کہت کوئیں پربھو کہو ترروپ موی

و من در اوایل ہا در منقبتِ شیخ خود خواجہ خورد (خرد) این شعر ہندی گفتہ ام۔ دوہرہ

ہنہو احمد پیم بدہ جنس چھپاتہ تن مانہ ہنس پرکہ موتھ پرکہو احمد کو پرچھانہ

شیخ من گفتہ کہ من پیش شیخ خود بود بسر ہند روزے بسیر باغ حافظ رحمت شدم و
در آن جا تپ بردم وحرارت غلبہ کرد۔ باز قصد صحبت شیخ نمودم، دیدم کہ پیش من
برآمدہ است ومنتظر ایستادہ، مرا اندرون بُرد و متوجہ من شد، در لحہ تپ برطرف
گشت۔ وہم شیخ من گفتہ۔ ضعف ہم برآمدہ از آن بعد مرا در وقت مشغولیت در
محبت شیخ کیفیات واحوال بنوعے ظہور کردہ کہ گویا سحاب مترشح در بار آن ہمہ

جہات را در گرفتہ۔وفات شیخ احمد بست و نہ صفر سنہ ہزاروسی و چہاراست (۲۹رصفر۱۰۳۴ھ/یکم دسامبر۱۶۲۴م)۔قبراودرسرہنداست۔

الموت ھوالجسرُ یوصل الحبیب الی الحبیب

تاریخ ویست ومریدانے کہ از حضرت شیخ احمد سرہندی مستفیض اندامروز درتمامی ہندستان بلکہ دردنیا برتر از دیگران واسبق اند۔چنانچہ ظاہراست۔شیخ من گفتہ کہ من وے را پس از وفات بخواب دیدم، پرسیدم کہ با منکرنکیر چہ معاملہ گذشت۔گفت۔منکرنکیرآمدہ پرسیدندکہ "من ربُّک" گفتم نمی بینید این دریا را کہ جوش زدہ می رود۔بعدازین سرنگون برگشتند۔روزے من درآوانِ شباب باد ودوستانِ سید فیروز وشیخ مصطفیٰ بربام مسجد فریدآباد نشستہ بودم، دیدم کہ بزرگے با طلعت نورانی ازمسجد برمی آمد۔سید گفت شیخ احمد سرہندی ہمین است۔من بے اختیار از آن جا فرود آمدہ بر دویدم و بپابوسِ وے مشرف گشتم وے بہر دو دست مبارک سرِ مرا برداشت والطاف ومہربانی ہاے بسیار فرمود۔امروز چہل سال بیش است کہ صفائی طلعت منور وے درچشم منست ولذتِ دیدار پرانوار وے دردلِ من ہمانا۔ورابطۂ اخلاص واعطاءارادت ومحبتے کہ نسبتِ صاحبان خواجگان مدفیو ضہم قدس اللہ اسرارہم واقع است ببرکتِ آن نظر وفیض آن التفات بودہ باشد و امیدمی دارم کہ بدولتِ ہمیں رابطہ درزمرۂ محبان ومخصصان این مقربان عظیم الشان محشورگردم "بمنتہ وجودہ" روزے درمبادیٔ حال کہ بصحبتِ شیخ خودبودم ذکرے از شیخ احمد بمیان آمد۔شیخ من این قدر از عجائب وغرائب احوال وے

برگفت کہ سامعن متحیر ماندند کہ چنان احوال و مقامات از ہیچ بزرگ در ہیچ کتب تاریخ ندیدہ شد و از کس نشنیدہ شد چون شب رسید من نزدیک شیخ خود بخواب شدم و شیخ احمد را در خواب دیدم باشانِ بس بزرگ ایستادہ (است) و غایت تجرد و تفرد و حیرت و جمال از وے ظاہر است و در آن حالت نظرے خاص بر من انداختہ چنانچہ از اثر آن کیفیت عجیب روے داد و تا دیرے کشیدہ و ہمدر آن حال بیدار شدم و آن خواب را بشیخ خود گفتم، گفت۔ مبارکت باد کہ این خواب باعث قبولِ الہی است۔ پس از آن ہرگاہ مرا بسرہند سعادت واقع می شود، ہم بدانسان کیفیت و حال از مراقبۂ قبر شیخ احمد ظاہر می گردد۔

خواجہ حسام الدین احمد

از کبراصحاب خواجہ بیرنگ و از عظماے مشائخ و کبراے اہلِ تصوف است۔ سید این بزم و سر این طائفہ۔ لقب وے خواجہ ابرار است۔ نسب وے بمرجع سلاسل خواجہ ابوالحسن بصری می رسد۔ خیر المقرین امام زاہد از اجداد مادری وے است۔ بعضے از آباے کرام وے مصاحب و ہمنشین سلاطینِ تیموریہ بود و بعضے امراے کارگزار نیز گذشتہ۔ مبارک شاہ نام یکے از اجدادِ وے پیش صاحب قران[1] عزت و آبروے تمام داشت۔ چنانچہ از فرامین کہ بوے صادر شدہ ظاہر و ہویداست۔ چون خواجہ ابرار پنج سالہ شد والدِ وے میر نظام الدین احمد از وے

---

[1] این جا "صاحب قران" سلطان تیمور مراد است۔

پُرسید۔ کدام چیز بہترین چیز است، اندر دنیا۔ گفت۔ یاد خدا و محبت او۔ و والدِ وے میر نظام الدین احمد مشتہر بغازی خان از امرائے اکبر بادشاہ بود و در علم و دانش از اکابر سر حلقہ دانشمندان و علمائے وقت۔ چون میر وفات یافت در سال نہ صد و نود و یک (۹۹۱ھ/۱۵۸۳م) یا دو، بادشاہ خواجہ ابرار را مستعد و لائق خدمت شائستہ دیدہ، خواست تربیت کند، وے را داخل امرا نمود۔ چون وے را داعیۂ این راہ پیدا شد خود را بدیوانگی زد و کارہا مخالف رسم و قاعدہ فرا نمودن گرفت۔ روزے وے را بدآن حالت پیشِ بادشاہ بردند۔ موسم نوروز بود۔ دیوانگانہ این طرف و آن طرف نگاہ کردن گرفت و این بیت خواندہ

این ہمہ طمطراقِ کن فیکون ذرہ نیست پیشِ اہلِ جنون

بادشاہ چون مطلع شد، این (بطور) خود دیوانہ شدہ است، رخصتش داد۔ وے از قباپوشی برآمدہ عباپوشے گشت۔ و بصحبت خواجہ بیرنگ در پیوست و در اندک فرصتے بمرتبۂ کمال و تکمیل رسید شیخ من گفتہ۔ کہ وے گفتہ۔ روزے کہ بادشاہ مرا از نوکری برطرف ساخت و جاگیر و منصب باز گرفت، آن چنان روزے با شادی و انشراح ہرگز ندیدیم۔ شیخ من گفتہ کہ شاہ ابوالمعالی قادری در وقت ترک وے بوے این بیت نوشتہ

در عالم پیر ہر کجا برنائیست عاشق بادا کہ عشق خود سودائیست

و ہم شیخ من گفتہ کہ وے در مبادی حال شبے مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم بخواب دیدہ بود کہ بوے فرمودہ کہ پدرِ تو مقبول است لیکن تو مقبول تری از و خواہی شد۔ شیخ من

گفتہ کہ خوجہ ابرار اگر چہ از خواجہ بیرنگ مجاز بود و ازیشان ماذون بود امّا بمشیخت و ارشاد متوجہ نشد۔ و بروجہے می زیست از روش حسن کہ باور کردن متصور نباشد با غلبہ بسیار عشقِ الٰہی و طغیان شیوۂ محبتِ حقیقی کہ اگر اندکے از آن در دیگرے جا کند می رود۔ چنان و چندان (بہ) امورِ ظاہرہ و وظائف بدنی مقید بود کہ از ہیچ یکے از اقرانِ وے دیدہ و شنیدہ نشد۔ زہے معیتِ استعداد ظاہر و قوت باطن۔ بعد از وصالِ خواجہ بیرنگ جانشین حقیقی او وے بود۔ وے از اقوی الکیفیہ است۔ حل سرمدی بین درویشی و تصوف آن بُود کہ وے داشت۔ تمام احوالِ وے با حوال نبیاء موافقت دارند۔ و زیادہ تر از ین منصب نباشد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ روزے یکے از خواص اصحاب خواجہ بیرنگ از احوال و کیفیات اصحاب جدا گانہ پرسیدہ است۔ خواجہ بیرنگ بتقرب ہر یکے لفظے فرمودہ اند و او ر بوصفے و کمالے تعریف نمودہ، چون نوبت بوے رسیدہ بذوق تمام گفتہ۔ واللہ وے جامع این ہمہ کمالات ست۔ و اختیار (نہ کردن) مشیخت و ارشاد۔ اگر چہ وے را اجازت است۔ ظاہر می شود کہ مطمح نظر بطریق نسبت وحدت وجود بودہ است از آن محبتے کہ وے را با خواجہ بیرنگ بود، برجستہ شنیدہ گفت۔ اگر من این سان بودہ در صحبت شریف آنچہ ناچیز یافتہ باشد ظاہر می شود آن ہم داشتمے۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ روزے بتقریب خو جہ بیرنگ میان خواجہ حسام الدین احمد و شیخ تاج الدین فرق می کردند کہ خواجہ در علم و معرفت زیادہ است و شیخ در حال و سُکر۔ گفتم پس افضل کیست؟ گفت کہ صاحبِ علم و معرفت افضل است۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ تاج الدین با آنکہ در صحبت شیخ الٰہ بخش

درسلسلۂ عشقیہ سلوک تمام کردہ بود بعد فوتِ شیخ خود از بلندیٔ استعداد بوسیلہ ترغیب
ومعرفت خواجہ ابرار بصحبتِ خواجہ بیرنگ پیوست ودر اندکے مدّت بمراتبِ عالیہ و
الطاف غیر متناہیہ مشرف گشت۔ و در اتحاد طریق وصحبت خواجہ بیرنگ مغبوط ہمہ
اصحاب بود۔ بعد از وصال خواجہ بیرنگ بعد چند سال متوجہ حرمین شریفین شد و یک
قرن بیش آن جانب با بودہ وعالمے درصحبتِ وے اہلِ این طریقت ونسبت شد۔
وے شیخِ حرم بود واز کبار صوفیہ وقت وصاحبِ تصانیفِ عالیہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ
شیخ تاج الدین گفتہ کہ حقیقت کعبہ فوق حقیقت انسانیست وحقیقت محمدیہ فوقِ
حقیقت کعبہ۔ شیخ تاج الدین بروز چہار شنبہ قبل از مغرب سیزدہم جمادی الاولی
سنہ ہزار وپنجاہ ویک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) برفتہ از دنیا۔ ونوزدہم روز پنجشنبہ در مکہ
معظمہ نزدیک حرم شریف درر باطے کہ خود ساختہ بود مدفون شد۔ یُزارُ ویتبرک
بہ۔ شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار درخواب مرا یاد کردند وبیعت نمودند۔ چون خواہش
طریقہ کردم۔ فرمودند کہ شما می دانید۔ وہم شیخ من گفتہ۔ درخواب دیدم کہ روے
مبارک خواجہ ابرار چون ماہِ شب چہاردہ دمیدہ است۔ درآن وقت القا شد کہ
دعاء چنین باید کرد۔ الٰہی بحرمت آن خاک کہ خواجہ حسام الدین احمد برآن خاک
قدم نہاد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ روزے از وے پرسیدم کہ بعضے از مردم اہل این راہ
می گویند کہ سلوک ایشان تمام شدہ است۔ وحال آنکہ آن مردم را عبورے بدین
نیامدہ چون (است) این معنی؟ وے گفت۔ مراتبِ فنا بسیار است۔ بر بعضے از
مراتب آنہارا مستحق ساختہ باشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ از خواجہ ابرار پرسیدم کہ

محبت افضل است یا معرفت؟ گفت محبت افضل است کہ حق سبحانہ تعالیٰ محمد را صلی اللہ علیہ وسلم حبیب خود گفت۔ وہم شیخ من گفتہ۔ کہ روزے از وے پرسیدم کہ از اصحاب ہیچ کس بر نسبت باطنی خواجہ بیرنگ مطلع بودہ و متحقق بآن نسبت گشتہ؟ گفت گاہے از من یا از شیخ تاج الدین از احوال کہ از موصوف خواجہ بیرنگ می رفتے می پرسیدند۔ ناچیز می گفتم۔ آنچہ در باطن قلب مدفون بود غیر خدا کسے بروے اطلاع ندارد۔ بارہا خواجہ بیرنگ می فرمودند کہ بود در ہر سلسلہ کہ باشد از ما فیضے لائقہ می رسد وہم ایشان فرمودند کہ قطب وقت را نیز از ما فیضے می رسد۔ وہم مشائخ سلاسل مختلفہ نسبتہائے خود بخواجہ بیرنگ رسانیدند و ایشان باین رعایت بہ طریق باقصی الوجود می کردند۔ وہم شیخ من گفتہ۔ در وقت وصالِ خواجہ بیرنگ خوجہ ابرار در آن وقت دیگر جا حاضر بودہ است (بحالت استغراق) خداوند یاد وے در آن وقت بچہ خصوصیات (معمہ) فرمودہ باشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ در آن وقت وصال دست خود را بروے خواجہ ابرار فرود آوردہ و دستِ وے را بدست خود چنگ گرفتہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ مرتضیٰ سنبھلی گفتہ۔ کہ روزے ہمراہ خواجہ ابرار از آشیانہ شریفہ خواجہ بیرنگ بقعہ می آمدم۔ سخن اندر توحید افتاد از وے توقفے کردن عیب نمود۔

پس از آن زمان بزمانے سرگیفیتِ ازین معرفت از (باطن) وے بر من منعکس شد۔ در حیرت افتادم آن چہ بود و این چیست؟ وے بجانب من نگاہے کرد و تبسمے فرمود۔ از وے این فہم کردم کہ بحسب ظاہر آن چنان باید بود و بحسب باطن این

چنین۔ این ہمانست کہ در کتاب ''رشحات[1]'' می آرد کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمودند
کہ روزے بشیخ بہاء الدین عمر در آمدم چنانچہ عادتِ ایشان بود پرسیدند کہ در شہر چہ
چیز است گفتم ''دو چیز'' فرمودند کدام است۔ گفتم شیخ زین الدین و اصحاب ایشان
می گویند کہ ''ہمہ از وست'' و سید قاسم و اَتباعِ ایشان می گویند کہ ''ہمہ اوست'' شما چہ
می گوئید؟ شیخ فرمودند کہ شیخ زین الدین و اصحابِ ایشان راست می گویند و
در ایستادند تا دلیل گفتند بتقویت قول شیخ زین الدین۔ چون گوش در داشتم ہمہ
دلائل ایشان مقوی سخن سید قاسم و اتباعِ ایشان بود۔ گفتم این دلیل بارے تقویتِ
سید قسمیان می کند۔ شیخ تجدید بدلیل قوی تر زبان بکشادند ہم در تقویتِ قول سید
قاسم و اَتباعِ ایشان۔ درین محل بخاطرِ من افتاد کہ بحسبِ باطن معتقدِ قول سید
قاسمیان باید بود امّا بحسب ظاہر خود را بر اعتقاد شیخ زین الدینیان فرا می باید نمود۔
انتہیٰ۔ و ہم شیخ من گفتہ۔ ''الحمد اللہ و المنّت'' این بندہ ہر چہ دارد از ایمان و
حصہ از علم و طریقۂ نیاز مندی بدرویشان بطفیل عنایت خواجہ ابرار دارد۔ بندہ
رسالہ ''قدسیہ بہائیہ'' بر آن حضرت قرآت کردہ و اجازتِ ختم معروف خواجگان از
وے دارد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وقتے از وے پرسیدند کہ فلان جوان را بدختر فلان
میخواہند کہ نکاح کنند، رضا ہست؟ وے گفت آن جوان فن سباحت نمی داند، ازین

---

[1] رشحات عین الحیات رصفی الدین علی متخلص بہ صفی ابن حسین بن علی کاشفی بیہقی۔ رشحات در احوال سخنان خواجہ عبید اللہ احرار (م ۸۹۵ھ/ ۱۴۹۰ میلادی) و مناقب بزرگان سلسلہ نقشبندیہ در سال ۹۰۹ ہجری/ ۱۵۰۳ میلادی نگاشتہ است۔ صفی الدین صفی در سال ۹۲۶ھ/ ۱۵۲۰ میلادی وفات یافت۔

حرف سائلان بشگفت آمدند و بار دیگر ہم از وے ہمان سوال کردند و ہمان جواب شنیدند۔ آخر نافہمیدہ عقد بستہ شد۔ چندے (روز) نہ برآمد کہ آن جوان برائے غسل روزے بدریا چون رفت و غوطہ خورد و در آب برفت۔ چون عمر خواجہ ابرار شصت و شش رسید گویند۔ روزے بخواجہ سراج الدین محمد پسر خود گفت۔ وقتے کہ پدر من از دنیا برفتہ بود، پانزدہ سالہ بودم و امروز تو ہم پانزدہ سالہ (است) اتفاقاً ہمدر آن ایام در اکبرآباد بیمار شد۔ روزے کہ طاقتِ[1] وے برسیدہ بود مولود خوانان را اشارہ نمود و در حضورش ندوحسن دا ایما فرمودہ کہ این غزل را بخوانید و خواندند۔

این است غزل

اے دلِ من صیدِ دامِ زلف تو   دامِ دلہا گشتہ نامِ زلفِ تو
زلف تو بالائے مہ دارد مقام   پس بلند آمد مقامِ زلفِ تو
لائق رخسارِ گلرنگ تو نیست   جز نقاب مشک فامِ زلفِ تو
وادہ تشریف غلامی بندہ را   زلف تو اے من غلامِ زلفِ تو
رم کند از دام مرغان، وین عجب   جانِ بے آرام، رامِ زلفِ تو
بندشد در زلف تو دلہا تمام   دام و بند آمد تمام زلفِ تو

صبح اقبال است طالع، ہر نفس
بندہ جامی را زشامِ زلف تو

---

[1] این عبارت در نسخہ ندوہ بدین طریق است "بر بستر علالت افتادہ، شارہ بخواندن غزل جامی کرد" و خواندہ شدہ۔

وہم در آن وقت یکے از خلفاء وے قاضی افضل کہ فاضل است، این بیت خواندہ است

دل آرامے کہ داری دل درو بند　　دِگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

از شنیدن این بیت وحشتے در پیشانی وے ظاہر شد۔ درین اثنا محمد دوست گفت۔ پنجاہ وشصت سال است کہ ایشان چشم از عالم بردوختہ اند۔ ازین سخن بشارۂ چشم نعم گفت وانشراح در چہرۂ وے نیک پدید گشت۔ دوم روز برفت از دنیا در غرہ ماہ صفر از سال ہزار وچہل ودو (۱۰۴۲ھ/۱۶۳۳م) ونعش او را پس از مدتے بدہلی آوردہ و بجوار قبر خواجہ بیرنگ مدفون ساختند۔

"شیخ جنید" (۹۷۷ھ) تاریخ ولادتِ وے گفتہ اند۔ تاریخ وفاتِ وے من گفتم کہ "شیخ جنید ما کجا" واین قطعہ نیز گفتم۔ قطعہ

سال ولادتِ بزرگ خواجہ حسام دین وحق　　شیخ جنید گفتہ اند بر حسب کمال او
روز وصال او بُدہ شنبہ غُرۂ صفر　　"شیخ جنید ما کجا" گفت کمال سال او

در اوایل ہا کہ من خواجہ ابرار را دریافتم لطف وعنایتے فرمود واز احوال من پرسید۔ شیخ ابا بکر (سنبھلی) کہ ذکر وے خواہد آمد گفت۔ لشکریست وچنیں وچنان۔ وے از روے کرہ (خاطر) گفت۔ "لشکری"؟ این گفتن وے گویا تیرے بود[1] کہ در دل من زد۔ وآن تیر غیر از روز ترک از دلم نہ بر آمد۔ روزے من بصحبت شیخ خود بودم۔ وے در آمد ونشست واز شیخ من مرا پرسید کہ این جوان کیست؟ شیخ من

---

[1] در نسخہ "سہ" است

گفت یکے از نیازمندانِ فقیر ست غریب و نامراد۔ من از غایتِ ادب سر بگر یبان فرو بردہ بودم۔ وے تیز تیز در من می دید و بذوق تمام این بیت بر من بخواند۔ من از وے بیاد گرفتم

خاک شو خاک تا بروید گُل کہ بجز خاک نیست مظہر کل

شنیدنِ آن رسید انچہ بردل رسید۔ امید بسیار قوی بہم رسانید۔ شیخ من در ایام شباب بر بعضے از مواضع ''تفسیر بیضاوی'' شرح نوشتہ بود با حقائقِ و دقائق نیک۔ و بخواجہ ابرار بُردہ چون وے خواندہ خوشوقت گشتہ و آفرین با کرد و شکر خداوند سبحانہ بجا آوردہ گفت۔ خواجم این عطائیست محض از عطا ہاے الٰہی لیکن مصلحت آنست کہ روز کے چند این سخنان را با خود دارید و بکس نہ نمائید تا از شرّ اعین عزیزانِ ناانصاف این روزگار فراغے حاصل شود۔ در بیان شرّ العین است این کریمہ ''وَقَالَ یٰبُنَیَّ لا تد خلوا من باب واحد و اد خلو من ابواب متفرّقہ''۔ روزے پیش وے سخن اندر تصوف می رفت۔ وے بہ نسبت شیخ من گفت کہ حل این حقائق و دقائق بر وجہ اتم از وے می توان کرد کہ این علم غریب صوفیہ محققین باسر بانصیب وے گشتہ و امروز درین عرصہ جز وے پیدا نیست۔ وہم روزے پیش وے سخن در ذات بحث می رفت۔ شیخ من گفت بوے کہ از ذات بحت است یافت او واقع است اما دریافت آن ممکن نیست۔ وے بسیار محظوظ شد۔ درین اثناء عزیزے آمد درین مقولہ چیزے گفتن گرفت۔ وے گفت۔ باش باش، انچہ باید گفت خواجہ بر گفت، وآنچہ ہست خواجہ نیک می داند، و

بس۔ شیخ من گفت کہ شیخ نعمت اللہ شیخی گفتہ کہ من بعد از وفات خواجہ ابرار را بخواب دیدم کہ انچہ از بدنِ وے ظاہر است ہمین عبارات[1] ہاے قرآنِ مجید طاہر است کہ بمرقد او بمشک نوشتہ اند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار گفتہ کہ وقتے کہ من باجمیر بودہ ام خیمہ زدہ بزمینے نشیب۔ شبے مردے بزرگ نورانی از بلا گڑھ بزمینے کہ دران جا مرقد سید حسین "جنگ سوز" است وشہداے کبار بسیار آسودہ اند وقضیۂ شان معروف ومشہور است۔ مرا اشارہ کندومی گوید کہ بالاے این مقام برائی من آن خیمہ راویران ساختہ بفور برآن گڑھ رفتہ ام وخیمہ برپا نمودہ۔ اتفاقاً ہمدرآن شب بارانِ سخت درگرفتہ واکثر اشیاءِ متاع مردمان کہ درآن نشیب بودہ اند سیل درربودہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وقتے شخصے نسبت چاہ فیروزی بوے خرخشہ داشتہ کہ نصف چاہ از آن من است ونصف ازآنِ تو۔ وے تحمل می کرد وآخر گفتہ۔ ببینم تا چہ شود۔ اتفاقاً ہم درآن ایام آن چاہ درہم افتادہ است تا وے باتفاقِ شیخ زادہ ہاے خود از سرنو برآراستہ است واز خرخشۂ کسان فارغ شدہ۔

شیخ الہداد

از اعاظم اصحابِ خواجہ بیرنگ۔ در تہذیب اخلاق وتصوف باطن ودوام حضور رسوخِ تمام داشت۔ صفاے وے بجاے رسیدہ بود کہ پیوستہ باارواح مشائخ ربط می داشت وباندک توجہ ہرچہ کہ می خواست تحقیق می کرد ودر استخارہ نیز روشے

---

[1] در نسخہ "استخوان ہا"

خاص می داشت کہ در لمحہ رضا و عدم رضا معلوم وے می شد و در جمیع جزئیات کارہائے
طریق استخارہ مرعی می داشت۔ شیخ من گفتہ کہ وے را بخوارق نتوان ستود بلکہ
خوارق را مزیتے از التفات خاطر وے (است) وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار گفتے
کہ من اوایل وے را در غایت صلاح وسلامت و تہذیب صفات و
استقامت (وقتے) کہ می دیدم می گفتم کہ کمالِ اولیای ہمین است۔ پس از آن
وے در صحبت خواجہ بیرنگ بس بالاتر از آن فرا رفت۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ خوجہ بیرنگ
بہ نسبت وے می گفتند کہ از غایتِ لطافت، وے فرشتہ است۔ خواجہ ابرار تقریباً
بپادشاہ صاحب قرآن ثانی در صفت وے گفتہ کہ وے اگرچہ درین عالم است لقا
ازین عالم نیست از عالم دیگر است۔ پس از آن شیخ من بہ نسبت وے گفتہ کہ وے
سراپا نور بودہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے بزیارت قبر خوجہ
بیرنگ رفتم۔ ایشان از قبر بر آمدند بگفتند بسم اللہ۔ شیخ من گفتہ کہ بقاے
انسانیت (بہ) بقاے حقیقت[1] است واستغراق در وحدت کبریٰ۔ وہم شیخ من گفتہ
کہ من روزے پیش وے نشستہ بودم واز دل وے ذکر اللہ اللہ بگوشِ سر نیک می
شنودم۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ از بس لطافت وصفائی حال وے جمع کثیر را
بحضور خود می طلبیدند و پرسیدنِ احوال حوالے بوے بود۔ وے تحقیق کردہ بعرضِ
ایشان می رسانید و صاحب حلقۂ وے بود۔ وہم گفتہ کہ وے گفتہ کہ یکے یارانِ
خواجہ بیرنگ را دو سہ روز حال این چنین نہج بود کہ در آئینہ صور عالم بصورت آئینہ

---

[1] در نسخہ "حقیقی"

کہ خبرنہان با خودمی دارند بس عظیم مشہود می شد و روز مرہ آئینۂ صورت حضرت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم می دید و دراو صوراصحاب کبار و دیگر بزرگان علی الترتیب و در خلفِ صوتِ حضرت خاتمیت صورت خواجہ بیرنگ (می دید)۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بے رنگ آخر بانفس نفیس خودکم متوجہ می شدند حوالہ ارشاد بخلفاء می نمودند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ۔ دران ایام خواجہ بیرنگ یکے را نزد خود طلبیدہ فرمودند، میانِ دو ابروے ما نظر کن۔ بمجرد نظر کردن ذکر نفی و اثبات بدلِ او ظہور نمود و کیفیت غریب رونداد۔ وہمانا این ذکر انعکاسی بود و خواجہ بیرنگ درآن وقت بزبان ذکر نہ کردہ باشند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ می گفتند کہ شیخ الہداد از جلال کشی صاحب رسالہ قدسیہ علوم این حالہ کشف کردہ بود اما تحقیق حال نہ فرمودہ بود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بعضے آدمیان در حلقۂ ذکر خواجہ بیرنگ در آمدہ می نشستند (ہم) بہرہ می گرفتند و آنچہ را غیر از یشان کم کسے می دیدہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ مدت توجہ خواجہ بیرنگ از صبا ہمگی دو سال بودہ است۔ وہم شیخ من گفتہ۔ کہ یکے از مشائخ شہر بہ خواجہ بیرنگ محبتِ تمام داشت و مورد تصرفات غریبہ گشتہ بود، عادت داشت کہ پیش از دیدن ماہِ نو کسے را کہ یک ماہ او دیدن روے او بعد آوردن ماہ نو مبارک بودے پیدا کردے، بعد از آن نظر بماہ انداختے۔ شبِ ماہی بود باتفاق نظر بر ماہ افتادہ است بے آنکہ آن چنان کسے حاضر بودہ باشد مضطرب شد و خواستہ چشم بپوشد ناگاہ صورت مبارک خواجہ بیرنگ را در ہوا مشاہدہ کردہ و ازین دغدغہ برآمدہ۔ وہم وے خواجہ بیرنگ را در عرس شیخ نفیس الدین

چراغ دہلوی در زمانے کہ آن حضرت باکبر آباد تشریف بردہ بودند بصورت شاہبازے درکمال بزرگی دیدہ کہ در تمام مجلس بال کشودہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ از بعضے اصحاب شنیدہ شد کہ روزے خواجہ بیرنگ برچارپایہ (استراحت می کردند و چادر) بردرند چون مدت مدید گذشتہ چادر برخاستہ شد جز چارپایہ چیزے نبود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ عزیزے بود از موالی شہر بسنِ پنجاہ سالگی رسیدہ و درین مدت ہرگز بکارے کہ درمیان مردوزن می باشد آشنا نشد و درین سن بامر شیخ خود دخترے در نکاح آورد۔ ہرچند علاج کرد وادویہ باہ خورد فتح نمی شد قریب یکسال گذشت وادویہ مشروع ونامشروع باوجود نہایت تورع بکار بردہ فائدہ ظاہر نشد از غایتِ حیا قرار برفرار داد۔ روزے این سخن کسے بسمعِ شریف خواجہ بیرنگ رسانید کہ وے از شرم می خواہد کہ از شہر آوارہ شود۔ ایشان را برحالِ وے رحم آمد فرمودند بیچارہ بچہ محنت گرفتار شد۔ روزے ایشان سوارہ براہے می گذشت ناگاہ آن مرددو چار شد۔ چون عام بود بقصد تعظیم از مرکب فرود آمدند۔ وے با نیازمندی بسیار دست بپاے مبارک دراز کرد۔ در کنارش گرفتند دوسہ نوبت سینہ بر سینہ وے نہادہ پیچیدن کردند و آہستہ بگوشش فرمود کہ امشب ہردو شما برہنہ شدہ بخواب روید۔ وے گوید کہ ہمہ لحظہ در خود قوتے مشاہدہ کردم و باہل خانہ بہ صد حیا وخجالت گفتم کہ بزرگے چنین فرمودہ است۔ بتبسمی واستہزا این مقولہ گفت۔ مصرع

آن ہم اندر عاشقی بالاے غم ہاے دگر

بجرد امتثال امر خواجہ بیرنگ فتح شد و قوتے یافتم کہ تامدت کم نشد۔ وہم شیخ من

گفتہ کہ در سال ہزار و پنجاہ و یک کہ سالِ فوتِ شیخ الہداد است پیش از فوت بدو ماہ
ایں بندہ را طلبیدہ لطفہائے تمام نمودند فرمودند کہ انچہ از خواجہ بیرنگ بما رسیدہ بتو
گذرانیدیم وہم چنین از الطاف غوث الاعظم[1] ومشائخ چشتیہ بما دارند بتو گذرانیدیم
رضی اللہ عنہم اجمعین۔ این فقیر تواضع نمود وعنایت ایشان را بجان قبول داشت۔
این فقیر الطاف شیخی ومولای شیخ احمد (سرہندی) وعنایت ومہربانیہائے ایشان را
یکے دانستہ امیدواری ہابرائے خود وبرائے دوستان خود پیدا کرد۔ وآن کاغذ اجازت
نامہ را نجاتِ خود یقین می کند۔ وآنچہ مہربانی ہائے محبوب الکبار خواجہ حسام الدین احمد
برخود گمان می کند وامید ہائے کہ از انجا بہم رسانیدہ اند، امیدواریست الحمد للہ ثم
الحمدللہ۔ کہ چون عنایات این چنیں بزرگان شامل حال خود می یابم امیدوارم کہ
مدت نیم چشم زدنے جہنم ندیدہ باشم ورحمت کردہ شدم۔ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ
الہداد گفتہ کہ مرا اشارت بخواندن سورہ یسین شد بعددے معین وآن عدد گشت و
تعین مواضع اجابت نمودہ ومرا اجازت خواندن آن دادو بشارتے عظمے برزبان
وے رفت وگفت نتوانستیم، تو بخوان۔ واین حضرت نوح (علیہ السلام) را در خواب
دید فرمودہ قطب نوحی ہمین است۔ ہمانا کہ از آن مقام نصیبے داشتہ واز روحانیت
اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم استفادہ داشت ومی گفت اوّل مرا خواجہ خضر
تلقین نمودند۔ شیخ الہداد خواجہ خرد را اجازت دادہ اند۔ اجازت نامہ این است۔

---

[1] اسم مبارک عبدالقادر کنیت ابو محمد است۔ نسب علوی الحسینیست۔ ولادت ۴۷۱ھ
۱۰۷۸ میلادی۔ وفات ۵۶۱ھ/۱۱۶۵ میلادی

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی خیر خلقہ
محمد و الہ و اصحابہ اجمعین ۔ اما بعد! معلوم ہمہ
اخوانِ طریقت باد کہ باشارت غیبی و اذن بزرگان قدس اللہ
اسرارہم انچہ از حضرت پیر دستگیر قطب عرفان و عاشقان حضرت
خواجہ محمد باقی قدس اللہ سرہ بفقیر امداد درین راہ رسیدہ بود بفرزند
عزیز خواجہ محمد عبداللہ رابخشید و گذرانید وایشان را خلیفہ خود ساخت
و وصیت نمود کہ بعد از من ہمہ مردم کہ بمن رجوع طریقہ دارند (بآن
عزیز رجوع نمایند) واجازت دادہ آن فرزند عزیز را کہ ہر طالب حق را
کہ طلب بیعت مجددیہ و تعلیم طریقہ نقشبندیہ نزد رسد قبول نمایند و
شجرہ ایشان (سلسلہ) بدہند و نیز الطافے کہ از حضرت غوث
الاعظم رضی اللہ عنہ باین فقیر است بآن فرزند عزیز گذرانیدہ و ہم
چنین الطافے و عنایتے کہ حضرات چشتیہ دارند بآن فرزند گذرانید
و وصیت نمود آن فرزند عزیز را کہ بر ہر طالبے بعد از من بفرزندان
من و بر کسانے کہ تعلق قرابتے دارند لطف و محبت و رعایت و خدمت
بر قدر قدرت و امکان مرعی دارند و از خدای خواہم کہ آن فرزند
عزیز را بر احکام شریعت و آداب طریقت و نور حقیقت استقامت
دہد بحرمت النبی وآلہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

تاریخ دوازدہم شہر شعبان المعظم تحریر یافت"

وہم شیخ من گفتہ کہ وے شبے در نماز تراویح از مولود خوانے کہ بعد ہر تسبیح بخواندہ اند این شعر شنیدہ است

جذبۂ عشق رخش بُرد ز خود چو مَی را بادہ آسود درین خواب گران تادم شور

بتواجد برخاستہ است و گشتبازدہ۔ خواجہ ابرار و دیگر بزرگان بتعظیم برخاستہ اند و کیفیت حالِ وے در ہمہ حاضران سرایت کرد۔ شیخ عبدالحق دہلوی نوشتہ کہ خواجہ بیرنگ می فرمودید کہ میاں الہداد ما در توجہ و حضور آب روان اند کہ ایستادگی ندارد۔ واز ہمہ یاران درین صفت منفرد و مختار اند۔ وفات وے بست و سوم ماہ شعبان است از سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ ۲۰ رنوامبر ۱۶۴۱م) و قبر وے بر صفہ خواجہ بیرنگ است و تاریخ وصال وے "شیخ من شیخ فنی" گفتہ است من ہم در سنبھل گفتہ ام بتوارد۔ قطعہ این است

جنیدِ وقت طیفورِ زمانی فرید سر قطب الدین ثانی

جناب شیخ الہ داد را بود بہ یمنِ ہدایت میزبانی

مہ شعبان روز بست و سوئم شد از دنیا بملک جاودانی

دریغ ہیچ کس از رفتنِ او بجز رضوان نکردہ شادمانی

چو پرسیدم ز دل تاریخ فوتش دلم از غیب گفتہ "شیخ فنی"

۱۰۵۱ھ

وقتے خواجہ ابرار راہوائے سفر متمنہ خاستہ است و برائے استخارہ این عزیمت بوے گفتہ۔ وے را در واقعہ این آیت خاطر گشتہ "وجعلنا من بین ایدیھم سدا و

من خلفھم سدا " وکیفیت را بخواجہ ابرار گفت۔ خواجہ ابرار تا با کبر آباد رسیدہ ودو سال آنجا گذرانیدہ ودرین مدت ہر چند قصد سفر کردہ امّا میسّر نیامدہ۔ شیخ حسین سنبھلی گوید کہ محمد صادق۔ وذکر ہر دو خواہد آمد۔ مدتہا آرزوے فرزند در سر داشتہ بمن گفتہ کہ درین معنی بوے التماس نمای۔ من در وقتِ نیک بوے ملتجی شدم۔ وے بعد از زمانے سر را فرا گوش من آورد وگفت با محمد صادق بگو کہ اگر در تقدیر است خواہد شد۔ وزیادہ ازین ہیچ مگو، چہ بر من چنان ظاہر شد کہ ہیچ فرزندے نصیبِ او نیست۔ بآخر چنان شد کہ ہیچ بچہ او بجہان نیامد واو از جہان برفت۔ گویند وے سحرے از خانہ برآمد وخواست کہ دو رکعت بگذارد قدم بر صف نہاد و جدا شد وبخادم گفت نیک نگاہ کن آلائشی کہ بصف رسیدہ است پاک گردان۔ تفحص کرد وگفت کہ ہیچ نیست۔ چون موکد شد نگاہ کرد ودید کہ۔ کیکے زیر صف رسیدہ است زود دور کرد تا وے بر آن صف آمد ونماز گذارد۔ چون در اوایل بخوا جہ گاہے اہل خود را بلفظ دیوانی یاد می فرمودہ اند آخر با آن بی بی را نوعے از جنون ہم رسیدہ است۔ چنانچہ بسبب این (مرض) درشتی ہاے سخت می نمود۔ وے تحمل آن نیجے می نمود وسلامتی ومہربانی پیش می آورد کہ جز اہل کمال را میسّر نبود۔ چون آن بی بی از دنیا رفت در سال ہزار وشصت وسہ (۱۰۶۳ھ/۱۶۵۳م) من پیش شیخ خود بودم برگو این مصرعے تاریخ گفتم "فانیہ رفتہ زین جہان بجنان"۔

ہم گنان پسندید۔ ۱۰۶۳ھ

۱۔ در نسخہ "رفت" سہو کاتب است۔

خواجہ عبید اللہ

معروف بخواجہ کلان۔ وے برادرِ شیخِ من است۔ صحبت داشتہ بخواجہ حسام الدین احمد۔ عالم است بعلوم ظاہری و علوم باطنی۔ اخلاق سخت نیک دارد و فضائل وکمالاتِ او بیش از حوصلہ بیان اند۔ تصانیف عالیہ از قلمِ وے ظاہر شدہ۔ بس باقیمت وندرت۔ از جملہ مصنفاتِ وے یکے ''طبقاتِ حسامی'' است و بنامِ شیخ خود نوشتہ و در اندک مدّتے بانصرام رسانید۔ بسا اسرار و حقائق و بیان احوال مشائخ سلاسل مختلفہ بہ بسط تمام اندر آن ایراد یافتہ۔ اگر احوال مشائخ جملہ سلاسل راجدا جدا سازند چند مجلّہ کتاب بظہور می آید و اہل ہر سلسلہ را آن کافیست بتفصیلے تمام۔ روزے وے مرا بحضورِ خود طلبیدہ و از راہِ لطف و کرم آن کتاب رانمود۔ از بزرگی وکلانی او عقل و فہم حیران می شود و من بسیار محظوظ شدم و وے ہمیشہ بزاویۂ ہمت و استقامت و معاملت قدم راسخ دارد۔ صفت کرم و جود ذاتی ویست وطریق غربت وشکستگی طریقۂ اصلی وے۔ شیخ من گفتہ کہ در زمان وصال خواجہ بیرنگ وے دو سالہ بود و چہار ماہہ۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ محمد ہاشم سنبھلی گفتہ کہ خواجہ بیرنگ می فرمودند کہ از ما چیزے بوے رسیدہ است و اشارت بخواجہ کلان می کردند۔ وفاتِ خواجہ[1] بیرنگ بست و پنجم ماہ جمادی الآخر است از سال ہزار و دوازدہ

---

[1] محمد رضی الدین ابن عبد السلام بدخشی حضرت خواجہ محمد باقی باللہ معروف بہ خواجہ بیرنگ (بے رنگ) ولادت ۵/ذی الحجہ ۹۷۱ھ/ ۱۵ جولائی ۱۵۶۴ء در کابل۔ وفات ۲۵/ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ ۳۰ دسامبر ۱۶۰۳ء در دہلی۔

(۲۵ رجمادی الآخر ۱۰۱۲ھ)۔ وہم شیخ من گفتہ خواجہ بیرنگ را باوجود بیماری باے مزمنہ دیرینہ کہ نظر بظاہر صحیح می نمودند تپے نیز لاحق شد۔ در مرض اخیر بودند ہمدرآن مرض می فرمودند کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ بخواب آمدند و عنایات بسیار فرمودند و در آخر امر کردند کہ پیراہن بپوشید۔ این واقعہ را فرمودہ تبسم کردند و گفتند اگر زندہ ماندیم ہم چنین کنیم والا کفن ہم پیراہنے است۔ وہم درآن بیماری روزے بشیخ عبدالحق دہوی فرمودند کہ شب گذشتہ اضلاع[1] بدن بغایت برہم زدہ شد و حالت نزع بظہور رسیدہ۔ تا نیم شب این چنین بود آخر آرام شد۔ اگر مردن عبارت از لذت چہ نعمتے بودہ است کہ از آن برآمدن خوش نمی آید۔ بعد اتمام "اسراریہ" خواجہ کلان بآرام و جمعیت برفتہ از دنیا در سیزدہم جمادی الثانی از سال ہزار و ہفتاد و سہ (۱۸ رجمادی الثانی ۱۰۷۳ھ/ ۱۸ رجنوری ۱۶۶۴م) و قبر وے در جوار قبر خواجہ ابرار خواجہ حسام الدین احمد شیخ اوست قدس سرہم۔ چون شیخ من در سال مذکور بسنبھل تشریف آوردہ یکماہ و یکروز بفقیر خانہ گزارندہ بود۔ بعد از مراجعت بدہلی در خانہ شیخ منور بن شیخ عنایت اللہ کہ جوانیست با صلاح و غریب و از نبیرۂ شیخ الہداد قدس سرہٗ است روز شنبہ نزول کردہ و درآن شب از کجی زینہ پاے وے را آسیبے سخت رسید و ہمان شب خواجہ کلان اندر دہلی برفت از دنیا بدین تقریب مرا در نامہ این عبارت نوشتہ کہ "سبحان اللہ، ہم پاے مرا شکستند وہم بازوے مرا"۔

---

[1] در نسخہ "اوضاع"

من تاریخ وے این گفتم۔ قطعہ

چون رفت خواجہ عبداللہ[1] از سرائے فنا کدام دیدہ ز مژگان کہ دُرِّ اشک نسفت

ہزار جان ز فراقش چو گل گریبان چاک ہزار دل ز جدائیش ہمچو زلف آشفت

کمالؔ از پئے سال وصال آن خواجہ چون فکر کرد "بشد خواجۂ کلان" بر گفت

۱۰۷۳ھ

خواجہ حجت اللہ

وے پسرِ شیخ من است۔ ولادت (در) سلخ ربیع الاول از سال ہزار و چہل (۱۰۴۰ھ ۱۴ اکتوبر ۱۶۳۱م) وے دولت مادرزاد یافتہ۔ شیخ مرا با وے محبتے بود خاص۔ از وے از خردی باز آثار ہدایت و ولایت ظاہر و پیدا بود۔ و طریق صدق و سلامت آن قدر از وے بظہور آمدہ کم کسے را بدان معرفت و خوبی درین جزو زمان دیدہ و شنیدہ بود۔ وے بلعب و بازیہا کہ مقتضائے کودکیست کم متوجہ بودے و معنی عصمت را دریافتہ شدہ۔ پیوستہ بعلوم دینیہ و شغل باطنی اشتغال داشت۔ چون بعمر یازدہ رسید در آن مدت شیخ من بسنبھل آمدہ۔ درین جا وے را چنان نمودند کہ زود بیاید بدیدار آن پسر شوید۔ و در رسیدہ خود بیمار گشت و بعد از مدتے آن پسر ہم بیمار شدہ و پس از سہ روز برفت از دنیا روز جمعہ دوازدہم ماہ جمادی الاولیٰ

[1] از روے وزن شعری این جا نام وشان "عبید اللہ" می باید۔

نوٹ: گمان غالب این است کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ برائے تحصیل برکت شیخ خود بخواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نام نخستین فرزند خود "عبید اللہ" گذاشتہ باشند۔

از سال ہزار و پنجاہ (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) شیخ مرا از غایت اندوہ وصبر اندران حال بیماریہا برافزود وضعف دل بنہایت رسید واین حال تا پنج سال کشید و در جدائی آن پسر اشعار گفتہ اند از آن جملہ است این یک غزل و یک قطعہ

بیگانہ گشت حیف ز ما آشنائے ما — نتوان بصبر داد قضائے جدائے ما

گر وصل و گر فراق گہے ناز و گہ نیاز — عدلست ہر چہ می کند آن بت بجائے ما

رفت آنکہ بود روشنی چشم و دل بدو — خالی گذاشت خانہ ما کدخدائے ما

عہد ظہور در نظر عشق یکدم است — این ابتدائے ماست یکے انتہائے ما

حجت برفت معتکفِ کوئے دوست شد — اے وائے ما ز دوری او وائے وائے ما

قطعہ

پدرم در چہل برفت و مرا — در چہل رفت چون پدر پسرے

پسرے مہربان من کہ چو او — در جہان نیست مہربان پدرے

رفت و از رفتنش چنان گشتم — ....

شیخ من گفتہ کہ از شیخ الہداد شنودم کہ گفت درآن ایام کہ خواجہ حجت اللہ بیمار بود، دیدم کہ حضرت خواجہ بزرگ[1] (بیرنگ) را بوے عنایت بسیار است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ پس از رفتن وے دختر نامزد کردۂ وے را خواستند کہ بخواجہ غلام بہاء الدین برادر خرد وے نسبت کنند۔ عزیزے وے را بخواب دید۔ وے گفت آن دختر کہ را می خواہند

---

[1] درین جا از "خواجہ بزرگ" مراد ست حضرت خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگ

بدیگرے نامزد کنند۔ ولے، گفت من آن را بنکاح خود در می آرم، در آن نزدیکیِ (وفاتِ) پسر ما، آن دختر ہم بیمار شد و برفت از دنیا۔ و قبر آن ہر دو نزدیک بقبر خواجہ بیرنگ است۔ بالائے صُفّہ مغرب رویہ۔ شیخ من پس از رفتن وے مجملے از احوالِ وے با سخنانِ معارف مقام صبر و رضا و نذر الہامی وغیرہ ذالک بمن نوشتہ و عقب این بیاید و من موافق آن چہل جمعہ جُمعے باتمام رسانیدم و آن مہم بانصرام رسیدہ و ہم در آن مدت من با رستم خان دکنی بقندھار شدم کہ لشکری بودم و غابر حمزہ سلطان زمیندار سیستان با جمعے کہ تعین کردند پنج فرسخ از قندھار آن طرف رفتہ بودیم و حالے پیش آمدہ بود کہ تا چہل پنجاہ فرسنگ ما بارا آب و دانہ و علف بایستے برداشت و چون بزمین سیستان رسیدہ اگر فوج رستم خان بند بدست آوردہ خواہد خود مدتے در جنگ و جدل باید بسر برد کہ پنج ہزار سوار ایرانی قزلباش بجنگ حمزہ آمدہ بودند و اگر بدست نیامد خرابی و رسوائی انواع در پیش بود۔ در ین اثناء عرسِ اوّل خواجہ حجۃ اللہ در رسید و من بوصیت شیخ خود طعامے مہیا کردم و بضیافت فقراء صلی اللہ علیہ وسلم را طلبیدم۔ بعد فراغ طعام جمیع حاضران دستِ دُعا برداشتند و فریاد بر آوردند۔ یا حجت اللہ تو ولی مادرزادی بحرمتِ آن نسبتے کہ با خداداری ما بارا ازین مہم خلاص گردان (یعنی بدعا متوجہ شو) ازین دعا ساعتے نگذشتہ بود و آن جماعت متفرق نشدہ کہ از حاکم قندھار بر طریق حکم بادشاہ صاحب قرانِ ثانی (بسلسلہ) منع آن مہم، مکتوبے در رسید و دیگر روز باز بقندھار آمدیم و روز سوم را صحبت باہم وطنان ہندستان نمودیم۔ اما وصیت شیخم بتقضیہ تقدیری کہ رفت اینست

کہ دو بندہ اگر چہ از رفتن او آزردہ خاطر و شکستہ دل شد کہ دشمن او خذلہم (اللہ)
ہمیشہ زبدخویہا روز افزون بحسب اقتضاء نفس چالاک کہ آدم را بعد ز تقدیم
عزت از قسمتِ ازلی باندک چیزے در ورطۂ غفلت انداختہ۔ در فکرہائے عجیب کہ
نہ مرضی خالق است ونہ مستحسن خلق می درآمد و آزار و ملال بے آرامی بود۔ ازین
واقعہ (تاحال) چندان خوشحال نشدہ باشد اما بکرم الٰہی باعتراف قصور از دوست
رضا بالقضیٰ از سعادت صبر بے بہرہ نماندہ و واقعہ را محض عدل دانستہ کہ ع

ہرچہ ساقی ما ریخت عین اعضانست

از اقسام جزع و فزع درین قسم مصیبت کہ از زمین تا آسمان در زیر بارِ غم آمدہ ام
بمحض فضلِ ربانی آنچ میسر شد۔ چون آن برادر را دوستِ حقیقیٔ خود بیقین تصور
کردہ شریک غم و ماتم خود می دانم ناکام بصبر بلکہ رضا کہ از استعداد آن عزیز وجود
متمنیٰ است، وصیت می کنم و میدوارم بلکہ پیش از وصیت ضرور ثواب بخشندہ باشند
اکنون می خواہم کہ اندکے از سرگذشت این واقعہ ذکر کنم و از احوال آن محبوب
روحانی خود کہ چندروزے دوری نامرادان از خود پسندیدہ است دوبارہ بنویسم۔
اے برادرا اے جان برابر پیش از آن کہ این بلا بمن حوالہ شود از اول محرم مرا بیمار
ساختند و بحسبِ بدآشنائی دادند۔ چنانچہ محرم و صفر و ربیع الاول تمام بشدت عجیب
گذشت و در ربیع الآخر اندکے تفاوتے یافتم چون جمادی الاولیٰ درآمد کہ ماہ وصال
آن محبوب جانیست نشتم این ماہ تپ محرقہ برمن غلبہ کرد و ہمہ اعضاء مرا کوفتند
شب دہم کہ شب چہارشنبہ بود اثر تپ در بدن مبارک او ظاہر شد و روز چہارشنبہ

غلبہ کرد چنانچہ تمام روز بے شعور بود۔ شب پنجشنبہ بدنبود و روز پنجشنبہ خود تمام روز
بسخن مشغول بود و از ہر طرف حرف می زد و خوش و خرم نشستہ بود چون شب جمعہ در
آمد حالت بطرز دیگر شد و حرفہائے عجیب بر زبانِ وے می رفت و زہیچ کس آشنا
نبود الا بمن ہر چہ من می گفتم یا می پرسیدم بجوابِ معقول می فرمود چنانچہ پرسیدم چہ
حال در آید؟ گفت شکر است۔ و گفتم شب بسیار گذشتہ است آسائش بکنید و
بخواب روید۔ گفت بسیار خوب و چنان ظاہر می شد کہ صورِ غیبیہ ظاہر شدہ اند۔ و
آنہا حرف می زدند و یکبار در آن بے شعوری آیۃ الکرسی تمام خواند و بدعاء دیگر کہ
وے را یاد دادہ بودیم نیز خواند۔ بعد از آن خاموش شد و اصلا حرف نمی زد تا آنکہ
یکپاس روز کما بیش بر آمد و تغیرِ عظیم ظاہر شد و در آن وقت زبان بکشود و بذکر اسم اللہ
اشتغال نمود و بہ جمعیت حق و رضوان او پیوست۔ بالجملہ چنانچہ صلاح آثار حافظ مہر
علی در خواب از بزرگے شنید کہ فرمود کہ وے ولیٔ مادر زاد بود و درجۂ شہادت
یافت۔ ہم چنان بود و راست گفتہ است و راست دیدہ است و چیزہا بیشتر نیز
دلالت بر شہادت دارد کہ لباس شہدا می گویند سبز است و رنگ از رنگہائے خوب
بہشت۔ و نیز بیقین معلوم فقیر شد کہ وے مظلوم رفتہ است و شب جمعہ کہ آن روز
او از عالم گذشت ازین باب حرفے بر زبان وے گذشت۔ اے برادر پیش از
تولد او بندہ خوابہا دیدہ بود کہ دلالت بر آن داشت کہ وے برگزیدۂ درگاہِ
خداوندی خواہد شد۔ و از روز تولد تا روز وصال کہ مدت یازدہ سال و چہل و دو روز
بودہ است چندان خوارق از وے دیدہ ام کہ چہ نویسم۔ و از آن بعضے در اوراق

ثبت کردہ ام ان شاء اللہ تعالیٰ وقتے بشما خواہم نمود یا فرستاد و در جناب کسے از ازین قسم چیزہا حکایت کردن حجاب می کشیدم و زشر العین[1] ملاحظہ می کردم آخر ہم چنان شد۔ شعر

قد کان ما اخاف یکون انا الی اللہ راجعون

و بعد از فوتِ ایشان بیک روز فقیرے گفت کہ ایشان را در خواب دیدم و یک تنہ قرضِ دو کس بر خود وا نمودند و نام آن دو کس تعین کردند و گفتند کہ برو بڑو بگو کہ ادا نمایند۔ چون تحقیق کردہ شد ہم چنان بود۔ فقیر خود تا پانزدہ، بست روز متصل وے را در خواب دیدم ہر روز بر روش خوب می دیدم کہ اکنون فرصت نوشتن آنہا نیست و بقالے در قلعہ ما دکانے دارد۔ وے اکثر از وے ہر چہ می خواست می خرید۔ وے را بعد از واقعہ وے بیماری تپ لاحق شد و شانزدہ روز تپ متصل داشت چنانچہ ہمہ اہل خانہ وے و آشنایان وے جزم بمردن وے کردند۔ شبے وے را در خواب می نماید کہ دست وے می گیرد و می فرماید کہ برخیز کہ صحت خواہی یافت۔ کہ نذیرا ہمان بیماری است۔ وے را ہو شے پیدا شد و تپ مفارقت کردہ روز سوم پیشِ بندہ آمد تمام قصہ حکایت کرد۔ ہم چنان خدمتگار، جانی نام کہ خدمت بندہ می کند بہ بیماری یکماہہ گرفتار شد آخر وے را در خواب دید و گفت کہ صحت خواہی یافت و بعد از دو سہ روز صحت شد و پیشِ بندہ آمد و بکارے کہ داشت مشغول شد غرض کہ از خوبی ہائے آن مرحوم نمی توانم نوشت این قدر بیقین معلوم شد کہ وے را قبول عظیم

---

۱ ۔ در نسخہ "بیمہ"

دردرگاہ ربوبیت بخشیدہ اندو بہر کارے کہ اورا وسیلہ کنند و نذرِ او بندند امید غالب است کہ آن کار شود این قدر باید کہ حسن ظن داشتہ باشند۔ فضائل مآبی خواجہ محمد صدیق بن خواجہ محمد صادق سوگند یاد کردہ فرمودند کہ شب عرس حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہٗ من ایشان را بچشم خود دیدم۔ اے برادر این حکایت از غرایب امور است۔ کہ دلالت ظاہر بر شہادت و ولایت او دارد۔ پیش از واقعہ وصال یکماہ بلکہ بیشتر آن قدر بنماز مقید شدہ بود کہ پنج وقت بمسجد می رفت و بجماعت نماز می کرد و در آن ایام اکثر از احوالِ آخرت و قبر، از فقیر می پرسید و تحقیق می کرد و عقاید ضروریہ اہل سنت و مسائلِ نماز را یاد گرفتہ بود۔ و روش عجیب در روے دیدہ می شد (کہ از وے) امیدواری ہاے قوی شدہ بودند آنچنان از روش اطفال بیگانہ شدہ بود کہ از شرح العین ملاحظہ بسیاری شود۔ و آن چنان کہ حافظ دیدہ بود امشب کہ شب سہ شنبہ بست و یکم رجب است در خواب دیدم۔ ہمہ دست را ایشان بہ بودو ہم جمع۔ یک شبے مادرش در خواب دیدہ کہ در خانہ آمدہ است۔ رفتہ و بوے چسپیدہ و می گوید۔ اے فرزند (تو) کجا بودی؟ و چہ گونہ آمدی؟ می فرماید کہ چون شما بسیار گریہ می کردند مرا فرستادند۔ بعد از آن گفتہ کہ آنجا چہ می کردی؟ فرمود اگر بگویم شما خواہید فہمید؟ گفت کہ من فکر فہم سخن ندارم۔ گفت فہم سخن دارید، اما فہم سخنان جاے کہ من در آن عالم ام ندارید۔ بالجملہ از حال آن برگزیدہ درگاہ خداوندی چہ نویسم کہ نہایتے ندارد۔ مصحف را آنچنان ضبط کردہ بود کہ از ہر جاے پرسیدند یک سطر دو سطر از بر می خواندہ می گفت کہ فلان سپارہ است۔ و ازین حالت کم سوادِ خالے را میسر باشد۔

وقواعد صرف را بعبارات یادگرفتہ بود امیدوار بودیم کہ در چار دہ پانزدہ سالگی فاضل شود۔ نصیب اعدا چنین بود چہ توان کرد بعد از واقعہ او بندہ آن قدر ضعف یافتہ شد کہ خوشنود شدہ کہ بوے الحق خواہم شد اما بخت، مساعدت نکرد حالا خیال می شود کہ چند روزے را گذارہ درین عالم بودہ تا نصیب چیست وفقیر قرار دادہ است کہ چون قوت رودے دہد عزم زیارت حرمین شریفین نماید تا خدا چہ خواستہ ست۔
ع عاشقے کہ از معشوقِ خود جدا شود چارۂ او غیر ازین چیست کہ سر بصحرا زند و کوہ غم خود را بہ بیابان برد۔ اے برادر چون وے را مخلص زادہ بلکہ برادر زادہ شما می دانم و خود را برادر شما از امید داری باہم التماس می کنم کہ بدعا و استغفار و توجہ مدد او کنند اگر تو نند ختم ”لا الـہ الا اللہ“ کہ ہفتاد ہزار بار است بروحانیت مقدسہ او بخوانند و بدیگران ہم فرمایند خاصہ بحافظ مہر علی کہ نسبت شاگردی بایشان داشت از جانب بندہ بگویند کہ این ختم بکنند ہر چند مکرر شود بہتر و ختم قرآن (ہم) اگر میسر شود بس غنیمت۔ و وصیت این بندہ بشما این است کہ روز وصال او کہ تاریخ دوازدہم ماہ جمادی الاولی است البتہ او را یادی کردہ باشند و بفرزندانِ خود نیز این وصیت بکنند وگویند کہ این تاریخ یاد دارند و ہر چہ ممکن باشد در آن روز بے تکلف بروحانیت او بخشند۔ معلوم شما است کہ در صدقات اموات را انتفاع است۔ چنانچہ در کتب عقائد نوشتہ است۔ چون بندہ او را بسیار دوست می دارد و شما را نیز با خود یکے می داند، این قسم گستاخی ہا می کند۔ وطریق نذر او این است۔ کہ اگر کسے مطلبے داشتہ باشد اوّل یک چیزے برخود لازم کند۔ بعد از حصول مطلب ادا کند و این نذر

بستن بروز جمعہ باشد کہ روز وصال است واز ہمین جمعہ ہر جمعہ طعامے کہ یک مسکین سیر شود پختہ بروحانیت او فاتحہ خواندہ مسکینے دہد کہ بخورد تا چہل جمعہ بکند ہر طعامے کہ باشد ومقدور بود اگر شیرینی باشد بہتر۔ روزہائے جمعہ مسکینے وفقیرے درماندہ اگر صالح باشد بہتر والّا ہر کہ باشد امّا مسلمان باشد می دادہ باشد امید واری چنان است کہ از چہل جمعہ نگذرد کہ مقصود حاصل شود۔ ان شاء اللہ سبحانہ بعد حصول مقصود ہر چہ نذر بستہ باشد ادا نماید۔ اگر ممکن باشد بمادر، یا برادر حقیقی او برساند والّا بہ فقیرِ صالح۔ این طریق نذر الہامی است کہ حق سبحانہ در دِل القا کردہ۔ امید قبولِ آن بسیار است حالامی خواہم کہ برخے از معارف کہ بمقامِ صبر بلکہ بمقامِ رضا بلکہ بمقامِ محبت تعلق دارد بنویسم۔

تذییل۔ بدانکہ صبر از مقاماتِ عشرہ سوئے است کہ طریقہ شطاریہ منحصر در آنست چنانچہ در رسالہ دہ اصل حضرت نجم الکبری مقرر شدہ است۔ و رضا نہایت مقامات است کہ مقام عاشر است۔ و معنی صبر باز داشتن نفس است در وقت ورود بلا از جزع و فزع وارتکاب امور نا ملایمہ و این معنی با کراہیتِ باطن والم دل جمع می شود۔ امّا رضا با کراہیت والم جمع نتواند شد چہ رضا بمعنی خوشنودیست وخوشنودی با کراہیت اصلا جمع نشود و رضا اصلا متحقق نشود تا بمقام محبت نرسیدہ باشد۔ چہ محبت از ہمہ افعال محبوب راضی است و قہر او آن معاملہ دارد کہ با لطف او بلکہ در غلبات محبت چنین گویند کہ قہر لذت بخش تر از لطف نماید۔ از آن کہ در لطف مرادِ نفس با مراد محبوب ممزوج است و در قہر خالص مراد محبوب است۔ چہ از محبت مرادِ خود را برداشتہ است و از ہمہ مرادات

خالص شدہ بمقام محبت رسیدہ است۔ واگر مراد ے می داشت از محبت بہرہ نمی یافت
بلکہ محبت سرے دیگر است کہ صاحب مراد را از ان اطلاع نیست۔ مصرعہ

در عشق چنین بوالعجبی ہا باشد

اے برادر محبوب و محب عاشق و معشوق را بایک دیگر بدان سرِ نسبت است کہ
لذتِ محبوب آزار محبّ خواہد، و معشوق الم عاشق طلبد چون عاشق برین سر مطلع
گردد ناکام از قہر او بیشتر از لطفِ او لذت یابد۔ آن عزیز بر بادیدہ شدہ است کہ
ہر چند عاشق آزار کشد معشوق از آزار او لذت یابد۔ الم عاشق موجب لذتِ
معشوق است و لذت عاشق موجب الم معشوق۔ چہ حال عاشق آئینہ حال
معشوق است و حال معشوق آئینہ حال عاشق و آئینہ شئے، جز ضدِ او نبود۔
"الاشیاء تتبین باضدادھا" این معاملہ تا وقتے است کہ قوسین عاشق و
معشوق برخاست۔ چہ عاشق تا عاشق است وظیفۂ او الم است و معشوق تا معشوق
است شمہ او لذت۔ و ہر چند الم ازین جانب زیادہ لذت دران جانب افزون۔
اما چون عاشق از قوسین بگذرد و پا باہر کشد لذت او لذت اوست و الم و الم او۔
لیکن این حال را دوام میسر نیست۔ و کالبرق لحاظف گاہے طلوع کند و زود پوشیدہ
شود کہ استقرار در مقام وحدت خلاف مقتضی حقیقت انسانیہ است چہ
جامعیت، غیر این را اقتضا کند۔ اے برادر چون مجاز را مرآت حقیقت گفتہ اند،
تعیین دانستہ و دیدہ این معنی را در مجاز مطالعہ کند و از آن جا بحقیقت پے باید برد۔
لذت الم در مجاز خود ظاہر است اما در حقیقت ادراک آن سخت مشکل است، و در

از فہم ہا و وہم ہا، بلکہ از کشف ہا۔ و وجہ این کہ حاصۂ ادراک اَلَم در مرتبۂ مقدسہ بشنود و اعتبار محفوظ است[1]۔ و حکماء الٰہیین گفتہ اند کہ چون ذات و صفاتِ الٰہی بلا کیف است سبحانہ لذت اَلَـــم ہم بلا ادراک و بلا کیف باشد۔ باطن او ہمیشہ ادراک آن می کند لذّت دائم در حق او متحقق باشد۔ این معنی باندک تامّل می توان دریافت۔ امّا کیست کہ ادراک بہ معشوقِ حقیقی کند و علم معشوقِ حقیقی را تواند در یافت۔ ہمانا کہ ہیچ عبارتے مطابق او نیست۔ لفظ اَلَـــم مطابق او ہست امّا اضافت مطابق او نیست کہ شرع از آن مانع است بلکہ حقیقت نیز از آن منع می کند۔ چہ توان کرد کہ بسے اسرار از آن باب است کہ ہیچ عبارتے برائے او موضوع نیست و اگر عبارت در آید الحاق و زندقہ بود۔ بلکہ بعضے اسرار دیگر از آن قبیل است کہ فوق تخیل و اعتقاد است۔ نہ آن را اعتقاد کردن درست نہ تعقل توان کرد و نہ تصور و تخیل چہ جائے لفظ و تعبیر۔ اللہ، اللہ عبارت چہ بود کہ اشارت نیز قاصر است۔ این جا سخن را باین تنگ و ستی دیگر پیدا شد۔ بدانکہ عبارت و اشارت کہ در طور بیان است ہم در لفظ و تکلم توان اعتبار کرد و ہم در تصور و تخیل و ہم در اعتقاد و تعقل چہ این سہ مرتبہ مراتب ثمۂ اظہار و بیان است۔ نیک فہم کن کہ بس دقیق است و بمقتضائے وقت در بیان می آید و حال مخاطب بلکہ حال متکلم نیز بآن نمی رسد مگر بوجہے از وجوہ کہ آن را جز حدید البصر در نیابد۔ عبارت و اشارت در لفظ و تکلم خود ظاہر است۔ ''اِنَّ اللقرآن ظہراً و بطناً'' و در تصور و تخیل و ہم چنین

---

[1] لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیئٌ وَ ھُوَ السَّمِیعُ العَلِیم (قرآن کریم)

در تعقل و اعتقاد مخفی تر از آن است کہ جز معذوری از افراد انسانیہ آن را نہ تواند دریافت۔ این جا باید دریافت کہ اشارت تخیل بہ اشارت اعتقاد بآن الـــم (چگونہ) می رسد چون عبارت زآن قاصر است و اہل تعقد با اہل استدلال با ہمہ اہل کشف بآن نہ رسیدہ اند۔ حاشا للہ۔ بلکہ آن مرتبہ قصوئی از اعتقاد و تعقل وراء الوراء عقل قیس اہل کشف و اصحاب وجدان و ارباب فنا بآن عاجز است۔ اشارت از ادراک آن الـــم بہرہ نداشت۔ چہ عاشق حقیقی چون نزد معشوق حقیقی برسد ز دقائق اوصاف معشوق خبردار شود مگر معشوق الـــم خود را کہ غیرت ہمزت اوست، ہرگز ظاہر نکند۔ اے برادر عشق مستنزہ الـــم است و عشق چنانچہ در عاشق ظاہر است در معشوق نیز ظاہر بلکہ حقیقت مطلقہ در عاشق و معشوق عشق است کہ بصورت ہر دو بر آمدہ است و چون معشوق پیشتر و بیشتر از عاشق خود بر عاشق خود عاشق است باید کہ ز الـــم خالی نباشد۔ در وقتے کہ عاشق از وصال معشوق لذت دارد از عاشقی برید و آمدہ عین معشوق می شود و عاشق از خود خالی گشتہ با معشوق خود گرفتار می گردد۔ این معنی در مجذوبہ عین وقوع باشد و زیادہ برین نوشتن با شغال ہمان قصد دارد کہ بزرگے عذر از اظہار اسرار بر زبان آوردہ است شعر

ومن بعد هذا ما يدق صفاته ما كتمته احظى لدى واجمل

اے برادر بعضے اسرار دیگر ہم زآن باب است کہ اشارہ اعتقاد نیز بآن نمی رسد و حدسن بدان نمی بخشند۔ نہ آن را اعتقاد توان کرد و نہ تخیل و نہ بآن تلفظ ممکن باشد و بدین ہمہ نفس الامری باشد این جا علم و جہل یک شے (واحد) متحقق شدہ است۔

ہیہات ہیہات عقل بے چارہ عاقل در ماندہ، درین کارخانہ حیران است۔ جز
دیوانہ کسے این معنی را (فہم) نتوان کرد۔ حیف صد حیف کہ زبانے دیگر نداد و اند و
ہمہ زبانہا درین سہ زبان منحصر است و مراتب دریافت نیز سہ مراتب است و بس۔
شریعت و طریقت و این ہر سہ مرتبہ ازین مطلب عالیہ در آن اسرار خفیہ کوتاہ دست
است۔ واگر ہم زبانے دیگر بودے و مرتبہ دیگر ورائے این سہ مرتبہ متحقق گشتے در آن
مرتبہ از آن اسرار بآن زبان حکایت میسر شدے مخاطب ہم رسیدے و کسے کہ
بفہمد، موجود نبودے درین مقام چنین می گویند کہ زبان او خاموشی است و مخاطب و
متکلم او۔ حقیقت موجود عارف معدوم۔ اے برادر شنودہ باشی۔ از قرآن خواندہ
کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ صلوٰۃ والسلام از جدائی حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ
الصلوٰۃ والسلام چہ قدر آزار کشیدند و این خود ممکن نیست کہ مقام صبر و مقام رضا
ایشان را حاصل نہ شدہ باشد امّا این جا سرّیست کہ جز عاشق عارف از آن اطلاع
ندارند۔ دیگرے در کلمات سابق فی الجملہ بیانے گذشتہ است کہ حل این مشکل
نماید۔ اے برادر نسبت رضا در عین بلا والم متحقق است کہ مراد معشوق است۔ مگر
دانستہ کہ ہر لذت یک صورت دارد و در یک بان منحصر است اورا لذت در [illegible]
بسیار است۔ کہ بایدیگر مغائر و مختلف است۔ اینکہ می گویند در قہر لذت جستہ باید
نہ آنست کہ الم نیست المے است بصورت لذت و لذتے است بصورت الم۔
اَلَم کہ قوی تر و لذیذ تر از لذت خالص است ہر کہ این معنی را وافی کماحقہ دریافتہ
است دور نیست کہ از لذت و الم، اَلَم ترکیب (داشتہ باشد) اَلَم ترکیب را خاصیتے

است کہ درانفراد نیست۔ نمی بنی کہ عالَمِ ظہور بترکیب وابستہ است۔ لذت والم این جا صورت وحدت گرفتہ رنگے عجیب پیدا کردہ کہ سائر اہل صبر ورضا ازآن خبر ندارند۔ آنچہ از بعض کُمّلِ اولیاء ازین قسم حکایتے منقول شدہ باشد محمول برین تحقیق است۔ فافہم در مقام سابق لذت والم متقابل ومزاحم اند وہر قدر لذتِ ایشان قوی بود الم ایشان نیز قوی باشد۔

خواجہ رحمت اللہ

پسر بزرگِ شیخ من است و عالم است بعلوم ظاہری وعلوم باطنی واندرین طریق مستقیم۔ وحقائق ودقائق صوفیہ با مصطلحات مقررہ نیک ورزیدہ و بیان شافی ووافی ولیس با عذوبت وصداقت فراہم نماید بسا مستعدان این راہ بہرہ از وے برمی دارند۔ ہمت عالی دارد۔ بے تعلقی وآزادی ازآن عالی تر۔ از شیخ من اندرین کار وے را بسیار می ستایدومی فرماید کہ معنیٔ فقر وفنا وتجرد بروجہ اتم دروے ظہور یافتہ واین حالت روز افزون است اندر وے وشیخ من وے را دراجازت ہر دوسلسلہ تحریرے این نوشتہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذی اصطفی۔ اما بعد فقد اجزت الولد الاعز الاکرم الخواجہ رحمت اللہ ان یاخذا لمرید و یعطی البیعت فی

السلسلتین النقشبندیه والقادریه و یکتب
الشجرتین فی سلسلة المریدین یلقّن الزکر
خاصةً فی سلسلة النقشبندیه و اسألُ اللهَ استقامتهُ
علی طریقة التصوف. وان ارادالمرید بیعت
القادریه فاعطِه.

وو ے اخلاق سخت نیک دارد۔ ودروقت سخن آن صاحب انصاف است
چنانکہ روزے جمعے از تیز ہوشانِ سخن شناس پیش وے بحثے باہم داشتند۔ بعضے
ازین میان می گفتند کہ یافت اوسجانہ از راہ عقل (بود) نہ کہ از راہ نقل بود چنانچہ
مکاشفہ ومشاہدہ وغیرہ ذالک دانستن بعقل است اگر تعلق بہ نقل داشتے جمیع علماء
ظاہر عارف باللہ گشتے وبعضے برعکس آن وامی نمودند کہ کلام ربانی واحادیث نبویؐ و
علوم این قوم ہادی راہ اند۔ پس می توان بوسیلۂ آن پئے بہ حقیقت ہر کار برد۔ چہ
اگر نہ چنین بود کہ جمعے آن واقف اسرار الٰہی ومحقق معرفت نامتناہی گشت۔ وفریقین
تائیدات قوی بمیان می آوردند۔ ووے ہر دومقدمہ رامیز ان طبع دشوار پسندی سنجید
وانتظارے می کشید کہ چیزے دیگر ہم اندرین بارہ می باید۔ درین اثناء من رسیدم و
بحث را شنیدم وے مرا گفت "تو ہم ازین مقولہ چیزے بگو دانی فرا گوی۔" گفتم
خداوندگارا من کیاے این کارہ ام ودر پیش چون توی مرا چہ حد ومجال۔ چون وے
مرا از فقراے این راہ می انگارد وبر من لطفے وعنایتے خاص دارد باز تاکید گشت۔ ہر
چہ کہ بخاطرت آید نمای کہ را وگفت وشنفت وسر رشتہ سخن بس دراز است۔ چن

گفتم۔ "چیزے کہ یافت او بسی نتعین ست آن چہ نہ کار عقل است و نہ نقل۔ نہ ذکر نہ فکر، نہ ریاضت نہ مجاہدہ، نہ کشف نہ مشاہدہ، نہ توجہ نہ مراقبہ، نہ این نہ آن۔ گفت۔ پس چوست؟ گفتم۔ اشارت است بے عبارت، ایمائے است بے رمز چنانچہ ہر آن را کہ دادہ می باید کدام یک طریقہ را ازین باید گذشت بکاری برد۔ بے ہیچ ظنے و بے ہیچ شبہے است این کار و خود بخود (است)۔ بے خودی خود۔ ہمہ است بے ہمہ در ہمہ۔ "وھو آلان کما کان "۔ وے انصاف بخشید و گفت احسنت۔ دیدہ و در بہتر از تو ندیدہ ام۔ در موقد انصاف درین وقت حکایتے بیادم آمد کہ گویند مولوی جامی شب عید رمضان بسلطان حسین مرزا ولی ایران برائے تہنیت بو فضلائے ہرات بر آمدہ اند او مادر دیدہ این مطلع فرمودہ

طاق خم ابروت مرا پشت دوتا کرد   در شہر چو مہ نو ام انگشت نما کرد

چون این بیت شہرت یافتہ و بحوالی شیراز، ازین مقام، باندک مدت، تازہ رسیدہ بود۔ مجذوبے رسیدہ و وے گفتہ کہ اگر مولوی بجائے "طاق خم ابروت" "شاخ خم ابروت" می گفت بہتر بود۔ چون این حرف بمولوی رسید خوشوقت گشتہ اند و پیش مجذوب بے آمدہ اند و تروے انصاف فرمودہ بارک اللہ شما یا خیلی بودید۔ و وے را با سلطان حسین مرزا کہ معتقد مولوی بود ملاقات دادہ و کارش بلند گرفتہ۔ و از آن بازہ وے بیاد خیالی اشتہار دارد۔

---

۱ بو غازی سلطان حسین مرزا۔ ولی ہرات۔ وفات ۹۱۲ھ ۱۵۰۶ء

خواجہ کلمت اللہ

وے ہم پسر شیخ حسن است و ہمدا مشغول و مشغوف این کار با فتوت و شجاعت و جوانمردی و چون شیخ حسن از قوم ترک خلج است۔ وقتے آبائے کرام وے با دولت عالیہ معزز و مکرم بودہ اند و سلطان فیروزشاہ تغلق و دیگر بادشاہان ہند و غیرہ و ذالک ہم ترک خلج بودہ اند چنانچہ احوال ترکان خلج از تواریخ سلاطین ہند بہ تفصیل می توان دریافت۔ خود (خواجہ کلمۃ اللہ) سیدزادہ است۔ (از) دختر میر فولاد کہ مردے بودہ است بس بزرگ و یگانہ زمان و قوی شان۔ امروز خواجہ کلمۃ اللہ لشکر بیست بدرگاہ بادشاہ صاحب قران ثانی و بادشاہ وے را نیک می شناسد و تفقد حال وے می فرمایند و وے در قباپوشی ہم کار اہل احتیاط می کند و ہم روش در میدان فقر و معرفت می نماید و بر موافقت این رباعی مولوی جامی با دولت صوری و معنوی نصیب کامل دارد و حظ وافر۔ رباعی

ہر رشتہ دولت اے برادر بکف آر — این عمر گرامی بخسارت مگذار
دائم ہمہ جا با ہمہ کس با ہمہ کار — می دار نہفتہ چشم دل جانب یار

منقول است کہ در زمان پیشین پیادہ ای بودہ بدرگاہ بادشاہ کہ نقد معلوم از شیء وے ہم از رسیدے و بسا محتاج بوسیلہ وے روزی مند بودے۔ خواجہ خضر علیہ السلام ہر شب بوے آمدے و با وے صحبت داشتے۔ وے دولت صحبت خواجہ خضر

---

۱ در نسخہ "قدرت"   ۲ در نسخہ "حقان"

علیہ السلام را مغتنم دانستہ ترک آن خدمت (ملازمت شاہی) کردو بزاویہ در نشست۔ پس از آن خواجہ خضر صحبت وے را ترک دادند۔ شبے وے بالحاح بسیار خواجہ را دریافت و پرسید از من چہ تقصیر بوقوع آمد کہ شما ترک من گرفتند۔ گفت در آن زمان کہ تو در پے خدمت محتاجان بود و در کار مظلومان سعی می نمود من آمدیم و اکنون کہ تو ترک آن کار کردی من ترک تو کردم۔ چون وے این سخن بشنید ترک عزلت کردو باز ہمان شغل اختیار نمود۔ خواجہ کلمۃ اللہ گفت، معتقد من آنست کہ مرد کامل آنست کہ صاحب شریعت و طریقت بود۔ چون درین دو امور در یکے فتورے واقع شد او را کامل نمی توان گفت۔ و ہم وے گفتہ۔ خطرہ کہ دل مردم را از جاے می برد و متفرق می سازد مرا آن خطرہ مزاحمت نمی رساند و فکر امور متعددہ ہم ہیچ گاہ مرا وسوسہ نمی دہد۔

در کتاب ''رشحات'' می آرد کہ خواجہ اولیاء کبیر بر در مسجد سر صرافان در بازار بخارا یک چند خواطر برآوردہ اند کہ در آن مدت چہل شبانہ روز ہیچ خاطر مزاحم ایشان نشدہ است۔ خواجہ احرار قدس سرہٗ این اقرار از خواجہ اولیاء بغایت غریب و عظیم می داشتند و می پسندند و انگشت بدندان مبارک می گرفتند و می فرمودند کہ اشغال بطریقہ خواجگان قدس اللہ ارواحہم در اندک فرصت باین مرتبہ می رساند کہ ہمہ آواز با گوش می آید و ہمہ ذکر می شود۔ و ہم خواجہ احرار می فرمودند کہ معنی خواطر کہ از خواجہ اولیاء منقول است نہ آنست کہ مطلقاً ہیچ خاطر نمی آید بلکہ مراد آنست کہ ہیچ خاطر مزاحم نسبت باطنی ایشان نہ شدہ، ہم چنان کہ خس و خاشاک برروے نہر مانع جریان

آب نمی شود۔ فرمودند کہ از خواجہ علاء الدین غجدوانی کہ از اجلّہ اصحاب خواجہ بہا الدین قدس سرہٗ بودند پرسیدم کہ (آیا) دل شما برین وجہ است کہ غیرے درو ے خطر نمی کند؟ فرمود کہ گاہ گاہ چنین می شود و این بیت خواندند

چون بغایت پیر شد این خوردان غم نباید در درون عاشقان

و فرمودند کہ گفتہ است غم نباید، نہ گفتہ کہ غم نیاید۔ و مؤید آن مشغولیست آنچہ خواجہ علاء الدین عطار فرمودند کہ خطرات مانع نبود احتراز از آن دشوار بود باعتبار طبعی کہ قریب بست سال است مرا، نفی آن نمودم گاوالیست خطرہ گشت امّا قرار نمی یافت۔ خطرات را منع کردن کارے قویست و بعضے بر آن اند کہ خطرات را اعتبارے نیست۔ امّا چنانکہ گذشت کہ اگر متمکن شود از آن سدّہ در مجاریِ فیض پیدا می شود۔ و ہم در ''رشحات'' است۔ کہ خطرات چند نوع است۔ رحمانی، ملکی، نفسانی، شیطانی۔

خواجہ کلمۃ اللہ گفتہ کہ

''روزے پیش پدر آمدم۔ در دست وے مبیضہ بود کہ اشعار بغایت عالی داشت۔ بخاطر آوردم کہ این مبیضہ را بہ بینم۔ رو سوے من کرد و گفت، بہ بین و آن را بمن داد باز بخاطر آمدم اگر چند روز نزد من باقی باشد انتخابے از آن کنم۔ باز فرمود چند روز نگاہ دار۔ برداشتم و تعظیم کردم و دانستم کہ مشرف القلوب است''

پوشیدہ نماند کہ من ازین قسم اشراق باطن از شیخ خود چندان دیدہ ام و از دیگران وے چندان شنیدہ کہ اگر جمع کنم کتابے مرتب گردد۔

وخواجہ کلمۃ اللہ بر من چندان لطفے وعنایتے دارد کہ نمی توانم از عہدہ شکر بیرون آمدن وآن قدر تفقد حال من می کند کہ نمی توانم گفتن ونوشتن۔ روزے وے مرا درخلوتے گفتہ کہ فلانے! سالہا است کہ من نسبتِ تو می اندیشم باخودی گویم کہ پدرِ من مریدان ویاران بسیار دارد ولیکن مثل تو دوستے صادق وطالب موافق دران میان کس نیست چون ہمین حرف بے تکلف مکرر از زبان پدر بشنودم شکر کردم کہ فکر من وفراست من بدرستی بودہ است۔ وفاتِ وے درروز پنجشنبہ ہفت دہم رمضان از سال ہزار و ہفتاد و یکیست (۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱م) بعدِ اتمام ''اسراریہ'' بسہ سال در قصبہ انگ وبعد از مدتے نعشِ وے را از آن جا آوردہ بر صُفّہ خواجہ بیرنگ مدفون ساختند نزدیک شیخ الہداد۔ من تاریخ وے گفتم

کلمۃ اللہ خواجۂ راہِ ہُدی	چون برفت اندر جہان شادی نماند
دوستان را از تن آسائش گذشت	بیدلان را در دل آزادی نماند
بہر تاریخ وصالش عقل گفت	کلمۃ اللہ عارفے[1] ہادی نماند
	۱۰۷۱ھ

و از وے پسرے ماندہ خواجہ محمد تقی نام مشہور بخواجہ میر۔ وے نبیرۂ میر عماد است کہ ذکر وے در ذکر خواجہ احمد آمد۔ آثار سعادت وہدایت از ناصیۂ آن پسر پیدا وہویدا است۔

خواجہ سلام اللہ

وے ہم پسرِ شیخ من است۔ عالم است بعلومِ حقائق و اہل این کار واین راہ

1۔ در نسخۂ ''عارف''

است۔ وے مشربِ عاشقی را با تشرع نیک بہم۔ آمیختہ۔ علم را با حال جمع کردہ
سفر ہا نیکو می کند۔ با فقرا و مشائخ وقت صحبت می دارد و از پدرِ خود اجازت ارشاد
طریقہ نقشبندیہ یافتہ۔ بساطلاب مستعد از صحبت وے بہرہ می برند۔ بعضے از
مصنفاتِ دقیق پدرِ خود مثل "قرایح عربی و طریق الوصول الی اصول
الاصــــول" وغیرہ ذالک پیش پدر گذراندہ و بآن علوم غریبہ توحید و معرفت محقق
گشتہ و بیانے شافی و وافی وامی نماید۔ وے سخنانِ پدر را جمع کردہ است بطریق
ملفوظات۔ در آن نوشتہ کہ شبے در واقعہ دیدم کہ پدرِ من در خانقہے نشستہ است و در
خدمت صادر و وارد مشغول۔ گفتم شیخا! گرسنہ ام، مرا سیر کن۔ وے چیزے از بغلِ
جیب برآوردہ و بمن دادہ، بخوردم، چیز ہا بر من ظاہر شدہ کہ نگفتن انسب است و
نہفتن اولیٰ۔ پرسیدم شیخا! توحید چہ باشد و چہ معنیٰ دارد؟ والد بگفت۔ وقتے کہ تو
نباشی توحید بود، وقتے کہ تو باشی شرک و کفر ہمین است، اگر نیک فہم کنی۔ وہم وے
نوشتہ۔ شبے در خواب دیدم کہ پدرِ من بصحرا می رود، یکے بوے گفت کہ توحید
وجودیست یا شہودی؟ گفت اوّل صحیح است، چہ در ثانی نسبت است و نسبت در
توحید نگنجد۔ وے را این سخن در گرفت و بیہوش گشت پس از آن روے بمن کردہ
گفت تو مردِ این کار نیستی، برو بکار خود مشغول باش۔ مشائخ فعلے را کہ بدتر از گناہ
شمردہ اند و دانند تو آن را پیشہ گرفتہ و بآن چنگ زدہ۔ انتہٰی۔ این سخن بنا برین گفت
کہ در ہمان روز حرکتے از من صادر شدہ کہ تمام رعونت بود۔ مرا شورے بسر رسیدہ و
گریہ و زاری نمی گذاشت۔ پس گفت از من وقتے بحل آید کہ از آن توبہ کنی۔ آخر

توبہ کردم وکار از سر گرفتم، پس از آن بود انچہ بود۔ وہم وے نوشتہ کہ وقتے پدرِ من بیماریٔ شکم داشت و (وز ہیچ علاج فائدہ نمی شد) یکے گفت۔ فلان دارو نیست بسیار نافع وفلان عاج نیک مفید است۔ پدر روے بمن کرد وگفت۔ آنچہ حق سبحانہ خواستہ است خواہد شد۔ کدام کار ازین نیک تر وبہتر خواہد شد کہ دوست بدوست رسد ویار بیار۔ وین دو بیت مُلّا (مولانا) روم قدس سرہ برخواند۔ قطعہ

گر اجل مرد است گو پیش من آی تا در آغوشش بگیرم تنگ تنگ

من ز اُو جانے ستانم جاو دان اُو ز من دلقے بگیرد رنگ رنگ

پس از آن گفت مولانا چون محتضر گشت ملک الموت از دور نمودار شد برزبانِ مولانا این بیت گذشت

پیشتر آ پیشتر آ جانِ من پیش رو در حضرتِ سلطانِ من

وہم وے نوشتہ کہ عزیزے از پدرِ من پُرسید کہ مشاہدۂ حسن وجمال آیا لذتِ نفسی است یا روحیست۔ این فقیر گفت تواند کہ مشاہدہ حسن وجمال بعضے را نفسی باشد وبعضے را روحی۔ پدرِ من گفتہ۔ فرضاً اگر لذت روحی است نیز ازین باید گذشت کہ ہیچ نیست۔

آنچہ می باید و نمی آید آنچہ می آید و نمی شاید

یار می باید و نمی آید غیر می آید و نمی شاید

وین بیت مُلّا روم خواندہ

عاشقی ہم زپئے رنگے بود عشق بنود عاقبت ننگے بود

وہم وے گفتہ کہ روزے بعضے سخنانِ "نفحات الانس" از پدر پرسیدم۔ وے بر ہمہ را (بہ) بیان واضح گفت۔ اشتغال باین کتاب سعادتے بہ از آن است کہ در گفت آمد۔ باز گفت۔ اے پسر میخواہم کہ مثل من جاہل نمانی۔ واز الف تا با فرقے کنی والبتہ کہ من نمی توانم از الف تا با فرقے کردند۔ الف و با نزدیک من یکے است۔ چہ الف مرتبۂ اطلاق است و با، مرتبۂ تعین، ونزدیک من تنزیہ و تشبیہ یکست۔ پس از آن گفت کہ امیرالمومنین می فرمود۔ وَقَعَ النقطة بالباء التی تحت الالف[1]۔ تعین اوّل مرتبۂ وحدت حقیقت محمدی است۔ و امیرالمومنین یعنی شیخ محی الدّین[2] ابن عربی در تعین اوّل شرکت داشتہ چنانچہ خود بآن اشارہ کردہ۔ وہم وے نوشتہ۔ کہ پدر من گفتہ۔ فقیر کسے است کہ با دشمن خود دوستی کند وہمہ کس را اعزاز واکرام نماید۔ وہیچ فردے را بچشم دوئی نمی بیند۔ فرضاً کہ اگر کسے دشنامے داد فقیر را باید برائے او دعائے نیک کردہ یا چیزے دادہ (باشد) تا دلش شاد وخرم گردد۔ بعدہٗ این دو بیت از خود خواند

هر کہ با دشمن نورزد دوستی ۔۔۔ رہ نیابد در جنابِ کبریا
ذرہ سان می بودہ سرگردان شدم ۔۔۔ تا کجا او آفتابِ کبریا

وہم وے نوشتہ کہ پدرِ من گفتہ۔ فاضلے بود۔ خواست کہ "نفحات الانس" تغیر و

---

[1] درنسخہ "تحت الباء" [2] وے قدوۂ قائلان بوحدت وجود است وبسیارے از فقہا و علمائے ظاہر بروے طعن کردہ اند واندکے از فقہا وجماعتے صوفیہ وے را بزرگ داشتہ اند۔ ولادت ۱۷ر رمضان ۵۶۰ھ/۱۱۶۵ء بمقام مرسیہ اندلس و وفات ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ/۱۲۴۱ء در دمشق (از نفحات الانس)

تبدل دادہ مشائخ (یک) طبقہ را از غیر طبقہ اصلاح کند و باشارۂ بعضے اہل دول
شروع کرد۔ بعضے دوستانِ وے ازین کار منع کردند ہیچ سود نکرد ہم درآن ایام وے
رابدستے کہ می نوشت لشی ظاہر شد و روز بروز زیادہ ظاہر شدن گرفت و بہمان
عقوبت برفت از دنیا۔ وہم وے نوشت کہ روزے من بپدر مروحہ می کردم ایستادہ
ووے سر زیر کردہ نشستہ۔ ناگاہ مروحہ بر سر وے رسید جمعے کہ حاضر بودند۔ غیر شدند
مگر از وے ہیچ حسے وحرکتے ظاہر نشدہ بود سر برآورد وگفت۔ شخصے کہ (غلبۂ) احتمل ک
واستغراق دارد از وے اطلاع وخبر و تر (غیر) برداشتہ اند۔ ہم وے گفتہ کہ
روزے معشوق من بحجرۂ من درآمد وبنشست وجلوہ گری خوش کرد و در لمحہ غائب
گشت۔ وہم وے گوید کہ روزے در اوایل در وقتِ خواندن دعوۃ (ادعیہ) چہار
گلِ چنبیلی در دستِ من افتاد۔ وے لطفے وعنایتے کہ با من دارد و من رازے و
نیازے کہ باوے دارم آن را شرح نیست

وے ہمی داند مرا یارے کیست   من ہمی دانم بوے کارے چیست

ووے دو پسر دارد یکے خواجہ فضل اللہ و دیگر خواجہ کلیم اللہ ہر دو نوگلہائے[1] باغ ولایت
ومعرفت اند۔ سلمہم اللہ تعالیٰ

خواجہ غلام بہاء الدین محمد

وے ہم پسرِ شیخ من ست۔ نام وے بہاء الدین محمد۔ در ایام طفولیت بشیخ الہداد

---

[1] در نسخہ "بادہ"

بیعت کردہ۔ پس از آن از صحبت پدر خود فیضہا گرفتہ وصاحبِ احوال عظیمہ شدہ و
قائع عجیب وغریب بروے واردمی گشت واسرارنخت شگرف مشاہدہ می کرد۔ وے
ہم گوید کہ خواجہ بیرنگ رابرمن لطفہا است، ہم از وے کرم ظاہر و باطن۔ وہم وے
گوید کہ روزے من از پدر من بمنزلے دورترک بودم کہ از آن جا آواز کس شنیدن
ممکن نبود۔ من از زبانِ پدر اسم اعظم را بگوشِ سرنیک شنودم۔ وہم وے گوید کہ
روزے من در خواب با خورشید ہم آغوش گشتم و درنور آن نیّر اعظم مستہلک گردیدم۔
ہم وے گوید کہ روزے نگین سلیمان پیغمبر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اندر خواب
بانگشتِ من پوشانیدہ اند۔ وہم اندر آن خواب عظمت سلیمانی ظاہر شدہ ووحوش
وطیور حاضر گشتہ۔ وہم وے گوید کہ در بعضے اوقات شبہا تنہا بحجرہ بودہ ام واحوال
غریبہ روے دادہ۔ چنانچہ سقف و دیوار شگافتہ است۔ ماہ وستارگان اصلا گمشدہ
اند۔ وازین قسم وقائع در اوایلہا بسیار بروے واردمی شد کہ تفصیل آن بطول می کشد و
درصحبت وے تاثیرے است نیک۔ وقتے شیخِ من از احوال وے بمن این نوشتہ کہ
نسبت وے بسیار بلنداست وتوجہات بزرگان ہمیشہ شامل وے۔ چنانچہ آثار
توجہ قوی او بسیار مردم در خود یافتہ واز صحبتِ وے کیفیت تمام واحوال غریب داشتہ
اند۔ واین حقیر نیز از صحبت وے متاثر شدہ۔ چنانچہ روزے بوے گفتم کہ می خواہم
بمن توجہ نمای تا جمعیتے بیابم وے تواضع می کرد اما چون بسیار بجد شدم و گفتم ازین
مرا نہ این مطلب است کہ بر من حالت کیفیت ظاہر شود بلکہ تحقیق شود کہ نسبت
(اکابر) چگونہ است۔ وے مرا متوجہ شد وفقیر خود را تمام گذاشتم باندک توجے

کیفیت عظیم ظاہر شد چنانچہ ساعتے ذہولے تمام بندہ را واقع شد و بعد از برخاستن
از آن صحبت نیز تا دیر اثر آن کیفیت ظاہر بود۔ غرض کہ وے ہمہ تن موردِ الطافِ
الٰہی است و ہمہ وقت وے مشغول بیاد حق و حضور الٰہی است و در تعمیر اخلاق چندان
توفیق یافتہ است کہ در شرح نگنجد با تقید شریعت مطہرہ۔ الحمد للہ علی ذالک۔ انتہی۔
من دو سہ مرتبہ از صحبتِ وے کیفیتے کہ بالاتر از آن کیفیتے نیست، یافتہ ام۔ امروز
وے ہمت بلند دارد و معارف وے از آن بلند تر است و سخن حقائق سخت عالی و
اضافی فرامی نماید کہ فہم ہر کس بدان نرسد۔ در "نفحات الانس" است کہ شیخ الاسلام
گفتہ۔ صوفی ویست کہ بحالِ وقت زندگانی بردہ باشد۔ انتہی۔ وے گفتہ ہیچ مطلب
نہ رسید مگر آنکہ فرار از مخلوق نمودہ باشد۔ چہ مخفی نیست کہ صوفی بحال وقت زندگانی
بردن عبارت است از شوق و ذوق و کیفیت کہ از دل خیزد بتوسط او زندگانی می
گزیند۔ آخر بتوسط این اشواق و اذواق بہ ہستی مطلق کہ فنائے فنا در آنجا است متحقق
و ملحق می شود۔ این مقام، مقام منتہی است۔ و آن مقام، مقام متوسط و منتہی را گاہے
از مقام متوسط بہرہ مند و سعادتمند گردانیدند و از صحبت و توجہ متوسط بارنگے وے
رنگین می شود۔ چہ منتہی آئینہ ایست پاک از جمیع کدورات و ہر چہ در مقابل آن در ند
رنگ آن گیرد و صورت آن پذیرد۔ و ازین منقولہ قول یکے از مشائخ خبر دہد کہ خرقانی
منتہی بود مرید از وے بہرہ کم گرفتے۔ از این جا معلوم می شود کہ منتہی ہیچ نسبت ندارد و
از جمیع احوال و کیفیات مبرّا است۔ ارشاد را نسبت و کیفیت از ضروریات است کہ
از آن بمریدان و مسترشدان تواند پرداخت۔ اگر چہ منتہیان را خدائے عزوجل

برآن دارد کہ ہرگاہ خواہند از مقام خود تنزل فرمایند و بہر نسبت کہ رضا ایشانست متصف شوند و بہ طالب منعکس سازند۔ امّا این تنزل موقوف برارادۂ حق است جل شانہ و عادت ایشان اکثر و دایم تعطیل از جمیع نسبؔ و کیفیات می باشد۔ وے اشعار عارفانہ دارد و ''شناسا'' تخلص می کند این چند بیت از وے است

قید بود از علمِ رسمی در حجاب   زان سبب عارف بغم الفت گرفت

رباعی

تا چند بگردابِ تمنا باشی   مانند حباب بے سر و پا باشی
چون موج بہر سو چہ روی سرگرداں   یک چند ہمی نشیں کہ دریا باشی

من نسخہ ''اسراریہ'' تا این جا نوشتہ بودم کہ مفاوضہ وے بدین دو بیت بمن رسید در سنبھل و این از جملہ تصرفاتِ وے دیدم و این ست

شب و روزم چہ نالم از شب و روز   کشم خود را بدر یا شام جان سوز
چہ از روز و شب تارم کہ دارم   فراغ از مہر و ماہ گیتی افروز

اشعار پارسی وے بسیار است این دو بیت عربی نیز از وے است۔

رایت لکل موہوم وجود   ہو الموجود والموہوم حقاً
ولم یقبل لما جاء ت بفہم   ....

وقتے در اوایل من این رباعی گفتہ بوے نوشتم تا پسند فرماید۔ رباعی

گویند کہ ذات صرف بے رنگ و نشان   وین کثرت اشیاء ہمہ وہم است گمان

۱؎ درنسخہ ''نسبت''

گر بے رنگ است ذات واشیا ہم — پس وپیش چہ، ندیں سرے از آن

وے پسند کرد وشرح بغایت غامض و دقیق بتفصیل نوشتہ فرستاد کہ آن شرح را شرح دیگر بباید۔ تا با حاطہ فہم درآید۔ درین وقت مثلے رنگین مرا یاد آمد۔ این است کہ شدری بود از شہر لاہور، یکے از مردم ہند از وے پرسید کہ صوفہ متقرر و توچند است۔ وے بزبان خود گفت۔ وزیہ روپیہ۔ ہندی گفت۔ وزیہ (روپیہ) چہ قدر را گویند۔ گفتہ "دیہ فی دہ" ہندو گفت۔ یا عزیز، دریافتن ہمین یک مشکل بود چون شرح کردی دوچند مشکل شد۔

خواجہ غلام بہاء الدین دو پسر دارد یکے خواجہ ضیاء الدین محمد[۱] ودیگرے خواجہ حسام الدین محمد۔ ہر دو مقبول ومحبوب شیخ اند وآثار ولایت وہدایت از ناصیہ ہر دو پیدا است شیخ من درباب علائی خواجہ این غزل فرمودہ۔

بہ از دست زبان فصیح خواجہ علائی	زبان کجاست کہ گویم مدح خواجہ علائی
زہے لطافت طبعش کہ بازیافتہ گرد	ہزار اشارہ لفظ صریح خواجہ علائی
ہمیشہ باد مصون تا بود زمین وزمان	زہر فساد مزاج صحیح خواجہ علائی
بشام وصبح بود حاضر دو وکب جان	جمال ماہر و وجہ صبیح خواجہ علائی
باو بریری مہ از خسارت ہست	ہزار ماہ غلام مسیح خواجہ علائی

تاریخ ولادت خواجہ علائی، ضیاء وہوی کہ از فضلا است وذکر وے خواہد آمد، چنین گفتہ

۱؎ ... تاریخ وفات ۱۰۶۲ھ مطابق ۱۶۵۲ء ... تاریخ

... "(۱۰۶۲ھ)"

قطعہ

خواجہ غلام بہاء الدین محمد آنکہ در گیتی — بسان او گل از باغ معرفت نشگفت

یگانہ، کز و اسرار گفتہ ذات و صفات — خدائے عز و جل ہیچ رنگ برون نہفت

بلند منزلتی کز کمال جذبہ شوق — زہر قدم خس و خارِ حیات عشق برفت

چون از عنایت دلدار رفت فرزندے — کہ گوہرے بدین حسن نظم نباید سفت

زروے شوق نمودم طلب زہاتف غیب — زسال مقدم او نقشبند ثانی گفت

من ہم در سنبھل بتوارد ہمین تاریخ یافتم با تاریخ دیگر در قطعہ کہ بیت آخرش این است

سال ولادتش را پرسیدم از دل و جان — دل غنچہ بہا گفت ہاں نقشبند ثانی

و تاریخ ولادت خواجہ حسامی، پدر وے، شناسا، این گفتہ۔ قطعہ

چوں حسام الدین ما از لطف حق — آفتاب آئین رسید و ماہرو

نقل[1] با ماہ و زسال مقدمش — خواجۂ ابرار آمد گفتگو

و من در تاریخ ولادت وے از سنبھل این قطعہ فرستادم قطعہ

چون حسام الدین برون آمد زغیب — شادی آمد در دل و غمہا نہفت

دیدہ ہاے دوستان شد باغ باغ — سینہ ہاے مخلصان گل گل شگفت

صد دعاے خیر از راہ نیاز — این دلِ من گفت کان مژدہ شنفت

ہم دلم تاریخ وے از روے صدق — خواجۂ ابرار باز آمد[2] بگفت

---

[1] در نسخہ "عقل" [2] "خواجہ ابرار آمد" مادہ تاریخی ویست ازین مادہ تاریخی، ولادت آن ۱۰۶۴ھ ثابت شدہ است۔

بشمار رجوع آوردہ۔ غوث اعظم فرمودند پس کار وے مشتمل بر ہر دو ولایت باشد۔ خواجہ عبدالقادر ہم چنین شد۔ ہرگاہ من پیش شیخ خودی شدم آن خواجہ عبدالقادر بر من آن قدر لطفے وعنایتے دارد کہ در شرح نگنجد و شکر آن نمی توانم گفت۔

خواجہ محمد عاشق

وے ہم پسرِ شیخ من است۔ اگر چہ نام وے عاشق است اما معشوق شیخ من است و مقبولِ شیخ من است۔ اخلاق سخت نیک دارد و ہمت نیک تر۔ طریقہ سلام و پیام از وے ظاہر و پیدا است۔ ہر کہ بصحبت وے برسد از خُلق و مروّت وفتوتِ وے خوش بر می خیزد۔ و وے بزاویہ قناعت با یاران طریقہ وصحبت زندگانی خوش دارد و بار وایات سلسلہ غلبہ آوردہ است کہ طریقہ غیر در ہمتش کم می پیوند۔ و پیروئ عالم و عالمین اصلا دامن گیر ہمت وے نیست۔ این زمان طریقہ صابران بر حال وے صادق است۔ رباعی

جانان بقمار خانہ رندے چندند

فرمودند کہ اصل بے پیوند نیست (از غیر)۔ پس فرمودند کہ پیش من ہیچ شعر بہتر ازین رباعی نیست۔ پہلوان محمود نور بار علیہ الرحمۃ گفتہ است کہ

جانان بقمار خانہ رندے چندند[1]

بعد از آن فرمودند کہ اگر کسے حقیقت یعنی لا الہ الا اللہ را داند زین سخن و ندکہ

---

[1] باقی ہر سہ مصرعہ رباعی در ہر سہ نسخہ "اسرار یہ" من نیافتم

حقیقت پیهوان محمود گرفتار ہیچ قیدے نبوده و تجلی ذاتی مشرف بوده اند۔ یاران وے ہر ہمہ اہل صدق وصلاح اند۔ مداح و ناطق بر راستی و فلاح وے۔ و محبت ظاہر باہمہ است و بوجہ باطن بے ہمہ چنانچہ روش اہل این سلسلہ است

از درون شو آشنا و از برون بیگانہ باش　　این چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان

شیخ من در طوی وے کہ در سال ہزار و پنجاہ و ہشت (۱۰۵۸ھ) بوقوع آمده۔ نشاطے خوش و بشاشتے دلکش داشت و مجلسے از یاران خواجہ بیرنگ و شیخ من نیک بارونق بود۔ چون وقتِ نکاح رسید بخاطر من گذشت چہ شود کہ تاریخ طوی مشتمل بر مبارکباد بظہور آید۔ فرصت بسیار کم بود، استمداد از باطنِ شیخ خود نمودم و در لمحہ تا کہ عقد بستہ شد بر گفتم کہ "صاحب من طوی محمد عاشق جیو مبارکباد" برخاستم و بہ شیخ خود عرض کردم۔ فرمود۔ تاریخ ہم ہمیں است۔ گفتم۔ بلے۔ شیخ من و جمیع مجلسیان خوشوقت گشتند۔ وے ہر روز بر من عنایتے است و کرمے کہ از زبان نہ توان گفت۔

خواجہ عبدالرؤف

وے ہم پسر شیخ من است۔ بصفت غربت و شکستگی و مسکینیت و نیازمندی موصوف است۔ و ہم گفتن و ہم با مردم صحبت داشتن ورزش کرده۔ ہمت بلند دارد و با ہر خرد و بزرگ متواضع است و نیاز آور۔ پیوستہ در اقامت صفات می کوشد و حاجت

لے　در نسخہ "شصت" بوده مصرعہ تاریخ ہم درست نیست۔

باطن را از نظر اغیار می پوشد و اندر سایہ خمول و گمنامی وے را با خود سرے خوش است و اندر آن غریبی و نامرادی ملتجی کس نیست۔ گویند بزرگے عالی مرتبہ گفتہ است کہ انچہ مایافتیم اندر غربت یافتیم۔ شعر در وصف غربت

ما غریبانیم و غربت کار ماست بَدَہ غربت رونق بازار ماست

سرور جہان و جہانیان علیہ افضل الصلوۃ و اکمل التحیات بترغیب این صفت باصحاب فرمودے۔ ''کن فی الدنیا کانک غریبٌ او عابری سبیل و عد نفسک من اصحاب القبور''۔ زہے سعادت ونجابت۔ وزہے شرافت و نظافت۔ خواجہ عبدالروف باتصاف آن صفات حمیدہ صبر و تجرد، ہمت و فتوت پسر شیخ من خواجہ خرد است و نبیرۂ خواجہ بیرنگ چنانچہ شعار بزرگان اہل سلسلہ عالیہ است۔ در ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ از مبادیٔ حال خود می فرمودند کہ ''در زمانِ میرزا شاہ رخ[1] در ہرے بودم و مرا بر فلسے قدرت نبود۔ دستارے داشتم کہ پارچہ بازوے آویختہ بود ہر بار کہ یک پارچہ را بندی کردم یک دیگرے بروے می آویختم۔ روزے در بازار ملک می گذشتم گدائے از من سوال کرد۔ من ہیچ نداشتم کہ بوے دہم۔ دستار را از سر خود برگرفتم و پیش آتش پزے انداختم و گفتم این دستار پاکست، بعد از دیگ شستن می

---

[1] میرزا شاہ رخ ولد امیر تیمور گورگانی ولادت ۱۴ ربیع الآخر ۷۷۹ھ ۱۳۹۵ام بمقام سمرقند۔ حاکم خراسان، ماژندران، بجستان، اصفہان وشیراز بود۔ تخت نشینی ۸۰۷ھ/۱۴۰۴ام وفات ۸۵۰ھ/۱۴۴۶ام عمر ۷۱ سال ۹ ماہ و یک روز (بحوالہ تزک جہانگیری)

توان درد یگ مالیدن۔ آن را نگاہ دار و این گدا را چیزے دِہ۔ آش پز گدا را خوشنود ساخت و دستار مرا بدب تمام آورد و من قبول نکردم و بگذشتم"۔

شیخ الہداد

جدِ مادری خواجہ سراج الدین محمد بن خواجہ ابرار است۔ آثار برکات و انوار و استقامت بدرجۂ اتم از وے لائح بود۔ او ہمیشہ التزام داشت کہ بنماز جماعت در مسجد جامع فیروزی حاضر شدے۔ و سالہا تا آخر حیات مبارکہ بروش سابق شدہ و ضعف بصارت ہرگز نکردہ و جمعیت متکفل اوقات (او بود)۔ در اوایل بشیخ بہلول مجذوبؒ صحبت داشتہ۔ بعد ز وفات شیخ کہ در سال ولادت شیخ من است بصحبت خواجہ بیرنگ رسیدہ بشغل طریقۂ نقشبندیہ متقن گشتہ و در اندک فرصتے بمواہب عالیہ بہرۂ وافر گرفتہ است۔ و شیخِ من گفتہ استقامتے بوجدے کہ در کار از وے مفہوم می شد جز اہل کمال را میسر نباشد۔ و شیخ من از وے حکایتے گفتہ کہ در اوایل بخواجہ بیرنگؒ شیفتہ علت داشتہ۔ خواجہ بیرنگ بنا بر مصلحت وے را دور می انداختند و می فرمودند کہ استعداد وے بسلاسل دیگر مناسب است۔ (ازین سخن) وے سرگرم تر می شد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ روزے شیخ تاج الدین از دہلی متوجہ سنبھل شدہ بمنزلے وے شب نزول کرد۔ وے حرفے از صفات خود از شیخ بشنید، سراسیمہ

ہ اسم شریف آں شیخ عبدالرزاق۔ مرید و خلیفہ شاہ قمیص قادری۔ واقف علوم نادری۔ وفات در شب پنج شنبہ چہارم رجب ۱۰۰۷ھ، ۱۵۹۹م (بحوالہ تذکرۂ جمیع اولیاء دہلی)

گشت واز کثرتِ شوق افتان وخیزان دررنگ مست طافح آمد، ودوزانو پیش خواجہ شد چون نظرش بر جمال خواجہ بیرنگ افتاد چون خرمن گل تنگ در کنار گرفت ودر صحن خانہ می غلطید ایشان لختے خودرا واگذاشتند۔ گاہے بر بالا وگاہے درتہہ می شدند و آزار ہابدن شریف راہ یافت چہ وے مردے زبردستے بودہ۔ ایشان فرمودند بہ ما ہیچ کارے داری؟ گفت۔ کارے کہ دارم بتو دارم ومقصودِ من توی۔ گفتند۔ پس مارا خود میکشی۔ فائدہ نکرد۔ آن گاہ فرمودند بجانب روے من بہ بین۔ بمجرد دیدن، از جاے برجست و بر خاکِ ادب بنشست۔ وازین جرأت ندامت ہا کشید۔ وے گوید کہ آن روز در چشمان ایشان چیزے دیدم کہ ہنوز لذّت آن فراموش نمی شود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بی بی دولہ اہل وے رادر صحبت اوّل خواجہ بیرنگ کشف ملکوت واقع شدہ ودر اندک فرصت بمقامات عالیہ رسیدہ وایشان نسبت وے می فرمودند کہ مردم قدر روے رانمی دانند۔ وے چنان شدہ کہ اگر رابعہ بصریہ درین وقت می بودے بایستے کہ در حلقہ ایشان می نشیند۔ وہم شیخ من گفتہ چون خواجہ بیرنگ خواستہ کہ بی بی (دولہ) را خلافت عطا کنند، شیخ تاج الدین رابوے فرستانید کہ اوّلاً درتوجہ وتصرف وے را امتحانِ تمام (کنند) کہ اعتماد شود آنگاہ خلافت دہند۔ ایشان بہ بی بی فرمودند کہ شخصے رابرد رخود نشاندہ وبوے متوجہ شو وے چنان کردہ است وآن شخص بیخود شدہ وافتادہ آن گاہ بی بی را خلافت دادند و بارشادِ مسترشدان امر فرمودند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بشیخ الہداد می فرمودند کہ پیش ماچرا می آئی تو خود شیخ کامل در خانہ داری چرانہ بوے رجوع

می کنی۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بسیار زنان صالح در صحبت بی بی دولہ بشغل باطنی مستفید شدہ بودند وبکیفیت بے خودی رسیدہ۔ شیخ اہداد در سال ہزار و پنجاہ واند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م) برفتہ از دنیا و بی بی در سال ہزار و پنجاہ و ہشت (۱۰۵۸ھ ۱۶۴۹م)۔ من شیخ (الہداد) آشنا بودم و وے لطفے وشفقتے بر من می فرمود۔ گاہہا وے را می دیدم کہ در ترشح باران باوجود گل ورے با خادم رجب نام نماز خفتن بمسجد می آمد باشوق تمام۔ من از مشاہدہ دیدار وے شکر می کردم کہ یاد وے از اولیاے سابقین می داد۔

شیخ رستم

وے بسیار بزرگ ست۔ از کاملان است۔ صاحب احوال عظیمہ است۔ شیخ من گفتہ کہ وے در طریق استقامت وتجرد واخفاے نسبت بے نظیر است۔ در چند روز سلوک طریقہ نقشبندیہ بہ کمال رسانیدہ در صحبت خواجہ بیرنگ باشارہ غیبی۔ بعد از خواجہ بیرنگ با خواجہ ابرار تا آخر عمر وے صحبت داشتہ واستفادہ زیادہ از انچہ در فہم و قیاس در آید نمودہ۔ ووے از اصحاب ہمت وتصرف است۔ با رواح طیبہ نسبت قوی دارد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے خواجہ بیرنگ از من سخنے می پرسیدند ومن نمی توانستم۔ در چنین جواب گفتن بر روے مبارک ایشان نظر می کردم کہ چشم خیرہ می گردد وتاب چشم روشن می شد چنانچہ در چنین نظر کردن تاب۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار گفتہ کہ وے در زمان خواجہ بیرنگ خرد سال بود، اما ہم

منجملہ اعظم اصحاب بود۔ خواجہ بیرنگ بعد از تمامی سلوک ہمان سلوک کہ (در مجلس)
بخلفاء می نمودند بوے می نمودند و در عقب آن تیز۔ شیخ من گفتہ کہ یکے از خصائص
شریفہ وے آنست کہ آنقدر محبت بخواجہ بیرنگ واز خورد (خرد) وکلان خاندانِ
وے اورا است توان گفت کہ ایفاءِ حق ارادت می کند و باین صداقت از کم کسے
ظاہر است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ روزے من ساعتے نزدیک تربت مقدسہ خواجہ
بیرنگ نشستم چون از آن جا برخاستم باوے گفتم کہ آنجا غیر از ذات حق ہیچ چیزے
نہ۔ وے ازین حرف بسیار محظوظ شد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ من بعد
فوت شیخ رفیع الدین شبے وے را بخواب دیدم کہ مرا گفت، پیش ما بیا۔ درین اثناء
خواجہ بیرنگ ظاہر شدند و شیخ رفیع الدین فرمودند کہ فلانے (مرا) روزے چند
باوے کار ہا است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے را باین (خوبی ہا) بندہ امروز از
اصحاب خواجہ بیرنگ (دانستہ) رجوع بوے دارد و آثار عنایت وے در خود یافتہ و
وے را ملاذ خود می داند در امور بسیار از ظاہر و باطن۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بی بی
قطب والدۂ وے را در احتضار دیدہ شد از غلبہ نسبت وسطوت حال در نظر چنان نمود
کہ گویا بشیرے نشستہ است دران حین مغلوب محبت خواجہ بیرنگ بود۔ سخت باحال
شگرف وبانور، مردان راہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار از ہمت وتوجہات وے
کہ بنسبت بادشاہ صاحب قرانِ ثانی در استقرار امورِ خلافت وسلطنت وغیرہ
ذالک نمودہ ببادشاہ ظاہر ساختہ وآگہی دادہ وآشنا کردہ و بادشاہ امروز وے را از
نیکانِ زمان می انگارد و بتلطف وکرم سلوک می فرماید۔ چنانچہ ظاہر است۔ روزے

وے بمن گفتہ کہ شکر است وقت آن ماندہ کہ مردم حسبۃً للہ از شتافتگی قدم بری
دارند و خود را بدوستان او سبحانہ برسانند و براہ مردانِ گذشتگان فرا می دوند۔ من از
وے خوارق دیدہ ام و ہم از زبانِ دیگران بکرات شنیدہ۔ و ہم من بیقین می دانم کہ
اگر عقل مردے بودے بصورت وے بودے۔ و وے پسر دارد شیخ محمد قلی نام کہ
سہ روزہ کلمۂ طیبہ را بزبان فصیح گفتہ بودہ ست، و حاضران شنودہ۔ وے منظور نظر
خواجہ ابرار است و مقبول خاطرِ شیخ من۔ امروز بہرہ مند ظاہر و باطن و مصاحب
مزاج فہم۔ شیخ محمد قلی گوید کہ روزے در ایام صبا بپدر گفتم۔ ازین جا جھروکۂ
بادشاہی پُر دور است تماشا نمی توانم کرد۔ گفت ساعتگی بباش۔ درین اثناء پیل
دمان بے پیلبان از اکبرآباد در رسید و پیلے دیگر ہم ہمچنان مست و بے پیلبان از
سکندرآباد فرا آمدہ باہم بجنگ درپیوستند تا دیرے۔ آخر ہر دو زالہ کنان در دریاے
جون باہم در آب افتادند و این تماشاے بے نظیر در نظر آمدہ۔ و ہم وے گفتہ کہ شبے
بخواب دیدم صحراے ضخیم و حوضے کلان پُر آب و رو بقبلہ۔ بر آن حوض جمعے کثیر و
جمّ غفیر از مشائخ کبار و درویشانِ عالی مقدار نشستہ اند و خواجہ ابرار متصل برنج
جنوبی آن حوض بطریق شان نشستہ درین اثناء خواجہ خرد خوش بہیئت تجرید و بے
تعینی با سواری شیرے بدان جا می آمد۔ از مشاہدہ آن ہمہ خلائق بتعظیم قیام نمودہ
اند و می گویند کہ خواجہ خرد آمدند و چنان خوش می گردد کہ مردم بسیار در ہوا بر آب حوض
ایستادہ اند و حوض از آن مردم پر است۔ و وے تصحیح نسخت "شرح مشکوٰۃ" پارسی شیخ
عبدالحق دہلوی را با فوائد چیدہ احادیث شائستہ و زدہ جمع نمودہ است و الحق آن

طرز نواست وخوش آئندہ وآن تالیف را "سراج المشکوٰۃ" نام کردہ۔ وہم این نام تاریخِ آن کتاب است۔ وے در سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ ۱۶۶۲م) برفت۔ من تاریخِ او گفتم

اے خوشا زیستن و مردن آن زندہ دلے — کہ بدرد و غم او عمر نہ برباد گذشت
شد محمد قلی آزاد ازین دیر فنا — دولتے یافت کہ وے باغم دل شاد گذشت
زان دوئی کردہ ز دل دور بگفتم تاریخ — آہ صد آہ محمد قلی آزاد گذشت[1]

بعد اتمام "اسراریہ" بچہار سال حافظ عنایت اللہ پسر محمد قلی کہ مردے غریب و نادر ست، گوید۔ کہ شبے من بخواب دیدم کہ خواجہ ابرار در مسجد جامع فیروزی آمدہ یکے را طلب داشتند، شیخ حسن خسر پورہ شیخ رستم کہ از دنیا رفتہ بود مرا آوردو شیخ یوسف برادر زادہ شیخ الہداد کہ ہم از دنیا رفتہ آنجا حاضر بود گفت حافظ را نہ طلبیدہ بلکہ شیخ رستم را طلبیدہ تا وے را بحضور خواجہ ابرار آوردہ اند۔ اتفاق در ہمان ایام مردوے از بیماری بہ شدہ بود (قدرے) نقاہت داشت، روزے بزیارت حضرت قطب الدین قدس سرہٗ رفتہ بودہ است واز آن جا بیمار شدہ بہ حالت بخانہ آمدہ است۔ من بعیادت وے شدم۔ نیک باہوش بود۔ بر من لطف بسیار فرمود۔ (متعلق من) میر حسن پسر میر محمد زاہد گفت کہ فلانے کس خوب است وفاتحہ خواندو مرا رخصت داد۔ ہم شیخ من دیدہ من در شب یازدہم جمادی الاولیٰ بعیادت وے رفتم محتضر بود و بیہوش وگاہی بود و در ہمان شب برفت از سال ہزار و ہفتاد و سہ (۱۰۷۳ھ) و چون وے را در گور کردند

---

[1] درین مصرعہ تاریخ اعداد یک "ی" "د" (۲) شمارند

بکنار صفہ خواجہ بیرنگ، باران ترشحے داشت بطافت۔ وبر روے وے چون وے را
در (گور) کردند بس نورانیت بود (ازین) ومن بسیار خوشوقت شدم۔ شیخ من گفتہ کہ
من شبے وے را بخواب دیدم کہ جاے ایستادہ است ودریافتہ ام کہ وے از دنیا برفتہ
بوے شدم وپرسیدم کہ حال بر تو چون گذشت، گفت، خوب گذشت، گفتم ہیچ تشویشے
خود برسید۔ گفت اندکے رسید لقا الحمد للہ بخیر انجامید۔ باز پرسیدم کہ خواجہ بیرنگ را
دیدی، گفت، دیدم وخواجہ ابرار را دیدی، گفت۔ آرے۔ گفتم پس چشم شما را باید بوسید۔
بدیدار ایشان مشرف شدہ اند وتاریخ وفات وے این قطعہ گفتم۔ قطعہ

شیخ رستم صاحب صدق و صفا   چون بسوے خلد اعلی برد راہ
سال تاریخ و صالش عقل گفت   کو حبیب خواجہ ابرار آہ

شیخ مرتضی سنبھلی

وے صاحب عشق ومحبت ومعرفت ووجدان است۔ چہ مشرب عذب وچہ ذوق
لطیف وچہ حال عالی وچہ نسبت قوی داشت۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ چون
بملازمت خواجہ بیرنگ مشرف شدم بے آنکہ طلب درمیان آید، رابطہ ایشان مرا
فرا گرفت۔ از آن صحبت چون برخاستم وبخانہ آمدم بناگاہ می بینم کہ صورت
مبارک ایشان ہمہ جہات را فرا گرفتہ۔ حیران شدم۔ وہنوز نوکری را وا نگذاشتم، و
خواستم کہ بروے نظرے کنم، صورت مبارک ایشان از میان غائب شد۔ واین
معاملہ در ایام آنجا بود۔ چون ایشان بدہلی متوجہ شدہ اند، من برخصت آمدہ ام

والتماس طریقہ کردہ۔ درآن وقت ایشاں برپا ایستادہ بودند مرا بگوشہ بردند و فرمودند، رابطہ بکنید۔ عرض کردم۔ رابطہ چیست؟ یعنی تمام فرمودند حفظ صورت ما کنید۔ حقیقت حال را عرض کردم۔ لطفہا نمودند و (دوبارہ) اشارت بآمدن دہلی کردند و فرمودند کہ رمضان نزدیک است اگر توانید خود را درآن ایام برسانید۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ درآواخر رابطہ صورت مبارک جدا شدن گرفتہ است، مرا ازین معنی اضطراب تمام روئے داد۔ بخواجہ بیرنگ عرض کردہ ام۔ فرمودند کہ کار خود کرد دیگر چہ کند؟ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ چہل روز کما بیش برمن چنان گذشت کہ ہر روز صفتے تازہ و حالے نو می فرستادند و چون آن وارد می رسد، متصل کس می آمد کہ خواجہ بیرنگ می طلبید چون بخدمت می رسیدم می فرمودند کہ این چنین چیزے بشمار سید، عرض می کردم، آرے۔ می فرمودند۔ بروید بکار باشید۔ سبحان اللہ آن چہ طریقہ ارشاد و تربیت بود کہ ایشان داشتند۔ بیک نظر کارے کہ سالہا میسر نشود پیش می آید۔ چون از مسجد بری آمدند ساعتے می ایستادند و بہر کدام ازین مردم کہ بمشایعت آمدہ بودند نظرے می فرمودند و ہر کدام را حال و صفت تازہ می بخشیدند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے درچنین وقت نظر انداختند مرا حالے پیش آمد کہ من خود را دیگرے دانستہ می داشتم کہ این مردہ است۔ وتا سہ روز این حال کشید و درین سہ روز با خود می گفتم کہ فلانے کس خوبے بود حیف کہ رفت۔ درآن ایام کہ ہر روز حالے می فرستادند، روزے حالے رسید و کس نرسید۔ خود رفتم کہ عرض کنم اما وقت آن نبود ایشان در تہ خانہ مسجد بودند و بر

چادر پیه دراز کشیده. مجذوبے در دست داشتند و می دیدند چون مرا دیدند جزو از دست
نهادند و بشارت گفتند، بگو. هر چند خواستم چیزے توانم گفت نتوانستم. ایشان تیز تیز می
نگریستند و می فرمودند، بگو. لرزه بر اعضاء من افتاده حالتے غریب روے داد و این
حالت تا دیر کشید بعد از مدتے آن اضطراب اندکے تسکین یافت. اما دست چپ
در لرزه بود. این قدر توانستم گفت که هیچ نمی توانم گفت. فرمودند. بروید ناطبیده
نیابید. چون از آن جا برخاستم و بیرون آمدم دیدم که حالے عجیب کشیده ام. ساعت
بر دیوار تکیه کرده نشستم تا بحال آمدم و از این چند روز بیماری تپ کشیدم.

و هم شیخ من گفته که وقتے گفته که روزے حالے وارد شده بود و من
آن حظ تمام داشتم و خرامان خرامان در مسجد می گشتم. ناگاه ایشان در مسجد آمدند و مرا
بآن حال دیدند و تا مرضی نشستند. بعد از ساعتے سید احمد رسید و دستے بر سینه من زد
گفت که تو چه حال داری و بیرون شد. متصل این عمل، حال از من جدا شد، من
مضطرب شدم و من دانستم که این عمل از سید است و سید مست (درزی) بود
گریه کنان در عقب سید رفتم، وحشت تمام داشتم که این چه بود که کردی. سید در خنده در
آمد و من هر چند زاری می کردم سید می خندید. آخر چون دید که بسیار وحشت می
کنم گفت که از من چیزے واقع نشد. ایشان مراقب بودند و چه کردم بفرموده
ایشان کردم مرا در طلب (حق) وحشت نیست.

و هم شیخ من گفته که روزے خواجه میر نعمت روزے در واقعه دید در غایت
[illegible] و دل جوے مرشد و [illegible] گشت. شیخ من کیفیت آن از حضرات پرسیدند.

شیخ کمال[1] یکے از یارانِ ایشان گفت کہ حقیقت ذات احدیت بود ظہور فرمودہ، خوشوقت شدند۔ ہم شیخ من بمن گفت از ین قسم احوال بر عارف کامل می گزرانند و آن عارف در آن حال بہر رنگے و بہر کارے کہ متوجہ می شود لوجہ اللہ کند بلا حدث (نفس) چہ از آن نجاست پاک گشتہ است

از غیر خدا چون غسل کردی خود بار دگر نجس نگردی

وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے یکے نزد خواجہ بیرنگ رسید و گفت کہ شاہ دھورہ کہ یکے از یاران است ایشان تصرفے کردہ اند و وے بر زمین در افتادہ است و روے سوے ایشان می دارد گفتند مدتے کشیدہ است بے جنبش دست و پا ۔ در آن حال جبین و سینہ وے خراشیدہ گشتہ و آغشتہ بخون۔ وہم شیخ من گفتہ کہ روزے وے پیش خواجہ ابرار اظہار درماندگی خود می کرد و می گفت۔ خواجم! ہیچ حالے و ہیچ مقامے نصیب ما نشد۔ ہمین طور بیکار ماندم۔ خواجہ ابرار گفت۔ این سخن شما بآن مستے می ماند کہ روزے کیفے خرید و بخورد و شورش آورد و بد مستیہا کرد و گریبان و جامہ اش پارہ گشت۔ پس از آن نظرش بر آن کیف فروش افتاد و بغضب گفت۔ مرا کیفے دادی کہ اثرش ہیچ ظاہر نشد۔ گفت آرے علامت بے کیفی و ہوشیاری از اوضاع ترا ظاہر است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ مرا بشیخ مرتضی نیازمندی بسیار واقع است والطافے کہ در حق من می گردانید، در بیان نمی شاید۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وقتے شیخ

---

[1] شیخ کمال قریشی۔ بہ طریق سیاحی بر قدم توکل بہ ہندستان تشریف آوردہ زیر قلعہ دہلی برکنار جون سکونت گرفت۔ وفات آن در سال ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶م (تذکرہ جمیع اولیاء دہلی)

تاج الدین در سنبھل بود شیخ مرتضی بصحبت وے می رسید و از وے تصرفے و توجہے
ظاہر می گشت کہ خلاف وقت خودی یافت و بوں می شد بآخر ترک صحبت کرد۔ چون بہ
دہلی رسید خواجہ بیرنگ پرسیدہ اند کہ بصحبت شیخ تاج الدین می رسیدہ اید، یا نہ۔ صورت
حال را معروض داشتہ است۔ فرمودند زین بعد ہرگاہ کہ شما بصحبت شیخ می رسیدہ باشند
نمی تواند در شما تصرف کرد۔ من بعد ہرگز چنان واقع نشد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ
مرتضی گفتہ کہ من گاہ ہا بسر قبر شیخ فتح اللہ ترین سنبھلی مراقب می نشستم۔ روزے صورت
شیخ ظاہر شد، بر من توجہ کرد و انجذاب بہم رسید و در این شب صورت خواجہ بیرنگ ظاہر
شد و میان شیخ و من حائل گشت۔ شیخ فتح اللہ ترین مرا گفت۔ می خواستم کہ ترا از من
نصیبے رسد لیکن این تصرف نمی گذارد۔ روزے پیش شیخ من این رباعی مذکور شد۔

رباعی

ہمسایہ و ہمنشین و ہمرہ ہمہ اوست — در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہان خانہ جمع — باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

شیخ مرتضی گفت، ہے دریغ مثل مولانا جامی عارف کامل تاکید قسم خوردہ می گوید
کہ ہمہ اوست و "او" را بجز بہ "از و" نمی کرد و ہیچ اعتبار آن نمی کند۔ و ہم شیخ من
گفتہ کہ مرا از شیخ مرتضی نیازمندی بسیار واقع است و از الطافے کہ در حق من می کرد
امیدواری ہا بیشتر دارد۔ گویند شیخ مصطفی پدر شیخ مرتضی کہ درویشے بود صادق و
عاشق۔ در ایام جوانی بر دختر ہندوے فریفتہ شد۔ آن دختر ہم بوے راضی گشت و
نہان در خلوت (مرتضی) مسلمان کردہ بحبالۂ عقد خود در آورد و جماعت ہنود فریاد

بحاکم شہر بردند و کار شیخ را بظلم فرانمودند۔ حاکم ارباب شرع را طلبید و آن دختر را باپردہ حاضر کرد۔ قاضی از دختر پرسید کہ اگر شیخ ترا از روئے تعدی برکشیدہ اش بگیریمش و بقبیلۂ تو حوالہ نمائیم و اگر با شیخ راضی ہستی و مسلمان می شوی آن چنان برگوی۔ دختر گفت قبول کردم مصطفیٰ را و دین مصطفیٰ را۔ ازین اقرار ارباب شرع و حاکم خوشدل گشت و دختر را بشیخ سپرد۔ شیخ مرتضیٰ ازآن دختر متولد شد۔ روزے شیخ مرتضیٰ بمن گفت کہ ہمت و توجہ را اثر یست تخت ظاہر و صاحب توجہ ہر کہ باشد۔ چنانچہ مشہور است کہ در ایام پیشین برہمنے بودہ است بت پرست، روزے بکارے بجائے می رفت پسر خود را گفت۔ چنانچہ من در وقت طعام اول بہ بت می خورانم و پس من می خورم تو ہم آن چنان کنی۔ گفت۔ بلے۔ چون وقت طعام رسید پسر تحقیق دانست کہ بت ہم چون ما می خورند و اصطلاح کفر و نمی فہمید، شیر در ظرفے نہ و گفتن گرفت۔ "دودھ پیو، دودھ پیو" گویند، وے را چون مدتے گذشت و الحاح از حد گذشت۔ بت سر بر آورد و قدرے بخورد۔ چون روزے دیگر برہمن باز آمد ز پسر حقیقت طریقہ پرسید گفت من الحاح بسیار کردم تا قدرے شیر بخورد (ستھرا خیال کردہ)۔ ازین معنی برہمن پسر را تسلیل کرد و وے درویش صادق شد۔ در تخ مولانا قاضی محمد مسطور است۔ کہ حضرت احرار قدس سرہ می فرمودند کہ ہمت، جمع خاطر و تسلط قصد است برامر واحد، بروجہے کہ خلاف آن در خاطر نیاید۔ چون چنین کند البتہ سبب حصول مراد است۔ فرمودہ اندہم کہ ہرامرے پیش آید می باید کہ مناسب آن مہم توجہ بحضرات اسماء نماید۔ اگر بیمار است باسم مبارک "شافی"

یکروز بجا مع طوس آمد۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر میبے (بگفتن صفت او) می داشت این محمد بندے برقباداد وشیخ ابوسعید را خاموش کرد۔ زبانش نسبت او در گفتگو بخود برآمد و شیخ ابوسعید گفت۔ اے سلطان عصر واے سرورِ وجود بند قباوا کشی کہ بند بر ہفت آسمان وزمین نہادی۔ ہم درآن کتاب است۔ از شیخ ابوعبداللہ خفیف پرسیدند کہ سبب چہ بود کہ وے بشام نماز نمی کرد۔ گفت پیوستہ مطالعۂ غیب می کرد۔ امور غیبی بر وے غالب آمد در مقام حیرت افتد واز اعمال ظاہری باز ماند۔ روزے من بخاطر آوردم کہ بشیخ مرتضی بگویم کہ ہر چند در اشتغال ذکر باطن مداومت می نمایم چونست کہ چندان اثر نتیجہ آن بظہور نمی آید تا این سخن در خاطر بردم وے گفت در صحبت ابو یزید بسطامی مریدے دایم ذکر می کرد وہیچ اثر آن در خود نمی یافت۔ بایزید او را "سلطان الذاکرین" لقب کرد، چون سبب آن پرسیدند، گفت۔ اگر یکے از شما در ذکر اثر نمی دید، کس می گرد۔ وے ہر چند اثر نمی یابد فراپیش می رود۔ وہم درین بابت از "نفحات الانس" مرا نقلے بنظر درآمد وآن وہم برطرف شد وتسکین خاطر شد واین است کہ شیخ الاسلام گفت کہ علی بن موفق را بشنود چہار بار بہ حج آرند وقت حج کردہ بود وبا خود می گفت بتاسف کہ می آیم ومی شوم نہ دل دارم نہ وقت (نمی دانم) من خود در چہ ام۔ آن شب حق تعالی را بخواب دید، وے را گفت۔ اے پسر موفق تو بخانہ خویش کسے را نخواستی نخواندی۔ اگر من ترا نخواستمے نخواندمے ونہ وردمے۔ درین رنگ آخر شیخ مرتضی، مرا اضطرابے سخت روئیداد کہ مبادا ازین صحبت جدا گردم اندرین معنی کتاب "نفحات الانس" واکشادم، زاتفاق این شعر آمد۔

گر نالد کسے نالد کہ یارے در سفر دارد　　تو بارے از چہ می نالی کہ یارے در بغل داری

روزے وے را ہم در آن بیماری بے خودی روئے داد۔ حاضران دانستند کہ برفت۔ عزیزے گفت۔ حیف کہ این چنین بزرگ ہم چنین برود۔ وے چشم وا کردو باشارہ گفت۔ مرا بخش نید۔ چون نشست ساعتے مراقب شد و سر برآورد و ذکر جہر کردو برفت در شب شانزدہم ربیع الاولی از سال ہزار و چہل و ہفت (۱۰۴۷ھ، ۱۶۳۸م) شیخ من گفت کہ خواجہ بیرنگ نیز در وقت رفتن ذکر جہر کردہ بودند و نیز گفتہ کہ نیت در ذکر جہر، جماعتے کہ کردہ اند، این است کہ ہر نفس را اخیری دانند۔ و در نفسِ آخر ذکر جہر سنّت است۔ اگر چہ قدر و منزلت است این سخن را در نظر اولیائے حق۔ در کتاب ''رشحات'' است کہ مولانا سیف الدین کہ از اکابر علماء آن زمان بود از حضرت عزیزان سوال کرد کہ شما ذکر علانیہ بچہ نیت می گوئید۔ فرمودند کہ۔ باجماع ہمہ علما در نفسِ آخر بلند گفتن و تلقین کردن بحکم حدیث ''**لقنوا موتا کم بشهادت لا اله الا الله**'' جائز است و درویشان را ہر نفس نفسِ اخیر است۔ من در تاریخ شیخ مرتضیٰ گفتم۔

قطعہ

آن صاحب کمال خدا شیخ مرتضیٰ　　از عالم فنا چو بدار القرار رفت

صبر و قرار رفت ہم از دل ز عاشقان　　ناگاہ ہم چو ماہ و شے از کنار رفت

ز عالم فنای چو شمی بحال خود　　چون رفت چون جنید بعلم و وقار رفت

تاریخ فوت او چو طلب کردم از خرد　　ہاتف زغیب گفت آہ ''نقیب دار رفت''

۱۰۴۷ھ

شیخ نجم الدین پسر وے کہ جوانے است، فہم بحقیقت بردہ۔ گفتہ چون پدر من محتضر شد۔ شیخ بہاء الدین ابن شیخ محمود حاضر بود۔ گفت شیخی پسر خود را بکہ می سپاری؟ گفت پدر من وقت رفتن مرا بکہ سپردہ بود۔ گفت بخدا، گفت من ہم وے را بخدا می سپارم۔ وہم وے گوید کہ بعد از رفتن پدر من در زیر بالین وے این غزل تازہ بخط وے یافتہ شد۔ غزل

نہ میل مُردن و نے شوق زیستن دارم ۔۔۔ نہ ذوق خلعت و نہ خواہشِ کفن دارم
نہ دل کشد بسوے باغ و بیشہ و صحرا ۔۔۔ نہ حظِّ عُزلت و نے عیشِ انجمن دارم
نہ حبِ صحبت مردم نہ حبِّ تنہائی ۔۔۔ نہ می گُزم زِ سخن نے سرِ سخن دارم
نہ عزم طاعت و نے قصد جرم و عصیانم ۔۔۔ چگونہ عرض دہم حالتے کہ من دارم
ہزار شکر رضاے بہر طریق گناہست ۔۔۔ سر نیاز بدر گاہِ ذوالمنن دارم

حافظ جلال الدین

صاحب وجد و حال و ذوق است۔ در اوائل وے مرید عبد الشہید احراری بودہ است۔ پس از آن بصحبت خواجہ بیرنگ رسیدہ و در اندک فرصتے بہرہ فرا گرفتہ و فیضہا یافتہ و بکمال رسیدہ۔ شیخ من گفتہ وے مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم بسیار در خواب دیدہ۔ بآن حضرت نسبتِ تمام داشتہ۔ از طلعتِ وے نورِ حقانیت ظاہر بود۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ از خواجہ ابرار روزے کہ حافظ وفات یافت شنیدم کہ وے مورد تصرفات خواجہ بیرنگ بسیاری شدہ است۔ من از مردم فقرا بسیار شنودہ م

وذوق شریف ونسبتے لطیف۔ شیخ من گفتہ بسیار بودے کہ خواجہ بیرنگ سید را می
فرستادند کہ از احوال باطن یاران مسجد خبر گرفتہ بیاید۔ سید می آمد واز کیفیاتِ یاران
مطلع شدہ می رسانید وہم چنین سید را بمزارات اکابر اولیاء ومشائخ می فرستادند و
جواب می طلبیدند بے آنکہ جواب پسند بگوید۔ گاہ بودے کہ آزردہ با جواب
برگشتے۔ تصرّفاتِ انفسی وآفاقی خواجہ بیرنگ زیادہ از آن است کہ در شرح گنجد۔
وہم شیخِ من گفتہ کہ والدۂ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بصُور مختلفہ بسیار ظاہر می شدند۔
یکبارے در صورت آئینہ تصرّفے فرمودند وتجلّی نمودند۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ خواجہ
بیرنگ بر والدۂ من نہایت عنایات والطاف وتوجہات عالیہ می فرمودند۔ شبے
بنوبت شب باشی بخانۂ دیگرے بودند واز آن جا توجہے بوالدۂ من کردہ اند ووے را
احوال عالی روے نمودہ وتجلّیٔ خاص مشرف گشتہ۔ پگاہ آمدہ پرسیدہ اند کہ بشب چہ
حال گذشت۔ وے حقیقت را بعرض رسانیدہ، فرمودہ اند۔ وصل حق ہمین است۔
وہم شیخ من گفتہ کہ سید احمد باین فقیر عنایت بسیار داشت ومکرر از وے شنودہ شد کہ
دعا می کرد بحق من۔ روزے کہ برفتہ ازین جہان روزے بود کہ از خانۂ وے کسے
کہ برآید بُوے فقر از وے می آمد وعقیدت شریفہ خواجہ بیرنگ داشت۔ وہم شیخ من
گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بمن وعدہ کردہ اند کہ چون بہ بہشت رویم ترا برابر خود بریم۔
گویند کسے از یاران خواجہ بیرنگ را حالے پیش آمد کہ مرضیٔ ایشان نبود۔ روزے
سید حاضر بود کہ ایشان چیزے کہ در سوراخ دیوارے نہادند۔ فی الفور حال وے از
دست بشد وبنابر مصلحتے وحکمتے وے را نہ گفتند۔ وے مضطرب گشت و

حقیقتِ حال را بسید گفت۔ سید در خلوتے جرغش رسانید کہ آن بیچارہ خراب می شود۔ حضرت آن چیز را از سوراخ برآرند ایشان برروے تبسم آوردند و آن حال باز فرا آمد از زیادتی۔ در "رشحات" است کہ میر عبدالاول از کبار اصحاب حضرت خواجہ احرار قدس سرہ بودند و بشرف فرزندیت و دامادیٔ مشرف گشتہ بودند۔ در مبادیٔ حال کہ از نیشاپور بملازمت حضرت ایشان بماوراء النہر آمدہ اند و طریق رابطہ اختیار کردہ مدتے ہفت سال متصل بورزش آن نسبت شریفہ قیام نمودہ اند و بشرائط آن اقدام فرمودہ و اکثر اوقات از آن قبیل بودہ است کہ چون چشم مبارک حضرت ایشان بر خدمت میر می افتادہ (است)، ایشان او را از مجلس راندہ اند و سخنان درشت فرمودہ اند۔ بعد از ہفت سال ایشان را بفرزندی قبول کردہ اند۔ و صبیۂ شریفۂ خود را بحبالہ عقد ایشان در آوردہ اند۔ آن شریفہ مدخدمت بہ دو پسر ان امیر گرفتہ بود۔ پسران او بمیر کلان و میر خرد معروف و مشہور بودند۔ گاہ بودے کہ خوجہ بیرنگ از بیعت مشرف نمودہ، مردم را بسید محمد حوالے فرمودہ و بخلوتے خاص کم کسے از یاران در آمدے۔ (مگر) سید آمدے۔ و بسا کار رشاد مریدان ایشان بالتماس سید مذکور بظہور رسیدے۔ و در سال ہزار و پنجاہ واند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰ء) برفتہ از دنیا۔ در اوائل من سید را پیش شیخ خود دیدہ ام۔ وے ز شیخ من مرا پرسیدہ کہ کیست، این جوان؟ گفت۔ صالحے است نام او۔ از آن وقت اے مرا سخت دوست داشتے و از ما جدا بے کہ با خوجہ بیرنگ در خلوت

---

۱ درنسخہ "صمدیت" ست

خاص بمیان گذشتہ بودے بیان فرمودے۔ روزے سید مرا گفتہ کہ ''خواجہ بیرنگ شبے بعد از نماز خفتن بدر مسجد آمدہ ایستادند در عالم استغراق و دست در کمر آوردہ ماندند تا مؤذن اذانِ بامداد گفت و نمازی باز در مسجد بنماز آمدند۔ (خواجہ بیرنگ مرا گفتہ کہ) آن شب برما چون ساعتے بگذشت۔''

شیخ عبدالغفور سنبھلی

از یاران خواجہ بیرنگ است۔ در کمالِ استقامت بودہ و صاحب نسبت عالی و استغراق تام۔ طریقت و معاملت با جذبہ ہم داشتہ۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ۔ روزے در مسجد فیروزی بر صفِ نماز مراقب نشستہ بودم در واقعہ دیدم کہ اکابر سلسلہ نقشبندیہ و چشتیہ قدس اللہ اسرارہم باہم جمع اند و ہمہ اکابر نقشبندیہ متوجہ ذات بحت اند و از اکابر چشتیہ خواجہ معین الدین تا خواجہ نصیر الدین دہلوی نیز توجہ بذات دارند و باقی متوجہ صفات اند۔ و من از پیش خواجہ قطب الدین گذار اشدم خواجہ فرمودہ۔ اے فلان بیا، تا ترا چیزے کرامت کنم۔ درین اثناء خواجہ بیرنگ دست من گرفتند و گفتند از ماست۔ خواجہ قطب الدین گفتند چہ باشد کہ از ما ہم شغے بوے برسد۔ درین وقت مؤذن تکبیر گفت و من با فاقت آمدم و این اندیشہ در دل ماند کہ خواجہ قطب الدین کدام چیز کرامت می کردند۔ بعد از سہ چہار روز خواجہ قطب الدین را بخواب دیدم پرسیدم کہ آن چہ بود کہ شما لطف می فرمودند۔ فرمودند، آن سوزے کہ در سینۂ تست۔ وے ہمیشہ منزوی بودے چون کوہ راسخ۔ و دریاے بود مواج

مستقیم الحال۔ وے از رسوماتِ (تکلف نہ) صوفیہ رستہ بود و بترّہات آنان فریفتہ
نشدہ بود۔ وے فرمودہ کہ "فوائد الفواد" آوردہ اند۔ "کار را از اصل گرفتہ اند زین
کار باید فرا رسیدن، در "نفحات الانس" می آرد کہ شیخ الاسلام گفت کہ ابو صالح
حدّثنی[1] گفت کہ در خانہ ابوالخیر تینانی شدم بزیارت۔ مرا گفت۔ اکنون از سفر کجا می
آئی؟ گفتم زطرطوس۔ گفت اصل بکجا نیت داری؟ گفتم۔ (نیت) مکہ دارم۔
گفت۔ حق تعالیٰ شما را چیزے داد، حقِ آن ندانستید و آن را نیکو نداشتید۔
(نتیجتاً) شما را در بادیہ بود در بہا پراگندہ ساخت۔ ابو صالح گفت۔ اے شیخ حج و غزا را
می گوئی؟ گفت۔ آرے حج و غزا را می گویم۔ چرا نہ وقت خود در غنیمت گیرید و از آن
باز نشینید۔ شیخ الاسلام گفت۔ مریدے پیش ابوالقاسم خلال مروزی شد از وے
دستورے خواست کہ بسفر می شوم۔ پیر گفت چرا می روی؟ گفت اگر آب زود تیرہ
گردد۔ پیر گفت۔ چہ دریا (بحر و) نباشی کہ زود و تیرہ نگردد۔" شیخ عبدالغفور با شیخ
مرتضیٰ اخوت و محبت تمام داشت و بار بار بہ دہلی می شدند بزیارت قبر منورہ خواجہ بیرنگ
درایام عرس۔ اکثر مساکین درسنبھل بدیدار وے شدندے از خانہ چیزے خوردنی
یا جنس نقد آوردے و بہ دعوت شان بودے واگر یکے از آیندگان سخنان این طریق
از وے پرسیدے از روے تجاہل شرمیدہ رنگ دیگر کردے و خود را بآن نیاوردے

دانائے راز، راز زبے بود تجاہل

من بسیار بوئے شدے و وے مراقبت دوست داشتے۔ و ہیچ گاہ نشنفتم کہ بد

۱۔ [illegible] است۔ نفحات الانس

وفات شیخ عبدالغفور در ماہ جمادی الاولیٰ از سال ہزار و پنجاہ و نہ است۔
(۱۰۵۹ھ/ جون ۱۶۴۹م) قبر وے بردیزوے۔ و تاریخ وے این گفتم۔ قطعہ

عبدغفور چو از در جہان رفت بزرگِ کامل و شیخ جہان رفت
بجانِ اہل شوق و عشق و عرفان بسا افسوس و فریاد و فغان رفت
بمکین ہمت پیرنگ خواجہ ہمہ عمرش چو عمر عارفان رفت
چو پرسیدم ز دل تاریخِ فوتش بگفتا "قطب سنبھل زین جہان رفت"

۱۰۵۹ھ

بعد از وے پسر وے عبدالواسع نام در ایام جوانی وے و من باہم بدلی شدیم۔
وے بطلب علمی پیش شیخ من مشغول شد۔ مردے نیک بود مدت با درآن جا
گذرانید۔ شیخ من گفتہ کہ عبدالواسع کے خوبے بود خوش فہم وظریف۔ روزے
نبض شناسے کہ در علم حذاقت بے نظیر بو نبض خود باستہزا نمود کہ احوال مرا
دریاب۔ وے نبض دید و گفت۔ زود کہ خدا شو۔ و گرنہ بصارت تو می رود۔ وے
این حرف را باستہزا دانست و گفتہ نبض شناس عمل نکرد۔ چون سنبھل آمد
بصارت او بکلی برفت۔ و در آن وقت من گاہ با وے را می دیدم صحبت نیک می
گذشت۔ وے سالہا زیست۔ روزے من بزیارت قبر پدر وے شدم۔ درآن
جا جنازہ دیدم پرسیدم، کیست؟ گفتند۔ عبدالواسع۔ نماز گذاردم۔ در پائین قبر
پدرش مدفون ساختند۔ در سال ہزار و شصت و ہشت۔ (۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸م) شیخ
عبدالغفور را برادرے بود شیخ رفیع نام۔ پیرے بود روشن لِقای و نیک منظر۔

خدمتِ خطابِ جامع مسجد سنبھل داشت۔ خطبہ باآواز حزین و دلکش می خواند۔
روزے من بعرس شیخ محمد عاشق شدم چنانچہ در احوال شیخ محمد صالح خواہد آمد۔

شیخ نعمت اللہ

وے مشہور بشیخی است و از اولاد شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری است[1]۔ در خردسالی بطلب حق در آمدہ در سال ہزار و ہشت و بصحبت خواجہ بیرنگ پیوستہ و اخذ طریقہ نقشبندیہ نمودہ۔ خواجہ بیرنگ را بوے نظر لطف و عنایت بسیار بودہ۔ صفائی حال و لطافت نسبت از وے ظاہر بود۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے خواجہ بیرنگ مرا طلبیدند و خدمتے فرمودند۔ ہمان وقت ایشان قبض[2] داشتند۔ و ضعف ایشان بر من منعکس شد چون بیرون آمدم کہ متوجہ آن کار شدم، حالتے روے داد کہ من نیز قصدِ ہلاک خود کردم و لحظہ بلحظہ آن عزم قوی تر می شد تا آنکہ اگر چاہے (بلند) می دیدم بخاطرم می رسید کہ خود را بزیر اندازم و ہم چنین وجود ہلاکت منظور می شد و سبب آن ہیچ نمی دانستم و نزدیک رسیدہ بود کہ خود را ہلاک سازم بعد از مدتے این اندیشہ کم شدن گرفت تا آنکہ زائل شد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے

---

۱ حضرت شیخ عبداللہ انصاری ابن ابو منصور ہروی ولادت ۲ شعبان ۳۹۶ھ ۱۰۰۶ء ... نسب آن حضرت معروف صحابی و میزبان رسول حضرت ابو ایوب انصاری [illegible] است۔ وفات ۲۲ ذی الحجہ ۴۸۱ھ/ ۱۰۸۸ء است مشہور عالم دین ادیب و شاعر و [illegible] طریقت [illegible] است۔ خلیفہ عباسی مقتدی باللہ آن حضرت را در سال ۱۰۸۳ء لقب شیخ [illegible] بود چند تصانیف معتبر و از آن یادگار است۔ ۲ روز قبض

خواجه بیرنگ در آواخر بآستانه خواجه قطب الدین رفته بودند آن جا متوجه شده اند که بدانند که خاک ایشان از کجا است۔ رواجِ طیبه مشائخ بسیار حاضر بودند۔ از آن میان خواجه مسعود بک[۱] گفته۔ خاک ازین شهر نیست و ہم چنین تعارف مواضع و بلاد کرده اند۔ و آخر گفته بلکه خاک شما ازین عالم نیست۔ خواجه بیرنگ تعبیر این معنی را از صاحب پرسیده اند که آن جا حاضر بوده اند۔ آنان وجے گفتند مرضی ایشان نیفتاد۔ بعد از آن از من پرسیدند۔ چیزے گفتم۔ ایشان را خوش آمد و فرمودند چیزے خوب گفتی۔ همانا که اجسادِ مطہر بعضے اکابر را حکم ارواح می دهند۔ وفات وے در سلخ ماه رجب واقع از سال هزار و شصت و پنج (۱۰۶۵[۲] هـ ۱۶۵۵ م) است من تاریخ وے گفتم۔ قطعه

صد آه که شیخ نعمت الله | برداشت رخت از زمانه
معروف به شیخی ار چه بوده | شیخی بده پیش او فسانه
"شیخی نماند" گفت هاتف | تاریخ وفات آن یگانه

۱۰۶۵ هـ

۱۔ شیخ خواجه مسعود بک از [illegible] فیروز شاه۔ مرید و خلیفه شیخ رکن الدین بن شهاب الدین محمود بود۔ مرآة العارفین و تمهیدات تصنیف اوست و قصائد و غزلیات بسیار دارد ۲۱ رجب ۸۵۱ هـ [illegible] وفات یافت۔ ([illegible]) این شعر اوست

چند رانی تیغ بر مشتاق [illegible] | [illegible] خود [illegible] کشتن [illegible]

۲۔ در نسخه نوشته است گرد [illegible] تاریخ وفات آن شیخی نماند است بعدد آن ۱۰۶۵ می آید۔

وے را بر من لطفے بودہ است بسیار۔ ہرگاہ من بوے شدے سخنان بس دلآویز از احوالِ خود گفتے و تاثیر نسبت خواجہ بیرنگ را کہ حکم اکسیر داشتہ بہ نحو بہترین بیان فرا آوردے۔ روزے می گفت در آن وقت اندر غلبہ حال چنانچہ چیزہا پیش نظر در می آید۔ مرا پس ہم بنظر در آمدے۔ و پیش و پس یکسان نمودے واضح۔ و ہم وے می گفت کہ مجذوبے بودہ در دہلی اہل استغراق ہمیشہ افتادہ می بود۔ گاہے کہ خواجہ بیرنگ بدآن کوچہ گذشتندے وے برجستے و از پئے ایشان گامے چند برفتے و خوش خوش بگفتے۔ اینک سرداری رود یعنی بزرگ می رود۔

خواجہ محمد صادق

وے طفاے شیخ من است عالم بودہ و فضل۔ خواجہ بیرنگ بوے التفات وعنایت بسیار می داشتند۔ و توجہات نیک می داشتند۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ در زمانہ خواجہ بیرنگ مرا حالے بود کہ در شرح نگنجد ... چنین بود کہ از خود خبرے نداشتم۔ باندک محرک رقت روے می داد۔ الحق، اثر نسبت خوبے خواجہ بیرنگ مفہوم می شد۔ در طریق نیاز و ارادت مستقیم بود۔ و ہم شیخ من گفتہ۔ بعد از آن کہ این نسبت واقع شد از صحبت خواجہ بیرنگ در پیوست و در ہمسائگی ایشان جا گرفت۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وے را فضائل و کمالات بسیار بود۔ و تصنیفات لطیفہ از قلم وے ظاہر شدہ۔ "ناقد اسماء الرجال" و "کلمات الصادقین" وغیرہ آن۔ در اوایل رمضان سال ہزار و پنج و دو، بہوش تام ذکر گویان برفت و ہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ وقتے مولوی جامی بکوچہ میگذشتند جوانے "برہمند" نام

بحسن و جمال، او با شانہ، بل شانہ بدیوارے سوار نشستہ ایشان نگاہے عاشقانہ بوے کردہ اند۔ وے را جوش آمد، در مستی از آن دیوار بر آمدہ و بر سینۂ ایشان ضم شد۔ ایشان دست دعا برداشتہ اند و گفتہ۔ الٰہی صد و بست سالہ شود پدر قلندر است۔ (دیدگان) ماجرا شنید و پس کشید و وے را کشان کشان بخدمت ایشان آوردہ و در پے انداختہ و عذر ہا خواستہ کہ این بے ادب کار رفتہ را عفو نمایند و توجہ فرمایند کہ آدم شود۔ ایشان خوشوقت شدہ اند و دو غزل فرمودہ و یکبار وے را خواندہ۔ وے نیک خواندن باز گرفتہ و صاحب علم و دانش گشتہ۔ و وے بعمر صد و پانزدہ یا شانزدہ بود کہ بدہلی آمدہ من وے را دیدہ ام و آن دو غزل از زبانِ وے شنیدہ و یاد گرفتہ بیک واسطہ از مولوی۔ و از آن دو غزل یک مصرعہ این است۔ مصرعہ

"حاقت مہمان نداشت خانہ بمہمان گذاشت"

من کہ در دہلی می شدم پیش شیخ خود، خواجہ محمد صادق مرا تخت دوست داشتے و از احوال خواجہ بیرنگ حکایت غریبہ گفتے و مرا دل نیک خوش کردے۔ وے در آخر رسالہ "حکایت ار شدین" خود کہ بہ تاریخ ... نست می نویسد کہ شکر خداوند سبحانہ کہ امروز ہاں ... اندز۔ این رباعی نکی حال این مرہون الطاف ایزدیست

رباعی

صد شکر کہ شد دین نبی آئینم وز مذہب بوحنیفہ شد تلقینم

صد شکر کہ از راہ فن و تحقیق در سلسلۂ خواجہ بہاء الدینم

نزد بل دانش و بینش چنانچہ دین محمدی از ادیان ممتاز است و مذہب بوحنیفہ از

مذاہب امتیاز دارد، سلسلہ نقشبندیہ از سلاسل دیگر مستثنیٰ است و نسبت این بزرگواران فوق ہمہ نسبتہا است۔ چہ نسبت دیگران در بدایت ایشان مندرج است۔ وقتے من نسخہ ”کلمات الصادقین“ وے را مطالعہ می کردم۔ ذکر نورالدین محمد آمد، اتفاقاً ہمدران وقت پسرے را کہ بخانہ سید فیروز در آن ایام متولد شدہ بود بتقریب نام نہادن آمدو از من پرسیدند۔ من ”نورالدین“ گفتم و از آن جا خبر رسید کہ منجمان ہم ہمین نام گفتہ اند و آن پسر مقبول از ارادہ الٰہی چہار دہ سالہ برفت از دنیا۔ خواجہ محمد صادق را پسریست خواجہ محمد صدیق نام از مبتدیان تلامذہ شیخ منست و با شیخ من صحبت داشتہ۔ وے ہم عالم است و فاضل و اہل این کار و در مسجد جامع فیروزی ہمیشہ بدرس علوم دینیہ یقینیہ مشغول و بغربت و مسکنت و انزوا و عزلت در زاویہ خویش است۔ و بعد اتمام ”اسراریہ“ برفت در سال ہزار و ہفتاد و یک۔ (۱۰۷۱ھ ۱۶۶۱م) قبر وے متصل بمقبرہ خواجہ بیرنگ است۔

خواجہ محمد ملیح

وے عطائے خواجۂ کلان برادر شیخ من است۔ وے بزرگ است۔ شیخ من گفتہ کہ وے بعد وقوع نسبت ترک تعلق نوکری کردہ و صحبت خواجہ بیرنگ رسیدہ۔ و شیخ صلاح تمام داشت و تقید بعبادات و اوراد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ من در بیرون شہر وے را دیدہ بودم۔ در نظر بسیار غریب نمود۔ بد گذاشتنی داشت در سال ہزار و چہل واند (۱۰۴۰ھ ۱۶۳۱م) برفت از دنیا۔ من وے آشنا بودم و نسبت بیت بہ وقت

گفتے و بر من لطفے و عنایتے داشتے۔

شیخ رفیع الدین

بن شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی قدس اللہ اسرارہم در صحبت خواجہ بیرنگ نسبتہائے عالی پیدا کردہ و معرفت وسیع و حال قوی نصیب وے گشتہ در علم ظاہر شاگرد پدر خود است و در علم باطن ہم از پدر خود۔ رسائل تصوف پیش خواجہ بیرنگ گذرانده بود و استفادہ نمودہ۔ شیخ من گفتہ کہ وے سخنانِ صوفیہ ضبطے تمام داشتہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ من مقدمہ "شرح لمعات" مولوی جامی را نزد وے گذرانده بودم۔ وقتے در آوان شباب بوے گفتم کہ مرا بعلم تصوف شوقست غالب، می خواہم پیش فلان شیخ کہ درین دستے تمام دارد، بشنوم وے رخصت بدہد و استفادہ کنم وے گفت من آن شیخ را نیک می شناسم، شما خود بہتر دانید۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے بآنکہ چند پشت شیخ و شیخ زادہ و صاحب سجادہ است رعایت طریق نقشبندیہ بیشتر می نمود کہ گمان نمی شود کہ وے را بسلسلہ دیگر ہم نسبتے باشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے بدین فقیر مہربانی بسیار می نمود و بسیار در باب این بندہ لفظے بر زبان مبارک وے گذشت کہ اظہار آن مقدور نیست۔ حق سبحانہ بطفیل خواجہ بیرنگ و اصحاب ایشان این گرفتار را ہمراہے دارد بمنہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ در اوائل خواجہ بیرنگ مستعجل شدہ آمدہ بودند میان راہ شیخ اللہ بخش گڑھ مکتیسری ملاقات شدہ خواستہ اند کہ بشیخ بیعت کنند۔ درین اثنا یکے گفتہ فلان نماز بسیار

می گذارد۔ شیخ گفتہ، نماز بسیار گذاردن کارِ پیران وزنان است۔ ازین معنی در توقف افتاد دریں باب شیخ من گفتہ کہ خواجہ احرار قدس سرہ در اوایل خواستہ اند کہ بسید قاسم جلال تبریزی بیعت کنند۔ دیدہ اند کہ جماعہ درویشان مخالف طریقۂ ایشان بے تحاشی مرتکب امور نامشروع می شدہ اند اگر چہ آن مردم در گرد و پیش سید قباب ایشان بودند۔ چنانچہ در ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار می فرمودند کہ سید قاسم می فرمودند کہ مرا شیخ زادہ ترکستانی گفتہ ہم چنان کہ این خویشانِ ما قبابِ ما شدہ اند۔ روزے باشد کہ خویشان تو قبابِ تو شدند۔ آخر خواجہ احرار بخاطر آوردہ اند کہ ''اتقوا مواضع التهم''۔ و بیعت موقوف کردند۔ و خواجہ بیرنگ شیخ اللہ بخش را بجذبہ می ستودند و بسیار تعریف می نمودہ کہ چون شیخ در ہندستان کسے ندیدہ ام۔ پس از آن سنبھلیان را بقدوم میمنت لزوم نوازش ہا فرمودہ اند۔ چنانچہ مجملے در ذکر سید محمد سرسوی بیاید۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ بار دوم خواجہ بیرنگ بلد خدائی شیخ رفیع الدین با عظم پور رفتہ[1] اند۔ در آن جا شیخے بود عالمے۔ وے بجمیع تلامذہ خود گفتہ کہ

---

[1] در نسخہ ''عقب آن'' [2] اعظم پور ہست یک مقام مشہور بہ ناحیت ضلع بجنور است و این در عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ در ریاستِ شیخ ابوالمناف است۔ دربارہ شیخ ابوالمناف صاحب ''منتخب التواریخ'' نوشتہ اند

''شیخ ابوالمناف از امرائے وقت خود بود و صاحب جاہ و حشمت در زمانہ
اکبر جلال الدین از اعظم پور باشد برآمدہ بتقریبی در امروہہ آمدہ و تن
گرفت و نسبش محمد بن سید ناصدیق اکبر می رسد۔''

شیخ ابوالمناف مرید و خلیفہ شیخ عبد المجید حبیب بود در سنہ [illegible] ھ وفات یافت [illegible]

درین شہر جماعہ فصوصیان آمدہ اند، زنہار پیش شان نشوید، چون این حرف بخواجہ بیرنگ رسیدہ خوشوقت شدند۔ گاہ با شیخ رفیع الدین می فرمودہ اند از روئے طیبت کہ فلانے! آن ملّا چہ می گفت؟ کہ جماعہ فصوصیین آمدہ اند پیش آنہا نروید۔ گفت بے وایشان منبسط شدہ اند۔ گویند پیش زمان در آعظم پور بزرگے بودہ است شیخ عبدالغفور عالم و عامل در سال نہ صد ہشتاد و پنج (۹۸۵ھ/۱۵۷۷م) برفتہ از دنیا وے معاصر شیخ عبدالعزیز چشتی است

شیخ عبدالغفور و اصل حق — آنکہ بودہ است قبلۂ آمال

مرغ روحش خورد نسیم وصال — کامِ دل یافت گشت فارغ بال

ذاکرے سال فوتِ وصلش گفت — کہ شدہ محرم حریم وصال

۹۸۲ھ

ازاین تاریخ ہشتاد و دو می برآید۔ و اللہ اعلم۔ چون رسالہ عینیہ شیخ عبدالعزیز و دیگر

جاری

دوراحد شیخ حسامی مدفون گشت برادرزادہ آں نورالدین ملا نوری این قطعہ تاریخ وفات گفت

بوالمعارف امیر و میر امت و دین — ز شاہِ وقت بدریافت منصب بالا

بزرگوار جہان بود مگر مخدوم — بخیر رفت ز دنیا بہ رتبہ والا

نوشت بندہ نوری بمرگ او ریب — ابوالمعارف ور آمد بگفت اعلیٰ

۳۰ — ۳۰+۱۰۳۶=۱۰۳۶ھ

راقم الحروف اکنی مصباح احمد صدیقی زادہ دین شیخ ابوالمعارف است۔ و دیگر واعظ شیخ بوالمعارف امروہہ دیار دیگر بسیار ست۔

سخن توحید بوے رسیدہ وخواندہ واین حرف بنظر وے آمدہ کہ (اے ارجمند دلبند این چہ دلاورشو۔ وددل خود فروزو۔ وبے وحشت وبے خوف انا الحق بگو۔ وسرو پادروحدت انداز وبمقصوری وہم چون کوران درراہ نمانی۔ قد علمنا هذا و حقيقتها بغايت التحقيق۔ انتہیٰ۔ وے نامہ نوشتہ بشیخ عبدالعزیز وبعضے گویند کہ وے درمقابل "عینیہ" "رسالہ" "غیریہ" نوشتہ بود بصحت نہ پیوستہ۔ امّا آن نامہ اینست کہ حضرت کریم ورحیم آن قدوۂ طریقت محرم خویش راہر روز ترقی برمقامات ذات وصفات عالیات خویش عبورے ودرمنازل مشاہدات بے تصوراسماء وصفات حضورے کرامت فرماید۔ سرفراز نامہ درترتیب مقدمات اہلِ تصوف رسید۔ ہم استعدادی نگذاشت کہ آن راتمام فروخورد۔ اے جان جاناں! خداوند عزیزِ حکیم از مکونِ حقیقت، خبرداد کہ "ماقدر الله حق قدره" چون وے تعالیٰ براعیان ثابتہ ما از ازل ازروے علم فایق بود کہ از حیثیت وکم عمی، ازمعلوم سابقہ خود توضیح فرمودہ۔ "اِنَّما انابشرٌ مثلكم يُوحى الَىّ" یعنی حقیقت وجود ما درگمان خود، بروجود خویش فرض نکنید، واین توبرہ ترورات رابرمنبرقدس نہید۔ "وکل الناس فى ذات الله جاهلٌ"۔ جمیع خلق "عقول عزول خویش فروبردہ (باحتراف عجز) برخوانیدہ اند۔ ازکلام عارف ربانی وعاشق سبحانی۔

سبحان خالقی کہ صفاتش زکبریا	برخاک عجز می فگند عقل انبیا
گرصد ہزارقرن ہمہ خلق کائنات	فکرت کنند درصفت عزت خدا

در نسخہ "جمعا"

آخر بعجز معرفت آئینہ کاے اِلہ   دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما

اے جانِ محققان و روح مشتاقان، چون ما غریبان از یافت این نعمت کبریٰ

و دریافت این سعادت عظمیٰ عاجز گشتیم و در دریاے حیرت لا یعلم الّا ھو ۔فرو

رفتیم و بحکم ” فان لم یجدھا وابلٌ فطلٌ “ جویان حضرتِ وے شدیم پس آن

بہتر کہ در خضر قرآن و احادیث رسولِ رحمٰن دستِ بیعت زنیم و دامن عقود

”اِتقوا اللہ و یحذرکم اللہ نفسہٗ“ و در پیش نہیم و سخن بارگاہ ”الفقر

فخری“ (زدیم و گفتہ)۔قدوہ محققان ذوالنون مصری ”یا بُنَیّی اذا صح

حالکَ مع اللہ لا یشغلک عنہ شاغلٌ و لا تشتغل بما یقول الخلق

عنک و لن یغنوا عنک من اللہ شیأً و اذا صح حالک مع اللہ ار

شدک الطریق الیہ و افقک بسنۃ النبی علیہ السلام و ظاھر

العلم و ایاک و الدعاوی فیمالیس لک من العلم۔ ھلک عامۃ

المریدین لا دعاء الباطلہ“ باور کنیم ۔وصحتِ حال باللہ تعالیٰ فرورفتن است

در وے براہِ ذکر (اسمہ) و آن معلوم این قوم است۔ (فرورفتن) در وے براہ ذکر

آن ست کہ حرارت ذکر در صمیم قلب ذاکر آن رسد۔ وسمع و بصر و علم ایشان را و ”

ما یتحقق بھم۔“ ہمہ را بسوزد۔ و عیون خفیات انّی ھا را از اعتبار و احتساب

بگذارد، بسوزد و غیرت حیرت فزاید و علم ایشان را علم ہمہ عالم را در طپچہ علم قیوم معدوم

گرداند و از غلبات شوق و شدت محبت تواند کہ انا الحق و سبحانی در زبان بے زبانی

شان برآرند معذرت آن نیز کنند۔ ”الحق الحق والعبد عبدٌ، لا یو

خذون بمعذرتهم ولو انه خطاء۔"اگر چہ خطا است بر چہ می گوید گستاخی رواست مگر از غلبہ نیستی است۔صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ می گوید۔"ما الایمان باالله منی ۔" "الارادت ترک الاراده "بمرید صادق روی نماید"فمن کان یر جو لقاء ربه.... احدا۔"جز درین منزل میسر نیامد۔ومشاہدہ"قل جاء الحق و زهق الباطل ۔"از ایقان شریعت نقیہ ذکیہ محمدیہ علیہ السلام بر سرائر وضمائر مخلصان ومعتقدان تجلی فرماید۔الفت توحید وانس تجرید نقدوقت گردد۔وبخدائے رب العزۃ از شرح چیزے کہ وے وے رابطور سر واقع شدہ بود شرم می باید کہ این نوع مکنونات را از سر بکشاید۔

وبحکم رابطہ اخلاص،ضابطہ اختصاص،روحانیت حضرت علیہ السلام راکہ"من رانی فی المنام فقد را ی الحق "در وحشت وغربت دستگیر خویش یبد۔"اللهم صلی علی محمد بعدد اسماء الحسنی "ودیگر آن روز دیدہ مشتاقان،در رسالہ"عینیہ"نوشتہ اند کہ"اے ارجمند دلبند این جادلا ورشو،ودردل خودفرورو۔وبے وحشت وبے خوف"انا الحق بگووسر وپادروحدت انداز و بمقصود رسی وہم چو کوران در راہ نمانی"۔جواب۔چون من از درگاہ معتقدان خاندان عظام (مرا) این کلمات نہایت ناخوش آمد کہ آنچہ حق تعالیٰ پوشیدہ آن را تصریح کردن باز نتوانم۔اہل این زمانہ کہ از دور قرب حضرت علیہ السلام دور افتادہ اند وبہزاران بلاو بدعت مبتلا گشتہ اند۔(عوام) از یک دو کلمہ از شر،چندین شرک فہم کنند وراہ خود را برباد دہند۔نزدیک است آنچہ تحقیقات محققانست بہ شر ...

اگر حق سبحانہ تعالیٰ دریں باب ہمت بخشد تحقیق کنیم (حالا) وردل ہمتے ازین بیشتر نمی شود وقصہ ذکر تمامش کردیم کہ بستہ گشتہ است۔ والسلام علی من اتبع الھدی)۔ شیخ من بشیخ رفیع الدین محبت خاص داشتہ وصحبتہا ے نیک بمیان گذشت۔ روزے شیخ من از وے پرسید کہ شیخا! اجلۂ اصحاب خواجہ بیرنگ راشما خوب دیدہ اند۔ آن نسبتے کہ خواجہ بیرنگ داشتہ در ہیچ یکے از ہمہ اصحاب واقع بودہ ست۔ گفت من جمیع اصحاب ایشان را دیدہ ام ومشائخ بسیار واولیاء نامدار راہم دیدہ وصحبت داشتہ اما آن نسبتے کہ ایشان داشتند در ہیچ فردے از آن افراد نیافتم۔ آرے آن نسبت امروز در شما می یابم۔ ہم روزے شیخ من باوے نشستہ بود ووے مراقبہ داشتہ بود چون سر برآورد وگفت۔ آن نسبتے کہ در صحبت خواجہ بیرنگ حاصل می گردد الحال الحمدللہ کہ در صحبت شما ہمان نسبت متحقق است۔ بارہا من با شیخ خود بوے می شدم وصحبتے عجیب بمیان می گذشت۔ روزے در اوایل شیخ من بوے می گفت۔ شیخا!..... در حق جوابے کہ مطلوب من است از لطف وسعی کار دریغ ندری۔ (گفت) بلے وہم بطیبت گفت رضا ہست کہ اورا بدہیم (ترا) بچشم تو۔ شیخ من گفت۔ زنہار با چشم من ندہی۔ زین لطیفہ ہم گنان خوش گشتند۔ شیخ رفیع الدین شیخ پدرِ من است۔ وپدرِ من ذکر باطن از وے گرفتہ وجمعیت حضور و آگاہی رسیدہ۔ پدرِ من گفتے کہ من بصحبت پدر وے ہم رسیدہ ام ومشائخ بسیار را دیدہ۔ اما چیزے کہ باسیتے از وے یافتہ۔ گاہ با پدرِ من ومن بوے شدے والطاف وعنایات بسیار یافتے۔ وفات وے در روز عید قربان از سال ہزار ودست

ونداست۔(۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰م) ونعش وے راز برہان پور بدہلی آوردند۔ وے
راچند برادر و چند پسر بودہ اند ہمہ از نیکوان زمانہ و اندر اخلاق نیک یگانہ۔ از آن
جملہ شیخ علاء الدین برادر وے کہ بصفات حسنہ و اخلاق عالیہ موصوف است با شیخ
من اخلاص خاص دارد، و محبت نیک سالہا گذرانداست۔ شبے شیخ من بعرس شیخ
عبدالعزیز رفتہ و مرا با خود گرفتہ مطربان دہمال میر خسرو شروع کردہ اند۔ شیخ
علاء الدین از شنیدن آن در افتد و بے خود گشت و مدتے در آن حال بماند،
دانستند کہ برفت۔ وے را چندین سال است کہ بحسب تقدیر الٰہی بطرف بنگالہ
رفتہ و ہمان جا سکونت گرفتہ۔ بر من لطفے و عنایتے داشت۔ شیخ عبدالحی بن شیخ رفیع
الدین بسخنانِ صوفیہ آشنا بود۔ من و وے عمر عزیز باہم گذراندہ ایم۔ وفات وے
در سال ہزار و شصت داند است (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م)۔ شیخ لطف اللہ برادر خرد
وے غریب و نادار بود۔ سفرہائے آزادانہ کردہ است۔ با شیخ من نیازمند با خلاص
بود۔ وے جوان برفتہ در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م)۔

شیخ محمد زاہد

وے ہروی الاصل است۔ پدر وے محمد صالح بہندستان آمدہ و وطن اختیار کردہ
صاحب اخلاق عظیمہ بودہ است۔ گویند پیش، کسے کہ بصحبت خواجہ بیرنگ رسیدہ،
میر محمد زاہد است۔ و ایشان بروے عنایات و الطاف بسیاری فرمودند و در اندک
فرصتے بمواہب عالیہ بہرہ ور گشتہ۔ صاحب ذوق و حال و استقامت بودہ و در

طریق معاملت راسخ۔ ہمت عالی داشت۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ از روحانیت مقدسہ خواجہ بیرنگ لطفہا ے عظیم ظاہری شدو ذکر کرد آنچہ وے را روے دادہ بود واست۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ می فرمودند کسے کہ بشفاے ذاتی مشرف گشت پاک وپاکیزہ شد۔ از وے ہیچ گناہے وہیچ تقصیرے ہرگز بظہور نیاید۔ وہم شیخ من گفتہ کہ آثار و برکات در وے بسیار بود۔ طبع موزون داشت۔ آگاہی یافتہ بر معنی نسبت۔ وبعضے اشعار وے را خواجہ ابرار خوش می کردند۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ واند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ م)۔ من ہرگاہ وے را دیدے ادب و نیز بسیار بجی آوردے کہ وقت بسیر با قیمت بود وہم در صحبت وے گاہ ہا کہ اثر جمعیت یافتے مرا آن حکایت بیاد آمدے کہ در "رشحات" است کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ می فرمودند کہ بعضے اکابر رضوان اللہ علیہم اجمعین گفتہ اند کہ بعد از نماز دیگر (مرد نماز عصر است) ساعتے است باید کہ در آن ساعت بہترین اعمال مشغولی محاسبہ است۔ ومحاسبہ آنست کہ اوقات ساعات شب و روز حساب کند کہ چند از آن بطاعت صرف شدہ است و چندان بمعصیت۔ آنچہ طاعت گذشتہ بر آن شکر گوید آنچہ در معصیت گذشتہ از آن استغفار کند۔ بعض دیگر گفتہ اند بہترین اعمال آنست کہ خود را بصحبت کسے رساند کہ حقیقت دنیا از حق وغیر حق پیش وے محو شدہ۔ وجذب حق بجذب دلیل و منجذب شود۔ اہل تحقیق گفتہ اند بہترین اعمال آنست کہ بغایت اشتغال بغیر حق بتمامہ معزول شوند وبحق بجمعیت دل۔

شیخ جعفر محمد

صحبت داشتہ بخواجہ بیرنگ واز مقبولان خاص ایشان است ومحل الطاف عالی گشتہ۔ سخت اندر (معاملت و) طریق صحبت است۔ از اولادِ شیخ یوسف قتال است کہ بزرگے بود صاحب آیات و مقامات۔ و در سال نہ صد وبی و سہ (۹۳۳ھ ۱۵۲۷م) برفتہ از دنیا در بست ونہم ذی قعدہ۔ و شیخ ہاشم طفائے وے نیز از فرزندانِ شیخ یوسف قتال است۔ بزرگ بودہ اندر طریقت، صاحب اعمال و احوال صافیہ۔ من در اوایل وے را ہمراہ شیخ خود یکمرتبہ دیدہ ام واز وے لطفے وعنایتے برخود یافتہ۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ و یک است (۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱م)۔ شیخ من گفتہ کہ وے عزیزے بود بسیار بابرکت۔ و آثار نیکی و پاکی از وضع وے لائح بود۔ واز دنیا واہل دنیا برکرانہ می زیست۔ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ جعفر گفتہ کہ روزے خواجہ بیرنگ مرا فرمودند کہ از طفائے خود پرسیدہ امروز وقتِ صبح چہ حال پیش آمدہ بود۔ چون من از طفایم پرسیدم، گفت حالے عجیبے کہ ہیچ گاہ آنچنان روے ندادہ بود، روے داد۔ گریہ بسیار کردم ومحظوظ شدم یعنی در آن وقت خواجہ بیرنگ از مقامے کہ بودہ اند بروے توجہے خاص فرمودہ اند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ در زمان حیاتِ خود تلقین بعضے از طالبان بہ شیخ جعفر امر می فرمودہ اند وتوجہے وے در آن مردم سرایتِ تمام می کرد۔ وشیخ من گفتہ کہ بعد از وفات خواجہ بیرنگ وے چون بحال بعضے متوجہ شدہ است فقر در آن مردم پیدا شدہ۔ ووے مشربے خوبے داشت وصفات

نیک از وے ظاہر شدہ۔ وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ واند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م)۔ من بوے آشنا بودم ہرگاہ اتفاق ملاقات افتاد وے سخنان بس لطیف آوردے۔ و درمیانِ شیخ من و وے صحبت بے تکلف نہ گذشتے، بگفتے و مرا محظوظ ساختے۔ گویند روزے وجد و سماع کردہ است چون پرسیدند کہ تو در سلسلہ نقشبندیہ ارتباط داری و درین طریقہ سماع نیست، ترا از کجا رسیدہ۔ وے بصحبت گفت، من در خاندانِ چشتیہ کہ خداشدہ ام سماع من از آن جا بمن آمدہ است۔

شیخ محمد ہاشم سنبھلی

از یارانِ خواجہ بیرنگ است۔ آثار و برکات از وے نیک ظاہر بود۔ اخلاق و مروّت عالی داشت۔ و غربت و شکستگی عالی تر۔ شیخِ من گفتہ کہ وے از خرد سالی بصحبت خواجہ بیرنگ رسیدہ و از نسبت شریف متاثر گشتہ۔ صاحب ذوق و احوال عظیم بود۔ بعد از خواجہ بیرنگ بصحبت خواجہ ابرار تا آخر عمر پیوستہ و نسبتے خوبے داشتہ۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ من خواجہ بیرنگ را در برہان پور در خواب دیدم بصورت شیرے و مرا بخود کشیدند و بے اختیار از آن جا بر آمدم۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ خوجہ بیرنگ را یکبارے بصورت فیلے در خواب دیدم و اصحاب کبار ہمراہ بودند و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ عبد الحق گفتہ کہ خواجہ بیرنگ غوث اعظم را بصورت فیلے سفید دیدہ بود۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ محمد ہاشم گفتہ کہ روزے خواجہ بیرنگ در مسجد جامع فیروزی مراقب بود فرمودند تحقیق کنید درین جا، بوے بدمی آید مگر کسے دعوت

می خواند۔ چون من تفحص کردم در تہہ خانہ ہائے مسجد درویشے مسافر یک دو روز گذشتہ بوذ کہ باآشنائے یکے از یاران ایشان فرود آمدہ بود و روز دیگر خود بخود بدر رفت۔ وے را بشیخ مرتضیٰ نسبت خواہرزادگی بود و وے در سال ہزار و پنجاہ و یک از ہائے کہ سکونت داشت، شبے بزمین افتادہ و برفت از دنیا (۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱م)۔ من ہر گاہ درا اوایلہا بوے می شدم بہ نسبت وطن مرا دوست گرفتے۔ پس از آن گاہے کہ با شیخ من مرا دیدے بہتر از آن لطف داشتے کہ داشتے۔

شیخ ابا بکر سنبھلی

از یاران خواجہ بیرنگ است صاحب جذبہ و کیفیت و احوال۔ شیخ من گفتہ کہ وے در اوایل چندین سال در صحبت شیخ ابن کہ از خلفائے شیخ علاء الدین چشتی است بودہ و ریاضتہا کشیدہ، پس از آن بخواجہ بیرنگ پیوستہ۔ در وے آثار جذبہ ظاہر بود و در زبان وے تاثیرے بود و خواجہ بیرنگ التفات بسیار بوے داشتند۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ یکبار شیخ تاج الدین از طور دیوانگی وے از طعن اہل سنبھل تنگ دل شدہ بخواجہ بیرنگ چیزے نوشتہ و خواجہ بیرنگ در جواب وے این رقعہ نوشتہ اند کہ "خشکی دماغ شمارا کہ در باب شیخ ابا بکر نمودہ بودید خواندیم۔ این نوع چیز با مناسب مقام شفقت و کار شناسی نیست۔ اولیاء از کبائر محفوظ ہستند۔ نامرادے چہ روکہ روزے چند سلوک طریقہ تصفیہ کردہ باشد از کجا محفوظ و معصوم باشد تا خلاف استقامت ازو ظاہر نشود۔ خصوصاً آن کہ در عشق مولیٰ دیوانہ و منحرف العقل باشد۔ استقامت

صفات از و نباید چشم داشت اگر چہ بولایت برسد۔ خدا داند کہ در آن وقت چہ نامعقول، معقول او شدہ باشد۔ کارخانہ دیوت باد دیگر است۔ باین نسبت کہ تکالیف شرعیہ مربوط بعقل است، بالجملہ ہمہ (دیوانگان) را در مرتبہ اش معذور می باید داشت ونظر برفاعل حقیقی باید گماشت۔ بل معیت وجود را دیدہ، ادب شناخت این است کہ نفوس مختلفہ، بعضے امارہ بعضے مطمئنہ وبعضے درمیانہ کہ لوامہ می گویند، ند۔ اگر چہ ذوی العقول باشند (چونکہ صرف اصحاب) نفوس مطمئنہ اولیاء اند، اصحاب نفوس امارہ را نیز معذور می باید داشت۔ بل بنظر لطف می باید دید۔ ودر ہر کارے مطالعہ ہائے جمیل (عز شانہ) بکار باید برد۔ وطعن اہلِ سنجش را نیز انکار نمی باید کرد بل بنظر رحم ایشان را باید دید کہ از استقامت عقل برآمدہ اند وشیوہ مراتب نفوس فراموش کردہ (اند) اگر با جزئے یک گنہ بکند حکم بر بطلان (کلی) او چرا کنند ومجموع امور را بدین (سبب) چرا حکم فرمایند۔ الحمدللہ والمنۃ کہ ملامت نصیب اولیاء است، خود و (وقت) ظہور این امور طریقے دیگر دارم، ہرگاہ ملامتے می رسد در خود می نگرم آن صفت در خودی یابم و این اشارہ را موعظت غیبی می دانم۔ چنانچہ درین بارہ نیز خود را متہم وعتاب دیدہ ت یافتم والتجا بحضرت کریم او بردم۔ ایشان نیز متضرع شوید۔ بدے بگوئید کہ از مذمت سنجیدیان چہ ضرر را حق خواہد شد، عبادت را قبول نخواہد بود یا حسنات توجہ بر طرف خواہد شد، یا ضرر در کار خداوندی خواہد شد۔ مصرعہ

"معشوق ترا، وبر عالم خاک"

این کلمہ قدس سرہ و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ ابابکر شبے، ماہ منور را نظارہ می کرد۔

خواجہ بیرنگ فرمودند چہ می بینی؟ این تجلّی است از تجلیاتِ صفاتی۔ پدرِ من با وے دوستی تمام داشت۔ بہ نسبت وطن و روزگاری در دہلی باہم گذرانده اند در سرائے کٹرہ شیخ فرید مرتضٰی خان بخاری۔ پدرِ من گفتے کہ وقتے وے در منزل من بیمار شد۔ خواجہ بیرنگ بعیادت وے تشریف آوردند و ساعتے نشستند و من بدیدارِ ایشان مشرف شدم و ایشان تفقدِ وے نمودند و بر من الطاف فرمودند و نعمتے غیر مترقب دست داد۔ پدرِ من ہمیشہ شکرِ این نعمت بجا آوردے و حق وے بر خود ثابت داشتے۔ من از خردی باز بوے آشنا بودم و وے مرا سخت دوست گرفتے و از مبادیٔ حال خود حکایاتِ غریبہ آوردے و ببعضے خیر مرا بشارت دادے۔ روزے وے مرا گفتہ کہ ترا چہار پسر آید۔ آخر ہم چنان بظہور آمد کہ وے گفتہ بود۔ و وے گفتے کہ من در صحبت شیخ ابن ریاضات و مجاہدات بسیار کشیدم لیکن مقصود خود را در اندک فرصتے در صحبت خواجہ بیرنگ فرا یافتم۔ و ہم وے گفتے مرا کہ عمر من از صد متجاوز شدہ و درین عمر مشائخ کبار و مجاذیب صاحب معنٰی بسیار دیدہ ام لیکن مثل خواجہ بیرنگ عارف و محقق کامل را ندیدہ و امروز مثل خواجہ خرد ہیچ جا پیدا نیست۔ و ہم وے گوید کہ وقتے از خواجہ بیرنگ سفارشے گرفتہ بخانخانان بیرم شدم در برہانپور۔ دیدم کہ خان پیل سوارہ بشہر در می آید، بر پشتہ بایستادم و نامہ بوے دادم۔ خواند (وگفت) کہ دیوانہ ایست۔ متوجہ وے شدم گرد خاطر وے واشد۔ و گفت تو خود دیوانہ نہ، بیا، بما نشیں۔ گفتم۔ لباس من شرگین است و بد بودار۔ گفت۔ لباس تو نزدِ من خوشبودار است۔ گفتم۔ تعظیم در کار نیست۔ مرا دریاب۔

آخر برنشستم۔ خان بسیار عالی ہمت وصاحب کرم واز افاضل زمان بود۔ گفت۔
ترا با خود خواہم داشت۔ گفتم۔ نہ ساعتے بزیم با توام۔ چون فرود آمدم گفتم ہمین
رخصت من است وساعتے نیک (ہم صحبت) بودیم۔ بعدہ اسپے وبک صد روپیہ و
صرّہ وکتاب "مجموعۂ خانی" داد۔ وروان شدم وتا اکبرآباد ہمہ مال خرچ کردم مگر
بست روپیہ، وروزے بشہرے بر آمدم وبرسر قحبۂ (خانۂ) کالان، مثال بے
خیال۔ ایستادم۔ چند جوان گفتند بمزاح کہ ایک عاشق وخریدار نو رسیدہ۔ گفتم
بے من عاشقم۔ بلحہ حرف زدم وچند روپیہ بآن قحبہ دادم وراہ خود گرفتم۔ انتہی۔ ووے
آن کتاب وآن صرّہ را بہ پدرِ من داد۔ من دیدہ بودم۔ بعد زآن پدر من بہ پسر
وے شیخ محمد کہ جوان شائستہ واہل این کار بود بداد۔ روزے من ووے پیش شیخ خود
بودیم و مائدہ طعام بمیان بود کہ خواجہ ابرار در رسید و دبروے ہمہ بنشست و
بطعام مشغول شد وبوے گفت۔ بخور۔ وے گفت چہ خورم شما را از حال من
پروائے نیست وتفقد من نمی کنید ومن خادم خاص خواجہ بیرنگم۔ خواجہ ابرار فرمود اوّل
طعام بخور پس درد دل بگو۔ وے لقمہ بخورد وبخروش درآمد کہ من خواستم یا شیخا بخورم
اما حرص نگذاشت واز ہر دو دست شکم خود کوفتن گرفت خواجہ ابرار گفت۔ ای پسر بس
کن، بس کن، چون بس کرد بگریہ درآمد۔ خواجہ ابرار بہ تبسم گفت۔ ہان، ای پسر از
بس کہ شکم خود کوفتہ نیک گرسنہ شدہ باشی، بخور۔ شیخ وحاضران خوشوقت شدند۔ گویند
وے پیش "اختیار خان حسن پوری" رفتے وتکالیف ما لا یطاق بمیان آوردے۔
خان آن ہمہ تحمّل نمودے و نیز وے دستے پیش آمدے کہ مقدور (ہر) بشرے

نباشد۔ وخان مرتبہ سخاو بردباری آن قدر داشت کہ درین جز و زمان ندیدہ شدہ و نشنیدہ۔ چنانچہ ہزاران جان ماندہ از بنیاد ہستی محروم جمعے را در گرد و پیش خود جا دادہ بود واز روے شفقت تفقدِ حال ہمگنان می نمود، و وے با شیخ من بغایت نیاز مند بود۔ شیخ من گفت کہ من در مرض اخیر وے[1] را دیدم دہ دردہ۔ ریش بر پشت آوردہ بود و سر ہمہ وا شگافتہ۔ وے[2] آمد۔ (اختیار خان) سر برآورد و چین بابر و نکرد و برضا جان داد۔ در سال (ہزار و) پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰م)۔ روزے من جاے نشستہ بودم۔ مردے آمد بصورت ولباس صلحا و بنشست پرسیدم کہ اسم شریف؟ گفت۔ اختیار۔ گفتم۔ اختیار خانید۔ گفت آرے۔ وسخن از شیخ من بسیار گفتن گرفت۔ مرا بسیار خوش آمد۔ وے از امراے نامدار بادشاہی بود واست۔

روزگارے کہ من بدہلی می باشیدم شیخ ابابکر آن جا رسیدے و صحبتہا غریب گذشتے۔ روزے جوانے را بوے نمودم کہ بتلاے زنے بود۔ ناگاہ آن زن از پیش می گذشت۔ وے گفت بجوان کہ لمحہ محبوبہ خود را ایستادہ دار کہ نظارہ کنم۔ زن اندر حکم جوان بود۔ بیک اشارہ در ایستاد و کرشمہ ہا آورد۔ وے بتواجد در آمد و نعرہا زد و طپانچہ برروے و سینہ زدن گرفت و ریش خود را بدست گرفت و گفت۔ تف برین ریش کہ چند داند سالہ شدم و این مرد نیست و از پارچہ بر برآورد و بجوان بخشید۔ وفاتِ وے ہم در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م) است و قبر وے در باغ آستانہ خواجہ بیرنگ۔

---

[1] یعنی اختیار خاں را۔ [2] شیخ ابابکر سنبھلی

شیخ محمد طاہر

شیخ من گفتہ کہ وے صحبت داشتہ بخواجہ بیرنگ بکمال صلاح و سعادت آراستہ۔ ومدت ہا بکسب کتابت قوت بہم رسانید۔ من بوے آشنا بودم بسیار غربت و شکستگی داشت۔ برمن لطف و عنایت می فرمود۔ وے (ہم) درسال ہزار و پنجاہ واند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) برفتہ از دنیا و در باغ خواجہ بیرنگ مدفون شدہ۔

شیخ موسیٰ سرہندی

وے از مجاذیب بودہ۔ صاحبِ احوال و ذوق عظیم۔ شیخ من گفتہ کہ عجب استغراقے و عجب شورشے (داشت و) جامع این دو صفت بود۔ بوسیہ خواجہ ابرار (خوجہ حسام الدین احمد) بصحبت خواجہ بیرنگ پیوستہ و در اندک زمانے کیفیات ہاے غریبہ رسیداد۔ بعد از وفاتِ خواجہ بیرنگ تا بود، در سایۂ خواجہ ابرار بود و خواجہ ابرار نسبت بوے رعایت بسیاری فرمود۔ چہ ریاضت ہا کہ وے داشت و چہ تقید بعبادت و امور دینی با دیوانگی با مستمر ایشت مدمت الطاف از بی الٰہی نا متناہی۔ من وے را در اوایل در سال ہزار و سی واند (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۰م) بصحبت شیخ خود دیدہ ام عجب حالے و عجب شکستگی داشت۔

شیخ عثمان جلندھری

وے بزرگ صاحب اخلاق و معاملت نیکو ست۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ من

سہ ماہ کم بیش بخواجہ بیرنگ صحبت داشتہ ام۔ صاحب ذوق و وجد و حال بودہ است۔ رقیق القلب وچشم گریان۔ وہم شیخ من گفتہ کہ من وے را دیدہ ام و شنودہ ام کہ درصحبت وے جماعتے از طالبان می باشند و مستفید نسبت وکیفیت می شوند۔ من وے را در لاہور دیدہ ام در حجرۂ مسجد شیخ فرید بخاری چنانکہ شیخ من گفتہ کہ در صحبت وے جمعے از طلاب مستفید نسبت اند، یافتم وصحبت ہائے عجیب بمیان آمد، چنانچہ روزے بمن گفت کہ جاے مرتبط شدہ وشغلے گرفتہ (شو) چون مامور با خفاے طریقہ ونسبت بودہ ام، گفتم امیدوارم۔ وے گفت بقید ارادت ما درآئی و نعمتے فراوان فراگیر۔ من در شگفت شدم وہیچ نگفتم۔ پس ازآن ہرگاہ مرا دیدے ہمان سخن بتاکید گفتے، من در می گذراندم۔ روزے مرا بگوشہ بردہ گفت از تو طمعے و توقعے ہیچ چیز نداریم۔ چون وضع تو خوش آمد و می خواہم کہ بہرہ خوبے بتو رسد۔ گفتم۔ ان شاء اللہ وبمنزلِ خود آمدہ در فکر افتادم کہ من مرید عارف باللہ ام و این عزیز این چنین می گوید چہ باید کرد۔ وکیفیت خواجہ بیرنگ کہ با خود داشتم بر این معنی کہ باین عزیز چہ سلوک کنم بکشادم۔ این شعر برآمد

من ازان شہر کلانم، نہ ازان دیہ کہ توئی با ہمہ خلق جہان دار و مدارے دارم

دغدغہ از خاطر بدر رفت۔ بوے شدم و گفتم۔ آنچہ می گوئی برگوئی۔ وے خود مشتاق این معنی بود۔ مرا بخلوت بردہ متوجہ شد۔ من نسبت خود محکم گرفتم۔ در صحبت وے من دیدہ بودم کہ مردم از پای در افتادہ اند بیخود شدہ، مرا ہیچ تغیرے نشد۔ بعدہٗ لفظ اللہ اللہ چند بار بر من گفت ہیچ ظاہر نشد و گفتم بارک اللہ۔ وفاتِ وے در سال ہزار و پنج و دند

است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م)۔ قبرِ وے در قصبۂ وے۔ در "رشحات" است کہ حضرت خوجہ احرار قدس سرہ فرمودند کہ شبے بخواب دیدم کہ درمیانِ شاہ راہے بزرگے ایستادہ ام، و ازین شاہراہ شاہراہاے باریک ہر طرف رفتہ ست ناگاہ دیدم کہ حضرت شیخ زین الدین خوافی علیہ الرحمۃ بر سر یک راہ ایستادہ اند۔ مرا گرفتند و گفتند۔ "قال النبی صلی اللہ السماع لاھل اللہ حلال" پس اشارت کردند کہ بیا تا ازین راہ ترا بدہ خود برم و مرا خاطر نمی کشد کہ از آن شاہراہ بزرگ براہ دیگر روم ناگاہ دیدم کہ حضرت قاسم قدس سرہ بہ اسپے سفید سوار از آن شاہرہ برآمد و گفتند این شاہراہ بشہر می کشد بیا تا ترا بشہر برم بعد از آن مرا ردیف خود ساختند و بآن شاہراہ در شہر آمدند" بعضے عارفین می گفتند کہ اشارت بدین معنی است انچہ حضرت سید قاسم در بعضے اشعار معارف شعار خود فرمودہ اند کہ

من زان شہر کلانم، نہ ازان دیہ کہ توئی ۔۔۔ باہمہ خلق جہان در و بدارے درم

شیخ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی

عالم است بعلوم ظاہری و باطنی۔ وفضائل و کمالاتِ وے زیادہ ازاں است کہ بہ بیان درآید۔ نسبت بہ پدرِ خود درست می کند۔ ہمیشہ در طریقۂ مستقیمہ بعبادات وطاعات مشغول است۔ مشرب عالی و وسیع دارد۔ صدق و راستی از افعال و احوال وے ظاہر و پیدا است۔ اخلاق مشائخ کبار و اولیاے نامدار دارد۔ دریاے کرم موجود است۔ با ہر خرد و بزرگ بتلطف پیش می آید۔ شیخ من در سلسلہ قادریہ اجازت از وے دارد۔ چنانچہ این شجرہ عالیہ در خاتمہ بیاید و وے در سال ہزار و شصت و ہفت

(۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷م) با برادرِ خود کہ پس ازین مذکور می شود و جمعے کثیر از اہل اصلاح
عزیمتِ حج برآمدہ و در دہلی با شیخِ من صحبتہاے نیک بمیان آمدہ و بحرمین محترمین
رسیدہ در سال ہزار و شصت و نہ (۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹م)، و با جمعیت صوری و معنوی باز
آمدہ۔ شیخِ من وے را بسیار می ستایند و از بزرگانِ وقت می دانند و گویند ''زہے
معاملت نیکو و زہے استقامت و زہے سعت مشرب کہ وے دارد۔ من در آمد و شد
لاہور بدیدار وے می رسم۔ وے آنقدر لطفے و عنایتے بر من می کند کہ نمی توانم شکر آن
گفت۔ روزے در اوایل از زبان وے شنیدہ ام کہ می گفت۔ اندرین راہ صدق
و راستی بس مطلوب است۔ این سخن مرا بسیار کارگر افتاد۔ چون در سال ہزار و شصت
و دو (۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲م) شیخِ من بشہر لاہور شد من ہم از سنبھل براہِ سہارن پور
روانہ لاہور شدم اتفاقاً روزے کہ بسر ہند رسیدم، آن شب، شبِ عرسِ شیخ بودہ
است۔ یہ بشبِ بست و ہشتم ماہ صفر۔ وے را دریافتم بغایت لطف فرمودہ گفت
عجب سعادتمند بود کہ بدین شب متبرک رسیدہ و رسم آن جا را چنین دیدم کہ در آن
شب جمعے حفاظ را درمیان مجلس نشاندند و بخواندن بعضے سُوَرِ قرآن مجید مثل یسین و
کہف و غیرہ ذالک مجلس را بآخر رسانیدند و مجلسیان را ہم براے چنین سعادت
در آن شب جمعہ مستعد ساختند و بمولود خوانی و غیر آن نپر داختند۔ چون شیخ
احمد (سرہندی) مولود خواندن را منع فرمودے۔ مخدوم زادہا بموافقت پدر خود ی
روند۔ آخر چون من از آن مجلس برخاستم و آخر شب بگوشہ نشستم در خفتہ، شیخ فضل
درویش سرہندی ہم آنجا آمد و نشست و اشعار ہندی و پرتی خود خواندن آغاز کرد و

چندان باآواز بلند وشوق ارجمند خواندو زمزمہ ہا کرد کہ من بسیار محظوظ ومسرور گشتم۔ دراثنائے بعضے شعر پارسی وہندی خود را من ہم برموافقت وے خواندم۔

گرفتارم درپیش جگر چہ یار است

وتا نماز بامداد این صحبت گرم بود۔ بعد نماز شیخ محمد سعید مرا گفت جمعہ خواندہ بہ بستر خواب رو۔ چنان کردم و در آن روز بعد اتمام مجلس طعام از یاران شیخ احمد (سرہندی) ومریدان مخدوم زادہا و پسران ومریدان شیخ آدم بنوری ودیگر عزیزان شہر بخوشوقتی وجمعیت تمام نماز جمعہ ادا نمودند۔ پس از آن من شیخ فاضل را در دہلی دیدم پیش شیخ خود وے بہمراہی شیخ محمد سعید بعزیمت سفر حجاز برآمدہ بود اما منفے پیش آمد و برفت۔ شیخ من گفت کہ وے درویشے است نیک باہمت۔ بعد اتمام "اسراریہ" سہ سال شیخ محمد سعید بدہلی آمدہ وآزاری شدہ بسرہند برفت ودر سرائے سنبھالک برفت از دنیا دربست وپنجم ماہ جمادی اولی روز جمعہ از سال ہزار وہفتاد ویک (۲۵/جمادی اولی ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۱م) ونعش وے را بسرہند بردہ در گنبد پدر وے مدفون ساختند۔ وتاریخ وے من این گفتم "وائے شیخ سعید" (۱۰۷۱ھ)

شیخ محمد معصوم[1]

وے برادر شیخ سعید است۔ وے ہم نسبت پدر (خود) درست می کند۔ وہم اندر

---

[1] پیدائش ارشوال ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۵۹۹م ووفات ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ اگست ۱۶۶۸م۔ ناصر علی سرہندی این قطعۂ تاریخ گفت جاری

علوم ظاہری و باطنی چون برادر، صاحب حال و کیفیات است۔ در صحبت وے تاثیریست بس قوی۔ مریدان صاحب نسبت و کیفیت دارد و چون برادر فضل و صاحب تقوی و ورَع است و در معاملت سخت نیک۔ پیوستہ بعبادت و طاعت اوقات معمور دارد۔ و جماعت طلّابِ وے کہ در اطراف و اکناف اند، از وے بہرہ ہا نیک یافتہ اند و آن جماعہ زیادہ از حد وشمار اند و روز افزون۔ گویند وے خرد سال بود۔ روزے پدر از وے پرسیدہ است کہ اندر جہان تعداد زنان بسیار است یا مردان، گفت۔ زنان بسیار اند گفت چون، گفت خداے تعالیٰ یک مرد را چہار زن تجویز فرمودہ۔ میر مفاخر حسین بن میر عماد کہ از مریدانِ شیخ محمد معصوم است گوید کہ وقتے از خاطر برادر من شرف الدین حسین از بعضے سخنان غامضہ کہ در مکتوباتِ شیخ احمد مسطور اند ترددّ و تو قفے بہم رسانیدہ بود و حل معنی آن نمی شد۔ روزے شیخ محمد معصوم دفعتاً وے را بآن مکتوب طلبید و ہمان موضع اشکال را برآوردہ بیانِ معنی فرمود چنانکہ زنگ از خاطر برآمد۔ و ہم میر گوید کہ وقتے سید محمد علی نام موے ریش شیخ محمد معصوم شیخ خود اندر دستار داشتہ بود، چون خواست بخلا جرود آن موی را (از سر برآوردن) فراموش کرد۔ در اثناء راہ بناگاہ دستار از سرش بر زمین در افتاد و وے آن

چراغِ خاندانِ نقشبندان | فروغِ دینِ احمد خواجہ معصوم
بسوے گلشن عقبیٰ قدم زد | ازین ویرانہ آباد کہن بوم
ز دل پرسیدم از سالِ وفاتش | ندا آمد ز عالم رفت معصوم

۱۰۷۹ھ

در تاریخ محمدی "رفتہ زجہان امام معصوم" ہم نوشتہ است ص ۳۴۸

موی از سر برآوردہ بجاے داشت۔ ہم میر گوید کہ وقتے مریدے از مریدانِ شیخ محمد معصوم در جالندھر بر دخترے عاشق گشت و او را قبول کرد و خطبہ نکاح خواندہ و مضطرب شدہ پیش شیخ خود بسرہند آمدہ وحقیقت حال راعرض کرد شیخ گفت۔ ہر چند زودتر بجالندھر، می روی کارت بآسانی میسر است۔ وے تیز ترک بجالندھر رفت۔ (و) مردم خانہ دختر بے ہیچ تردد، آن دختر بوے نکاح در بستند۔ من بارہا بدیدارِ وے برسیدہ ام ولطفے وعنایتے از وے بسیار دیدہ ام۔

شیخ محمد یحییٰ[1]

وے ہم برادر شیخ محمد سعید است۔ ہم عالم است و فاضل و اہل این طریق و ہمیشہ باوراد و وظائف و معاملت نیک مشغول۔ وے نسبت خود برادر خود شیخ محمد سعید درست می کند۔ کسب علوم متداولہ دینیہ ورزیدہ است۔ ہمت بلند دارد۔ با شیخ من سخت نیازمند ست۔ شیخ من در آمد و شد لاہور بمنزلے وے فرود می آید وصحبت با ہمین می رود۔ وے لطفے وکرمے کہ بر من دارد زیادہ از احاطہ تقریر و بیان است۔ و برادر کلان ایشان شیخ محمد صادق[2] را می شنودم کہ صاحب سکر وحال قوی بودہ ست و جذبہ ئی ست۔ وقبل از پدر خود شیخ احمد چند ین سال برفتے وقبر پدر و پسر دریک جا است۔ و وے در صحبت خواجہ بیرنگ مرزوق شدہ چنانچہ از مکاتیب خواجہ بیرنگ کہ

---

[1] پیدائش ۱۰۲۳ھ / ۱۶۱۴م، وفات ۷ / جمادی الآخر ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۹م مزار مبارکش در سرہند

[2] شیخ محمد صادق پیدائش ۱۰۰۰ھ، وفات ۹ / ربیع الاول ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۵م

شیخ احمد (سرہندی) نوشتہ اند، ظاہر است۔ چون دراوایل درایامِ صبا وے را جذبہ رسید۔ خواجہ بیرنگ بوے این نوشتہ اند۔

''قرۃ العین محمد صادق برخوردارِ ظاہر و باطن گردد و احوالِ او چنانچہ ظاہر است مستوجب حمد است۔ برہمان حضورِ خود باشد و از غیبت و استغراق اندیشہ نیست۔ ان شاء اللہ العزیز از سکر بصحو آید، وقت در شعور اندراج باید۔ برادران عزیز میاں شیخ احمد و محمد صادق دعاے مخلصانہ قبول نمایند۔ کتابے کہ مشتمل بر شرحِ احوال مشارٌ الیہما بود۔ رسید الحمد للہ والمنۃ کہ دوستان را بخودی دارد و در خاطر بود کہ جواب ہر مقدمہ را علیحدہ بتفصیل نویسم۔ غایۃ الامر بالمشافہ مذکور شود۔ شرح تام حاصل نمی شود بناءً علیہ ترک نمودیم۔ بارے مجمل آنکہ حال محمد صادق بغایت اصل است۔''

محمد صالح بن شیخ ابراہیم سندھی

در لاہور سکونت دارد۔ عالم بعلوم ظاہر و علوم باطن۔ دقائق تصوف با مصطلحات این قوم نیک ورزیدہ، با شیخ من صحبت دارد و باحوال عظیمہ و وقائع غریبہ مرزوق شدہ۔ و وے لطفے و کرمے کہ بر من دارد زیادہ از احاطہ تقریر و بیان است۔ وے گفتہ کہ من در ایامِ صبا منظور انظار پدر گشتہ ام و پدر در وقت احتضار بمن وصایا فرمودہ سہ چیز۔

یکے:۔ آموختن علوم دینی بے آنکہ مشوب باشد بہ نیت دنیا۔

دوم۔ عمل کردن بر آن بے آنکہ محظوظ باشد، بریا۔

سوم۔ نارفتن بخانۂ ملوک و سلاطین بغیر آنکہ مقصود تعبیر خود باشد و تحقیر شان و گفتہ۔ چیزہا ے بسیار در حق تو از خدا خواستہ ام و ہمہ مقبول الٰہی شدہ۔ از برکات انفاس پدر بعضے امور از قوۃ بفعل آمدہ و بعضے را منتظرم و من در دہ سالگی "قواعد ضیائیہ" با استعداد تمام میخواندم۔ چون پدر از سر برفت بمقتضاے عمر ہشت سال صرف امور حسیہ کردم۔ پس از آن بیمن نفس نفیسہ پدر ناطقہ، براے تکمیل قوت نظریہ پدر خود سابق شد و در آمد خزانہ خیال و فکر کردم و خیال را از جواہر محمدیہ منحرف نمودہ (بحال خود) دست تاسف بر کردہ و با کوشش مر مرا تحصیل علوم متحیران شدم و (بہم) مقدار سی پارہ از کلام اللہ بدست آوردہ از راہ نیت کسب دنیا متوجہ علوم (و فنون) نظریہ گشتم بے توسط کسے مثل صرف و نحو و منطق و از جہت بے مناسبتی این علوم مذکورہ عزیزان از روے شفقت فرمودند کہ بہتر آنست کہ علوم [illegible] خواندہ شروع درین فنون کنی۔ این سخن ناخوش آمد دست بدعا برداشتہ با تضرع تمام گفتم۔ خدایا چنانکہ شیر را بے توسط آ[illegible]ت پیدا ساختہ این کمینہ را نیز علوم (الہیہ) فیض مردان بے توسط کسے، حق تعالیٰ مستجاب کردہ کتاب "شرح وقایہ" کشودہ شروع در مطالعہ کردم بمقدار یک ورق در نظر در آمدہ ہیچ از آن نامفہوم نماند۔ پس از آن شیخ رزق اللہ مفتی کہ صاحب صلاح و تقوی است گذراندم وے ازین معنی متعجب گشت و اکثر علوم دینیہ بوے سند کردم و بعضے علوم دینی و علوم حکمی در پیش فی خلل و دیگر استاد ہیچ منصب محتاج ایشان نگشتم بلکہ (بہ گاہ) از ایشان (در مقامے) توقفے می باشد کہ

تقریر می کردم۔ ایشان بسیار تحسین می کردند۔ چون تحصیل علوم رسمیہ مطلب (حصول) عظیم نمی داشتم برائے این اکثر اوقات بصحبت فقرا بسر می رسیدم۔ ایشان مہربانی می کردند و دعاے خیر می خواستند و بعض عزیزان در اظہار طلب چیزہا فرمودند۔ من بریاضت تمام بجا آوردم اما چیزے کہ آن را دل می خواست دست نداد۔ بنا برین قصور استعداد خود دانستہ مایوس شدم و خواستم کہ (شنیدہ حرف) علوم غریبہ را بدست آوردہ تحصیل کردہ عمر جبرا و گر باز ہمین بگذرانم۔ و شنیدہ بودم کہ میر ہاشم درین علوم دستگاہ تمام دارد۔ وے در برہان پور بود۔ من متوجہ برہانپور شدم۔ چون بدہلی رسیدم بعضے آشنایان کہ در آن شہر بودند، گفتند۔ روزے چند درین جا بگذاران کہ شہر متبرک است۔ بماندم، اکثر مردم نشان خواجہ خرد دادند کہ در دہلی وے ملجاے خواص و عوام و مستند عرفا و عظما است۔ ما ے را از ضیق جہل برآوردہ بر رہ علم و معرفت بردہ و جہانے را از ظلمت ہستی مجازی خلاص ساختہ۔ بنور حق آشنا گردانیدہ (است) چون بوے شدم۔ صد چندان از آن یافتم۔

شبہا را چہ مجال کہ تعریف آفتاب کند

چون از وے مشرف تعرف شدم وے الطاف و مہربانی شایان فرمود خواستم کہ اظہار طلب کنم لیکن مہابت وے مستولی شد۔ نتوانستم چیزے گفت۔ وے خطاب شیخ اللہ بخش کردہ فرمود کہ حق اقرب اشیا است ہیچ چیز از حق اقرب نیست لیکن مردم خود را از جہل دوری اندازند و حق در ہمہ شی ساریست ہر شے کہ توجہ تام کند حق را می یابد۔ ہندو در معاملہ او ہمہ توجہ بسنگ معین می نماید تا آنکہ

کیفیت بے خودی از ہمان سنگ بروے ظاہر می شود۔ و فرمود کہ توجہ بقلب کہ حقیقت جامع الہی است کہ آن را رابطہ گویند از ہمہ بہتر و بعد از توجہ تام وقتے کہ بے خودی دست دہد، افنائے وے می کند۔ وقتے من این کلمات شنیدم مشتغل بر رابطہ صوری وے شدم و سوم روز کیفیت معہودہ ظاہر شد بمرتبہ کہ زور طبیعت بالکلیہ از کار خویش معزول بود۔ پس از ان بوے بیعت کردم و واقعہ ہاے عجیب و غریب نمودن گرفتند و امروز ہمین ہمت وے نہ وقت ماندہ است، نہ حاضر، نہ غائب، نہ گسستن بہ پیوستن و تجلی ذاتی دائمی کہ اثر آن ہمہ نسبت می یافتم۔

سید قطب الدین

وے از یاران خاص شیخ من است۔ صاحب احوال عظیمہ ست۔ و (صاحب) معانی غریبہ۔ آزادی سخت شگرف دارد، وارستگی بس قوی۔ وے گوید کہ من در وایل بسید حاجی محمد امروہگی (امروہوی) بیعت کردم و صحبت داشتم و شغل پاس انفاس گرفتم بعد و شش ماہ ذکر جہر نمودم در طریق قادریہ و مراقبہ توحید ورزیدم و پس ز آن گاہ گاہ غیبتے بمن روے می داد و ز آن مر متوہم بودم۔ چون سید شنید گفت کہ فنا ہمین است و تمامی سلوک این (ست) کہ از علم تو خطرہ غیر برطرف می شود و فناے فنا آنکہ شعور (فنا) ہم نماند۔ پس از آن مرا ہواے صحبت خواجہ خرد پیدا شد۔ پیش وے بدہلی شدم۔ اول آن را نہ شناختم کہ بہ بے تعینی و آزادی تام

بعد و شش ماہ در نسخہ علی ندارد۔

مشغوف بود۔ چون حرفے از زبانش شنیدم شیفتۂ آن شدم و دانستم کہ وے کیست۔
وے نہایت لطف بر من فرمود و گفت۔ فلانے ہر روز بما می آمدہ باشی۔ روزے دیگر
بوے شدم، اثر صحبت وے مرا در گرفت و جذبۂ قوی بہم رسید۔ آن روز گفت کہ آن
چہ سید بتو گفتہ از مراقبۂ توحید آن خود می دانی۔ الحال ما ہم چیزے خواہم گفت و ہر روز
بما می آمدہ باشی۔ دانستم کہ این معنی از روے کشف بر وے معلوم شدہ۔ چہ صحبت
خود را کہ با سید داشتم ہیچ ظاہر نکردہ بودم و دل من آرام و جمعیتے بہ تر یافتہ بود۔ درین
اثناء کتابت سید بمن رسید۔ نوشتہ بود کہ من ترا گفتہ بودم از احوال خواجہ خرد واقف
شدہ مرا خواہی نوشت۔ من در جواب نوشتم کہ از احوال خواجہ پیدا است کہ چیزے
توانم نوشت اما مجمل آن کہ خواجہ عارف باللہ عاشق صادق است۔ پس از آن سید
بغضب تمام نوشت کہ من ترا بجہت دریافت حال خواجہ خرد رخصت دادہ بودم واقف
شدہ مرا خواہی نوشت تو خود آنجا رفتہ چنان در پیچیدی کہ یکبار از حق من فراموش
کردی۔ مثل تو چنان است کہ از زنے اصیل امر زنا واقع شود و بگوید کہ این کس
یار من است و شوہر من دیگر است۔ و ازین قسم چیزہاے بسیار نوشت۔ من آن کاغذ
را پارہ کردہ در چاہے بینداختم۔ در ہمان مدت من شبے بخواب دیدم کہ مجذوبے
مداری نام مرا می گوید کہ سید حاجی محمد می آید، دیدم کہ سید با تفقتے شتے چون سید آمد بر
سر حوض نانک کہ در ناحیت سری است۔ و نیز ہم در آن وقت می بینم کہ خواجہ خرد
شاخے در دست گرفتہ بر ہمان حوض ایستادہ است و بمن می گوید کہ فلانے من ترا می
گشتم و این سخن بسیار مرتبہ گفتہ و چندین مدت ازین خواب نہ بر آمدہ کہ سید بمن

صعب برفتہ در سال ہزار وشصت ودو (۱۰۶۲ھ ۱۶۵۲م)۔ گویند شیخ محمد صادق نام زیدران سید قطب الدین قبضے داشتہ است در مرادآباد آخر شب دیدہ کہ سید در مقابل ایستادہ است و بوے می گوید۔ مصرعہ

آنچہ کہ تو ی محال محض است ودی

وگفتہ کہ بمانی آی۔ وے را شوقے غالب آمدہ و پئے سید دوان شدہ و در سرکی بسید ملاقات کردہ و سید از خانہ صاحب بر آمدہ بود۔ پوشیدہ نماند کہ ازین قسم احوال و وقائع از یدران شیخ من بسیاری گذراند۔ چنانچہ فقیر یست در سنبھل و پیشین تے کہ با شیخ من مرتبط گشتہ وے است۔ شیخ فیروز سنبھلی مرید شیخ من گوید کہ شبے برنا یافت مقصود حقیقی در تاسف بودم والتجا بدرگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بر آوردہ بخواب شدم دیدم کہ از ہر طرف انوار ظاہر شدہ و بارگاہ محمدی بوجہ رطافت پیدا است۔ از آن میان خواجہ خرد بر صورت محمد علیہ السلام بر آمدہ و نام خود را گفتہ بمن می گوید کہ فیروز بمن رجوع کن کار تو نیک ساختہ خواہد شد۔ من رجوع بآن آوردم و معتقد بآن ذات گشتم و روز بروز انوار و اسرار بر من ظاہر شدن گرفت تا کہ جمعیت و آرام تمام یافتم و صاحب احوال و وقائع عجیبہ و غریبہ شدم۔ وے گوید کہ وقتے در معنی حدیث ''من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ'' مرا مشکلے در پیش آمد و مدتہا تلاش (حل آن) داشتہ از پیش ہر بزرگے کہ استفسار می کردم وے چیزے می فرمود لیکن تشفی خاطر نمی شدم تا روزے در حجرہ نشستہ بودم والتجا بدرگاہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بردم کہ این مشکل من حل شود۔ درین اثناء

اندر باطن خود ظہور الٰہی مشاہدہ کردم کہ محیط بدل من گردید و بدان ہستی من تمام از نظر مختفی و منتشر گشت۔ واندرین واقعہ ظہور نور محمدی (الٰہی) صورت من بصورت آن حضرت حق علیہ السلام ظاہر شد و فرمود کہ معنی ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' ہمین است۔ وہم وے گوید کہ در اوایل با مشغولی باطن مدت با سعی تمام داشتم و نسبت نقشبندیہ چنانچہ از مرشد خود یافتہ بودم، متوجہ بودم لیکن گاہ گاہ بخاطر خطور می کرد کہ آیا ہمین نسبت خاصہ حضرات است یا سوای این است۔ درین تفکر روزے در مسجد جامع سنبھل مراقبہ داشتم در واقعہ دیدم کہ دو مرد بزرگ نورانی ظاہر شدند و فرمودند کہ ہمین نسبت است۔ از آن باز آرام و دلجمعی دست داد۔ سید قطب الدین گفتہ کہ پدر من سید عبداللہ از فرزندان مادری شاہ جمال عاشق خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی است۔ قدس اللہ اسرارہم در ''ثمرات القدس'' می آرد کہ شاہ جمال بر روش ملامتیہ می زیست۔ وے لشکری بود از لشکریان سلطان علاء الدین۔ چون سلطان بتسخیر قلعہ چتور متوجہ شد و محاصرہ آن دراز کشید۔ شبے التجا بدرگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم آورد۔ آن حضرت را در خواب دید کہ می فرمایند فتح این قلعہ وابستہ بدعاے یکے از فرزندان من است با سم سید جمال الدین۔ سلطان گشت مردمان این نام بسیار اند وے را بچہ نشان توان در یافت۔ فرمود فردا پس از پاسے شب بادے تند خواہد وزید چنانچہ خیمہ ہیچ کس بر پا نماند مگر خیمہ وے و چراغ در ہیچ جا نماند الا در خیمہ وے۔ سلطان در وقت بد

ل سید جمال عاشق مہر حضرت قاضی نظام الدین قریشی مرحوم است۔

بخت وے را بآن نشان یافت وآنچہ حضرت فرمودہ بود بوے گفت۔ وے گفت سرّ احوال ما حائفہ برضاء آن حضرت است چون آن حضرت کشف احوال ما فرمود ما راضی ایم ودست سلطان بگرفت وگفت بآلتِ حرب سوار شو۔ سلطان چنیں کرد۔ وے پیش رفتہ ،دو رکعت نماز بگذارد وبسلطان گفت من دعا کنم تو آمین بگوو بدعا در ایستاد۔ ہنوز از دعا فارغ نشدہ بود کہ قلعہ از ہر طرف فرو ریختن گرفت۔ وے از میان شان غائب گردید ومدّتے از وے نشان نیافتند۔ آخر در شہر ٹہر دہ ظاہر شد۔ روزے قوالے غزلے می خواند۔ وے بتواجد سخت درآمد ورقص کنان بر روے آب دریا درگذشت۔ چون بوفقت آمد در کشتی باین روے (کنار) رسید پس ازان در قصبہ سرسی آمد وانجا می بود تا برفت از دنیا۔ در سال شش صد ونود وہفت (۶۹۷ھ ۱۲۹۸م)۔ و ''سیدی جمال عاشق باتمد بود'' تاریخ ویست۔ و قبر وے ہمدران قصبہ ''ویزارو یتبرک بہ''۔ سید قطب الدین گفتہ کہ پدر من اوایل مرید شیخ احمد بود، در طریقۂ شطاریہ۔ پس از آن بشیخ عبدالرحمن مرید شیخ تاج الدین مرتبط گشتہ در سلسلہ نقشبندیہ۔ پر ذوق و بلحال بود ودر وقات تہجد این چنیں اشعار بالحان خوش می خواند

اے ز وصت عارف مطلق شدم عارفی رفتہ تمامی حق شدم

چون وے را شوق ومحبت در دل گرفت می گفت حیف کہ سی سال در علم ظاہر بسر بردم۔ در اوایل روزے شیخ احمد بوے گفتہ کہ در وقت صالح چیزے از ما بطلب وے اتفاق بابل خود کردہ کہ چون پسران وے اکثر در طفولیت رفتہ بودند، گفت۔

پسرے مقبول می خواہم۔ گفت۔ خواہد شد، پس من بزمین آمدم۔ چوں پنج سالہ شدم روزے گفتم (دیدم) کہ خالہ من مردہ ست۔ روز دیگر از افغان پور خبر رسید کہ مرد۔ وہم درآن سال گفتم (دیدم) کہ جدّ من مرد، وے را بآسمان بردند۔ بعد از سہ روز این خبر ہم بتحقیق رسید کہ جدّ من در مسافت سی و چہل کروہ برفتہ از دنیا۔ وہم وے گوید کہ پدرِ من در مقامے دیگر دو کوزہ شہد خرید و خواست کہ بخانہ فرستد۔ مادر من حاملہ بود۔ روزے ہمہ آن شہد بر حاضران قسمت کرد شیخ عبداللہ مرید پدر من پرسید بکارے کہ خرید بودید چہ نہ فرستادے۔ گفت "آن کار، وآن بی بی برفت از دنیا" و ہمدرآن مدت (آن) مادر من برفتہ بود۔ وہم وے گوید کہ چون من شش سالہ شدم پدرِ من بمادر (حقیقی) من گفت کہ این پسر را پرورش و محافظت نیک نمای کہ وقت من بآخر رسیدہ است و ہمدرآن سال در بعضے اوقات می گفت۔ می آیم می آیم و برفت از دنیا در (سال) ہزار و چہل (۱۰۴۰ھ ۱۶۳۱م) امروز مرا با وے اتحادیست قوی و صحبت ہائے نیک واکثر با ہم پیش شیخ خود می رویم و می آئیم وہم در اوطان با ہم ملاقات و صحبتہا است خوش آئندہ۔

محمد صادق فریدآبادی

۱ دراصل وے از سنبھل است۔ مادر وے سیدزادہ (ای) است۔ پدر وے شیخ محمد بادل را شیخ فرید بخاری وقتے کہ فریدآباد، آباد شدہ است درآن جا توطن داد۔ وے را بر آبادانی و عمارات آنجا صاحب اختیار کرد۔ و شیخ محمود جلال جدّ وے با شیخ

بہاء الدین کہ مجذوب با معنی بود صحبت داشتہ۔ روزے وے گفت کہ جلال بدل
خدمت می کند۔ از آن باز لقب ایشان بدل افتاد و ہمہ آنہا از نیکوان وقت بودند۔
محمد صادق از مریدان شیخ من است و عم زادہ من۔ در چند روز احوالِ عظیم پیدا
کردہ و عجائب این راہ دیدہ۔ روزے مریدے از شیخ من از احوال وے و از
احوال مریدان دیگر استفسار کردہ۔ شیخ من گفتہ۔ کہ وے اندرین راہ چون اسپ
تازی است تیز رو و آن دیگرے چون اسپ ترکی آراستہ و محکم رو۔ شیخ من وے
را نیک می ستودی و می فرمود کہ در اندک فرصتے احوال غریبہ پیدا کردہ، آنچہ دیگران را
بسالہا روے می نماید وے را بماہہا روے نمودہ۔ وے صاحب ہمت بود۔ اخلاق و
مروت، و وقار و فتوت تمام نیک داشت۔ وقتے وے شیخ مرا و مرا از دہلی بسیر
فرید آباد بردہ و چند روز ضیافت و خدمت شائستہ بجا آوردہ و برائے اہل خود
درخواست تلقین ذکر کرد۔ شیخ من گفت۔ در اندرونِ خانہ تو متوجہ شو از بیرون من
می شوم۔ چون چنین شد اہل وے را بیخودی روے نمودہ و در واقعہ دید کہ بزرگے
سپید ریش نورانی حاضر شدہ وے می گوید کہ بی بی عاقبتِ تو بخیر است و وے صالحہ
و نیکو است۔ روزے محمد صادق پیش شیخ من آمدہ و تپ کردہ رخصت شدہ
بخانہ آمد و رفت و چند روز بیماری کشیدہ نیک گذشت و برفت در سال ہزار و شصت
و یک (۱۰۶۱ھ ۱۶۵۱م)۔ شیخ من این قطعہ گفتہ

دردا کہ جوان بدین خوبی گذشتہ است — عمرش کہ نشان شدہ کہین ہیچ گذشت
مجموعہ مروت و حلم و وفا و جود — رفت از جہان چون صادق با دل خوش گذشت

در ماتمش شدہ جگر و سینہ ہا کباب　　لیکن چہ سود زانکہ چنین بود سرنبشت

کردم ز دلِ سوال چو از سالِ فوتِ او　　دل در جواب گفت بگو شد گل بہشت

و وے را دو برادر کلان بود محمد صالح و محمد فاضل۔ محمد صالح از نیکانِ وقت بود۔ صاحب ہمت و فتوت و اخلاق و مروت۔ مشائخ بسیارے را دیدہ و صحبت داشتہ۔ دختر شیخ محمد عادل برادرِ شیخ کمال متوکل در خانہ ویست و باہم دیگر نسبتہا است۔ و وے با شیخ من نیاز مند بود باخلاص۔ گاہ بہ صحبت می رسید۔ یک بارے با شیخ با کبرآباد رفتہ است۔ و خوشوقت ساختہ۔ شیخ من وے را از نیکو کاران می گوید۔ وفات وے سیزدہم ربیع الاول از سال ہزار و شصت و پنج است (۱۰۶۵ھ ۱۶۵۵م)۔ من تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

شیخ صالح محمد بادل　　اہل جود و یگانہ و یک رو

چون برفت از جہان عزیزان را　　در جہان گشت ماتمش ہر سو

سال فوتش چون از خرد جستم　　خردم گفت "شیخ صالح گو"

۱۰۶۵ھ

وے گفتے کہ بعد از وفات شیخ فرید من مضطرب شدم۔ چہ در سایۂ دولتِ او در فرید آباد جمعیت تمام داشتم۔ درین حالت شیخ بہاء الدین بودہ را در خواب دیدم کہ مرا دو رغیف حلوای تر داد و گفتہ۔ بخور و در جاے خود مستقیم باش۔ از آن وقت من نوکر کسے نگشتہ ام و در فرید آباد نشستہ ام با جمعیت و آرام۔ و محمد فاضل اعجوبہ روزگار بود و از فتیان زمانہ، خوش صحبت خوش کلام در فن پارسی و ہندی دستگاہ تمام

داشت۔ من در زبانِ ہندی واصاف آن شاگرد ویم وے صاحبِ فنون عجیبہ و
غریبہ بود۔ روزے نقوش دیباے فرنگی را در کاغذے برداشتہ واز آن در پارچہ
نقوش او ساختہ۔ من آن را دیدہ بودم۔ از تازگی ہاے آن عقل حیران می شد۔
ستار ہاے نوازندگی را بدست خود می ساخت وخود می نواخت۔ نقش ہندی را نیک
می بست وسبک تر می گفت۔ چنانچہ اہل این فن شیفتہ وے بودند۔ ہمت عالی
داشت۔ بسیار غرباء ومساکین از وے مرزوق بودند۔ من دیدہ بودم قلندرے ملا
ماہم نام را کہ بر سر بزار نخاس لاہور صاحب فنون عجیبہ وغریبہ بود۔ روزے شیخ
من مرا و دیگر یاران را بوے برد کہ تماشاے غرایب وے کنیم۔ اولا وے سفینہ بر
آورد کہ بکاغذ حریر اشعار بسیار نوشتہ وصنایع وبدایع آن سفینہ آن بود کہ در ہر صفحہ
ابیات را بطرزے برنگاشتہ کہ جاے نقوش گلہا ظاہر بود جاے دیگر درخت سرو و
جاے دیگر نقوش قاب وقسِ علی ہذا و دو حصہ از آن نوشتہ ویک حصہ سپید ماندہ۔
وعجب تر آنکہ می گفت کہ درین دو حصہ یک لکھ و بست ہزار بیت اندراج یافتہ و
ضخامت چندان نداشت۔ بعدہٗ قلمدانے بر آورد کہ قلم تراش ومقراض وآلات
دیگر ہم خود ساختہ وغلاف آن قلمدان را بکنہ ساختہ از سنگ عقیق مصفی برابر داشتہ
بود، آن را شصت ودو پہلو داشتہ یکسان کہ در نظر با یک دری آید یک تفنگے ہم
ساختہ وے بود۔ وتیر وکمان ہا غیر مکرر داشت۔ وتیر بقواعد مقررہ می انداخت۔
تیراندازان گویند کہ درین فن اگر چند چیز جمع می شود کامل شود۔ یعنی تیز اندازی و
دور اندازی وباریک اندازی وبرق اندازی وغرق اندازی ودور اندازی وپست

اندازی و جمع اندازی۔ ہمانا وے سلیقۂ آن ہمہ داشتہ۔ القصہ از مشاہدۂ
کاروبارے او عقول بشریہ حیران بودہ است۔ روزے آن محمد فاضل را با جوانے
باقی نام صحبت ناخوش بمیان آمد۔ باقی زخمے بر سینۂ وے زد و وے برفت از دنیا در
سال ہزار و بست و ہفت (۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸م)۔ من تاریخ استفہامی وے از
ایماے سیاق چنین گفتم۔ قطعہ

چون فضل را باقی زخمے بجگر در زد — صہباے شہادت خورد از دست اجل ساقی

ز ایماء سیاق و ہم از شیوہ استفہام — ہاتف بدلم گفتہ کو فاضل ما باقی

پس از آن مرتبہ شہادت فضل از زمین کہ می بود باقی را تسیل کردند۔ (بعدہٗ) باقی
را بیماریٔ سکتہ شد و بجان آمد۔ دو داغ سوختگی مربع بہ سرین و پشت پاے اُو ظاہر
شد۔ من آن داغ را دیدہ بودم و کیفیت از وے پُرسیدہ۔ گفت مرا بردند و گفتند چند
روزاے باقی ترا باقیست، بگذارند اما دو داغ کردہ۔ پس از وے بچند روز وے
باقی ہم برگذشت۔ قطعہ

اگر دشمن نسازد با تواے دوست — تو می باید کہ با دشمن بسازی

وگرنہ چند روزے صبر فرما — نہ او ماند نہ توی فخر رازی

حافظ صادق کشمیری

از یاران شیخ من است۔ شیخ من در اوایل وے را این ختم حضرت خواجہ نقشبند
قدس سرہٗ فرمودہ کہ با تمام رساند و این است کہ روزانہ ہزار بار بخواند۔ این ورد

شیخ مرا رسید از خواجہ حسام الدین و وے را از حضرت شیخ صالح جبری و وے را از
خواجہ عبدالصبور رحمۃ اللہ علیہم۔ و وے حافظ کلام مجید ست۔ آہنگ دلکش دارد و
قواعد تجوید نیک ورزیدہ۔ روزے از استماع قرآت با بہجۂ (دلکش) وے وقت شیخ
من خوش گشتہ و وے را مقبول خاطر ساختہ۔ در رکعت اوّل بامداد آخر سورۂ کہف
خواندہ و در دوم آخر سورۂ حشر و پس از آن شیخ مرا بکائے غالب آمدہ و گریہ با کردہ و
این گریہ، گریۂ غیر معہود بودہ۔ و یکے حافظ مہر علی بود ہم از یاران شیخ من با بہجہ سخت
نیک قرآن خواندے۔ نامراد و غریب بود و در غربت سفر بردہ از دنیا در سال ہزار و
شصت واند (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) در سنبھل حافظے بود شیخ بھکاری نام نہایت خوش
آہنگ و دلکش و روح بخش۔ گویند در آن زمان صاحب دعوتے در شہرے دیگر
تسخیر جنی عزیمتے می خواند۔ روزے در رسیدن آن جن درنگے واقع شد۔ چون
آمدہ پرسید۔ چرا زود نرسی۔ گفت۔ حافظ بھکاری در سنبھل قرآن می خواند بآواز
دلفریب۔ ساعتے آن جا بودم۔ و وے در سنبھل آمد و شنید و محظوظ شد۔ حافظ را پسر
بود شیخ محمد نام، ہم خوش آواز چون برفت "با حافظ" (۹۹۲ھ ۱۵۸۴م) تاریخ
(وے) شد۔ آن حافظ صادق امروز وارستہ و آزادہ و صاحب معنی است۔
رسائل توحید شیخ من بشیخ من گذرانندہ احوال شرف دارد۔ سفر با نیکو می کند با فقرا
و مشائخ صحبت می دارد لیکن از غایت گمنامی در ہیچ جا خود را منسوب بہیچ نسبتے علم نمی
سازد و با وجود اہل و فرزندان و کم معیشتی ہیچ اندیشہ دامن گیر ہمت وے نیست۔
بہر حال وقت خوش دارد۔ روزے در دہلی یکے سنگے بر سر وے زد۔ وے صبر

وزرید بل رضاداد۔ چون خواستند ظالم رابسزا رسانند وے مانع آمد۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گفتہ است

بدی را بدی سہل باشد جزا　　اگر مردی احسن الی من اساء

وہم شیخ در بوستان می آرد۔　　حکایت

یکے بر بطے در بغل داشت مست　　بشب بر سر پارسائے شکست

چون روز آمد آن نیک مرد سلیم　　بر سنگدل برد یک مشت سیم

کہ دو شینہ مغرور بودی و مست　　ترا بربط و مر مرا سر شکست

مرا بہ شد آن درد و برخاست بیم　　ترا بہ نخواہد شد الا بسیم

ازین دوستان خدا بر سر اند　　کہ از خلق بسیار بر سر خورند

منقولست کہ یکے طپانچہ بر رخسار ہ ابوحنیفہ زد۔ امام گفت۔ من می توانم این حال را بی کم گفت و سزا دبانید اما نگویم وہم چون سز آ گاہان توانم درد دل را بدرگاہ جل وعلیٰ عرض کرد و انتقام گرفت این نیز نکنم وان شاء اللہ اگر فردائے قیامت مرا رستگاری شود ہر گز بے اوقدم در جنت نہم۔ حافظ رابر من لطفے بسیار است وعنایتے کہ شرح آن نمی توانم گفت وشکر آن نمی توانم بجا آورد۔

شیخ محبّی نبی

با شیخ من صحبت دارد۔ عالم است بعلوم ظاہر وعلوم باطن۔ رسائل توحید پیش شیخ من گذراند۔ در غایت نامرادی وشکستگی است۔ طریقہ اخفا نیک دارد۔ کم کسے

برحالِ وے مطلع است۔ ہمت عالی دارد۔ فنِ طالب علمی حجاب حال وے است۔ بحسنِ صورت مایل است۔ من وے را نیک می شناسم۔ وے با من ذوقی ولطف دارد۔ روزے وے مرا گفتہ کہ وقتے من اندرین راہ پانزدہ روز کلوخ خوردہ ام۔ فقط۔ چون آن، من مردے را می شناسم صوفی داؤد کشمیری مرید خواجہ محمود پیوستہ مشغوف بحسن و جمال است وآزاد ومجرد وہیچ ادبے از آداب شریعت از وے متروک نیست۔ باخواجہ سلام اللہ پسر شیخ من صحبت دارد۔ ودرین حالت درویشی وتنگدستی وگرفتاری حسن مجازی محتاج وملتجی کس نیست واز کس چیزے نمی خواہد بلکہ چیزے کہ از غیب بروے می رسد بجماعۂ اہل حسن وفقرا ودرویشان صرف می نماید۔ وے گوید کہ من در راہ محبت دوازدہ شبانہ روز چیزے نخوردہ ام۔ وہم چنین سید عبدالعزیز بودہ است از اقربائے من شیخ مرتضیٰ سنبھلی صحبت داشتہ وبا شیخ من آشنا بود۔ بشریعت وطریقت ومعرفت مستقیم اول روی آمدہ بودہ۔ وے گفتے چون در احکام شریعت افعال طریقت فرا رسد، شریعت فرامش گردد وچون احوال حقیقت فرا رسد طریقت از وے بدر رود۔ چنانچہ اگر شیر بستہ شود جغرات گویند، شیر نگویند۔ چون روغن از آن برآید جغرات نگویند روغن گویند۔ من بوے می گفتم کہ نزد صوفیہ محققین مقرر شدہ کہ شریعت وطریقت وحقیقت چون ہیئت اجتماعی پیدا می کند۔ معرفت است وجمعیت این امور ثلثہ شریفہ کار مردم اقویا ست وبس۔

برغمے جم شریعت بر غمے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

خواجہ ابراہیم رگاد این بیت خواجہ حافظ شیرازی بذوق می خواندہ اند

ہزار نکتۂ باریک تر زمو این جا است   نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

سید ہم چنان بر اعتقاد بود راسخ و شیخ مرتضی ہم آنچنان محبتے داشتہ است۔ غالباً در اواخر از آن عقیدہ برگشتہ و برفتہ از دنیا در غرہ صفر از سال ہزار و پنجاہ و نہ (۱۰۵۹ھ ۱۶۴۹م) و بدان حالت اندر ہوائے تابستان من شصت شبا روز آب نخوردم۔

خواجہ عبدالرحیم ماوراءالنہری

بسیار بزرگ بودہ، صاحب کرامات و آیات۔ با عظمت و شوکت در زمین توران نشو و نما یافتہ۔ عالمے از وے مستفید و مرزوق گشتہ۔ مریدانِ کامل دارد و مردم آن دیار خوارق بسیار از وے ظاہر می کنند۔ بسا دلِ مردہ بنور حضور و آگاہی زندہ گردانید نزدِ صوفیۂ محققین مقرر شدہ است کہ زندہ ساختنِ یک دل مردہ را برابر آنست کہ مردۂ صد سالہ را چون عیسیٰ زندہ سازد۔

گر مسیحا مردۂ را زندہ می کرد از دعا   تو بیک دشنام کار صد مسیحا کردۂ

شیخ من گفتہ کہ وقتے وے بزمین ایران رسیدہ است۔ بسا مستعدان آن دیار از صحبت وے بشرف حضور و آگاہی رسیدہ اند۔ و از غایت بزرگی و شانے کہ وے داشتہ است گاہ بادشاہ عباس رکاب وے پیادہ گرفتے۔ در سال جلوس بادشاہ صاحب قران ثانی کہ ہزار و سی و ہفت است (۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷م) وے بہندستان آمدہ و بادشاہ بعضے از اعیان مملکت را باستقبال وے فرستادہ و خود بعزاز تمام فراپیش آمدہ و یک لاکھ روپیہ بضیافت وے دادہ و باہم صحبتہائے خوش

افتادہ۔ من وے را روزے دیدم کہ با چہرۂ نورانی باعزت و وقار نزدیک سریر بادشاہ نشستہ و بادشاہ چند بیڑہ پان از دست مہابت خاں بوے دادہ گرفتہ و خوردہ و ہمدران سال وے بعزیمتِ حج از اکبرآباد برآمدہ و در راہ برفتہ از دنیا۔

خواجہ (محمد) محسن سمرقندی

وے از اولادِ خواجہ مسعود بن عم حضرت خواجہ احرار است قدس سرہٗ در قریہ النکر اقامت دارد، و در میان لاہور و بھیرہ و خوشاب بزرگیست صاحب نسبت وکیفیت۔ نور شرافت و لطافت از طلعت وے پیدا و ہویدا است۔ من یکسال وچہار ماہ در جوار قریۂ وے بودم در قصبۂ جاکو در سال ہزار و چہل و یک۔ گاہے کہ بصحبت وے می رسیدم لطف وعنایت بسیار می نمود و دستار تبرک وغیرہ، عطا فرمود۔ روزے از وے پرسیدم کہ خواجم مولد و منشاء تو زمین سمرقند و بخارا است و سالہا گذشتہ کہ بہندستان آمدہ، چونست کہ در شہرہائے کلان مثل دہلی و لاہور سکونت نگرفتہ۔ گفت در زمان جہانگیر بادشاہ از تقدیرالٰہی من بہند رسیدہ ام۔ دستور بادشاہ از من ضمانت گرفتہ کہ باز بوطن نشوم و این قریہ را با مزروعہ تملیکِ من کردہ است و امروز بادشاہ (صاحب) قران ثانی است۔ و دستور بدستور سابق۔ و ہم نمی توانم بے دستوری دستور پیش بادشاہ رفتن۔ و بولایت خود رفتن ممکن نمی نماید و این پریشانی باعث جد رسیدہ چنانکہ خواجہ شہاب الدین شامی جد خواجہ احرار در وقت وفات از زبان برآوردہ اند۔ من کتاب ''رشحات'' باخود داشتم و این حکایت

کہ بیادِ وے بود بر گفتم۔ بگریۂ بسیار درآمد و آن آنست کہ خواجہ شہاب الدین را دو
پسر بودہ است۔ خواجہ محمد و خواجہ محمود۔ چون وفاتِ ایشان نزدیک رسیدہ است
بفرزند بزرگ خواجہ محمد گفتہ اند کہ پسران خود را بیار تا ایشان را وداع کنم و خواجہ محمد را
دو پسر بودہ است خواجہ اسحاق و خواجہ مسعود۔ ہر دو را آوردہ است۔ خواجہ شہاب
الدین ایشان را نواختہ اند و فرمود کہ محمد! فرزندانِ تو بسے پریشانی و سرگردانی خواہند
کشید خاصۂ مسعود۔ و سبب سرگردانی وے خواجہ اسحاق خواہد شد و بعضے اوصاف
نامرضی ایشان گفتہ اند۔ بعد از آن خواجہ محمود والد حضرت ایشان را کہ برادر خرد
خواجہ محمد بودہ اند گفتہ اند تو نیز فرزند خود را بیار و حضرت ایشان درآن محل بغایت خرد
بودہ اند۔ ایشان را در خرقہ پیچیدہ آوردہ اند۔ چون نظر خواجہ شہاب الدین بر ایشان
افتاد، اضطراب کردہ اند کہ مرا خیزانید۔ ایشان را خیزانیدہ اند۔ ایشان آن حضرت
را بر کنار خود نہادہ اند و روے خود بر تمام اعضاے ایشان مالیدہ گیریۂ بسیار کردہ اند
و فرمودہ اند کہ آن فرزندے کہ من طلبیدم اینست۔ دریغ کہ در ایام ظہور وے
نخواہم بود۔ زود باشد کہ این پسر عالمگیر شود و شریعت را ترویج کند و طریقت را
رونق دہد و سلاطینِ روزگار سر بر خط فرمان او نہند و تن بامر و نہی در دہند و کارے کہ از
وے در وجود آید پیش از وے از مشائخ کبار نیز تہ آمدہ باشد۔ ہر چہ از مبداء تا
منتہا بر حضرت ایشان گذشتنی[1] است ہمہ را یکان یکان بر سبیل اجمال ظاہر کردہ اند و
یک بار دیگر روے خود را بر ہمہ اعضاے ایشان مالیدہ اند پس بخواجہ محمود دادہ و

---

[1] در نسخہ "گذشتہ"

ایشان را وصیت کردہ اند کہ این فرزند مرا نیک نگاہ داری و بتربیت وے چنانکہ
باید و شاید بجا آری۔ بعد ازان رو بخواجہ محمد کردہ اند و فرمودہ کہ بخاطرت نیاید کہ
پدر، فرزندانِ مرا چندان نواخت و بفرزند محمود بسیار پرداخت، چہ توان کرد کہ
فرزندانِ ترا آن نوع ساختہ اند و فرزند محمود را این نوع" ذالک تقدیر العزیز
العلیم" من چہ کنم؟ انتہیٰ۔ پسر خواجہ محسن را من در آنجا می دیدم و حیران می شدم کہ
بود و باش وے با اہل آن دہ تنگ و تیرہ گشتہ بود و ہمہ اوضاع و اطوار اہل دہ خلاف
مرضی وے بود۔ درین وقت حکایتے بیادم آمد کہ حاجی محمود خیر آبادی کہ صاحب
معنیٰ است و آزاد، با شیخ تاج الدین در مکہ صحبت داشتے و مقابلہ "فصوص الحکم"
باہم درہمان جا کردہ است۔ و با شیخ من آشنا است و نیز آور۔ روزے بمن گفت
کہ وقتے فقیرے سیّاح در خیر آباد بمن گفت کہ من روزگارے در کوہستانے افتادم
کہ تمامی کافرستان غیر مُسلمی بودہ است۔ رئیس آن سرزمین را دیدم جوانے خوش
روے نورانی طلعت۔ پرسیدم کہ دین و مذہب این مردم چیست؟ گفتند درین جا
ہیچ مذہبے و مشربے معیّن نیست۔ آرے راجۂ ما پرستش کتابے می کند فقط در وقت
طعام خوردن و دیگر ہیچ نمی دانم و آن کتاب حوالے برہمنے کردہ کہ ہر روز وقت
معہود حاضر می کند۔ من بآن برہمنے نیک آشنا شدم و آرزوے دیدنِ آن کتاب
کردم۔ وے مرا بخلوتے بردو نمود، دیدم کہ قرآن مجید است بخط ولایت و بیک
طرفِ آن نوشتہ "منکہ میر سید محمدم از دست تفرقہ ہاے روزگار آوارہ شدہ در ماہ
فدن و سال فلان بدین کوہستان آمدہ ام" و نیز از مردم سال خورد معلوم کردم کہ

این رئیس نبیرۂ آن سید محمد است وسید بعد از رسیدن آنجا براجۂ آن سرزمین پناه آورد وقرب وعزتے پیدا کرده۔ چون راجہ بمرد ہیچ وارثے نداشت۔ سید بجاے او متصرف شد برآن ملک وکدخدا شد وفرزندان پیدا کرده وبرفت از دنیا پس از آن ہیچ مسلمانے بدان جا نرسید کہ پسران سید را احکام دین واسلام بیاموزد۔ پس کار بجاے رسید کہ ہمہ اولاد سید مجہول ماند چنانچہ بزرگان کار آزما گفتہ اند

جاے در شہر گیر کانجا بہ سگ شہر از غزال صحرا بہ

خواجہ عبدالمنعم

وے خلف الصدق میر عبداللہ احراریست قدس سرہٗ۔ بزرگ بوده۔ ہمت عالی داشت ومعاملت نیکو واخلاق پسندیده۔ بادشاه صاحب قران ثانی، قریۂ چند از توابع سلیم پور بہر وجہِ کفاف وے داده بود۔ وے اندران قصبہ اقامت ورزید۔ بہ خرد وبزرگ کہ بوے شدے الطاف واعطاف بسیار نمودے۔ در صحبت وے تاثیرے بود۔ ہر طالبے کہ باوے نشستے بہ نسبت غیبت وبیخودی مشرف گشتے بسرودِ ہندی میلے داشت۔ گویند ہای نیک باوے بودند۔ من وے را دیده بودم وجیہہ طلعت نورانی داشت۔ از شیخ من مرا نیک پرسیده وتفقد نموده۔ وفات وے در سال ہزار وپنجاه داند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) وقبر وے ہمانجا است در باغیچہ وے۔ شیخ من گفتہ کہ میر عبداللہ از بزرگانِ وقت بوده است وجانشین حقیقی قطب الاخیار حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ وخواجہ بیرنگ۔ در اوایل باوے صحبت داشتہ

اند و تقریبے از آن در ذکر شیخ قطب عالم خواہد آمد۔ وفاتِ میر، در (سال) ہزار و بست و شش است (۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷م)۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وقتے جہانگیر بادشاہ میر را بر حکومت صدارت دہلی و آگرہ کرد۔ وے از کرم و فتوت ذاتی خود بہر اہالی و موالی حسن سلوک و احسان نیک می فرمود۔ عزیزے شیخ نور نام از دنیا رفتہ بود۔ پسر او خواست کہ زمین ملکی وے را تصحیح دہند۔ متعلقانش یکے از دوستان او شیخ الہداد نام را برین آوردند کہ شیخ نور گویان تصحیح درست نماید و چند روز وے را بنام شیخ نور خواندن گرفت تا در وقت کار غلطی نخورد۔ روزے وے پیش میر رفت۔ ہر جمعے را تصحیح می کرد تا نوبت بوے رسید۔ گفت شیخ نور کو؟ حاضران اشارہ بوے کردند۔ وے برخاست و بحضور میر در ایستاد۔ میر، پرسید چہ نام داری؟ وے گفت شیخ الہداد۔ میر تبسم فرمود۔ گاہے مردم را دو نام ہم می بود و تصحیح کرد

فرداست وعدہ جنت و امروز شد نصیب آرے خلاف وعدہ کریمان چنین کنند

و این نزدیک است بآنکہ وقتے شیخ عبدالحق دہلوی، سید بھوہ[1] بخاری نامہ نوشتہ بدین

بیت

منتظرم روز و شب بر سرِ راہ امید تا کہ کسے گویدم خیز کہ جانان رسید

سید آن نامہ را بکتب دارے معروف علی نام سپردہ و گفتہ این بیت یاد داری کہ خوش می آمد۔ روزے جمعے از امرا و فضلاء، در منزل رسیدہ بودند۔ صحبے نیک بود سید

---

[1] سید بھوہ بخاری مخاطب بہ "دین دار خاں" برادر زادہ مرتضیٰ خاں شیخ فرید از امرائے عہد جہانگیری و شاہجہانی۔ (از تاریخ محمدی)

از بزرگی و شان شیخ عبدالحق سخن راند و گفت شیخ درین ایام شعرے خوش بما نوشتہ است۔ و معروف علی را برخواند۔ اتفاقاً وے درآن وقت بقالے در گفتگوے حساب حویلی می بود بقال می گفت ہفدہ تنکہ تو باقیست بر من۔ و وے می گفت سیزدہ و نیم تنکہ۔ درین اثناء کس رسید و وے را درآنچناں مجمع برد۔ سید گفت معروف علی آن شعرے کہ شیخ عبدالحق نوشتہ است برخوان وے گفت۔ ساڑھے اٹھارہ تنکے۔ سید و حاضران متعجب ماندند۔ اما میر عبداللہ گفت۔ چہ جاے تعجب است ہیچ رہ نامراد در حساب حویلی مشغوف خواہد بود کہ بدلش در گرفتہ چون پرسیدند شعر بخوان گفت۔ ساڑھے اٹھارہ تنکہ و مجلس بخندہ درگشت۔ من درآن مدت بسید بھوہ بودم لشکری بہم مہابت[۱] خان در ملک رعنا بمقابلہ مغلان۔ می گفتند روزے سید در شکارے بمصاحبان می گفت۔ چند ماہ است بکوہ و بیابان سرگردان ایم و ہیچ کار انجام این مہم در نظر نمی آید چونست کہ چیزے برعنا بنویسم کہ قدر این وے نماید و ازین سرگردانی خلاص گردیم۔ من حاضر بودم بطبیعت گفتم اگر این بیت برعنا نویسند کافیست

صبا بلطف بگو آن غزالِ رعنا را کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ ما را

سید و حاضران خوشوقت گشتند و سید بیشتر بر من لطف نمودن گرفت۔ پس ازآن

---

[۱] مہابت خان حاکم کابل بود و بسلسلۂ گرفتاری مجدد بغاوت کردہ۔ آخر امراد و جہانگیر بیداران ہم خیل او بودند ے مغلان کابل و پیش در لشکری او بودند۔

روزے در صحرا بشکارے رفتند در آن شکارگاہ دو طفل توانا شیر خوارہ یافتند سید مہر ورزیدہ شکار را واگذاشت و طفلان را در آمد و در پالکی داشت و تیز ترک روان شد تا بمنزل رسیدہ طفلان را بزنے شیر دار حوالہ کنند۔ ناگاہ در راہ زنے را دیدند کہ لنگان ہمی رفت۔ پرسیدند حال چیست؟ گفت بچہ مرا شیر نبردہ اند و مرا در پستان شیر فرود آمدہ کہ نمی توانم راہ رفت۔ سید زن را ہم در پالکی نشاند تا طفلان از شیر سیر شدند (معلوم شد کہ آن از زن اسیر قید مغلان بود) و مردمان فرستادہ کہ مادر طفلان را بمبلغے از بند مغلان خلاص گردانند۔ وے گفت دو پسر چاردہ و دوازدہ سالہ من اسیر مغلان اند۔ آن را ہم خلاص کنید۔ سید آن ہر دو را ہم بمبلغے کثیر بدست آورد و ہر پنج کس را با مجمعے لشکریان ہمراہ در مسافت دشت بعدہ بوطنِ شان فرستاد۔ این واقعہ در سال ہزار و سی و شش بودہ است (۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶ م)۔ در ''فوائد الفواد'' می آرد کہ شیخ نظام الدین اولیاء فرمودہ اند قدس سرہٗ کہ (والد) مولانا علاء الدینؒ بداونی کنیز کے زل نو بردہ از موضعے کہ نزدیک بداوں است، داشت۔ روزے آن کنیزک گریہ می کرد۔ مولانا پرسید چون می گری۔ گفت پسرے دارم از وجدا افتادہ ام۔ گفت اگر ترا بر سر حوضے کہ یک کروہے بشہر است برم از آن جا راہ خانہ خود بدانی؟ گفت بدانم، مولانا سحروے را بر سران حوض گذاشت۔ شیخ چون بدین جا رسید چشم پُر آب کرد و گفت علمائے خفیہ این معنی را منکر باشند لقا توان دانست کہ او چہ کرد۔ ہم شیخ فرمود وقتے کہ مولانا علاء الدین کودک بود در کوچہ از کوچہائے بداوں می گشت۔

۱؎ مولانا علاء الدین بداونی از مریدان حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ بود وفات آن ۹۴۰ھ

شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ در دہلیز خانہ نشستہ بود، چون نظرِ او بر مولانا افتاد، بخواند و جامہ کہ خود پوشیدہ بود مولانا را پوشانید، آن ہمہ اوصاف و اخلاقِ وے از برکت آن بود۔ انتہی۔ و آن سید بخوہ مرید سید محمد نبیرہٗ شاہ عالم گجراتی بود قدس سرہٗ مردے بزرگ بود مخیرؔ و نیاز مندِ فقرا۔ با وجود حکومت دہلی بزیارت مشائخ درویشان شدے۔ بر اعراسِ بزرگان مولع بود۔ مجالس عالی برپا نمودے و سرودے بمعنی کلام معرفت خوش بمیان بودے۔ روزے بخانۂ جلودار خود کہ عرس پیر خود کردہ بود، رفتہ۔ من ہم باوے بودہ ام۔ و وے کتابے جمع کردہ بود از اعراس بزرگان چنانکہ از غرہ محرم تا آخر ذی الحجہ آسامی آن اعراس تاریخ، بتاریخ نوشتہ و ہر صبح آن معروف علی بعرض رسانیدے کہ امروز عرسِ فلان وفلان است تا بعد فراغ طعامے کہ ضیافت کردے بارواح آنہا فاتحہ خواندے و تفصیل احوال وے در نسخۂ ”تذکرۃ الابرار“ کہ بعضے از فضلاء تالیف نمودہ اند مسطور است۔ پس از وفاتِ وے کہ در سال ہزار و چہل واند است (۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۱م) عزیزے وے را در خواب دیدہ بآب باخوش وخرم و مرتبت۔ پرسید کہ چہ حال داری و این منزلت بچہ یافتی؟ گفت از دولت درود کہ ہر شب سہ ہزار و سی صد مرتبہ بر آن حضرت ہدیہ می فرستادم و ہر شب جمعہ ہزار بار، و وے با وجودِ حکومت دہلی و خدمتِ سلطانی حافظ کلام مجید بود۔

خواجہ جامی

وے از اولاد احمد جام است قدس سرہٗ۔ از فقیہان روزگار است و عالی ہمت۔ شیخ

است بظاہر و بباطن قلندر۔ وصاحب مشرب وسیع، صاحب سیرت ظریف دو جہتِ لطیف۔ بادشاہ صاحب قران ثانی وے را پیش پایۂ سریر خود برپا داشتے و خلعت زیبائے وے را خوش انگاشتے۔ وے بے تکلفانہ زندگانی کردے و بے تعلقانہ بسر بردے۔ آن بیت بروے صادق است

تکلف گر نباشد خوش توان زیست　　تعلق گر نباشد خوش توان مُرد

ہر روز فتوح از اغنیاء حریفانہ گرفتے و باحاضران بکار بردے۔ روزیکہ بدستش ہیچ نیفتد وے پیراہن بدست رنگرو فرستادے بحکم روز نو روزی نو، پرواہ فردا فراندا شتے و در شب ہیچ خوردنی با خود نگداشتے۔ مشرب وے دل ربای اہل دلہ بود طلب دنیا وے برعکس ترک اہل دنیا بود

خوردہ کہ چیزے برآید زدست　　بہ از صائم الدہر دنیا پرست

من وے را در سنبھل دیدہ بودم در سال ہزار و چہل و سہ (۱۰۴۳ھ ۱۶۳۴م)۔ چہ صورت معشوقانہ وقدر شاہانہ داشت وچہ کلام عارفانہ و عاشقانہ می انگاشت۔ بر من لطف بسیاری فرمودے آخر ندانم بکجا شد۔

خواجہ ابوالخیر کشمیری

وے بسیار بزرگ است۔ در طریق معاملت وورع سخت نیک۔ و اندرین راہ مستقیم الحال (است) ہمت عالی دارد۔ با شیخ تاج الدین سنبھلی صحبت داشتہ در متد۔ نسبت پدر خواجہ احمد درست می کند۔ صبیہ مولانا خوجگی امکنگی شیخ خواجہ بیرنگ

اہل خانۂ خواجہ احمد است و خواجہ ابوالخیر نبیسۂ مولانا است۔ و خواجہ احمد بعد زیارت حج بحدود گجرات در سال ہزار و ہشت برفت (۱۰۰۸ھ ۱۶۰۰ء) و وے عظام پدر را بمکہ بردہ و در معلیٰ دفن کردہ۔ وے گفتہ کہ پدر مرا مولانا گفتہ بود کہ در پنجاہ سالگی تر اسعادتے روے دہد و در عمر پنجاہ سال ہم مرا زیارت حرمین محترمین میسر گشت۔ شیخ من گفتہ کہ مولانا خواجگی ہمیشہ عمل بجزیمت نمودہ اند و از رخصت و بدعت پرہیز فرمودہ اند۔ در غایت معنی اخلاص و صدق می کوشیدہ اند و طریقۂ خود را از مردم می پوشیدند۔ و ایشان نسبت بمولانا درویش محمد پدر خود درست می کند و ایشان بخواجہ مولانا محمد زاہد خال خود و ایشان بخواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار و ایشان بمولانا یعقوب چرخی و ایشان بخواجہ بہاء الدین نقشبند و ایشان با میر سید کلال و ایشان بخواجہ بابا سماسی و ایشان بخواجہ علی رامتینی و ایشان بخواجہ محمود انجیر فغنوی و ایشان بخواجہ عارف ریوگری و ایشان بخواجہ عبدالخالق غجدوانی و ایشان با خواجہ (ابو) یوسف ہمدانی و ایشان بخواجہ ابوعلی فارمدی و ایشان بشیخ ابوالقاسم و ایشان بشیخ ابوالحسن خرقانی و ایشان با خواجہ بایزید بسطامی و ایشان با امام جعفر صادق و ایشان بقاسم بن محمد بن ابی بکر و ایشان بسلمان فارسی و ایشان بحضرت ابی بکر صدیق و ایشان بحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وقتے پیر محمد خان والی ماوراء النہر بر باقی خان والی سمرقند لشکر کشید باقی خان پناہ بمولانا خواجگی آورد و ایشان پیش پیر محمد خان رفتہ طریقۂ مصلحت بمیان آوردند۔ وے از غایت تکبر و شوکت نپذیرفت۔ ایشان بغضب برخاستند و آمدہ بباقی خان گفتند کہ از

قلّتِ عسکرِ خویش منیدیش و این کریمہ برخواندند ''وکم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً باذن اللہ'' توجہ نمودند و بعنایت تام فرمودند۔ بروے فتح تست۔ وے را قوّتے بدل پیدا آمد و با لشکر سہ چہار ہزار کس بر پیر محمد خان صاحب لشکر چہل و پنجاہ ہزار کس، تاخت و در اوّل یُرِش فتح یافت، و مولانا بعمر نود رسیدہ اند۔ وفاتِ ایشان در سال ہزار و ہشت (۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰)۔ بادشاہ صاحب قرانِ ثانی خوجہ ابوالخیر را از غایت دینداری وے برخدمت عدالت آگرہ کرد۔ وے سالہا آن خدمت را از روے حساب راستی و درستی نیک بجا آورد و عالمے را حقِ خود رسانید باخر ترک نوکری کردہ بزاویہ خود نشستہ و پاے ہمت بدامنِ قناعت کشید۔ گاہ باوے بشیخ من آمدے و صحبت ہاے نیک بمیان بودے۔ من وے را می دیدم کہ از صحبت یا بہاے وے صفائی نسبت باطن وے سخت ظاہر و پیدا بود۔ روزے شیخ من مرا بوے فرستاد بجیے و وے آن قدر مروّت و حسن سلوک در آن کار آورد و مرا رہین منّت ساخت کہ یقیناً پنداشتم کہ اکابر اولیاے سلف ہم بر این قیاس بودہ باشند۔ تفاوتے کہ ہست از راہِ تقدم است و تاخر۔ وفات وے در سال ہزار و قبر وے در

خواجہ فولاد

وے بخاری الاصل است۔ صاحب نسبت عالی و استغراق تام۔ من وے را در مسجد شیخ فرید بخاری دیدہ بودم۔ از بخاریان لاہور بسا مردم اہل این راہ آرزوے صحبت وے می داشتند۔ وے باہیچ کس در نساختے و ہیچ کارے نپرداختے و خود را

از جمیع مقاصد و مطالب مستغنی فرامودے و بحالت یاس و نومیدی مبتلی بودے۔ شیخِ من گفتہ

بجز دربار نومیدی ندارد گوہر و صلش
تو خواہی در بیابان گرد خواہی در چمن بنشیں

گاہ با کہ وے راتنہایا فتے سخنان این راہ درآوردے و حقائق و معارف شیخِ خود بیان کردے۔ احیاناً متوجہ من شدے و از غرائب احوال و دقائق این علوم نیک برگفتے و شیخِ مرا نادیدہ بستودے و صحبت ہا با قیمت بمیان بودے و رفتے پس آنچہ رفتے رفتے۔ بادی النظر و حاضر وقت از مشاہدۂ احوالِ وے مرا این سخن بدل آمدے کہ صوفیہ محققین گفتہ اند کہ سخن شنوان در جہان بسیار اند این حدیث جد است۔ ترا از آن می باید بود کہ روز را شب آری و شب را روز چنانکہ۔ و ہم مرا از دیدار نورانی وے مشائخ سلف ماورا النہر بیاد آمدے و وقت خوش گشتے

اے سرو بتو شادم قد تو، بکے آری اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

پس از آن وے مرا سخت دوست گرفت و از احوال باطن خود سخن باشارہ و کنایہ فرامی نمودے و از شیخ خود نیز حکایات بس بلندی آورد۔ روزے من بوے گفتم بعضے مطلب از راہ باطن در پیش است توجہے نمای کہ بوجہ نیک بظہور آید۔ گفت امشب من متوجہ می شوم تو ہم متوجہ شو۔ اندر آن شب مرا دو چیز ظاہر شد کہ مقدورم نیست گفت۔ چون وے بجائے شد من حسرت بسیار خوردم و قدر آنچنان صحبت دانستم۔ النعمة اذا فقدت عرفت۔

شاہ میر لاہوری

وے بسیار بزرگ است۔ حصور بودہ، صاحب جذبہ قوی واحوال عظیمہ۔ پیش اہل ظاہر ظاہر و محقق در باطن۔ اوّل قدم مریدان را بتجرید و تفرید دلالت کردے۔ با مردم صحبت کم می داشت۔ چون کسے بدیدن وے شدے نفسے نہ نشستہ بودے کہ فاتحہ خواندے ورخصتش کردے۔ از دامنِ تربیت وے درویشان مجذوب برخاستہ اند و صاحب معنی و مستقیم الحال وبعضے از آن با خوارق ظاہر می کند۔ جہانگیر بادشاہ بدیدار وے خورسند گشت وروش وے بسیار خوش کرد۔ بادشاہ صاحب قران ثانی بدیدن وے رفت ومحظوظ شد ومعتقد برخاست۔ گویند دراوایل بحسن صورت میلے واشتہ و ہندو پسرے را نظارگی بود۔ روزے بہ عبدالعزیز کہ از یاران شیخ حسین دہدہہ بود گفت می توانی کہ آن پسر را بمن آری گفت شاہا مردم بوسیلۂ تو بخدا می رسند چون تو ی را چہ مناسبت کہ بدین کار متوجہ شدی گفت چنانکہ مردم بوسیلۂ او بخدا می رسند با وسیلۂ تو با وی رسم و آن ہندو پسر از تاثیر صحبت وے بشرف اسلام مشرف گشت وصاحب حال عظیمہ شد۔ وہم چنین در صحبت وے تاثیرے بود بس قوی۔

گویند روزے وے در لاہور از شیخ عبدالحق دہلوی پرسیدہ کہ شیخا! حقیقت حدیث ''سور المومن شفاء'' بمن برگوی چرا کہ سور المومن بیمار را می خورانند بہ نمی شود۔ شیخ گفت۔ کتب حدیث بہ بینم تا گویم۔ وے بگفت بخاطر من وجہے رسیدہ یعنی مومن از خوردن سُور مومن از مرض کبر کہ در دل خود دارد خلاص می شود۔ این معنی را

شیخ پسند کرد۔ نیز گویند کہ روزے عالمے در بازارے ہمی رفت (در راہ سلعہ خود برداشتہ) بوے ملاقات کرد وخجل شدہ گفت۔ شاہا ایک چیزے از دوکان می خریدم و بخانہ می برم تا موافق آن حدیث کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یک مرتبہ سلعۂ خود را برداشتہ از بازار بخانہ رسانند از آن برین عمل نمودہ باشم۔ وے گفت۔ تو این کار مکن چہ این فعلِ پیغمبر است و تو این را از پندار دانشمندی حقیر پنداشت و این معنیٰ از ادب (نبویؐ) دور است۔ روزے من وے را ملازمت کردم و دران مدت من لشکری بودم لیکن طلب فقراء دامنگیر جان و دل بود۔ وے از نام و مقام من پرسیدہ فاتحہ خواند و رخصت کرد۔ من در شگفت و تحیر افتادم چہ طریقہ وے رانمی دانستم و برخاستم افسوس کنان کہ این روش لشکریانہ (اورا) برین آورد۔ درین اثناء خادم وے مرا ازیں معنیٰ آگاہنید کہ روزے من با وے بودم بدیدن شاہ رفت اما (ملاقات نہ کردہ واپس آمد) کہ از بعضے صفاتش کبر ظاہر بود۔ وفات در سال ہزار و چہل و سہ است (۱۰۴۳ھ ۱۶۳۴م) و قبر وے در ناحیت لاہور جنوبی شہر۔ ملک احمد کشمیری از یارانِ وے گوید کہ سید سُرخ نانائے من جذبۂ قوی داشت در وقت احتضار دخترِ خود را طلبید و دست گرفت و گفت آنچہ من داشتم بتو دادم۔ از ہمان وقت وے را حالتے و کیفتے دست داد چنانچہ در ہوائے برف در حوض با غنچہ خود، اکثر ہامی گذراند آخر از آن دختر من بزمیں آمدم و وے از حالِ من غافل گشت تا دیگران مرا پرورش کردند۔ چون دوازدہ سالہ شدم روزے مرا بالباس فاخر در نظر وے بردند کہ مہربان گردد۔ وے گفت اے جوان از خدا شرم دار این جوانی و خود آرای برائے چہ می نمای، خدا طلبی

پیش آر۔ از ہمان وقت مرا حالتے دست داد کہ رفتہ بگورستان صحرا در خزیدم۔ چہل و پنجاہ روز گذشت و ہیچ کس از حال من خبر نگرفت تا دل جدہ من بر من بسوخت و بمادر من گفت این قدر نامہربانی و تغافل چہ می کنی۔ بطلب او را و حوالے یکے از فقرا کن کہ تربیت نماید۔ تا مرا طلبید و گفت پیش شاہ میر بلاہور رو و خدمت وے را لازم گیر۔ من پیش شاہ آمدم۔ قبول فرمود و مرا حوالے بمجذوبے کرد۔ چندگاہ باوے بودم۔ آن مجذوب مرا پیش مجذوبے کہ نزد لاہور جا داشت فرستاد۔ خدمت وے راہم لازم گرفتم۔ روزے وے خربوزہ ولایت از من طلب کرد۔ پنج روپیہ باوے بود، گرفتم و خربزہ داغی خریدم و آوردم۔ چون خواستم کہ اولاً داغے ببرم وے بغضب گفت۔ کجا است داغ و برخاست و نمایندم ایدم کہ نشان داغ ہیچ جا نبود۔ بازشبے وقت سحر مرا گفت برو و دہی برہ (بڑہ) بیار۔ حیران شدم کہ درین وقت ہیچ بازارے برپا نیست، کجا روم۔ وے برخاست و بغضب مرا سنگ انداخت کہ برو۔ من روان شدم۔ دران نزدیکی دریچہ پیدا شد و رفتم۔ دیدم کہ شخصے زیر درختے دہی برہ (بڑہ) می فروشد۔ مرا گفت اگر خواہی بگیر من گفتم نہ نقدی دارم نہ جامہ۔ طباخ بلطف گفت تو خود پیش فلان مجذوب می باشی ہر قدر خواہی بگیر۔ من قدرے برگرفتم و روان شدم۔ چون پس نگاہ کردم نہ طباخ بود نہ درخت۔ و من از صحبت آن مجذوب کشف نشہا یافتم۔ من حکایتے از سید زاہد بن سید ابراہیم بھکری شنودہ ام کہ گفت۔ روزے کو کنارے مفلوک پیش مجذوبے رفتہ احوالِ درماندگی بگفت۔ وے مہربان شد و بر ناخن سر انگشت وے از سیاہی گرم کردہ حرفے نوشت و گفت برو، ہرچہ خواہی

بخور و بنوش، ترا کس نخواہد دید۔ امّا بخانہ بادشاہ مرو۔ وے اولاً بر دکانِ بقالے رفت کوکنار مالیدہ و بخورد و بقالش ندید و ہم چنین اطعمہ خوردن ولباس فاخرہ پوشیدن گرفت تا کہ فربہ شد۔ روزے بخانہ بادشاہ رفت دید کہ با محبوبِ خود در خلوت شطرنج می بازد۔ درین اثنا کاسۂ آش و دو قاش آوردند و ہر دو خوردن گرفتند۔ وے ہم بدست خوردن آغاز کرد۔ از آش گرم آن حرف از ناخنش برفت شاہ وے را درگرفت وگفت۔ کیستی؟ گفت مجذوبے چنین و چنان کردہ۔ آن مجذوب را ہم درآن جا طلبید وگفت۔ این چنین تماشا مرا ہم بنمای۔ گفت سوے فلان خانۂ شطرنج نگاہ کن چون نگاہ کرد خود را در صحرا یافت۔ زن چہاردہ سالہ بکر شدہ۔ حیران درماند۔ درین اثناء جوانے سوارہ در رسید۔ وے را ردیفِ خود ساختہ و بخانہ بردہ بنکاح خود درآورد و از وے ہشت فرزند متولد شد۔ روزے سر بجیبِ تفکر فرو بردہ از ماجراے سلطنت یاد کردن گرفت۔ درین اثناء آن مجذوب گفت چشم بکش چون بکشاد، دید کہ آن مجذوب و محبوبہ وکوکنارے باہم نشستہ اند، حیران شد و بپاے مجذوب افتاد و سلطنت گذاشتہ اندرین راہ درآمد۔ واللہ اعلم۔

ملا خواجہ لاہوری

وے از یاران شاہ میر است از مجاذیبِ وقت بود۔ صاحب معنی و اندرین طریق سخت نیکو۔ کم کسے بوے راہ یافتے۔ در زبان وے تاثیرے بود۔ جذبہ را بہ معاملت بہم داشتہ۔ ہمانا این معاملہ تلبیس و تقلب حال وے بودہ باشد۔ با شیخ من

اخلاص نیک داشتے و نیاز و مدارا افزا آمدے و خدمتِ شائستہ کردے، شیخ من گفتہ
کہ روزے من بوے شدم، سخنِ این راہ بمیان آمد۔ وے بجوش و خروش گفتن
گرفت کہ در کثرت ہمہ جنگ است و جدل و منافست۔ و درین اثناء دستہاے
جنگیانہ گردانیدن گرفت و گفت در وحدت ہمہ آرام است و جمعیت و صلح۔ شیخ من
گوید کہ مرا این داے مستانہ و محققانۂ وے خوش آمد کہ با قیمت بود۔

چونکہ بیرنگی اسیرِ رنگ شد   موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
چون بیک رنگی علم افراشتی   موسیٰ و فرعون دارند آشتی

روزے من این حکایت را بمحمد نعیم کہ درویشے است، آراستہ و آزاد از یاران ملا
خواجہ، گفتم۔ وے گفت آرے گاہہا (خواجہ لاہوری) در آنچنان وقت ہمین دو
بیت مثنوی مولوی را از سر ذوق می خواند، و این نوشتن تو درین محل از اتفاقات حسنہ
بودہ است۔ محمد صالح لاہوری کہ ذکرِ وے گذشت، گفت۔ روزے پیش ملا
خواجہ بودم کہ دو تن مسافر در رسیدہ و بروے سلام کردند۔ وے را از بس کہ وحشت و
نفرت از خلق بود، رو در دیوار گردان گرفت۔ آنہا گفتند، عالمے گردیدہ ایم۔ درویشان
و مشائخِ وقت را دیدہ و در صحبت ہر یک نشستہ۔ و امید چنان بود کہ کارِ ما از تو خواہد
شد تو خود چنین سلوک می کنی۔ آنگاہ بہ نرمی پیش خواند و گفت چہ می گوئید۔ ایشان
گفتند، طریق موصل بحق کہ در نہایت خفا است چیست؟ گفت۔ جواب این را در
مثالے نمایم و این است کہ شخصے زر یا نقرہ یا مثل این در جاے پنہان می کند کہ ہم
خانہ و ہم مطلع نمی شود اتفاقاً دزد را دست بر آن می رسید و وے را این قدرت از

دولت بیداری شب دست می دہد و ہم چنان سالک این راہ اگر برین (شب بیداری) مداومت کند۔ دست ادراک وے براو سبحانہ کہ اخفی الخفاء است می رسد۔ آن باز شنیدن این سخن ثنائے بیحد برین عطیہ گفتند و روان شدند و من مدت ہا بدیدار ملا خواجہ شدہ بودم، (ازو) بہ ازین حرفے نشنیدم والحق این سخن سخت زیبا گفت

ہر گنج سعادت کہ خداداد بحافظؔ از یمن دعائے شب وردِ سحری بود

سید عبداللہ ہمسایۂ وے گوید کہ من در آوانِ شباب بخط نسخ تعلیق مشق می کردم روزے بوے شدم کہ توجہے نمایند کہ بدین سلیقہ بدرگاہ بادشاہ وقت برسم۔ چون مرا دید بصورت شیرے مہیب بر من ظاہر شد، بترسیدم و لرزیدم و بغضب گفت قرب بادشاہ را می خواہی۔ گفتم ازین مطلب باز آمدم و پشیمان شدم۔ و ہم وے گوید کہ در شب عرس شاہ میر از کثرت باد چراغ ہا سرد شدند۔ مے گفت عجب کہ در درگاہ۔ این چنین شاہ تصرف کمترین ہم ندارد۔ (وے گفت خادمان) شاہ در امیسر است چہ جاے شاہ۔ درین سخنان بودند کہ چراغان خود بخود افروختہ شدند و روشنی بحال ماند۔ و ہم وے گوید کہ روزے ملا خواجہ طعامے پخت و بحاضران قسمت کرد و خود نخورد و پس از آن دستے یکے از آنان را کہ گاہ با اندرین حدیث بوے بحث داشتند برگرفت و بگفت شما کہ می گویند کہ دوستان او سبحانہ چون بمیرند۔ بہ بینید چنین میروند۔ ''اللہ'' گفت و برفت در ماہ شعبان در سال ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ/ جون ۱۶۵۷م) و قبر وے در جوار شیخ وے است۔ من روزے وے را در خواب دریافتم مرا نیک پرسید و لطفے فرمود۔ رستم خان دکنی کہ من بوے اشکری بودم

وے بجہت فتح[1] مہم قندھار بوے آمد والتجا آورد۔ وے گفت برو کہ خصم ترا کشتہ اند ما کشتہ ایم۔ تا بقندھار رسیدہ بودیم کہ خبر وفاتِ شاہ سفی (صفی) والی ایران در رسید این واقعہ در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) بودہ است۔

شیخ بلاول قادری

از اجلۂ مشائخ وقت است۔ در معاملت مستقیم، صاحب احوال عظیم۔ طلعت نورانی داشت۔ و متورع با شکوہ بود، بریاضت شاقہ۔ ہر سال بصحرا رفتے بجاے معین و چلہ نیک برآوردے و باز بمنزل اقامت آمدے در لاہور۔ با ہر خرد و بزرگ اخلاق و مہر ورزیدے۔ ہر کہ بدیدارِ وے شدے دور غیبت با حلوہ بدو داد۔ مریدانِ صاحب احوال و کیفیات داشت۔ از بعضے یارانِ وے خوارق ظاہر می کنند۔ وقتے کہ بادشاہ صاحب قران ثانی بدیدن وے رفت و درخواست سخن نمود۔ وے دلالت بعدل کرد و این حدیث خواند "العدل ساعة خير من عبادت الثقلين" و گفت قصہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کہ در زمانِ خلافت ایشان کہ پاے گوسپندے را شگافے از یکے رسید و بود و آن در کتب معتبرہ مسطور است۔ بادشاہ عادل را صحبت وے کارگر آمد و خوشوقت برخاست

شاہ را بہ بود از طاعت صد سالہ و زُہد قدر یکساعتے عمرے کہ در و داد کند

ہمانا اخلاص و نصیحتے کہ سلاطین تیموریہ را با فقراء باب اللہ واقع است رعایت آن

۱؎ در نسخہ "برخصت"

وآداے آن حقوق بود کہ حضرت امیر سید کلال قدس سرہ امراء تیموریہ را بتوجہ خاص خود مرتبہ سلطنت عنایت فرمودہ اند۔ چنانچہ در مقامات ایشان مسطور است کہ روزے حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ بعد از گذاردن نماز از شہر بخارا متوجہ خانۂ خود شدہ بودند۔ وچون بکلاباد رسیدند می بینند کہ در سبزہ زارے کہ درمیان فتح آباد و کلاباد است، جماعتے نشستہ اند وصحبت مشروع می دارند۔ و درمیان ایشان از مقامات درویشان سخنے می رفتہ است واز ولایات وکرامات اولیاء اللہ نقل می کردہ اند ودرین جماعہ میر تیمور بودہ اند وحضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ با جماعت خود می گذشتہ اند۔ چون چشم امیر تیمور باین جماعۃ افتادہ است۔ پرسیدہ اند کہ این جماعہ چہ درویشان اند، یکے از آن میان گفتہ است کہ ایشان را حضرت امیر کلال می گویند وچون امیر تیمور دانست، فی الحال چون باد صرصر برفتند وبنزدیک حضرت امیر آمدند ونیاز پیش آوردند وچنین گفتند کہ اے بزرگوار دین واے ہادیٔ راہِ یقین توقع از کرم شما این چنین در خاطر دارم کہ مرا کارے بفرمایند کہ تا سبب تسکین خاطر درویشان باشد۔ بعد از آن حضرت امیر کلال فرمودند کہ طریقہ درویشان استغناء می باشد ومرا وظیفہ آن نیست کہ از خود سخنے گویم۔ تا از روحانیت عزیزان اشارت نمی شود چیزے نمی گویم چرا کہ جدّ ما ہرگز از خود نگفتہ اند۔ اما شما منتظر باشید، کہ در پیش کار شما روشنی عظیم می بینیم وچیزے با شما خواہد رسید۔ چون حضرت امیر کلال بخانۂ خود رسیدند ودر زاویہ خلوت درآمدند وبعد از آن بیرون آمدند ونماز خفتن بجماعت بگذراندند وبعد از نماز گذاردن از روحانیت مشائخ قدس اللہ ارواحہم

حضرت ایشان پرسیدند و یکے محرمان خود را کہ شیخ منصور نام داشت و او در خانقاہ
ساکن می بود طلب کردند و گفتند۔ زود برو و امیر تیمور را بگو کہ ہیچ توقف نکنند و فی
الحال متوجہ خوارزم شوند و ہیچ چیز نظر نکنند و اگر نشستہ باشند برخیزند و اگر ایستادہ باشند
نہ نشستند کہ ارواح طیبہ مشائخ ہم چنین اشارہ فرمودہ اند کہ تمام مملکت را سرتا سر با
شما و فرزندان شما دادہ اند۔ و چون خوارزم در تصرف شما شود، متوجہ بہ سمرقند شوید۔
چون شیخ منصور با میر تیمور رسید، می بیند کہ امیر تیمور ایستادہ اند و منتظر جواب بودہ، ند
چون شیخ منصور این ماجرا را اتمام و کمال تقریر کرد تیمور بگریختند و ہر چند طلب کردند
ہیچ نیافتند و ہیچ کس ہم نشان او نداد۔ ہمان بود کہ خداوند تبارک اللہ تعالی مملکت را
بایشان داد و چون از خوارزم مظفر و منصور باز گشتند و بسمرقند آمدند و ساکن شدند
کار ایشان ساعت بساعت و روز بروز زیادت می شد و امیر تیمور از سمرقند قاصدے
بہ بخارا نزدیک بہ حضرت کلال فرستادند کہ اگر حضرت امیر لطف فرمایند و بدین
جانب بیایند ہمہ اہل این ولایت بمقدم میمون ایشان مشرف شوند و اگر عنایت
فرمایند کہ آن جا رویم جمعے از تشویش با (تفرقہ) شوند کہ "اِنّ الملوک
اذا دخلوا قریۃ افسدوھا" جماعتے باین سبب متضرر شوند و دیگر ایشان حاکمند
ہر نوعے کہ حکم فرمایند ہم چنان نمایم۔ چون این قاصد خبر نزدیک حضرت امیر کلال
رسانید حضرت امیر عذر در میان آوردند و چنین فرمودند کہ ما درین جا بدعا مشغولیم و
ما را وظیفہ آن نیست کہ جائے برویم و یکے از فرزندان خود را کہ امیر عمر نام بود
بطریق عذر خواہی روانہ ساختند و فرمودند امیر تیمور را بگوئید کہ اگر می خواہد کہ شما ر

کہ در دل اہل اللہ جاے باشد زنہار تقویٰ وعدل را شعار روزگار خود گردانید ند و دیگر آنکہ اگر تیمور شمارا معائنہ خواہد داد قبول نکنید و اگر قبول می کند نزدیک ما نیائید از ہر نوعے کہ باشد و در قبول کردن مخالفت جدّ خودی کنید و دیگر آن کہ درویشان دایم الاوقات بدعاے مومنان مشغول می باشند و اگر بدُنیا میل می کنند دعاے ایشان در حجاب می ماند چون امیر عمر را این وصیت ہا کردہ، روانہ ساختند و چون نزدیک امیر تیمور رسیدند، چند روز امیر تیمور ایشان را توقف فرمودند۔ بعد از آن (بوقت اجازت رخصت) امیر تیمور فرمودند کہ بارے ہمان قریہ کہ شما در آن جا ساکنید قبول بکنید۔ قبول نکردند۔ بعد از آن امیر تیمور فرمودند جامہ یا چیزے دیگر فرستم کہ مناسب ایشان باشد کہ ما را در آن حضرت قربے باشد۔ چون امیر (تیمور) این سخن درمیان آوردند امیر عمر فرمودند کہ حضرت والد این سخن فرمودہ اند مر شمارا کہ اگر می خواہند کہ ایشان را در دل اہل اللہ جاے باشد، ایشان تقوی وعدل را شعار روزگار خودگردانند۔ سبب قرب بحق سبحانہ تعالیٰ ہمین است و بدین معنی قبول ہمہ دلہا است۔ قطعہ

وین قدر ندارد کہ برو دست زنند	با وجود و عدمش غم بیہودہ خورند
نظر آنہا کہ نکردند برین مشتے خاک	الحق انصاف توان داد کہ صاحب نظراند

"ما زاغ البصر و ما طغی" متقوی ہمین معنی است و در حدیث حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ است کہ فقرا امتم را بنیم کہ روز حساب نیم روز پیشتر از اغنیاء در بہشت می درآیند نیم روز آن جہان مقدار پنج صد سال این جہان می باشد باعتبار روزے دنیا۔ پس درویش را می باید کہ درین معنی تامل

فرماید و با دنیا و اہل دنیا مغرور نشود کہ سبب بُعدِ حق است۔ انتہیٰ۔ شیخ بلاول را مریدے بودہ تاجر کہ بیع و شرا از روے دیانت و راستی کردے وقتے در دریاے راوی کشتی بہ خریطہ ہاے شکر پُر کردہ خواست بملتان برود۔ ایام طغیان آب بود۔ کشتی غرق شد و بہ ریگ در پوشید چون آب فرونشست و زمین سیلابی خشک شد گاہ با آن تاجر بکنارہ دریا ہمی رفت و این طرف و آن طرف نگاہ می کرد و باز بخانہ می آید۔ مردم را وہم آن شد کہ ز تلف شدن مال جنونے بہم رساندہ۔ و نہ چنان بود۔ چہ وے بیاران خود می گفت کہ خرید و فروخت من ہمہ برطبقِ شریعت است و این چنین مال را می گویند تلف نمی شود، از آن می شوم و می آیم۔ اتفاقاً روزے خوردگان بکنار دریا چاہ ہاے خرد، خرد کندہ آب بر آوردند۔ از چاہے رسن محکم ظاہر شد۔ دیگر کندیدند تا چوب کشتی رسیدند کہ بریگ بر آمدہ بود۔ چون این خبر بتاجر رسید جمعے مزدوران با خود آوردہ کشتی از ریگ بسلامت آورد۔ خریطہا تر ناشدہ بسلامت (بود) چون وزن کرد ہر یک من یک پاؤ سیر کم بر آمد۔ وے گفت این رسم بدعت رائج لاہور بودہ است کہ بائع برغبتِ خویش ہر یک من پاؤ سیر زیادہ می دہد۔ (و مشتری این زیادتی را حق خود می داند) الحمد للہ کہ مرا ازین کار یقینے نیک رسید و ازین بدعت تائب گشتم۔ شیخ بلاول را من دو بار ملازمت کردہ ام۔ وے مرا نیک پرسیدہ است و ہر دو بار از لطف و احسان خویش بہرہ مند و مرزوق گردانید کہ شکر آن نمی توانم گفت۔ وفات وے در بست و نہم ماہ شعبان است سال ہزار و چہل و شش (۱۰۴۶ھ/ ۲۵ جنوری ۱۶۳۷ء) و قبر وے در شرقی کنار شہر لاہور۔ من در تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

چون شاہ بلاول یگانہ بودہ بجہان جنید دوران
بگذشت ازین سرائے فانی در بست و نہم ز شہر شعبان
از رفتنِ اُو بگفت ہاتف رفتست تنِ زرفتہ از جان
تاریخ وفات او خرد گفت یا شاہ بلاول خداداں

۱۰۴۶ھ

سید نظیر محمد

ازفقراء باب اللہ است۔ کامل است، صاحب آیات وکرامات واندرین راہ مستقیم۔ وی منزوی مستغنی بودہ است۔ بدنیا واہل آن سر فرود نیاوردے وبامردم نیامیختے وہیچ کس رابوے راہ بنود۔ مولد ومنشاے وے قصبہ قصور است درمضافاتِ لاہور۔ بآخر درزمین مکھی[1] متصل دہلی سکونت گرفتہ وبہ مجہولی وگمنامی درساختہ۔ من درلاہور شنیدم کہ ہندویست درمحلہ بجرا کہ ہرکہ بوے می شود وی گوید کہ من مطلبے دارم دردل بگو آن چیست؟ وکے خواہد برآمد۔ وے آن مطلب رابعینہ فرامی گوید وہم وقت ظہور آن مطلب را۔ من بادوتن بوے شدم۔ الحق ہم چنان دیدم کہ مردم می گفتند۔ عاوہ من آن دوکس ہمرہان پرسیدند کہ چونست؟ یکے را گفت آقاش براے خریدن دواسپ بلاہور فرستادہ است وخواہد خرید اگرخواہی رنگ وقیمت اسپان ہم بگویم ودیگرے راکہ ہندو بود گفت بروے مصادرہ خواہد شد سہ صد روپیہ۔ بوقت

---

[1] درنسخہ ''مکھی''

شام من تنہا رفتم واز مطلب دل خود نا گفتہ پرسیدم گفت بالفعل خود ترا حجرہ نشینی میسر نیست ومطلب من ہمی بود کہ ترک نوکری کنم و بزاویہ خود درنشینم و نیز مرا گفت تو خود احوال بدان طرف می شوی وبسمت مکھی جنگل اشارہ کرد و ہم از وے پرسیدم کہ این حال ترا از کجا بہم رسیدہ است کہ مطلب را نا گفتہ درمی یابی گفت بصحبت فقیرے کامل احوالِ ماضی و مستقبل وحال بعینہ درمی یابم وہمہ از دلِ کس می خیزد۔ اتفاقاً آنچہ بنسبت آن دوکس گفتہ بود بظہور آمد ومن بزمین مکھی جنگل افتادم۔ آنچہ از احوال فقرائے آن سرزمین استفساری کردم۔ سکنۂ آن جا سید نظیر محمد را نشان دادند وگفتند وے بہیچ کس نمی پردازد، خاصہ کہ لشکری باشد و نیز گفتند پیش ازین محترم خان مرتضیٰ خان کہ حاکم فرید آباد و این طرف ہا بودند بر درے وے رفت ونشست وے از اندرون در را محکم بربست وخود را از سر دیوار خود فرا انداخت وسر بصحرا زد۔ خان مایوس برخاست۔ من روزے از سر شوق بدر وے۔ شدم وخادم وے گفتم نیاز من بسید بگو۔ ابا کرد۔ باز گفتم حقیقت را ہرگاہ خواہی برگو۔ روز دیگر رفتہ از آن خادم ماجرا را پرسیدم گفت۔ ذکر ترا می گفتم بر آشفت وگفت، مارا بلشکریان چہ کار است۔ چرا تشویش می دہد؟ پس از آن من نیز نامہ با حقائق ودقائق این راہ نوشتہ بخادم سپردم کہ بگذرانی چون بار دیگر رفتم گفت۔ سید نامۂ ترا برخواند وگفت ہرگاہ شکری بیاید مرا خبر کنی وخبر کرد۔ سید بیک دست بوریہ وبیک دست کتابے در گرفتہ برآمدہ۔ در پے رفتم ونشستم۔ وے بجفت گفتن گرفت کہ مرا کہ طریقت چنانکہ دیدی وسبب نداشتن صحبت با مردم ہمین

است کہ خود را با خدا نا رسیدہ ہزار با مخلوقات می یابم پس۔ جز نیکوان را از صحبت بدم دور سازم۔ لیکن از آن گاہ کہ مفاوضہ تو خواندم بدل گفتم کہ باین لشکری باید صحبت داشت اکنون تو عہد نمای کہ در ہر ہفتہ چند بار بمای آمدہ باشی۔ روز جمعہ و دوشنبہ مقرر شد۔ من مسافت یک نیم کروہ در ایام معبود بوے می شدم وصحبت می داشتم۔ بسا بزرگ صاحب مقامات و احوال و در معاملت سخت نیک دیدم و اندرین طریق صادق و مستقیم الحال یافتم۔ مطالعہ کتب احوال مشائخ ''رشحات'' و ''کلیات خواجہ بیرنگ'' وغیرہ ذالک کہ با خود داشتم بمیان می آمد۔ وے ہم رسالہ ہاے سوک با خود داشت۔ صحبت عجیب و غریب دست می داد چنانچہ روزے بوے طعامے می خوردم بدل گفتم طعامے کہ از وجہ حلال توان گفت این است کہ وے دارد۔ وے بتبسم گفت طعام از جمیع وجوہ حلال بہم رسیدن بس دشوار است چنانچہ در ''رشحات'' است کہ روزے خضر علیہ السلام پیش خواجہ عبدالخالق قدس سرہ آمدہ است۔ خواجہ بہ دو قرص جوین از خانہ بیرون آمدہ و بخواجہ خضر فرمودہ تناول فرمایند کہ لقمہ حلال است۔ خضر گفتہ ''ہم چنان است لیکن خمیر کنندہ وے بے طہارت بودہ است، مرا خوردن این روا نیست۔'' وے از جہۃ خود شوق کہ مجذوب سالک بود و نسبت خود با و درست می کند۔ حکایت غریبہ آورد۔ روزے گفت کہ روزے شاہ (نور) پس امامے نماز پیشین می گزارند۔ بعد از دو رکعت نماز وا گذاشت و بنشست۔ بعد فراغ نماز پرسیدند شاہ این چہ بود کہ کردی۔ گفت چہ کنم اول ہمراہ امام بعراق رفتم و وقتے کہ جا سپاہان خرید و بخشن آمد

من ہم آمدم چون خواست اسپان را بہندستان برد و بفروشد من ماندہ شدہ بودم ہمراہ وے نرفتم لاچار بنشستم امام شرمندہ گشت و حاضران معتقد شدند۔ من ہمیشہ یاد شیخ خود با سید فرا می آوردم وے نادیدہ شیفتہ می شدہ و بر نایافت صحبت شیخ من چہ امید ہا و چہ آرزو ہا کہ ظاہر می ساخت۔ روزے من از راہ نیاز بوے گفتم کہ حال من بس حیرانیست و سراپا از گناہ پُر شدہ ام عنایتے و توجہے فرمایند تا خلاص شوم وے از روے لطف فرمود کہ توی کہ از چون توی گناہ نیاید و درین ضمن بعضے خبر بشارت داد کہ امید دارم۔ پس از مدتے مرا بوطن حاجت سفر شد بوے شدم۔ وے ناگفتہ حال را دریافت و گریہ در آمد و مرا گریان ساخت و گفت درین عمر من مبتلاے کسے نگشتہ بودم مگر تو صید کردی نصیب چنین بود و گفت اہل این قریہ ہمیشہ بتغیر این حاکم کہ تو با اوی از من دعا می خواستند و من مبتلا و شان را بے می گفتم لیکن از خیال نسبت تو دل من از آن دعا یکسو بود و اکنون بناگاہ تیر فراق بر فرق دلم زدند چہ توان کرد۔ و گفت ترا بخدا سپردم۔ من بوطن رسیدم۔ چون باز بلاہور شدم از احوال سید خبر گیران می بودم می شنودم کہ بعافیت است۔ پس از آن خبر رسید کہ وے برفت از دنیا از سال ہزار و چہل و یک یا دو (۲۔۱۰۴۱ھ/۳۲-۱۶۳۳م)

شیخ عبدالحق دہلوی

وے مجمع فضائل و کمالات و منبع آثار و برکات بود۔ جمیع علوم عقلی و نقلی از عنفوان جوانی تا آخر عمر درس گفت در سال نہصد و نود و پنج رہگراے سفر حجاز گشت

وبعد از طواف حرمین محترمین پیش محدثان عالی اسناد تصحیح کتب احادیث نمود و در بعضے معاملات از سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم استماع حدیث نمودہ بہ نشر علوم دینی بشارت یافت۔ وبا شیخ عبدالوہاب متقی خلیفۂ شیخ علی متقی صحبت داشتہ وخلافت یافتہ ودر طریقہ قادریہ وشاذلیہ مجاز شدہ وبرخصت شیخ خود بدہلی آمدہ چون در سال ہزار وہشت خواجہ بیرنگ بدہلی تشریف آوردند مستعدان وخدا پرستان گرد آن مرکز دائرہ قطبیت جمع آمدند۔ وے را اخلاص ومحبت بخواجہ بیرنگ پیدا شد وبعد از اشارہ غوث اعظم از خواجہ بیرنگ اخذ طریقہ نمودہ ملقن شد واجازت ارشاد طریقۂ نقشبندیہ یافت ووے تمثیل می نمود کہ نسبتے از خواجہ بیرنگ بمن رسیدہ بانسبتہاے دیگر آنکہ یافتہ ام نسبتِ روح بجسد دارد وخواجہ بیرنگ نسبت وے کمال لطف واحسان می نمودہ اند۔ بعد از وفات خواجہ بیرنگ در زاویۂ خویش بارشاد طالبان وافادۂ مستعدان توجہ نمود طلاب وتلامذۂ وے در علوم باطن وعلوم ظاہر بہرور گشتہ بکمال رسیدند۔ وے گفتہ حقائق ودقائق این طریق کہ از زبان خواجہ بیرنگ ظاہر شدے بفہم درنمی آمدے۔ وہم وے گفتہ کہ جمیع مراتب کمالات صوری ومعنوی در عبدہٗ ورسولہٗ مندرج است۔ عبودیت خاصہ مخصوص ذات شریف اوست (ﷺ) کہ بندہ حقیقی چند کس نتواند بود۔ خدا خود (یک) است وبندہ او (ہم یک است) ودیگر ہمہ طفیلی اویند۔ وہم وے گفتہ کہ روح عمل سنت است کہ شخصے بے عمل کالبدے بے جان ماند وحقیقت عبادت امتثال امر وموافقت سنت است۔ قیلولہ در وقتش بموافق سنت فاضل تر است از ذکر ونماز در آن وقت با وجود ولع

مدان۔ وہم وے گفتہ کہ اجر بر قدر اتباع است نہ بر قدر مشقت نہ بینی کہ اعمال قلبی کہ ایمان و معرفت است چہ فضل دارد (برائے قاری) و ذکر و تلاوت را از اعمال بدنی چہ ثواب است با نکہ در غیر این با از حرکات جسمانیہ تعب و مشقت بیشتر است۔ وہم وے گفتہ کہ دوم شے زیادت است بدان با عتبار عمل اگر چہ عمل امروز ہمان عمل دیروز بودنے زیادت پس تدویم عمل واحد در ترقی و مزید بود و عمش روے در افزونی دارد واز حیطۂ استوا کہ ''من استوی یوماہ فھو مغبون'' بیرون باشد۔ مغبون آن بود کہ در ہر دو روز ہیچ عمل نکند و آنکہ امروز عمل دیروز کند آن را محروم گویند۔ وہم وے گفتہ گویند بندہ را باید کہ بر پروردگار تخیر و تحکم نکند و صلاحیت حالی از احوال متعینہ خرم نباشد، چہ وے جاہل مطلق است۔ گاہے خیر را مکروہ دارد گاہے شر را محبوب پندارد۔ سیدی شیخ ابوالحسن شاذلی فرماید اگر اختیار باید کرد اختیار کن این را کہ اختیار نکنی و گریز از مختار او، مگر یز از گریختن نیز بسوے خدا۔ ''وربک یختارُ ویخلق مایشاء''

وہم وے گفتہ کہ دعوات انبیا صلوات اللہ وسلامہ علیہم بدو چیز است یک از اعتقاد بصانع جل و علی با صفات کہ وے خود را بآن ستودہ و بیان نمودہ است و یاد داشت وے چنانکہ از ما سوی نسیان کرد۔ دوم طاعت و عبادت و بجای آوردن خدمتے چنانکہ فرمودہ است۔ نہ بحث کردن از حقیقت ذات و صفات و کیفیت وے۔ عمل کار ذاکر است کہ از آن شوق و ذوق و محبت خیزد۔ و بحث گفتگو قسوت قلب آرد و این طریق در تضیع وقت، نزدیک بطریق فلاسفہ است کہ در تحقیق حقائق

اشیاء سخنان کردند۔ انتہی۔ شیخ من در اوایل استفادہ علوم ظاہر گاہ بازوے می نمودہ است و وے بہ نسبت شیخ من گفتے کہ خدا تعالیٰ وے را از طفلی باز قبول فرمودہ است و وے را مصنفات است عالی در عربی و فارسی اندر علم احادیث و تواریخ وغیرہ ذالک و تمام تصانیف صغیر و کبیر وے نزدیک بصد رسیدہ و اکثرے ازان مجمع واردات الٰہی است و منبع فیوضات نامتناہی۔ ''شرح مشکوۃ'' فارسی وے رحمتے است واسع بر جہانیان۔ من بارہا بدیدار وے رسیدہ ام و از الطاف و اعطاف وے بہرہ ور گردیدہ۔ وفات وے در ماہ ربیع الاوّل است از سال ہزار و پنجاہ و دو[1] (۱۰۵۲ھ/ ۹ رجون ۱۶۴۲م)۔ و قبر وے بر بالاے حوض شمسی۔ و از وے چند پسر ماندہ عالم و فاضل و اہل اخلاق نیک۔ ذکر شیخ نورالحق پسر کلان وے علیحدہ خواہد آمد اما شیخ علی محمد از پسران وے تکملہ در احوال حضرت غوث اعظم جمع کردہ در آخر آن کتاب اشارہ بجملے از احوال پدر خود چنیں نمودہ است کہ آنچہ احوال و فضائل و کرامات قبلہ گاہی شیخ عبدالحق از ابتدائی سنر (عمر) و بعد از قدوم مکہ معظمہ تا این زمان کہ سنہ ہزار و پنجاہ و سہ است (۱۰۵۳ھ) نوشتہ شدہ اند بعضے از آن حوالج برکات حروف ظاہر گشتہ و بعضے از اہل ولایت و معرفت بآنہا خبر دادہ و بعضے از مجاذیب معلوم شد و بعضے از تلامذہ و مریدان اظہار گشتہ بقدر دریافت خود تتبع نمودہ است و بعد از مطالعہ آن معلوم اہل صلاح و سعادت ظاہر خواہد شد کہ حق سبحانہ قدر

---

[1] تاریخ ولادت آن ۹۵۸ھ/ ۱۵۵۱م ''شیخ اولیا'' تاریخ ولادت اوست و وفات ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ/ ۹ جون ۱۶۴۲م تاریخ وفات ''فخر العالم'' است۔

است کہ بعضے بندگان خود را با حوال و اطوار خاص مخصوص داشتہ بفضل و کرامت اعلیٰ ممتاز و سرفرازی گرداند۔ ''ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء'' انتہیٰ۔

مولانا عبدالحکیم

وے اعلم العلماء زمانست، صاحب احوال عظیمہ است۔ و استقامت و معاملت سخت نیک گذاشت۔ رقیق القلب بود و چشم گریان۔ نسبت پدر، خود شیخ شمس الدین درست می کند در علوم ظاہر و در علوم باطن یگانہ است۔ فضائل و کمالاتِ وے در ہندوستان و ولایت از آن مشہور تر است کہ احتیاج بایراد داشتہ باشد۔ وے سخنان این طائفہ را بس باقیمت درمیان می آرد۔ و ہرچہ می گوید از سر حالت نہ کہ علم۔ شیخ مرا بسیار دوست داشتے و در صحبت بیان حقائق و دقائق با مطالب غامضہ بمیان آوردے۔ اگر آن سخنان بقلم آمدے، جمعے عالی ولطیف شدے و دستور این قوم گردندے و ہم شیخ مرا ''قدوہ محققین'' گفتے و گفتے کہ من اہل تحقیق معرفت و توحید بسیری را دیدہ ام چہ از ایران و چہ از توران و چہ ہندستان و با ہم صحبت داشتہ لیکن حالتے و صرافتے کہ اندر آن علوم غریبہ خواجہ خرد دروے یافتم جائے نیافتم۔ وہم وے گفتہ کہ اگر خواجہ خرد مدتے مقید بدرس و افادہ علوم و فضائل گشتے و این قدر متوجہ بدرویشے نگردیدہ در اندک وقتے کارخانہ مولویت علماء ولایت و ہندستان را برہم زدے۔ شیخ قاسم سہارن پوری کہ ذکر وے خواہد آمد گوید کہ اگر خواجہ خرد بر مسند شیخی توجہ داشتے، کاروبار شیخوخیت و مشیخت مردم این

جز و زمان ہیچ رونق نگرفتے۔ روزے در اوایل یکے از علماء فحول کابل خواجہ فضل اللہ
نام شیخ من آمد و مرا گفت کہ احمال و اثقال خویش پیش روانہ کردہ من بدیدار خواجہ
خرد رسیدہ ام اور اخبر کن بجز دخبر شیخ من بر آمدہ و باہم صحبت داشتند۔ وے شبہ چند مہمی
از دقائق غامضہ کہ از علماء کابل و لاہور تسلی نیافتہ بود، درمیان آورد۔ شیخ من بے
تامل ہر ہمہ را جواب شافی و بیان وافی فرمود۔ وے متحیر شد پس از آن مطلبے چند از
حقائق علوم تصوف پیش آورد، آن را ہم چنانچہ باید و شاید برگفت و نشان خاطر وے
بخوبی شد وے بیشتر از بیشتر در حیرت افتاد و از غایت تحیر گفت۔ خواجم! آنچہ از تجر و
تعمق وجودت طبع و فراست فہم مولانا عبدالرحمن جامی بگوش می شنیدم اکنون بچشم دیدم و
گفت۔ خواجم! تو مرا صید کردی و با دل خود عہد بستم کہ مطلبے کہ پیش دارم از آن فارغ
شدہ باز می رسم۔ پس از آن دست من و دامن تو، و رخصت شد۔ در ''رشحات'' است
کہ روزے در ہرات مولانا علی قوشجی بہیئت ورسم ترکان چمنائے عجیب برمیان بستہ
بمجلس شریف مولانا جامی درآمدہ است و بتقریب شعر چند بغایت مشکل از دقائق
آن بیات استفسار نمودہ۔ ایشان بدیہہ ہر یکے را جواب شافی گفتہ اند چنانچہ مولانا
علی ساکت شدہ و متحقق۔ و ایشان برسبیل مطائبہ فرمودہ اند کہ مولانا در چمنے شما بہتہ
ازین چیزے نبود۔ مولانا علی بعد از آن بشاگردان خود می گفتہ است کہ از آن روز باز
مرا معلوم شد کہ نفس قدسی درین عالم موجود بودہ است۔ شیخ من گفتہ کہ ملائے ایرانی
بدعوی علوم بسیار پیش بادشاہ صاحب قرانی ثانی آمد و گفت۔ در ہندستان ہیچ ملائے
ندیدم کہ از عہدہ جواب علمی من تواند بر آمد۔ بادشاہ ازین سخن بہم برآمد و مولانا

عبدالحکیم را از سیالکوٹ طلب داشت وفرمود ملاّ ے ایرانی سخنے دقیق از علوم غامضہ بمیان آورد کہ دعوی علم سخت فرازک در سر دارد۔ وے در حضور بادشاہ از حل تدقیق معنی وترکیب کریمہ''ایاک نعبد و ایاک نستعین ''۔ سوال کرد، ایرانی ہر چند بدلایل قوی سخن می گفت وے ردمی کرد۔ وعلماو فضلاء درگاہ قرار برین آوردند کہ دو روز مہلتے باید داد تا ایرانی تنقیح مطلب نمودہ جواب گوید۔ وے گفت من دو سالہ مہلت می دہم کہ ایرانی بولایت خود رفتہ از علماء آن دیار تحقیق کردہ بیاید۔ بادشاہ خوشوقت شد۔ بآخر ایرانی از عہدہ آن نتوانست برآمد و وے میرزا ے را پیش کردہ بحضور بادشاہ جوابے واضح ولطیف برگفت۔ بادشاہ خوشدل تر شد و وے را معزز ساخت وبعضے حسود کہ تہمت بروے بستہ بودند کہ خزینہ وافر بگور خانہ سپردہ، ست از سرآن درگذشت۔ وے متمول بود جمع کثیر از طلبہ اندر خانقاہ وے باجمعیت تام می گذرانده اند وکسب فضایل وعلوم دینیہ یقینہ می کرد و بساتلمذہ وے ملاّ ے نامدار گشتند۔ وے را باوجود افادۂ مستعدان ودرس متداولہ باور داین راہ سرے خوش بود۔ شیخ مرا گفتہ کہ وقتے من باوے بطرف حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ شدم، در مسجد حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ نشستہ بودیم۔ و وے بگویندگان گفت نقشے حسین دہدہ یدہ دارند بگوسید۔ آنان این نقش گفتن گرفتند۔ خیال

فقیر حسیں جوا ہا۔ نا نس مول نہ لا ہا۔ نا گھر بارے نا نہہ مسافر۔

نا وہ مومن نا وہ کافر جو آہا سو آہا۔

وے بگریہ در آمدہ چنانکہ نفس اندر گلویش گرہ می بست۔ چون سخن سخت باقیمت بود۔

دردِ مرد صاف تمتی گرفت۔ حاضران را ہمہ تا شیہ آورد۔ ورفت آنچہ رفت۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ۔ کہ وقتے پدرِ من ومن بجاے شدیم ومن دو زدہ سالہ بودم، دیدم کہ جمعے فقرا سر و پا برہنہ و عریان مے وند ومقتداے باشکوہ پیش شان۔ پدرِ من باتان گفتہ۔ بدین حالت عزیمت کجا دارید؟ گفتند۔ ما طلب کسے می رویم کہ تو طالب اوی۔ ازین سخن پدرِ من بجاے خود بنشست و گریستن گرفت وباخود گفت۔ اگر از اینان خدا خواہد پرسید کہ بدین حال چون می گشتند چہ خواہند گفت باز گفت کہ ہمین خواہند گفت کہ ما در راہ تو از ہمہ بایستی باز آمدہ ایم و ہیچ چیزے و ہیچ تعلقے باخود نداریم جز تو۔ در "نفحات الانس" است کہ وقتے خیر چہ بر سرِ پل سنگی شدہ بود و می گفت۔ خداوندا، ہر کہ را سیم باید سیم دہ و ہر کہ را زر باید زر دہ و ہر کہ را غلام وسراے و زمین باید و ہر چہ باید (دہ) خیر چہ را ہمین تو بس۔ شیخ الاسلام گفت حال آن کرد محل غیرت است۔ اما اجتباءِ حق سبحانہ تعالیٰ بندگان را بے سبب و علت است۔ بلال (رضی اللہ عنہ) را با آنکہ غلامے بود حبشی بخواند و ابوجہل و عتبہ و شیبہ را کہ سادات مکہ بودند براند۔ وے چہ کرد و ایشان چہ نہ کردند ہیچ ہمہ بعنایت و قسمت او باز بستہ است و کس را در کار او مجال سخن نرسد۔ شیخ عبدالرحیم بہری کہ فاضل است و عالم و نیازمند فقرا و از خلص تلامذہ مولانا عبدالحکیم گوید کہ مرا در ایام صبا پیش شاہ نعمت اللہ بردند مہربانی فرمودہ پدرِ من شیخ عبدالرشید نیک آشنا بود۔ وے نقلے گفت کہ وقتے من و وے باہم بودہ ایم، اہل این کار بود و صاحب کشف۔ روزے بر کنار آب گنگ نشستہ می گفت کہ گنگیا مہمانی ما نخواہی کرد دران

اثناء ماہی بزرگ سر از آب بر آورد و آن را گرفتند و کباب کردند و خوردند و در آن وقت وے بدیہہ، این بیت گفتہ۔

چون نہنگ عشق من سر بر کشد از بحر شوق ٭ ہیان ماہی وشان آیند پیشش بستہ طوق

جدۂ شاہ مرا گفت عبد الرحیم کسب علوم دینی بکن کہ ملّا بشوی و این بیت خواند

خاتم ملک سلیمان است علم ٭ جملہ عالم صورت و جان است علم

از آن گاہ مرا شوق خواندن در سر افتاد و بطالب علمی اقدام و در ایام جوانی پیش مولوی عبد الحکیم بسیالکوٹ رفتم و نہ سال و چند ماہ تلمذ نمودم و ہم استفادۂ علم این طریق کردم و عنایت و الطاف وے را بر خود بسیار دیدم و ہم وے گوید کہ مولوی گفتہ کہ بادشاہان بر در خود حاجبے دارند و خدا ہیچون از در و دربان منزّہ است لیکن انسان براہ وصول حق موانع زن و فرزند و علائق دنیوی در پیش دارد۔ ہر کہ خود را ازین خلاص ساخت بپادشاہ حقیقی واصل گشت۔ و ہم وے گفتہ کہ مولوی (عبد الحکیم) گفتہ کہ برائے وصول حق ما دو طریقہ داریم۔ یکے عبادیہ دیگر شطاریہ۔ عبادیہ آنست کہ صوم و صلوٰۃ و قیام لیل و جمیع فرائض و نوافل بکار برند و اکل حلال و صدق مقال مرعی دارند۔ و شطاریہ دل بدست آوردن است و ہم وے گفتہ کہ روزے اہالی و موالی بر در مولوی جمع آمدند و التجا بوے آوردند کہ امسال باران غائب آمدہ اندرین امر توجہ نمائی کہ رحمت ما مشمول آید۔ وے گفت من عاجز مجرم بندہ ام روے کدام عمل این دعا خواہم لیکن امشب ہمہ شب زندہ دارید و بیاد خدا گذرانید من ہم چنین نمایم۔ وے تمام شب بدین کار مشغول بود۔ صبح دمیدن ہمان و ابر و باران

آمدن ہمان۔ وہم وے گفتہ کہ من وقتے قصد دریا کردہ بودم از رسیدن آب، پا
آماس کرد و درد و الم بغایت ظاہر شد مولوی اطباء فرستاد ہر چند علاج کردند کارگر
نشد۔ آخر شبے من گفتم کہ این درد بے توجہ مولوی بہ شدنی نیست۔ صباحے آن
مولوی ادویہ سرخ رنگ بدست کردہ آمد و گفت من علاجے آوردہ ام خاطر جمع دار
چون بعمل آورد یک پہر نگذشتہ بود کہ درد برطرف گشت و نیک بہ شد۔ ملفوظ خواجہ
بیرنگ جمع شیخ اسماعیل دہلوی مسطور است کہ اگر خواجہ بیرنگ می خواستند تصرفے
کنند یا خارق عادتے می نمایند بخود نسبت نمی کردند بلکہ بسبب حوالہ می فرمودند و
داروے آن می فرمودند وہمت عالی می گماشتند، بجز داستعمال آن دارو وگاہے پیش
از استعمال صحتش روے داد۔ طفلے از قلعہ فیروز آباد بجانب دریا کہ ارتفاع آن
طرف زیادہ از نہ قدم باشد، افتادہ بود از راہ گوش و بینی وے خون می آمد نفسش
تنگی می کرد، مادرش او را در نظر مبارک آورد۔ برین حال شفقت فرمودہ قدرے
متوجہ حق بباطن خود شدند و کتابے بدست گرفتند و فرمودند کہ درین کتاب چنین
نوشتہ اند کہ او زندہ خواہد ماند۔ طفل تا حال زندہ است و از مشاہدۂ حالِ وے ہیچ
عاقلے حکم زندہ ماندنِ او نمی کرد۔

من مولانا عبدالکریم (عبدالحکیم) را در لاہور بسیار دیدہ ام در زمانے کہ بعضے امور صوبہ
پنجاب وابستہ بر فتوی او بودہ است۔ دل من از دیدار وے محظوظ و مسرور گشت۔ پس
از آن در دہلی ہمراہ شیخ خود دیدہ ام۔ روزے وے سخنان مشائخ طریقت را بدانسان
بیانے ادا نمود کہ وقت شیخ من خوش شد و مرا خوش تر۔ وفاتِ وے در سال ہزار و شصت

وهفت است (۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷م) وقبر وے در سیالکوٹ۔

مولانا شاکر محمد

عالم بود بعلوم ظاہر۔ و در عمل و معاملت سخت راسخ۔ اخلاق نیکوان داشت۔ نسبت پدر خود شیخ وجیہ الدین درست می کند۔ از نبائر مہین شیخ عبدالعزیز چشتی است واز شاگردانِ رشید شیخ عبدالحق دہلوی۔ گویند وے کتاب مطول را چہل بار درس گفتہ از بائے بسم اللہ تا تائے تمت۔ شیخ عبدالعزیز از کبار مشائخ وقت خود است۔ صاحب احوال و مقامات و کرامات و وجد و سماع و ذوق۔ ولادت وے در سال ہشت صد و نود و ہشت (۸۹۸ھ/۱۴۹۳م) است در جونپور۔ وے یک و نیم سالہ بود کہ ہمراہ پدر خود شیخ کمال الحق بر دہلی تشریف آوردند و در زمان خود یادگار مشائخ چشت بود و در انجام کار محتاجان سعی کمال داشت۔ بآن شانِ قوی بر در اغنیاء و حکام رفتے و اہل احتیاج را بمقصود ش رساندے۔ گویند وقتے وے بہ تاتار خان حاکم دہلی برائے کار چند بار رفت آخر، وے تنگ آمد۔ گفت شیخ! ما را این قدر تصدیع مدہ۔ اگر ترا ضرورت شود رقعہ بنویس۔ گفت کار ہمین محتاج برآر۔ پس زین نمی آیم و عہد کردم۔ چون فارغ شدہ و روان شدہ نزدیک بخانہ رسیدہ کہ پیرزالے بمنت تمام گفت کہ برائے خدا پیش حاکم شو کہ لشکری گاو وے از من خرید و بہاء روپیہ را پیدا نمی دہد۔ وے در زمان باز گشتہ بدر خان رفت و در آفتاب نشستہ بود در غایت گرمی بود۔ خدمتگاران وے را دیدہ متعجب رفتہ و از روے تحقیر بخان گفتہ

کہ آن شیخ عہد کردہ رفتہ بود باز آمدہ و در آفتاب نشستہ است، خان بے اختیار از خس خانہ بیرون برجستہ و بوے آمدہ و گفتہ بان چہ می گوی برگو، گفتہ یک روپیہ این پیرزال پیش لشکری ماندہ، بدہان۔ خان زال را خوشنود کرد و از غایت شوق و اعتقاد در پاے شیخ افتاد و وے را در خس خانہ برد و مرید شد و مسجد و خانقاہے و حجرہا کہ پیشِ قبر وے است بنا کرد۔ نیز گویند کہ روزے حاجت مندے وے را گفت کہ براے این کار پیش فلان عامل آن روے دریا رفتہ بگو وے بے تامّل برخاست و روان شد سلخ رمضان بود۔ پسرانِ وے کہ ہر یکے شیخ و بزرگ بود الحاح کردند کہ فردا نماز عید ادا کردہ خواہی رفت۔ وے نماند و از کشتی فرو آمدہ شب در قصبۂ سونی ماند فردا نماز عید آنجا گذاردہ پیشتر رفت و کار آن محتاج از عامل برآورد و این چنین نقل ہا از وے دیگر ہم است۔ وفاتِ وے ششم جمادی الآخر از سال نہ صد و ہفتاد و پنج است و ''ذرۂ ناچیز'' (۹۷۶ھ ۱۵۶۷م) تاریخ وے گویند کہ در وقت رحلت ہم بذوق و حالت رفت و ختم وے برین آیت شد ''فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ والیہ ترجعون'' قدس اللہ سرہٗ العزیز[۱]۔

روزے بادشاہ صاحب قران ثانی از مُلّا شاکر محمد پرسید کہ تو خود شیخ فانی شدہ روزہ رمضان ہم می توان داشت؟ گفت تا زندہ ام روزہ نگذارم آخر چنان شد کہ در اوسط ماہ شعبان بیمار گشت و در آن بیماری می گفت حیف بر من اگر من درین سال بیمار زندہ باشم و روزہ ادا نشود و بدین حالت بیماری برفت از دنیا در سلخ شعبان از

---

[۱] مزارِ مبارکش در مہندیان دہلی۔ نزد مُتّی مسجد است۔

سال ہزار و شصت وسہ (۱۰۶۳ھ/۱۵ فروری ۱۶۵۳م) من تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

شیخ شاکر محمد آنکہ بعلم گوی از فضلان عہد ربود

چون سفر کرد از جہان خراب ساخت معمور قصر جنت زود

سال تاریخ آن عزیز زمان گفت ہاتف کہ "شیخ فنی بود"

در "نفحات الانس" ست کہ شیخ ابوعبداللہ خفیف[1] گفتہ است کہ بوبکر اسکاف[2] سی سال روزہ داشت چون وقت نزاع آمد پارہ پنبہ بآب تر کردہ پیش دہان وے بردند آن را بنیداخت و بروزہ رفت۔ شیخ من گفتہ کہ در زمان پیشین بزرگے عالی مرتبہ محتضر شد ایام رمضان بود پارہ پنبہ بآب تر کردہ در لبہاش نہادند وے آن را انداخت و باروزہ رفت۔ شیخ من در اوایل زیر کتے "تفسیر بیضاوی" بمولانا شاکر محمد گذرانده است۔ در آن مدتے گاہے من ہمراہ می شدم ونظارہ می کردم کہ مواضع اشکال گاہ از شیخ من حل شد۔ وگاہ از وے۔ روزے در اثنائے سخن این عبارت بمیان آمد۔ "واحسن من وادلت الاضدع علی حدودِ الامرد الملاح" وے ازایستادہ و تحلِ لفظ اضدع "صراح" خواست۔ شیخ من بے تامل گفت اضدع جمع ضدغ کہ گیسواست یعنی زلف پیچان بر رخسارہائے امرد ملیح،

---

[1] شیخ ابوعبداللہ خفیف نام وے محمد خفیف بن اسفکشار الضبی است کا بر مشایخ شیراز بود تاریخ وفات آن ۳۳۱ھ/۹۴۲م ست۔ شیخ الاسلام گفت کہ ہیچ کس را در این علم (تصوف) چندان تصنیف نیست کہ وے راست احتقاد و پاک سیرت نیکو ان داشتہ شافعی مذہب بودہ (نفحات الانس)

[2] در نفحات الانس نام آن "ابوبکر اسکاف" ست

وے گفت احسنت نیک دریافتی۔ شیخ من گفت چون ندریابم کہ این کارک مرا بسیار می افتد۔ من در جامعیت علم و عشق شیخ خود این بیت استاد بر خواندم

لب لعل و خط سبز و رُخ زیبا داری   آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

شیخ من گفتہ کہ من در مبادیٔ حال در علوم نحو وصرف چیزے کم پیشِ استادگذراندہ ام و پس از آن ہم اندکے در پیش بعضے از افاضل خواندہ۔ و در حقیقت حقِ استادی ہیچ کسے بر ذمۂ من ثابت نیست انچہ مرا رسیدہ از عالم غیب است۔ در ''رشحات'' است کہ کیفیت مطالعہ وقوت مباحثۂ مولوی جامؔی و غلبۂ استیلاے ہم سبقان بلکہ استادان امرے مشہود بودہ است۔ ایام تعطیل ایشان بفراغت بال و آسودگی حال می گذشتہ و جمیع اوقات ایشان باندیشہ ہاے دیگر می پرداختہ مگر وقتے کہ (بدرس می رفتہ اند بسیار می بودہ کہ جزوے یکے از ہم سبقان می گرفتہ اند ولحظہ مطالعہ فرمودہ اند و چون) بدرس حاضر می شدہ اند بر ہمہ غالب می بودہ اند۔ مولانا مبین بسوتی می گفتہ است کہ ایشان چون بدرس مولاناے خواجہ علی در می آمدہ اند، ہر شبہ از نتائج صبح مستعدان درمیان می افتادہ در بدیہہ ایشان آن را دفع می کردند۔ ہر روز دو سہ شبہات واعتراضات در یک مجلس از آثار مطالعہ خود در دل وے می گذشتند و می رفتند۔ و ایشان بنابر بعضے از عوارض کہ باز بستہ بسماع بودہ اند۔ بمجلس درس ابایٔ روزگار حاضر شدہ اند و اگرنہ در نفس الامر ایشان را احتیاج بتلمذ کسے نبودہ بلکہ بر مدرس آن خواجہ غالب می بودہ اند۔ روزے شیخ ز استادان و معصمان ایشان درمیان افتادہ بودہ است۔ ایشان فرمودہ اند کہ ما پیشِ ہیچ یک مدرس از استادان چنان سبقے نگذراندہ ایم کہ ایشان را بر ما غلبہ و استیلاے بودہ باشد بلکہ

ہمیشہ برہر یکے در بحث غالب بودیم، احیاناً بما استفسار می کردہ اند و ہیچ یکے را بذمۂ ما حق استادی ثابت نیست و ما بحقیقت شاگرد پدر خودیم کہ زبان از وے آموختم۔ چنین معلوم شدہ است کہ ایشان صرف ونحو پیش والد خود گذرانیدہ بودند و بعد از آن در علوم عقلی و معارف یقینی ایشان را چندان بکسے احتیاج نمی شدہ است۔ انتہیٰ۔

شیخ عبداللہ بہتہ

اوئل حال وے سیاحت بسیار کردہ و مشائخ کبار را دریافتہ و از صحبت آنان مرزوق گشتہ۔ آثار و برکات وانوار بر وجہ اتم از وے ظاہر بود و سخاے عالی داشت۔ مرجع خواص و عوام بود و ہر کہ بوے شدے، یک فلسے عوام بوے دادے و بعضے را زیادہ و ما حضرے پیش آوردے۔ مریدے بسیار گرفتے و از اسم بدوح (بدھو) فرمودے۔ سالہا کوس مشیخت قادریہ نواخت و ببرکت نام غوث اعظم در ہندستان شہرتے عظیم یافت۔ گویند در اصل وے از چشت است۔ در جوانی بہندستان آمد و بر مسجد فتح پوری مقیم بود۔ بسفر حجاز رفتہ و پس از دریافت شرف حرمین محترمین باز بہند آمدہ و بہ بشارہ شیخ (خود) در اجمیر نزدیک بروضۂ خواجہ معین الدین قدس سرہٗ چلہ باکشیدہ و از آنجا باشارت خواجہ بدہلی آمدہ و نزدیک بروضہ خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ چلہ کشیدہ و از ین جا باشارت خواجہ در قریہ بہتہ رفتہ و سکونت اختیار نمودہ و تا آخر عمر ہمدران قریہ بود۔ پدر من گفتہ کہ وے بعد از نزول اندران قریہ خواستہ کہ عرس غوث عظم بکند۔ فقر بر وے غالب بود فرشے از

مجلس ساختہ وچندے ازقوالان طلبیدہ من فرسخے از آنجا می باشیدم وآن عرس شنیدم بمقدارے غلۂ خام وصنف کلان نذر بردم۔ وے بسیار خوش شد وبر من مہر وشفقت فرمود وپس ازآن دراندک فرصتے اصاغر واکابر وفقرا واغنیا دہلی ومضافات آن بوے آمدن گرفتند واز اطراف واکناف ہندستان رجوع خلائق شد وروزے بادشاہ صاحب قرانِ ثانی در ایام شاہزادگی بوے آمد۔ وے شمشیر بشاہزادہ عنایت کردہ۔ ازآن وقت کار وے بطمطراق کشید۔ گویند جہانگیر بادشاہ بشکایت کسے وے را از روے غضب طلبداشت وے چون بادشاہ را دید دعاے خواند ودست زد بادشاہ گفت این چہ بود۔ گفت براے دفع بلیات خواندم۔ بادشاہ را دل نرم شد و بتلطف رخصتش فرمود واین از کرامت بود کہ از دست یکے از درویشان باین حال (فقیرانہ) از پیش آن بادشاہ غیور برآمدے۔ شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار گفتہ کہ من در پیش بادشاہ آن روز حاضر بودم کہ شیخ را آوردند وے بسلامت دل معزز برآمد واین تصرف بودہ است۔ شیخ من وے را بسیار دیدہ است۔ وے با خلاص ومحبت بشیخ من پیش آمدے۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بربان قبول وے در درگاہ الٰہی چند چیز بودہ است یکے آنکہ وے مرتبۂ قناعت وتوکل بکمال داشت کہ از مبادیٔ حال تا آخر عمر بر در مخلوق نرفت وبہیچ کس بہیچ وجہے از وجوہ بہیچ وقت نگشت۔ دیگر سید عبدالعزیز چشتی کہ بزرگ عالم وعامل بود بحسب اشارت غوث اعظم مرید و معتقد وے شد۔ امروز برادر وے سید عبدالحکیم مردیست عالم وفاضل در وقت خود منزوی شدہ مرجع خلائق جمیع ہندستان است واکثر مردم مرزوق احسان

وے اند۔ در ''رشحات'' است کہ روزے در اوایل مولانا شیخ حسین و مولانا داؤد و مولانا معین کہ اصحاب المشارکین فی البحث بودہ اند اتفاق کردہ بجہتہ محفل لطیفہ بدرخانہ آن میر زمانی انتظار کشیدہ اند بعد از ملاقات چون بیرون آمدند ایشان (یعنی شیخ حسین) فرمودہ اند کہ موافقت و اتفاق من با شما ہمین بودہ دیگر این صورت از من امکان ندارد و بعد از آن دیگر ہرگز بدر ہیچ کس از اہل جاہ و از اہل دنیا بر نہ گشتند و تردد نکردند و ہمیشہ در زوایہ فقر و فاقہ پاے ہمت در دامن صبر و قناعت کشیدند تا مضمون سخن شیخ نظامی الدین قدس سرہ در حق ایشان بظہور آمد کہ

چون ز عہد جوانی از فر تو بدر کس نرفتہ از در تو
ہمہ را بر درم فرستادی من نمی خواستم تو می دادی

من بسیار خورد (خرد) بودم کہ پدر (من) مرا بشیخ عبداللہ بردے و در حق من از وے دعا باخواستے و وے بر من الطاف و عنایات فرمودے بعد از آن تا آخر عمر وے بوے می شدم و مورد کرم و احسان می گشتم۔ وفات وے در دہم ماہ ربیع الاوّل است از سال ہزار وسی و ہفت (۱۰۳۷ھ ۲۹ر نومبر ۱۶۲۷م) و قبر وے ہمدران قریہ۔ و یُزار و یُتبرک بہ۔

شیخ پیر میرتھی (میرٹھی)

صاحب ذوق و وجد و سماع بود و احوال عظیم داشت در طریقہ شطاریہ سلوک گفتہ (کردہ) و صحبت بسیارے از مشائخ کبار رسیدہ و مرزوق گردیدہ۔ مشرب وسیع

ولطیف داشتے۔ گاہ در اُردوے جہانگیر بادشاہ گذارندے و بادشاہ وے را معزز
ومکرم داشتے۔ در اعراس بزرگان مجلسہاے عالی برپا نمودے وسرودے خوش بمیان
بودے۔ وے نقشِ ہندی بربستے و نیک ترگفتے۔ چنانکہ در دلِ اہل دل تاثیر
آوردے و درکار حاجت مندان و مستحقان سعی کمال نمودے واز خوان احسانِ خود
عطایا فرمودے۔ وقتے وے یک صد و بست من آرد را بکنان پختہ بود و بر فقرا و غربا
قسمت کردہ فقیرے ذرہ از آن مراہم خوراندہ من وے را دیدہ ام و بپابوس وے
مشرف گردیدہ و نیازمندی بجا آوردہ در آوان جوانی وے دعاے کہ نیک درمی
بایست درحقِ من کردہ۔ وفات وے در نہم ماہ رمضان است از سال ہزار و چہل
(۱۰۴۰ھ ۹/اپریل ۱۶۳۱م) وقبر وے در شہر وے۔ پُراء و یتبرک بہ۔ گویند
وے در ایام جوانی در عشق مجازی شغفے تمام داشتہ وآزادگیہا را پیشہ کردہ۔ یکبارے
بعشق مغنیہ گرفتار گشت وساز ہاے وے را چون مزدوران بسر کردہ ہمراہ وے می
رفت۔ شبے یکے از اہل دنیا آن مغنیہ را برقاضی طلبید و وے بار بسر ہمراہ رفت۔
اتفاقاً آن دنیادار مریدِ وے بود وے را شناخت واز جاے بردوید بپاے درافتاد
و بہ مسند خود تکلیف کرد الحاح نمود و وے قبول نفرمود۔ نیز گویند کہ وقتے وے
ہمراہان آزادگی بشہرے درآمدہ بہ جاے نشست وشبے بدوکان بزارے بخواب
رفتہ۔ اتفاقاً اندران شب جمعے دزدان بہ یغمای بجاے افتادہ اند عسس شہر بردہ
دیدہ است واز ان دزدان کسے بدست نیامدہ لیکن وے را بدکانے یافتہ و برگرفتہ
دست و پایش بستہ و بحاکم شہر خبر رسانیدہ کہ از ان دزدان یکے را گرفتہ ایم، حاکم

حکم بکشتن وے کرد صبح وے را بیرون شہر بسیاست گاہ می بردند کہ بردار بکشند۔ وے خندان خندان ہمی رفت عسس متعجب شدہ خبر بحاکم رسانید کہ حال اینست۔ حاکم گفت وے را پیش ما آرید چون آوردند، دید کہ شیخ پیر است پیر من، برجست وبپاے وے درافتادہ عذرہا خواست وگفت بجاے وے عسس را بردار کشند کہ چرا این چنین کار نافہمیدہ کند۔ وے گفت اندرین امر گناہِ عسس نیست من می خواست کہ ترا بہ بینم، حق سبحانہ عسس را برگماشت تا بسبب وے ترا دیدم لحال از سر آن درگذرو درگذشت۔ روزے سید تاج الدین نبیرہ سید علی قوام الدین شیخ من می گفت کہ وقتے من ہمراہ شیخ پیر در میرٹھ اُردوی بادشاہی ہمی رفتیم یکے در نزدیکی وے گاوے را بچوبے محکم بزد وے آہے دردناک برکشید چون شب درآمد وے را مالیدن گرفتم در پہلوے وے آماسے دیدم۔ پرسیدم شیخا! این چیست؟ گفت ہیچ نہ۔ گفتم حسبنا اللہ۔ یکے برگو۔ گفت آن چوبے کہ برگاوے زدہ بود اینک اثر آنست۔ در ''اخبار الاخیار'' است کہ میر سید علی[1] از ارباب کمال و سکر و وجد و حال بود۔ وے تا چہل سال ہیچ خادم را امر نکرد و خدمت نفرمود۔ شبے خفتہ بود وتشنہ شد۔ کسے کہ ہر شب آب خوردن در جاے خواب می نہاد آن شب فراموش کرد وآب ننہاد۔ او دست بہ جانب آن طرف کرد، آب بدست نیامد باز خفت تشنگی غلبہ کرد باز آب جست نیافت چو تشنگی بہ نہایت رسید وکار بہلاکت کشید

---

[1] میر سید علی جون پوری از سادات سوانہ است بطلب حق جون پور آمدو شیخ بہاء الدین جون پوری مرید شد۔ ولادت آن ۸۲۷ھ ۱۴۲۳ء وفات ۹۰۵ھ ۱۴۹۹ء مزار مبارک در جون پور است

آب نہ طلبید و نقضِ عہدے کہ با خدا بستہ بود نکرد (حالاں) کہ بمرگ تن درداد
وگفت بیا اے مرگ وقت تست بار دیگر بحکم اضطرار دست بر آب فراز کرد۔ کوزہ
پُر آب یافت۔ آب بخورد و خدا را شکر کرد۔ وے می فرمود کہ پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم
در خواب دیدم کہ می فرمایند علی دُبل بر دل خود میزنی و از احوال خلق خبردار نمی شوی؟
گفتم یا رسول اللہ اگر دُبل است از آن (او)، و اگر دراست ہم از آن او (سبحانہ)
علی بیچارہ درین میان چیست؟ فرمود۔ برائے خلق دعا کن کہ دعاے تو در حق ایشان
مستجاب است۔ وانتہی قبر سید قوام الدین در قریہ علی پور چنداین است بر یک
فرسنگے مشرق روی و وفات میر در سال نہصد و پنجاہ و پنج (۹۵۵ھ/ ۱۵۴۸م)
است وقبر وے در جون پور۔ یزاز و یتبرک بہ۔ گویند دنیا دارے ہم شہرے
شیخ پیر خواستہ است کہ جوے را کندہ از زیر آن شہر جاری نماید چون از ان بعضے
عمارات شہر و ساکنانِ عمارات را در طغیان آب و ہم خرابی بودہ است وے بزبان
ہندی بس لفظ "ندی ندی" گفتہ است۔ از آن دنیادار من ہم واقفم یک لکہ و چند
ہزار روپیہ اندرین کار صرف نمودہ و مکرر سعی بجا آورد لیکن آن جوے جاری نشد و
خشک ماند و این قصہ مشہور است کہ از تصرف شیخ پیر بود۔ نیز گویند روزے وے
خواست کہ عرس بزرگے بکند لیکن ہیچ سرانجام طعام و حوائج آن نداشت برخاست
و بخدام گفت۔ دیگہا را بر دیگ دان نہید و بآب پُر کنید و سرپوش سازید و در زیر
آن آتش کنید۔ چنان کردند۔ بعد از فرصتے معہود طعام اقسام پختہ شد چنانکہ بر
ہمہ مجلسیان قسمت کرد و وقت خوش گذشت نیز گویند روزے از پیش وے قصابے

مادہ گاوے را می بُرد وے می گفت کجا می روی واین گاوے را کجا خواہد برد گفتہ کہ بکشتن کہ ہیچ شیر نمی دہد۔ وے گفت کہ مکش کہ شیر خواہد داد۔ از آن روز آنقدر شیر از آن گاو پیدا شد ومدت ہا از آن کم نگشت۔ گویند مردے در شبے بوے آمد و در خلوتے ملتجی شد کہ مرا کرامتے بیاموز وطریقتے فرمای کہ بشیخی من رونق پذیرد ومشہور شہر ہا شوم۔ وے از وسعت مشرب گفت انچہ من گویم بعمل آر۔ او گفت، آرے۔ گفت مریدے را کہ در شہرے کہ چند فرسخ از تو باشد در نشان و بیاموز کہ روز عید پس از انکہ مردم از نماز باز آیند، خانہ خود را پنہانی آتش دردہ و باتفاق جمعے سرگردان وتو در جاے کہ ہستی در ہمان زمان کوزہاے آب را بر زمین درانداختن گیر ومجذوبانہ شورے برانگیز کہ سرد شو، سرد شو، چون حاضران پرسند کہ این چیست؟ بگو، خانہ فلان مرید مرا در فلان شہر آتش در گرفتہ بود ومرا از روے کشف معلوم شد من ازہمین جا سرد ساختم تا چون مردمان آن جا بدین جا آیند وازین جا بانجا شوند وفرمودۂ ترا موافق بینند بکرامات منسوب سازند شہرت خواہی یافت تا وے چنین کرد وچنان شد۔ وہم چنین من چند تن شناسم از شیخان مرائی کہ خود را بکرامات شہرت دادہ بودند۔ یکے آنکہ روزے امیرے وے را دید کہ بر اسپ خرد سوار شدہ می رود ومیر در زیر اسپ عراقی بوے داد وگفت تو شیخ بزرگے تو چنین بہتر۔ چون بارے دیگر آن میر دید کہ شیخ بر ہما اسپ خرد سوار است گفت شیخا! بر اسپ کلان چون سوار نشوی۔ وے زبونی وترسندگی خود در پوشید وگفت من بر ہمان اسپ کلان سواری شدم لیکن شبے در واقعہ دیدم این اسپ خرد را (کہ) بدرگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

استغاثہ نمود کہ شیخ بر من سواری نمی کند۔ آن حضرت فرمود مرا کہ گاہ گاہ بر اسپ خرد سوار شوی از آن روز سواری شدم از این حرف امیر معتقد برگشت و این کرامات وے شہرت یافت۔ دیگر شیخے بود کلان سال روزے در جمعے از مریدان و غیر ما لک گرد از لباسِ خود افشاندن گرفت۔ پرسیدند۔ این چیست؟ گفت فلان امیر کہ با من اخلاص دارد امروز از فلان جا کہ چند فرسخ زیادہ است بر غنیمے یورش کردہ و از من مددے خواستہ رفتم و فتح دادم این گرد از لشکر وے بر من رسید۔ دیگر درویش شیخ چوکھا نام در قریات گشتے و سخنان غیب گفتے و خود را بکرامات شہرت دادے و فتوح و نذور بزور گرفتے جمعے از اہل (دین و) ہوش بدوے بد (گمان) بودند من (در) نوجوانی او را دیدم معتقد شدم کہ چیزے چند از کرامات خود وا نمود۔ یکے آنکہ رنگے شوخ از انگشت سبابۂ خود در کفہاے من بچکاند و گفت۔ در روے خود بمال، مالیدم و خدمت کردم و نذرے نیک از من گرفت و این چنین جا بجا کرد عمر وے تخمیناً ہشتاد سال بود۔ پوشیدہ نماند عجب نیست کہ درویشان درین فن سترِ احوال خود کردہ باشند بنابر حکمتے و مصلحتے چنانچہ مسطور است کہ اکثر چنین واقع است کہ اولیاے حق سبحانہ سترِ حال خود بصورت بے سروسامانی می کنند۔ حکایت جو جو در نسخۂ بموقع دیگر درین نسخہ نوشتہ خواہد شد ان شاء اللہ تعالیٰ۔ روزے مجذوبے پیش شیخ من آمدہ بنشست و ہذیان گوی در آمد چنانکہ حاضران بہ تنگ آمدند الا شیخ من کہ بہ بشاشت تمام متوجہ وے بود چون وے برفت و حاضران ہم رفتند الا من۔ شیخ من گفت باں دیدی کہ این مرد یکے از ابدال بودہ است۔

(من) ازین معنی حیران شدم۔ من جوانے دیدہ ام شیخ جھولن نام از آن مشغولی
کہ نوشت طرز جدائے و نوے دارد۔ قصۂ مجملش آنست کہ وے در ایام صبا پیش شیخ
من آمدے۔ در جوانی بجذوبے شد و صحبت وے را لازم گرفت۔ حال آن
مجذوب بروے فرود آمد مدتے در یکجا ایستادہ خرام می نمود از آن لقب وے جھولن
افتاد۔ الحال مدت ہا است کہ تصرف وے در دیوانہ ہا اثرے تمام دارد و آن را
قریب صد گرہ برائے اصلاح می آرد۔ مردمے بسیار بوے رجوع دارند و فتوح
نیک می آرند۔ گاہ با پیش شیخ من می آید و از اداہائے شیرین خود خوشوقت می سازد۔
روزے جمع از دیوانہ ہا را آن بستہ بخود آوردہ گفت ازین میان یکے حافظ است و
یکے مولود خوان و گفت بعضے ازین بہ زصد صدگرہ و روزینہ بشش ہفت رسیدہ اند و
نزدیک بہ شدن آمدہ۔ حافظ را گفت تا آیتے چند برخواند و گفت نزدیک بہ بہتر
دیوانہ از دست من بہتر شدہ از تصرف خود دیگر ہم گفت۔ از آن وقت بحیرت من
رسید کہ اگرچہ در باب معالجۂ جنون و منکوحہ یا ادعیہ و اعمال و ادویہ مجربات در کتب
مسطور است لیکن این مرد کاری کہ نیست تازہ و علاجے است بر ہمہ غالب۔
درین وقت حکایت مشہور بیاد آمد کہ عالمے موحدے در اثبات وجود باری تعالیٰ
دلائل شتہ بسیار جمع کردہ بود و گویند بہ صد رسیدہ۔ روزے بیلدارے را دید و
پرسید اگر کسے گوید کہ خدا دو است پس تو ہیچ دلیلے بر یگانگی خدا داری۔ وے گفت
من خدا را یکے می دانم و ہیچ دلیلے مرا در کار نیست لیکن تو این حرف اگر باز از زبان بر
می آری این بیل را چنان بر سر زنم کہ دو شق گردد۔ عالم ازین حرف خوشوقت گردید و

این سخن بیل داررا داخل دلایل خود کردو قصہ کوتاہ ساخت۔ نیز حکایتے تازہ بیاد آمد کہ گویند دو کس راپیش بادشاہ صاحب قران ثانی بامید وظیفہ استدعا[1] کردند۔ یکے مرد پیر عالم و فاضل دیگرے جوان کم تحصیل۔ بادشاہ ازآن پیر پرسید کہ اندر شرع ریش راچہ مقدار باید نگاہداشت وے باہستگی موافق کتب فقہی تقریر کردن گرفت چنانکہ بسمع بادشاہ خوب نمی رسید بادشاہ را خوش نیامد وبغضب گفت چہ می گوی۔ درین اثناء آن جوان پیش آمد و دلیرانہ بآواز بلند برگفت بادشاہا! صاحب ''ہدایہ'' می گوید ''یجوز علی الواجب وجب قطعه'' وصورت قطعہ رابدست خود نیک وانمود۔ بادشاہ را دل ازین ادا خوش شد جوان را پنج روپیہ و پیر را یک روپیہ روزیانہ فرمود۔ شیخ سعدی گفتہ۔

قطعہ

گہ بود کز حکیم روشن رائے　　بر نیاید درست تدبیرے
گاہ باشد کہ کودکے نادان　　بغلط بر ہدف زند تیرے

شیخ قطب عالم

بن شیخ عبدالعزیز چشتی رحمہم اللہ تعالیٰ مرید شیخ چاند لدہ دنگی است۔ و وے مرید شیخ عبدالعزیز۔ از علم و عمل بہرہ تمام داشت۔ اہل طریقت بود و احوال عظیمہ واستقامت (داشت)۔ چون شیخ چاند لدہ را وفات نزدیک رسید و در سال نہ صد و نود و ہشت (۹۹۸ھ/۱۵۹۰م)۔ برفتہ از دنیا۔ شیخ قطب عالم را کہ ہنوز لشکری بود

---

[1] در نسخہ ''ایستادہ''

از دہلی طلبید خرقہ و عصا و سایر لوازم مشیخت وے را داد و گفت۔ امانت پدر تست،
وے ترک نوکری کردہ بر سر قبر پدر نشست و بدرس و افادہ مشغول گشت۔ خواجہ
پیر نگ در مبادی حال کہ بدہلی تشریف آوردہ اند چندگاہے بوے صحبت داشتہ اند۔
چنانچہ ایشان در جمہ صحبت داشتن بمشائخ اشارہ بوے ہم کردہ نوشتہ اند۔ و آن
آنست کہ ابتداے توبہ از معاصی در ملازمت خدمت خواجہ (خواجہ احمد یسوی) عہد
کردہ شد یک خیال رجوع و عزم ترک در باطن بودہ و التماس فاتحہ در ظاہر ایشان
زخدمت مولانا لطف اللہ بودند و مولانا لطف اللہ خلیفہ مولانا خواجگی و سیدی علیہ
رحمہ بودند چون توفیق استقامت نیافت بار دیگر توبہ در ملازمت افتی شیخ کہ در
سمرقند تشریف داشتند و از کبار خلفاء خواجہ احمد یسوی بودند کردہ شد اگرچہ ایشان
رخصت نداشتند ولی فرمودند کہ تو جوانی لیکن چون عزیمت فقیہ محکم بود بخدمت فاتحہ
خواندند و فرمودند استقامت بدید۔ موافق تقدیر آن بزرگوار آن عزیمت برہم
خوردہ و خرابی ہاے غیب روے داد و بار دیگر بے منع (ارادہ) با اختیار فقیہ در بندگی
حضرت امیر حمید مدظلہ تجدید توبہ بظہور رسید مقرون مصافحہ آن نعمتے بود غیر
مترقب۔ امید کہ برکات آن موہبت "الی یوم القیام" بماند۔ القصہ چندگاہ
دیگر در مقام نگاہداشت حدود بودم۔ تاثیر امر المعضل آن سد را شکست۔ عاقبت
بہدایت صمدیت در خواب بشرف ملازمت حضرت خواجہ بہاء الحق والدین
صورت توبہ منعقد شد و میل طریقہ اہل اللہ بظہور رسید بحکم "الغریق یتعلق بکل
خسک" بہر طرف دستے می انداخت عاقبت بعضے از مخادیم فرمودند کہ ذکرے

کہ معنون بحضرت رسالت می رسد نتیجہ مند است۔ تعطش بر آن داشت کہ از
ہمان عزیز طریقِ ذکر و مراقبہ اخذ کردہ شد مدت دو سال بر آن ذکر و مراقبہ و اوراد
سلسلہ آن عزیز مداومت نمودہ شد، شنیدہ شدہ بود کہ تا سالک مدتے پنجہل سال
میدان ''لا الہ'' قطع نکند بمنزل ''الا اللہ'' نخواہد رسید۔ سادہ لوحی بر ان می داشت
کہ آن ورد و ذکر غنیمت می شمرد و بہمان صورت عبادت قناعت می نمود۔ ہر چند کہ
درین میان اشارت غیبیہ در سلوک طریقہ دیگر ظہوری گردد و قدم استوار از جاے
بر جا داشت و در زمین کرم بزرگوار آن طبقہ تخم ''وفیہا ما تشتہی الانفس'' می
کاشت کہ ان شاء اللہ العزیز عاقبت دست کرم آن تخم را از جوئبار ''ما لا عین رأت
ولا اذن سمعت'' سیراب گرداند بآخر۔ بکشمیر رسیدہ شد و بملازمتِ حضرت شیخ
بابا ولی قدس اللہ سرہ العلی اتفاق افتاد و از برکات نظرش بہرہ مند شد۔ ''الحمد للہ
والمنۃ'' کہ آن نظرات تجلیات قبول آمد چون حضرت شیخ از سلسلہ نقشبندیہ
نیز می ربودند (پیوستند) و استعداد طالب متوجہ آستانۂ آن بزرگواران نفحات ربانیہ
از در یچہ ہمان خانوادہ اقبال فرمود و بعد از انتقال آنحضرت بدار القرار نسبت معہودہ
حضرات خواجہا جلوہ گر شد و ارواح طیبہ ایشان در مبشرات نمودن گرفتند و تعقیبات
فرمودند و بیمن توجہ ایشان آن نسبت را قوتے پیدا شد و دائرہ عینیت وسعتے پیدا کرد و
راہ روشن شد و فی الجملہ جمعیتے دست داد تا آنکہ بجذب عنایت ایشان بخدمت
مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی مولانا خواجگی امکنگی رسیدہ شد و بطوع و رغبت

ل حضرت مولانا خواجگی امکنگی ابن حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہٗ پیدائش ۹۱۸ھ ۱۵۱۳ء
وفات ۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰ء

خود بیعت و مصافحہ بدستِ آوردہ طریقۂ خواجگان اخذ کردہ شد و بطفیل ملازمت
آن حضرت بارواح طیبہ خواجہ نقشبند و خلفاے ایشان در سلک افتادگان این راہ و
نیازمندان این درگاہ درآمدہ شد "اللھم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً
و احشرنی فی زمرۃ المساکین والسلام علی من تبع الھدیٰ"
انتہیٰ۔ پدرِ من با شیخ قطب عالم بسیار صحبت داشتہ و مورد نظریت عنایت وے
شدہ۔ پدرِ من گفتے کہ تا من شما بر تر وقت رفتے وے (کسے را) نگفتے کہ تکبیر بدل
منع کردے از این معنی جماعۃ بسیار کہ در ہوا گرم منتظر می نشستند بر من حسد می
بردند۔ من شش ہفت سالہ بودم کہ پدرم مرا بپاے وے سپردہ بود۔ طلعت نورانی
داشت از دیدار وے مشائخ کبار سلف بیاد آمدے و امروز پنجاہ سال بیش است
کہ طلعت منور وے در چشم من است۔ وفات وے در سال ہزار و بست و
سہ (۱۰۲۳ھ ۱۶۱۴م) است و قبر وے نزدیک پدر وے۔

خواجہ محمد صدیق کشمیری

وے مرید شیخ احمد سرہندی است۔ خواجہ بیرنگ را دیدہ و صحبت داشتہ۔ بزرگ بود
با طلعت نورانی و احوال نیک۔ بآخر با وجود بزرگی قید خود بسفر حجاز شدہ و بہ حرمین
محترمین رسیدہ و مشائخ آن جا را دریافتہ با جمعیت صوری و معنوی باز آمدہ۔ گویند
وقتے در مدتے ہیچ فتوحے بوے نرسید۔ براے متعلقان تنگ دل گردید۔ دو روز فاقہ
گذشت۔ شب سوم را کسے بر در وے دستکے زد، وے برآمد و گفت کیستی؟

گفت۔ حسبۃً للہ قدمے بردار۔ (وے) عذر آورد کہ آشنا نبود و بعضے مردم آن جا باوے عداوتے داشتند۔ باز بجد شد کہ البتہ بپاید آمد۔ تا رفت۔ بیرون شہر دید کہ عزیزانِ چند نشستہ اند و دو اسپان پر از زر پیش شان نہادہ گفتند این نذر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم است برگیر۔ وے زہرہ نتوانست برخاست۔ یکے از آن ہا ہمراہ شد و بخانہ باز رسانید و ہیچ معلوم نشد کہ آنان کیان بودہ اند۔ من وے را گاہ گاہ با شیخ خود می دیدم و از لقاے باہباے وے خوشوقت می گشتم۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۲م) است۔ و قبر وے در باغ آستانۂ خواجہ بیرنگ۔ امروز از وے دو پسر ماندہ یکے خواجہ عطاء اللہ و ذکر وے علیحدہ خواہد آمد دیگرے خواجہ محمد فاروق کہ از معزز سلطانیان بودہ است و شاعر خوشگوی۔ روزے وے در اوایل پیش شیخ من این مصرعہ خواندہ۔ مصرعہ

خدا را با محمد بود میلے

شیخ من بے تامل گفتہ مصرعہ

بدانسان کہ مجنون را بلیلے

وے گفت بلے مصرعہ دوم از خاطرم رفتہ بود۔ شیخ من گفتہ کہ من نشنیدہ بودم و از خود گفتہ ام و این چند شعر یست از وے

ہیچ چیز آزادہ را زنجیر نتواند شدن بوے گل را خار دامن گیر نتواند شدن

بہر رویش مصرع ثانی برسد آفتاب مطلع حسن ترا آئینہ موزون می کند

من آن صیدم کہ باشد آشیان در چنگل بازش
از آن چنگل بدان چنگل بود معراج پروازش

قطرہ بگریست کہ از بحر جدائیم ہمہ — بحر بر قطرہ بخندید کہ مائیم ہمہ
تا جدائیم ز یم صورت یم می نگریم — بحر دیداریم از خویش جدائیم ہمہ
ہر کہ از خویش برون جست بے دور افتاد — گرد خود گرد چون پرکار کہ مرکز این جاست

خواجہ عبدالرزاق

وے نسبت اویسی داشت۔ تربیت وے از روحانیت خواجہ احرار است قدس سرہ۔ وے از اولاد خواجہ بادشاہ ہست۔ صاحب اخلاق عظیمہ و اوصاف حمیدہ لشکری بود در اردوے بادشاہ صاحب قران ثانی۔ بادشاہ بسیار خواست کہ وے (بطور مشائخ) بجاے نشیند و اورا رے قبول کند۔ وے بدین نیامد و ہمیشہ در تیاپوشی موافق کریمہ "رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله" "زیستے و جسبتی قوتی" "دل بیار دست بکار" زندگانی می کردے و مطابق کریمہ "ادعوا ربكم تضرعا و خفية" در ستر و اخفا بسر بردے چنانچہ روش اہل طریقہ نقشبندیہ است

از درون شو آشنا و از برون بیگانہ وش — این چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان

در "رشحات" است کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ می فرمودند کہ من دو کس دیدہ در مکہ مبارکہ زاداللہ تعالیٰ شرفہ و کرمہ یکے بغایت بلند ہمت و دیگرے

بغایت پست ہمت۔ پست ہمت آن بود کہ در طواف دیدم شخصے را کہ دست در حلقہ خانۂ خدا زدہ بود و در چنان جاے شریف و چنان وقتے عزیز از حق سبحانہٗ غیر حق سبحانہٗ چیزے می خواست و بلند ہمت آنکہ در بازار منیٰ جوانے دیدم کہ پنجاہ ہزار دینار کم و بیش سودا خرید و فروخت کرد مگر در آن فرصت یک لحظہ دلش از حق سبحانہٗ غافل نشد۔ از غیرت آنجوان خون از درونِ من برآمد۔ انتہی۔ روزے متصوفے بخواجہ عبدالرزاق بحثے داشتہ کہ کافر عارف می شود۔ وے ابا می نمود و می گفت۔ کافر ہرگز عارف نشود تا مادام دو جناح شریعت و طریقت بہم نرساند طیران در فضاے معرفت حقیقی میسر نیست۔ من گفتم تمثیلاً مرا بیاد آمد اگر فرمائی بگویم گفت، بگو۔ گفتم این است کہ منقولیست کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ روزے وے حالے عظیم داشتہ و سکرے قوی و بانبساط بالیدن گرفت تا تمام خانہ از وے پر شد و پس از ساعتے بہم شدن آمد و از آنچہ کہ بود ضعیف تر گشت خادمے کہ برین ہر دو حال واقف بود گفت شیخا! حال تو چنین و چنان شد بگو کہ چہ بود۔ گفت در واقعہ دیدم کہ قطب وقت از دنیا رفتہ گمان بردم کہ اکنون لائق این کار منم و بنشاط بالیدم چنان کہ دیدی۔ درین اثنا کافرے ہفتاد سالہ را آوردند و باسلام مشرف ساختند و مقام قطبیت نصیب وے کردند من از مشاہدۂ این معنیٰ نحیف و نزار تر گردیدم و ترسیدم کہ مبادا ظلمت کفر و حالت آن کافر از وے برآوردہ فرامن دہند وے گفت۔ "آرے تا مسلمان نشد عارف نشد" گفتم چہ عجب کہ کافرے را اگر خواہند کہ مشرف معرفت رسانند و در یک آنے مسلمانش کنند، عارف سازند و لباس ظاہرش ہنوز بکفر ملوث بودہ باشد۔ شیخ من گفت احسنت نخنے

سخت نیک آوردی۔ خواجہ عبدالرزاق بہ شیخِ من اخلاص و دوستی داشت و صحبتہائے
نیک بمیان بودے و ہر کس از خرد و بزرگ کہ بوے شدے از نہایت خلق خوشش
ساختے۔ محمد مراد یکے از یاران وے گفت کہ روزے وے در کشمیر در مسجد خواجہ خاوند
محمود بعد از نماز جمعہ با پسر خواجہ نشستہ بود من و جمعے یاران ہم مجلس بودیم۔ اہل مجلس
اوّل آیات قرآنی وبعدہٗ ''مثنوی معنوی'' و ''حدیقۃ الحقائق'' و سخنانِ مشائخ خواندند
بامید آنکہ مجلس گرمی پیدا کند ہیچ ظاہر نشد درین اثنائے وے این بیت برخواندہ

شدیم پیر زعصیان و چشم آن داریم کہ جرم ما بجوانان پارسا بخشند

از اِستماع آن بر مجلسیان حالے پیدا آمد، رقت ہا و گریہ کردند و تا شام آن حال
باقی ماند۔ من بارہا بدیدار وے رسیدہ ام۔ روزے در مسافت فرسنگے پیادہ بوے
شدم وے آن قدر تفقد و خلق نمود کہ کوفت راہ بانشراح مبدل گشت و سخنان لطیف
بمیان آمد۔ درآن اثناء تقریب سرود ہندی شد۔ وے گفت۔ سید فیروز، گویند
بائے خوش بمن آوردے و اوقات بنشاط گذشتے و سید (کلام ہندی ر) بمعانی
نیک آوردے۔ وقتے من این سخن بسید گفتم۔ گفت بلی این چنین بودے۔ روزے
مغنیے ن را بوے بردم، این ہندوی شیہ محمد بمیان آورد۔ خیال

جہار بروتہ آنکھیں جھنیہ دیکھیں اور گ گوانہ ہیر تن جو وے دوجہ تھور

وے گفت عجب کہ حال آن مرد بدین سخن ہیچ موافقت ند رد اما بتوجہ کے این چنین
معانی از وے سر ی زند گفتم این ہما طوراست کہ وقتے صاحب کرامت بخانہ ے
از کاروان سرایان شبے فرود می آید و روزانہ بر می خیزد و می رود صاحب خانہ را ہیچ

آگاہی از احوال آن ولی نمی شود کہ بود وے خوش شدہ گفت بخ بخ کلام نیک
آوردی من از وو دو مصرعہ خوش دارم۔ وآن دو مصرع (شیر محمد) اینست۔

خاک در چشمے کہ جز رویت بغیر ے وا کند　　آتش افتد در دلے کو غیر عشقت جا کند

دمن آن شیر محمد را بسیار دیدہ ام مرید شیخ نصیر الدین اکبر آبادی بود۔ سماع بسے
موزون داشتہ نقشہاے ہندی نیک می بست و نیک می سراید وآن نقوش شہرت دارد
واندر مجالس سماع می گویند۔ وے اندر زمین مشرق برفتہ از دنیا در سال ہزار و
شصت واند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) وفاتِ خواجہ عبد الرزاق در سال ہزار و پنجاہ واند
است (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۱م) و قبر وے نزدیک بقبر خواجہ بادشاہ۔ خواجہ مسعود
پسر وے کسے خوبے بود۔ بعضے سخنان مجذوبانہ داشتے کہ کم فہم در آمدے۔ وے
گفتے کہ خواجہ خضر با من می آید وصحبت می دارد و ہم چنین بزرگان سلف را ہم گفتے۔
وے بہ نسبت شیخِ من گفتے کہ اگر مولوی جامی درین وقت بودے استفادہ علوم
معرفت و توحید از وے نمودے۔ وے بر من لطف داشتے۔ وفات وے در سال
ہزار و شصت واند است (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) وقبر وے نزدیک بقبر پدر وے۔

محمد شریف خان

پیرے بود باشکوہ، روشن طلعت صاحب وجد و حال۔ چشمے رنگین، رقیق القلب
وراندک سخن ذوقی بذوق سخت در آمدے۔ با شیخ محمد فضل اللہ و شیخ عیسی سندی
صحبت داشتہ واجازت از ایشان یافتہ۔ میر محمد مومن کہ از مشائخ کبار و کاملان

وقت بود از ولایت خلافت فرستادہ و از آن مرو ے را کشاد و بستہا ے این راہ نیک دست دادہ۔ و ے در اوایلِ حال لشکری بودہ است با معصوم خان کابلی مقرب و معزز بودہ و در آن مدت جنگہا ے عظیم دیدہ است و کارہا ے شجاعت بل تہور را بانصرام رسانیدہ۔ آخر الامر ترک نوکری کردہ بزاویہ خود نشست و تا آخر عمر با خواجہ ابرار صحبت داشت و استقامت نیک یافت۔ شبے در مجلس نکاح شیخ محمد دوست کہ دوستِ شیخِ من بود بصدق و راستی تصدق پوشیدہ بفقرا دادے۔ بس فہمیدہ بود۔ در سال ہزار و پنجاہ داند، رفتہ (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) روزے من با شیخ خود بودم۔ شیخِ من با خان بہم نشستہ بودند درین اثناء خواجہ ابرار در آمد و ہر سہ بزرگ یکجا شدند مجلسے بس با رونق بود و صحبتے بس خوبتر۔ من جوان بودم و اوایل صحبت من با شیخ من بود۔ وے اختیار این مضمون زدلم برزد

دیدار این سہ مرد مرا یاد حق نمود   آرے باجتماع ہمرا راست معرفت

درین وقت مرا بیتے یاد آمد از غزلِ خود کہ در تتبع گفتہ بودم، مطلع استاد این است۔

کہنہ شد خرقہ و تسبیح و مصلا ہر سہ   باید م میکدہ و ساقی و صہبا ہر سہ

و بیت من این کہ

تا بدیدیم رخ و سبزہ و لعلِ لب تو   یوسف و خضر و مسیحا شدہ یکجا ہر سہ

وفات محمد شریف خان در سال ہزار و سی داند است (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۱م) و قبر وے نزدیک بقدم گاہ مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ۔ امروز از وے پسرے ماندہ محمد ابونصر

بیک مرد و شاعر خوشگوی واز سلطانیان معزز۔ این غزل و رباعی از ویست

گلعذارم تا گذارے کردہ کاشانہ ام | بوے گل می آید از دودِ چراغ خانہ ام
شمع و گل را چون برخسارِ تو باشد نسبتے | در گلستان بلبلم، در انجمن پروانہ ام
ساغرِ چشم مدامت از شراب اشک تر | ہیچ گہہ در دور تو خالی نشد پیمانہ ام
ہر طرف آرد ہجوم اندوہ جان غافلم | سنگ طفلان ہر کجا بارد سرِ دیوانہ ام
بختِ من از دیدنِ من چشم می پوشد مگر | از براے بختِ خواب آلودہ خود افسانہ ام
شمع رویش ہر کجا پرتو فگن گردد بشور | مستعد سوختن ہمچون پرِ پروانہ ام

رباعی

آنم کہ قفایم ہمگی گشتہ چو رُو | خورشیدم نور می دہم از ہمہ سو
من آئنۂ سکندر و جامِ جمم | پوشیدہ نہان نیست زمن یکسرِ مو

ابوالفیض نبیرۂ خان کہ مردیست غریب و نیک نہاد، گفت۔ در آن مدتے کہ خان ترک نوکری نکردہ بود، روزے در برہانپور در مسجد شیخ عیسی درآمد، آن زمان شیخ برہان یکے مرید شیخ (عیسیٰ) قبضے داشتہ از دیدنِ خان در پسِ ستونے خزیدہ کہ لشکریش دانستہ۔ خان وے را دیدہ و بروے رفتہ و گفتہ اگر کسے قبضے داشتہ باشد نباید وے را کہ سلام گفتن را ترک کند و درین اثناء دست بر پشتِ وے فرود آوردہ است۔ برفور قبضِ وے برطرف گشت و بجاے آن حالت بسط پیدا شد چون پیش شیخ عیسی رفتہ۔ شیخ گفت۔ ہان، شیخ برہان محمد شریف خان قبض ترا چون برطرف ساخت۔ بدانکہ کہ در لباسِ لشکریان ہم این چنین مردم با معنی باشند۔ وہم وے

گفت کہ آن شیخ برہان امروز صاحب کمال است۔ وقتے کہ من بر دیدہ وے شدم در دل آوردم کہ از وے التماس کنم کہ اندرین مہمے کہ در پیش آمدہ است فتح بطرف من باشد و دیگر در رزق خود کشایشے یابم۔ وے از خانہ برآمد و اوّل سخنے کہ بمن گفت این بود کہ فتح این مہم می خواہی، و کشاد اندر رزق۔

شیخ محمد یوسف

بن شیخ عبدالوہاب[1] بخاری از اولاد سید جلال الدین مخدوم جہانیان است۔ عالی فطرت بود و بلند ہمت۔ معاملت سخت نیک، اخلاق و اطوار ستقیہ داشت۔ شرافت و نجابت خاندانِ وے در ہندستان ازان مشہورتر است کہ احتیاج بایراد داشتہ باشد۔ وے صاحب سجادہ پدرِ خود است۔ مجمع فضائل و کمالات و مقامات بود و مرجع اکابر و علماء و امراء۔ گویند در اوایل وے را از غایتِ بلند ہمتی، استغنائے عجیب و بے تعلقی نادر دست دادہ بود۔ چنانچہ پارچہ ہائے قبائے زرّین مکلّف را در آتش انداختے و بحضور خود خاکستر ساختے و ہم از بالائے بام ظرف (ظروف) چینی را در صحن سرا افگندے و از آواز شکستن آن محظوظ گشتے۔

---

[1] حاجی سید عبدالوہاب از اولاد سید جلال بخاری۔ بہ تقریبی بہ دہلی تشریف آوردو سلطان سکندر را بہ وے اعتقاد درست پیدا شد۔ آن جناب تفسیر قرآن نوشتہ کہ تمام قرآن را بہ نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرود آوردہ۔ در سال ۹۳۲ھ/۱۵۲۵ء وفات یافت۔ "شیخ حاجی" تاریخ وفات ایشان است۔ مزار مبارک در دہلی ہمنا است (ذکر جمیع اولیاء دہلی)

نیز گویند۔ وقتے خانخانان بیرم شیشہ قیمتی کہ بصد و چند روپہ ساختہ بود بوے فرستاد۔ وے درتہہ خانہ نشستہ بود، خدمتگارے بوے می برد۔ ناگاہ از کجلک دقابی پایش بلغزید و شیشہ در افتاد و بشکست۔ خدمتگار سراسیمہ گشت ولرزہ در اندامش افتاد۔ وے آہ برآوردہ و رو بآسمان کرد و گفت خداوند بحرمت شکستگی خاطر این جوان بر یوسف رحمت فرمای و خدمت گار را بتلطف خوش کرد و بخانخانان نوشت کہ شیشہ بسلامت رسید خوشوقت شدیم، چون ماجرا بخانخانان رسید آفرین کرد و معتقد گردید۔

نقل است کہ روزے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بر سرِ مائدہ طعام بود۔ غلامے آشِ گرم می آورد پایش بلغزید، آش بر روے (لباس) امام افتاد غلام بلرزہ درآمد۔ امام از راہ تادیب نہ از راہ تعذیب در وے دید۔ وے خواند" الکاظمین الغیظ "امام گفت۔ غصہ را فرو خوردم۔ وے بخواند" والعافین عن الناس " گفت، عفو کردم گناہِ تو۔ وے تتمۂ آیۃ برخواند" ان اللہ یحب المحسنین "امام فرمود کہ از مال خودت آزاد کردم۔ من جمال با کمال محمد یوسف را بسیار دیدہ ام واز شان لطیف وے محظوظ گردیدہ۔ وفاتِ وے سال ہزار وبست داند است (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۲ء) وقبر وے در روضۂ بخاریان کہ در سراے شیخ عبداللہ قریشی کہ از اولاد شیخ بہاء الدین زکریا (ملتانی) است قدس اسرارہم۔ من بر قبور بزرگانے کہ اندر آن روضۂ پر انوار آسودہ اند بارہا گردیدہ ام۔

شیخ عبدالوہاب

بن شیخ محمد یوسف بن شیخ عبدالوہاب بخاری۔ وے صاحب سجادہ پدر خود است۔ عالم است بعلوم ظاہر و علوم سلوک این قوم۔ صاحب اخلاق است و گیرا۔ بسا تلامذہ مستعدان از صحبت وے مستفید اند، و وے بر سر افادۂ علوم دینیہ مشغول۔ وے در سال ہزار و شصت واند (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) با جمعے کثیر بسفر حج رفت و بشرف حرمین محترمین مشرف گشت و باز با جمعیت صوری و معنوی در وطن خود بدہلی رسید۔ من از ایام خرد سالی وے وے را می بینم۔ آثار و برکات و انوار و آیات از وے پیدا است۔ و من در ایام صبا سالہا در محلہ بخاریان باشیدہ ام کہ پدر من با شیخ فرید بخاری بود۔ پدر من گفتے کہ جد شیخ عبدالوہاب را دیدہ ام جواد بود و کریم، آوازۂ سخاوت وے تا بملک ولایت رسیدہ و قلندران آن دیار بوے می آمدند، و درشتیہا می کردند۔ برائے امتحان تکالیف ما لا یطاق می نمودند۔ وے با وجود حکومت دہلی و شان بزرگ، تحمل این ہمہ می کرد و ہر کدام را بمطلب می رسانید۔ وفات وے در سال ہزار و ہیژدہ است (۱۰۱۸ھ/ ۱۶۱۰م) و ہم پدر من گفتے کہ در ایام حکومت وے ملاحان آمدہ گفتند کہ شور دریا۔ چون نزدیک گنبد خواجہ خضر کشتی شکستہ افتادہ است و چوب از صندوق ظاہر شد۔ وے جمعے را فرمود تا بیاورند۔ آن تابوت بود کہ طول آن مقدار دہ گز بودہ و عرض آن کم از آن۔ چون آوردند، کشتی دیدند بوسیدہ و خاک شدہ و ریختہ و مردہ جمیع اعضا درست ماندہ مگر آن کشتی ہزار پیش (ریزہ) خاک شدہ و ریختہ۔ وے با

جمعے اکابر و اعیان شہر آن تابوت را در جوار قدمگاہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم بُردہ (و) دفن کردند۔ پس از آن وے بحاضران گفت کہ بر این مرورِ روزگار بسیار گذشتہ است و عجیب کہ ریختہ نہ شدہ۔ بہتر آنست کہ جمیع مردم در استکشاف احوالش استخارہ ہا کنید تا چہ ظاہر شود۔ چون شب در آمد شیخ بہاء الدین غوری کہ عزیزے بود صالح و بزرگ و راقم این حروف او را دیدہ بود، آن مردہ را در خواب دید و از ماجرای احوال وے پرسید، گفت۔ من در عہد سلطان علاء الدین لشکری بودم بدرگاہ شاہ۔ و ہمہ اعمال و افعال من بر موافقت شریعت و طریقت بودہ است و ہیچ جاندارے را نرنجانیدہ حتیٰ کہ نوکران خود را کارے نمی فرمودم کہ بر آن ہا گران می آید۔ این حالت من از آن کم آزاریست۔ باز پرسیدم کہ انگشت پاے شما چون بوسیدہ شد، گفت۔ روزے محتلم شدم و غسل می کردم کہ اتفاقاً ہمان وقت بادشاہ سوار شد مرا می بایست ہمراہ رفت (رفتم و در عجلت انگشت پاے مرا خشک ماند) بدین انگشت پاے من (بوسیدہ شد وجہ) این است۔ و ہم پدر من گفتے کہ من از عزیزے قصہ آن رفتم قدمگاہ چنین شنیدہ ام کہ وقتے جمعے کفار از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معجزہ خواستہ اند کہ فلان زمین گِل ولاے (قدم) را منجمد سازد۔ چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدم مبارک بدان گِل نہادند ہمہ آن زمین سنگ گشتہ و نشانِ ہر دو قدم در آن سنگ ماندہ۔ قدم گاہ راست را در عرب داشتہ اند، چپ را سید جلال الدین مخدوم جہانیان بیاوردند۔ سلطان فیروز خلجی چند فرسخ پذیرہ آن برآمدہ و فرا سر برداشتہ بمنزلِ خود بُردہ و از آن جا کہ بر سر داشتہ دہے آباد نمودہ ست مومند نام و الآن آن دہ در تملیک این بخاریا نسبت و سلطان فیروز در وقتے خوش

بفتح خان پسر خود گفتہ ہر مرادے کہ در خاطر داردازمن بخواہ(خیال کردہ کہ) مرادِ وے ہمین بادشاہی خواہد بود۔ وے گفتہ نشانِ قدم مبارک بر خاکِ من نصب سازند۔ بادشاہ متحیر گشت چہ این مراد برائے خود خواستہ بود تا ہم چنین گفت از من و تو ہر کہ پیش بمیرد بر سینہ وے دارند۔ فتح خان برخاست و زفقرائے مجذوب آرزوے رفتن خود خواست آخر نیت بدل کارگر آمد و برفت از دنیا۔ سلطان بنا بر عہدے کہ بستہ بود بر سینہ وے داشت والآن آن زیارت گاہ عالمیان است۔

برزمینے کہ نشانِ کف پائے تو بود　　سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

در "اخبار الاخیار" است کہ در "تاریخ فیروزی" می نویسد کہ مخدوم جہانیان درعہد سلطان فیروز کرات از محروسۂ اُچہ بدہلی آمدہ و سلطان مراسم اعتقاد و اخلاص انچہ باید بجای آوردند۔ پوشیدہ نماند کہ مخدوم جہانیان در سال ہفت صد و ہشتاد و پنج (۷۸۵ھ ۱۳۸۳م) برفتہ از دنیا و سلطان فیروز ہفت صد و ہشتاد و نہ (۷۸۹ھ ۱۳۸۷م) "فوت فیروز" تاریخ وے و ملاقات ہمد گر ہم مقرر شد پس غالب آنست کہ مذکورہ بالا قصۂ قدمگاہ وقوع داشتہ باشد و اللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

شیخ عبدالرحمٰن سنبھلی

مرید شیخ تاج الدین سنبھلی است۔ صفائی ظاہر و باطن بکمال داشت۔ در طریق معاملت یگانہ بود۔ دایم بشغل نقشبندیہ مشغوف۔ آثار و برکات از وے بسیار ظاہر بود۔ عمل بعزیمت نمودو از رخصت ہا و بدعت ہا احتراز کردے۔ قریب بدو

قرن پاے ہمت بدامان قناعت درآوردہ برجا نشست و بخانہ اہل دنیا وغیر آن
نشد۔ واز خانہ ہیچ کس طعام نخورد۔ مرجع فقراء ودرویشان واکابر واصاغر بود۔
اغنیاء وحکام بدیدار وے تبرک می جستند۔ اخلاق سخت نیک داشت۔ دراوایل شیخ
تاج الدین تعریف جوانے طیار را کہ با آن خواجہ بیرنگ نوشتہ وایشان در جواب
نوشتہ اند کہ آنجوان طیر را ہمراہ آرید، مراد از آن جوان ولیست۔ دراوایل صحبت
شیخ تاج الدین ر بغنیت کہ باوے غبارے وغبار خاطرے بودہ است۔ آخر
الامر غبار برخاست وشیخ از منہ عکرمہ خوشنودی گفتہ فرستاد۔ وے گفتہ کہ دراوایل
شیخ تاج الدین بصحبت خواجہ بیرنگ رسیدم واز عنایت ایشان بہرہ مند گشتم
چندگاہے بخواجہ ابراہیم (ابرار ہم) ہجرہ بودم مرا رابطہ صورت خواجہ بیرنگ در
گرفت خواجہ برار مطلع شدہ مرا گفت ترا حفظ صورت شیخ خود باید کرد ودرین اثناء
خواجہ بیرنگ مرا طلبید وفرمودند اگر صورت ما بیدید، بہ نخواہی کرد۔ وہم وے گفتہ
روزے با خواجہ بیرنگ طعامے می خوردم، گوشت سخت خام بود، بخاطر آوردم کہ چہ
شدے کہ این گوشت در (از) نظر ایشان نرم شدے پس از آن ہمہ گوشت را مثل
پنبہ نرم یافتم۔ وہم وے گفتہ۔ روزے تاجرے پُر از نخوت وغرور خواجہ بیرنگ را
بے دلی کہ باید نہ گفت، گفتن گرفت از شنیدن آن شیخ تاج الدین بہم برآمدہ
تنگدل برخاست وپیش ایشان آمد ایشان دریافتند وپرسیدند حال چیست؟ شیخ بے
دلی آن تاجر بعرض رسانید۔ فرمودند، آشنا سے ہست وے را بحضور خود طلبیدند
چون نظر وے بر جمال مبارک ایشان افتاد بے اختیار سجدہ کنان وبہ نیاز تمام بر

خاکِ ادب نشست و غیر از عجز پیش نیاورد۔ چون رخصت شد ایشان تبسم فرمودند، ہاں شیخ تاج الدین انتقام شمارا از آن متکبر چون گرفتم۔ وہم وے گفتہ شیخ تاج الدین مدامے کہ در خدمت خواجہ بیرنگ بودے خود را از جمیع نسبت و کیفیت خالی ساختے و فقط بصحبت و دیدار ایشان پرداختے۔ وہم وے گفتہ کہ وقتے با صاحبی کہ آشنائے من بود، مرا از راہ ضرورتے، اتفاق مرافقت افتاد۔ چون بدہلی رسیدم خواجہ ابرار، حجرا پرسید انچہ (بود) گفتہ شد۔ گفت۔ فلانے تا بتوانید خود را ازین مردم دور دارید۔ این حرف بسیار کارگر آمد۔ وہم وے گفتہ کہ روزے برخصت وطن بخدمت خواجہ بیرنگ شدم۔ ایشان برچارپائی استراحت داشتند۔ عادت ایشان نبود کہ دست کسے را پائے خود برساند۔ مرا واگذاشتند تا بمراد دل برسیدم و خوشوقت گردیدم و روانۂ وطن شدم۔ وے نام مبارک خواجہ بیرنگ ہمیشہ (از روے صدق و محبت برزبان داشتے و بحبت یاد آوردے و گفتے مرا یقین تام است کہ ہر کہ خواجہ بیرنگ را یک نظر از روے صدق دیدہ او را نجات ست۔ در "نفحات الانس" است کہ محمود سبکتگین بسر قبر بایزید (بسطامی) شد۔ درویشے دید درآن جا۔ گفت ازین استاد شما چہ گفتے۔ گفت وے گفتے ہر کہ مرا بہ بیند وے را آتش نسوزند۔ محمود گفت این ہیچ نیست ابوجہل مصطفیٰ را دید صلی اللہ علیہ وسلم وے را بسوزانند۔ آن درویش گفت۔ اے امیر او برادرزادۂ ابوطالب را دید نہ پیغمبر خدا را، وگرنہ وے را نسوختندے۔ شیخ عبدالرحمن در مدح خواجہ بیرنگ اشعار دارد۔ این بیت از انست

آن خواجۂ ما کہ نور پاکست　　یا رب ز کدام آب و خاکست

درتاریخ وفات ایشان قطعہ گفتہ۔ این مصرعہ تاریخ آنست۔ مصرعہ

بند را بگسست ثانی نقشبند

وو ے را باشیخ من اخلاص نیک بود و پیوستہ از روے محبت بیاد آوردے وگفتے گلوے مبارک خواجہ بیرنگ وگلوے وے ہم رنگ بودہ است۔ اتفاقات ملاقات من باوے در ایام جمعہ در مسجد جامع وعیدین گاہ بودہ است۔ آن جا بایاد خواجہ بیرنگ و مطالعہ رسائل تصوف شیخ من صحبت باوے نیک کردہ بودے۔ و وے مرا بسیار دوست گرفتے وگفتے اندرین شہر چون تو ہیچ آشناے ندارم۔ یکبارے من از پیش شیخ خود سنبھل آمدم وآن سال فوت وے بود من بنماز جمعہ شدم وے بنماز نرسید ضعفے داشت چون از نماز فارغ گشتم دیدم کہ وے آمدہ است وعقب من نشستہ، در یافتم و پرسیدم شیخا! حال چونست۔ گفت ضعفے داشتم کہ بنماز نتوانستم رسید لیکن بجہت تو بمحنت رسیدہ ام۔ وقتم خوش گشت ومعلوم شد کہ وے نیت خود را درست ساخت براے (عذر) نماز جمعہ وہم براے حق محبت۔ در "نفحات الانس" می آرد کہ عبداللہ احرار ہم سفر با بست کس از مریدان عزیمت مکہ داشتند۔ براے منزلے بقریۂ رسیدند کہ تا بمکہ ہنیر دہ میل ماندہ بود گفت یا اصحاب "اسعد کم اللہ" گفتند اے استاد کجا می روی ومیان تو ومکہ اندکے ماندہ است گفت من از روے نسبت مشائیہ شما آمدہ ام تا باین جا خاطر من بہمراہی شما خوش بود اکنون سفرے باز (پس) می کنم واز آن جا نیت حج خواہم کرد وبشما می خواہم رسید شاءاللہ تعالیٰ۔ درآن وقت تا موسم حج پنج ماہ ماندہ بود۔ انتہی۔ من در بیماری آخر شیخ عبدالرحمن

بعیادت رفتم۔ وے اولاً خود را بمددِ دیگران باوجود ضعفِ تمام از چار پایہ فرود آورد۔ گفت چون تو کسے اگر بیاید مرا واجب است کہ فرود آیم۔ و نیز گفتہ ہر قدم کہ نہادی بر سر ماست۔ ودرآن وقت ہیچ حسے وحرکتے در اعضائے وے نماندہ بود الاّ بچشم وزبان۔ یادِ خواجہ پیرنگ وشیخِ من بمیان آمد۔ خوش وقت گشت ودراثنا سخن گفت فلانے حیف کہ حبِ جاہ در گور وکفن از سر نمی رود کہ کفن چنین باید وگور چنان۔ وسخنان دیگر بمیان آمد کہ آخر را بکار آید آخر من از وے فاتحہ درخواستم (فاتحہ) خواند و بگریہ درآمد ومرا گریان کرد وگفت ترا بخدائے کریم سپردم۔ ووے در ماہ رمضان کہ مرض اخیر داشت آن چنان ضعفی کہ گذشت وعمر وے ہشتاد واند کشیدہ بود ہیچ روزہ نخورد وہیچ نمازے از وے متروک نشد ووے ہیچ عملے از اعمالِ شریعتِ مطہرہ فرو نگذاشت "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" ووے پیش از رفتن چند روزے در خوب دید کہ شیخ وے شیخ تاج الدین آمدہ است ووے پذیرہ برآمدہ۔ شیخ بوے اشارہ بعمارتے مصفا کہ درچمنے بس باطراوت واقع است اشارہ می کند و می فرماید از روے بشارت ولطف تمام کہ این جای برائے تست۔ شیخ عبدالرحیم برادرِ وے گفت آن شبے کہ وے خواہد رفت در اوّل شب بما وپسرانِ خود گفت۔ شمارا بخدا سپردم۔ وبحالت استغراق درآمد۔ دانستند برفت۔ ووقتِ سحر کلمہ از زبان برآورد و برفت۔ روز پنجشنبہ ہفتم ماہ شوال از سال ہزار وشصت و ہفت (۱۰۶۷ھ/ ۸راگست ۱۶۵۷م) من در تاریخ وے گفتم

شیخ اہل طریقت و کامل عبدرحمن کہ داشت قدر بلند

پنجشنبہ و ہفتم از شوال بجنان رفت زین سرای نژند
ہمگی عمر با محبتِ حق ماندہ خورسند رفتہ خود خورسند
سال تاریخش از خرد جستم خردم گفت "شیخ بے مانند"

سید محمد سرسوی کہ ذکر وے خواہد آمد گوید کہ در وقت رفتن وے من در سرسی بخواب دیدم کہ مرا رامی گوید بیا و با ما ملاقات نمای۔ چون روان شدم و بسنبھل رسیدم دیدم کہ وے رفتہ است۔ روزے کہ وے را دفن کردند ترشح باران بود بس با طراوت و لطافت۔ من این حرف را در وقت ملاقات بشیخ خود گفتم۔ گفت ترشح باران علامت قبولست۔ بعد از دفن وے در ہمان روز شیخ حسین سنبھلی کہ ہم ذکر وے خواہد آمد در خوابش دید کہ در آنچنان چمنے و عمارتے کہ وے بخواب دیدہ بود با بس فخر بر چار پایہ دراز کشیدہ پان میخورد۔ پرسید شیخا! چہ حال داری؟ گفت خوشم و محظوظ۔ باز گفت مرا می شناسی گفت آرے می شناسم تو شیخ حسینی۔ شیخ حسین دانستند کہ وے از دنیا برفتہ است خواست کہ از احوال آن عالم پرسید۔ بنماز دیگرش بیدار کردند۔ شیخ عبدالرحیم گفتہ کہ روزے وے بر سر چاہ باغ خود نشستہ بود بنگاہ آب او برجوشید و در ساعتگی بالب چاہ برابر شد و باز چنان کہ فرا آمدہ بود فرو نشست۔ امروز شیخ محمد علی پسر وے برجاے اوست۔ صالح و تالی قرآن و منزوی۔ با شیخ من صحبت دارد و شیخ من وے را خواجہ محمد علی می گوید۔ و سید ہاشم سنبھلی از جملۂ طلاب شیخ عبدالرحمٰن است صالح و غریب۔ با من آشنا است و تاریخ رفتن وے در ذکر شیخ حسین محمد ایراد یافتہ و پدر (او) سید علی اکبر از نیکان بود۔ من وے را دیدہ

بودم درسال ہزار و چہل و شش برفتہ (۱۰۴۶ھ/۱۶۳۷ء) شیخ عبدالمومن سنبھلی از خاص یاران شیخ عبدالرحمٰن، مردیست فہمیدہ و سنجیدہ و اہل این کار و از معتزز سلطانیان۔ گوید کہ من از آوان شباب صحبت وے داشتہ ام۔ پس از آن مرید شدہ و از الطاف و عنایات وے بہرہ ور گشتہ و بسا احوال غریبہ و اسرار عجیبہ از وے مشاہدہ نمودہ تفصیل آن سخنان بطول می کشد۔ روزے بوے شدم۔ وے اندرون بود۔ من احیاناً کاغذے کہ درزیر قلمدان وے بود برآوردہ خواندم کہ مسودہ است کہ بشیخ تاج الدین شیخ خود نوشتہ بدین مضمون کہ حق سبحانہ تعالیٰ از توجہ شیخ اکثرے از مقامات سلوک طریقت عطا فرمودہ و بر ہمہ عبورے فرمودہ لیکن مرتبہ ضمن گرفتن بیمارے را کہ در طریقہ خواجہ ہائے بزرگواران است ہنوز صورت نہ پذیرفتہ۔ انتہی۔ من آن مسودہ را آن جا گذاشتم و تفہیم شد کہ وے مستحق آن شدہ کہ مرتبہ ضمن (گرفتن بیماری را) نصیب وے خواہد گرد۔ و این حال است کہ یکے را از اہل این راہ کہ منزل سیر الی اللہ طے کردہ اند (است) و بمقام سیر فی اللہ رسیدہ، دست می دہد۔ پوشیدہ نماند کہ معنی ضمن گرفتن بیمارے را کہ در طریقہ نقشبندیہ متقرر است مجمل آنست کہ بعضے کمل اولیاء بر سر بیمارے کہ با یشان رابطہ خلاص و محبت راسخ دارد می نشیند و متوجہ بوے می شوند و وے را بمنزلہ بعضے اجزاء خود می گیرند و وے از آن بیماری مخلص یافتہ بحیات تازہ مشرف می گردد۔ چنانچہ در ''نفحات الانس'' است کہ حضرت خواجہ احرار ادام اللہ تعالیٰ بقاءہم فرمودند کہ حضرت مولانا نظام الدین خموش یکے از اکابر سمرقند کہ نسبت بما خلاص و محبت و ارادت بسیار

داشت، بیمار شد و مشرف بر موت گشت۔ فرزندان و متعلقان وے نیاز مندی بسیار کردند۔ مشغولی کردم دیدم کہ وے را امکانِ بقا و حیات نیست مگر در ضمن وے را در ضمن۔ گرفتم و صحت یافت۔ بعد از چند گاہ نسبت بما تہمتے واقع شد کہ مقتضی باہانت و اذاں ہ گشت و آن شخص بتوانست کہ در آن باب سعی نماید و آن را دفع کند لما خویشتن داری کرد و خود را بآن نیاورد خاطر ما از وے گرفتہ شد و وے را از ضمن اخراج کردیم بیفتاد و بمرد۔ صاحب ''رشحات'' این نقل را از ''نفحات الانس'' می آرد و در عقب آن می نویسد کہ پوشیدہ نماند کہ آن بزرگ از اکابر سمرقند کہ در بارۂ خدمت مولانا خویشتن داری کردہ خواجہ عصام الدین شیخ الاسلام سمرقند بودہ است و آن تہمت و اہانت کہ بخدمت مولانا رسیدہ بواسطہ فرزند ایشان بودہ است کہ بدعوات و عزایم خواندن و تسخیر جن منسوب بود و از آن جہت بمعظمات اہل حرم بر گشتے و جمعے از ارباب غرض وے را بصحبت بعضے از اہل حرم نسبت می کردہ اند و تہمتے می نہادہ و شکایت از آن حال بسمعِ الغ بیگ رسانیدہ اند و فرزند خدمت مولانا فرار کردہ و اثر شامت آن شکایت و تہمت بخدمت مولانا نظام الدین نیز سرایت کردہ۔ میرزا الغ بیگ را غیرت شد و بغضب بر چہرہ تمام تر خدمت مولانا را طلبیدہ۔ قاصدان ایشان را سر برہنہ در عقب اسپ سوار ساختہ بودہ اند و نزدِ میرزا الغ بیگ بردہ۔ ایشان در باغ میدان جائے نشستہ بودہ اند و سر پیش افگندہ مراقبہ داشتہ اند کہ میرزا الغ بیگ از پیش ایشان گذشتہ بر خاستہ اند۔ بعد از آن میرزا ایشان را طلبیدہ و سخنان عتاب آمیز کردہ۔ خدمت مولانا نظام الدین فرمودہ کہ جواب این ہمہ سخنان یک کلمہ است می گویم۔ من

مسلمانم اگر باور داری خوب و گرنہ ہر چہ خاطرت می خواہد بفرما (کہ مرا ازین مرگ ہیچ اصداع نیست) مرزا از آن سخن متاثر شدہ فی الحال برخاستہ گفتہ کہ وے را بگذارند۔ ایشان می فرمودند کہ بعد ازین بے ادبی بمرزا الغ بیگ شکست و تشویش بسیار رسید و دران ایام پسر وے عبداللطیف میرزا وے را کشت۔

خواجہ نظیر

وے مشہور بخواجہ نذیر است در طریقت و معاملت نیک۔ در طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اجازت داشت۔ جمعے از یاران وے مشغول این کار بودند۔ در صحبت وے تاثیرے بود۔ صحبت نورانی داشت۔ من وے را در شہر اجمیر دیدم در سال ہزار و سی و شش (۱۰۳۶ھ ۱۶۲۷م)۔ چون وے دانست کہ من از جملہ نیازمندان این طریقہ ام و شیخ احمد سرہندی شیخ من است گفت شکایتے از شیخ احمد بمیان آوردہ گفت شیخ را نبایست کہ سخنان شطح را بحدے رساند کہ بادشاہ وقت و مشائخ زمان در سوزش آیند و وے این قدر مدت بقلعہ گوالیار محنت بکشد من در جواب وے گفتم کہ اگر کسے اندکے انصاف داشتہ خواہد بود شیخ بد نخواہد گفت چہ وے بعضے از مکاشفات خود را بشیخ خود، خواجہ بیرنگ نوشتہ بودند و آن را جمعے از حاسدان و اصحاب غرض بعبارتے و مطلب مخالف بیان پیش بادشاہ رسانیدہ و بادشاہ وے را بگوالیار فرستاد۔ لیکن وے در آن جا با جمعیت تام بودہ، حافظ کلام مجید شدہ۔ و اکثرے از مسلمانان کہ در آن زندان بودند مرید وے گشت و بدولت

شغل باطنی مستفید شدہ۔ مکاتیبے کہ وے بمریدان خود نوشتہ است۔ (برین شاہد عدل اند) آخرالامر بادشاہ چون دانست کہ وے از کاملان است واین رنج تا حق بوے رسیدہ از گوالیارش طلبیدہ عذر خواست و باعزاز باز بوطنش فرستاد۔ ودرین ضمن سرّے بودہ است کہ او سبحانہ داند وبس۔ اما انکار عامیان کہ نسبت او یہ اللہ واقع است آن را علاجے نیست چنانچہ بزرگے گفتہ۔ شعر

قیل ان اللہ ذو ولد　　قیل ان الرسول قد کہنا
ما نجا اللہ والرسول معا　　من اللسان الہوی فکیف انا

ازین معنی دیدم کہ خواجہ نذیر (پہ غیض) آمد وبادا ے من گفت کہ شیئے از مکتوبات را فرامدی۔ پیوستہ من نقل آن مکتوب کہ بخواجہ ہیرنگ نوشتہ اند با خود داشتم برخواندم ساکت شد۔ واین است خلاصۂ آن مکتوب۔ چون از جانب حضرت مامور بود "امتثالا للامر" در بعضے امور جرات وگستاخی نمودہ ام۔ مصرعہ

من ہمان احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

ثانیاً معروض آنکہ در اثناء ملاحظۂ آن مقام مرۃ ثانیہ مقامات دیگر "بعضہا فوق بعض" ظاہر شدند بعد از توجہ بہ نیاز وشکستگی چون بمقام فوق آن مقام سابق رسیدہ شد معلوم شد کہ این مقام حضرت ذی النورین است وخلفاء دیگر نیز در آن مقام عبورے واقع شدہ است واین مقام ہم مقام تکمیل وارشاد است۔ وہمچنین دو مقام فوق ہم کہ اکنون مذکور می شوند وبالاے آن مقام مقام دیگر در نظر آمد۔ چون بآن مقام رسیدہ شد معلوم گشت کہ آن مقام مقام حضرت فاروق است وخلفاء

دیگر را ہم در آن جا عبورے واقع شدہ است وفوق آن مقام مقام حضرت صدیق اکبر ظاہر شد" رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین "بآن مقام نیز رسیدہ شد واز مشائخ خود حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس را در ہر مقامے باخود ہمراہ می یافت۔ وخلفاء دیگر را ہم در آن مقام عبورے واقع شدہ است تفاوت نیست الّا در عبور ومقام ومرور وثبات وبالائے آن مقامے ہیچ مقامے مفہوم نمی شود الّا مقام حضرت رسالت خاتمیت "علیہ من الصلواتِ اتمامھا و من التحیات اکملھا "ومحاذی مقام حضرتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقامے دیگر نورانی بس بشرف کہ ہرگز مثل آن در نظر نیامدہ بود ظاہر شدہ اند کے ازان مقام ارتفاع داشت چنانکہ صفہ را از روے زمین بلندی سازند ومعلوم شد کہ آن مقام مقام محبوبیت است وآن مقام رنگین ومنقش بود، خود را ہم بانعکاس آن مقام رنگین و منقش یافت۔ اطراف را در گرفت وحضرت خواجہ بزرگ در مقام صدیق اند۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وخود را در مقام محاذی آن می یابد بکیفیتے کہ معروض داشت۔ انتہی۔ و ہمدر آن سال از چین بہ اکبرآباد آمدم۔ آن جا عزیزے دیدم حافظ محمود نام۔ وے ہم در گفتگوے سخنانِ مذکورہ شیخ احمد بود چون خواجہ نظیر ودر جمعہ علماء وفضلاے آن بحث بدر ز آوردہ۔ مر ہر سوالے و جوابے کہ بخواجہ نظیر درمیان شد، بوے شد مجلسیان از روے انصاف قبول داشتند ووے ہم موافق حوصلۂ خود دریافت

ترا چنان کہ توئی ہر نظر کجا بیند بقدر دانش خود ہر کسے کند ادراک

پس از آن من بحسب تقدیر الٰہی باجمیر رفتم۔ چندگاہ بروضۂ مقدسۂ حضرت

خواجہ معین الدین حسن سجزی قدس سرہٗ گذارندم۔ وسعادت اندوز شدم۔ در آن جا دوتن دیدم۔ شیخ فضیل و شیخ مہتا۔ شیخ فضیل ہمہ کاروبارش بزہد و ورع آراستہ بود ومعاملت نیک۔ لیکن بُوے از توحید نداشت۔ روزے من از راہ نیاز در طلب محبت حق از وے فاتحہ درخواستم کہ در آن مدت شوقِ عالی در سر داشتم وشورے عالی در دل۔ وے فوراً بر من این مصرعہ را فرد خواند۔ مصرعہ

فکر معقول بفرمائی گل بے خار کجاست

وے را دیدم کہ بر ہمہ معاملت ومکالمت بر ظاہر شریعت داشتہ است وبس۔ بعدہٗ از شیخ مہتا پرسیدم صاحب فنومستی کہ بمعاملتِ ظاہر متوجہ ومتقید می باشد چون است؟ وے گفت۔ باوجود مرتبۂ فنا معاملت ظاہر ہیچ در کار نیست کارے کہ ہست ہمی کار باطن است وبس۔ من بخاطر آوردم کہ اگر اتفاق وایں دوتن را در باطن وظاہر جمع نمودہ آید، کمال ہمین است وبس۔ شیخ من گفتہ، خبر محض نیست ومحض قدر ہم نے، چنانچہ امام جعفر صادق اشارہ فرمودہ۔ گویند یکے از موحدان کہ درین روزگار شایع شدہ اند باجمیر رسید واز مردم آن جا پرسید کہ درین جا ہیچ فقیر ہست کہ بعبادات وطاعاتِ ظاہری کار نداشتہ باشد۔ شیخ مہتا را نشان دادند، بوے شد وصحبت داشت ومعتقد گشت ووے را در کاملان گرفت وبایاران خود گفت کہ باعتقاد ما مردم کامل ہمانست کہ از وے ہیچ اعمال ظاہری و فعل صوری اصلا ظاہر و پیدا نگردد۔ شیخ من چون این سخن بشنید بر موافقت آن مثلے رنگین آوردہ آنست کہ روزے مردِ سادہ از مردم ہوشیار شنید کہ ہرگاہ وزدے بخانۂ کسے میرود،

کار خود را بہ آن چنان سبک پائی می بر آرد کہ ہیچ حرکتے وحتے از وے بگوش صاحب خانہ نمی رسد آن سادہ دل شبے بیدار گشت وآن سخن بیادش آمد و گوش فرا ہر سو داشت۔ ہیچ اثرے از دزد نیافت۔ شمشیر از نیام برکشید و فریاد برداشت: بدوید۔ ہمسائگان گرد آمدند و پرسیدند حال چیست؟ گفت من از مردم معتبر شنودم کہ ہرگاہ دزد بخانہ کسے می رود کارِ خود ر بہ آن چنان آہستگی می کند کہ ہیچ اثرے از وے پیدا نمی شود۔ چون بیدار گشتم و گوش بہر سو داشتم ہیچ اثر نیافتم۔ دانستم کہ دزد آمدہ است، این بود کہ فریاد کردم۔ وہم شیخِ من گفتہ حاشا کہ توحید منافی اعمالِ ظاہرہ بود، باطن مستغرق وحدت است وظاہر ہمیشہ محتاج بشریعت۔ وہم شیخ من گفتہ کہ باطن گرفتار غیب الغیب باشد کہ آنجا از اسم وصفت اثرے نیست واز تعین وظہور نشانے نہ۔ وظاہر در مشاہدہ اسماء صفاتِ اُو در تعین محظوظ باشد۔ ہمہ او را باید دانست وبے ہمہ اورا (باید) دید۔ ہمہ اوست واز ہمہ منزہ است۔ وہم ظاہر است بجمیع صفت وتعینات وہم منزہ است از ہمہ، بلکہ مطلق است از ہمہ اعتبارات، چہ عتبار تنزیہہ وچہ اعتبار تشبیہ چہ اعتبار اطلاق وچہ اعتبار تقید۔ این حقیقت کُلیہ در اصطلاح صوفیہ مسمی است بہ حدیت بلا تعین۔ مرمیٰ انظار سالکان طریقہ نقشبندیہ این مرتبہ است۔

خواجہ جمال الدین حسین

پسر بزرگ خواجہ ابرار خواجہ حسام الدین احمد است۔ نسبتِ عالی پدرِ خود درست

می کند۔ نور فراست و لطافت از طلعت وے ظاہر و پیدا است۔ ہمت اعلیٰ دارد و اخلاق نیک۔ در معاملت مستقیم است۔ و در طریقت راسخ۔ با شیخ من رابطہ اخلاص و محبت تمام دارد۔ و شیخ من اجازت ارشاد در طریقۂ نقشبندیہ بوے عنایت کردہ۔ و ہم شیخ من رسالہ "نور وحدت" از خاص مصنفات خود در علم توحید نوشتہ بوے عطا فرمودہ۔ شیخ من اندر آن رسالہ می نویسد کہ ہر چہ بعد مشہود آمد و در ذات پوشیدہ بود۔ بعد از آن انچہ پوشیدہ بود در ذات او در علم اول و در ظہور ثانی جلوہ فرمود۔ ذات رنگ او گرفت و او رنگ ذات و آنچہ پوشیدہ بود در ذات متصبغ عین ذات بود کہ غیر شے (ذات) در شے بنود۔ پس آن ذات خود بخود معاملت کرد و عاشقی ورزید و بندگی و خدائی درمیان آورد و کارخانہ ازلی و ابدی برپا کرد۔ خواجہ جمال الدین حسین لطفے و عنایتے کہ بر من دارد زیادہ از گفت و نوشت است۔

خواجہ سراج الدین محمد

وے ہم پسر خواجہ حسام الدین احمد است و نبیرۂ شیخ الہداد ولی بی دولہ کہ ذکر شان گذشت۔ خواجہ ابرار تربیت وے از راہ ظاہر و باطن کردہ و وے در علوم ظاہر و علوم باطن از مہین شاگردان شیخ من است و داماد شیخ من۔ عالی فطرت است و بلند ہمت۔ امروز بس مردم غریب ماوراء النہر و بدخشان در ظل عنایت وے بہرہ مند و مرزوق اند۔ خدمت فقرا و مساکین بجان بجا می آرد۔ کار کشاد بسا آشنایان و دوستان در درگاہ صاحب قرانِ ثانی بوسیلۂ وِلیت و وے معزز سلطان است۔

وے را گوشۂ خاطریست با من کہ دل من می داند و وے۔ در روز سعادت
ترک (نوَری) نامۂ مبارکباد، بمن نوشتہ بس لطیف مشتمل برین رباعی استاد

الجوهر فقرٌ و سوی الفقر عرض　　الفقر شفاءٌ و سوی الفقر موض
العالم کله خداعٌ و غرورٌ　　والفقر من العالم سرٌ و غرض

شیخ نورالحق

وے خلف الصدق شیخ عبدالحق دہویست۔ عالم است بعلوم ظاہر و باطن۔ فضایل و کمالات وے زیادہ از حوصلہ تحریر و بیان است۔ بعد از فوت پدر بجاے پدر نشستہ وافادۂ علوم دینیہ از تفاسیر و احادیث بمستعدان نمودہ۔ بسا تلامذۂ وے بپایہ فراتر رفتہ اند۔ وتصنیفاتِ عالیہ وتالیفات لطیفہ از قلمِ وے ظاہر شدہ ماندہ "شرح صحیح بخاری" و حاشیہ بر حاشیہ میر (زاہد) وغیرہ آن و آن شرح در غایت دقت و متانت واقع شدہ است۔ و ورا ے (آن) اشعار پارسی دارد بس (بہ) فصاحت وسلاست۔ این چند شعریست از وے

آب از نگاہت مُل شود آتش ببویت گل شود
گُل در گفت بلبل شود بے شک چہ رعنا دبرے

زبس کہ نشۂ معنی ز علم ما پیدا است　　نشانِ صبح سعادت ز شام ما پیدا است

---

۱ ولادت آن ۹۸۳ھ ۱۵۷۵ء وفات ۹ رشوال ۱۰۷۳ھ ۷ رمئی ۱۶۶۳م مزار مبارک در جوار پدر بزرگوار خود است۔ ۲ نام آن شرح بخاری "تیسیر القاری" است مشتمل بہ شش جزو۔

زما جدا مشواے طالبِ مدارجِ قدس | سراغِ سدرہ نشیند ز بامِ ما پیداست
امداد کن کہ طے شود این رہ وگرنہ ما | یک گام رفتہ ایم و بصد جا نشستہ ایم
از آتشِ من جانِ نصیحت گرِ من سوخت | چون خس کہ با صلاحِ چراغ آید و سوزد
شب پر اگر روے تو بیند بخواب | بچہ دہد در بغل آفتاب

رباعی

از شیوہ ہمدمان این دہر خلاف | گویم رمزے اگر نگیری بگذاف
چون شیشہ ساختند پیوستہ بہم | دلہا ہمہ پر غبار و روہا ہمہ صاف

آن در وقتے کہ مرا این رباعی خوش آمدہ بود در تتبع رباعی گفتہ ام و این است۔

از شیوہ عاشقان معشوق اوصاف | گویم رمزے بشنو بگوش انصاف
در آتش شوق کیمیا بوتہ و شدند | روہا ہمہ پُر غبار و دلہا ہمہ صاف

مولانا حسن کشمیری

وے از اقربائے شیخِ من است۔ عالم بود بعلوم ظاہر و باطن و علوم این قوم و از افضل صوفیہ۔ مرید شیخ چاند دستگی است۔ صحبت داشتہ بخواجہ بیرنگ۔ سخت ست اندر طریق۔ مشرب وسیع داشت۔ با فقرا و اغنیا نشستے۔ خوش صحبت و شیرین کلام بود۔ اشعار عارفانہ دارد۔ شیخِ من شعر وے را خوش می کند۔ این شعر از وے است۔ رباعی

ہر ذرّہ کہ در جہان بعنوانے ہست | بر خوبیِ آن، نوشتہ بر ہانے ہست

زنہار بچشم کج نہ بینی زنہار کین سلسلہ را سلسلہ جنبانے ہست

رباعی (شعر)

آن باغ فضیلتم کہ خرم چمن است وان پر ہنرم کہ ننگ و عارم سخن است

خود را بشناس ورنہ این چاردہ علم دانی معلوم و ندانی معلوم

وے را در علم حقائق زبانست سخت نیکو۔ ''اتفاقاتِ حسنہ'' از تالیفاتِ وے بس باعذوبت واقع شدہ۔ و ہر فقرہ از آن کتاب دفتریست از معانی۔ درآنجا می نویسد کہ صدق من قال ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' یکے از علامات شناخت نفس کہ مقدمۂ فلاح و شناخت حق است آنست کہ ہمہ کس بلکہ ہمہ چیز را بہ از خود دانی و بر ہیچ بدے بل بدنمائے انگشت اعتراض نہادہ بدیدہ (عارف) این کار بد و زیبو چہ؟ این قدر خود بسیار شنیدہ باشی۔ در کتابے نوشتہ دیدہ ام کہ تو عالم صغیری و ہر چہ در عالم کبیر ہست در تو ہست۔ پس ہر بدی کہ بنظرِ احول تو آید در تو خواہد بود و تو زدیدان آن کوری

ہر چہ در فرعون بود اندر تو ہست لیک از درہات محبوس چہ ہست

سوے من منگر بخواری سست سست تا نگویم انچہ در رگہاے تست

وترا این جمعیت اگر چشم بر بدے آید کہ حکم جزو تو دارد۔ و من ترا بقدر تو سخن گفتہ ام حق خواہم از روے انصاف از من ناخوشنود شود بلکہ حقیقت حماقت بہم (آوردہ) برجیدہ حق بر طرف این ہر دو باشد۔ چہ جز خود را بعیب دیدن و خود را بالکل از آن عیب مقدس دانستن نہایت بے انصافی بچندین پایہ از تحت الثریٰ حماقت پایان

ترا است آہ آہ

ہر چہ می گویم بقدر فہم تست　　مردم اندر حسرت فہم درست

واگر از من می پرسی من خود ہمہ را آشنا شدہ از خدا جدا نمی دانم و بحقیقت حق۔ ومقولہ فرقہ مقبولہ ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' را دو پلہ میزانے می یابم بدست دانا کہ بآن قدر ہر دو شناخت را می سنجیدو زین جا شناس کہ ''ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون'' چہ معرفتست ونیز این جا سخن ''فاما من ثقلت موازینہ فہو فی عیشۃ الراضیۃ واما من خفت موازینہ فامہٗ ہاویہ'' چہ اشارت است۔ پس ہر سعادت مندے را کہ پلہ میزان خودشناسی گران باشد پلہ خداشناسی ہم گران خواہد بود واو در بہشت دانای زندگانی خواہد داشت وہر کہ را پلہ میزان آن سبک پلہ میزان این ہم سبک۔ چہ بہشت دانای و دوزخ نادانی نیز بجسم ''من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا'' چون بہشت و دوزخ مومن وکافر دایمی است وخدا است کہ ہر کہ تو او را نادون تر دانی فی الجملہ دانای بوجود سمع وبصر خود دارد وہمین قدر دانای علم بعضے از صفات ذات خود اگر داند واگر نداند پیدا کردہ است چہ ہر چہ درین است از اوست ہمی نہ و ہمی دوزخ این ندانستن است۔ پس ہیچ فردے از دائرہ ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' بیرون نتواند آمد و کریمہ ''وما خلقت الجن والانس الا یعبدون'' صادق المضمون شد و علامت صدق شناخت آنکہ ہر چند دانای ترین شوی علم بجہل خود بیشتر پیدا کنی واگر از من باور نداری از حضرت داؤد نبی بشنو کہ گویند

کہ در زبور او نگارش یافتہ است کہ دانش پژوہ چون بر سرحد دانائی رسید در معرفت ایزدی چون نادان تر شد۔ مصرع

بانگ دو کردم گر در دہ کس است   واللہ اعلم۔ انتہیٰ

من (وے را) بسیار دیدہ ام و از لطافت کلام و الطاف و انعام وے بہرہ ور گردیدہ ام۔ روزے من ہم حاضر بودم در مجلس بسم اللہ گفتن خواجہ کرامت اللہ پسر خواجہ کلاں جمعے از مشائخ و علماء جمع بودند و آن پسر را ہر یک کلمہ دعائے قرآن بترتیب خواندن گرفتند شیخ الہداد "بسم اللہ الرحمن الرحیم" خواجہ ابرار "الرحمن" شیخ عبدالحق "علم القرآن" خواجہ کلاں "رَبِّ یَسِّر" خواجہ خرد "وَلا تُعَسِّر" شیخ الہداد۔ "رَبِّ زِدْنِی" شیخ نور الحق "عِلْمًا" خواندہ اند۔ مولانا حسن وے بطیبت گفت۔ شیخا! علم بقسمت شما آمد و فہم بقسمت ما۔ مجلسیان خوشوقت گشتند و مجلس بخیر و خوبی تمام شد۔ وفات مولانا در سال ہزار و پنجاہ و یک است (۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱م) و بجوار روضہ ملک یار پران بجائے ساختہ خود مدفون شدہ۔ شیخ عبدالحق در تعزیت وے بخواجہ محمد صادق خلف شیخ حسن کہ وے خلف وے است رقعہ نوشتہ مشتمل برین بیت

گر نہ قضا بود کہ باہم رویم   می رسد آن وقت کہ ماہم رویم

شیخ عبدالحق در "اخبار الاخیار" می آرد کہ شیخ نورالدین ملک یار پران شیخے بود بزرگ

از تہم ... متصل بخارا ... از مرشد خویش ... آمدہ ... دون زیر قلعہ کہنہ دہلی رودہ ... ساکن ... در حوض ... گرفت۔ مرید و خلیفہ شیخ ... است۔ شیخ کامل و عارف اکمل ... ۲۱ ... ثانی ۶۸۰ھ ۱۵۲۵م بعہد غیاث الدین بلبن وفات یافت۔

وازآن جا باذنِ شیخ خود در دہلی آمدہ۔ وے از مشائخ زمان سلطان غیاث الدین بلبن است۔ شیخ نظام الدین اولیاء بزیارت روضۂ اوی آمد و ظاہر آنست کہ زمان حیات او را نیز دریافتہ باشد اما ملاقاتِ ایشان بیک دیگر معلوم نیست و در وقتے کہ شیخ ملک یار پران بدہلی آمد در آنجا کہ مقام اوست جا گرفت شیخ ابابکر طوسی قلندر[۱] کہ در آن زمان بود با او نزاعے کرد۔ او گفت مرا پیر من فرستادہ است او حجت ضعیفہ مسافت از دہلی تا آن جاے دراز بس دور بود و در اندک زمانے کہ نہ برمجراے عادت بود از آن جا حجت آورد۔ از آن روز او را ملک یار پران گویند۔ واللہ اعلم۔ انتہی

محمد حافظ خیالی

وے ہم از اقرباے شیخ من است۔ خواجہ پیرنگ را دیدہ و صحبت داشتہ از نخبے فضلاے وقت است۔ عالم است بعضی علوم غریبہ۔ استغناے ذاتی دارد۔ وے بطمع دنیاے دون بالے آن کردنی در دو۔ در جمیع احوال براہ خویش منزوی است۔ اندیشۂ معیشت دامن گیر ہمت وے نیست۔ شیخ من از علو ہمت و نیک زندگانی وے و فضایل و کمالات وے می راند و می گوید۔ چون وے نیست اندرین جزو زمان۔ وقتے شیخ من مقابلہ "نفحات الانس" با بعضے از یاران خود می کردہ است و من ہم یکے از آنان واقف بودی فرمودہ و در بعضے مواضع حواشی می نوشتہ

۱؎ زندہ دیدہ کامل، صوفی مذہب، قلندر مشرب است۔ تاریخ ۲۲ رجب ۷۰۰ھ / ۳ اپریل ۱۳۰۱م وفات یافت۔

روزے وے ہم بود در محلّے دخلے نیک نمودہ۔ شیخ من درآن حاشیہ نام وے را ہم داخل کردہ است وآنست۔'' سیل الجنید یکون العطاء من غیر عملٍ فقال کل العمل من عطاء ہ ''از جنید پرسیدند کہ عطا بے عمل بود پس گفت عمل نیز عطاء ویست۔ چہ وجود عمل ومبادی عمل از وست سبحانہٗ تعالیٰ۔''کل العمل من عطاء ہ '' درین جواب اشارت است بآنکہ عمل کہ عطاء ویست عطاے است کہ عمل برآن مترتب است۔''کذا افاض المطن مولانا حافظ سلمہ.'' انتہیٰ۔

بعضے از مقربان درگاہ بادشاہ قرانِ ثانی خواستے کہ وے با ما بودہ از احسان سلطان بہرہ اندوزد۔ وے ابانمودے وبود ونبودِ وے درساختے چنانچہ گذشت۔ وے اشعاریست فصیح ولطیف۔ این دو بیت از وست

عمر عزیز ما ہمہ در تیرگی گذشت در شب نبشتہ اند مگر سرنبشتِ ما

بخشودہ کشتی و بزنم بغمزہ جاندادی گر از خدای مترسم ترا خدا گویم

من ہر سالے کہ از وطن پیش شیخ خودی شوم وے مرا تفقدے وعنایتے کہ باید وشاید می فرماید وتفقد دلبری می نماید کہ پیوستہ من ممنونِ ویم بعد از رفتن وے از دنیا من گفتم

''آہ آہ محمد حافظ خیالی بے مثل''

شیخ سلیم دہلوی

(بن سید احمد) وے سید است وبخاری الاصل از نبائر حاجی عبدالوہاب۔ صالح

بود عالی ہمت معاملت نیکوان داشت۔ وے از دوستانِ شیخِ من بود۔ شیخ من وے را نیک می ستاند۔ وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ دانداست (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) من وے رابسیار دیدہ ام، یادے از بزرگانِ سلف می داد۔ برمن لطف فرمودے۔ امروز از یاران وے شیخ فتح اللہ اہل صلاح وسلامت وعمل استقامت است۔ شیخِ من گفتہ کہ وقتے سید احمد پدر شیخ سیم از خواجہ بیرنگ پرسیدہ کہ اگر در مجلسی سیدیست غیر صلاح وصالح است وغیر سیادست پس کہ را بایداز این ہر دو در آن مجلس بالاتر نشاند۔ خواجہ بیرنگ گفتند چہ طور صالح خواہد بود کہ از سید بالاتر خواہد نشست وخود را بزرگ تر از وے خواہد داشت، سید خوشوقت گشت۔ درجمع میر عبدالاوّل مسطور است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمودند کہ یکے از بزرگانِ دین بیکے از سادات بسبب اہمال احکام شرعیہ متعرض می بودہ۔ حضرت فاطمہ را رضی اللہ عنہا در واقعہ دیدہ وسلام گفتہ۔ ایشان روے خود گردانیدہ اند وجواب سلام نگفتہ اند۔ آن عزیز پرسیدہ کہ از من چہ بےادبی صادر شدکہ شما جواب نمی گوئید، آثارِ تغیر از شما ظاہر است۔ ایشان فرمودند چرا فلان کس را ایذا وتشویش می رسانی۔ آن بزرگ گفتہ پیشِ شما معلوم است کہ ایشان احکام شرعیہ نمی کنند۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمودند تو نمی دانی کہ وے فرزند ماست۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمودند مقصود ازین سخن سقوط امر معروف و نہی منکر نیست، مقصود احترام سادات است بملاحظۂ کبرائی اہل بیت رضوان اللہ اجمعین۔ انتہی۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ روزے

بتقریب توقیر و تعظیم سادات می فرمودند کہ اگر در دیارے سادات می باشد من نمی
خواہم کہ در آن دیار باشم۔ زیرا کہ بزرگی و شرف ایشان بسیار است و من بحق تعظیم
ایشان قیام نمی توانم نمود۔ پس فرمودند کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ روزے در مجلس
درس خود چند بار برپا برخاستند و کسے موجب آن ندانست آخر یکے از تلامذہ امام
سبب آن پرسید۔ فرمودند کہ طفلے از سادات علوی درمیان این اطفال ست کہ
بدرس می رسد و چون نظر من بروے می افتد بتعظیم وے می خیزم۔ انتہی۔

گویند شیخ تہوز بھاگل پوری عزیزے و بزرگے بودہ است عالم و عامل و صاحب
کرامات و مقامات۔ وقتے یکے از سادات بارہہ کہ در بھاگلپور حاکم بود بشکایت
بعضے ارباب غرض بہ ریش شیخ در پیچیدہ است و وے ر دراز کشیدہ و آویزان ساختہ۔ شیخ
اندر آن حالت بمریدان و یاران خود کہ اہل این کار بودہ اند ہمین حرف بتاکید
فرمودہ کہ زنہار کسے در باب آزار سید توجہ نماید و (بد) دعاے نفرماید و مرا از
روے مبارک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شرمندہ نسازد۔ و وے از آن ہمہ آزار بسیار
کشید آخر سید از آن جا تغیر شد و بجاے وے ہندوے حاکم آمد۔ بعد از چندے
وے ہم بہ تقریب بعضے از حاسدان نافہم صاحب غرض با شیخ اداہاے ناشائستہ نمودن
گرفت۔ شیخ بشنید و بخندید و گفت این ہندو بہ تبعیت سید این چنین بما پیش
می آرد۔ نمی داند کہ آن کار دیگر بودہ است۔ درین اثنا یکے از یاران شیخ عرض کرد
کہ شیخا! آن ہندو را ہمین من بسم، امشب وے را بمالم چون شب شد، از تقدیر
الٰہی سقف حجرہ بروے در افتاد و وے را با خاک برابر ساخت۔ شیخ دوست محمد

امروگی (امروہہ) کہ مردیست حافظ وقاری باخلاق نیک بمن گفت کہ من شیخ
شہباز را دیدہ ام، بس بزرگ بود۔ یکے از یاران وے سید مصطفیٰ کہ در اوقات
استماع سرود از سر حال سر بسجدہ بردے وقطرہ ہائے خون از دہن وے بیرون
افتادے وہم گفت کہ من مجذوبے از یاران شیخ را دیدہ ام روزے از وے پرسیدم
کہ تو در پیش شیخ کدام خدمت داری گفت شیخ ہیچ وقت کہ در اوقات صلوٰۃ بمسجد
حاضر می شود من کفش وے را نگاہ می دارم۔ آن شیخ سیم دو پسر داشت و یک داماد۔
ہر سہ جوان قابل۔ کس خبر آورد کہ ہر سہ در اکبرآباد کشتہ شدند۔ از شنیدن آن ہیچ
تغیرے در وے راہ نیافت۔ پرسید نعش (ہائے) شان کجا اند؟ گفت نزدیک
رسیدہ گفت این جا چرا می آرید، ببرید و در گورستان دفن کنید و چنان کردند و وے
آہ یک نہ بر آورد و چشم بگریہ تر نکرد و ماتم نداشت بل تبسم را مانع آمد۔ وقت شب
این قدر گفت کہ دماغ من برہم می شود، شوربا ضعیف عادت قدیمہ بخورد۔ نقلست
کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ را پسرے برفت از دنیا از
استغراقے کہ داشتند بعد از دفن پسر از آواز گریہ مادرش آگاہ گشتند کہ حال
چیست؟ دوستے دارم شیخ معظم نام سنبھلی اشرفیست مرید شیخ من، صاحب صدق
وراستی۔ کار بر وفق شریعت دارد۔ بس فہیم وظریف است وے را پسرے بود جوان
قابل عادل نام، ہم مرید شیخ من۔ و در سال ہزار و شصت و شش برفت از
دنیا (۱۰۶۶ھ ۱۶۵۶م) آن روز من حاضر بودم با شیخ خود دیدم کہ وے ہیچ آب
نکرد و چشم بگریہ تر نمود و تجہیز و تکفین پسر را نیکو می کرد۔ ہیچ اثر ماتم ظاہر نبود و در باغ

آستانۂ خواجہ بیرنگ مدفون ساخت۔ وقتے شیخ معظم مصرعے گفتہ بمن گفتہ کہ رباعی تمام کن۔ کردم وایںست۔ رباعی

در مکتب عشق قدس دانائی نیست — تعلیم توی و خواندن مائی نیست
از پردۂ علم بگذر و بیتن شناس — کانجا رموز بیتن گنجائی نیست
(کانجا زمن وتو گنجائی نیست)

شیخ جلال الدین کسکی

وے بزرگ بودہ بابرکات وانوار۔ اوضاع واطوار کاملان سلف داشت۔ صاحب ء وسماع بود۔ نسبت بپدر خود شیخ محمد درست می کند۔ وے خلیفہ وداماد شیخ چاندہ ۔نگی است و زنبارۂ شیخ عبدالعزیز چشتی۔ با شیخ من دوستی نیک داشتے وبا خلاص و محبت فراپیش آمدے۔ روزگارے مہابت خان حاکم دہلی بودہ است و آن مردے بود بشجاعت وشوکت وتہور وجلادت وقوی طالع دنیا چنانکہ این بیت قدیم سجع نگین خود کردہ وموافق افتادہ

مہابت من اگر بانگ بر زمانہ زند — قطار ہفتہ ایام بگسلند مہار

وہم خان در اوائل با بہ خوجہ بیرنگ آشنا بود وہم صحبت ودر آخر با یکے ز بزرگان از سر حیف می گفت کہ من با خواجہ بیرنگ مصاحب بودہ ام وایشان ولی شدہ اند ومن نشدہ ام۔ آن بزرگ گفتہ شما در راہِ دنیا بکمال رسیدہ اند وخواجہ بیرنگ در راہِ خدا۔ وہم چنان حال معتقد و نیز مند شیخ جلال گشتہ بودہ است کہ پیوستہ بدیدار دے

تبرک می جستہ و پیلے نذرِ وے کردہ و این از خوارق ویست۔ پدرِ من در اوایل کہ داروغۂ عمارت کنرہ شیخ فرید بودہ است با وے محبت و اخلاص تمام داشتہ و دریچہ در آن سرا گذاشتہ برائے ملاقاتِ وے کہ خانۂ وے متصل سرای است و وے پدر مرا ہم سائیگی خود جائیکہ تعین نمودہ بتوطن اما سرانجام نیافت۔ من از ایام صبا وے را دیدہ ام و از لطف و احسان وے مرزوق گردیدہ۔ روزے بوے شدم و وقتے خوش داشت دیدم کہ وصایا (با) ے دلکش سخنانِ این راہ از وے بمیان است و ہر کدام از مجلسیان حظے دارد من ہم محظوظ شدم۔ آخر وے این بیت را برزبان آوردہ معانی نیک گفتہ و تعبیر ہائے موثر

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبیست

وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۱م) است و قبر وے نزدیک بروضہ شیخ عبدالعزیز

شیخ بہاءالدین پرتاوہ

پیرے بود صاحب ذوق و وجد و حال۔ نسبت بپدر درست می کند و سجادہ نشین پدر خود است۔ اشعار ہندی وے ذوق بخش دلہاست۔ خیال ہائے وے موافق صوفیہ واقع شدہ و تاثیرے عجیب دارد۔ و سازے را کہ وے اختراع کردہ است ہم خیال نام دارد۔ و آواز حزین و نغمہ شرین از آن پیدا است۔ و وے با خیال ہائے خود خیال خوشے داشتے و پیوستہ درین خیال بودے۔

خیال تست در خاطر کہ جان زندہ می دارد   وگرنہ در زمان میرم من تنہا ز تنہائی

شیخ من در رسالہ "نور وحدت" می آرد کہ دوریشی تصحیح خیال است چون حجاب جز خیال نیست۔ رفع حجاب تیز بخیالے باید کرد و شب و روز در خیال وحدت باید بود۔ من در وقتے بر طبق این دقیقہ با معنی شعرے گفتہ ام از ہندی و این است

جو توہ لاگے پریم دکھ کرا پڑ نہ لاگ

جیون لو ہو کون سوہی اک جری کوں آگ

نقل است کہ افلاطون گفتہ "الارض کرۃ والانسان والافلاک قواسٌ والحوادث سهامٌ والرامی هو الله فاین المفر" چون این نقل بحضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ رسیدہ فرمودہ اند فقد (فقط) "الی الله"

روزے من در اوایل شیخ بہاء الدین را در راہے کہ سفری بودم دیدم و گاہے چند بہ وے شدم و از نقاے یا بہ وے خوشوقت گشتم لیکن ہیبت وے مرا نگذاشت کہ ہم کلام شوم۔ و در آن ایام من خرد سال بودم و وے سال خوردہ۔ وفات وے در سال ہزار و سی و چہار است (۱۰۳۴ھ/۱۶۲۵م)۔ چون شیخ من رفتن وے را شنید بر فور این مصرعہ تاریخ بگفت۔ مصرعہ "آہ شیخ بہاء الدین آہ" و من قطعہ گفتم۔ قطعہ

شد ز دنیا چون بہاء الدین شیخ   بود او واقف ز اسرار الہٰ

شیخ من گفت ز سال فوتش   آہ شیخ بہاء الدین آہ

میر ابراہیم اکبرآبادی[1]

وے خلف الصدق میر (محمد) نعمان[2] است۔ صاحب صدق و راستی و معاملت نیک۔ در سال یک ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ ۱۶۵۷م) ہمرافقت مخدوم زادہ ہائے سرہند بشرف زیارت حرمین محترمین مشرف گشتہ و با جمعیت صوری و معنوی باز باکبرآباد وطنِ خود آمدہ۔ با شیخ من دوستی اخلاص نیک دارد۔ من وے را روزے در صحبت شیخ خود دیدہ ام۔ نور باطن از چہرہ وے ظاہر است۔ و میر محمد نعمان مرید شیخ احمد سرہندی است خواجہ بیرنگ را دیدہ و صحبت داشتہ۔ گویند بزرگے بودہ صاحب نسبت عالیہ و اخلاق عظیمہ۔ آثار و برکات از وے ظاہر بود۔ در صحبت وے تاثیر نیک بود وے زندگانی خوش داشتے و بس بے تکلف زیستے و خود را باعتیاز نگرفتے با شیخ من نیاز آور بود۔ مریدان ابن نسبت دارد و اقربای عالی مرتبت۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ داند است (۱۰۵۰ھ[3]/۱۶۴۱م) و

---

[1] از نادر عصر، از جانب پادشاہ عالمگیر برائے ایصال نذر بحرمین شریفین رفت و بعد مراجعت در جہان آباد در سال ۱۰۷۱ھ ۱۶۶۱م فوت شد۔ [2] میر محمد نعمان ابن شمس الدین یحیی معروف بمیر بزرگ۔ ولادت میر محمد نعمان در سال ۹۷۷ھ ۱۵۷۰م بمقام سمرقند۔ تلاش مرشد کرد تا آنکہ آمد بخدمت حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی حاضر گشت و داخل سلسلہ نقشبندیہ شد۔ بعد وفات خواجہ مذکور بخدمت حضرت شیخ احمد سرہندی آمد، مرید شد و خلافت یافت۔ در سال ۱۰۵۸ھ ۱۶۴۸م وفات یافت۔ [3] در تاریخ محمدی ۸ صفر ۱۰۵۹ھ و دو تاریخ درج کردہ اند و آن مادہ تاریخ این است "فوت امیر نعمان ولی" و "فوت امیر نعمان ثانی" ازین ہر دو تاریخ ۱۰۵۹ھ بر آمد۔ ممکن است کہ از کاتب درین جا بجائے ۱۰۵۹ بہ ۱۰۵۰ نوشتہ۔

قبر وے در اکبر آباد داست۔ نیز گویند میر ہاشم مرید و داماد وے صاحب ذوق و وجد بودہ وصاحب نسبت۔ اشعار ذوقیات دارد۔ این غزل از وے مشہور است

گر از خلق پنہان کنم دردِ خود را | چہ درمان کنم چہرۂ زردِ خود را
خوش آمدم کہ چون سرو در جلوہ بینیم | سہی قامت ناز پرورد خود را
ز ہستی چنان در غبارم کہ خواہم | بر آرم ازین خاکدان گردِ خود را
چنین زار از درد چندین ننالم | کہ آگہ کنم ماہ شب گردِ خود را
مکن ہاشمی نالہ از درد چندین | بہ بیچارگی چارہ کن دردِ خود را

مولانا عوض وجیہ بلخی

عالم است و فاضل و بزرگ، صاحب دانش و بینش۔ در درسِ وے ملایان بلند پایہ استفادہ علوم دینیہ می کنند۔ در سال ہزار و پنجاہ واند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۱م) وے بہ تقاضاے دیگر از ملک توران رسیدہ بشرف حضور بادشاہ صاحب قران ثانی مشرف گشتند و وے تو وے قربت وعرض از ہمہ در ربودہ کلمۃ الحق کہ از زبانِ وے بظہور می آید باعث افتخار و اعزاز دینی و دنیوی وے است امروز بسا مستعدان ایران و توران و ہندستان از وے مستفید اند۔ روزے وے بشیخ من آمد، نیازے کہ باید واخلاصے کہ شاید فرا آورد۔ حاضران و من حیران۔ ہر چہ رعونت ملائی کہ با قربت بادشاہی جمع شود کرا آن نمی کند کہ با فقرا ے باب اللہ سر فرود آرند۔ در آن وقت مرا حکایتے بیاد آمد و آن آنست در "نفحات الانس" در ذکر

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ می آرد کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وے را در واقعہ ابوالجنات مشددہ کنیت بخشید و وے را شیخ ولی تراش نیز گفتہ اند۔ نظر مبارکش بر ہر کہ افتادے، بمرتبۂ ولایت رسیدے۔ روزے نظرش بر سگے افتادہ در حال در جنبش آمد متحیر و بے خود شدہ قریب پنجاہ و شصت سگ گرداگرد وے حلقہ کردندے و پیش دست نہادندے و آواز نکردندے و ہیچ نخوردندے و بادب بیستادندے، عاقبت بآں نزدیکی بمرد شیخ فرمود تا وے را دفن کردند و بر سر قبر وے عمارت ساختند۔ روزے شیخ با اصحاب نشستہ بود بازے در ہوا صعوۂ را دنبال کردہ بود ناگاہ نظر شیخ بر آں صعوہ افتاد، صعوہ برگشت و باز را در گرفت و پیش شیخ آورد۔ در اوائل حال در طلب مسافر گشت و بہر کس کہ می رسد ارادت حاصل نشد و بخدمت وے رفتم

این عبارت از نفحات الانس نقل کردہ می شود "گفت: بسبب آنکہ دانشمند بودم، در خوارزم [illegible] می آمدم و چون بملک خوزستان (خوزستان) رسیدم در دزفول آمدم بیمار رنجور شدم، ہیچ کس مرا منزلے نمی داد تا نزول کنم [illegible] کہ پرسیدم کہ درین شہر ہیچ مسجدے یا خانقاہے ہست؟ گفتند غریب را جائے نمی دہند تا من آن جا روزے چند بیاسایم۔ آنکس گفت این جا خانقاہے ہست و شیخے ہست کہ آن جا خدمت کنند، گفتم نام او چیست؟ گفت شیخ اسماعیل قصری۔ آن جا رفتم و مرا جائے دادند، صفّہ میانے سرے مقابل صفّہ درویشان و آن جا ساکن شدم و رنجوری من دراز کشید باین ہمہ از رنجوری چندان رنج بمن نمی رسد کہ از آواز سماع ایشان کہ من سماع را غایت منکر بودم و قوت نقل مکان کردن نداشتم۔ شبے سماع می کردند۔ شیخ اسماعیل از گرمی سماع بیامد پیش من آمد، گفت: می خواہی کہ تندرست شوی؟ گفتم بلے۔ دست من بگرفت و مرا بکشید و بمیان سماع برد و زمانے نیک مرا گردانید و بردہ بدیوار بنشانید، من گفتم کہ در حال خواہم افتاد چون بخود آمدم خود را تندرست دیدم چنانکہ ہیچ بیماری در خود ندیدم۔ مرا ارادت حاصل شد (اضافہ از "نفحات الانس ص ٤٢٧")"

ودست ارادت گرفتم وبسلوک مشغول شدم ومدتے آنجا بودم چون مرا از احوال
باطن خبر شد وعلم وافر داشتم مرا شبے در خاطر آمد که از علم باطن باخبر شدی وعلم ظاہر تو از
علم شیخ (در) زیادتیست۔ بامداد شیخ مرا طلب کرد وگفت۔ برخیز سفر کن که ترا بر
(شیخ) عمار بید رفت۔ ی دانستم که شیخ برآن خاطر من واقف شد اما ہیچ نگفتم وبرفتم
بخدمت شیخ عمار وآن جا نیز مدتے سلوک کردم وآن جا مرا شبے ہمین بخاطر آمد
بامداد شیخ عمار فرمود که نجم الدین برخیز وبمصر رو بخدمت روزبہان که این ہستی ترا
وے بسیلے از سر تو بیرون برد۔ برخاستم وبمصر رفتم چون بخانقاه وے در رفتم شیخ
آن جا نبود ومریدان او ہمہ در مراقبہ بودند۔ ہیچ کس بمن نپرداخت۔ آن جا کسے
دیگر بود از وے پرسیدم که شیخ کدام است؟ گفت شیخ در بیرونست ووضوی سازد۔
ومن بیرون رفتم وشیخ روزبہان را دیدم که در آب اندک وضوی ساخت مرا در خاطر
آمد که شیخ نمی داند که درین قدر آب وضو جائز نیست چگونه شیخ باشد۔ او وضو تمام
ساخت ودست بر روے من افشاند چون آب بر روے من رسید در من بیخودی
پیدا شد۔ شیخ بخانقاه در آمد من نیز در آمدم وشیخ تحیۃ الوضو مشغول شد بر پاے بودم
منتظر تا که شیخ سلام دہد او در سلام گفتم ہم چنان بر پاے ایستاده غائب شدم
دیدم که قیامت قائم شده است ودوزخ ظاہر گشته ومردمان را می گیرند وبآتش می
اندازند ودرین رہگذر پشته ایست وشخصے بر سر آن پشته نشسته است ہر که می
گوید من تعلق بوے دارم از دوزخ خلاص می شود (ودیگران را در آتش می
اندازند) ناگاه مرا بگرفتند وبکشیدند چون آن جا رسیدم گفتم که من تعلق بوے دارم

اسرار با کردند) بر پشتہ بالا رفتم دیدم کہ شیخ روز بہان پیش است۔ رفتم و در پاے او افتادم او سیلے سخت بر قفاے من زد چنانکہ از قوت آن بر روے در افتادم او گفت بیش ازاین اہلِ حق را انکار مکن۔ چون از غیب باز آمدم شیخ سلام نماز باز دادہ بود پیش رفتم و در پاے او افتادم شیخ در شہادت نیز ہم چنان سیلے بر قفاے من زد و ہمان لفظ بگفت۔ آن رنجوری از دستِ من برفت بعد ازان مرا امر کرد کہ باز گردو بخدمت شیخ عمار رو و چون باز گشتم مکتوبے بشیخ عمار نوشت

''ہر چند مس داری بفرست تا زر خالص می گردانم و باز بر تو بفرستم۔''

شیخ بدیع الدین سہارن پوری

وے صاحب نسبت است و کیفیت و مستقیم الحال اندر طریقت۔ شیخ من گفتہ کہ در اوایل وے بطالب علمی پیش شیخ احمد رفت بسر ہند۔ مدتے استفادہ نمود۔ در آن اثناء وے را طلب حق در دل پیدا آمد و در طریقہ نقشبندیہ از شیخ احمد ملقن شد و احوال نیک بہم رساند و پس از آن اجازت ارشاد دیگران یافتہ باز بوطن مراجعت نمود و استقامت یافت۔ گویند وقتے وے بعزیمتِ مکہ برآمد در دہلی واززاد سفر دست داد۔ با امیرے اتفاق ملاقات افتاد (وے وادوکز دسفر کرد) پس از آن بان امیر صحبتے ناخوش بمیان آمد و ترک ایراد کردہ و خود را آزاد کردہ باز بوطن شد تا برفت از دنیا در سال ہزار و چہل واللّٰہ (۱۰۴۰ھ ۱۶۳۱م) و قبر وے اندر شہر ست

در ''تاریخ محمدی'' از میرزا محمد بن رستم حارثی بدخشی و در ''مہر جہان تاب'' (از مولانا حکیم سید فخر الدین حسنی رائے بریلوی) سال وفات سن ۱۰۴۲ھ درج است

من وے راوقتے درخانقاہِ وے دیدہ ام بلطف واحسان خویش مرا خورسند ساخت۔

شیخ آدم بنّوری

وے نیز مرید شیخ احمد است۔ صاحب احوالِ عظیمہ و کیفیات۔ و وے را زبانیست درحقائق۔ سخن بس بلند گفتے وبعضے معارف مصطلح وے تازہ ودقیق اند کہ فہم ہرکس بدان نرسد ودرین مقدمہ حکایتِ وے بسیار است۔ دریں وقت گنجائش آن نیست۔ ووے را با شیخ من مفوضات است اندر مراتب معرفت وتوحید۔ وشیخ من اندرین باب سخنان غامض ودقائق بوے نوشتہ ومن آن ہمہ را دیدہ ام ومعانی شنیدہ۔ گویند کہ وے بیاران خود گفتے کہ راست گوئید کہ مردمان (با) کدام کدام عیوب مریدوی کنند۔ انچہ یاران وے گفتند از آن عیوب پرہیز کردے۔ من وقتے وے را دیدہ ام در صحبت شیخ خود کہ باسی تن از یارانِ خود آمدہ است وچند روز صحبت ہائے گرم داشتہ۔ یاران وے ہمہ صاحب کیفیت بودہ اند۔ وے در سال ہزار و پنج دواند بسفر حجاز برآمدہ وبحرمین محترمین مشرف گشتہ و درآن جا بعضے زعزیزان عرب درطریقہ نقشبندیہ از وے ملقن شدہ اند وے در مدینہ معظمہ برفت از دنیا در ہمان سال (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۱م) وقبر وے نزدیک بقبہ (مرقد) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ گویند وقتے بنیادارے نزدیک بمسجد وے چاہ کندہ بوداست۔ ندر.... نزدیک با تمام رسیدہ روزے وے زخانہ خود... آن چاہ آمدہ و گفتہ مزدوران را درآن چاہ کاری کردہ اند بآواز بلند

گفت زود بیرون برآئید اتفاقاً بیرون آمدنِ شان ہمان بودہ و چاہ بہم در افتادن ہمان۔

شیخ وجیہ الدین

بن شیخ نصیرالدین اکبرآبادی مرید و سجادہ نشین پدرِ خود است۔ عالم و فاضل وصاحب ذوق و وجد و سماع در طریقۂ فقر و توکل قدم ثابت دارد۔ مولد و منشای وے محلہ دولت آباد اکبرآباد ست۔ گویند پدر وے بسیار بزرگ بودہ صاحب احوال عظیمہ و اطوار سنیہ، مریدان صاحب ذوق و سماع داشتہ و در صحبت وے تاثیرے بود قوی۔ طلعت نورانی وے فرحت بخش دلہا بود۔ روزے شیر محمد مرید وے کہ نام وے در ذکر خواجہ عبدالرزاق رفتہ در تعریف وے بشیخ عبدالحق چنین گفتہ است کہ من مشائخ و درویشان بسیارے را دیدہ ام لیکن آنچنان چشم دلفریب ندیدہ۔ گویند شیخ وجیہ الدین در وقتے کہ شیخ فانی شدہ و بصارت وے خلل پذیرفتہ یکے از امراے بادشاہ بوے شد و مسجد وے شکستہ بود گفت مسجد را چرانہ درست می کنی وے آن امیر را گفتہ از روے طیبت کہ این مثل ہندی موافق حال من است کہ "اندھا مُلّاں پھوٹی مسیت" روزے وے پسر خود را دیدہ کہ موے سرش دراز شدہ است گفتہ اے پسر چرا سر را محلوق نمی سازی، نمی دانی کہ سر را "موںڈ" می گویند۔ عزیزے نقل کردہ کہ روزے با سہ کس بوے شدیم دو کس بیرون ماندند و من اندر رفتم۔ مرا وقت رخصت سہ بیڑہ پان داد تا ہر سہ را برابر رسد۔ من وے را سہ مرتبہ دیدہ ام یک مرتبہ

اندر عرس پدر وے کہ وے اندر سماع آن چنان گرم گشتہ بودہ است کہ تاثیر حالت وے در جمیع مجلسیان سرایت کردہ و دو مرتبہ دیگر در خانقاہ وے دیدہ۔ ہر سہ مرتبہ بدیدار وے خورسند گشتہ بودم۔ بعد از اتمام "اسراریہ" شنودہ شد کہ وے برفتہ از دنیا در سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ ۱۶۶۲م)

شیخ عثمان بنگالی

بسیار بزرگ است صاحب آیات و کرامات و احوال و مقامات۔ از اجلۂ این قوم است و مستشہد مشائخ۔ در صحبت وے تاثیریست تخت قوی مولد و منشاء وے شہر ڈھاکہ است در زمین (بنگال)۔ نیک نیک مریدان صاحب نسبت و کیفیت دارد۔ روزگارے وے را ہواے سفر مکہ خاست و از وطن برآمد و بآشناے شیخ عبدالمومن منیو سنبھلی کہ با رستم خاں دکن بود در دامن کوہ ماہون عبورے فرمود، در آن ایام بدان سرزمین با کفار کوہستان دار الحرب کارزار داشت، بوے ملتجی شد کہ روزے چند درین جا بباشی چہ این وقت جہاد است و غزا تا مسلمانان از برکت قدوم میمنت لزوم تو بر کافران حربی فتح و نصرت بیابند۔ وے در جواب گفت کہ ہرگاہ من بر نفس کافر خود از روے جہاد فتح نیافتہ باشم از باشیدن من بر کفار بیگانہ دار الحرب چون فتح خواہد شد و زیادہ از دہ روز در آنجا نتوانست بودن عزیمت معہود سفری شد۔ من وے را ہمان جا ملازمت کردم و در صحبت اوش در یافتم کہ آنچہ در کتب تواریخ معتبرہ از احوال مشائخ کبار و صحابہ می خواندہ می شود،

وے داخل آن جماعت است۔ بے تکلف (با) جمال با کمال یادے از اولیاے
سلف می داد لطفے وعنایتے فرمود کہ شکر آن نمی توانم گفت۔ شیخ عبدالمومن گوید کہ من
در بنگالہ از وے خوارق دیدہ ام۔ از آن جملہ یکے آنست کہ وقتے بعضے مسلمانان
بصلاح وے دہے "بکرم پور" نام را کہ در تصرف جمعے از ہنود بود برآوردہ موسوم "محی
الدین پور" کردند۔ پس ازان خاصان ہندوان بقاسم خان حاکے آن جا کہ
مردے جواد زمان بود و مخیر آفاق بود و صاحب سخن گفتہ و نذرش نمودہ بحکم قاسم خان
آن دہ را باز بتصرف شان درآوردند۔ از وقوف این معنی وے بغضب درآمد و
تنگدل شد۔ و ہمدران اثناء ناگاہ قاسم خان را کوفتے سخت و مرضے صعب روے
داد و دریافت کہ این صعوبت مرا از روے خاطر وے در پیش آمدہ۔ مرا طلبید و گفت
پیش وے برو و بگو کہ اگر ہیچ تقصیرے از من بظہور آمدہ باشد از روے کرم عفو فرمائی و
نیز از وے استفسار نمائی کہ مرا ازین رنج مخلصی ہست یا نہ۔ مقرب خان زین
استفسار آن بود کہ اگر من زدنیا رفتہ باشم تہیہ خیریہ خود را ازان پیش در وقت کنم
کہ آن عادت وے را نیک می شناختم۔ (گشتم) لہٰذا پیش وے (تنہا) نمی روم۔ از
شنیدن این حال دیگرے را بوے فرستادہ مرا ہم ہمراہ او داد۔ رفتیم و عذر بہ پیش آوردیم
و استغفار تقصیرات نمودیم وے از بسکہ رنجیدہ شدہ بود تندی کردید در جواب آن
گفت کہ فقرا و درویشان درین جا بسیار ند با آنہا رجوع کنند این خان رنجیدہ ام و
اگر کان اندرین بیماری رفتنی خواہد بود کسی چہ خواہد کرد۔ ما ہیچ برخاستیم قاسم خان در
نزدیکی برفت از دنیا۔ شیخ عبدالرحیم برادر شیخ عبدالرحمن سنبھلی گفت کہ من وے را در

شہر وے چند مرتبہ دیدہ ام۔ بزرگے بود نامور۔ بسا اہل این راہ در صحبت وے بکمال رسیدہ بودند۔ طریقۂ وے طریقۂ ہدایت وارشاد سلسلہ چشتیہ بود۔ وے مرا بلطف خواندے وبر سر مائدہ خود نشاندے وسخنانِ عالی بمیان راندے۔ صحبت وے تاثیرے داشت پُر ظاہر۔ گویند وے ہمدران سفر مکہ از اکبر آباد آن طرف گذشتہ بود کہ برفت از دنیا در سال ہزار وچہل واند (۱۰۴۰ھ/۱۶۳۱م) وگویند پنجاہ ہمانا اوّل درست تر است۔

شیخ عثمان بنگالی سنبھلی

دیکے شیخ عثمان بنگالی در زمان پیشین بود در سنبھل، صاحب علم واہل کمال۔ گویند در ایام صبا پدر وے کہ قاضی بود در بنک (بنگال)۔ از سر برفت وقضا بر عمش مقرر شد وے بگفتہ بعضے اقربا پیش حاکم آن جا رفت ومتاعے وکتابخانہ پدر وے کہ عم وے بتصرف خود آوردہ بود، درخواست حاکم بہ قاضی گفت آن چہ میراث پدر وے است بازدہ۔ قاضی بہ برادر زادۂ خود گفت اولاً این حرف بمن چرا نگفتی کہ من دادے وہمہ متاع پیش آورد۔ وے شرمندہ شد وہیچ از آن نگرفت وفی الحال در طلب علم از خانہ خود برآمد وسنبھل رسید وپیش شیخ حاتم[1] استفادہ علوم نمود۔ پس از

---

[1] از اکابر علماء ہند است۔ تقریباً ہفتاد سال مسند درس وتدریس وارشاد رونق دادہ در سال ۹۶۸ھ ۱۵۶۰م وفات یافت مرید وخلیفہ شیخ عبداللہ تلبی سنبھلی است۔ در علم کلام وادب عربی بے نظیر بود۔

مدتے ازین جا برآمدہ بشیخ وجیہ الدین بگجرات رفت وکسب علوم زیادہ از آن کردو از آن جا باز بسنبھل رسیدہ وصحبتِ علمی (آنجا) را باشیخ حاتم درمیان آورد ودقائق تازہ کہ در گجرات بہم رسانیدہ بود، درپیش کرد، شیخ حاتم چندان بیان آن علوم بدقتے وصرافتے فرمود کہ وے در شگفت آمد وگفت۔ حیف اگرچنین می دانستم بگجرات نمی رفتم۔ بعدۂ وے را طلب این راہ بدل پیدا آمد۔ خود را بصحبت درویشان رسانید ودر اندک فرصتے بمرتبۂ کمال رسید وصاحبِ لفظ شد ہر چہ از زبانش برآمدے شدے۔ چون شیخ حاتم محتضر شد وے را طلبید۔ گفت ہیچ حق ما ہم بذمہ تست؟ گفت۔ بسیار است۔ گفت۔ پس از من، پسرِ من عبدالحکیم کہ یتیست ودر ناز ونعمت پرورده شد اگر بہ نسبت تو گستاخی یا بے ادبی نماید، درحقِ وے دعاے بد نکنی، گفت۔ آرے۔ بعد فوت شیخ حاتم چون شیخ عبدالحکیم بہ نسبت وے بے ادبی کردے وے گفتے صاحبزادہ بس کن۔ چکنم حق پدر تو مانع است والّا رفتے انچہ رفتے۔ گویند روزے دو طالب علم باہم در شیخے بحثے داشتند بآخر یکے گفتہ دال من موافق قول شیخ عثمان است وے گفتہ کہ شیخ عثمان قطب نیست کہ سخن او بایقین تحقیق (شدہ) باشد۔ چون این ماجرا بشیخ عثمان رسیدہ است برآشفتہ وگفتہ، او خود جوان مرگیست۔ ہمان روز اُو وقتے مردہ است ومردہ۔ وفات شیخ عثمان در سال نہ صد وہشتاد است (۹۸۰ھ ۱۵۷۳م) وقبر وے در سنبھل وا ین قطعہ تاریخ وے۔

---

[۱] کہ مزار وے متصل از سراے بیر جانب خوب بخش مقیمست۔

قطعه

شیخ عثمان که بود مخزن علم همچو گنجینه بویرانه

عالمے عالمے چو او نگذشت نکته دانے درین کتب خانه

خواستم سال فوتش از مردان همه گفتند "رفت مردانه"

۹۸۰ھ

شیخ طٰہٰ

ابن سمن توکل دهوی۔ در طریق توکل از پدر بر گذشته و در علم و عمل به از پدر بود۔ هرچه پیدا شد بحکم "یوم جدید رزق جدید" عمل نمودے۔ قسمت خویشان درونی را با درویشان بیرونی مساوی داشتے۔ وے صاحب وجد و سماع بود و ذوق و حال۔ خواجه ابرار به نسبت وے گفتے که قول درویشی درویشان را امروز وے نگاه داشته است۔ در وقت سماع آئینه پیش روے وے داشتندے وے اندران نگاه کردے و زمزمه با خویش آوردے و موہاے ریش وے جدا جدا برخاستے چنانکه حاضران متحیر گشتندے۔ وے مرید پدر خود بود و وے مرید شیخ نظام نارنولی[۱] چشتی و شیخ حسن را تعظیم بر نخاستے بر طریقه پیران خود۔ و بعضے از امراے جہ را اندرین امر تجربه کرده بودند و در سلسله "مداریه" هم مرید گرفتے۔ در

۱۔ حضرت شیخ نظام الدین نارنولی از اکابر مشائخ وقت بود و مرید و خلیفه حضرت شیخ خانو گوالیاری است۔ وفات شیخ نظام الدین نارنولی در سال ۹۹۷ھ ۹۷ھ۔ (بحواله تذکرة ... ص ۶۵)

''اخبار الاخیار'' است۔ گویند کہ شاہ بدیع الدین مدار در مقام صمدیت کہ از مقام سالکانست بود تا دوازدہ سال طعام نخوردہ ولباس کہ یکبار پوشیدہ بار دیگر تجدید اُو احتیاج نشدہ اکثر احوال برقع براُو کشیدہ بودے۔ ہر کرا نظر بر جمال اُو افتادے بے اختیار سجدہ کردے۔ سلسلہ او بہ سبب کبر سنی او بجہتے دیگر بہ پنج و شش واسطہ بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم می پیوندد و بعضے مداریان بے واسطہ او را بحضرت منتسب دارند و بعضے چیزے دیگر گویند کہ اصلے ندارد واز دائرۂ شریعت وطریقت خارج است۔ واللہ اعلم۔ انتہیٰ۔ یکے از خلفاء شاہ مدار تاریخ[1] تولد ایشان گفتہ۔ قطعہ۔

آمدہ خوش شاہ ثقلین آمدہ | رہنمائے قرۃ العین آمدہ
چون طلب کردم ز دل تاریخ سال | گفت ہاتف شاہ کونین آمدہ

وتاریخ وصال شاہ مدار ''ساکنِ بہشت[1]'' نیز گویند۔ شاہ مدار را ارادت از شیخ طیفور شامی است وے را بشیخ یمین الدین و وے را از شیخ عبداللہ علمبردار و وے را ''بثانی الاثنین اِذ هُمَا فِی الغَار'' (یعنی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) واللہ اعلم۔

وقتے عبدالواحد درویش در خانقاہ شیخ طٰہٰ بیمار افتاد و وے تعبد بیماری بر خود گرفتہ، چون وے گذشت مابین گور پدر و مسجد مدفون ساختند۔ و آن عبدالواحد قلندرے بود مست بے باک درشت گو، سخت بافہم و ہوش۔ روزے وے از شیخ شنت پرسید کہ ہر گاہ عبد از میان برفت واحد ماند، پس واحد کرا فرمان برد و عبودیت بجا آرد۔ شیخ

---

[1] از مادہ تاریخی ''ساکن بہشت'' ۸۳۸ھ برآمدہ است۔ و آن بر ابر است ۱۴۳۵ء۔

من گفت ہمان واحد در مرتبۂ وحدت معبود است و ہمان واحد در کثرت عابد۔ پس عبادت خود را خود (می کرد) وغیرے (او) موجود نیست۔ وے گفت ''احسنت'' خواجم! عارف توی۔ شیخ من گوید کہ من اندر آن بیماری روزے بعبدالواحد شدم مرض ''اسہاب کبدی'' داشت۔ پرسیدم چہ حال داری، گفت۔ خواجم! اندرتے پیچے دارم گوی کہ دروں من بکاردہا ے می برند۔ روزے من آن عبدالواحد را دیدہ ام کہ بالاے قبر عزیزے نشستہ است سر برہنہ و بروت دراز چون شیرے مہیب و کاسہ شراب بدست دارد و می خورد و بعضے اشعار مثل این می خواند

اسرار خدا لیق ہر بے سروپا نیست ۔۔۔ ہر بے سروپا لیق اسرار خدا نیست

وازا قرباء آن عزیز ہیچ یکے را تاب روبروش نیست چہ جاے گفت وشنفت۔ شیخ علاء الدین سنبھلی کہ با شیخ قیام محمد پسر شیخ طاہا (طہٰ) صحبت داشتہ گوید کہ (من بخودی گفتم وقتے کہ) از قرضداری خلاص شدہ بخاطر جمع در خدمت وصحبت درویشان بسر برم ہمدرین اندیشہ شبے شیخ طاہا (طہٰ) رابخواب دیدم و گفتم شیخا بر حال من لطفے فرمائی۔ وے گفت تو خود با ما می باشی اما این درویش را کہ می بینی سروپا برہنہ ایستادہ است یعنی عبدالواحد ہر شب چیزے از ہر رکروہ می آرد بعدہ مرا گفت این چیخال بوترے کہ افتادہ است برگیر۔ من دامن خود از آن پُر کردم چون روز شد از اتفاقات حسنہ از فتوح مرا آن قدر مبلغ بہم رسید کہ از تمامی قرض خلاص گشتم واز تفرقہ ہاے و رستم۔ وہم وے گفتہ کہ من چند شب و روز درود

خواندم بامید آنکہ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب بہ بینم تا شبے بخواب دیدم کہ در ہمان مقامے کہ من ہستم آنحضرت نشستہ اند، وضوی سازند۔ من سر بر زمین نہادم ولاے وضو خوردن گرفتم تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد اتمام وضو تبسم فرمود۔ دست مبارک بر پشتِ من فرود آوردہ فرمودند خاطر خود جمع دار تا بالکلیہ از ہمہ وجوہ خاطر جمع شد۔ من بدیدارِ شیخ صبا (ط) بسیار رسیدہ ام واز وے لطفہا دیدہ۔ یک دو بارے با شیخ خود بودے شدہ۔ وے دراثناء سخن گفتن سر بجیب مراقبہ فرو بردے و باز بر آوردہ حکایت در پیوست۔ وفات پدرِ وے در سال ہزار و بست و شش است (۱۰۲۵ھ ۱۶۱۷م) و وفات وے در ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱م) گویند شبے وے غسل کردہ پارچہ پاک پوشید و خوشبو مالید و زنِ خود را ہم بعد غسل جامہ ہاے رنگین پوشانید و ہر دو ہم آغوش بخواب رفتند۔ صباحے دیدند کہ وے برفتہ است۔ وے را ہمسایہ بودہ است محمد نام روزے بعادت خویش رقص کنان بدف ودائرہ بقصد زیارت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ ہمی رفت در راہ بوے ملاقات کردہ واز وے پرسید شیخا! سرّ الٰہی را چہ نام است۔ وے ازین سخن بتواجد در آمد و خوشوقت گشت۔ در پنجابی گویند۔ نظم

عین صبر چنین شرم سب جاے
تاب قرار، سونا رہے عشق جو بُری بلاے

صاحب ''نزہتہ الارواح'' می گوید کہ معرفت را عقل آلت است و عشق ہمہ حالت۔ بہ آن بتدریج خشت بر سر آب می زنند و بہ این تجرید آب بر سر خشت

می اندازند۔ عقل رنگے است بے بوی۔ عشق بوے است بے رنگ۔ عقل سنگے است بے نمک عشق نمکے است نہ بے سنگ۔ عقل مرغے است در ہوا۔ عشق ہوائیست در مرغ۔ مرغ در ہوا نظارگی، وہوا در مرغ آوارگی۔ مثنوی

چون عشق آمد ہلا اے عقل بگریز ۔۔۔ نہ مردے آتشی اے پنبہ پرہیز
روان شد باد تند اے پشہ ہشدار ۔۔۔ عقابے می رسد اے صعوہ زنہار

عزیز من عشق سخن گفتن دیگر است وسخن عشق گفتن دیگر۔ ہر کہ عشق سخن داشت بر قبر آمد۔ آنکہ سخن عشق داشت از دمن برآمد۔ آنکہ گفت ہیچ ندانست، آنکہ دانست ہیچ نگفت۔ سخن عشق راشکری دان در دہان سخن گوی و در دہان (دل) سخن داں۔

حرف عشق از سر زبان دور است ۔۔۔ شرح این آئینہ از بیان دور است
مدعی کے رسد بدعویٔ عشق ۔۔۔ طالب نام ازین جہان دور است
اے بحرص وہوا کمر بستہ ۔۔۔ این حکایت ازین بیان دور است

شیخ عبدالمجید امروہہ

صاحب ذوق ووجد ست ویگانہ است اندر زہد وورع۔ گویند وے اوایل در طلب علم بہ نزول شد و آن جا مرید شیخ نظام نارنولی گشت۔ شیخ نظام مرید خواجہ خانو گوالیاری[1] است کہ قریب پنجہل سال بر مسند ارشاد و ہدایت استقرار داشتہ و در

[1] شیخ خانو گوالیاری مرید و خلیفہ خواجہ حسین ناگوری است (متوفی ۹۰۰ھ ۱۴۹۶م)

سال نہصد و نود و ہفت (۹۹۷ھ ۱۵۷۹ام) برفتہ از دنیا و خواجہ خانو مرید خواجہ حسین
وری ست و خرقہ شیخ اسمعیل فرزند شیخ حسین سرمست کہ در چندیری بود برداشتہ۔
آخر شیخ عبدالمجید باشارہ شیخ خود با مروہہ آمدہ و در روضہ سید شرف الدین قدس سرہٗ
نشستہ است و چلہ ہا برآوردہ و ریاضت شاقہ کشیدہ۔ پس از آن ہم در جوار روضہ
مذکورہ اقامتے گرفتہ و آن جا خانگی ساختہ۔ وے را در اندک فرصتے قبولے پدید آمدہ
جمعیت خاطر و تغیت عظیم پیدا کردہ مریدان صاحب احوال و مقامات بہم رسانده۔
سے پیش از فوت خود بہ دہ ماہ یاران خود نوشتہ با فرستادہ در اطراف و جوانب کہ وقت
آخر من است برسید و ہمہ یاران و مریدان بر سر وقت وے رسیدند و وے در شب
یازدہم ربیع الآخر از سال ہزار و چہل و پنج برفت (۱۰۴۵ھ ۲۰ ستمبر ۱۶۳۶ام) از دنیا
ہم اندران جا مدفون گشت۔ شیخ من گفتہ کہ من در ایام جوانی بہوائے سید فتح محمد
مروہگی (امروہہ) کہ جوانے بود مقبول با مروہہ شدم و با شیخ عبدالمجید ملاقات کردم
و پرسیدم شیخا! نہایت این راہ تا کجا است؟ وے گفت تا بہ ملکوت و مشاہدہ ارواح
نبیاء۔ گفتم زیادہ ازین ہم می باشد گفت زیادہ ازین چہ خواہد بود۔ باز گفتم شیخا!
شنیدہ باشی کہ در کتابے مسطور است کہ درویشے مرید امام غزالی بخواجہ یوسف ہمدانی
آمد۔ خواجہ از احوال امام پرسید گفت روزے وے بوقت افطار روزہ رمضان مراقبہ
داشتہ طعام برچیدہ بودند و حاضران منتظر نشستہ۔ امام چون سر برآوردہ گفت۔ یاران
شما طعام تناول نمائید کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بدست مبارک خود مرا طعام سیر
خوراندہ۔ خواجہ فرمود "تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقہ" واین

نزدیک ست بآن کہ خواجہ بیرنگ درمبادی حال طلب پیش سید علی بودیا نہ (بذہانہ) رسیدہ اند۔ سید خلیفہ شیخ عبدالرزاق جھنجھانہ کہاز مشائخ کبیر بودہ است بودہ و شیخ در نہ صد و چہل و نہ (۹۴۹ھ ۱۵۴۳م) برفتہ و سید در ہزار و دو (۱۰۰۲ھ ۱۵۹۴م) وخواجہ بیرنگ از سید طلب طریقہ نمودہ اند سید مراقبہ توحید بیان کردہ و در آن ایام ایشان ازین مقام قدم بالاتر نہادہ بودند۔ گفت چیزے دیگر بیان کنید۔ سید گفت بالاتر ازین چہ می باشد۔ ایشان ساکت شدند۔ سید ولی محمد امروہگی (امروہوی) کہ جوانے است سخن آشنا وصحبت داشتہ بسید عبدالحکیم کہ مرید شیخ عبدالمجید ست۔ گفتہ کہ سید گفتہ کہ شیخ عبدالمجید درآخرہا ازانچہ نہایت این راہ عالم ملکوت وغیرہ مذکور شدہ قدم بالاتر نہادہ بودند واز وحدت سخن می گفت۔ شیخ من در رسالہ "نوروحدت" می آرد کہ اگر سالہا بعبادات وطاعات واذکار اشتغال نمائی واز وحدت غافل باشی از وصل محرومی اگرچہ حول وکیفیات غریبہ روے نماید وانوار وواقعات جلوہ گر گردد وحالے کہ آن را وصل توہم کنی وثمرہ آن حال علم وحدت نباشد بحقیقت آن وصل نیست۔ آنچہ ظاہر شدہ مرتبہ ایست از مراتب ظہور ومقصود حقیقی کہ مطلق است وظاہر در ہمہ وعین ہمہ تا چیزے ظاہر می شود کہ بوجہے از وجوہ باشی از اشیا مغائرت دارد (از حقیقت)۔ آن منزل مقصود نیست۔ انتہی

شیخ رکن الدین سندیلہ

مرید شیخ عبداللہ خیرآبادی است۔ اہل صلاح تقوی بود و در معاملت مستقیم۔

یک قرن بیش در مسجد جامع فیروزی اقامت ورزیدند اندر دہلی۔ ہیچ گاہ بہ ہیچ کس
از فتنے و بکارِ دنیا ہرگز تیر آمدے۔ پیوستہ بتلاوت کلام مجید مشغول بودے و
ہم کتابت آن نمودے چون باتمام رسیدے باہل صلاحے بدادے۔ من وے را
ہم درآن مسجد بدیدے کہ بنماز فرض ہیچ گانہ بجماعت در رسیدے و بعد دائے
نماز (فرض) بزاویہ خود شدے وبقیہ آن جا گذاردے ہمیشہ کار و بارش این بود۔
وفات وے در سال ہزار وشصت داند است (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) وقبر وے ما
بین صفہ خواجہ بیرنگ۔

شیخ امین لاہوری

مرید شیخ عیسیٰ سندہی است از اہل تمکین و استقامت بود۔ در صحبت وے اثر
جمعیت وآرام تمام ملحوظ می شد۔ وقتے کہ من با شیخ خود در لاہور بودم۔ وے بدیدار
شیخ من آمدے باخلاص ومحبت۔ گاہ با شیخ من بوے شدے وصحبت با وخلوت با
بس آرامیدہ گذشتے۔ شیخ وے شیخ عیسیٰ شطاری بودہ است از مشائخ کبار
برہانپور۔ وبا شیخ محمد فضل اللہ قادری عالم ربانی معاصر بودہ درآن شہر لیکن بہ سبب
اختلاف مشارب باہم ملاقات میسر نشد۔ چون شیخ محتضر شد پرسیدند شیخ امین زشہر را
کہ بگذارد وگفت شیخ عیسیٰ و برفت از دنیا۔ در سال ہزار و بست و نہ (۱۰۲۹ھ
۱۶۲۰م) وشیخ عیسیٰ در سال ہزار وسی و یک (۱۰۳۱ھ ۱۶۲۲م) وشیخ محمد امین در
ہزار وشصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) محمد صالح لاہوری کہ ذکر وے گذشت

گفت کہ یکے از اقربای من بسبب حطام دنیوی بمن دشمنی داشتہ است وحال آن
کہ مرا از دنیا ہیچ پروای نبود۔ آنکس برائے ایذائے من دعائے سیفی شروع کرد
چنانکہ بر من اثرے آورد۔ ازین معاملہ شیخ محمد امین واقف گشت مرا چارقل
آموخت کہ بعد صلوۃ خمسہ خواندہ و بر خود می دمیدہ باشی۔ چنان کردم آن اثر مرتفع
شد۔ شیخ محمد امین عنایت ولطف بسیار بر من داشتے و (از) اشعار ہندی خود مرا
خوشوقت ساختے ہمین تخلص کردے این چند شعر یست۔

ملتا جل نے ہوئیا پھن جل کہے اگائی   موتی بنی چھیدی سمند نہ پیوے جائی
جتی جانی پریم رس اور نہ پوچھے کوئی   مورگ لاگ نج تی ہم سادھو کھا ہوئی
جتی رین نرملی بست چت لے سندلالی   بے راون کی باری بہو ہوئی جن جالی
کدری بکل مریہ ور مصری سنگ لائی   سنگ سے من کار مصری بے قول بھائی
جتی گھٹ گھٹ ہر بسے ہر مورت پہچان   جہاں جیسا پرکھت ہیا تب جیا مرجان

وے مشتمل بر (معرفت) از اشعار ہندی من محظوظ و خوشوقت تر می شد خصوصاً ز
پیم کتھا۔ چوپائی

پیپی جیوں پیپ کر تارا   جاگے ہم رہیو سنہارا
پرنہم احداب جتی جا نو   چت امینہ بھید بہ نو
جیس پرت ہوئی آپ دکھیو   آپ سے بسارے نیہ یو
نی انوپ او پاؤ دکھائی   چھپے بھید سو سب پر تائی
نت کارے ماس ہلہ یو   سویہ کشور راپ مرائیو

مانس تج کے کیں جو چالو پیم رنگ ہوئی پا ون آیو
ایش ایک ہوئی گیو سو مانس دو جو کوئی نہ تمسہ مانس
واہی پاہی آپ نہ رہا یو آپ پاوت وا ہی پایو
یہ سب حیرت پیم کو کہتیو اپنے روپ آپ میں بہیو
ہمت کرا پنے پیم سنہ یہ ست آئی آئی اکیلی آپ سنہ کانہوں بھید بنائی
سمجھ تو جو کمال درین دو جو ناہتہ کو تیری وہم کہیال دو جو ہو جو پاے
چاکت متواری پیچانے متواری ناتہہ نیناں لاگے بے ست بل ستہ کس لگانہ
ہی بہوم نہ انگری رسجک بنل انگ آنسو تخت بہرہ بری چھانکے سبھ انگ
رہر روے ملھ چھتنی چھید کرے اور کور ای سب پیم سنگار ہیہ پیم پیر پچھ اور
نا من موت نین تو نا آنکھیں نا کان بے انہ من پتو بست بے سون ہیر کت
بد بنا ے مت حسمت سمجھ سکت نوئی سبھی وسوچ یو جو پتہ ہوئے سو ہوئے

شیخ وزیر محمد خاندیسی

وے نیز مرید شیخ عیسی است۔ صاحب معنی بود و مستقیم الحال۔ معاملت نیک را از سعت مشرب با عشق و محبت آمیختہ بود۔ گویند در ایام جوانی بے قید نہ وقلا شانہ زیستے ومستانہ گردیدے۔ گاہ وے را وہم مشربانش را نجر ے از مسجد عیسی یافتندے وآن مسجد بود پر احتیاط کہ وقت شب ہیچ کس را غیر نگہبان درآن نگذاشتندے ومقفل داشتندے۔ چون وے را بآن مردم دست بستہ پیش شیخ بردندے شیخ وے

را بگوشہ بردہ چند روپیہ یا فلسے چند بداوے وکیل کردے۔ وے زین مدارات شیخ
ازآن چہ کہ بود برگشت وتائب۔ وشیخ وے را بمریدی قبول فرمود۔ شیخ من گفتہ کہ
وقتے سیدزادہ عالی نسبت کہ اوضاع و اطوار باتمامی مخالفِ شرع بودہ است
بخدمت خواجہ آمد بعضے از حاضران گفتن گرفتند کہ تو از خاندان والائی، اوضاع
تو این ہمہ مخالفِ شرع چونست خواجہ بیرنگ گفتند سید غایت خوب کسے است و ہمہ
نیکیہا است اندروے ودر طعام شریک خود کردند ومدارا بسیار فرمودند۔ وے تمام عمر
کہ بآن روش مخالف خوگرفتہ از حسن اخلاق ایشان ازآن برگشت وتائب شد۔ پس
ازآن شیخ وزیر محمد بفرمودہ شیخِ خود کدخدا شد وفرزندان بہم رسانید لیکن از بسکہ طور
آزادگی داشت ازآن تعلق تنگ دل گشت واز خدا ہمی خواست کہ مرا مجرد گرداند تا
در روزے چند آن زن وفرزندانش بمردند ووے پاک گشت، اندرین راہ آمدہ وے
باوجود جہد بعبادت وتلاوت مشغوف حسن صوری بودہ، نقش ہائے پری وبندی در
پردہائیک بربستے ونیک ترگفتے۔ وے صدق ظاہر را با عشق باطن بہم آمیختہ بود،
این شعر خواجہ شیراز۔ از بس موافق حال وے افتادہ

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید کہ سالک بے خبر نبود ز راہ ورسم منزلہا

وے شب ہا در خانہ مغنیہ ہائے صاحب حسن بروز برآوردے و ز انکار حاسدان
فارغ بودے۔ شبے وے در خانہ مغنیہ بود۔ اتفاقاً جمعے از دزدان برآن ریختند و
مقدار صد شمشیر بروے زدند وے بخوشی تمام برخود گرفت، یکتا رموئے وے
بریدہ نشد وہیچ آسیبے بوے نرسید۔ بگاہ بسلامت برخاست واین از خوارق وے

بود۔ وقتے شعرے را در پردہ باختر بستہ بود و بگنجر و دل کش می سرود جمعے گویند ہاے
بادشاہی و بادشاہ زادہ در آن جا حاضر بودند۔ من می دیدم کہ چون آن کس گفتن نمی
توانست۔ ہر ہمہ گوش گرفتہ بودند و شعر اینست

محمد عربی کآبروے ہر دو سراست　　کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر اوست

شیخ من وے را خوب دانستے و از نیک مردان شمردے کہ صاحب مشرب بود و
وے گوشۂ خاطرے داشتہ است من کہ دل می داند و من می دانم۔ و مدتہا با ہم
مجلسے و صحبتے نیک گرم داشتہ اند کہ تفصیل آن بدراز شد۔ گویند چون وے را
وفات نزدیک رسید جذبہ پیدا کرد و از ہر چہ کہ داشت پاک بر آمد حتی کہ بستر شرعی
ہم مقید نبود و ہیچ شعورے ازین عالم نداشت مگر ازین قدر کہ گاہ بارے در بازار چار
سوق نشستے و پارچہ کہ در برداشتے بر آوردہ بر زنے رقصندہ و صاحب جمال
بخشیدے۔ آخر بر زمین کہ اول و روئیت رفتہ می نشست تا برفت و در سال ہزار و
پنجاہ واند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۱ء) و قبر وے در برہانپور است و یکے از مریدان شیخ
عیسیٰ سیدونی بود صاحب نسبت و کیفیت و ذوق و وجد۔ وے جذبہ را با طریق
سلوک بہم آمیختہ بود۔ بے تعینی و آزادی نیک داشتہ است۔ و در زبان وے
تاثیرے بود ظاہر۔ روزگارے کہ من اشکری بودم در مراد آباد وے بر من لطف و
عنایت فرمودے و در منزل من نزول نمودے و از حال خود و شیخ خود حکایت
غریبہ آوردے و ہم من می شنودم کہ وے نسبت من بہ یاران خود گفتے کہ ما بین
اشکری سرے خوش ست و ہمچنے بشارت می داد کہ خوش وقت می شدم و امیدوار ترم۔

وفات وے سال ہزار و پنجاہ واند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) وقبر وے در قصبہ بتور

ومن از مریدان شیخ عیسی چندے را دیدہ ام نیک معاملت۔ از آن جملہ سید حاتم

نام دوستے است باصلاح وسلامت از مریدان شیخ فرید کہ از مریدان شیخ عیسیٰ

بود۔ وے گوید کہ شبے در مجلس مولود درویشے بسماع در آمد۔ بعدہٗ شیخ فرید راہم

وجد در گرفت وگریہ در آمد و این حال بر حاضران چنان اثر کرد کہ ہیچ مردے بے

گریہ وسماع نماند۔ کسے خویست۔ وہم وے گوید وقتے کہ من با رستم خان لشکری

بودم و آقا مرا بکارے ومہمے دور دست متعین کرد و من کارہ آن مہم شدم کہ از دست

من نمی آید۔ درین اثنا توجہ بحضرت شیخ فرید کردم کہ ازین مہم خلاص شوم۔ درین بود

کہ آقا مرا گفت کہ تو بآن کار مرو۔ وبجاے من دیگرے را فرستاد۔ وہم گوید وقتے

کہ من با رستم خان دقی لشکری بودم۔ خان مرا بجہت مطلبے گفت کہ استخارہ بکن،

کردم و محمد مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دیدم کہ بر آب سوار شدہ می خواہند

بجاے تشریف فرمایند۔ درین اثنا خان ہم در آن خواب بمن گفت کہ مطلب من

کہ حکومت سنبھل است عرض کن برو دویدم و عرض کردم۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ

وسلم ہر دو دست مبارک بدعا برداشتند چون بر روے مبارک بر آوردند من ہم بہ

تبعیت ہر دو دست بر روے آوردم۔ اتفاقاً در بیداری دو دست بر روے خود

دیدم۔ تقرر من کہ موقوف ماندہ بود تا آن روز پادشاہ صاحب قران ثانی خود بخود

حکم داد و تقرر حکومت خود باز آمد۔

شیخ شاہ محمد جامی

مرید شیخ جلال تھانیسری[1] است۔ اہل زہد و تقویٰ و ورع بود۔ معاملت سخت شگرف داشت۔ ہمیشہ تلاوت کلام مجید قیام داشتے۔ در اوایل ہر روز پانزدہ سیپارہ خواندے و در اوسط یک ختم قرآن وظیفہ داشت۔ در آواخر چون سن رسیدہ شد باز پانزدہ سی پارہ قانع گردید۔ روز وفات بست و ہفت سی پارہ خواندہ پیوستہ بطہارت بودے و صوم دہر داشتے آنکہ بیماری وے در ایام تشریق وغیرہ بود و در ہمہ بیماری با شہد خوردے یا شربت شہد، غیر از شہد ہیچ چیزے دیگر علاج نکردے و گفتے در خبر است کہ روزے صحابی بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ عرض کرد "یا رسول اللہ" تپ دارم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود شہد بخور۔ روز دیگر باز آمدہ گفت شہد خوردم تپ زیادہ شد باز فرمود شہد بخور۔ روز سوم تپ زیادہ تر شد باز ہمان حکم شد تا تپ بکلی زائل شد۔ پس از آن فرمود این آیہ کریمہ در باب شہد آمدہ یقین تمام است "فیہ شفاء للناس"۔ و وے از وجہ کسب زندگانی کردے و نذر و فتوح نگرفتے و موافق کار خود وقت ابدا از دولت مندے پسندے (گرفتے)۔ وجہ کفاف خود و عیال ہم از آن نمودے۔ گو باطن معمور کردے جہد بلیغ می کردے در کار شریعت زیادہ از حد و حساب سخت درشت بود و در حقیقت طریقت نرم

۱؎ شیخ جلال مرید و خلیفہ شیخ عبد القدوس [illegible] وفات ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء مصنف "تحقیق ارض ہند" ([illegible])

ودرست۔ در تصفیہ وصفائی قلب یگانہ بودہ است کہ اگر روزے لقمہ بکام بردے،
کہ مشتبہ بودے بیمار شدے۔ روزے پدر من کہ باوے محبت و اخلاص تمام
داشت وخواجہ تاش وے بود، بوے گفت۔ شیخا! چونست کہ امروز بوقت افطار باہم
طعام خوریم۔ گفت بشرطیکہ باحتیاط تمام پختہ شود۔ گفت آرے و مطبخی را چنانچہ باید
تاکید کرد، چون طعام حاضر آوردند وے بود و پدر من و من چون وے لقمہ فرو برد،
گفت۔ آہ، آہ مرا درد آمد نیک تحقیق نمائید کہ اندرین طعام شبہ ہست۔ ہر جزوے
را از آن طعام بشمار آوردند۔ حتی آب و آتش ہم در گذشت و تاکید بسیار دید و گفت،
مے پارہ چوبے نیم سوختہ در آتش کردہ آمدہ ام بسوختہ وے گفت ہمان چوب [illegible]
(درد) برآورد۔ دو سہ روز تپ کرد و بہ شد۔ روزے من دیدم وے را در زمستان،
کہ آتش افروختہ بود وخود را گرم می ساخت ناگاہ برگ خشک را بدر آتش،
انداخت وے دست از آتش برداشت و برگشت [illegible] کہ آن برگ از
درخت دیگرے بودہ است۔ روزے وے بدین [illegible] بر عمارت نیم
کارہ برفت از [illegible] تختہ جدا شد و پائین افتاد وے باکسی گفت بروو [illegible]
خشت از خود بیار و درین عمارت چند [illegible] بدان بدل تا حلال گرداند، ہم چنین
[illegible] ہو را آمد۔ پدر من گفتے وقتے کہ من داروغہ [illegible] شیخ فرید بخاری بودم وے
ہم آنجا بود۔ روزے تختہ چوبے را از عمارت سرائی ہمدان جا در طاقچہ گذاشتم و
قرآن مجید بر آن داشتم، در آن وقت [illegible] من از آن چوب پارہ پارہ شد
چون وے شنید [illegible] پارہ شدہ است [illegible]۔

که این گناه چرا کردی و اگر وے می گوید که من این گناه نکرده ام پس آن قطب گوید
که تو راست می گوئی حسنه بصر من غلط کرده است و این صفت اندر وے به تبعیت
آن صفت الٰہی است که حق سبحانه تعالیٰ در روز قیامت گناہگارے را خواہد پرسید که
این گناه چون کردی وے خواہد گفت خداوندا! آن گناه من نکرده ام تا حق سبحانه جل
شانه بکمال کرم خود بوے خواہد فرمود که خوب اگر گناه نکرده برو به بہشت رو۔ انتہی۔
وقتے که شیخ من این نقل فرمود من از روے ذوق این بیت گفتم

باش خوش چون ز حق جنت نبی   سبقت   رحمتی   علی   غضبی

این اگر حدیث است راست می آید و اگر حدیث قدسی است ہم راست می آید۔
شیخ من وے را دیده بود و خوش داشته و از نیک مردان شمرده وے گاه با پدر من
آمدے و مدتہا بودے و گفتے من سه چیز را نمی دانم که قسمه حال است یکے درجے
تو و دو جے دیگر را نشان داده لیکن آن دو جا مرا رفته و این جا بسیار رسیده و
در مواسم مبارکه که مثل ماه رمضان و ایام عاشوره وغیره ذالک را درین جا
گذرانیده و در گذاردن صلوۃ خمسه در اعداد رکعات غلط کردے و از دیگران
پرسیدے که من چند رکعت گذاردم۔ این حالت یا از راه سہو بود یا از غلبه
استغراق۔ والله اعلم۔ پدر من با وے یکبار به رفاقت من به سنبھل رفته بود مرکب
بجہت سواری قبول کرده روزے در اثناء راه وے را بر اسپ سوار ساختم که قدمے
چند در رکاب تو می روم۔ وے اسپ را تیز راند و مرا فراموش کرد تا نیم کروه قوت
پیاده رفتن داشتم رفتم پس من حیران شدم و در ماندم آخر یکے را بر دوانیدم تا یک

بیارد۔ وے از نیمہ راہ برگشتہ آمد و بزن گفت ہمانا از فلوس کدام را روغن و (کدام) فلسے را صابون خرم۔ و ہم عزیزے شیخ من می گفت کہ روزے مرا صالح راست و درست و اہل این کار با خودے ہمی رفت وقت نماز در رسید، دید کہ چبوترہ ایست مصفّیٰ خواست کہ نماز گذارد تا از صاحبِ آن کسے طلبید کہ وضو سازد و نماز گذارد۔ خادم گفت اے شیخا! این عجبہ است چہ می کنی؟ وے گفت: چون تہمت می نہی کسے را کہ علم آن نداری، تو خود برین کار پرسیدہ خواہد شوی۔ عجبہ چون برسادگی آن نیک مطلع شد بمطائبہ گفت۔ شیخا! انصاف نمای کہ خادم تو بناحق مرا تہمت می کند۔ گفت آرے خواہر، خادم دروغ می گوید، سلام کرد و پیشتر رفت۔ و مولانا محمد حافظ خیان کہ ذکروے گذشت گفت کہ میان جمال خان مفتی دہلی کہ از علماء ربانی بود و ہفت پسر حافظ و عالم و فاضل داشت۔ روزے بر سر درس فوائد مستعدان می فرمود۔ دران اثناء مہتمم قریہ ملکِ وے آمدہ بایستاد۔ وے پرسید چون آمدی؟ گفت چنبہ طیار شدہ است کسی بفرست تا حصہ ترا بیارد۔ پرسید "دانہ زدہ برآوردہ اند۔" پیش ازین چون مہتمم مزارعہ بحوالِ غلہ رسیدہ وے پرسیدہ بود کہ "پیاس را چہ شد"

[illegible]

عنیک نہاد پیر فلک ز آفتاب و ماہ تابر خط عذار جوانان کند نگاہ

وے مقبولی داشتہ است خاص کہ خاص وعام وے را بجان ودل خواستندے واین
علامت قبول اوسبحانہ است

خوشی و خرمی و کامرانی کسے دارد کہ خواہش تو باشی

شیخ احمد ستامی

وے سیاح بود، صاحب تقوی وصلاح۔ در طریق فقر مستقیم و در معاملت ثابت
قدم۔ وے صبور بود۔ از صحبت اہل دنیا نفرت داشت۔ کم با کسے الفت گرفتے
وموانست دارندے (داشتے) و اگر اتفاق صحبت افتادے زود تر بر شکستے۔ فقر را
ملازم بودہ۔ بر قدم تجرید زیستے۔ حالت تفرید خاصہ وے بود۔ وے مرید شاہ میر
لاہوری است و بصحبت حاجی عبداللہ سیاح رسیدہ بآخر از صحبت خواجہ بیرنگ بہرور
گشتہ و بکمال رسیدہ۔ با شیخ من بہ اخلاص و بصدق پیش آمدے و محبت خاص
داشتے۔ وے آزادانہ بودے۔ تنہا سفر کردے۔ در شہر ہا عاشقانہ گردیدے و
بحسن صورت مائل بود، ہر جا صاحب جمال را شنیدے، رسیدے، عمر دراز
یافتہ۔ وقتے شیخ من وے را دیدہ [illegible] بدیدار صاحب جمالے شاہزادہ
گردیدہ رفتہ، ہر روز و روز دیگر را باز آمدہ۔ آن روز من بوے آتش شدہ بودم
و تمام شب با ہم عذر راندہ بود۔ آن از سبب تعشق کہ داشت وے بجائے دیگر رفت و
رفت آنچہ رفت۔

امیر تیمور است در سمرقند پادشاہ بود و مرزا شاہرخ در خراسان می بود۔ حضرت خواجہ گاہ گاہ بجہت کفایت مہمات مسلمانان رقعہ بمرزا شاہرخ می نوشتند۔ مرزا خلیل را از ان ناخوش می آمدہ است آخر بشکایت اہل حسد بغایت متاثر و متغیر شدہ است چنانچہ کسے را بہ بخارا پیش ایشان فرستادہ کہ عنایت کردہ شما را بجانب دشت می باید رفت شاید کہ جمعے آنجا ببرکت قدوم شما بشرف اسلام (توفیق) یابند۔ حضرت خواجہ فرمودہ اند۔ خوش باش اول مزارات را طواف کنیم بعد از آن رویم و فی الحال سوار شدند و جمعے از خادمان در ملازمت ایشان روان شدند۔ اول بمزار حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ رفتند چون از مزار بیرون آمدند نہایت ہیبت و غضب از بشرہ مبارک ایشان ظاہر بود و از انجا بسوے مزار رفتند و زمانے بر سر قبر امیر کلال علیہ رحمۃ توقف نمودند و چون از مزار ایشان بیرون آمدند تازیانہ بر اسپ زدند و بر [illegible] پشتہ راندند و روی بجانب خراسان کردہ این بیت خواندند

ہمہ را زیر و زبر کن نہ زبر ماند نہ زیر تا بدانند کہ مردان زین میدان چیست

و از آن جانب بخارا آمدند ہمان حضرت شان (فرمان) میرزا شاہرخ بر سے میرزا خلیل در رسید مضمون آن کہ اینک کہ رسید بیاید۔ جاسے جنگ مقرر سازد۔ حضرت خواجہ فرمودند تا آن نشان (فرمان) را در مسجد جامع برائے منبر خواندند پس بسمرقند پیش میرزا خلیل فرستادند و میرزا شاہرخ عقب آن نشان (فرمان) در رسید و مرزا خلیل را بقتل رسانید۔ انتہی۔

روزے آن شیخ احمد سنائی را پادشاہ صاحب قرآن ثانی بحضور خود طلبید و [illegible]

وے، بالباسِ مکلّف بردند باشاہ پرسید این لباس آنِ تست۔ گفت نے از دوستان
منست۔ بادشاہ خوش شد و مبلغ کثیر نذرِ وے کرد۔ گفت نے مرا ضرورت نیست:
چون موکد شد کہ چیزے بگیر، یک روپیہ برگرفت۔ بادشاہ از استغنائے وے
خوشوقت گشت و باعزاز تمام رخصتش کرد وے روپیہ بہ حجابِ شاہ داد و گفت مرا
ہمین مرحمت شدہ و بدوستان خود گفت کہ من خود بدرگاہ بادشاہ ظل اللہ رسیدہ بودم،
اما چہ کنم کہ ہیچ بزرگی من رونق نیافت۔ وقتے وے منکا رنگین بشیخ من گذراندہ و
درہمان مدت منکائے زرین مکلّف را بادشاہزادہ نیز بشیخ من گذراندہ این
منکا (ے) مکلّف را شیخ من بمن بخشید۔ روزے بخاطر من آمد کہ چہ شود کہ اگر
آن منکا را بمن عنایت کنند و مکلّف را از من گرفتہ بدیگرے بخشند چہ آن از فقیر
است و این از اغنیاء۔ شیخ من بر خاطرِ من مشرف گشت و آن را بمن عطا فرمود
والآن بامنست و آن مکلّف را از من گرفتہ بسید قریش بخشید، و سید مرید و مقبول شیخ
من است۔ و برادر (سید حامد شہید) فہمیدہ و سنجیدہ۔ وقتے کہ وے از قبل رستم
خان دکنی حکومت قمعہ دُول یافت شیخ من وے را فوطہ خود بخشید کہ بر سر علم بندد۔
وے چنان کردہ بہ سرِ غار دار الحرب یورشہا نمود و از یمن آن فتح ہائے عظیم دیدہ و
متمردان آن زمین را کہ در مواضعات بودند سزائے سخت رسانید۔ آخر سید قریش
در شب پانزدہم ماہ ربیع الاول از سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ ۱۶۶۲م) بعد
اتمام "اسراریہ" در قصبہ ایرچ برفت از دنیا و تابوت وے را پس از چہل روز از
زمین برآوردہ بسنبھل مدفون ساختند در پہلوے سید حامد شہید برادر وے۔ سُنّتین

عمر آن شیخ احمد بہشتاد رسیدہ بود کہ در جامع مسجد فیروزی می گذراند و زآن جا بمسجد شیخ عبدالنبی جائے کہ شیخ صالح می باشد رفت و سکونت گرفت و آن جا برفت از دنیا در سال ہزار و شصت واند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) و قبر وے در جوار قدمگاہ حضرت امیر المومنین علی است رضی اللہ عنہ۔

شیخ صالح ملتانی

با پدرِ خود شیخ طاہر صحبت داشتہ از اولاد شیخ بہاء الدین زکریا ست۔ فقیرے بود وارستہ و آزاد و صاحب معنی بر قدم تجرید زندگانی کردے۔ وے را طرزے بود خاص در تلبیس۔ ہمہ اہل ظاہر بوے نیک بودند۔ وے ہمہ بصلح و مدارا پیش آمدے۔ ترہاتِ صوفیان را فراچشم نیاوردے۔ دائم فارغ البال و مشغول بود۔ برعکس مشائخِ وقت وے بعلمائے ظاہر گفتے کہ شما مُریان (عامیان) علم ش[illegible] بیش نمی دانند۔ علم توحید و معرفت نصیب اعدائے شما است۔ بعضے وے را بالحاد و زندقہ منسوب ساختندے کہ ناگفتنی با بسیار گفتے طعن بعضے در اصل در اعتقاد وے بودنہ کہ در معاملت۔ وے سخن چنان گفتے کہ فہم عام در نگنجد و از سوء تعبیر آن نماید از آن مردم را انکار پدید آمدے۔ وقتے شیخ صادق سندی کہ درویشے بود صالح محتضر شد شیخ الہداد و شیخ حسن و دیگر جمعے ازین قوم بر وے حاضر بودند شیخ بسندی گفت خدا را بیاد آور۔ وے (صالح ملتانی) بغضب گفت کہ عمر این استخوان بگلویش بستہ (در اشتیاق) خراب گردد و این جان واگذارندش کہ بآرام رود۔

دوے بزیارت اہل قبور کم شدے اگر احیانا رفتے گفتے ''گربۂ زندہ بہ از شیر مردہ''۔ این مضمون را صاحب ''رشحات'' ہم بستہ است۔ قطعہ

تاکے بزیارتِ مقابر عمرت گذرانی اے فسردہ
یک گربۂ زندہ نزدِ عارف بہتر از ہزار شیر مردہ

در جمع حضرت خواجہ محمد پارسا است کہ حضرت خواجہ بزرگ می فرمودند قدس اللہ ارواحہم

تو تا کے گورِ مُردان را پرستی بگرد کار مردان کن و رَستی

شیخ من وے را از اہل ملامت گرفتے و منبع فقر دانستے وسخت دوست داشتے واز وے خوارق آوردے، اگر چہ وے بدین کار توجہ نکردے و بدیدن وے شدے۔ گاہ باوے شیخ من آمدے از سر شوق وصحبت ہاے عجیب وغریب بمیان گذشتے۔ روزے شیخ من از وے پرسید کہ استاد تو اندرین طریق کیست؟ وچہ گفتہ است بتو؟ گفت خاہر نام فقیرے بود باوے صحبت می داشتم چون بعضے خارق از من ظاہر شدن گرفت وے برآشفت وگفت۔ دیگر نخواہی کہ شیخ شوی ومرا برند۔ پس از آن وے چون محتضر شد۔ من آمدم و پرسیدم کہ بآن باہت چہ می گوی برگوی گفت۔ بباصاحب چیزے پر خطر درپیش است ورنہ باتو ماجراہا داشتم سخن ہمین است وبس۔ شیخ من درایام جوانی بجوانے صاحب جمال سرے داشتہ است وآن جوان لشکری بجانبے سفری شد۔ شیخ من با قلق واضطراب پیش وے رفت وگفت حال این است و توجہ نمای کہ آن جوان باز رسد۔ وے خود را دور

فرا گرفت کہ من نہ این کارہ ام، این کار زنا دو عبد را سزد۔ شیخ من بجد گفت۔ ترا نگذارم تا مراد حاصل شود۔ چون ناگزیر شد۔ گفت آرزے اگر اسپ آن جوان لنگے آرد خود باز آید۔ روز دیگر خبر رسید کہ آن جوان باز بخانہ آمد کہ اسپش لنگ گشت۔ آن جوان شیخ شہاب نام داشت مشہور بشہابن از نبائر شیخ عبدالعزیز چشتی و در سال ہزار و سی و ہفت (۱۰۳۷ھ ۱۶۲۸م) در آب چون غرق شدہ من تاریخ وے گفتم

افسوس کان شہاب بعہد شباب رفت	گل دیر تر رسید و یکین شتاب رفت
تاریخ فوتِ او چو پرسیدم از خرد	برداشت آہ و گفت شہابن بآب رفت

۱۰۳۷ھ = ۱۰۴۳ - ۶

شیخ من گفت کہ من در بیماری اخیر او بودم چنانچہ [illegible] فتح [illegible] ازوے پرسیدند کہ اگر وقت برسد کجا دفن بکنیم وے برآشفتہ گفت [illegible] شما رفتہ است من ہرگاہ بروم در ویرانہ اندازند [illegible] (کہ) ماہیان بکار برند۔ ازین معنی [illegible] قسم این [illegible] رسید [illegible] روح لطیفہ را با جسم کثیف انصیائے [illegible] مکشوف وے [illegible] باشند تا بدین عبارت گفت آنچہ گفت۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ [illegible] ذکر شد و ذکر در سر مذکور و دل در سر مہر شد [illegible] بیان دور و بہرہ حق بحق رسید و بہرہ آدم [illegible] رسید۔ ''رجع الحق الی اصحابہ [illegible] و بقیۃ المسک فی التراب''۔ انتہی۔ و وے در مسجد عبد [illegible]

بہشتاد و ہشت رسید روزے بیمار شد یارانِ وے ازین امر متالم و متفکر گشتہ وے گفت غم مخورید کہ دہ سال از عمر من ماندہ است و چون بنود و ہشت رسیدہ در ہمان مسجد برفت از دنیا در سال ہزار و پنجاہ و دو (۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲م) و قبر وے نزدیک بقدمگاہ است در سر راہ و بر سر قبر وے مسجد ساختہ اند و جمعے از صلحا و فقراء درین بودہ مشغول اند بنمازِ ذکر اللہ۔ شیخ من گفتہ ازین سخنے شیخ ابن عربی کہ در "فتوحات" نوشتہ کہ پس از حشر و نشر بمدتے دوزخ را و بآن چہ در دست خواہند بہ بہشت در آور و ہمہ خلق کسان اندر بہشت خواہند گشت و عذاب را بکلیہ خواند برداشت مرا بخاطر رسید کہ در خلود نار چند جا در کلام مجید نصوص قاطعہ واقع شدہ چونست کہ شیخ اکبر چنین گفتہ آخر بعد فوت شیخ صالح، شبے وے را بخواب دیدم و ازان شبہ پرسیدم گفت۔ درین جا خود ہیچ قدرتے (دوزخے) نیست، از رحمتِ حق ہمہ را بہشت و بس و من درین امر بوے درجنگم۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ الہداد ہمن گفتہ کہ شیخ صالح اندر گور ہم تصرفے دارد۔ روزے بادشاہ صاحب قرانِ ثانی از شیخ من پرسید کہ شیخ صالح را شما می دانید۔ گفت می دانم۔ گفت گاہے من بوے می شدم و گاہے وے بمن می آید۔ بادشاہ گفت چہ طور مردے بود۔ گفت فقیرے بود آراستہ و آزاد و مجرد۔ شیخ من گفتہ کہ سید محمود[1] امروہگی (امروہوی) کہ مرید و داماد شیخ تاج الدین سنبھلی بود و از علوم صوفیہ بہرہ مند با شیخ صالح محبتے خاص داشت

---

[1] سید محمود ابن سید محمد اشرف دانشمند۔ جامع علوم و فنون و مقتدائے وقت خود بود۔ سید نعمت اللہ و حاجی محمد دو فرزند صاحب کمال و یادگار او بودند۔

بیمار شد و درآن بیماری وے را بسیار یاد می آورد کہ باشد کہ برسر وقت من فراشد۔ وے در ہمان ایام از دہلی بامروہہ رسید و با سید اندر خلوت صحبت داشت و کس واقف نگشت کہ باہم چہ صحبت گذشت و سید ہم درآن بیماری رفت از دنیا در سال ہزار و سی و دو (۱۰۳۲ھ ۱۶۲۳ء)۔ گویند سید اندر آن بیماری لیموے ترش آرزو کرد و کس بباغچہ فرستاد کہ پاید و بیارد وے برفت و بسیار پالید و باز آمد کہ نیافتم چہ موسم لیموے مدتے بود کہ رفتہ بود۔ سید گفت باز رو و آن درخت را از من بگو کہ لیموے بدہ۔ از این باز کہ رفت لیمو یافت و بیاورد۔ گویند شیخ عبدالباقی کہ از یاران شیخ تاج الدین است و در مکہ اقامت دارد نوشتہ است کہ من و سید وقتے در روضۂ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (بودیم)۔ و ہم وے نوشتہ کہ سید گفت کہ شبے در روضۂ منورۂ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ بودم۔ سہ بار از روضہ مقدسہ این آواز بگوش دل رسید کہ "قبلتک یا ولدی" سید با شیخ من اخلاص و محبت تمام داشت و شیخ من وے را سخت نیک می ستود و باہم مفاوضات داشتند در عربی و پارسی۔ من اکثرے از آن دیدہ ام۔ یک بار سید بہ شیخ من این بیت خود نوشتہ بود

می ترسم بگذری نگفتم سخنے ورنہ با تو ماجرے [illegible]

برین سخن وے مراوجد (آمدہ) است۔ و من وے را ندیدہ ام لیکن حکایت وے از شیخ خود شنیدہ و پدر وے را دیدہ و دو پسر وے را۔ پدر وے سید (محمد) اشرف عالم بودہ و فقیہ و بزرگ۔ بسیار بر من لطف و عنایت داشت۔ گویند وقتے

گاه با شیخ خود دیده و من بوے نمی شنیدم (شنیدم) چون شیخ من بوے چنان است که پیشتر نوشتم و من چنانم که حالے گشتم۔ یک بار شیخ مصنفی که ذکر وے خوب آمد و من بهواے شیخ خود از فرید آباد بدهلی رسیدیم که شیخ من به تماشاے گل رفته است در باغ سید فضل الله و قرار (اتفاق) صحبت اتفاق دو شب رسیده بود۔ به دو شیخ ساعت شدید و از سخنان عجیب وے خوشوقت گشتیم۔ سخن در حسن یوسف پیغمبر علیه السلام بمیان آمد۔ وے گفت در هر زمانے هزار یوسف در جهان می رسد۔ در حکایات آمده است که روزے شیخ ابوسعید و شیخ ابوالقاسم قدس الله سرهما در طوس با هم نشسته بودند بر یک تخت و جمعی درویشان در پیش ایستاده بودند۔ بر دل درویشے گذشت که آیا منزلت این دو بزرگ چیست؟ شیخ ابوسعید روی بآن درویش کرد و گفت هر که خواهد که دو پادشاه بهم بیند در یک وقت در یک جاے بر یک تخت گو در نگر۔ آن درویش چون بشنید در آن هر دو بزرگ نگریست۔ حق تعالی حجاب از پیش چشم وے برداشت تا صدق سخن شیخ بر دل وے کشف گشت و بزرگواری ایشان بدو بنمود۔ گفت خداوند تبارک تعالی را امروز در زمینے هیچ بنده نیست بزرگوارتر ازین هر دو شخص۔ شیخ ابو سعید روی بآن درویش کرد و گفت مختصر ملکے بود که هر روز در آن صد هزار پادشاه و ابوالقاسم هفتاد هزار فرا رسیدے۔ روزے شیخ محمود نقیب ... صالح بمن گفت که یکے پیش وے خواند۔ شعر

پس از ہی سال این معنی محقق شد بخاقانی
که یکدم با خدا بودن به از ملک سلیمانی

---

۱ مراد ارواح آنان است۔

وے مصرع دوم چنین خواند

''کہ یکدم تو خدا بودن بہ از ملک سلیمانی''

من بشیخ مودود گفتم ہمانا اوّل مرتبہ سلوک و دوم فنا و سوم مقام بقا اما ہر سہ یک است۔ چنانچہ شیخ من در رسالہ ''رموز التوحید'' نوشتہ است کہ ''لا الـــہ الا ھو. لا اله الا انت سبحانک. انی انا الله لا اله الا انا'' دیگر چہ ماند۔ و یکے از یارانِ وے شیخ مراد است نامراد و غریب و آزاد بر قدم وے و بر جاے وے۔ و دیگرے حیرانے بود بر اعتقاد وے راسخ و با شیخ معظم کہ از مریدان شیخ من است می گذراند لیکن شیخ با تشریع و فقاہت و وے برعکس وے بود و در سال ہزار و شصت و چہار (۱۰۶۴ھ ۱۶۵۴م) برفتہ از دنیا۔ و در باغ آستانہ خواجہ بیرنگ مدفون ساختند وے بعضے اشعار ہندی نیک داشت و از انست این

کون کہیں چپ بات ہو بی بر حیرت ہو رہین کون در جانکے

جنے جو موہوں کن جانے زناتھ ناتھ بو جہت ہون بھید کن کہے زت مانگے

ترنا کہانی ہوں سے کونڈی بہی اوجل نکست نت روپ رنگ بانکے

ہنت حیرانے ہر ہر ئی جو مری اور بن تو تہم ہری آپ ہیم پہچانکے

وے از دوستان وے حاجی توکل بود وارستہ و آرمیدہ و آزاد و باہوش۔ شیخ من گفتہ کہ حاجی گفتہ کہ روزگارے در ایام جوانی مغلان مرا اسیر کردہ بولایت بر بندہ در بندگی بر رفتند آخر از ان جا خلاصی یافتم و بحج رفتم و باز آمدہ۔ و ہم شیخ من

حضرت عمر یا صحابیٔ دیگر رضی اللہ عنہم این حدیث بگوش وے می رسد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم می فرمایند" من رأنی فقد راء الحق "وے بیدار شدہ پدر گفتہ کہ مرادیدار ہمہ مشائخ سنبھل بنمای ودرآن ایام مشائخ کبار مثل شیخ علی، شیخ محمد عاشق، وشیخ فتح اللہ ترین وغیرہ ذالک معاصر بودہ اندو احوال شان بجاے خود خواہد آمد، پدر وے "شیخ جیا" وے راپیش ہر بزرگے کہ می برد وے اشارہ بجاے دیگری کردتا رسید درآخر بشیخ کبیر وشناخت وبپاے شیخ درافتاد۔ شیخ گفت: "فتح اللہ مشتاق تو بودیم"۔ خرقہ وکلاہ ولوازم مشیخت براے وے طیار داشتہ بو خوانہ نمود ووے راتربیت فرمود۔ دراندک فرصتے ابواب علوم این قوم بردل وے کشادہ گشت۔ وے سخنے باصطلاحِ صوفیہ گفتے چنانکہ علماو مشائخ از شنیدنِ آن در شگفت شدندے۔ دے صد سالہ بود باچہرہ پرنور ودرریش وے یکتار موی سفید نشدہ۔ این حرف بجہانگیر بادشاہ رساندند۔ بادشاہ وے راطلبیدہ ودید، خوشوقت گشت وگفت شیخا! سخنے ازین راوبرگوی وے گفت

آن بادشاہ اعظم در بستہ بود محکم پوشیدہ دلق آدم ناگاہ از در آمد

بادشاہ پرسید این درشان کیست؟ وے تا زبان بجواب درکشاید۔ سید احمد قادری وشیخ پیر میرٹھی کہ از مقربان بادشاہ بودند گفتند درشان ظل الٰہی است۔ بادشاہ گفت، نے، آن چہ ہست وے دید۔ وے چندان حقائق غامضہ ظہور وحدت درکثرت ودوئی برین حدیث قدسی کہ" کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف وخلقت خلقی لاُعرف" دربیان آورد کہ بادشاہ وحاضران بنشاط

آمدند، بادشاہ گفت۔ تعریف وے باید کرد و بادشاہ وے را از روے لطف در پیش خواند و انعام و زمین و قدر زیادہ از معہود فرمود و بعزت رخصت نمود۔ پدرمن باوے بسیار صحبت داشتہ و سخنان نیک از وے بیان آوردے۔ من خرد بودم و ملازمت وے می نمودم۔ وے ہمسایۂ من است بر من لطف فرمودے و مہر نمودے۔ روزے مرا گفت امروز کدام سبق خواندہ برخوان۔ بخواندم از گلستان باین دو بیت، قطعہ

دلقت بچہ کار آید و تسبیح و مرقع خود را ز عمل ہاے نکوہیدہ بری دار

حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

وے معانی این قطعہ چندان بدلایل و دقائق غیر متعارف بیان درآورد و از روے ذوق نعرہ ہا زدہ کہ حاضران خوشوقت گشتند و تاثیر حال وے ہمہ حاضران در گرفتہ و ہمدر آن مدت وے مرا این بیت استاد آموختہ و معنی فہمانیدہ کہ دریافتہ بودم

سر برہنہ من نیم دارم کلاہ چار ترک ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک خویش و ترک ترک

دروقت تحریر این بیت مرا بیتے از سید بیاد آمد مناسب حال و این است۔

بنہ بترک دو عالم کلاہ فقر بسر کزین دو ترک نمی گردد این کلاہ تمام

پدرمن گفتے شاعرے در سنبھل شعرے گفتہ بود بدین مضمون کہ اگر معشوق من چہرہ کشاید معشوقان دہلی روے از شرم خود را در پوشند۔ چون این شعر را شیخ فتح اللہ شنیدہ بر آشفتہ و گفتہ معشوقان دہلی خواجہ قطب الدین و شیخ نظام الدین اند۔ عجب کہ آن شاعر دیوانہ نگشتہ است۔ پدرمن گوید کہ من آن روز حاضر بودم و خبر آوردند کہ آن

شاعر دیوانه شده است و کشان کشان می برند۔ شیخ عبدالمومن گوید که وقتے شیخ ..
الله و من در یکجاے بوده ام۔ شبے وے در نماز تہجد بود که مارے سیاه پیش وے
فرا رسیده سر خود فرا انداخت چون وے سلام نماز باز داد و گفتن گرفت که اگر حکم چنین
است بیا و کار خود بکن معطل (تعطیل) چیست؟ مار از شنیدن این حرف سر خ..
جنبانیده بدر رفت۔ موسی نام خیاطے ہمسایه وے بود که کار بدین..
کردے۔ روزے پارچه براے پیراہن وے قطع نمود و نیم آنه بُرد و یک وصله ..
بگذاشت آن را وے از روے مطایبه نگاه داشت۔ موسی چون نیافت نزد وے آ..
وے کیفیت را از موسی پرسید موسی آنچه بود بگفت۔ وے وصله و یک روپیه بموسی ..
کرد۔ چون موسی رفت از دنیا درویشے صالح وے را در خواب دید که بآن درویش ..
گوید که درین عالم از روے حساب جمگی سیزده درعه پارچه بر سر من آورده اند ..
ریزه ریزه ها و تار ها جمع کرده در محکمه تو بخشی پسر من بگو که سیزده درعه پارچه ..
مجتبا (مجتبی) بس از وقتها را بخشش کن عیسی ہم چنین کرده است۔ من دران ایام ..
بوده می شنودم که این معنی بوقوع آمده بود۔ پدر من گفتے که من شیخ جیا پدر شیخ فتح الله ..
… دیده ام بزرگ بوده با استقامت و من در خردی نماز و روزه از وے آموخته بو..
وقتے وے را … برده بهانه چیزے خواندن چون در ..
بر قند که … (تعویذ) نوشتن که … باغلان حرم خود محبت ورزد۔ وے گفت
من نمی دانم چون … اصرار خواست که خود را از انجا وارهاند۔ این سخن بزبان ہند
نوشته … بخویش بندید۔ "جو میان حرم سوں پیر نگرے تو ملّا جیا بچارا ..

کرے" وخود بدر جست از وقت بستن عزیمت آن امیر مبتلاے آن حرم گشت آخر خاتونِ خانہ ماجرا را بشنید وشورے وغوغاے برانگیخت وامیر را برین آورد کہ آن ملّا را کہ سحر کردہ است باید گرفت تا شیخ جیا را کہ در زمرۂ فقراء بود در گرفتند وپیش آوردند و توبیخ کردند کہ واناہی تا چہ سحر کردہ گفت آنچہ ہست بگلوے آن حرم است در کاغذے نوشتہ چون تعویز آوردند وخواندند حیران ماندند وازوے عذرے خواستند و مبلغے نذر بوے آوردند نگرفت وبدر رفت۔ این معنی نزدیک است بآنکہ گویند۔ وقتے سلطان طریقت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ سفری بود ودر باران سخت روزے بدہے رسید۔ ہیچ کس جا نداد۔ اتفاق زن رئیس دہ، درد زہ داشت۔ معلوم شیخ شد فرمود اگر ما را جاے پناہی (دادہ) باشد چیزے نوشتہ دہم کہ درد زہ خلاص گردد۔ رئیس جا داد شیخ این حرف نوشت کہ "ما را جا خر ما را جا زن رئیس خواہ زا خواہ تزا" این کاغذ بستن بگلویش ہمان بود وپسر آمدن ہمان۔ گویند این کلمات الآن بدان مطلب مجرب است وگویند بجمیع امراض نوشتہ می دادند ومرا ہم اجازت دادہ است انتہیٰ۔ وین دوہہ منسوب مخدوم جہانیان می کردند کہ نافع است۔ بگلوے بیمار باید بست۔ دوہہ

جو کچھ کرے وہ کرے اور نہ کرے کوئی   جو کوئی کہے کہ مجھ کیا کہہ دو بلا ہوئی

عمر شیخ جیا۔ بصد واند کشیدہ بود وشیخ فتح اللہ ہم صد وچار دہ سالہ شدہ بود کہ در روزے باہر وہہ رفت ودر آن جام معلوم وے شد کہ مرا بباید رفت از دنیا واز دہ ان جا تہیہ وتکفین خود کردہ باز بخانہ آمد وبیمار افتاد چون محتضر شد مولانا حسن کہ نبیرۂ وے بود آمد گفت۔ شیخا! خدا را بیاد آور۔ چشم برکشاد وگفت۔ بہ ملا حسن غافل می پندری

بدانکہ غافل نیستم و سخنان نیک آوردہ و برفت از دنیا در ماہ ذی الحجہ از سال ہزار و
بست واند (۱۰۲۰ھ فروری ۱۶۱۲م) و قبر پدر و پسر آنجاست پیش مسجد۔ بعد فوتِ
شیخ فتح اللہ مردے بخواب دیدہ کہ جمعے کثیر از مشائخ بر صف نماز نشستہ انتظار امام
می بردند درین اثناء وے رسیدہ است با شان قوی و امامت کردہ۔ شیخ احمد و شیخ محمد
پسران وے از نیکوان بودہ اند و قبر شان پائین قبر پدر است۔

شیخ حبیب اللہ وارستہ

از اولاد شیخ ابدیہ است کہ از مشائخ کبار بودہ و وے مرید شیخ علم الدین و وے
مرید خواجہ حمید و وے مرید شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہم و وفات شیخ ابدیہ
در بست و سوم محرم است از سال ہفت صد و نود و نہ (۷۹۹ھ ۱۳۹۷م)۔ شیخ
حبیب صاحب ذوق و سماع بود و در طریقت راسخ و در معاملات مستقیم سماع وے
تاثیرے داشت قوی در وقت سماع آیات و احادیث و اقوال بزرگان و اشعار ذو
قیات خوندے آہستہ چنانکہ نزدیکان او نیک شنودے۔ من ہم در بعضے از شب
ہائے عرس وے بودہ ام کہ در وقت سماع این خواندہ است "و فی انفسکم افلا
تبصرون من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ ان اللہ جمیل و یحب
الجمال" شبے وے اندر سماع گشت بازو داشت۔ شیخ من بعادت خویش از مجلس
جدا گوشہ ایستادہ بود دیدہ وے در آن جا در رسیدہ (دست شیخ من از) ہر دو
دست خود محکم گرفتہ در رقص آوردن آغاز کرد۔ شیخ من دست از وے باز کشید و

معکوس بشوق گذاردے۔ و درد و محبت این راہ در وے ظاہر بود۔ در کتاب "نفحات الانس" است کہ شبلی را گفتند ترا خوش فربہ می بینم و محبت کہ دعوی می کنی تقاضاے لاغری می کند گفت۔ شعر

احب قلبی وما دری بدنی ولو دری بدنی ما اقام فی السمن

وفات شیخ نور در سال ہزار و پنجاہ داند است و قبر پدر و پسر (شیخ) نور بآن قصبہ۔

شیخ عبدالوہاب لونی

مرید شیخ عبدالعزیز چشتی است۔ صاحب وجد و سماع و حال بود۔ طریقت نیک داشت۔ وے بسماع آن قدر مشغوف بود کہ اگر نغمہ شنودے از دست رفتے۔ وے سخن ذوق را بلطایف و صرافتے بہ بیان در آوردے کہ در سامعان اثر کردے۔ شیخ من وے را از صادقان می شمرد و وے را با شیخ من اعتقاد و اخلاص راسخ بود۔ وے ہشتاد و چہار (۸۴) سالہ بود و من نوجوان پیش وے دیوان حافظ خواندے۔ وے گفتے کہ من از صغر سن معتقد خواجہ شیرازم ہرگاہ معنی شعر وے کہ من خوبان آنرا مراحل نشدے۔ شب را از روے نیت خواجہ استعانت خواستے وشتے اندر خواب بہ ہمہ حل شتے۔ و ہم وے گفتے کہ روزگارے من با سلاطین نی بودے روزے اندر سفر، چنین محرق جنگ گشتہ و دیگر روز را کوچ بود و است۔ دوستان عادت من بشرہ بت قند و کتاب آمیز فرمودند۔ من بخاطر آوردم کہ ہرچہ اندرین دیوان حافظ برآید من تن ختم بخشادم۔ این برآمد

شیخ عبدالوہاب (ہم) در سال ہزار و سی دانند (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱م) است و قبر وے د
(در) لونی۔ وے گفتہ کہ شیخ فتح اللہ از اکابر صوفیہ بود مشرب وسیع ولطیف داشتہ
بیوستہ مستغرق ومشغول بسماع بودے تا در خانہ بودے از سرود کنیزان زمزمہ داشتے
وچون خواستے بیرون شدن کنیزان باترنم بدر سرای رسانند واز بیرون آن در سرای د
مغنیان ہمان آہنگ در می گرفتند۔ وظیفہ وے سرود بود وسماع، وے ہمیشہ منبسط
الحال زیستے۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ باکنیز خود خبے داشتہ۔ وقتے پیش شیخ زادہ خود
شد بشہر دیگر وبگفتہ وے محلوق شد۔ خاتون فرصت یافتہ سر آن کنیز تراشید چون
نجانہ آمد از کسے پرسید کہ آن کنیزک کجا است۔ گفت خاتون سر وے تراشید وے
از شرم (در گوشہ خانہ) خزیدہ۔ ازین سخن شتاب درخانہ رفت وپیش کنیز آمد وگفت کہ
سر من صاحب من تراشید وسر تو صاحب تو اکنون ہم رنگ شدیم وفارغ البال

مصرعہ سر تراشیدہ وفارغ البال است

بیت

بے [illegible] ہم [illegible] خویش نیست   عشق او جز رنگ بوی بیش نیست

وہم وے گفتہ کہ شیخ بارہا گفتے کہ پسران من فی فضل شدند ومعزز در کار بادشاہ [illegible] ے
[illegible] شدیدہ [illegible] غنیمت [illegible] عاشق [illegible] شدہ است وخراب [illegible] درو چہا
[illegible] شیخ من گفتہ [illegible] وقتے شیخ فتح [illegible] ہزار [illegible] شیخ حسین دیدہ کہ
مجذوب [illegible] بود [illegible] ملاقات واقع شد۔ شیخ حسین پرسید کہ شیخ اللہ رقص توی؟
گفت [illegible] گفت [illegible] اندر [illegible] رقص، تا تماشا [illegible] باشم کہ ہمراہ بودند

بادشاہ و حاضران ازین سخن خوشوقت گشتند و آفرین ہا کردند بر فہم او.

شیخ سراج الدین لونی

مرید شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی است و نبیرہ شیخ شرف الدین خاموش صاحب وجد و سماع بودہ. اندر طریق فقر و توکل مستقیم الحال. در اوقات سماع صیحہاے سخت زدے و گریہ ہا بسیار کردے. وے بے نغمہ سرود ہم اگر کسے اشعار ذوقیات خواندے نعرہا زدے و در افتادے و بتواجد در آمدے. وے ہمیشہ باوراد و وظائف کہ در رسالہ "عزیزیہ" شیخ عبدالعزیز مسطور است شغل داشتے. شیخ من او را از نیکوان و راستان روزگار گفتے. مخلص و دوست گرفتے. وے با پدر من بسیار دوستی داشتے و ہمیشہ در مواسم متبرکہ مثل ایام رمضان و عاشورہ عرفہ با پدر من گذراندے. من از خوردی (خردی) باز وے را می شناختم. نہ (۹) سالہ بودم کہ وے مرا نماز آموختہ با حکم آن و از صحبت وے مرا بہرہ و نصیب رسیدہ.. من سبقے چند بوے گذراندہ ام از نزہتہ الارواح و "غنیہ" (غنیۃ الطالبین) وغیرہ. وقتے کہ من نزہ (نزہت الارواح) را بوے می گذراندم وے بہم سخن رسیدہ... بر سخنان حقائق و معارف زعقہا زدے و مست گشتے و بے خود افتادے. روزے این بیت بمیان بود

عجب حال این باس را است بنگر — بصحرا ... و ... در ... یدہ

۱؎ در نسخہ "صیحہا"

وے از مکان بلند چنان بزمین درافتاد کہ دانستم کہ برفت و وے خود برخاست
و بوجد و سماع در آمد۔ وقتے وے پیش شیخ عبدالرحمن آمد بسنبھل، گویند با سرود آغاز
کردند وے بسماع در آمد و گریہ ہاے دراز نمود۔ در اثناے تواجد دستار وے بزمین
درافتاد و دو روپیہ کہ وے را از فتوح رسیدہ بود از دستار برافتاد۔ شیخ آن را برگرفت
و با خود داشت وے چون وے باافاقت آمد۔ دریافت کہ دو روپیہ از دستار گم شد
گریہ ہا کرد۔ شیخ مصرعہ مشہور را بطیبت برخواند۔ مصرعہ

"غم مخور شیخا کہ من برداشتم"

من دایہ داشتم سال خوردہ کہ از خرد سالی مرا پروردہ بود۔ و در محبت من ہر (فرد)
قائل من حتی کہ پدر من ہمیشہ (بدو) محبت نمودے و بر ہمہ بار تحمل می کردند۔
روزے پدر من شیخ سراج الدین گفت۔ شیخنا این دایہ را مرید خود کن و در وصایا
بفرما کہ صفت خشم را از خود بدر سازد۔ ہر کہ درشت گوید بتو، آن را تحمل نمای۔
گفت آرے۔ و دایہ را ترغیب بمرید شدن کرد چون شیخ شجرہ و دامنی بوے
سپرد، وصیت مذکورہ بگفت۔ وے شجرہ و دامنی بدست گرفت و گفت۔ شیخا
این را باز بگیر کہ مرا تاب آن نمی آید کہ درشتی کسان را تحمل کنم۔ حاضران بخندہ
در آمدند و شیخ چندان خندان گشت کہ از اندازہ در گذشت۔ (روزے) در
راہ کہ دزد بردارے (آویختہ بود) دید و پاے دزد بوسیدہ و گفت۔ رحمت
باد بر جوانمردی تو و ہمت تو کہ در راہے کہ در آمدی بپایان رسانیدی۔ در باب
غذا حسب خواہش شیر از اشارہ وی کند۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید یا تن رسد بجانان یا جان ز تن برآید

شیخ سراج الدین (شرف الدین) جد وے را از آن خاموش گویند کہ وے مرید شیخ
عبدالعزیز بود، صاحب احوال نیک لیکن در سخن کردن بحث داشتے و غلو کردے۔
روزے شیخ بوے گفت شرف الدین "خاموش" از آن باز تا آخر عمر کہ سالہا بسیار
زیست جز نماز جہر و تلاوت قرآن مجید، سخن نگفت۔ پدر من گفتے کہ در قصبہ بڑھ
ملتیسر مجذوبے بود سخن مطلق نگفتے و بزبان ہندی۔ وے را موتی گفتندے در اصل
از ولایت بودہ۔ وے ہر جا بودے باختیار خود نہ جنبیدے چون بردندے رفتے و
چون خوراندندے خوردے۔ خوردان گاہ باوے را در ریگ گرم دفن کردندے۔ تا نہ
برآوردندے نیامدے۔ وقتے وے را بردہ بدرخت خاردار موئے سرش در آویختند۔
شب و روز آن جا ایستادہ ماند، بعدہ برکشیدند۔ روزے حاکم آن قصبہ را زجر بود
کہ سخن گوید، نگفت۔ پس از آن فتیلہ را در آتش گرم ساختہ بر ریش نہاد تا سوختہ
باستخوانش رسید ہیچ سخن نگفت و چنین گفتہ اند کہ آن حاکم در زمان … با خاندان
بچندین بلاہا مبتلا گشت و در گذشت۔ آرے ہر گاہ (کہ) پیش آن مجذوب کسے
بنیاز آمدے در چہرہ و جمال وے نشاط پیدا گشتے۔ وے کارے کہ باختیار خود کردہ
این است کہ روزے بہ تکاہ … بآب دریائے گنگ در رفت تا غرق گشت و …
گذشت۔ بعضے چنین گویند کہ وے را پس از غرق شدن بعضے مردم در جائے
مقامے دیگر دیدہ بودہ اند۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ شیخ من گفتے کہ من روزے
مجذوبے مستہلک را دیدہ ام کہ از اختیار خود مطلق گذشتہ بود۔ خادم آن … رفتے … ند

وے چون بخود آمدے صلوۃ قضا را ادا کردے و ہیچ دقیقہ از دقائق شرعیہ فرو گذاشتے۔ نقلست کہ خواجہ بایزید بسطامی را قدس سرہٗ حالت سکر و مستی غالب بودہ است چنانچہ اندر کتب مسطور است، چون بافاقت آمدے پرسیدے کہ چند نماز قضا شدہ و ہمہ را ادا نمودہ۔

یک مرتبہ آن مہر علی در کنج جامع مسجد مرادآباد چلہ نشست دو کوزہ پر آب با خود داشت آن ہم برائے شستن اعضاء کہ در مستیہا مجروح می شد و خون بری آید و در آن کنج را بگل مسدود ساخت و ہیچ منفذ نگذاشت۔ وے آن جا بے نغمہ ہم تواجد می کرد، و رفتے آنچہ رفتے

ملّس پیش شوریدہ سر بر نزد   کہ او چون ملّس دست بر سر نزد

تا برآمد در روز عید فطر با حالت مستی و رفت بعیدگاہ و دوگانہ گذاشت و باز آمد۔ من دیدہ بودم درویشے را در عرس شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کہ از بلندی چند قد آدم بصحن سنگین مسجد در افتاد، دانستند کہ برفت و وے خود برفور برخاست و بتواجد درآمد۔ من شیخ مہر علی را در مرادآباد بسیار دیدہ ام۔ وے را اسپے بود عراقی کہ وے از آن خبر نگرفتے و وے بے خبر بود۔ روزے من از حقائق فروغ احوالی وے و کیفیت اسپ وے بہ رستم خان گفتم کہ شکری وے بودم۔ خان برائے اسپ وے کس وے اودارے معین کرد۔ وے از آن باز مراخت دوست گرفتے و از عجائب احوال خود بخشان گفتے کہ خرزندانم بجا شد۔

تواجد است واز تاثیر سماع وے واستیلاے گریہ وے ہمہ مجلسیان قریب بصد کس گریان بودند و من ہم یکے از آنان وسید صابر علی برادر وے کہ از فضلا وظرفے وقت خود بود، وے را در آغوش گرفتہ نعرزدہ۔ ہر دو گریہ داشتند کہ نفس اندر گلوے شان گرہ می بست۔ وصحبتِ آن روز بس بابہا گذشت۔ آخر سید غلام محمد در عرس گنج شکر در روضۂ شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ در سال ہزار وسی داند (۱۰۳۰ھ/ ۱۶۲۰م) اندر سماع گرم گشت وزعقہا زدہ و در لمحہ برفت از دنیا۔ حکایتِ رفتن علی احمد بن شیخ حسین نخشبی دہلوی اندر سماع مشہور است برین بیت میر خسرو دہلوی۔ گویند روزے مسلمانان بعرس خواجہ قطب الدین قدس سرہ می رفتند و جمعے ہنود بسمت کالکا (مندر) می رفتند۔ شیخ نظام الدین از دیدن آن ہر دو قوم بدیہہ فرمودند۔ مصرعہ

''ہر قوم راست راہے، دینے وقبلہ گاہے''

وازسر ذوق کلاہ بر سری گرداندند۔ میر خسرو حاضر بود واز غلبۂ شوق ومحبت کہ با پیر خود داشت این مصرعہ دوم برگفت

''من قبلہ راست کردم برسمت کج کلاہے''

ودر تاریخ وفات ملا علی احمد مولانا حسن شمیمی گفتہ۔ قطعہ

اے حسن یاد کن ز حیلہ مرگ — زانکہ پنجاہ شمردہ ام سالت
فکر آن کن کہ زود از زود — این جمیع می رسد ز دنبالت
این نفس آن ہمہ کجا رفتند — پدر و مادر و عم و خالت

دریا برآراستہ وآزوقہ از ہر قسم (سامان ضرورت) وخوراک و پوشاک یک سال بیش کشتیہا پر کردہ آوردہ درین جا گذاشتند و من معلم و این دایہ را باد داشتند۔ آخرالامر انچہ در تقدیر بود بظہور آمد۔ سلطان از آن قلعہ برآمدہ بکنار دریا باز رسید، دید کہ ہمان جانور نشستہ است سرّ کار را بدل دریافت و ہر دو پاے آن جانور بگرفت بر پرید و بر ہمان دیوار بام باز رسانید۔ سلطان را جواب آن دو کس نیک حل گشتہ بود۔ روز دیگر بآن دوتن گفت کہ آنچہ در تقدیر است تغیر نمی شود۔ انتہی۔ (شیخ الاسلام) در "نفحات الانس" می آرد کہ شیخ فخرالدین عراقی در روز وفات، کبیرالدین پسر خود را با اصحاب بخواند و صیتہا (نصیحتہا) فرمود و وداع کرد و این رباعی بگفت

در سابقہ چون قرار عالم دادند — مانا کہ نہ بر مراد دلم دادند
زان قاعدہ و قرار کان روز افتاد — نے بیش بکس وعدہ و نہ کم دادند

من خرد بودم می دیدم کہ شیخ بدرالدین لونی کہ صاحب درد و معنی بود این چوپائی ہندی می خواند و می گریست۔ چوپائی

اب کیا ہوتیں ہمارے روئین — کھیت نپاے بن بیچ بوئین

روزے من باہمہ اخلاص از فرید آباد بدہلی شدم۔ وے تمام راہ از حکایت جوانی خود و قصہ ہاے عشق خود و از دیگران (گفت) از ان جملہ حکایتے بس عزیز آورد کہ در یکی شہرے از شہرہاے مشرق جوانے (ترک) شیفتۂ جمال ہندو زنے شد و دنبال وے برفت۔ زن تنگ دل گردید و گفت "ترک باورو بھئیو ہے" جوان را این سخن بدل گرفت و دیوانہ گشت ندانست کہ آن زن کجا است؟ و من کجا یم جامہ

چاک کردہ و خاک بر بدن مالیدہ بر در بت خانہ بنشست ہر کہ از وے ہیچ می
پرسید، وے ہمین گفت۔ ''ترک باور وکھنیوے'' غیر ازین حرف جملہ از وے [illegible]
بشد و آن زن را ہم جاذبہ عشق نحیف و نزار ساخت و در کنج خانہ خود عشق با عاشق می
باخت تا پس از سالے بہمان روز نو برسم (قدیم) مردان و زنان ہندوان بدان
بت خانہ آمدن گرفتند۔ زن را صبر برسیدہ بود، در ہوائے آن جوان مستانہ و دیوانہ
(وار) از خانہ برآمد۔ چون دو چار گشتند زعقبہا زدند و نعرہا برداشتند و ہم آغوش
گشتند و در آنے جان بدادند و ہندوان جمع آمدہ خواستند کہ زن را بسوزند حاکم آن
شہر مسلمان بود، رخصت نداد، تا ہر دو را متصل در گور ہا کردند۔ نیم شب پنج ہندو
پنہانی آمدہ گور زن را بشگافتند (بکافتند) کہ برآوردہ پنہانی بسوزند۔ آن زن را در
گور نیافتند در شگفت شدند۔ یکے گفت، گور مسلمان ہم بکاوند چون بکاوتند ہر دو را
ہم آغوش یافتند متحیر تر گشتند و ہمان جا بخاک اندودہ بگذاشتند۔ این [illegible]
غریب دیگر یاد دارم و درین جائی آرم یکے در بیان عشق است و دوم [illegible] آن۔
یکے آنست کہ عزیزے شیخ خضر نام دہلوی کہ صاحب غریب بود گفت کہ من روزے
در بازار لاہور جوانے دیدم سخت نزار و نحیف و زرد و ضعیف کہ [illegible] گفت۔ ''خدا
نماید، خدا نماید''۔ پرسیدم حال چیست؟ گفت ہیچ نہ۔ چون [illegible]
کرد و روان شد۔ دنبال وے رفتم، چون دید کہ [illegible] گفت [illegible]
گفتم از احوال خود خبر دہ۔ گفت دست از من بدار، ہیچ مپرس۔ [illegible]
گفتم ''حسبنا اللہ'' برگو۔ مرا بگوشہ برد۔ [illegible] گفت [illegible]

من در فلان سال در فلان بندر دریا با تمامی قبیلہ و متاع بسیار بکشتی در نشست
وخواست بفلان مقام روز و شب و شبرا نماید بناگاه کشتی بر شکست و پاره پاره
جا بجا شد۔ من تنها تخته را گرفته در چند شبانروز بجزیره افتادم۔ طاقت برسیده بود۔
فتان و خیزان پیشتر شدم و کاه و برگ را قوت خود ساختم باغے دیدم پُر از
میوه ہائے گوناگون آنچه بدست افتاد خوردم و پیشتر رفتم۔ قصری منقش یافتم و در شدم،
دیدم که دختری چارده سالہ چون ماه چارده بر تختے نشستہ با چہرۂ زرد و نحیف گشتہ
چون مرا دید آه بر کشید و گفت اے جوان از کجا آمدی؟ و خود را چون خراب ساختی۔
گفتم حال چیست؟ گفت صاحب این باغ و قصر دیویست قوی که ہزاران اہل
کشتی را کشتہ ست و در (آب) انداختہ و مرا معلوم نیست که از کشتی تباہی (تباه
شده) بر گرفته و ہمہ قبیلہ مرا کشتہ و مرا اندرین جا تنہا گذاشتہ و خود ہر روز بجائے می
رود و اطعمہ و اشربہ نفیس می آرد، پیش من می گذارد و من از ترس جان خود بوے در
می سازم و وے خود را در عشق بہ تنگ آمده وگلاے بس مرد واست و من بجان آمده اما
چہ چاره و وے اہل ترا خواہد کشت اگرچہ روداری بکن۔ گفتم۔ قبیلہ من درین
دریا غرق شده است تنہا من مانده ام۔ وے در می افتم و می جنگم اگر وے را کشتم
خود مقصود حاصل است و اگر وے مرا کشت عجیب تر ندارم۔ و این وقت غنیمت
می شمرم۔ بہ دیدار چون توی پری زاده دیده و دل روشن ساختم (سازم) درین اثناء
آن دیو نزدیک رسید من سلاح بر بستم چہ در آن قصر ہمہ اشیاء از اطعمہ و اشربہ و فواکہ
و جیوش و اسلحہ وغیره ذالک مہیا بود۔ بہ آمد و اسم اعظم کہ از استاد آموختہ بودم بیاد

چون شیخ خضر سخن تمام کرد تمامی حاضران و من گریان وحیران درماندیم۔

دوم آنکہ یکے را دیدم در سال ہزار و سی و شش (۱۰۳۶ھ ۱۶۲۷م) شیخ مصطفیٰ نام، بس بطافت بود با طلعت نورانی۔ وے را پیش جہانگیر بادشاہ می بردند و می گفتند کہ وے از زن مرد شدہ است وقصہ چنان بود کہ آن زن در دہے از دہ ہائے زمین مشرق می باشید۔ شبے وقت صحر (سحر) برائے غسل بر رودے کہ در زیر دہ جاری بود، درآمد۔ ناگاہ مردے بلباس فاخر بکنار رود، رسید و پرسید کہ کیستی؟ زن گفت۔ مردم۔ تو ہم آنکہ از من درگذرد۔ آن مرد خضر بود علیہ السلام گفت مرد شو۔ برفور مرد شد و حیران درماند۔ خبر بخانہ آمد و قصہ او شہرت یافت و زنے را بنکاح خود درآورد و فرزندان بہم رسانید۔ وے می گفت حالت ساجدہ زین حالت رجولیت کہ من دارم لذیذ بود۔ سوم آنکہ من شنودہ ام از سید پیر محمد موسوی کہ مرد بیست راست گو و فہمیدہ و ہم از سید قطب الدین کہ ذکر وے گذشت و از مردم معتبر دیگر کہ بدامن کوہ ماؤن آمد و شدے دارند گفتند در قریات جنگل آن جا پس از سالہا زنے خشم تمام درمی آید۔ پیچہ از آن سر زمین بہم رسانیدہ با فسونی می خورد برفور تبدیل صورت کردہ شیر مادہ می گردد و بدان جنگل در می شود و از فرزندان و شوہر کرائی پیدا می شدہ می خورد ہر برادر شوئی و برادر خود را و علامتے از آن از موی سر و چیزے دیگر نشان می ماندوے را بزبان آن جا روئی می گویند۔ چون مدت مدیدی گذرد خشم وے فرو می نشیند آن وقت پیچہ دیگر مہیا کردہ با خود می برند و در ظرفے کشادہ با آب شراب پیمانہ می کنند و آن ظرف با خود می گیرند و بہ نشیمن گاہ وی گذرانند و خود

شان بر درختے نزدیک بدان سوار می شوند تا وے می رسد و شراب می خورد و بزہ را می
کشد و مست شدہ بخواب می رود تا آن پتہ را بہ تیغ وے می رسانند چون بوے
آن بمشامۂ وے می رسد چشم وا می کند و مضطربانہ در زمین می غلطد تا کہ بصورت
اصلی عود می کند و آن دو کس پارچۂ وے را کہ با خود می داشتند بروے می پوشند و
بخانہ می برند مشعور نام شخصے از حالت تبدیل و کیفیت آن از وے پرسیدہ بود وے
گفت لذت گوشتِ فلان گاو و فلان کس فراموش نمی شود۔ واللہ اعلم بحقیقت
الحال۔ پوشیدہ نماند کہ خداوند سبحانہٗ تعالیٰ اندرین عالم چندان عجائب و غرائب
(پیدا فرمودہ) است کہ عقول بشریہ از ادراک آن عاجز است چنانچہ در "نفحات
الانس" می آرد کہ موسیٰ شیخ را در شب و روزے وردہ است کہ ہشتاد ہزار قرآن ختم می
کند۔ شیخ عمادالدین محمد بن شہاب الدین سہروردی قدس [illegible] می گوید۔ پیش ازین
سخن را شنیدہ بودم و در خاطر من فی الجملہ انکارے بود تا آن وقت کہ شیخ موسیٰ
را در طواف دریافتم و در پے وے افتادم بخواندن وے [illegible] (وے)
تقبیل حجرالاسود کرد (بعدہٗ) از فاتحہ آغاز تلاوت کردہ می رفت [illegible]
معہود است کہ مردم در طواف می روند تلاوت می کرد چنانکہ [illegible] ([illegible]) ۔
حرف بحرف را فہم می کردم، چون وے در آن طواف [illegible]
الاسود تا آنجا مقدار چہار گام [illegible]
من تمام آن ختم را حرف بحرف شنیدم۔ [illegible]
وے کردند و آنچہ گفت قبول کردند [illegible]

گفت این از قبیل بسطِ زمانست کہ نسبت بعضے اولیاء اللہ واقع می شود۔ ہم در "نفحات الانس" است کہ می آرد کہ صاحب "فتوحات" قدس سرہٗ ذکر کردہ است۔ کہ شخصے جوہری از خود حکایت کرد۔ مقدارے خمیر از خانہ خود بقرن بُرد تا نان پزند۔ وے را جنابت رسیدہ بود بکنار نیل رفت (آمد) و بآب فرو رفت تا غسل کند از خود غائب شد و دید کہ کسے ہم چنان کہ در خواب می بیند کہ وے در بغداد است آن جا کدخدا شد و مدّتے شش سال با خاتونِ خود بسر برد کہ (و) از وے فرزندان آمد۔ بعد ازان با خود در آمد۔ درمیانِ آب دید و غسل تمام کرد و جامہ پوشید و بقرن رفت و نان گرفت و بخانہ آمد و با اہل خانہ این واقعہ را باز گفت چون ماہے، چند برآمد آن خاتون از بغداد آمد و فرزندان را ہم ہمراہ آورد و خانہ جوہری را پرسید چون باہم ملاقات کردند جوہری خاتون و فرزندان را شناخت از آن زن پرسیدند کہ چندگاہ است کہ ترا زن کردہ است۔ گفت شش سال۔ انتہی۔

حکایت حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مشہور (است) کہ در وقت سوار شدن تا پاے مبارک از آن رکاب بآن رکاب می نہادند یک ختم کلام مجید تمام می کردند۔

شیخ آدم سنبھلی

وے اُمّی بود صاحب معنی و نسبت قوی و در طریقت راسخ، بصحبت بسیارے از مشائخ کبار رسیدہ و مجذوب اہل کرامت را دیدہ و مرزوق بودہ۔ سفر ہاے نیکو کردہ بر قدم تجرید۔ وے را وقتے بود عظیم و قبول۔ بسیار اخلاق نیکوان داشت۔

وے با شیخ من آشنا بود شیخ من وے را از مردان این راہ شمردے وقدر وے را
بزرگ داشتے۔ شیخ من گفتہ کہ شیخ مرتضی گفتہ کہ وے درویشے است مستقیم احوال
واہل این کار۔ من وے را بسیار دیدہ ام واز احوال واوضاع نیک او محظوظ شدہ۔
وے مرید در سلسلہ مداریہ است واسامی مجذوب صاحب معنی را کہ صحبت داشتہ
بود بہ تفصیل مبین گفتے۔ از آن میان دو تن را مد داشتے۔ شیخ فتح اللہ چوکھا، شیخ ر
زانی را۔ وچیزے از وے آوردے۔ وگفتے شیخ رزانی نماز نگذاردے۔ گفت
نماز چون نمی گذاری از روے مطایبہ گفت کہ یکے از آبائی ما نماز گذاردہ بود مال
وے تلف شد از آن وقت نماز ترک کردہ ام۔ شیخ من گفتہ کہ من شیخ رزانی را
دیدہ ام اگر چہ بحسب روش بیگانہ گذراندے وچیز ہاے ناخوردنی را خوردے و
ناکردنی را کردے وناگفتنی را گفتے چنانچہ طریقہ مجذوب است لیکن نیک بذات
بود واہل معنی وصاحب باطن ومردم از وے تصرفات نقل می کنند۔ گویند وقتے
درویشے شیخ (شاہ جی) بر ہندو زنے عاشق شد ورحمی [illegible] درمیان این شہر چند [illegible]
ہم جاری است۔ درویش ہر روز آن جانب رود [illegible] پر آب رفتے و بدیدار
مطلوب رسیدے وباز آمدے۔ آخر ہندوان ازین معنی مطلع شدہ زن [illegible]
ودرویش را بزجر مانع آمدند۔ او در دل [illegible] رزانی گفت [illegible]
گفتہ ساعتے صبر نمی [illegible] خود جگر [illegible] شد [illegible]
وبہ بین کہ چیست؟ چون رفت آن زن را [illegible] نشست [illegible]
فراغ خاطر صحبت داشت۔ ہندوان از [illegible] شدن زن [illegible]

رفتند۔ آخر در حجرۂ شیخ ارزانی یافتند و پسر و شوہر وے زن را بخانہ بردند۔ شیخ آن
زن را (پیش) درویش روز دیگر ہم در حجرہ حاضر ساخت۔ آخر ہندوان عاج
گشتند و از سر آن در گذشتند، زن مسلمان شد و بنکاحِ وے در آمد و طالب
بمطلوب رسید۔ نیز گویند شیخ را روشے بود کہ ہر سالے کہ بوے رسیدے، وے
پرسیدے کہ چہ قدر قرض برخود داری۔ ہر قدر گفتے تا صدیا دو صد روپیہ از تاجرے
بدہانیدے و فتوحے کہ بوے رسیدے در قرض تاجر دادے نیز گویند وے گاہ باک
بصحرا رفتے درویشان کہ ہمراہ او بودندے بوے گفتندے ما گرسنہ ایم ما را طعام می
باید۔ وے شمارا بہ پشتہ یا بہ نشیبے دیگر کردے کہ ہر چہ در انجا است بیاورید،
چون رفتندے، طعام پختہ در دیگہا و گاہ در طبقہا یافتندے بیاوردندے و سیر
بخوردے۔ شیخ ارزانی در زمین مشرق برفتہ از دنیا در سال ہزار و قبر وے ہم در
شرق۔ گویند شیخ آدم را یکے ضیافت کرد طبقے از برنج و شیر ہم پختہ آوردہ بود، از ان
ہیچ نخورد۔ گفتند چون نمی خوری؟ گفت بخاطر نمی آید کہ بخورم۔ بعدہٗ ظاہر شد
کہ یکے مسکین در آن افتادہ بود۔ روزے من بوے شدم، جوانے کتابے از احوال
شیخ فخر الدین عراقی پیش وے می خواند۔ وے معانی آن را بامر ارخفیہ بیان می کر
چنانکہ شنوان و من ہمہ متحیر می شدیم۔ چہ وے ناخواندہ بود۔ در "نفحات الانس"
است کہ شیخ احمد گفت۔ من از (اصحاب) خرقانی شنیدہ ام کہ وے امی بود۔
احمد مدنی وانست گفت، وے سیدہ غوث روزگار بود۔ وقتے من رسالہ ہندی "پیچ
چیزت" (۔۔۔ ۔۔۔) در تصوف مشتمل بر مباحثہ عقل و عشق شیخ آدم بردم و

باشد و با من نشست و لطفہا فرمود و بشارتہا داد۔ گاہ با من ضیافتِ فقرا کردے۔ وے چون دور ترک باشیدے وے را تصدیع ندادے امّا بدل آوردے کہ کاش وے ہم رسیدے برفور وے رسیدے و این چنین چیزہا چند بار از وے دیدہ شد۔ شبے وے در خواب من گفتہ کہ ''ضیافتے کن'' و وے در حالت حیات بود۔ پگاہ آن بخانۂ سید کاظم پسر من، پسرے متولد شد۔ ''عبدالقادر'' نام نہادم بہ بشارت شاہ عبدالقادر قدس اللہ سرہ چون تاریخ ولادتِ سید کاظم، ''سید کاظم'' (۱۰۳۲ھ) است۔ تاریخ ولادت پسر (اُو) عبدالقادر این قطعہ گفتہ شد

آمدی پور مبارک در جہان تا جہان عمرے جانی بزی
چون بشارت داد شاہ محی الدین از طفیل قطب ربانی بزی
نام عبدالقادرت ہم شد ز غیب از قبول شاہ گیلانی بزی
سال تاریخ تولد ہاتف بگفت سید عبدالقادرِ ثانی بزی

روزے وے در نود و اند سالگی بنماز عید آمد بنحافتِ بسیار، مرا گفت بعمر آمدم بنود تمکین برائے تو بدین حالے کہ می بینی رسیدہ ام آن روز ہم عنا۔ جہا فرمود۔ وے مرا سخت دوست داشتے۔ و وے معتقد من بود و من معتقد وے۔ وے در ماہ ربیع الآخر جرس حضرت غوث اعظم قدس اللہ سرہٗ با مرو بہ برفت و بیمار گشت در آن وقت متعد عزیزان مثل سید عبدالحلیم و شیخ فضل امروہگی (امروہوی) و شیخ عبداللہ گجراتی و شیخ کرم علی دانیاپوری بوے آمدند تا شیخے ازین راہ بشنیدند۔ گفت بان اے دوستان شما را باید کہ از ما قطع نماید و یا او سبحانہ مشغول باشید و بنامرادی خوکشید

(کیند) ودر آن اثناء مثل این اشعار خواندن گرفت

نامرادی را بجان بر بستہ ایم — خدمت غم را میان بر بستہ ایم

وآن دوستان وے را ہر چند نگاہداشتند (بہ امروہہ) نماند وگفت عرس را دیدم و سنبھل آمد۔ بیماری برافزود و یکے از یاران مقبول وے شیخ اسحاق نام گوید در آن شبے کہ وے خواہد رفت من حاضر بودم، دیدم کہ او از روے ذوق وحال این ابیات استادی خواند

عشق سوداگر نبودے در میان — کوے دلبر کس ندیدے در جہان

من ہمان دم کہ وضو ساختم زچشمۂ عشق — چار تکبیر زدم یکسرہ بر ہر چہ ہست

ودر آن زمانے یار دیگر گفتن گرفت کہ از شیخ اندرین وقت وصیتے بخواہیم۔ دیگرے گفت ازین حال این چنین حرف زدن ترک ادب است چہ نیچہ بیدلی بود بما رسیدہ۔ شیخ چشم وا کرد وگفت۔ یاران خدا خدا خدا او ہے۔ بطرف نیہ رفت ہلاک گشت۔ یاران دیگر ہم بروے حاضر بودند ہمہ تحقّی وسر ور شدند۔ ہمہ را احوالے نیک پیدا آمد ووے با ذوق وشوق برفت در بست و یک ربیع الآخر از سال ہزار وشصت و ہفت (۱۰۶۷ھ ۲۸ دسمبر ۱۶۵۷ء) ونعش وے را با سرور وذوق خوش آوردہ در باغ وے مدفون ساخت۔ من چون نعش وے را (شیخ) خود بہ دہلی شنودم، این بگفتم

قطعہ

وفات شیخ آدم چون شنفتم — ز اشک از سر مژگان بسفتم

پس آنکہ سال تاریخ وصالش ولی اللہ شیخ آدم بگفتم
وشیخ خود گفتم، شیخ من خوش گشت وگفت نیک گفتی ومناسب حال وے گفتی ۔
از آن چہار عزیز احوال سید عبدالحکیم وشیخ فاضل بجاے خود خواہد آمد ۔ اما شیخ عبداللہ
گجراتی مردے فاضل بود واہل این کار ۔ وقتے وے خواستہ بود کہ در سنبھل توطن
اختیار کند لیکن سرانجام نیافت ۔ من در آن وقت بوے آشنا بودہ ام بمن اخلاص
ودوستی نیک ورزید ۔ آخر از (سنبھل) مراد آباد آمدہ اقامت اختیار کرد (وقتے
من بمراد آباد شدم کہ صبیہ ملا حاجی محمد مرید شیخ احمد سرہندی اہل خانہ وے رفتہ
(بود) ملا مردیست نیک معاملت وغریب وموفق ۔ من باوے بسیار آشنا ام ۔
وقتے آن شیخ عبداللہ بدہلی رفت واز انجا باز می آمد بکشتی نشستہ چون ایام طغیان
آب بودند کشتی بشکست ووے باہمہ اہل کشتی الا یک تن غرق شد در سال ہزار و
شصت ونہ (۱۰۶۹ھ ۱۶۵۹م) ۔ اما شیخ کرم علی دانیپوری مردیست صاحب
سماع مطبوع ونیک معاملت ۔ وے مرید شیخ اللہ بخش لاہوری است ووے مرید
شیخ نظام تہانیسری ۔ وے گوید کہ وقتے شیخ نظام وشیخ اللہ بخش وجمعے درویشان بجنازہ
رفتہ بودہ اند در آن جاے از مشائخ وقت وفات یافت ووصیتش این بود کہ مردے
بچندین صفات کاملہ موصوف باشد نماز من بگذارد تا بر سر جنازہ وے مشائخ بسیار و
خلفاے روزگار جمع آمدہ شیخ نظام را اختیار کردند ۔ شیخ برخاست وشیخ اللہ بخش را
اشارہ کرد کہ وے بجا آورد، ازین معنی ہمگنان گفتن گرفتند کہ ما شیخ نظام را
باامامت قبول کردہ بودیم ووے مرید خود را باین امر خطیر تجویز کرد وجہ چیست ؟

ازآن جانیز برجست و درلباس قلندرانہ بملک دکن رفت۔ آخر سیر کنان بسنبھل
آمد و صحرای آن را خوش کرد و بز پشتہ کہ مشہور است بنام مغل مابین سنبھل وامروہہ
جاے است نیک خوش و مقامے بس دلکش دو سہ سال آن جا گذراند۔ پس ازآن
در شہر سنبھل رسید و در جاے کہ متصل بدروازۂ بداؤنست نزدیک بچۂ شیخ فرید
سکونت اختیار کردہ و یک قرن بیش درآن مقام بسر برد۔ عمر وے بصد سال کشید
آخر بانمہ زنشستہ گذاردے و غیر از جانِ پاک ہیچ بشر(شے) نداشتے و
شبان روزے خودرا اندرآن جا واگذاشت۔ وے باہمہ آشنا بود و از ہمہ بیگانہ۔
طریقۂ وے طریقۂ باہمہ بودن و بے ہمہ بودن بود۔ بحسب ظاہر از روے
معاملت در غیرت بود و بحسب باطن از راہ غیب در حیرت بود۔ ظاہر در افتادۂ فرق
بود و باطن وے اندر جمع الجمع غرق۔ آثار نسبت نقشبندیہ اینست۔ چنانچہ در''
رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ، می فرمودہ اند۔ کہ در نسبت
خواجگان قدس اللہ تعالی ارواحہم درملا صورت تفرقہ بیشتر ظاہر شود سر آنست کہ
این نسبت محبوبیست ہر گاہ محبوب را بخلوت خوانی درحجاب شود۔ انتہی۔

محمد مراد روشے (دارد) کہ اگر کسے چیزکے بوے فرستادے، گرفتے
خواستے نخواستے۔ وبار دیگر فرستادے ابا کردے کہ نفس عادت نپذیرد وخطرہ
بانتظار نکشد۔ ہمین طور بعضے اغنیا خواستے وادرارے وے معین نماید، وے قبول
نداشتے۔ من درآمد وشد وے را بدیدمے وے مرا نیک پرسیدے والطاف و
عنایت فرمودے و شیخ مرا نادیدہ باخلاص یاد آوردے وسخنان این راہ بمیان

پنہان داشتے چنانچہ مقرر است کہ اہل نسبت باطنی را قاب بے بہتر از صورت طالب علمی ہیچ نیست۔ وفات وے در سال ہزار و شصت و ہفت است (۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷م) و قبر وے در نگینہ۔ من وے را در مسجد جامع سنبھل دیدہ ام۔ سخنان این راہ نیک بمیان آوردے شیخ مرا نادیدہ با خلاص و محبت پرسیدہ و از احوال استاد خود و از مبادی احوال خود سخنان گفتے و صحبتے خوش بمیان گذشتے۔ وے بر علم و دانش خویش وضع تواضع و نیاز و شکستگی غالب داشتہ و بر مولویت و قرائی وے نسبت کیفیت و احوال وے در فوقیت بود

گرنہ محو لوق تو بودے کے شدے بندہ، اعیان بخارا، خواجہ نساخ را

وے را توحید بود بس بلند و واسع کہ ہر چند ابواب مکاشفات بروے کشودے، وے ہیچ اظہار نہ نمودے۔ وے بکمال حالت جذبہ، استقامت تام اندر شریعت داشتے۔ قول بزرگانست

یا ربم ملک استقامت دہ کاستقامت ز صد کرامت بہ

وہ آئینہ این مشرب، عالی تر و صاف تر از انست کہ در اندک کیفیتے خود را از مرتبہ عبودیت فراتر کشیدہ، دم زستی و انانیت می زنند و شطحیات بے محابا بہانگ بلند می گویند۔ شیخ من گفتہ کہ شاہ کمال کیتھلی صاحب جذبہ و تصرف قوی بودہ اند و نام ایشان در سلسلہ قادریہ اندرین کتاب خواہد آمد، روزے در حجرے بول می کردہ اند، اتفاقاً اندرون زمین خاک کیے از مجاذیب وقت بودہ است و از آن جا آواز بر آمدہ کہ ''چہ می کنی'' ایشان از روئے غضب فرمودہ اند کہ باش باش ہنوز این

انانیت "ہوں ہوں" از تو نرفتہ۔ در "نفحات الانس" می آرد کہ مولانا شمس الدین تبریزی در تاریخ سنہ اثنین واربعین وستمائۃ (۶۴۲ھ ۱۲۴۵م)، در اثنا مسافرت بقونیہ رسید و در خان (خانہ) شکر ریزان فرود آمد و خدمت مولانا جلال الدین[1] رومی در آن زمان بتدریس علوم مشغول بودند۔ روزے با جماعۃ فضلا از مدرسہ بیرون می آمد و از پیش خان (خانہ) شکر ریزان می گذشت خدمت مولانا شمس الدین پیش آمد و عنان مرکب مولانا را گرفت و گفت۔ "یا امام المسلمین! بایزید بزرگتر است یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولانا گفت از ہیبت آن سوال گویا کہ ہفت آسمان از یکدیگر جدا شدہ و بر زمین ریخت و آتش عظیم از باطن من بدماغ من زد۔ و از آن جا دیدم کہ دودے تا ساق عرش بر آمد، بعد از آن جواب دادم کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم می فرماید "ما عرفناک حق معرفتک" و ابویزید می گوید۔ "سبحانی ما اعظم شانی و انا سلطان السلاطین" نیز گفتہ است، گفتم بایزید را تشنگی از جرعہ ساکن شد، دم از سیرابی زد و کوزۂ ادراک او از آن پر شد و آن نور بقدر روزن خانہ او بود، اما محمد مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم استسقای عظیم و تشنگی بسیار بود و کہ سینہ مبارکش بشرح "الم نشرح لک صدرک و ارض اللہ واسعۃ" گشتہ بود، لا جرم دم از تشنگی زد و ہر روز در استدعاے زیادتی قربت بود۔ مولانا شمس الدین [illegible]

---

۱ مولانا جلال الدین رومی بن [illegible] ولادت ۶۰۴ھ/ ۱۲۲۸م، وفات ۶۷۲ھ/ ۱۲۷۳م، در قونیہ۔

فرود آمد و شاگردان را فرمود تا او را برگرفتند و بمدرسہ بردند تا بخود باز آمد، سر مبارک او را بر زانو نہادہ بود۔ بعد از آن دست او را گرفت و روان شد و مدت سہ ماہ در خلوتے "لیلاً و نہاراً" بصوم وصال نشستند کہ اصلا بیرون نیامدند و کسے را زہرہ نبود کہ در خلوت ایشان در آید۔ انتہیٰ۔

شیخ ابوالقاسم ردولی

وے عالم است بعلوم ظاہر و علوم توحید و معرفت۔ و یگانہ است در طریق تلبیس واخفا۔ سالہا کتب متداولہ را درس گفتہ و افادۂ مستعدان نمودے۔ مولد وے زمین مشرق است۔ وے چون منزویست آن جا کس نشناخت۔ من وے را در خانقاہ شیخ خود دیدہ ام و مدتے ہم جوار گذرانیدہ۔ وے خود را بطور علماء خام فرانمودے بلکہ مخالف ایشان بودے و سخن اندر توحید سخت شگرف آوردے و غالب اوقات بحالت ذہول و تحیر مشغوف بودے و مرتبہ استغراق و استہلاک داشتے۔ مشرب وے تسلیم و رضا بود۔ بعضے از علماء خام وے را بالحاد و زندقہ منسوب ساختے کہ حرف زدن وے نہ بر سنن سلوک مشائخ بود۔ وے از بد گفتن کسان ناخوش گشتے و از نیک گفتن خوش نہ شدے و ہر کہ نزد وے آمدے خواہ کس را احمد و مرحبا گفتے و بے گفت برسر دوے ہمیشہ نزار و زار و اسال نخورے و وے را ہمہ تن رنجور نمودے۔ از رفتن چیزش غم نبود و از آمدن شادی نہ۔ شمشیر تیغ حق از وے بدزدی رفت وے ہیچ نگفت و من دیدہ ام کہ زن مردہ سہ ماہ قمرے مترددے نبود۔ نقل است کہ روزے

خادمے بخدمت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ عرض کرد کہ آن دو لعل کہ بادشاہ نذر شیخ فرستادہ بود گم شد شیخ از شنید آن، سر بمراقبہ فرو برد و پس گفت الحمد للہ۔ تا بعد از مدتے ہمان خادم باز بعرض رسانید کہ آن دو لعل در فلان جا یافتہ شد، این بار ہم شیخ سر بمراقبہ فرو برد و گفت۔ ''الحمد للہ''۔ چون از حقیقت دو مرتبہ الحمد للہ گفتن پرسیدند۔ شیخ گفت۔ چون لعل ہا گم شدند از آن مر درون طرخود ہیچ تکلیفے و تردد نیافتم و چون یافتہ خوش نشدم پس در ہر دو حال الحمد للہ گفتم۔ انتہی۔ ابوالقاسم باوجود آن حالت با فقراے باب اللہ متواضع بود و با غنیاے مستغنی برعکس مردم، گرچہ روش اکثر مردم این روزگار چنین واقع شدہ است کہ آن بار از سبب علوم (دینی) آن قدر علمے بہم سانید کہ (بدو) بدنیا دارے آشنائی پیدا شود و در مجلس وے بچرب زبانی و خوش آمد گوئی امتیاز بہم رسد تا کار خود بمدعاے دل برآوردہ شود حیف از آن جماعت کہ از حکم آیات قرآنی و احادیث نبوی (ـ) و اقوال بزرگان اعراض می نمایند و از آن جملہ آیات کریمہ اینست کہ ''مثل الذین حملو التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا'' مولانا حسین واعظ در ''تفسیر حسینی'' در شرح این کریمہ از عارف روم این ابیات می آرد

گفت ایزد یحمل اسفارہ | بار باشد علم کان نبود ز ہو
علم ہاے اہل دل حمال شان | علم ہاے اہل تن احمال شان
علم چون بر دل زند یارے بود | علم چون بر گل زند بارے بود
چون بدل خوانی ز حق گیری سبق | چون بگل خوانی سیہ سازی ورق

واز جملہ احادیث این دو حدیث است کہ "العلماء انصار اللہ مالم یخالطوا بالاغنیاء و لو یخالطوهم فاحذروهم فانهم لصوص الدین۔" دیگر "من تواضع الغنی لغناءٖ فقد ذهب ثلث دینہ" در کتاب "رشحات" است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمودند کہ حقیقت عبادت خشوع و شکستگی و نیاز است کہ از ظہور عظمت حق سبحانہ بروے ظاہر شود۔ این چنین سعادت موقوف بر محبت است و ظہور محبت موقوف بر متابعت "سید اوّلین و آخرین علیہ من الصلوة اتمها و من التحیات ایمنها" و متابعت موقوف بر دانستن طریق متابعت پس ضرورت ملازمت علما کہ وارثان علوم دینی اند براے این غرض می باید کرد و ملازمت علما کہ علم را وسیلہ معاش دنیوی و سبب حصول جاہ گردانیدہ اند دور باید بود و از صحبت درویشان کہ رقص و سماع کنند و ہر چہ باشد بے تحاشہ می خورند، اجتناب نیز باید کرد و از شنیدن سخنان توحید (وجودی) و معارفے کہ سبب نقصان عقیدہ در مذہب اہل سنت و جماعت شود دور باید بود۔ تحصیل علم براے ظہور معارف حقیقیہ کہ بر بستن بمتابعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است، باید کرد۔ [illegible] در کتاب "نفحات الانس" است کہ ابو ہاشم شریک قاضی را دید کہ از خانہ یحیی بن خالد بیرون می آید، بگریست و گفت۔ "اعوذ باللہ من علم لاینفع" خواجہ ابو [illegible] شیخ آن می نویسد کہ علم نافع آنست کہ مانع آید علم را از صحبت سلاطین و موجب گریستن ابو ہاشم محبت خلق بود و شفقت کہ فساد علماء مستلزم فساد عامہ خلق می شود۔ واللہ اعلم۔ خواجہ بیرنگ فرمودہ اند۔ از علماے دنیا

[ک]ه علم را وسیلهٔ جاه و تفاخر و زبان آوری ساخته اند، چنان اجتناب نمائی که آدمی از
[ش]یر. گویند قراءِ گران جانے که در صحبت دنیادارے بسر می برد. بزرگم یکے از
[م]کریان که بصفت جهل مرکب موصوف بود این حدیث برخواند که "الدنیا جیفة
طالبها کلاب" معنی اش نه فهمیده. آن جاهل گفت. آرے طالبان دنیا
[خ]ود سگانند لیکن آن ملا کے کریان خوش آمد گویان که در صحبت دنیاداران بذوق می
گذرانند سگان اند (پس جیفه خوردن) می مانند. وقتے آن قراء را دیدم که در
[ص]حبت اغنیا بمراد خاطر بسر می برد و خود را بطور آنان می سپرد. روزے بطریق
[ا]ستفاده از وے پرسیدم، معنی این حدیث را که در کلام شیخ ابن عربی آمده بود "
[ا]لقیم بجبل لهبط علی الله. وے برآشفت و گفت موضوع است. باز
[گ]فتم. این احادیث مشهور را چه می فرمائی که "انا احمد بلا میم، و من
[ر]انی فقد راء الحق، و من عرف نفسه فقد عرف ربه، و ان الله
[خ]لق آدم علی صورته" تا هم برآشفت و چیزے نگفت تا آیات کلام مجید را
[ب]شنو و معنی آن برگوی "وفی انفسکم افلا تبصرون، وما رمیت اذ رمیت
ولکن الله رمی، وهو الاول والآخر والظاهر والباطن، و فاینما تو
[ل]وا فثم وجه الله" دیدم که معانی آن را بر خلاف مذهب صوفیه [illegible]
[ب]جنگ در پیش می آید. دست از صحبت وے برداشتم [illegible]

جنگ هفتاد و دو ملت همه را عذر بنه چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند

باز چون شنیدم که آن قراء مغرور فضائل خود شده است [illegible] [illegible]

راگرفتہ وبااین قوم صحبت نداشتہ۔ گفتم الحق الحق۔ و سخن "نفحات الانس" بیادم آمد آنجا کہ نوشتہ کہ شیخ الاسلام گفت فلاح نباشد مریدے کہ ذلِ استاد و پیر نکشیدہ باشد و قفائے وے نخوردہ باشد و لعنک اللہ او نشنیدہ (باشد) و بہ یرحمک اللہ بر نداشتہ (نہ گفتہ) بود و بدرد ناکامی ارزندہ نکشتہ باشد۔ انتہیٰ۔ این مصرع در کلام خواجہ بیرنگ آمدہ مصرعہ

اے پیر من، بخدائے من از تو بحق رسیدہ ام

روزے مرا فقرائے کہ بطمع حطام دنیوی ہندو پسرے را تعلیم می کرد و بر در وے خوشان خوشان ہمی رفت، روزگارے اتفاق ملاقات افتاد بوے۔ از علوم و معارف و توحید شیخ امان اللہ پانی پتی بمیان آمد و شیخ از کُملِ موحدین و محققین بود در یکے از تصنیف خود نوشتہ کہ اگر اہل روزگار طریقہ انصاف پیش گیرند، مقدمات وحدت وجود را بدلایل عقلی و نقلی خاطر تسکین کہ دمہ کردہ آید۔ وفاتِ شیخ در سال نہ صد و پنجاہ و ہفت (۹۵۷ھ ۱۵۵۱م) است۔ آن فقرا او ثنائے غلیظ شیخ داد۔ من بر آشفتم و گفتم کہ شیخ اکابر صوفیہ است و از توابع شیخ محی الدین (ابن) عربی و مولانا عبدالرحمن جامی و بر قدم ایشان رفتہ و در رسالہ "لوائح" مولوی را بہترین بیان شرح گفتہ و داد علم توحید و معرفت دادہ، نمی ترسی از خدا کہ دوستان او را بسجانہ بدین قبحت یاد کنی۔ و وے از روے عناد گفت کہ در ماذہ سخن ابن عربی کہ "سبحان من اظہر الاشیاء وھو عینھا" شیخ علاء الدولہ گفتہ کہ این اعتقاد دہریست کہ

۱؎ نام شیخ عبد... قتب امان اللہ بود ابن عبدالغفور مصنف رسالہ "اثبات الاحادیث" و شرح ... جامی" است

فضیلت شیخ (اشیاء) را عین وجود (الٰہی) دانند و دیگر تا گفتنیہا گفت چنانچہ عامہ
خلائق بر شیخ اکثر طعنہ می زنند بر سخن "مات فرعون طاہرا و مطہرا"۔ و
بنسبت مولوی جامی گفت کہ ما معتقد حال وے نیستیم معتقد علم وے ایم۔ من گفتم کہ
این انکار تو بہ نسبت اولیاء اللہ ہمانست کہ گویند شیخ عبدالقدوس گنگوہی کہ از مشائخ
کبار بودہ و صاحب وجد و حال و اہل کرامات و مقامات۔ روزے در سماع بود،
زنانِ آن قصبہ بتماشا بر آمدہ بودند، چون شیخ را در مجلس رقص کنان دیدند، از آن
میان پیرزالے گفت "می بینید! این مرد پیر و ضعیف را کہ بواسطہ شکم، تنگ شدہ
چہ طور می رقصد (خود را) قربان سازم اے شکم ترا کہ برائے تو چہ کارہا می کنند" و
نیز گفتم کہ بان قُرّا ہم برین قیاس اعتقاد خود با دوستان خدا شناس

کار پاکان را قیاس از خود مگیر — گرچہ باشد در نوشتن شیر [illegible]

مقرر است کہ محبت دوستان خدا ہمین محبت خدا است و این فضل کسی وابستہ بہ ہیچ
علت نیست و ہیچ آلتے نیست بدست اوست ہر کہ را خواہد بدہد ہر کہ نخواہد ندہد

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم — ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبیست

آخر چون دانستم کہ آن قُرّا ہم در صحبت جوان مردے (راہ خدا) نرسیدہ و شیب و فراز
این راہ ندیدہ و از نیز دست بر شستم۔ در "نفحات الانس" است [illegible]
جوان مرد باید تا جوان مرد بیند، ہر کہ جوان مرد را دید او را دید [illegible]

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی صاحب [illegible]
"انوار العیون" وفات ۹۴۵ھ/۱۵۳۸م

سید احمد غرب (غریب)

مرید سید میرجی پوری است و اندر تصوف شاگرد سید حسین سورتی۔ با شیخ محمد فضل
الله قادری و با سید محمود امروہگی (امروہوی) صحبت داشته و مرزوق گشته و از سید محمود
سورتی اخذ طریقہ نقشبندیہ نموده و بسیارے از مشائخ کبار دریافته۔ وے بزرگ
بود با استقامت، خلاق عظیم داشته و مروت و فتوت عالی تر۔ وے به سخنان این
طریق آشنائی تمام داشت۔ حدیث توحید و سلوک را در گفته۔ با جمعیت صوری
و معنوی بود۔ با درویشان و آیندگان نیک مدارا کردے۔ وے در شہر سورت سکونت
داشته۔ آخر الامر با تشائی رحمت خان کتہری در مراد آباد نزدیک سنبھل آمده اقامت
گرفت و در آن جا مردم بسیار بوے نسبت ارادت پیدا کردند و از صحبت وے بہره
ور و مستفید گشتند۔ وفات وے بدیں شده است۔ و آن جا با شیخ محسن آشنا شده
است و اخلاص ورزیده و صحبت متعدد رسیده۔ شیخ محسن از وے حکایت می کند وی
فرمید که وے [illegible] بود۔ اول مرا با وے نادیده مفاوضات است از سر
اخلاص و اتحاد۔ سخنان این راه میان آمده و اسولہ و جواب و بسخنان دقیق
معارف فہمیدن [illegible] رسیده تحصیل آن بدر [illegible] کشید۔ بعد از آن محسن وے را
دوباره دیده و مرتبہ [illegible] در روز [illegible] فقیر زاده پور [illegible] از مراد آباد در رسیده و محسن از
سنبھل [illegible] محسن وے [illegible] ختم نموده [illegible] چون حرف و حکایت به بیان آمده
[illegible] صحبت نیک [illegible] آن فقیر زاده پور سید فقیر و بنا کرده ما بین سرای

خواندم وآن دو بست فصل دعاست لیکن ہیچ چیز نمی خواہم۔ آن ذکر زبان بود فرم
برداری رانہ ہمت (دعا) غیر آن (ہیچ نیست) ہم در ''نفحات الانس'' است کہ علی
بن موفق گفتہ۔ خداوندا اگر من ترا از بیم دوزخ می پرستم، در دوزخ مرا فرود آر و اگر
بامید بہشت می پرستم ہرگز در آن جا جاے مدہ و فرود میار و اگر بمہر می پرستم یک
دیدار بنمای۔ و پس از آن ہر چہ خواہی کن۔ انتہیٰ۔ چون سید احمد را وقت نزدیک
رسید، چندگاہ بس کسے را پیش خود راہ داد و پس بہ ہمان نسبت باطنی مستغرق بودہ
است کہ آن را فنی اللہ گویند و برفت در پانزدہم ذی قعدہ از سال ہزار و شصت و
شش (۱۰۶۶ھ ۷/ستمبر ۱۶۵۶م) و قبر وے در پیش جامع مسجد مراد آباد
ہست۔ من در تاریخ وے این قطعہ گفتم

قطعہ

چون سید احمد اہلِ کمالات — سلوک راہ حق بنمودہ بیشک
سفر کرد از سراے بے بقاے — شدہ در باغ خلد آسودہ بیشک
بجستم از خرد تاریخ فوتش — خرد گفتہ ''بہشتی بودہ بیشک''

۱۰۶۶ھ

میر محمد جان

وے مشہور بمیرک جان است۔ سید بود و صاحب معنی و پُر ذوق۔ در اصل وے از
ولایت ... است و در آن جا نشو و نما یافتہ و صحبت بسیارے از مشائخ کبار رسیدہ،

مرذوق بودہ از دیدار بزرگان صاحب آیات و کرامات۔ عمرے دراز یافتہ آخر بہندستان آمدہ۔ در فرید آباد دہلی سکونت گرفتہ وسالہا در آن جا گذرانید وبہمراہ دل بسر بردہ واین رباعی چند مرتبہ از وے شنیدہ ام۔ ندانم از کیِ در گرفتہ بود۔ بذوق می خواند۔ رباعی

گل گفت مرا ز باغ گلدستہ برید　　من نازک عالم مرا رستہ برید
در مجلس عاشقان اگر می طلبند　　گر بے ادبی کردم مرا بستہ برید

من وے را در سال ہزار و بست دانند (۱۰۲۰ھ ۱۶۱۰م) چنان چہ دیدہ ام ووے در ہمہ مدت برفتہ است از دنیا۔ پیرے بود خمیدہ پشت خداوند اخلاق وکرم وعلم وعمل۔ من نوجوان بودم، ملازمت وے می نمودم۔ وے ہمیشہ مرا ترغیب بصفت احسان وفتوۃ ومروت نمودے واز صفت ذمیمہ دل آزاری کہ بدترین صفات است، منع فرمودے واین دو بیت خواندے۔ رباعی

در راہ خدا دو کعبہ آمد منزل　　یک کعبہ صورتست ویک کعبۂ دل
تا بتوانی زیارت دلہا کن　　کافزون بود ز کعبہ قعوب مقبل

شیخ سعدی گوید

باحسان آسودہ کردن دلے　　بہ از الف رکعت بہ منزلے

این بیت سید جان کہ شاعرے بود مشکل گوی بر بین میر محمد جی خوش می آید [illegible]

اللہ اللہ ہر کہ جنید گوید　　جان سید شد [illegible]

ومیرک جان راحت رسانیدن بدلہا را بمرتبہ رسانیدہ بود کہ [illegible]

گرفتے وازین صفت خود درنگذشتے۔ خواجہ شیراز گفتہ

اگر شراب خوری جرعۂ فشان برخاک — ازان گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک۔

شیخ من گفتہ کہ روزگارے دو بزرگ باخود قرار دادہ بودند کہ ہر کہ پیشتر از دنیا برود باید کہ خبرے از کیفیت آخرت بدہد و بگوید کہ درآن جا کدام عمل مقبول تر است۔ چون یکے ازآن برفت آن دیگرے بعد از سہ روز نزدیک بقبر وے رفتہ ومتوجہ ایفائی وعدہ برنشست بعد از ساعتے کاغذے پیچیدہ پیدا شد چون واکرد این بیت درآن نوشتہ

چندین فنون شیخ نیرزد بہ نیم خس — رحمت بر این کہ این مشرب ست وبس۔

حکایت دیگر بشنو از "بوستان" شیخ سعدی قدس سرہ۔ منظوم

یکے سیرت نیک مردان شنو — اگر نیک مردی و پاکیزہ رو

کہ شبلی ز دکان گندم فروش[1] — بدہ برد انبان گندم بدوش۔

نگہ کرد و مورے دران غلہ دید — کہ سرگشتہ ہر گوشہ می دوید۔

ز رحمت بروشب نیارست خفت — بماوای او بازش آورد و گفت۔

مروت نباشد کہ این مور ریش — پراگندہ گردانم از جاے خویش۔

درون پراگندگان جمع دار — کہ جمعیت باشد از روزگار

چہ خوش گفت فردوسی پاک زاد — کہ رحمت برآن تربت پاک باد

میازار مورے کہ دانہ کش است — کہ جان دارد و جان شیرین خوش است

---

[1] در نسخہ بوستان نول کشوری این مصرعہ بدین طریق نوشتہ است۔ "کہ شبلی ز حانوت گندم فروش"

اے دانائے ہوشمند زیادہ ازین چہ گواہی می خواہی کہ صاحب جہان و جہانیان علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات فرمودہ۔

”ادخال السرور فی قلب المومن خیرٌ من عبادۃ الثقلین“

نقل است کہ بعد وصال حضرت ابی بکر صدیق (رضی) چون حضرت عمر (رضی) برجاے ایشان نشست رضی اللہ عنہم۔ ہمہ اعمال شبان روزی ایشان را از اہل ایشان استفسار کرد۔ گفت چنین و چنان بود لیکن ہر روز بوقت زوال قدرے حلوا تر ساختہ بخستان می برد۔ حضرت عمر (رضی) در درونِ کنجے مجذوبے نابینا لب باورم کردہ، جا ماندہ افتادہ دید، حقیقت معلوم کرد و نزد وے بہ نشست و گفت، دہن وا کن۔ وا کرد تا قدرے حلوا بدو انگشت خود در دہن وے نہاد، چون انگشت جبہاش رسید گفت ”آہ ابی بکر از دنیا برفت“ گفت چون دانستی (کہ ابوبکر برفت) گفت ”وے ہر روزے قدرے حلوا را بنوک زبان خود می چسپاند و بدہن (من) می نہاد“ انتہی۔

وافریادا کہ اندرین روزگار جماعتے از بے انصافان چند بہم رسیدہ کہ تکیہ باعمال (ظاہر) شریعت کردہ بیچارگان را دل آزارند و ازین معنی اغماض دارند کہ در ضمن این کارہاے نیک تماچہ بلاہاست آلودہ و درمیان این حلوا چہ زہرہاست آمودہ آیا نمی دانند و نمی فہمند کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ ... جنت صد نماز مقبول بدانگے رود۔ عارف رومؒ گفتہ

ابلہان تعظیم مسجد می کنند در جفاے اہل دل جد می کنند

حضرت مولانا جامیؒ در ”سلسلۃ الذہب“ می آرد

آنکہ شرع خدا ازو ست تباہ[1] — نیست گویا کہ ہست شرع آگاہ

کردہ در کوی و خانہ و بازار — شرع و دین را بہانۂ آزار

کار باطل کند بصورت حق — برد از شرع مصطفیٰ رونق

می کند پایۂ شریعت پست — تا دہد مایۂ طبیعت دست

میر بازار و شحنہ شہرت — شرع ازو او ز شرع بے بہرست

شرع را تیرہ سازد از نورہ — قند را شیرہ ریخت در شورہ

گرد اسلام را وقایہ کفر — کرد طبعش بلند پایۂ کفر

ساخت یکسان زخبث شور انگیز — دین حق را تورۂ[2] چنگیز

فی المثل گر یکے عوام الناس — بفروشد سہ چار گز کرپاس

خالی از داغ، صاحب تمغا — در ہمہ شہر افگند غوغا

اول از شرع دست موزہ کند — زو سوال نماز و روزہ کند

سازد او را نکردہ ہیچ گناہ — پشت و پہلو ز ضرب درہ سیاہ

کالہ اش را بجرمِ تش ماند — گرد بازار ہا بگرداند

بعد ازینش سوے عسس خانہ — بفرستد برائے جرمانہ

تا ستاند عسس بیچوب ازوے — بہر شحنہ بہاء شاہد وے

این و امثال این فراوان است — کہ بران بدنہاد تا دانست

---

[1] عنوان این حکایت این است "در مذمت آنانکہ شرع را بہانۂ آزار مسلمانان سازند و کارہای باطل را بصورت حق پیدا دانند" [2] در سلسلۃ الذہب "تورہ"

خصم دین شد بحیلہ و دستان   اے خدا داد دین از و بستان

شرع را خوار کرد و خوارش کن   شرم بگذاشت شرمسارش کن

خود چہ حاجت کہ من دعا کنمش   بر جگر ناوک دعا زنمش

پیشتر زین ہشت صد و ہفتاد   بدعایش رسول دست کشاد

کاے خدا ہر کہ کرد نصرت دین   در دو کونش نصیر باش و معین

وانکہ خذلان شرع خواست امروز   دل و جانش بہ تیر خذلان دوز

خود چہ خذلاں ازان بتر کہ کسے   باغ رضوان بدل کند بخسے

روے در خلق و پشت بر مولیٰ   دین فروشی کند بہ دنیا

بدہد دین و دنیا اندوزد   شمع دین بہر دنیا افروزد

انتہی

در "رشحات" است کہ مولانا سعد الدین کاشغری[۱] فرمود قدس سرہ کہ طاعت موجب وصول جنت است وادب در طاعت سبب قرب بحق سبحانہ (کذا) کاملان مشائخ قدس اللہ ارواحہم براتند۔ می باید کہ باطن خود را صاف گرداند، بتصفیہ و تزکیہ مشغول گردد تا دوام مراقبہ دست دہد و آنچہ از اعمال خود بیند ... آب درخای زیادہ می کند مصرعہ

ہر چہ گیرد علتی علت شود (انتہی)

گویند فقیہے بود مدرس اندر شہر لاہور، روزے غریبے نام ... مسجد جامع ...

---

۱ وفات آن ۷ رجمادی الاخری ۸۶۰ھ بروز چہارشنبہ ... بعد نماز ...

بوے می گذارند۔ درآن میان نام طنبور برآمد۔ مدرس پرسید ''طنبور چہ شکل دارد''
(آن غریب) نامراد گفت مثل کفچہ می شود۔ ازین حرف وے برآشفت، کتابے کہ
در پیش بود بر سینۂ این بے چارہ زد و بقہر گفت۔ ''اے نا معقول چیز کے حرام را
بچیزے کہ طعام حلال از و بری کشید تشبیہ می دہی''۔ آن نامراد عاجز از آن ضربے
کہ بسینۂ او رسیدہ آہ برآورد و برخاست و برفت۔ شیخ سعدی فرمود قدس سرہ

سرہنگ لطیف و خوش گفتار بہتر ز فقیہ مردم آزار
جاہل نادان، پریشان روزگار بہ ز دانشمند نا پرہیزگار
کان ز نابینای از رہ اوفتاد وین دو چشمش بود در چہ او فتاد

تلمیذ بے ارادت، عاشق بے زر، و رونده بے معرفت، مرغ بے پر، و زاہد بے علم،
خانۂ بے در، و عالم بے عمل، و درخت بے بر، من عزیزے را دیدہ بودم کہ در بزرگی
و شان و معاملت انگشت نما بودہ است۔ میر سید فیروز گفت کہ من روزے در مجلس
آن عزیز وے برآشفت و بقہر گفت۔ اے احمق مگر قدح (قدرِ خود) نمی دانستی
کہ بدین نام (صفت غرور) قیح آب خواستی واین قیح بر سر تو باید زد۔ و ہم سید گفت
امیرے دکنی کہ بصفات مسلمانی و دینداری موصوف بودہ اند، اندر دیار خود۔
روزے بر سر مائدہ طعام نشستہ بود خبر آورند کہ عزیزے صالح بدیدار امیر از
ہندستان رسیدہ است و بر در نشستہ (میر او را) بطلبید و بر سفرہ بنشانید۔ در دکن
رسمیست از مسلمانی کہ یکے طعام خوردہ از سر سفرہ برخاست دیگرے آمد بجاے او
نشست و بخورد، ہم چنین تا آخر طعام موافق حدیث ''سور المومن شفاء''

آن عزیز رسم آن جا رائی دانست وے از طعام، طبق نیم خورد، ودیگرے (نیم) را
از دست یکسو کردن گرفت۔ امیر بدید و بر آشفت وگفت۔ ازین طعام بیشتر را چرا
یکسو بگیرد مرغکے خورده بود یا سگکے؟ و بخدام گفت این را برخیزانید و بدر برید۔
سرہنگان کشان کشانش از سر سفره بدر بردند۔ وہم از آن امیر بعضے مردم نقل می کنند
که شبے در نماز بود و پسر خورد (خرد) سال وے را از شمع آتشے رسید و تن پسر پیش
وے تمام بسوخت و وے نماز را نگذاشت۔

حافظ صالح تھانیسری

مرید شیخ عبدالحی تبتی است و وے مرید شیخ احمد سرہندی۔ صالح است و صائم الدہر
و حافظ کلام (مجید) مستقیم الحال، اخلاق نیکو دارد با شیخ من نشست و شیخ من
وے را از راست کرداران و نیکوکاران می گوید من وے را از [illegible]
ام۔ در اوایل شنوده بودم که در دست وے ریشے بود و است [illegible]
افتاده و وے ہیچ کرمے را از آن ریش بر زمین نینداختے و ہم چنان بدرد [illegible]
در ساختے۔ سخن وے قبول دارد و در ہر کارے و مہمے چنان که از زبان بر آورد
آنچنان شده۔ وقتے وے به نیت خیر برائے شیخ ابن [illegible]
بوده است و آن امیرے بود خیر زمان که [illegible]
معنوی رسیده و وے باوجود مرتبه سخا وجود [illegible]
قلعه "ڈرپور" از دامن کوه کمایون فتح کرده موسوم به "رسول پور" ساخته [illegible]۔

جمعے فقرا و صلحا آن جا آرزومند وے بودہ اند۔ در شب جمعہ و دوشنبہ ہنگامہ مولود خوانی گرم بودہ است و وے ہم تمام شب اندر مجلس مولود بادب تمام نشستہ بودہ است ہمدران مدتے در زیر آن قلعہ پالہنگان ہنودان بفرمودہ وے میدانے را کہ تفرجگاہے وے بود نگاہبانی می کردہ اند۔ اتفاقاً شبے حافظ عبداللہ دہلوی غریب و نامراد و نادانستہ اندران میدان رفتہ و بخلا جا نشستہ پالہنگان حافظ را از پارہ (باڑہ) درو کشیدہ اند۔ ازین معنی جمعے حفاظ و مولود خوانان رنجیدہ اند و خواستہ اند کہ آن پالہنگان بسزا رسند۔ امیر گفتہ پالہنگان بگفتہ ما آن جایگاہ را نگہبان بودہ اند۔ دران امر گناہے شان نیست بہتر آنست کہ تا در گذرید۔ آنان گفتند ہندوے کہ اہانت مسلمانے کند، او را بسزا رسانیدن واجب است۔ ازین حرف امیر از مسند خود فروتر نشست و سرنگون کرد و گفت، اینک ما حاضر ایم، ہر سزاے کہ رسانیدن است، برسانید۔ ازین اداے زیبدہ وے ہمگنان آفرین ہا کردند و بعضے آب اندر چشم آوردہ گریستند و بر تواضع وے شکر ہا کردم

تواضع ز گردن فرازان نکوست گدا گر تواضع کند خوے اوست

پس از آن امیر بقوت و تدبیر میر سید فیروز فتح لشکر ایران نمودہ، خطاب "بہادر فیروز جنگی" یافتہ معزز ترین امراے شاہجہانی شدہ و نقش نگین خود این نمودہ کہ

فتح لشکر ایران ز لطف شاہجہان شدہ بہادر فیروز جنگ رستم خان

بآخر در ہفتم رمضان از ہزار و شصت و ہشت (۱۰۶۸ھ ۲۵ مئی ۱۶۵۸م) بجنگ اکبر آباد برفت از دنیا۔ من چون پیش ازین بدوازدہ سال و دہ سال و چند ماہ

باوے بودہ ام لشکری۔ وے مرا لطفِ بسیار کردے و ہمراہ وے بے جمعیت نبودہ ام۔ در تاریخ وے این گفتم۔

قطعہ

چون بہادر رستم فیروز جنگ　　عالمے در مدحت او لب کشود
در شجاعت رستم و ستان عصر　　در سخاوت حاتم آفاق بود
ترکتازی کرد در میدان ہند　　سرخرو گشت و بجنت رفت زود
چون فریدے مرتضیٰ خان در جہان　　داد، خورد و بُرد، راہ خوش نمود
سال تاریخ و فاتش عقل گفت　　بُرد رستم گوے از میدان جود

ورفعت خان پسرش و عظمت خان پسر برادرش و چندے از وفاداران بوے برفتند۔ وقتے کہ آن امیر حاکم سنبھل بود یکبار بادشاہ فرمود کہ از سنبھل وے را تغیر کردہ بگجرات فرستند رجوع بحافظ صاحبؒ آورد۔ حافظ گفت بشرطیکہ مرا رخصت تھانیسر کنی۔ وے گفت آرے و در ہمان روز بادشاہ باز وے را بر حکومت سنبھل بحال فرمود و این واقعہ در اکبرآباد (بود)۔ یک بار دیگر ہم بادشاہ فرمود کہ سنبھل بشاہزادہ دہند و وے را در حضور بطلبند۔ این بار ہم رجوع بحافظ آورد و از توجہ حافظ بحال ماند۔ من ازین از دو بار واقفم۔ روزے شاہزادہ خواست کہ [illegible] حافظ [illegible] حافظ بما آید، وے از ہر دو جہ ابا نمود۔ روزگارے آن امیر سید فیروز را وکیل مطلق خود کردہ بود و عنان کار و بار سرکار بقبضۂ رائے وے سپردہ بود۔ آن زمان کہ بحافظ نیاز و اخلاص داشت و امروز زیادہ از آنست۔ سید در اوائل مدت [illegible]

سال در ہوائے فنخان نام جوانے کہ بحسن و زیبائی بے نظیر بود و بنغمہ سرای عالمگیر۔ از سنبھل برآمدہ و بلباس درویشان گذرانیدہ و عاشقی نیک ورزیدہ و عجایب وغرایب دیدہ و من فنخان را دیدہ و سرود او شنیدہ بودم، والحق چنان بودہ است۔ روزے سید در ملک دکن بصحرائے خفتہ بود، پدر وے سید احمد در خواب لکدے بروے زدہ و گفتہ چہ خفتہ، برخیز و خبر آن جوان بگیر۔ سید برجستہ و جوان را در قید دنیا دارے نکوہیدہ کردارے یافتہ و از آن جا بقوت تہور و دلیری برآوردہ و بمراد دل صحبت با داشتہ۔ میر سید امجد بزرگ بود باہمت و فتوت و صاحب اخلاق و کرم۔ وے حقے بر پدر من بود و نسبت ہم جدی داشتہ چنانچہ در خاتمہ بیاید۔ پدر من گفتے کہ وقتے شکری پنجاہ روپیہ از من قرض خواست من بطفلای گفتم، بر سید کہ آن شکری کیست و چہ نام دارد و بے تامل بداد۔ من، شکری و جز ان ازین ہمت وے حیران شدیم و سید امجد در سنبھل از جمیع اطراف قصبہ نسبت رقم حروف شفقت و مہربانی بیشتر فرمودے۔ روزے بزیارت ڈھاک شہید کہ دو فرسنگے از سنبھل است، رفت۔ سید فیروز پسر خود و سید جعفر پسر سید اشرف برادر خرد خود و شیخ خلیل پسر شیخ ... من و من و دیگر خردان قصبہ را با خود برد۔ سید فیروز از ہمہ کلان بود و ما ہمہ ہم عمر او بر اسپ خوش سوار کردہ و در روضہ شہید چہ جائے خوش بود و چہ درختان وحشی و غیرہ متعارف کہ کس نشناخت و آن روز در آمد و شد بخوشی و خرمی گذشت۔ وفات سید امجد در دوم ماہ ذی الحجہ از سال ہزار و بست داند (۱۰۲۰ھ ۲۶ جنوری ۱۶۱۲ء) است۔ و قبر وے در ناحیت ... بود۔ میر سید فیروز گفتہ کہ

روزگارے من با عبدالرحیم خان دکنی کہ پنج ہزاری نامدار و نیک کردار بود، بودم۔ و وے را عادل خان بیجاپوری صاحب مدار کردہ بود۔ پس از آن بتقریبے وے را اسیر کردہ در قلعہ ہفتمی بیجاپور در زیر کوشک خود محبوس ساختہ و من در آن روز میں غربت (حرب) زخمی شدہ افتادم، چون بہ شدم از غایت دوستی کہ با وے داشتم تا شش ماہ در آن جا بودہ و تدبیر ہائے عجیب و غریب کہ زیادہ و از آن متصور بشری نباشد برانگیختہ۔ شبے وے را از آن زندان برآوردہ و بر دیوار قلعہ شہر رفتہ و در کمرِ او رسنے بستہ و فرود آوردہ و از آب خندق پایاب گذرانده و راست بدولت آباد آوردم و وے بدولت و شوکت و جاہ ممتاز گشت و تفصیل این قصہ بس دراز است و درین کتاب کہ سخن بس بہ اختصار رفتہ این قدر کافیست۔ و ہم سید گفتہ کہ من در اوایل شبے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم را بخواب دیدم کہ با کمال عظمت [illegible] دروازۂ بداؤں سنبھل بیرون می آیند و من از مردم استفسار آمدن آن حضرت می کنم، می گویند برائے دیدن مادر [illegible] تشریف می برند [illegible] درخت املی آمدہ نشستہ اند و مادر من چادر سپید بر روے کشیدہ آمدہ و در قدم مبارک آن حضرت افتادہ و مرا نیز در انداختہ و آنحضرت دست مبارک خود بر [illegible] پشت من و والدۂ من گذاشتہ اند و عنایات و الطاف فرمودہ۔ از آن روز سید [illegible] معنوی از عنایت آن حضرت مشرف (شدہ) است [illegible] سید [illegible] صدق [illegible] است و رسم قبیلہ پروری و خبرگیری را بکمال رسانیدہ۔ [illegible] از سال ہزار و شصت (واند ـ ۱۰۶۰ھ ۹ رستمبر ۱۶۵۰ء) [illegible] —

جدِّ (مادری) من می شود تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

چون ام المومنین دہز از دہر | شدہ در روضۂ قدس تبارک
غریبان جامۂ جان چاک کردند | بدردِ ماتمش ہر خانہ یک یک
ہمہ اخلاق او بودہ بعالم | چو خُلق فاطمہ خیر و مبارک
چو پرسیدم ز دل تاریخ فوتش | دلم گفتا ''بہشتی بود بیشک''

۱۰۶۰ھ

وامروز بہ سنت وے است رابعۂ وقت۔ با غیرت وہمت باطن و پیدا۔ (در) معاملت وسخاوت روشن وہویدا۔ ووے اہلِ سید فیروز است وخواہر من وہم از من ذکر باطن گرفتہ ومشغول است۔ (بعد رفتن سید فیروز) روزے تقریبے بوے گفتم که در اوقات غم قبضے کہ بتو لاحق می گردد بمن ظاہر می کردہ باشی تا بتدارک آن بقدر کوشیدہ آید۔ وے جوابے گفت کہ بآب زر باید نوشت کہ اعتقاد من مطابق اعتقاد ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام است۔ در آن زمانے کہ او را در آتش انداختند جبرئیل علیہ السلام اندر ہوا گفت او را ''ھل لک حاجۃ الیّ'' گفت ''بلی اما الیک فلا'' باز جبرئیل گفت ''سل ربک'' ابراہیم علیہ السلام گفت ''حسبی سوالی علمہ بحالی'' خواجہ اسرار (خرد) گفت

جام جہان نماست ضمیر منیر دوست | اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجتست

ازین مقولہ وے بس خوشوقت گشتم و وے را از مقبولانِ خاص گردانیدم۔ میر سید فیروز در اوایل بآشنای من با شیخ من نادیدہ نسبتے کردہ بود وازین راہ خود را اویسی

گفتہ۔ پس ازآن بصحبت شیخ من رسیدہ واز مقبولان خاص گردید۔ سید (من) خاص گفتہ کہ وقتے وے بلاہوری رفت خواست کہ خوابہ خرد را بہ لاہور برد۔ وے فرمود من آزارے دارم وبعضے گروان ہم بیمارند ازین مر رفتن معتذر است۔ من ازسر اخلاص از وے (اجازت) طلبیدم وگفتم خواجم آزارے شما ومتعلقان شما را من فرا کنم وشور بارا پختم و وے را نوشانیدم۔ برفور وے راحت روے داد۔ من سواری پالکی وبیل وخرچ راہ پیش آوردہ وے را روان ساختم۔ بعدہ شنیدم کہ یکے از پسران ارجمند وے را پس از کدخدا شدن تو قفے (وجع) روے نمودہ ازین سبب شبے برخاستم وسر نیاز بدرگاہ خدا آوردم وگفتم خداوندا من خود را در کار خوابہ فدا می نم درین اثنا جوانے حوائی شیر ومرغ را بندر من آوردہ گفتم (در دل خود) این فدائے (بچہ) فدا شدنے من است وآن را ذبح کردم وخوراندم در چند روز آن پسر را فتح میسر شد۔ ہمدران مدت شیخ من از مطلوب خود کہ از وے بر زجدا ماندہ بود ملاقات نمود۔

وامروز سید (فیروز) مقرب ومعزز درگاہ پادشاہ وقت است وسخنان این راہ بے خاری گوید، نیک می فہمد ودر ہر رنگے کہ وے است نیتے راسخ ودرست دارد ویقینی است کہ در قبا پوشی وجبہ پوشی واعمال ظاہر وباطن نیت درست مطلوب است۔ حدیث صحیح نبویست علیہ السلام "انما الاعمال بالنیات"۔

گویند روزگارے دو تاجر با ہم بہ بیع وشرائی ہمسفری شدند یکے بخرید غلہ ... بخرید چرم گاوان۔ شب پیش یکے از مشائخ بسر بردند۔ ... واقف گشت طالب غلہ را طعام با خود خوراند ... نمود ... چرم را

روند او۔ ہر دو سودائے خود گرفتہ برگشتند و بآن بزرگوار باز رسیدند این بار صاحب
چرم را لطف فرمود و صاحب غلّہ رانہ۔ ہر دو بعرض رساندند کہ شیخ! اوّل مرتبہ سلوک
بدان گونہ بر فرمودند و این بار بر عکس آن ظاہر شد، درین چہ سِر است۔ گفت۔
وقت رفتن نیت خواہندہ (غلّہ) چنین بود کہ پیشتر در آن سرزمین غلّہ ارزان باشد تا
من بمراد گیرم و نیت خواہندہ چرم کہ در آن دیار گاوان بسیار مردہ باشند تا مرادِ من
بر آید پس موافق ہر دو آنچنان پیش آمد۔ والحال نیت صاحب غلّہ برین آمد کہ در
دیار من غلّہ گران باشد تا فائدہ یابم و نیت صاحب چرم کہ در ملک من گاوان نمیرند تا
من متفع شوم پس من مطابق نیت شان عمل کردم "نیت المومن خیرٌ من
عملہ"۔ مقرر است پدر من گفتے کہ شیخ فرید مرتضیٰ خان در وقتے کہ بخشی
اکبر بادشاہ بودہ است، سید محمد محتسب دہلوی را کہ مردے بزرگ بود نورانی طلعت
و در سال ہزار و ہفدہ برفتہ (۱۰۱۷ھ ۱۶۰۹م) از دنیا با کبر آباد طلبید کہ از نظر
بادشاہ گذراند۔ شیخ (فرید) بوے شد و تعریف سید کردہ ہم در پیش آورد۔ ٹوڈرمل
بیک دیدن طلعت سید معتقد گشت و از روے نیاز گفت سیدا! دعاے در کار من
کن۔ سید دست بدعا برداشت و گفت۔ خداے تعالیٰ ترا مسلمان کند۔ شیخ ازین
حرف اندیشمند گشت و گفت (در دل خود کہ خدانخواستہ) برہم شود ازین مر ہیچ خللے
در کار من افتد۔ ٹوڈرمل بشیخ گفت ہیچ جاے پشیمانی نیست کہ نیت سید درست
است ہر چہ پیش وے بہتر بود، براے من خواست۔ من خواہ قبول کنم خواہ نکنم۔
بزرگے فرمودہ

من آنچہ شرط بلاغست با تو می گویم　　تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

پس از آن دیوان ٹوڈرمل سیدرا بحضور بادشاہ بردہ فہم نیک نمودہ وزود با مقصود رخصتش فرمود۔

سید محمد سرسوی

وے بزرگیست با استقامت و معاملت و غربت۔ پیوستہ با اوراد و وظائف در زاویۂ خود مشغولست۔ آثار و برکات از وے ظاہر است۔ گاہ با مرا بقدم خویش خورسندی سازد و مہر و شفقت بسیاری آرد۔ حالت شکستگی و نیاز از وے ظاہر است۔ در طریقۂ نیاز خواجہ شیراز گفتہ

در راہ ما شکستہ دلی می خرند و بس　　بازار خود فروشی آن راہ دیگر است

شیخ من در حالت شکستگی و خاکساری سخن می گفت۔ در آن میان توجیہ تازہ در تفسیر کریمہ "یقول الکافر یا لیتنی کنت ترابا" گفت کاش خاک بودے و خاکساری خاصہ صفت مسلمانی است یعنی مسلمان بودے۔ سید محمد ہر گاہ کہ مرا بقدوم خویش خوشوقت میسازد و من بہ نسبت بعضے از بزرگان ادب و نیاز سے کہ دارم در دل می گویم، بمقابلہ دیگر بزرگان بہ نسبت سید ادب نگاہداشتن اہم است، صادق و راست باید بود باوے کہ وے بشرف دیدار خواجہ نعم رسیدہ است۔

در "نفحات الانس" است کہ وقتے (حین) پندار (با) شیخ ابوعبداللہ خفیف بہ تنگی پلے رسیدند۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف وے را گفت۔ پیش رو، اے ابوالحسن۔ گفت بچہ سبب پیش روم۔ ابوعبداللہ خفیف گفت کہ تو جنید را دیدہ من ندیدہ ام۔

وہم درآن کتاب است کہ خلیفہ بغداد رویم را گفت۔ اے بے ادب۔ وے گفت۔ من بے ادب باشم؟ نیم روز با جنید صحبت داشتہ ام یعنی ہر کس کہ با وے نیم روز صحبت داشتہ باشد، از وے بے ادبی نیاید فکیف کہ بیشتر۔ سید محمد گفت۔ وقتے کہ خواجہ بیرنگ از دہلی آمدہ و در سنبھل بمنزل شیخ تاج الدین نزول فرمودہ بودند۔ من دوازدہ سالہ بودم جدِ من سید مصطفیٰ کہ تربیت ظاہر و باطن (من) ازو یست۔ مرا در حضور خواجہ بیرنگ بُردے و از دیدار منور ایشان روزی مند ساختے۔ روزے ایشان فرمودند کہ بزیارت قبور مشائخ این شہر باید شد۔ شیخ تاج الدین وجدِ من اشارہ بشیخ کبیر کلہ روان نمودند۔ ایشان براسپ مشکی سربلند سوار شدند و اکثرے از اکابر و اہالی شہر قریب بصد کس در رکاب ایشان بودہ اند و ایشان نزدیک روضۂ شیخ از اسپ فرود آمدہ در ایستادند ولمحہ مراقب گشتند و بعدہٗ نزدیک بقبر شیخ بہ نشستند وساعتے مراقبہ نمودند۔ پس ازآن جابر خاستند و بخوشوقتی تمام فرمودند کہ شیخ بس بزرگ است۔ درین اثناء شیخ عبدالشکور نبیرۂ شیخ کہ صاحب جذبہ وتصرف بودہ باشان قوی۔ وے در سال ہزار و بست داند رفتہ از دنیا (۱۰۲۰ھ ۱۶۲۱م)۔ پیش آمدہ و نیازمندی نمودہ، ایشان را بردہ بر بالاے چبوترہ نشاندند و لطف وعنایت فرمود۔ وہم وے گوید کہ روزے خواجہ بیرنگ مرا از جدِ من پرسیدند کہ ترا چہ می شود؟ گفت۔ نبیرہ۔ دوات وقلم طلبیدہ سطرے چند نوشتہ ومرا در پیش نشاندند وفرمودند بخوان۔ من نیونمی توانستم خواندن۔ ایشان از اوّل تا آخر مرا خواندند وآن آنست کہ ”فرزند نور دیدہ ہمگی ہمت برآن دار کہ ترا ہیچ

بایستی دردل بغیر خدا سبحانہٗ نباشد، ہر چہ غیر حق سبحانہ دل ترا بخود مشغول گرداند از
''لاالٰہ اللہ الا اللہ '' گفتن آن چیز را از دل خود دور کردہ، باش چنان (زندگی)
کن کہ آن چیز را دشمن خود دانی، ہمیشہ از حق سبحانہٗ بنیاز تمام آن خواہی کہ بغیر خود
ہیچ چیز گرفتار نگرداند۔ طہارت پاک ساز و در خلوت نماز گذار و سر بر زمین نہادہ از
حق سبحانہٗ طلب کن کہ ترا در دل بندگان خاص خود راہ دہد۔ سعادت خیر این بدان
کہ بندگان حق سبحانہٗ ترا در دل خود جاے دادہ از حق سبحانہٗ بطلبند کہ محبتِ خداوند را
در دل تو جاے باشد

ترا یک پند بس، در ہر دو عالم — کہ برناید ز جانت بے خدا، دم
اگر تو پس داری پاس انفاس — بسلطانی رساندت (ہم) ازین پاس
تو مباش اصلاً کمال این است و بس — تو ز خود گم شو وصال اینست و بس

سید بدہ فرید آبادی

بزرگ است صاحب زہد و ورع و معاملت قوی، خُلق نیو دارد و تواضع نیو تر۔
عمرے دراز یافتہ۔ وے باز یادتیِ نحافت و کمی بصارت از منزل خود بمسافتِ مسجد
جامع آن جا ہر روزی رسد و سہ، چہار نماز بجماعت می گذارد۔ و پس از نماز خفتن
وے را دست گرفتہ بخانہ اش می رسانند۔ وے پیوستہ بورد و وظائف مسنونہ
و ادعیۂ ماثورہ اوقاتِ خود معموری دارد۔ من ہر گاہ بفرید آبادی شوم، وے را
اندران مسجد می بینم۔ بر من لطف و عنایت می فرماید۔ (ہیچ وقتے) از وے سخنان

غیر ضروری نہ شنیدہ ام و وے را معطل از اعمال دینیہ و اشغال یقینیہ ندیدہ ام۔
صلوۃ التسبیح کہ از غرائب اعمال دینی است و مقتبس از احادیث نبوی صلی اللہ علیہ و
سلم قال (ابن) العباس روایت است از ابن عباس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت عباس را فرمود۔ یا عباس، یا عماہ. الا اعطیک؟ الا
امنحک. الا اجُبک (آلا اُخبرک). اے عباس اے عم من آیا، ندہم
ترا، آیا عطا نکنم، آیا خبر ندہم ترا الا افعل بک عشر خصال آیا نکنم بتو، دہ
خصلت یعنی چیزے کہ بخشم دہ خصلت است یعنی بیاموزم ترا چیزے کہ کفارت
دہ (۱۰) نوع ذنوب گردد۔ اولہ و آخرہ ۔پس ترا عشر خصال (دادہ باشد) و
آن قائم مقام دہ بر است۔ اذا انت فعلت ذالک غفر اللہ لک
ذنبک (اولہ و آخرہ قدیمہ و جدیدہ خطاہ و عمدہ، صغیرہ
و کبیرہ سِرّہ و علانیتہ) وقتے کہ تو بکنی آن را بیامرزد خدا ترا گناہ ترا (اولہ و
آخرہ) گناہان کہ پیش ازین کردہ و گناہان کہ پس ازین خواہی کرد، گناہان کہ
پیش و پس یعنی گردد قدیمہ و جدیدہ گناہانِ کہنہ تو (گناہانِ جدیدۂ تو)
خطاہ و عمدہ گناہان کہ بے قصد نادیدہ و نادانستہ کردہ و گناہان کہ بقصد کردہ
"صغیرہ و کبیرہ" گناہان خرد و کلان "سرہ و اعلانیتہ" گناہان پوشیدہ و
آشکار "ان تصلی اربع رکعات" و آن انیست کہ بگذاری چہار رکعت را"
تقراء فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب و سورۃ " می خوانی در ہر رکعت فاتحہ و
سورہ از قرآن ہر سورہ کہ باشد و شیخ جلال الدین سیوطی در "عمل الیوم

واللیلۃ'' گفت کہ بخواند دروے ''الھٰکم التکاثر والعصر والکافرون والاخلاص، فاذا فرغت من القرأۃ فی اوّل رکعۃ وانت قائم قُلت'' پس چون فارغ شوی از قرآت در رکعت اول و حال آنکہ تو ایستادہ ای گوی ''سبحان اللہ والحمدللہ و لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر'' خمس عشر مرۃ۔ پانزدہ بار و در روایتے ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' زیادہ آمدہ۔ ثم ترکع و پستر رکوع می کنی فتقولہا وانت راکع عشراً پس می گوئی این کلمات را دہ بار در حال آنکہ تو رکوع کنندہ، دہ بار و دہ بار بعد از ''سمع اللہ لمن حمدہ و ربنا لک الحمد ثم سھوی (تہوی) ساجداً'' پس تر پائین می افتی برائے سجدہ۔ فتقولہا وانت ساجداً عشراً پس می گوئی این کلمات را در سجدہ دہ بار پس از تسبیح سجود (سجدہ) ثم ترفع راسک من السجود (سجدہ) فتقولہا عشراً پستر برمیداری سر خود را از سجدہ و می گوئی آنرا دہ بار'' ثم تسجد فتقولہا عشراً پس تر سجدہ می کنی و می گوئی آن را دو بار بعد از ہر دو سجدہ (دو قعدہ)'' فذالک خمسٌ و سبعون فی کل رکعۃ'' پس مجموع آن ہفتاد و پنج بار می شود در ہر رکعت ''تفعل ذالک فی اربع رکعات'' می کنی آن را در چہار رکعت و تشہد این نماز بعد التحیات پیش از سلام چنین دعا آمدہ است

''اللھم انی اسئلک توفیق اہل الھدیٰ و عمل اہل
الیقین و مناصحۃ اہل التوبۃ وعزم اہل الصبر و جد
اہل الخشیۃ و طلب اہل الرغبۃ و تعبد اہل الورع و
عرفان اہل العلم حتی اخافک اللھم انی اسئلک مخافۃ

تحرزني عن معاصيك حتى اعمل بطاعتك عملاً
استحقق به رضاك و حتى انا صحك بالتوبة خوفاً
منك و حتى اخلص لك النصيحة حياءً منك و حتى
اتوكل عليك في الامور (كلها) و حسن ظنٍ بك
سبحان خالق النور.“
ان استطعت ان تصلّي في كل يوم مرةً فافعل“

اگر می توانی کہ بگذاری این نماز را در ہر روز یکبار پس بکن آن را۔”فان لم تفعل ففي كل اسبوع جمعةٍ مرة“ پس اگر نکنی تو در ہر روز پس بکن در ہر (جمعہ) ہفتہ یک بار”فان لم تفعل في كل شهر مرة“ پس اگر نکنی در ہر جمعہ پس بکن در ہر ماہ یک بار”فان لم تفعل، ففي كل عمر مرة“ پس اگر نکنی در ہر سال پس بکن در عمر خود یک بار۔ رواہ”داؤد“”ابن ماجہ“”وفی دعوات الکبیر“ ورواہ”الترمذی“ عن ابی رافع نحوی۔ بدان کہ مشہور و معمول در صلوٰۃ و التسبیح ہمین طریقست کہ مذکور شد و در روایت”ترمذی“ از عبداللہ بن المبارک پانزدہ بار بعد از ثنا پیش از تعوذ و تسمیہ دہ بار بعد از قراۃ تا آخر ارکان و بعد از سجدتین تسبیح نیست و مخیر است کہ بیک سلام بگذارد یا بدو سلام و موافق مذہب امام اعظم (ابوحنیفہ) بیک سلام است۔ بدانکہ حدیث صلوٰۃ تسبیح را در جامع اصول از حدیث”ابی داؤد“ و”ترمذی“ آوردہ و در روایتے نہایت در ہر سال یک بار داشتہ و در تمام عمر یک بار ذکر نکردہ مولف این حروف”ابن ماجہ“ و”بیہقی“ نیز آوردہ و در”حصن حصین“ بروایت”ابی داؤد“ و ”ابن ماجہ“ و”مستدرک“ و”حاکم“ گفتہ و”صحیح ابن حبان“ ذکر کردہ و بعضے محدثان را

درین حدیث سخنے است و "ابن جوزی" کہ وے نسبت بہ وضع از مستعجلان است آن را در موضوعات آوردہ و نزد اہل تحقیق سخن "ابن جوزی" مردود است و بسیارے از علماء محدثین آن را تصحیح نمودہ اند و از زمانہ سلف از تابعین و من بعدھم الی یومنا ھذا معلوم و مشہور شدہ و مشائخ طریقت بدان وصیت کردہ اند۔ "شیخ ابن حجر" (اسقلانی) در تقویت و اثبات آن مبالغہ نمودہ و جمعہ از آن در شان تذکور است این جا این مقدارے کافی است۔ وللہ التوفیق۔ انتہیٰ

میر ابراہیم حسین

وے از خاندانِ شرافت نجابت است۔ مستقیم الحال بود۔ در معاملت وقوت شانے قوی داشت۔ وے داماد خواجہ ابرار است بعد وفات خواجہ ابرار در مسجد جامع فیروزی سوک صحبت داشتن یاران این طریقہ و نماز گذاردن بجماعت [illegible] داشتہ بود۔ بادشاہ صاحب قران ثانی از غایت دیندارگی و دیانت بروے تولیت مقبرہ ہمایون بادشاہ را بنام او کرد و وے از راہ تقوی و پرہیز تا ہا باغ این مقبرہ [illegible] نہ بوئیدے و ہیچ میوہ و چیزہائے اوقاف آنجا را خود نچشیدے [illegible] بخشیدے بل آب ہم از چاہ باغ نخوردے و از [illegible] گردیدہ بود و بپایۂ عزت و وقار و عظمت وافی رسیدہ۔ [illegible] سیپارہ کلام مجید کہ می گویند کہ بخط حضرت امیر المومنین [illegible] یکے از حجرہ ہائے آن مقبرہ داشتہ اند بحضور خود [illegible]

برگرفت و بوسید و کیفیت پرسید و باز حوالے بوے نمود و باعزاز رخصت فرمود۔ من آن سیپارہ ہا بے راو قتے با شیخ خود خواندہ ام۔ باعظمت وشان قوی بر پوستے نوشتہ اند و آن خط بخط کوفہ مشابہت (وارد) والآن آن سیپارہ ہا در آن مقبرہ ہست۔
منقول است کہ نصیر الدین محمد ہمایون بادشاہ صالح و عابد و عادل بودہ است۔ و با فقرا و مشائخ و علماء و درویشان بہ نیاز و محبت فرا پیش آمدہ چنانکہ رقعہ بشیخ حمید مفسر سنبھلی کہ بخط خود نوشتہ است حسن سلوک و اخلاق وے از آن معلوم می شود و نقل آن رقعہ در ذکر احوال شیخ اسمٰعیل خواہد آمد۔ نیز گویند کہ شبے آن بادشاہ محمد بیرم کہ وے را شیخ زین الدین خوافی قدس اللہ سرہٗ کہ از مشائخ کبار بودہ گفتہ اند گفت "بیرم" وے متوجہ سخن نہ بود کہ وے را استغراق در گرفتہ (بود) بادشاہ بعنف گفت بیرم با تو می گویم"۔ حاضر شد و گفت۔ بادشاہ حاضرم لیکن چون شنیدہ ام کہ پیش بادشاہان محافظت چشم باید کرد، و پیش درویشان محافظت دل، و پیش علماء محافظت (زبان)، عمل برین بجا آوردہ ام۔ بادشاہ از شنیدن این جواب خوشوقت گشت و تحسین فرمود۔ نیز گویند وقتے کہ آن بادشاہ از دست حوادث روزگار بحسب تقدیر بہ نار ہر طرف ہا بیت می رفت روزے در منزلے گویند این دو بیت گفتہ

مبارک شورے کان عرصہ را شاہے چنین باشد
ہمایون منزلے کان خانہ را ماہے چنین باشد
ز رنج و راحت گیتی مرنجاں دل بشو خرم
کہ آئین جہان گاہے چنان گاہے چنین باشد

وے خوشوقت گردید و قبضے کہ داشت بجاے آن بسطے بدلش رسید و لعل قیمتی کہ در
بازو داشت بگوئندہ بخشید۔ بآخر بادشاہ از ولایت باز آمدہ بسلطنت ہندستان
مستقیم گشت۔ روزے بشنودن بانگ نماز بر زینۂ بام درایستادہ و عصایش بلغزید
ووے در افتادہ و برفت از دنیا در سال نہ صد و شصت و دو (۹۶۲ھ ۱۵۵۴م)
و این مصرعہ تاریخ ویست مصرعہ

"ہمایون بادشاہ از بام افتاد"

من میر ابراہیم حسین را بسیار دیدہ ام۔ وے صاحب نسبت قوی بودہ است۔
صحبت وے تاثیرے داشتہ۔ وے را بآن شان و منزلت گاہ با من می دیدم کہ جادہ
را بر کتف انداختہ در وقت زوال گرما تنہا بحالت خمول مسجد جامع فیروزی می آمد۔
وفات وے در سال ہزار و پنجاہ اند است (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۱م) و قبرے نزدیک
بقبر خواجہ ابرار مغرب روی۔

شیخ اشرف دہلوی

مرید شیخ تاج الدین و از نیکوان بود۔ جمعیت صوری و معنوی داشتہ، طالب فقراء
باب اللہ بود و خدمت و ضیافت آن را مولع و بخوشتی روئے [illegible] داشتہ [illegible]
کرامت وے بود چنانکہ شیخ سعدی گفتہ

کرامت جوانمردی و نان دہی است   مقالات بیہودہ طبل تہی است

وے با شیخ خود حج گذاردہ است و روزگارے آن [illegible]

وطن نمودہ۔ وے در اوایل با شیخ من محبتے نیکو داشتہ است و مدت ہا ہم جوار گذراندہ پس از آن کہ سعادت صحبتِ شیخ من مرا دست داد وے چون مرا در خدمت و محبتِ شیخ من گرفتار دید بے حسد برد وگفتے با دوستانِ خود کہ بنگرید این جوان را کہ چہ طورے در آمدی کردہ است۔ وقتے من از سنبھل بدیدارِ شیخ خود بدہلی شدم و از بیماری تپ مرا فاقہ دوم بودہ، در سرائے ڈاسنہ شنودم کہ شیخ احمد ستامی و وے بروضہ شیخ الہدیہ قدس سرہ بستند، چہ شب عرس ایشان است۔ مرا ہوائے دیدن آن ہر دو غالب آمد بدان حالت خود را در آن مجلس رسانیدم و تمام شب در صحبت شان خوش گذرانیدم۔ روز انہ وے و من ہم راہ روانہ دہلی شدیم و شیخ بجائے شد کہ معلوم نہ شد، و در آن منزل وے از ماجرای احوال خود کہ در سفر حجاز وغیرہ دست دادہ بود، نقل ہائے غریب آورد۔ چون من با فاقہ سوم پیش شیخ خود رسیدم در مجلس شیخ من طعامے مرغن بمایدہ آمد، خوردنِ من آن طعام ہمان بود و بہ شدن من ہمان۔ چون شیخ اشرف بیمار شد و بیماری بلگنگ وے چند روز کشید و بصعوبت انجامید، روزے شیخ من بعیادت وے رفت و من ہمراہ وے۔ (دیدکہ) حالت بیخودی داشتہ است۔ شیخ یوسف برادر خرد وے کہ مردیست نیک و در اوایل با کہ من ہم پانزدہ سالی شیخ خود را ملازمت اول کردہ بودم و بعدہٗ جدا شدہ، وے تعریف شیخ من کردہ و مرا شوق غالب آمدہ و این حق ویست بر من و در اثناء آن این دو بیتے کہ شیخ من درایامِ مخموری گفتہ است، برخواندہ و مرا محظوظ ساختہ

صوفی نندے ـــ ے را بسحر نوش کنند نغمۂ مطرب تو خاستہ را گوش کنند

آتش سوختہ دل را بنظر سرد کنند   آب سرما زدہ را زآتش دل جوش کنند

القصہ شیخ من گفتہ کہ اگر چہ وے بے خود است لیکن چون نام عزیزے را بگوش وے بلندی گویند وے ہمین قدری گوید "جیو" "الحق" (ہوالحق) چون نام شیخ من بگوش وے بگفتند گفت "جیو" "الحق" ہیچ شعورے بخود نداشت و برفت از دنیا در بست و یکم ربیع الآخر از سال ہزار و شصت و یک (۲۱ ربیع الاول ۱۰۶۱ھ ۱۶۵۱م)۔ برضاے شیخ من متصل بزینہ ہاے صفہ خواجہ بیر تگ وے را مدفون ساختند و شیخ من این تاریخ وے گفت۔ قطعہ

شیخ اہل طریقہ شیخ اشرف   چون ز قید جسم شد مطلق
سال وصلش مطابق واقع   گفت ہاتف کہ "شیخ ہوالحق"

امروز شیخ بدھو، از یاران ولیست، صاحب عشق و محبت، [illegible] قرآن [illegible] سنت آشنا۔ بعد اتمام "اسراریہ" وے در ماہ رمضان [illegible] شد۔ [illegible] سخت۔ [illegible] بیماری چیزے بخور روزہ را قضا خواہی داشت وے گفت اگر [illegible] بر صد روزہ راکے قضا کند۔ در شب ہشتم بعد افطار روزہ باہوش تمام درود خوانان برفت از [illegible] سال ہزار و ہفتاد و یک (۱۰۷۱ھ مئی/۱۶۶۱م) و قبر وے در [illegible] است، متصل بقبر شیخ اشرف قبر خواجہ محمد محسن مردیست کہ از دوستان شیخ من [illegible] سنجیدہ، وقتے کہ وے دیوان رستم خان دکنی بود در سنبھل من [illegible] بودم۔ بر من لطف می نمود۔ در آن مدت شیخ من در مکتوبے [illegible] جواب نیاز نامہ من کہ (بندہ) از (اشتیاق) آن سرزمین (سنبھل) [illegible] است۔

حتا کہ خدمت وملازمت میان شیخ مرتضیٰ را آن قدر مشتاقم کہ تنہا اشتیاق ایشان کافی بود فیغ کہ مخدومی خواجہ محمد محسن آن جا ہستند و آن برادر باجان برابر نیز آن جا ست، اشتیاق آن سرزمین متضاعف است امّا حصول مطالب وابستہ بارادۂ الٰہی۔ انتہی۔ وے بمن گفتہ وقتے کہ من در دہلی از خدمت خواجۂ خرد رخصت یافتہ باین طرف می شدم در خاطر من عبور کرد کہ اگر خواجہ تبرکے از تبرکات خواجہ بیرنگ بمن عطا فرمایند، چہ خوش گردد۔ این خطرہ تمام نشدہ بود کہ وے برخاست و اندرون رفت و جامہ دوتہی کہ چند بار بہ بدن مبارک خواجہ بیرنگ رسیدہ بود و پوشیدہ بود، و مرا عطا فرمود۔ ازین عطیۂ غیبی و از اشراق خاطر وے غایت خوشوقت شدم وشکر ہا کردم

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

باٰخر وے از معززان سلطانیان شد و برفت از دنیا در سال ہزار و چہل واند (۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۱م) وقبر وے در جاے مذکور است۔

شیخ جلال سنبھلی

وے مرید شیخ تاج الدین است۔ در اوائل وے شیخ امجد سنبھلی صحبت داشتہ چون از آن بخدمت خواجہ بیرنگ رسیدہ و از ایشان طریقہ خواستہ۔ ایشان بصحبت شیخ تاج الدین شمارہ کردہ اند۔ وے صاحب وقت و حافظ قرآن بود و مستقیم اندر معاملت مشغول این کار۔ وے گاہے خود را بعنوان درویشے فرانمودے و بکار خود کارے

داشتے طریقۂ وے ستر و اخفا بود، پیوستہ بزاویۂ خود بسر بُردے۔ وقتے کہ وے بصحبت شیخ فاضل و شیخ عبدالکریم پسران شیخ امجد کہ ذکر ایشان بعد ازین بیاید، رسیدے من بزاویۂ شان در ایام صبا وے را بدیدے۔ طلعت نورانی داشت، مرا خوش آمدے و وے بر من لطف و عنایتے نمودے۔ وفاتِ وے در سال ہزار و بست و ہفت است (۱۰۲۷ھ ۱۶۱۸م)۔ شیخ جمال الدین پسر وے امروز بر قدم ویست۔ صالح و صایم و نیکو معاملت۔ مرید سید عبدالحکیم ہجریست۔ وے گوید کہ سید مرا گفت کہ مرا بمرید کردنِ تو، حضرت امام جعفر صادق بشارت دادہ اند۔ چون پس از مدتے کتاب "صحیفہ کاملہ" از مولفات خاص حضرت امام زین العابدین از عزیزے بوے رسیدہ و بوردِ وے اشارہ رفتہ ہمانا اثر آن بشارت عالیہ خواہد بود کہ بظہور آمدہ است۔ عصمت اللہ پسر سید محمود امروہگی (امروہوی) کہ مردیست صالح، نیک نہاد، گوید کہ روزگارے من ہفت سال درد جگر داشتم گاہ با کار نزدیک بہلاکت می کشد۔ شبے در درد بلی از حیات نومید گشتم، بخاطر آوردم۔ آزردہ گشتن روحانیت پدر آن از آزردگی فرزند امریست معروف۔ اگر از نسل آئمہ ہائے عظام می بودہ ام دستگیری واقع خواہد شد و گفتم امشب اگر از ایشان دستگیری شد، بہتر والّا ہرگز خود را سید نہ گویانم، درین اندیشہ بخواب شدم، دیدم۔ صُفّہ ایست میانِ باغے و بزرگے بر آن نشستہ و جمعے در حضور و درمیش وے و بکتابے کہ بدست داشتند مشغولند۔ من ہم مجموعہ رمل و نجوم و تسخیر و دعوات بدست دارم۔ آن بزرگ پرسید چہ کتاب است۔ بدست وے دادم، برگشاد دید

وگفت این بہ ہیچ کار نمی آید، ہیچ نفعے نمی کند۔ گفتم پس چہ کنم۔ وے کتابے بدست
من داد وگفت آن (این) کتاب بخوان، گفتم چہ کتاب است گفت صحیفۂ کامل
امام زین العابدین۔ بمجرد این سخن بیدار گشتم، چون در عمر خود نام ''صحیفۂ کامل''
نشنودہ بودم تفحص آن شدم آخر در کتب خانہ تقرب خاں حکیم نشان یافتم لیکن گفتند
وے بسنیے نمی دہد۔ ماجرا را بہ رقعہ نوشتہ بوے دادم گفت صحیفہ دارم اما بکسے نمی دہم
گفتم من از فرزندان آئمہ عظام واز حکم ایشان می خواہم اگر باور دارید بہتر والا انچہ
بمن فرمودہ اند بشما ہم غالبست فرمایند۔ گفت اگر چنین باشد بدہم۔ بعد از ہفتہ
بردرِ وے رفتہ طلب صحیفہ نمودم از اندرون بعینہ آن صحیفہ را کہ بخواب دیدہ بودم
مرا فرستاد بہ نقل گرفتن وگفت مرا ہم معلوم شد کہ خواب تو درست است۔ من شکر
بجی آوردہ بمطالعۂ آن قیام نمودم، از آن روز خفتے در مرض پیدا گشت وشروع بنقل
برداشتن کردم لیکن چون نسخۂ اصل اصح وخوشخط ومحشی بود شغفے باو پیدا شد۔ ہر شب
از حضرات آئمہ رضی اللہ عنہم بالتجاے عطاے نسخہ اصل بخواب می شدم تا شب
نوزدہم در خواب دیدم کہ صحرائیست وسیع واندر آن صحرا قلعہ عظیم وعمارتے عالی و
بارگاہ پادشاہانہ است۔ استفسار آن کردم۔ گفتند۔ دربار امام جعفر صادق است۔
داخل دروازہ شدم، دیدم کہ در ہر دو طرف پیرانے معمر سپید ریش۔ با عمامہ ہاے
کلان خاموش نشستہ اند ہر چند التجا نمود کہ خبر رسانند مطلق کسے بحال من نمی
پرداز د، خطرہ سابقہ عود نمود کہ اگر از فرزندان ایشان می بودم این قدر تغافل نمی کردند
درین اثناء سید حاجی محمد برادر خرد من کہ از دنیا رفتہ بود از اندرون برآمد از دیدن

وے منفعل گشتم و خود را در کشیدم گفت چرا ایستادی گفتم کس خبر نمی رساند۔ گفت
فرزندان را خبر چہ درکار است بیا و دست من گرفتہ اندرون برد۔ جمع غفیر دیدم از
مردان و زنان و پیر و جوان و اطفال از قبیلۂ سادات، نہ دیگر لیکن خاموش و کس
بکس نمی پردازد۔ درین وقت بر دل القا گشت کہ حضرت امام در حالت مشاہدہ
اندازحجرۂ مردم بیرون بر می آیند و در آن جماعت پدر و جد خود را نیز دیدم، چون توجہ
ہیچ کس بر خود ندیدم، بر آمدم و در خاص و عام بکتابت مشغول شدم درین اثنا غلغلہ
برخاست و حضرت امام بنورانیت تمام برقع سبز پوشیدہ کہ غیر از چشمان مبارک از
بدنِ شریف مرئی نبود بر آمدند و بر کرسی نشستند۔ آن بزرگان بہر طرف از روے
ادب در ایستادند و کس را یارائے آن نیست کہ دم زند۔ من ہم آن جز بدست گرفتہ
بہیبت تمام بیستادم چون وسیلہ نداشتم دلیری کردہ در پاے حضرت افتادم۔ بمسبحہ
انگشت وسطی اشارہ بسر برداشتن فرمودند، مقابل ایستادم فرمودند صحیفہ چہ قدر نوشتہ،
جز را بدست مبارک دادم و گفتم تا این جا نوشتہ ام فرمودند بنویس۔ بخاطر آمد این نسخ
از راہ غضب است و ہراس بہم رسید و فرمودند منقول عنہ بتو بخشیدم۔ باز در خاطر
گذشت کہ مالک آن نسخہ تقرب خان است از بخشیدن حضرت چگونہ ملک من در
آید۔ این خاطر تمام نشدہ کہ تقرب خان را حاضر کردند، بوے فرمودند کہ نسخہ
دیگر ہم داری این صحیفہ را باین فرزند بہ بخش۔ بعد ازان فرمودند کہ این نسخہ چند ماہے
دیگر ندارد، (از دیگر) خواہی نوشت۔ صبح آن ماجرا را نوشتہ تقرب خان
رسانیدہ ام وے گفت این بتو گذارندم۔ ملک تو فصیحی کس وے بر پشت صحیفہ این

عبارت نوشت کہ بتاریخ دوم ماہ رجب از سال ہزار وشصت وشش بحسب اشارہ حضرات (آئمہ) این صحیفہ را تقرب خان بسید عصمت اللہ ہبہ کرد۔ وہم وے گوید کہ روز دیگر بتقرب خان گفتم کہ بطفیل شما باین نعمت مشرف شدم گفت منّت من ہیچ نیست۔ دعا باید نمود تا دادم و بعدہ از تربیت (ترکیب) خواندن آن صحیفہ تشویشے بخاطرمی رسید تا شبے در خواب دیدم کہ جوانے سید زادہ می گوید، نہایت ختم آن بحصول مہمات دوبست باراست۔ بارے دیگر مرا در خواب گفتند کہ در ہشت روز دوازدہ ختم باید کرد و ثواب آن را بروح طیبہ دوازدہ امام باید گذرانید۔ وہم وے گوید کہ وقتے در حالت بیماری صعب کہ شعورے ازین عالم نماندہ بود۔ بخواب دیدم کہ در صحراے وسیع افتادہ ام و ہیچ آدمی در نظر نیست و مرا تشنگی سخت درگرفتہ بناگاہ شخصے پیدا شد و مرا آب خوراندہ برخاستم تخصص آبادانی ودر ہرطرف می گشتم تا دیدم کہ صُفہ است مصفا و عالی و بر آن صفہ سلاسل بے شمار۔ طرز طناب ہا تا بآسمان رسیدہ و در دیدن آن سلسلہ باشدم تا شخصے دیگر پیدا شد سلام گفتم و استفسار این معنیٰ کردم گفت این باسلاسل جمع مشائخ مختلفہ اند۔ این سلسلہ نقشبندیہ است و این سلسلہ قادریہ الی غیر ذالک۔ گفتم سلسلہ سادات ہم درین باست؟ گفت۔ ہست۔ گفتم بنمائی۔ وے از آن جملہ مراطناب ہاے بسیار نمود بعضے لک (گنجلک) و بعضے نیک بنددوت و خوش۔ گفتم سلسلہ سیادت بندہ کراست۔ گفت۔ تشخیص (کن) گفتم این قدر اگر علم می بود از تو نمی پرسیدم وے ریسمانے تنگ نمود کہ این سلسلہ تست۔ متعجب گفتم آیا این طناب با تجدد رسیدہ است گفت آرے گفتم کہ چون در سیادت ہمہ برابر

اند لیکن این تفاوت چیست؟ گفت از راہ عمل و تقوی و مجاہدہ است۔ شما ہم این اعمال بجا آرید این طنات قوت می گیرد گفتم اگر بفرمائی من بالائے این تار برآیم و تماشای عالم بالا نمایم گفت حکم نیست کہ کس باین جسد بعالم بالا برآید و ہنوز وقت مفارقت جسد نرسیدہ۔ چون بیدار شدم در (مرض) خود خفتے دیدم و بعد سہ روز نیک بہ شدم۔ وہم وے گوید۔ وقتے در علاج مرض ادویہ می خوردم و با [illegible] شیر می نوشیدم لیکن ہیچ بہ نمی شدم تا شبے خواجہ خرد را بخواب دیدم۔ وے فرمود کہ آن ادویہ را با شیر آمیز و بخور۔ چون چنین کردم از آن مرض بالکلیہ خلاص گشتم۔

شیخ فاضل و شیخ عبدالکریم سنبھلی

بزرگان بودہ اند، صاحب معاملت قوی۔ خلق عظیم داشتند مستقیم [illegible] واہل علم و عمل و فتوت۔ شیخ فاضل [illegible] مرید شیخ تاج الدین است و خواجہ [illegible] است [illegible] بہرہ ور گشتہ۔ شیخ جمال الدین گفتہ کہ [illegible] گاہ با در صحت قدمگاہ مبارک آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کرد۔ روزگارے مراقبہ داشتم، در واقعہ دیدم مصطفی را صلی اللہ علیہ [illegible] مبارک خود نمود و فرمود صلی اللہ علیہ وسلم کہ قدم [illegible] شیخ [illegible] نسبت بپدر خود شیخ امجد درست می کند [illegible] گذراندے و بکسب مکتب داری مشغول بودے۔ شیخ [illegible]

داشتے وسخن اندر شریعت درست می گفتے و در مکتب داری شانے داشتے بس قوی۔
در ''رشحات'' است کہ ''مولانا علاء الدین آبنیری می فرمودند کہ در زمان سلطان ابو
سعید مرزا حضرت خواجہ عبداللہ قدس سرہ بہرے (ہرات) تشریف آوردہ بودند۔
اوّل بار کہ بملازمت حضرت ایشان رفتم پرسیدند کہ کسی؟ و چہ کار میکنی؟ گفتم:
فقیرے ام از خادمان مولانا سعد الدین کاشغری و مکتب داریک می کنم فرمودند کہ
مکتب داریک مگوی و (یہ) تصغیر نام آن مبر کہ مکتب داری کارے بزرگست بسے:
فضائل و فواید برآن مرتب۔ انتہی۔ شیخ عبدالکریم پیش از شیخ فاضل بچند ماہے در
سال ہزار و سی واند (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۱م) برفتہ از دنیا و پس ازان شیخ فاضل برفتہ و
قبر آن ہر دو برادر حقیقی بر در شان است ہم پہلو۔ شیخ فاضل باوجود درس وافادہ علوم
ظاہر شعر ہم گفتے این دو بیت از وے است

آویختہ زلفت کہ بیچ و فتن است این	از بہر بر آوردن دلہا رسن است این
در زلف چیپائے تو مسکین دل فنتی	آرام چنان کرد کہ گوی وطن است این

وو ے قصہ عشق الماس بادو بے چند نیکو بستہ است اندر نظم و ''چند الماس'' نام کردہ
مجملش آنست کہ الماس از قوم مغول بود متمول و مردانہ۔ روزے در سنبھل بدکانے
بزازے بخرید پارچہ برفت۔ پسر بزاز دوبے چند نام صاحب جمال بود، بروے
عاشق شد و زہر چہ داشت پاک برآمد و دیوانہ وار در کوچہ و بازار ہمی گشت۔ در
اوائل دوبے چند از راہ حیا تنگ دل می شد و می خواست کہ چارہ برانگیزم کہ از
دست وے خلاص شوم۔ روزے وے را گفت، برو از فلان کوہستان اسپ کوہی

ومشک نافہ، و پرچم، بیار۔ اندران کوہستان مسافر کم راہ یافتے خاصہ کہ مغول باشد۔ وے رفت ومحنت بسیار خود را براجہ آن جا رسانید وحال خود را وانمود۔ راجہ را دل بسوخت و چیزہاے مذکورہ حوالہ بوے کرد و وے بیاورد وپیش دوبے چند داشت۔ دوبے چند واقرباش متحیر گشتند وشرمندہ تر شدند لیکن دوبے چند، اندے لطف پنہانی نمودن گرفت اگرچہ بظاہر در تغافل بود

تغافل کرد دلچندے کہ کم گردد جنونِ من   منش لطف نہان پنداشتم دیوانہ تر گشتم

روزے پدر دوبے چند بمرد۔ ہندوان ریش وبروت تراشیدند۔ اماس ہم تراشید و نعش بگرفت وبسوختگاہ برد و ازین قسم بار ملامت صادقانہ بسیار کشید ولذت بدنامی نیک چشید

گرت دل راست در عشق احترامے   ز بدنامی نکوتر نیست کامے

آخر اماس محرم خانہ دوبے چند گردید وہمہ جو در بروے مہر ورزیدند و وے [illegible] عشق بازی را بحت بکمال رسانید۔ درآن زمان وے نقش ہاے را بزبان ہندی بر بستے و شادان شادان زمزمہ کنان بنام معشوق بسراییدے و در کوچہ ہاے معشوق گردیدے۔ وقتے وے نقشے بر بست بمضمونے کہ دوبے چند شادی [illegible] نمای کہ بتخانہ تو عالم چند آمد۔ ہمدرآن ایام بتخانہ وے [illegible] متوجہ شدہ [illegible] نامش کردند۔ بآخر دوبے چند بمرد و اماس بے خود در فراق وے [illegible] وے ہم رفت در سال نہ صد و ہشت و واند (۹۱۰ھ ۲-۱۵۰۴م) و قبر وے نزدیک بدروازہ بداؤں است۔ مندرس شدہ۔ پدر من گفتے کہ من [illegible]

بودم کہ جمعے خردان از پئے وے تماشا کنان می رفتند و چیز ہا بخر دان خوراندے و نغمہ ہا و ابیات خواندے و رقص نمودے، زیادہ از انچہ گذشت، پدر من فرمودے۔ شیخ مرتضٰی گفتے کہ دیوانہ دیگر ہم عاشقی زنے کشنیا نام بودہ است در سنبھل۔ روزے کشنیا گفتہ ''باؤرو بھیوہے''۔ وہم شیخ مرتضٰی گفتے کہ وقتے مسافر سراچہ لاہوری سعد اللہ نام در سنبھل رسید۔ روزے بخانۂ من مہمان شد، بناگاہ یکے نام ملہی بزبان بر آورد کہ او چودھری سنبھل بود۔ سعد اللہ آہ جگر سوز برکشید و بلند گفت ''ہے مہا'' پرسیدم کہ حال چیست؟ گفت۔ جوانے بودہ است ''مہی'' نام از قوم ما بحسن و خوبی کدخدا شدہ، و وے را بعروسِ خود کہ ہم صاحب جمال بودہ محبتے مفرط پیدا گشت۔ وقتے وے ہمراہِ اقربا بکسب تجارتے رفتہ بود بعد مدتے از آن جا بازی آید چون لاہور دو سہ منزل ماند جوان را دیدار شوق زن غلبہ کرد و از قافلہ جدا شدہ و تیز ترک روان گردید۔ ناگاہ آنزمان (راہ زنان) او را بکشتند۔ زن وے از آمدن قافلہ در شوق شوی، خود را بزیب و زینت آراستہ و منتظر وصال عاشق بل معشوق نشستہ بود کہ یکبار نعش وے بدروے رسید از شنیدن آن زن را صبر برسید و بے خود از خانہ برآمد و بہ دو دست برداشت و فریاد برآورد و گفت ''ہے مہا، ہے ملہا'' از دیدن آن حالت وے، من از خود رفتم و مدتہا دیوانہ طور ماندم و امروز چند سال است کہ آن حال از چشم من نرفتہ و شیخ مرتضٰی ہرگاہ این حکایت گفتے، بدرد گفتے و شیخ من این سخن از شیخ مرتضٰی شنیدہ است ہرگاہ می گوید آن چنان می گوید کہ شیخ مرتضٰی۔ پوشیدہ نماند کہ زمین سنبھل زمینے است معشوق خیز عاشق رنگ (انگیز)۔ ہر چند

ویرانہ ایست این شہر و من از اوان جوانی محنت عاشقیہا بسیار دیدہ ام و شربت عشق و محبت چشیدہ و تفصیل آن در این جا گنجائش ندارد۔

شیخ اسماعیل سنبھلی

وے سید است و سجادہ نشین شیخ حمید مفسر است، بفروتنی موصوف۔ وے بزرگ بودہ باشانِ قوی۔ در طریقت (طریق) استقامت یگانہ بود و در راہ توکل قدم درست۔ وے بخانۂ اہل دنیا وغیر آن نشدے و بتعظیم ہیچ کس برنخاستے۔ اخلاق نیکو داشتے۔ بدرویشان و آیندگان مدارا ورزیدے و پیوستہ در زاویۂ خویش زیستے۔ من بارہا بوے شدے و از الطاف او بہرور گشتے۔ خانۂ وے نزدیک خانۂ من است۔ وفات وے در سوم ربیع الاول از سال ہزار و چہل و سہ ([illegible] اگوست ۱۶۳۳م) است و قبر وے پہلوے قبر شیخ حمید مفسر۔ [illegible] سید [illegible] محمد پسر وے بر قدم ویست۔ صالح و متوکل و با اخلاق [illegible] شیخ حمید خود را از قوم خلجی ظاہر می نمود۔ روزگارے وے بصحبت نصیر الدین [illegible] بادشاہ بودہ، ناگاہ وے را با زنے صاحب حسن محبت پیدا شدہ [illegible] رفت و دران جا بادشاہ حقیقت حال بشنید [illegible] آورد۔ چون بادشاہ باز بہندستان آمد وے را [illegible] آمد سراے (براے) نشیمن گاہ خود بنیاد نہاد و مسجد [illegible] احادیث مثل تفسیر حسینی و مشکوۃ در پیش [illegible] مدت [illegible] شدے [illegible]

تنکہ را یک بیڑہ قرار دادہ بوے دادے چون شکر کردے یک بیڑہ دیگر دادے
تا سہ بار۔ ونیت وے اندر تعمیر برین بود کہ غربائے از وے روزی مند شوند۔ اکثر
ے مردم بحسب ظاہر و باطن از وے مستفید بودند۔ گویند نسخۂ اکسیر بدست وے
افتادہ بود۔ واللہ اعلم۔ ووے را با بادشاہ مفاوضات است۔ رقعہ کہ بادشاہ بوے
نوشتہ من دیدہ ام و نقلش اینست۔

"کہ بسیار خط می نویسم می ترسم کہ اکثر خط فرستادن شما را مکدر تر
نسازد غرض آنست کہ آن عزیز و شما از آن عزیز تر، چرا بہر جزو وے
کدورت باید کشید یا خاطر پریشان ساخت۔ واللہ کہ بانتہائے
این خود لائق این نیست کہ شما (برائے آن) مکدر شوید شگفتہ
باشید و خورم و خندان کہ حیف باشد و ہزار حیف۔ معلوم نیست
(کہ) چہ مقدر باشد تفرج این عالم بے وفا کہ باین قدر بار
خاطر اشرف عم لطیف بقلیل و قال این نوع امور ضائع شود۔ اگر
این سخن در گرفت اثرش البتہ ظاہر خواہد شد و شگفتگی پیش خواہد آمد
و الا پناہ و خدا آنچہ خیر باشد نصیب شود، آمین۔ والسلام۔"

گویند در آخر (عمر) بروے فقر غالب شد و نحافت بہم رسانید۔ آن زمان ہم وے را
برداشت صحبت فقرا ای رسانید۔ در مرض اخیر وے اہل وے پارچہ نفیس پیدا کرد،
تفحص وے بر آن افتاد، پرسید چیست؟ گفت، پارچہ است برائے کفن شما۔ گفت
سنت فقیر چنان است کہ بوریائے بستہ پیچیدہ در گور کنند و این پارچہ را فروختہ
صرف فقرا نمایند۔ ہم چنان کردند۔ چون وے محتضر شد با اہل خود گفتہ کہ بر ہمہ

اعضاء من لفظ اللہ ہو لیس ہم چنان کردہ و برفت در ششم محرم از سال نہ صد و ہشتاد و سہ (۹۸۳ھ/۱۴/مئی ۱۵۷۵ء) و قبر وے پیش مسجد وے است در سایہ چھپڑے۔ گویند وے را با رعایت شرع، میل سرود بسیار بودہ است۔ روزے قوالان پیش وے ترانہ با و خیالہائی گفتند۔ وے گفت یک دو سخن توحید ہم از آن سرود اگر می دانید بگوئید و اشارہ بہ سے مترنمے کرد۔ حاضران خوشوقت شدند۔ شیخ من گفتند، وقتے کہ خواجہ بیرنگ با ہم آبادی رفتند۔ چون بزمین [illegible] رسیدند، مرکب تند ترک راندند و فرمودند، درین جا بوئے عشق می آید زین سرزمین زود تر باید گذشت و جلد تر از آن جا بگذشتند۔ ہمانا عشقے خواہد بود کہ سخن شیخ تعلق دارد ہر چہ با حالت توحید باشد و آن خود فروتر از نسبت عالیہ ایشان است۔ در ملفوظ شیخ من کہ شیخ خواجہ سلام اللہ پسر شیخ من است می آرد کہ مخدوم جہانیان نوشتہ اند کہ من در مبادی حال سیر بسیار کردہ ام و ہیچ شہرے و صحرائے نخواہد بود کہ بر آن نہ رفتہ باشم۔ روزے در دشتے در آمدم۔ دیدم آن جا قصہ [illegible] [illegible]۔ چون [illegible] شدم غایت لطافت دیدم آن جا تختے بزرگ نہادہ اند و بر آن تخت زنان [illegible] نشستہ۔ چون مرا دیدند گریختہ پنہان شدند و من بر آن تخت [illegible]۔ بعد [illegible] بہ صورت سیاہے مہیب ظاہر شد و آمد و بر تخت نشست [illegible] (بادے) انداز و مرا ہلاک سازد و من [illegible] [illegible] صورت مبارک آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر شد و [illegible] زود بیرون شو۔ چو بیرون بر آمدم، دیدم کہ عزیزے سپید ریش [illegible]

سلام کردم و مصافحہ نمودم و پرسیدم کہ نام شما چیست؟ گفت نامِ (من) خضر است و مرا خدمت این جا فرمودہ اند و این مرد سیاہ رنگ "کشن" است۔

شیخ تاج الدین بلگرامی

وے معروف است بسید "تاجو" صاحب احوالِ عظیمہ بود و وارستہ و آزاد۔ درصحبت وے فقرائے صاحب معنی بودہ اند و اہل تجرید و تفرید۔ وے شیخ مرا دیدہ است در دہلی و صحبت داشتہ و مجالس نیک بمیان گذشتہ و شیخ من وے را سخت نیکو می گوید و در زمرہ این قوم فراترک می شمرد۔ من وے را در بلگرام دیدہ ام بس باشکوہ مرد بود، در حالت خمول و گمنامی ممتاز۔ ساکنان آن جا را در کار وے دو فرقہ یافتم۔ بعضے از اہل ظاہر بوے نیک نہ بودند و طعن می نمودند کہ وے در دائرہ شریعت قدم درست و مستقیم ندارد و اکثرے از دانایانِ این قوم معتقد وے بودکہ مشرب وے مشرب توحید بود واسع والطف۔ و وے با ہر دو طائفہ مدارا داشت بل با ہفتاد و دو فرقہ صلح کل می انگاشت۔ در "نفحات الانس" است کہ مولانا سراج الدین قونیوی صاحب صدارت و بزرگ وقت بودہ اما با مولانا جلال الدین رومی خوش نبود۔ پیش وے تقریر کردند کہ مولانا گفتہ است کہ من با ہفتاد و سہ مذہب یکے ام" چون صاحب صدارت بود خواست کہ مولانا را برنجاند و بے حرمت کند یکے از نزدیکانِ خود را کہ دانشمند بزرگ بودہ فرستاد کہ بر سر جمع از مولانا بپرس کہ تو چنین گفتہ (است) اگر اقرار کند او را دشنام بسیار بدہ و برنجان۔ آنکس بیامد و از مولانا سوال

کرد کہ شما چنین گفتہ اند کہ من با ہفتاد و سہ مذہب یکے ام، گفت۔ گفتہ ام۔ آن کس
زبان بکشاد و دشنام و سفاہت آغاز کرد۔ مولانا بخندید و گفت با این نیز کہ تو می گوئی
یکے ام۔ آن کس خجل شد و بازگشت۔ انتہی۔ شیخ من در رسالہ ''نور وحدت'' می آرد
کہ ہر فرقہ با فرقہ دیگر در نزاع و جدال است مگر اہل وحدت کہ ایشان با ہمہ یکے
اند اگرچہ ہیچ کدام با ایشان یکے نیست۔ انتہی

معشوقِ ما بمذہب ہر کس موافقست — با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

طریقۂ سید تاجو طریقہ ملامتیہ است اما (و) از قسم دوم (سوم)۔ آنچہ خواجہ [illegible]
نوشتہ اند کہ اہل اللہ سہ فرقہ اند ''عباد و صوفیہ و ملامتیہ''۔ اما (اول) ''عباد'' جماعتے
اند کہ بصورت عبادت اکتفا کردہ اند و بعد از فرائض و سنت بنوافل عبادات و
خیرات قیام دارند حتی کہ چیزے از خیرات نخواہند کہ فوت کنند، و از اذواق و
مواجید صوفیہ بہرہ مند نباشند و ہر کہ از ''عباد'' از اذواق و مواجید صوفیہ بہرہ مند شد،
داخلِ صوفیہ گشت و از مرتبۂ خود برآمد۔ و (دوم) صوفیہ فرقہ باشند کہ مواجید و
اذواق بہرہ مند (اند) و خوارق و کرامت خود را از نظر خلق نمی پوشند، اما ایشان در
جمیع امور بر حقیقت سبحانہ (است) و خلق را ظہور (حق) می بینند و درین فرقہ
بالجملہ رعونتے و انانیتے ماندہ است۔ و (سوم) ''ملامتیہ'' طائفہ اند کہ [illegible]
اند و از عوام ہیچ تمیزے ندارند۔ و اقتصار در ادای فرائض و سنن مؤکدہ [illegible]
غایت معنی اخلاص می کوشند و خود را بظہور خوارق عادت نمی سازند و ۔۔۔ تا ایشان
درین امر بحضرتِ حق سبحانہ کردہ اند۔ چون دانستہ اند کہ این تا تجلی شہود ذات و

حضرت حق سبحانہ خودرا از نظر عامہ پوشیدہ است۔ ایشان نیز خودرا از نظر خلق می پوشند وہذا اکثرے از مردم آن ہارا مثل خودخیال می کنند واین جماعت بالکلیہ از رعونت رستہ اند و رعونتے درین ہا نماندہ (یہ) نہایت مقام عبودیت رسیدہ اند۔ شیخ ابن عربی (شاہ) این جماعت حضرت رسالت را صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ و از اصحاب حضرت صدیق اکبر و سلمان فارسی را و از مشائخ بایزید بسلطامی وابوسعید خراز، وابی مسعود خودش (ابوسعید برغش) را۔ واز ودیگران ساکت است، نفی آن ہا نکردہ۔ وروش شیخ آنست کہ ہر چہ در کشفش در وقت مخصوص آمدہ می نویسد۔ و فرقہ از ملامتیہ کہ خود را از خلق بعنوان ملامت ظاہر کنند و تکیہ بشریعت کردہ بعضے چیز ہا کہ نظر بظاہر ممنون است پیش مردم مرتکب شوند مثل آنکہ در سفر روزۂ رمضان را در بازار بخورند تا در نظر خلق بے اعتبار باشند، آن ہا در رتبہ و مرتبہ فرود صوفیہ اند و خلق از نظر آن ہا ساقط شدہ است۔ انتہی۔ شبے سید تاجو با جمعے از فقرا صحبتے داشتہ و سخنان معارف نیک بمیان آمدہ است۔ بعد انقضاے آن صحبت بیارے نوشتہ کہ تو چون نرسیدی؟ وے در جواب سید این بیت نوشتہ کہ

عشق را خانہ ایست بر سر دار بے درغش نہ بستہ نے کے یار[1]

شبے در قریہ نتھر چہ راز ناحیت بلرام اتفاق معیت (معیت) افتادہ صحبتے خوش و جمعیتے دلکش بدست دادہ۔ در آن صحبت من با پدر ہمراہ بودم و جمعے از فقراے صاحب معنی آن دیار با سید تاجو دران جا بودند و در آن خانہ کہ این صحبت بود، می گفتند کہ

---

[1] نسب [illegible] ش۔ ۃ [illegible] نے [illegible] ے ر بار (نسخہ ندوہ)

روزگارے از سبب تفرقۂ سادات قنوج درین دو آمدہ بودند و چہ امن مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ الآن درخانۂ آن باشت، درین جا داشتہ بودند۔ سید از راہ بے تکلفی وخوشوقتی گفت۔ چون امشب زندہ داشتنی است خوشتر آنست کہ جمع حاضران ازین شہر یا آن شہر بہ نکتئے کہ خوب داشتہ باشند گویند۔ بلگرامیان خود در نغمہ سرای انگشت نما وممتاز بودند۔ از روے شرط بہ ترنم در آمدند، بترتیب معہود و نقشہا با اسلوب گفتن گرفتند و سامعان را خوشوقت کردند۔ چون نوبت بمن رسید در فکر شدم کہ چون نغمہ آخر شتم۔ سخنے کہ از سر دوستی باشد بگویم۔ سید گفت۔ ''برگو''۔ من رسالۂ ہندی مسمّی ''بشن چہت'' تصنیف درویشے کہ بیاد داشتم خواندن آغاز کردم واین است کشن چہت

جہاں تہاں پرکٹ کشن مرارا — کون دشٹ [illegible]

تہوں باس بن جنم نبوئی — [illegible]

سونگہت لیوے لبں نے آوے — تہورہ باس [illegible]

گہٹ میں جیسے سبہے کو جانے — تہورہ باس کو [illegible]

نیٹن کش ابسے گہٹ میں سے — ایک کا [illegible]

[illegible]

وہی مد وبکروہی مالتی وہی باس مہکاے — [illegible]

ایکن نہور پھوں ہوئی پچھ — [illegible]

ایکن بہروپ بہ [illegible] — [illegible]

کہوں گوارن سنگ دیکھیں چراوے کہوں رادھا سنگ لاگ منا وے
اندھون کے ری کبند لکا تا جن جن بوجہا تن تس جانا
جو مین اردہ دشت کی ہیرا وہی چتر وہی چتیرا
وہی چتیرا چتر ہے وہی کنت وہی لیو جن جن بوجہا تن تس کوں جانت نہ کوہیو
ایک روپ بہوگن چینا چھن چھن روپ مراری بھینا
چور ہوئی کبھوں کرت ہے چوری موہن ہوئی کبھون من مہوری
بیٹھے کبھوں رام سنگھاسن کبھوں دگنیر (گربٹر) جوگی آسن
رسیئے ہری راون بن سنکا ہنوت ہوئی جراتس لنکا
ہوئی نیچھن ہر کر لیہو آپن کہیو آن نہ کہیو

دوہرہ

وہی کوتک وہی پوتری وہی نچاون ہار نانو بہن ہم یو کہت جات نہ برہم وچار
روتیہ ہوئی کبھوں دکھ پاوے کبھوں مورہ پیہ موے لاوے
کبھوں بل ہوئی سرپس دیکی باون ہوئی کبھوں بر لیی
چور ہوئی لے سوتی پرائی سنہا ہوئی کرے سنہائی
درپن ایک ات جدارے دیکھت لاگ تہور ہوئی جاے
تن ی موہ بوجھے یہ کیسا ہون کہوں حنہ جناتہ تیسا

دوہرہ

ہوں ہوں تس بات تی تہوں تہوں نیت سوئی سب تورے پیال منہ کوکہ بیری موے

بدری گیا تو کوں بدھ آئی مگہر رہا تو کیا گھٹ پائی

کانسی جائے جو کروٹ لینا پایا کہا جو رسہ بچینا

پایا کہا جو گیا بنارس لابا کہا جو آیا جارس

جلک ہون تیلک وہ ناہیں سورج وشت کہاں پر چھائیں

جپ ہوں جا تو تبھی وہ آوے آپ آپ منگال دکھاوے

دوہرہ

ہم گہت کھتروا ہرانیاں مورت نند لال تس دن پر ہوں دھیں دھرا جھوری جنجال

واز این زیادہ است۔ چون من تمام کردم سید وحاضران گفتند۔ ''احسنت احسنت'' سخن سخت خوش آوردی وہمگنان متفق الحال خوشوقت شدند ودر آن دل شب (آخر شب) دوات وقلم طلبید و سید و بنگرامیان سخن بہ برداشتند و تا آخر این ہنگامہ گرم بودہ است ودروزانہ من با پدر با جبرآباد روان شدم و سید عیسیٰ ...ی۔ مردے نیک بود و با پدر من دوستی وہمرنگی داشت در آن سفر رفیق بودہ است۔ پدر من گفتے کہ آن سید عیسیٰ و من در ایام جوانی مدتہا باہم بسر بردہ ایم در فیروزآباد دہلی۔ شبے بر سر حوض آن جا بنوافل شب برأت سحر کردہ ایم۔ وقت نہایت خوش بود، باتفاق گفتہ ایم کہ درین وقت صالح مرادے از خدا درخواست باید کرد سید وسعتے در رزق خواست و من سلامتی دین۔ خداتعالیٰ مراد ہر دو بر آورد... من سید عیسیٰ را تا آخر عمر دیدم چنانچہ پدر من احوال وے گفتے من ہمچنان یافتم۔ پدر خود را آن چنان دیدم کہ از خدا خواستہ بود وجمعے از احوال پدر من در ...

شیخ رفیع الدین گذشتہ است وزیادہ از آن در خاتمہ بیاید، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وآن
صحبت بلگرام در سال ہزار و بست و نہ (۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰م) بودہ است، دز شبے۔ پس
از آن (شب) بچندین سال سید نتھا (نتھا) پسر سید تاجو راکہ بر طریقہ ویست در
پیش شیخ خود دیدم واز سال وفات پدر وے پرسیدم گفت در سال ہزار و پنجاہ و یک
(۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱م) رفتہ وسید قاسم از مہین اولاد شیخ تاجو، صاحب معنی بود۔ وارستہ و
آزاد۔ چند روزے کہ من در بلگرام گذراندم وآن صحبت با سادات واہالی آن جا
بغایت خوش بود و دران چند روز مشغلۂ مقابلۂ مقدمہ ''نفحات الانس'' بمیان بودہ،
با سید قاسم۔ و وے صاحب فہم و فطرت است۔ شعر ہم می گفت وقاسم اسرار لقب
داشت۔ پس از آن وے را در دہلی دیدم در حالت تجرید و آزادی تمام۔ و وے پس
از شیخ خود بچندین سال برفتہ وقبر وے بر کنار گنگ جائے خوشے است۔

شیخ جمال الدین بلگرامی

وے مشائخ بسیارے را دریافتہ با میر سید عبدالواحد بلگرامی صحبت داشتہ، سید از
مشائخ کبار بود و مرذوق شدہ واہل ذوق وصاحب سخن چنانچہ شرحے کہ بہ (نام)
''نزہتہ الارواح'' نوشتہ بالطافت و عذوبت شاہد حال ویست واشعار ذوقیات
دارد۔ وفات وے در سال ہزار و ہفتاد و نہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۹م) است وقبر وے
اندر وطن وے۔ من شیخ الہداد نام درویشے را دیدہ ام در قصبہ سہسوان۔ با معنی بود
واہل تجرید، وے ہم شرح نوشتہ بہ مرتبہ (بنام زمزمہ) من آن (شرح) ہم دیدہ

ام۔ سخن غیر متعارف نوشتہ است وبس شگرف۔ مرا بگوشہ برد و بنمود و دران قصبہ وے را کس نشناختے۔ چون وے شہرت یافتن گرفت بجانبے سفری شد۔ در سال ہزار و چہل داند۔ بآخر شیخ جمال در سنبھل آمد و ازین جا در خدمت خواجہ بیرنگ شد در دہلی وصحبت داشت و بہرہ ور گشت۔ درآن اثناء بیمار شد۔ خواجہ بیرنگ (بخواجہ ابرار سپردند کہ تعہد نماید۔ خواجہ ابرار وے را پرہیز فرمود، ولیا بخوردنش می داد وے ازآن اباءمی کرد ولقمہ چرب می خواست چون بعرض خواجہ بیرنگ[1]) رسانید، فرمودند ہر چہ خواہد بخورد۔ وبہ شد۔ پس ازآن وے باز بسنبھل آمد بہوائے جوانے شیخ عبدالنبی نام و دو قرن بیش گذراند در آستانہ شیخ کبیر کلہ روان۔ وے حضور بود و ہمیشہ در یک لباس ملبس بودے۔ کلاہ نازک (تازک) بر سر و نیمہ باریک در بر و متکائے رنگین بہ کمر و تیل خوشبو بر کلاہ ریختے و بے تکلف و آزاد زیستے برعکس آزادان این زمان و سخن باصطلاح صوفیہ گفتے۔ کار (را) از عمل رفتہ بود و بموحدان اتحاد گو گویان خوش نبودے واین رباعی مولوی جامی خواندے۔ رباعی

اے بردہ گمان کہ صاحب تحقیقی وندر صفت صدق ویقین صدیقی
ہر مرتبہ از وجود (وجوب) حکمے دارد گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

عمر وے بصد سال کشید تا آخر باہم از مشاہدہ حسن صورت نیفتادہ و از وجہ مردی و تماشا گاہ نباز آمد۔ اشعار بالفاظ سادہ گفتے بمطالب عالی۔ شیخ من اتقیہ محسن رسیدہ بود، وے را دیدہ و از شعر سادہ (وے) محظوظ شدہ۔ محسن …

---

[1] اضافہ از نسخہ ندوہ

بے شدے، و وے گاہ با من آمدے۔ و در صحبت مشائخ درویشان رسیدہ
بودے، حکایات بس بابہا آوردے۔ در بیماریٔ آخر وے من بعیادت رفتم،
بیخود افتادہ بود۔ سلام بآواز بلند گفتم چشم واکرد و جواب گفت۔ گفتم شیخا! دعاے
درکار من کن گفت "تو از مردم خوبانی" و چشم بربست۔ بعد لمحہ رخصت خواستم گفت
"ترا بخداے کریم سپردیم" سید ولی محمد سرولوی (مرسوی) کہ مردیست صاحب
معاملت و پر ذوق۔ گوید کہ روزے وے می گفت کہ در ہندستان خللے عظیم شد نیست
و در زمان این پادشاہ صاحب قران ثانی پیدا شد و از ان امر تفرقۂ بسیار در اطراف و
جوانب ہندستان راہ یافت چنانچہ ظاہر است۔ وفاتِ وے در اوایل ذی قعدہ
است زسال ہزار و شصت و ہشت (۱۰۶۸ھ ۱۶۵۸م) و قبر وے نزدیک بروضہ
شیخ بیہ۔ گویند پس از رفتن وے شخصے وے را در مجمع تماشا گاہ دیدہ است و سلام
کرد و وے دست بر سینہ نہاد۔ چون آن شخص بخانہ رسید، شنید کہ دو ماہ ہست کہ
وے از دنیا رفتہ تعجب ماند [illegible] و را قبول نداشتہ چون بر سر قبر وے رفتہ دانستہ کہ حقیقت
حال نیست۔ من ہم سید شیخ "ذبوا" نام لشکری بود۔ گویند روزے در مورچال
قلعہ قندھار حال وے متغیر شد۔ بہ قرضے کہ بر ذمہ وے بود ادا نمود تا تنگنائے
[illegible] رسید و برفت در سال ہزار و شصت و یک (۱۰۶۱ھ ۱۶۵۱م) و در پاے قبر
بزرگے مدفون شد۔ برادر شیخ محمد وے کہ [illegible] اند گفتند کہ شب دیگر وے بالباس فاخرہ
آمد [illegible] گفت من بسیار خوشم لیکن اسپ رانی خواہم کہ من غلط کنید و غائب شد از
نظر۔ روز [illegible] اسپ وے را [illegible] مستحقان قسمت کردند و نیز گفتند کہ پس از آن بہ

بعضے آشنا ہم ظاہر شد۔ واللہ اعلم (در دہلی) روزے کہ خبر رفتن وے بمجلس شنودم بر
فور شعر ہندی قدیم مشہور از زبانم برآمد، چون اندران خوض کردم دیدم کہ تاریخ
سال وے می برآید۔ بے کما بیش۔ وانیست۔

دوہرہ

جب ڈھورا تب پائیاں جب دھن تب نیہ بار
ڈھورا موئین دھن گئیں و وئے نہ جھانکے پار

ابو رضا دہلوی

وے نبیرۂ شیخ عبدالعزیز چشتی است و نبیرۂ شیخ عبدالحق دہلوی۔ شیخ اسمٰعیل پدر
وے صحبت داشتہ بخواجہ بیرنگ و مرزوق گشتہ از دیدار منور ایشان۔ مجلس چند منور
ایشان نوشتہ است در غایت خوبی، در آنجا نوشتہ۔ روزے عرضداشت کردم کہ
آرزو دارم کہ ہر چہ در حضرت عالی مذکور می شود باجازت حضرت در قید کتابت
آوردہ شود۔ فرمودند۔ بنویس و من ہم می۔ مجلس چند کہ باجازت نوشتہ بودم
بنظر مبارک درآوردم۔ فرمودند (این نوع سخنان در کتب مرقوم بسیار است چہ
احتیاج کہ بگوید من از فلانے شنیدم۔ عرض کردم کہ بخواندن این سخنان باطن منور
می شود و راہ روشن می شود فرمودند اگر شما را) این نوع سخنان ضروری (وقت) است،
چیزے (ازین) نوشتن چہ درکار است۔ پس از آن شیخ احمد سرہندی وغیرہم ز

۱ اضافہ از نسخہ ندوہ

مقربان درگاه تقربے ساختند و مکرر درخواست این معنی کردند فرمودند سخنے که در
طریق دخلے داشته باشد بنویسند و حکایات و معاملات مشائخ (خود) را بآن ضم
نسازند و دوکانے راست نکنند۔ و ہم وے نوشته که روزے این فقیر را دیدند تبسم
کنان فرمودند که برائے سخن شنیدن آمده؟ و ہمدرین محل از حاضران شخصے را مخاطب
ساخته فرمودند که ابی عبدالله فیروزی ہر جا سخن مشائخ می شنید یکے می گفت که این را
برائے من بنویس چنانچه از سخنان این طائفه مجلدے جمع کرده بود، با خود می
داشت۔ روزے برلب آبے طہارت می کرد ناگاه آن مجلد درآب افتاده۔ وے
گوید که من ازین سخت متألم شدم و درین تألم و تاسف می بودم که سہل بن عبدالله
تستری را بخواب دیدم که بمن گفت که عمل بمقتضائے سخنان ایشان باید کرد۔
نوشتن ہیچ نیست، زمانے برین بگذشت که حضرت رسالت صلی الله علیه وسلم
ہمدرین خواب ظاہر شدند و بمن خطاب کرده فرمودند که یا ابن صدیقی، سہل تستری
را بگوی که سخنان ایشان نوشتن اثر محبت ایشان است و محبت ایشان عین مقصود۔
(انتہی) روزے که بخانه شیخ اسماعیل آن پسر متولد شد به خدمت خواجه بیرنگ عرض
نمودند نام آن پسر ہر چه از زبان مبارک فرمایند مقرر شود۔ ایشان "نفحات الانس"
درست داشتند وا کردند، حکایت ابورضا رتن برآمد فرمودند ہمین نام حسن۔ اتفاق،
تاریخ تولد وے ہم لفظ ابورضا (۱۰۱۰ھ) شد و وے را رتن ہم می گفتند۔ از خردی
باز طینت وے صلاح و سلامت بوده است۔ کسب علوم دینیه یقینه کرده بود۔
اخلاق نیکوان داشت۔ مے را قبولے بود خاص، چه تمام وے را خواجه بیرنگ

بلطف نہادہ اند۔ وے با شیخ من غایت نیازمند بودہ است و با اخلاص درست پیش آمدے۔ من با وے آشنا بودہ ام بسیار، و پدر وے را در اوایل با دیدہ ویکبارے وقتے وے راہوائے سفر حجاز خواست و بحرمین محترمین مشرف شد و باز بوطن آمد۔ و رفت از دنیا در سال ہزار و شصت و سہ (۱۰۶۳ھ ۱۶۵۳م) و "حاجی ابورضا" تاریخ وے شد۔ آن حکایت "نفحات الانس" این است کہ شیخ رضی الدین علی لالا الغزنوی بصحبت بسیارے از مشائخ رسیدہ بود۔ گویند کہ از صد و بست و چہار شیخ کامل مکمل خرقہ داشتہ است و بعد از وفات وے از آن جملہ صد و بیز دو خرقہ باقی ماندہ بود و سفر ہندستان کردہ و صحبت ابورضا رتن را دریافتہ و امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از وے گرفتہ چنانچہ شیخ رکن الدین علاءالدولہ آن را تصحیح فرمودہ گفتہ۔

"صحب اعنی الشیخ رضی الدین علی لالا الغزنوی
صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ابالرضا رتن
بن نصر رضی اللہ تعالی فاعطاہ مشطا من امشاط
رسول اللہ صلی علیہ و سلم"

و شیخ رضی الدین علاءالدولہ آن شانہ را در خرقہ پیچیدہ آن خرقہ را در کاغذے و بخط مبارک خود بران کاغذ نوشتہ۔

"ھذاالمشط من امشاط رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم
و صل الی ھذاالضعیف"

و ہم شیخ رکن الدین بخط مبارک خود نوشتہ است کہ چنین گویند کہ این امانت بدانے شیخ رضی الدین علی لالا بودہ است از رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتہی۔

خواجہ محمد وہدار (محشی) ''نفحات الانس'' می نویسد کہ صحبت ابورضارتن رادریافتہ
الخ۔ ارباب حدیث تکذیب این شخصِ ہندی نمودہ اند۔ وحکایت اوو صحبتِ اواصلا
نزدِ نقاد حدیث وعلماے رجال صحت واعتبار ندارد واز جملۂ کذابانست۔
وہم وے می نویسد کہ شیخ رضی الدین آن شانہ رادرخرقہ پیچیدہ.....الخ۔ بدانکہ این
خط نوشت شیخ علاء الدولہ واقرار کردن کہ این شانہ از حضرت رسول صلی اللہ علیہ
سلم وتصحیح این حکایت نمودن منافات ندارد بانچہ نقادِ حدیث این رتن نام ہندی
کذاب شمردہ اند، چہ شیخ (عبدالرحمٰن جامی) محدث نیست عارفست و چون
عارفان مجردنسبتِ چیزے بآن حضرت قبول می کند وتعظیم می نماید از روے ادب
طریقت۔ زیرا کہ اگر راست است فیدہ یافت واگر غلط است اورامضرت نمی
کند۔ (شیخ من دربعضے مواضع ''نفحات الانس'' حواشی نوشتہ براین جا نوشتہ[1]
چون شیخ علاء الدولہ از کاملانست وبارجال الغیب خصوصاً باحضرت خواجہ خضر صحبت
تمام داشت ونیز اصحاب کشف بود شاید از طریقہ دیگر غیر طریق روایت پیش او
محقق باشد کہ این نسبت صحیح است چہ دربسیارے از امور کشف مخالف روایت
افتادہ۔ اہل روایت ضابطہ دارند کہ بانضباط چیزے مقرر ساختہ اند وآن براہل
کمال ـ اصحاب کشوف حجت اند، درصورت خلاف حجت نیست این معنی درکتب شیخ
(عبدالرحمٰن جامی) مذکوراست۔

---

[1] خلاف نسخہ ندوہ

شیخ محمد حصاری

وے بزرگ بودہ، صاحب احوال عظیم و نسبت لطیفہ۔ شیخ من وے را نیک می دانست و می گوید کہ وے از دوستان خدا بودہ است۔ من یکبار دیدہ ام وے را در سال ہزار و سی کہ شبے در گوشۂ مجلسے نشستہ بخود فرو میرود و در حالت استغراق بود عدمے را خواہانست کہ باز وجود نگیرد۔ چنانچہ حضرت ختم الاکابر خواجہ احرار فرمودہ قدس سرہٗ "وصلا لا عود لہ" انتہی۔ و چون سر بری وارد این می خواند

سائیں کے گھر جات ہیں سنگ نہ لیجے کوئی ۔ پاچھیں پاؤں نہ دیجے [illegible]

شیخ من گفتہ کہ متوجہ وحدت می باید بود و از جمیع مراتب ظہور قطع نظر باید کرد و تعین توجہ بوحدت جز بمساعدت وجہ خاص میسر نیست۔ و وجہ خاص عبارت از سر معیت و این طریقہ جذبہ است کہ حضرات اکابر نقشبندیہ [illegible] بآن می نمایند۔ چون سالک این راہ بحقیقۃ الحقائق برسد [illegible] کہ حقیقت توحید ذاتی اکملی محمدی متحقق [illegible] "ولا مقاد فوقہ"۔ و شیخ من روزے در طلب مقصود التجا باین بیت مدام نمود (بذوق می خواند)

اے برادر بے نہایت درگہیست ۔ ہر چہ بروے می رسی [illegible]

وی فرمود حقیقت سر کار آنست کہ چون بآن متوجہ شوی [illegible] ہمانست کہ در ذکر شیخ احمد سرہندی گذشت [illegible] ابوعبد اللہ خفیف پرسیدند۔ تصوف چیست؟ گفت۔ "وجود [illegible]

غــفــلـة"۔ وہم در "نفحات الانس" می آورد کہ شیخ الاسلام گفت کہ (معز) با من گفت کہ "صوفی صوفی نبود، اگر بود صوفی نبود" و آنچنانست کہ وے گفت۔ و آن نہ بطاقت وے بودند۔ دانم کہ وے از کہ شنیدہ بود (یعنی از جعفر خلدی) شیخ الاسلام شگفت تر ازین گفتہ کہ "دید کہ در جہان نیست در ہستی (ہست) پنہان (است) "شخصے در پردۂ من در وان" وی گویند کہ تو بہٗ۔ آن کالبد (تو) در دل گم و دل در جان و جان در آن کہ زندہ بآنست جاودان۔

شیخ یار محمد لاہوری

مرید شیخ آدم بنوری است۔ صاحب استقامت نیک۔ و اندرین کار راسخ و در معاملت درست۔ بایاران طریقہ صحبتے دارد بس بارونق۔ نور اشغال باطن در چہرۂ وے ظاہر است۔ وے بشیخ من اخلاص بصدق دارد و شیخ من وے را از نیوان زمان می گوید۔ روزے وے شیخ مرا ضیافتے کرد۔ جمعے یاران و من بہ رکاب شدیم۔ صحبتے خوش بمیان آمد۔ وے در لباس عامہ زندگانی دارد صاحب ہمت و تصرف است چنانچہ روش اہل سلسلۂ نقشبندیہ است۔ چہ طریقۂ ایشان در غایت سرو اخفاست و کمترکسے براحوال ایشان مطلع۔ نقلست کہ روزے مجذوبے بر بالاے قبر خواجہ احمد بسوی قدس سرہٗ کہ از اکابراو یسیہ ست بنشست بر فور آن قبر بجنبش در آمد و وے را بزمین در افگند۔ وے از آن جا برخاستہ بر قبر یکے از اکابر نقشبندیہ نشست۔ آن قبر بر پیچیدہ وے برخاست و روان شد، در راہ محتشم زادہ می

آمد نادانستہ، آسیبے بوے رسید فرمود تا آن مجذوب را بکوفتند۔ وے خلاص یافتہ
خندان خندان ہمی رفت و می گفت۔ آرے آرے آرے۔ اہل طریقہ نقشبندیہ
(را) روش ہمین است کہ کارِ خود را از دست دیگران می فرمایند و ظاہر بر سرِ خود نمی
گیرند۔ در ''رشحات'' است کہ شیخ ابوسعید آہنیر می گفتہ کہ یکبار حضرت خواجہ احرار
قدس سرہ در مبادی حال و عنفوان شباب نزد ما آمدہ بودند و ما بہمہ فرزندان و
متعلقان بخدمت حضرت ایشان مشغول بودیم و از حضرت ایشان آثار جذبات و
احوال شگرف مشاہدہ می نمودیم و ملاحظہ آن احوال و آثار موجب ازدیاد عقیدہ ما می
شد اتفاقاً روزے برادر کلان من گریان گریان از در درآمد کہ پسر اسد چوبیان مرا
ایذا بسیار کرد و زجر از حد گذرانید۔ درین اثنا والدہ من باضطراب و تشنیع و
استعجال بیحد از حضرت ایشان درخواست کرد کہ بجہت فرزند من خاطر مشغول
گردانید کہ این شخص مردے بغایت فاسق و ظالمست و بے نہایت از وے متألم
چنان معلوم شد کہ حضرت ایشان از اضطراب و الحاح والدہ متألم شدند وقت نماز
دیگر بود فی الحال بنماز برخاستند و چون نماز ادا کردند فرمودند۔ این سبب شما در ما
آمدہ کار او کفایت کردیم۔ بعد از اندک فرصتے آن شخص با کسے نزاع کرد و وے
ادب بلیغ کردندش۔ چون ما فقیران ابا عن جد مریدان و مخلصان حضرت ایشان و
آبائے کرام آنحضرت بودیم، بہ منزل ما می آمدند۔ بار دیگر کہ تشریف آوردند
والدہ من بعرض ایشان رسانید کہ بہ تحقیق ہمت شما [illegible] یافت
حضرت ایشان فرمود آنچہ ما گفتیم کہ کار او [illegible] آن [illegible]

است بعد از چند روز بحکم بادشاہِ وقت اورا بردم اسپ بستہ ہلاک ساختند۔ بعد ازآن جسد پارہ پارہ اورا جمع کردہ سوختند۔ انتہی۔ حضرت مولوی جامی در ''نفحات الانس'' در مدح حضرات نقشبندیہ می فرماید۔ قطعہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارند ۔۔۔ کہ برند از رہ پنہان بحرم قافلہ را

از دلِ سالک رہ جاذبہ صحبت شان ۔۔۔ می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را

قاصرے گرکند این طائفہ را طعن قصور ۔۔۔ حاش للّٰہ کہ برآرم بزبان این گلہ را

ہمہ شیران جہان بستہ این سلسلہ اند ۔۔۔ روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را

مولانا فخرالدین علی مشتہر بصفی در منقبت حضرت خواجہ احرار در آخر ''رشحات'' این قصیدہ گفتہ۔ قصیدہ

نقشبندیہ عجب طائفہ پرکارند ۔۔۔ کہ چو پرکار درین دائرہ سر برکارند

ہمہ سرزدہ آمدہ بر مرکز یک دائرہ اند ۔۔۔ ہمہ واقف شدہ از گردش یک پرکارند

نقشبندند ولے بند بہر نقش نیند ۔۔۔ بردم از بوالعجبی نقش دگر پیش آرند

بہ زمان بوقلمون وار برنگے دگرند ۔۔۔ وین عجب ترکہ ز رنگ دو جہان بیزارند

گرچہ در رخ بہ مانند بہ آتش خندند ۔۔۔ گرچہ در صورت خصمند بمعنی یارند

آب حیوان اند ولے بر لب تشنی خونند ۔۔۔ روح محض اند ولے بر خر عیسیٰ بارند

گرچہ مرآت صقیل اند تجش را زحمند ۔۔۔ ورچہ گلزار خلیل اند حطب را نارند

ورقبا از روش اہل ہوا یاد دہند ۔۔۔ نہ چو زراق وشان خرقہ ازرق دارند

سحر و تلبیس دو شیوۂ این عیاران ۔۔۔ متلبس بصفات ملک ستارند

کردم تضمین کہ اندر صفت این پاکان آن گہرہائے شرف عقد ثریا دارند

چون صدف گوش نہ و جای دہ اندر دل صاف این غزل را کہ بجز عقد درش نشمارند

جملہ ہشدار کہ در شہر دو سہ طرّارند کہ بتدبیر کلاہ از سر مہ بردارند

دو سہ رنداند کہ ہشیار دل و سرمستند نہ فلک را بیکے عربدہ در چرخ آرند

صورتے اند و لے دشمن صورتہا اند در جہانند و لے از دو جہان بیزارند

یار آن صورت غیبند کہ آن مطلوبست ہمچو چشم خوش او خیرہ کش و بیمارند

سروہانند کہ تا سر ندہی سر ندہند ساقیانند کہ انگور نمے افشارند

گر بکف خاک بگیرند زر سرخ شود روز گندم دروند او بشب جو کارند

مردمی کن مرو از صحبت شان مردم شو زانکہ این مردم دیگر ہمہ مردم خوارند

اے صفی مردمی آموز از ایشان کایشان مردم دیدۂ بینائی اولوالابصارند

نور این مردمک دیدۂ بینا کہ بود آن کز و اہل نظر چشم عنایت دارند

قطب آفاق شہ کون و مکان خواجہ عبید کز عموم نعم او ہمہ روزی خوارند

مہر عالم توحید کہ از کون و مکانش ہمہ ذرات جہان مقتبس انوارند

خواجۂ زمرۂ احرار کہ شاہان جہان بر در حشمت او بندہ خدمتگارند

دین پناہا توی اے قبلۂ حاجات کہ خلق بخود از ہر جہتے رو بتو می آرند

ہمہ با شوق و فی حقہ بوشان تواند کز عبید اند درین راہ وگر احرارند

جو بلے کہ از رابقہ امرت پیچند در چراگاہ ولایت خر بے افسارند

[illegible] فی وادی تیہ ضلال گاہ حیرت زدہ در بادیہ ادبارند

گرفتہ کہ پیش از بزرگے از سلسلہ قادریہ خرقہ خلافت باید گرفت۔ تا وے پٹنہ آمدہ واین معنی زا بشیخ عبداللہ ظاہر ساختہ۔ شیخ اولاً در اعطاے خلافت توقفے کردہ و گفتہ۔ "تا ببینم مراچہ ظاہر شود"۔ چون شب گذشتہ است شیخ بذوق خرقۂ خلافت بوے عطا کردہ۔" شیخ محمد عالم سہارن پوری کہ عالمست وفضل گوید کہ من در عالم، مردے این چنین با تقوی ورضا وتسلیم کم دیدہ ام۔ ہم وے گوید کہ در تمام عمر خندہ قہقہہ نکردہ، اگر خوشوقت شدہ تبسمے نمودہ است وبس۔ ہر جا وے وارد می شد مستقبل قبلہ می نشستے وآب دہن بطرف قبلہ نینداختے۔ وے از فقدان اشیاء و متاع غمگین نشدے وخوشوقت می زیستے۔ ہمہ اوضاع وے مناسب بمرتبۂ ولایت بود۔ وفات وے در سال ہزار وچہل ونہ (۱۰۴۹ھ ۱۶۳۹م) است و "شیخ الحق" تاریخ وفات وے۔

من در سال ہزار وسی ہشت (۱۰۳۸ھ ۱۶۲۹م بسہارن پور رسیدم، وے را دیدم، بر من لطفے نمودہ وہم درآن مدت بر در وے مسجد نو مصفا مہیا شدہ بود بس بہ اشاعت بر لب رودے، چہ جاے خوشے وچہ مقام دلکشے۔ وے شعر ہم گفتے بطرز سادی قطعہ تاریخ آن مسجد را ہم وے گفتہ۔ مصرع آخر اینست۔ مصرعہ

آمد اندر قطعہ ام تاریخ بیت اللہ "غزل" ۱۰۳۷ھ

شیخ قاسم سہارن پوری

مرید شیخ آدم بنوریست۔ امی، صاحب معنی ووارستہ وآزاد۔ سخن این راہ بس بلند

می گوید مرتبۂ جہل و حیرت را بر مقام علم و معرفت فوقیت می نہد (دہد) ہمانا از آن
جہل اشارت است چنانکہ در "رشحات" است کہ شیخ عبدالکریم یمنی گفتہ کہ
از روے در جہل می باید آورد و نیت نماز چنین می باید کرد کہ خداے را می پرستم نمی
دانم (او را حق معرفتہ) اللہ اکبر (انْ یُعرف حق معرفة)
شیخ من در اوایل پسر خود خواجہ غلام بہاء الدین "شمسا" را بمرافقت نور [illegible]
حسین برانی و سید غلام محمد امروہگی (امروہوی) کہ یکے از یاران شیخ من اند وارستہ
و آزادہ و عالم و فاضل، بوے فرستادہ در سہارن پور صحبت ہاے نیک میان آوردہ و
در روزے چند باز آمدہ و از صحبت شیخ من بپایۂ فراغت و مرتبۂ والا رسیدہ چنانچہ
شمہ از آن در ذکر آن شمسا گذشتہ وقتے من از سنبھل بالاہوری شدم پیش شیخ خود، در
راہ برفاقت حاجی محمد خیرآبادی صاحب معنی و آزادہ و نیک نہاد [illegible] را دیدم من
آن روز تب داشتم، اول وے بمن مہر داشت کہ او مرا ندیدہ بود۔ چون دانست
کہ (من) یتیم، مہر ورزید و با اخلاص خوب (وفور) پیش آمد [illegible]
خود سخنان گفت کہ من در خدمت شیخ خود مشغولیہاے قوی داشتم و ریاضت شاقہ می
کشیدم و آثار آن بر من ظاہر می شد و خرق عادت بظہور می رفت [illegible] آن ہمہ
یکسو شدہ است و از آن ہمہ احوال عریان شدہ ام [illegible]
مجہول و نامفہوم۔ درین اثناء سخن بلند رفت تا من این رباعی [illegible]
خواندم و رفت انچہ رفت۔ رباعی

اے در قدم و حدوث عالم حیران   چوں [illegible] میان این و آن سرگردان

بشنو از وے ہست قائم دو جہان پیش و بعد از تو نہ این است و نہ آن

وقتے من شرح این رباعی نوشتہ پیش شیخ خود (بدہلی) فرستادم۔ پسند فرمود (در لاہور مرا) محمد صالح لاہوری گفتم (گفت) چونست۔ گفتم چنانکہ می باید۔ پس از آن شیخ قاسم مرا طعام پیش آورد، برنج و شیر۔ گفتم۔ تپ دارم، نمی توانم۔ گفت بخور کہ بہ شوی۔ در اثنائے خوردن در خود تخفیفے یافتم و بہ شدم۔ واین کرامت را منسوب بوے کردم و وے قدمے بہ مشایعت من برآمد۔ پس از آن چندین سال وے را پیش شیخ خود دیدم اندر دہلی و صحبتہائے نیک خوش بمیان آمد۔

شیخ اللہ بخش سہارن پوری

وے ہم اُمّی است۔ مرید شیخ قاسم سہارن پوری۔ فقیریست وارستہ و آزاد، با معنی۔ در صحبت وے تاثیریست نیک۔ سخن این راہ بس بے خاری گوید و خوشتر می فہمد۔ یاران با احوال دارد۔ مدتہا است کہ وے در دہلی می گذراند و با شیخ من صحبت می دارد۔ شیخ من طریقۂ آزادی و بے تعینیٔ وے را خوش می کند۔ وے زندگانی بمرادی دارد۔ وے گوید شیخ قاسم در اوایل با طریقۂ آزادی را با آخر بہم داشتہ است بہ طور و طرقے۔ و بہر جاے کہ خواستے بہ بے تعینی خاص فرا شدے و بہ صحبت بزرگے کہ رسیدے وے را با دب تمام پیش آمدے و صحبت ہاے نیک با سخنان این طریق گذشتے۔ روزے وے بہمرا آن حالت بباغے در شدہ است و در جیب نشستہ اتفاقاً در آن جا شیخے از بندوان از سوار و پیادہ بلکہ خدائی رسیدہ

بوده اند و فرود آمده۔ رئیس ہنود وے را گفته این جا، جاے تو نیست۔ برخیز و بجاے دیگر شو۔ وے بکره خاطر از آن جا برخاسته در نزدیک آن نشسته۔ در آن اثناء آتشے از غیب بآتش بازی شان در افتاده و در گرفته و بهر طرف بر دویده و با کثر آن مردم رسیده و جامه ها و اندام ہاے شان سوخته و زخمی ساخته و ہمگنان درہم برہم شده جا بجا رفته اند و معاملۂ آن کدخدائی بمیان مانده۔ و ہم وے گوید که روزے شیخ قاسم میان جمعے نشسته بود و پیرکے بسوره (سبوره) ہم ہنود نیز دران جا نشسته۔ اتفاقاً حکایتے از منقبت حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ بمیان آمد۔ عزیزے گفت که روزے یکے بحضرت رسالت آمد صلی اللہ علیہ وسلم و گفت یا رسول اللہ در فلان مسجد مردے وزنے بقصد فساد آمده اند۔ آنحضرت امر فرمود صلی اللہ علیہ وسلم در مسجد بہ بینند تا چیست؟ امیر برخاسته اند و نعلین پوشین بپا کرده و چشم بر بسته قصد آن مسجد نموده اند۔ آن مفسدان از آواز نعلین پوشین بدر رفته۔ امیر ہیچ کس را در مسجد نیافته و باز آمده و گفته۔ یا رسول اللہ من ہیچ کس را در آن مسجد نیافتم۔ انتہیٰ۔ روزے شیخ من این بیت را بذوق می خوانده است

من بآئینه رو برو گشتم عیب پوشی بہ از نمد پوشی ست

درین اثناء آن سبوره خاک در دہن او سب حضرت امیر کردن گرفته است۔ شیخ قاسم از شنیدن این حرف از آن جا تنگ دل برخاسته دست قبض خون (خوف) بوے روے داده و بے آرامی بہم رسانده است۔ دوستان پرسیده اند حال چیست؟ وے ماجرا را غم آلوده باز گفته و از مراسمش رو بصحرا آورده رخصت

غضب چوبے را بدست کردہ، وبت کلانے را کوفتن گرفتہ است۔ اتفاقاً عاشق محمد
یکے از اکابرزادہاے سہارن پوری آن سبورہ را کہ براسپ حاکم سوار شدہ پیش
حاکم می رفت، از اسپ فرود کشیدہ و بہ خنجر آبدار بکشتہ و سرد کردہ کشان کشان بحاکم
بردہ و گفتہ کہ از شنیدن سبِ حضرت امیر، من این را کشتہ ام و حاضرم۔ آنچہ موافق
شرع باشد بکنید۔ حاکم وے را در زندان کردہ و حقیقت حال را بادشاہ صاحب
قران ثانی بلاہور نوشتہ۔ بادشاہ فرمود کہ سابِ حضرت امیر، (و دیگر ہمہ) اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشتنی است، خوب کرد۔ آن مرد را از زندان خلاص
کنید۔ وکردند۔ و این واقعہ در سال ہزار و پنجاہ واند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م) بود
است۔ من در آن وقت پیش شیخ خود در دہلی بودم و آن بزرگ زادہ را در زندان می
شنیدم و می دیدم کہ شیخ من در مخلص (مخلصی) وے توجہ باطنی می نمود و مقید (توجہ
بود تا وے از زندان برآمد۔

حاجی میر دوست

چون شیخ فرید مرتضیٰ خان فرید آباد دہلی را آبادان ساخت و مسجد و حوض و قلعہ
سرائے ہمہ زخوش آمدہ پرداخت، چنانچہ ظاہر است و پدر من ہمراہی (بہ پدری
شیخ محمود بود) عمِّ من داروغہ حوض بود و تاریخ آن مسجد اینست۔ قطعہ

بعہد نورالدین جہانگیر شہنشاہے بدین و داد و احسان
ساخت این بنائے خیر بنہاد فرید عصر و ملت مرتضیٰ خان

بفر و شوکت وجود و شجاعت　　خلف ابن خلف تا شاہ مردان

رقم ''خیر البقاع'' از خامہ نرزد　　پئے تاریخ این جاوید بنیان

۱۰۱۴ھ

و شیخ فرید عزیزان صالح را از علماء و حفاظ و فضلاء غربا را درین مقام جمعیت تام
وطن داد چنانچہ بعضے از انہارا کہ من دیدہ ام اندرین کتاب نوشتہ ام۔ حاجی از آن
جملہ است پیرے روشن طلعت با فضایل و کمالات و احوال و مقامات بہ [illegible]
ر جمال وے افتاد بس معتقد شدے و از صحبت و کلام وے پُرذوق گشتے۔ جہانگیر
ادشاہ بسیار خواست کہ وے با ما (جہانگیر) باشد۔ ''چہ بعضے'' برادرانش از ملازمان
وردہ اند، وے گفت۔ ''بادشاہ من گوشۂ نامرادی را می خواہم کہ بفراغ خاطر [illegible]
عمر بمراد دل آنجا بسر برم و ترا دعا کنم''۔ بادشاہ با انصاف خوش شد و بدولت و
رمت رخصتش فرمود۔ وے پائے ہمت بدامان قناعت در کشید و بخشک و تر [illegible]
ستقامت ورزید۔ وے گفتے کہ بخشکی و تری درساختن و خود را اندرین راہ در
نداختن و بکنج خود در افتادن و روئے نظر بسوئے کسان ننہادن بہ از نعیم و جہانست

کوس شہ خالی و بانگ غلغلش دردسر است　　ہر کہ قانع شد بخشک و تر شہ [illegible] است

ین مطلع قصیدہ ''بحر الابرار'' امیر خسرو دہلوی است۔ و از شعرائے [illegible]
ہائے) چند اند

کوس شہ خالی از بہر چہ آوازہ فغان در سر است　　[illegible]

کلبۂ خشکے کہ بہ دندان بگورستان در است　　[illegible]

دولت دنیاے دونان رااز ان فخر و فراست | اولش دو آخرش لت حاصلش درد سراست

آتشین لعلے کہ تاج خسروان را زیور است | اخگرے بہر خیال خام پختن در سراست

من در سال ہزار و سی و دو یا سہ۔ حاجی را دو، سہ بار در فریدآباد دیدہ ام و از و۔ شنیدہ ام کہ گفتے۔ ''اگر کسے رالذتِ زندگانی و عشرت این جہانی آرزوست گو از اویہ خویش بہر کم وبیش بیرون مشو و نان جوین گذاشتہ بنانِ گندم مدو''۔ و موافق این حالت حکایت بزرگان آورے و این چنین اشعار کردے۔

دو نان خشک گر از گندم است یا از جو | سہ تاے جامہ اگر کہنہ است یا از نو
چہار گوشۂ دیوار خود بخاطر جمع | کہ کس نگوید از این جا بخیز و آن جا رو
ہزار بار نکوتر بہ نزد دانایان | ز فرِ مملکت کیقباد و کے خسرو
اگر دوگاو بدست آوری و مزرعۂ | یکے امیر و دگر را وزیر نام کنی
ہزار بار ازان بہتر است کز پئے رزق | کمر بہ بندی و بر مرد کے سلام کنی

من سب این حال حکایتے بیادم آمد از ''گلستان شیخ سعدی'' و آنکہ۔ دو برادر بودند، یکے خدمت سلطان کردے و دیگرے بسعیِ باز و نان خوردے۔ (بارے این توانگر بدرویش گفت کہ چرا خدمت (سلطان) نکنی تا از مشقت کار کردن برہی۔ گفت تو چرا محنت نکنی تا از مذلت رہائی یابی۔ حکما گفتہ اند کہ نان جوین خوردن و برزمین نشستن بہ کہ شمشیر زرین بستن وپیش مخلوقے ایستادن

بیت

بدست آہک تفتہ کردن خمیر | بہ از دست برسینہ پیش امیر

قطعہ

عمر گرانمایہ درین صرف شد	تا چہ خورم صیف چہ پوشم شتا
اے شکم خیرہ بنانے بساز	تا نکنی پشت بخدمت دوتا

این قطعہ ہم از ''گلستان'' است۔ قطعہ

بان تا سپر نیفگنی از حملہ فصیح	کو را بجز مغالطہ مستعار نیست
دین ورز و معرفت کہ سخندان سجع گو	بر در سلاح دارد و کس در حصار نیست

میر عوض سنبھلی فرید آبادی

وے ہم چون حاجی در فرید آباد سکونت داشتے۔ معاملتے خوشتہ و استقامتے خوشتہ ورزیدہ۔ با اخلاق و مروت بود۔ کتب ذوقیات مشائخ را بشوق تمام خواندے وسخن این قوم را ببصر انصافے ادا کردے کہ سامعان را حال بودے۔ وے گفتے کہ نزد من بعد تلاوت کلام مجید و احادیث نبوی مطالعہ کتب مشائخ و سخن ایشان بہتر از اوراد و وظائف و اشغال نوافل است۔ در رسالہ ''قدسیہ'' می آرد کہ از حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ پرسیدند چون این طائفہ روے در نقاب آرند چکنیم تا بسلامت مانیم۔ فرمودند ہر روز مقداری پارہ از سخنان ایشان بخوانند۔ و یکے از صدیقان می فرماید کہ کسے باید کہ سخن او (یعنی صدیقان) و یا من شنوم یا من گویم او شنود و اگر در جنت گفتگوے او نخواہد بود مرا بجنت چہ کار۔ اقتباس جذبات مواجید از انفاس طیبہ ایشان تواند کرد۔'' و من احسن قولا ممن دعا

الی اللہ و عمل صالحاً "۔انتہی۔(میر عوض را در فرید آباد بسیار دیدہ ام وے شعر ہم گفتے و بر من می خواندے[1]) وے عمر دراز یافتہ پیوستہ در زاویہ خویش بہ بود و نابود محظوظ زیستے۔ وے قدر عمر را چنانکہ باید دانستہ بود۔ اندرین باب شیخ بہاء الدین آملی در رسالہ "نان وحلوا" نیک می گوید۔مثنوی

از ہوس بگذر رہا کن کش وفش   پا زدامانِ قناعت در مکش

گر نباشد جامۂ اطلس ترا   دلق کہنہ ساتر تن بس ترا

ور مزعفر نبودت یا قند مشک   خوش بود دوغ و پیاز و نانِ خشک

ور نباشد مشربہ از زر ناب   با کف خود می توانی خورد آب

ور نباشد مرکب زرین لگام   می توانی زد بپاے خویش گام

ور نباشد دور باش و پیش و پس   دور باش نفرتِ خلق از تو بس

ورنہ باشد مرتب خانہا[2]   می توان بردن بسر در کنج غار

ورنہ باشد فرش ابریشم طراز   با حصیر کہنہ و مسجد بساز

ورنہ باشد شانہ از بہر ریش   شانہ بتوان کرد با انگشت خویش

ہر چہ بینی در جہان دارد عوض   وز عوض گردد ترا حاصل غرض

بے عوض دانی چہ باشد در جہان   عمر باشد عمر، قدر آن بدان

میر عوض در سال ہزار و پنجاہ و دواند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م) (برفتہ از دنیا) وقبر وے ہمانجا ست

---

1. اضافہ نسخہ مدہ۔

2. ورنہ باشد خانہاے زرنگار (ایضاً)

جمعِ خواجہ محمد پارسا قدس اللہ اسرارہم کہ فرمودند (کہ خواجہ) در وقتے کہ از اوایلِ احوالِ
خود حکایت می کردند گفتند، فرصتِ شش ماہ این در بر من بستہ شد و از عالم باطن ہیچ
فیض بمن نمی رسید بے طاقت و آرام شدم و قصد کردم کہ باز بملازمت مخلوق مشغول
گردم و در آن حال گذرِ من بر مسجدے افتاد بر درِ آن مسجد دیدم کہ نوشتہ است۔ شعر

اے دوست بیا کہ ما ترائیم بیگانہ مشو کہ آشنائیم

وقتم خوش شد و عنایت بے غایت در رسید و باز آن در بر من کشادہ شد۔ از ذوقِ آن
حال بسیار گریستم۔

میر صالح لونی

سید بود و صالح و عابد و زاہد۔ در راہِ شریعت مستقیم۔ بہ ہیچ بدعتے (بمقابلہ) سنتے
مسامحت و مداہنت نورزیدے۔ عمر دراز یافتہ۔ باوجود پیری و نحافت و ضعف
بصورت نماز نوافل و تلاوت کلام مجید ہیچ گاہ ترک نکردے۔ روز و شب مشغول این
کار بود و روزگار وے و من یکی بودہ ام در خانقاہ و شیخ من۔ من (از) حفظ اوقات و
ضبط معاملات وے حیران می شدم چہ تحمل این جز و زمان از زیادہ عبادت اہل
ریاضت و مجاہدات بظہور می آید۔ روزے وے از غایت ضعف و ناتوانی ہم
در آن جا بر صحنِ سنگین در افتاد۔ دست وے زخمی شد، خون بر می آید و صعوبت درد
وے را شمس ساخت تاہم وظائف و اعمال شبانروزی نگذاشت۔ وفات وے در
سال [illegible] پنج بودہ است (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰ء)۔ وے تمام را خوش نمود وے دیا

است۔ این دو مصرعہ عرضہ افتاد

گفتی کہ بہ نزد من حرامست سماع   گر بر تو حرام است حرامت بادا

خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ آرے آنگاہ این رباعی را بزبان مبارک راند۔ رباعی

دنیا طلبا جہان بکامت بادا   وین جیفۂ مردار مدامت بادا
گفتی کہ بہ نزد من حرامست سماع   گر بر تو حرامست حرامت بادا

بندہ عرضداشت کرد کہ اگر علماء درین باب بحث کنند و در نفی سماع سخن گویند، نیکو نماید۔ امّا آنکہ او در جامہ فقر باشد چگونہ نفی کند و اگر ہم بہ نزدیک او حرام باشد این قدر کند۔ خود شنود اما با دیگران خصومت نکند کہ مشنوید۔ خصومت صفت درویشان نیست۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر تبسم فرمود و ملایم این معنی حکایت فرمود۔ (وقت متعلّمے امامت می کرد جماعتے از دانشمندان کہ چندین علم مستند و چیزے نمی گویند و یکے دانستہ و نادانستہ عربدہ می کند) حکایت فرمود "وقتے متعلمے امامت می کرد۔ جماعتے از دانشمندان اقتدا کردہ بودند یکے عامی ہم۔ و آن نماز چہارگانی بود۔ آن متعلم را قعدۂ اولی سہو شد۔ (در) سوم رکعت متصل دوم رکعت برخاست۔ چون او دانشمند بود دانست و در دل کرد کہ این را چہ وقت (تمام) می باید کرد۔ و علماء کہ با او اقتدا کردہ بودند ایشان نیز ساکت بودند۔ آن عامی (غصہ) آغاز کرد۔ "سبحان اللہ سبحان اللہ" چندان گفت کہ نماز خود باطل کرد۔ چون امام سلام نماز بداد، رو سوے آن عامی کرد و گفت اے خواجہ ترا چہ شد، چندین

فرزند خود را تعلقے بسیاری ہم بتو، من ذمہ وے را از حق خود بری گردانیدم برائے
خدائے تعالیٰ۔ شیخ وے را قبول کرد و مجاہدہ و ریاضت فرمود بعد از چند روز پیش
فرزند خود آمد، دید کہ نان جوین می خورد۔ و زرد و لاغر شدہ از کم خواری و بیداری۔
از آن جا پیش شیخ آمد۔ آن جا طبقے دید و بر آن جا استخوان ہائے مرغے کہ شیخ خوردہ
بود، عجوزہ با شیخ گفت۔ یا سیدی تو گوشت مرغ می خوری و پسر من نان جوین۔ شیخ
دست خود بر آن استخوان ہائے مرغ نہاد، و گفت۔ ''قم باذن اللہ الذی یحیی
العظام وھی رمیم''۔ آن مرغ زندہ شد و بانگ کردن آغاز کرد۔ پس شیخ بآن
عجوزہ گفت۔ وقتے کہ فرزند تو این چنین شود ہر چہ خواہد گو بخور۔

شیخ جان محمد میرٹھی

صحبت داشتہ بہ شیخ احمد سرہندی۔ صاحب معنی بود و اہل ذوق و محبت۔ معاملت
نیکوان داشت۔ پیوستہ تلاوت کلام مجید کردے۔ وقتے کہ وے را حوالے [illegible]
پس [illegible] اتفاق، نسبتے [illegible] گریبان جانش گرفت و کارخانہ جنون رونق
پذیرفت و بازار رسوائی گرم داشت۔

پیچیدہ عشق لباس رسوائی پردہ شد [illegible] ساعت صد سالہ تاراج یک نفس شد

آخر [illegible] معشوق [illegible] رسید و در مسجد شیخ فرید سکونت گرفت۔ من
[illegible] آن جا [illegible] دیدم و از تماشائے عاشقی وے و معشوق آن جوان [illegible] می
دیدم۔ آن جوان ہم حسن و ہم جمال داشت، ہم آواز خوش [illegible]

غسل بحمامے درآمده اند ورخت (لباس) از بر برآورده، اتفاقاً ریاضی شاعر (از) مصاحب پادشاہزاده الغ بیگ درحمام بود، ایشان را نہ شناخت و طاسے تمعی دار را واژگون بدست بگرفت و بمولانا گفت۔ سر شما بدین طاس بسیار ماناست چہ در فرق ایشان موی نبود۔ ایشان را ناخوش آمده، گفتہ اند، ہان جوان فضیلتی داری لیکن اما بے ادبی بے ادبان ہرگز بکمال نرسیده اند۔ وغسل نکرده برآمده اند وبمنزلے خود رفتہ اند۔ ازین سخن حال وے متغیر شده، وانہ (دیوانہ) وار ازآن جا برآمده وبمنزل خود رفتہ ودر اتفاق وی ودرین اثنا الغ بیگ بسر پل جوے کہ درمیان دو کوه بستہ اند روان شده وریاضی را صحب داشتہ وجر وبر سرآن پل بالا نشستہ اند وبشراب مشغول شده ناگاه وار زبان شاہزاده برآمده است سینہ خود را ازین جادر آب اندازد وآن آب ازآن جا بسیار پائین بود و بغرش وطغیان ہمی رفت۔ ریاضی گفت۔ من خود را اندازم گفت۔ نے ، تراتنگی گویم و ریاضی این غزل شروع نموده۔

غزل

آن پری رخسار آمد جانب دل برده رفت	مرغ جانم را بتیغ غمزه بسمل کرده رفت
اہل دل را آن پری زیب غمزه دیوانہ ساخت	عقل را حیران آن شکل وشمائل کرده رفت
رفت آن شمع ما واندخت در جان سوز غم	زرشتہ تن را بہ رنگ پیچ رو مشکل کرده رفت
زلف نقش ما برخسار جہان افروز خود	نور قدسی را چراغ خانہ دل کرده رفت
رفت از ما ریاضی برده داغ مہر او	شکر للہ در جہان مقصود حاصل کرده رفت

چون تمام شد خود را بدست بدست ودر آن آب افتاد۔ شہزاده فریاد کنان برکنار

جوی فرود آمدہ و گفتہ "وے را در گیرند" چون (بیرون) آوردہ اند، رمقے از جانش بقیہ ماندہ بود۔ شاہزادہ گریہ کنان سرش بر زانو گرفتہ، تا وے نرفتہ۔ شاہزادہ اجزاے اشعار وے را بر حال وے وا کردہ است اتفاقاً این غزل برآمدہ (است)

قامتش گر کند ہلاک مرا   زیر سروے کنید خاک مرا

در جاے کہ بادشاہ زادہ نشستہ بود با غنچہ سرو بودہ است۔ وے را در آن جا بخاک بسپردند و گویند مصراع اخیر (این غزل) را شاہزادہ گفتہ (است) بعد از دفن وے۔

شکر للہ کز جہان مقصود حاصل کردہ رفت

واللہ اعلم۔ و ہم خواجہ حسین گفت کہ من آن جوی و پل و باغچہ و دیگر ہمہ را دیدہ ام۔ (انتہی)

صوفی گدا

وے از دوستان خدا بود۔ اگرچہ بحسب ظاہر [illegible] گدا بود، لیکن [illegible] بادشاہ بود۔ و این مصرعہ بر حال وے گواہ بود۔ مصرعہ

"گدا بادشاہ است و نامش گدا است"

و وے را شیخے بود خدای و طریقہ بے ریائی۔ در خبر است کہ محمد [illegible] سلم فرمودہ کہ ہر کہ ختم "لا الہ الا اللہ" را [illegible] بگذراند آن مردہ را مغفرت است۔ وے چند ختم خواندہ موقوف [illegible] چون شنیدے کہ یکے برفت از دنیا، خود آن [illegible]

برداشتے یک ختم بوے گذراندے و فاتحہ خواندے۔ اقامت او اندر مسجد فیروزی بود، یکے از وظائف شبان روزی وے پوشیدہ نماند کہ آنچہ می باید در اعمال ہمین نیت خدای است و بس۔ مصطفیٰ فرمودہ صلی اللہ علیہ وسلم "ان اللہ لا ینظر الیٰ صور کم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و نیاتکم"۔

روزے درمیان جمعے (مجمع) سخنے بے ریای و نیت آن ہمی رفت یکے گفت۔ تصدقے کہ نابینائے دادہ شود بے ریا است چہ وے نمی داند کہ داد۔ دیگر گفت۔ آن نابینا خود می داند کہ کسے بمن دادہ و بآنکس دعاے خیر می کند۔ پس این ہم ریا است و گفت بہ لیکن فقیرے خفتہ باید نہاد۔ دیگرے گفت آن فقیر این قدر خود خواہد دانست کہ کسے بوے دادہ است۔ نہ کہ از غیب رسیدہ است۔ پس حاضران گفتند "این سخن از ہمگنان گفتی"۔ من آن صوفی مدار اہمدران مسجد دیدہ ام۔ پیرے بود بس باقیمت و صاحب ذوق و اہل معنی۔ با نور و صفا و لطافت و نسبت۔ (این) تاثیر یست خاصہ (نسبت خاصہ) خواجہ بیرنگ کہ بالاتر ازان ہیچ نسبتے نیست و آن را باصطلاح این قوم نسبت بیرنگی وبے وضعی می نامند۔ و وے ہرگاہ در حاق مقصورہ آن مسجد کہ در زیر آن دریچہ است خوب صافتر و سبزہ زارے در نظر آمدے، بنشستے و با خود خطے داشتے۔ این شعر خواجہ شیراز ہم بروے صادق آمدے

مدہ چہ ارزند لاف سلطنت امروز — کہ خیمہ سایہ ابر است و بزمگہ لب کشت[1]

---

۱ کہ خیمہ سایہ ابر است و بزمگہ لب کشت۔ از دیوان حافظ

دہر دو صحبت داشتہ اند شیخ الہداد۔ شیخ حسن را روزگارے من دیدہ ام کہ رسالہ لوائح
مولوی جامی را شیخ من می گذرانید و مصطلح مقررہ را نیک می فہمید و در رشتہ تقریر و بیان
نیک در می کشید۔ یک بارے من باوے سنبھل آمدہ ام از دہلی و در راہ از طریقہ
سلوک وے محظوظ شدہ و در بیماری اخیر وے من بعیادت رفتم نیک باہوش و آگاہ
بود و است۔ شیخ من مرا ہمدران مدت سخنان حقائق نوشتہ بود، بوے نمودم، خواند
خوشوقت شد و برفت در سال ہزار و پنجاہ و پنج (۱۰۵۵ھ/۱۶۴۵م) و قبر وے پائین قبر
شیخ ہلالی سنبھلی است۔ شیخ ہلالی مرید شیخ سماء الدین کنبوہ دہلویست، صاحب احوال
عظیمہ بود و مقامات جلیلہ۔ روزے شیخ بخادمے فرمود با این گرد بادے کہ می رود
مبارکبادی از ما بگو و بگو چیزے (از) حصہ ما ہم فرا دہ۔ چون خادم چنان کرد از زمین
آن گرد بادے ظرفے کلان پُر از شیرینی بر جا ماند۔ خادم پیش شیخ خود آورد شیخ بر
حاضران قسمت کرد و بخورد۔ وقتے دیگر یک شخص کہ مشاہدہ این حال کردہ بود
نزدیک گرد بادے رفتہ و مبارک بادے از طرف شیخ گفتہ طلب حصہ کرد۔ از میان
آن گرد بادے تک چند خام شد و وے را نیک بکوفت۔ وے با حال خستہ پیش شیخ
آمدہ و ماجرا باز گفت۔ شیخ گفت آن روز جنے طوی خود کردہ بشادی می رفت تا شیرینی
بداد۔ امروز ماتمے داشت تا اتفاق وانچہ افتاد۔ وفات شیخ ہلالی در سال نہصد و سی واند
است (۹۳۰ھ/۱۵۲۴م) و "شیخ ہادی" تاریخ وے۔ و شیخ سماء الدین از مشائخ
کبار بود صاحب کرامات ظاہرہ و خوارق عادات باہرہ۔ مرید شیخ کبیر الدین نبیرہ
مخدوم جہانیان است۔ وے را در حقائق زبانیست سخت نیکو۔ رسایل تصوف...

مولوی از وے دو بیت خوش کردہ۔ یکے

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات　　تو عین ذات می نگری، در تبسمی

(و بعضے از صلحا پیش سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ بقبول آن مبشر گشتہ اند) دوم

مارا ز خاک کویت پیراہنے است برتن　　آن ہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن

و وے تاریخے نوشتہ است در احوال مشائخ ہند مسمّٰی بہ ''سیر العارفین'' نیک مفید۔ دران جامی نویسد کہ این فقیر بعد از زیارتِ حرمین در شہر ہرے (ہرات) رسیدہ و آنجا اکابر بودہ اند مثل شیخ صوفی از خفاے شیخ زین الدین جامی و مولانا محمد روجی و شیخ عبدالعزیز جامی و مولانا عبدالرحمن جامیؔ و شیخ الاسلام کہ از دست شاہ اسمٰعیل شہادت یافتہ و مولانا مسعود شیرازی و مولانا حسین واعظ و مولانا معین واعظ و مولانا عبدالغفور لاری اگرچہ تمام این بزرگواران باین فقیر خصیت تمیم داشتند فاما تکیہ گاہ من درویش خانۂ مولانا عبدالرحمن جامیؔ بودہ۔ روزے با ایشان در حجرہ نشستہ بودم و ''لمعات'' فخرالدین عراقی درمیان بود۔ ناگاہ مولانا در تعریف شیخ صدرالدین قونوی کہ مسترشد شیخ محی الدین (ابن) عربی است، مبالغہ نمودہ و فرمود کہ این ''لمعات'' نتیجہ برکات التفات آن عالی درجت است کہ شیخ عراقی در قلم آوردہ۔ این وے بیشان بخاطر این درویش راہ نیافت ختم مرتبہ بہ کس پیش حق تعالیٰ نیست کہ از نتیجہ حیثیت نیست۔ اتفاقاً ہمان شب حضرت مولانا مشار الیہ در خواب نمودند۔ (مولانا می فرمایند) کہ گوئی صفہ پرنور است در آن جا شیخ صدرالدین (فخرالدین) بانتہا درویشان نشستہ اند و مولانا فخرالدین (شیخ صدرالدین)

گفت تاریخ من بود نام   بندہ وقتے کہ در میان نبود

اما آن شیخ حسین مرید شیخ عبدالواحد سنبھلی است و وے مرید شیخ فتح اللہ ترین سنبھلی و وے مرید شیخ سلیم (چشتی) فتح پوری قدس اللہ ارواحہم۔ ذکرِ احوال این ہا بجاے خود بیاید و یکے از مریدان شیخ عبدالواحد شیخ محمود صالح سنبھلی بود۔ صاحب وجد و احوال عظیم۔ گویند در اوائل وے را شوق این راہ پیدا شد، جنون آمیز۔ شیخ محمود از اقرب وے کہ صاحب مشرب و اہل این راہ بود و از وے رسالہاست در مذاق صوفیہ و صحبت داشتہ شیخ امان پانی پتی زنجیر بپا انداختہ و وے این بیت مشہورہ را از سرِ ذوق خواندہ

پاے مجنون نہ ہمین سلسلہ سودا داشت   ہر کہ دیوانہ شد این سلسلہ را برپا داشت

پس از آن وے قصد زیارت شیخ خود کرد۔ در آن اثناء شیخ فتح اللہ در خواب بوے گفت۔ "بیا در روضۂ ما و بکار باش"۔ وے آن جا اقامت گرفت و یلقرن بمیش بمراد مقصود رسید و برفت از دنیا در سال ہزار و سی و پنج (۱۰۳۵ھ ۱۶۲۶م) قبر وے نزدیک بروضہ شیخ فتح اللہ است قدس اللہ سرہ۔ این مصرعہ تاریخ وصال وے یافتہ شد

"میاں محمود صالح رفت از جا"

شیخ محمد ہاشم نبیرہ وے کہ جوانیست بفضیلت و اخلاق نیک۔ و بمن آشنا و محبت دارد۔ گوید کہ شیخ حسین در اوائل خواجہ بیرنگ را دیدہ است و پس از آن با شیخ اللہ داد صحبت داشتہ۔ بآخر با شیخ من اخلاص نیک پیدا کردہ۔ وقتے شیخ من

رسیدند سید را بعنوانِ قبلہ گاہی نامہ می نوشتند و حقوق سابقہ را مرعی می داشتند۔ یک مرتبہ درایّام مشغولی سید بسید این نوشتہ

یکے لحظہ ازو دوری نشاید | کہ از دوری خرابی ہا فزاید
بہر جائیکہ باشی پیش او باش | کہ از نزدیک بودن مہر زاید

وفات سید در ماہ ربیع الآخر از سال ہزار و بست و پنج است (۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶م)۔ و ''داد خورد برد'' تاریخ او۔ پدر من در آوان جوانی با سید بودہ است و دارو غہ حوض فرید آباد و سرائے نزد دہلی۔ چون شیخ حسین را وفات نزدیک رسید۔ گفت۔ این شب جمعہ را خواستم کہ بروم امّا نصیب نبود۔ چون شب دوشنبہ رسید گفت وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روز دوشنبہ است اگر درین روز بروم خوشتر است و این بیت می خواند

نفسے درمیان میانجی بود | آن میانجی ہم از میان برخاست

ہمہ اسباب تجہیز و تکفین خود بہوش تمام نمود۔ آخر شب عزیزے کس بخبر وے فرستاد۔ وے گفت ہنوز نماندہ است چون باز آمد برفتہ بود وقت صبح دوشنبہ چہار دہم ماہ رجب از سال ہزار و شصت و نہ (۱۰۶۹ھ ۱۶۵۹م) قبر وے پائین قبر شیخ حسن برادر وے است۔

شیخ بہاء الدین و شیخ اسمٰعیل

باہم قریب اند، ہم اقران اند، از اولاد شیخ شمس و از نبائر شیخ علاء الدین چشتی کہ علماء متین جوہر داشتند و ہر دو در سال نہصد و چہل و پنج (۹۴۵ھ/۱۵۳۹م) برفتہ

دوست بود و او ہم آن چنان (باوے) بل زیادہ۔ وے صاحب ذوق وسماع بود۔
ودر سماع وے تاثیرے بود ظاہر و دل نشین۔ وے عمر دراز یافتہ در اواخر در اوقات
سماع صحیح البدن برخاستے وگشتبازدے و در غیر آن مقعد ماندے و این از خوارق
وے بودہ۔ روزے من وے را دیدہ ام در عرس شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی
کہ بسماع در آمدہ است وخوشوقت است۔ شیخ احمد قاضی کہ ذکر وے نزدیک می
آید، وکریم داد قوال را کہ مردے ظریف بود ہر دو را در آغوش گرفتہ است و ہر سہ
یکسان بسماع در آمدہ اند وحال آنکہ این دو تن اہل سماع نبودہ واز تاثیر (سماع
وے) اکثرے از ما با کہ در گرد و پیش وے ایستادہ بودند گریان و نعرہ زنان با ذوق
بودہ اند۔ وقوالان این غزل مسعود بک را در پردۂ زلف می گفتند

(غزل)

دل خون شدے چشم تو خنجر شدے گر — روم نشدے زلف تو ابتر شدے گر
ہندو بچہ ملک خراسان گرفتے — بارے دو دوے غمزہ کافر شدے گر
پرکار قتنہ دائرہ مہ خشیدے — خط بر رخت از مشک مدور شدے گر
در جنت فردوس کسے پا ننہادے — آن چاہ زنخدان تو کوثر شدے گر
ز قبلہ حرم این دل گمراہ گذشتے — محراب دو ابروے تو رہبر شدے گر
ندر دل من نقش خیالت ننشستے — آن قامت قد تو صنوبر شدے گر
اقلیم دل من ہمہ تاراج نکردے — سلطان غمت مثل سکندر شدے گر
زنقش جہان من خیمہ شدے پاک — نقش تو درین دیدہ مصور شدے گر

مسعود بک از بادہ چنین مست نگشتے
کان لعل دلاویز تو ساغر نشدے گر

و وے نسبت خواجگان خمسۂ چشتیہ محبت تمام داشتے و با مزار ایشان بنیاز تمام رسیدے۔ پوشیدہ نماند کہ ایام وصال خواجگان خمسہ قدس سرہم بہ ترتیب ہذا واقع شدہ۔ خواجہ معین الدین بروز یکشنبہ ششم ماہ رجب از سال ششصد و شصت و سہ (۶۶۳ھ ۷/جون ۱۲۶۵م) (خواجہ قطب الدین دوشنبہ چہاردہم ربیع الاوّل ہم از سال ششصد وسی و سہ (۶۳۳ھ ۴/دسمبر ۱۲۳۵م) شیخ فرید الدین سہ شنبہ پنجم محرم از سال ششصد و شصت و چہار (۶۶۴ھ ۱۲۶۶م) شیخ نظام الدین چہار شنبہ ہیزدہم ربیع الآخر از سال ہفت صد و بست و پنج۔ (۷۲۵ھ اپریل ۱۳۲۵م) شیخ نصیر الدین پنجشنبہ ہیزدہم رمضان از سال ہفت صد و پنجاہ و ہفت (۷۵۷ھ ۱۳۵۶م)۔ شیخ بہاء الدین وظیفہ داشت کہ در شبہائے جمعہ بارواح طیبہ جمیع انبیاء و بروحانیت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب و اولاد و مشائخ و فرق مسلمین از سابقین و لاحقین و جمیع آشنایان خود فاتحہ خواندے۔ چنانکہ اہل حرفہ مثل طباخ و صباغ وغیرہ ذالک آشنایان وے کہ از دنیا رفتہ بودندے، نام زنان ایشان را نام بنام فاتحہ خواندے و این خواندن بدیہہ گشتے۔ آنکہ بدین وے بہ سرائے شیخ علاء الدین چشتی ست (بدلی) تمامی شیخ ... سنبھل آمدہ سکونت گرفت و مدت با خوشی گزرانیدہ بعد از آن بہ رفتن ...

۱؎ اضافہ از نسخہ دوم

(۱۰۰۰ھ ۱۵۹۲م) ونعش وے را بدہلی اندر سرائے شیخ علاء الدین بردہ۔ مدفون ساختند و این مقام را "لاڈن سرائے" می گویند چون کسے از قبیلۂ ایشان از دنیا می رود نعش وے را در دہلی بدان سرائے می رسانند و نزدیک بروضۂ شیخ علاء الدین مدفون می سازند۔ و شیخ بہاء الدین چون در سال ہزار و شصت (۱۰۰۶ھ) برفت، پس از ماہ چند نعش وے را بجائے معہود (در دہلی بدان سرائے) بُردند و شیخ اسماعیل را خبر ن چنین است کہ ترک نوکری کردہ در لاڈن سرائے نشستہ با جمعیت و مروت و خلاق۔ بر من لطف تمام دارد و اکثر با ہم ملاقات است۔ بعد اتمام "اسراریہ" بہ شیخ سماں وے بدہلی رفتہ و در آنجا برفتہ از دنیا در ششم رمضان از سال ہزار و ہفتاد و چہار (۱۰۷۴ھ ۱۶۶۴م) و نعش وے را ہم بسرائے شیخ علاء الدین بردہ مدفون ساختند۔ من تاریخ وے معمہ این چنین گفتم

شیخ اسماعیل چون رفت از جہان — ہرکسش اندر بہشت آسودہ گفت

بود بینا در رہِ دل، ہم دلم — شیخ اسماعیل بینا بود گفت

سید خضر بریلی

درویشی بود صادق و اندرین طریق در محبت و معاملت موافق در قریہ کتھلی از نواحیت بریلی سکونت داشت با فقر او چندی گذرانید با جمعیت۔ من در اوایل وے را در صحبت شیخ خود دیدہ بودم۔ نیک آشنا شدہ بعد دہلی نمودہ و دوران فرصت درویشی زن بود نیز را دیدہ بود بعد زانے معشّق بذکر یا حق شدہ و خدمت وے می کردہ

نظام الدین اولیا قدس سرہ مراجعت نمودہ بمنزل خود می آمد و من با وے۔ ناگاہ
اندر راہ آن شیخ احمد ملاقات کردہ ہمراہ شد۔ شیخ من سخنے از توحید بمیان آورد و از
وے پرسید کہ تو اندرین مقولہ چہ می گوئی۔ وے گفت۔ اعتقادِ من موافق اعتقاد
موحدین سابقین است۔ و چندان اسرار توحید با دقائق سخت نیک، مطابق
اصطلاح این قوم میان در آورد کہ وقت شیخ من خوش گشت و سخنان این علم بسیار فرمود
چنانکہ شیخ احمد محظوظ و معتقد گردید۔ پس از آن شیخ من در تعریف وے مرا این
عبارت گفت۔ این جماعہ است کہ با این علوم غریب (خود را) در کسوت علماء و
قضات پنہان می دارند۔ گمان کس برایشان پے نمی برد۔ و در حقیقت این علم ہم
اوئی را شاید کہ بخوبی اخفا نماید۔ در "رشحات" است کہ حضرت خواجہ احرار می فرمودند
کہ مولانا حسام الدین شاشی جمعیتِ قوی و استغراق تمام داشتند و آثار جمعیت از
ایشان ظاہر بود۔ عجب چشمہائے پُر حال داشتند، ہر چند کسے بے مذاق بودے
معتقد ایشان می شد و ایشان از غایت حرارت جمعیت و غلبات جذبات کہ داشتند،
در زمستان یخ را می شکستند و پاہائے خود را در آب می نہادند و پیش سینہ خود را می
کشادند و آب بر سینۂ خود می پاشیدند۔ و مرزا الغ بیگ ایشان را بتقاضائے بخارا
تکلیف کردہ بود و بزور قضا ساختہ۔ دران زمان کہ در دار القضاء می نشستند و فیصلہ
خصومات می کردند۔ ہمہ صاحبان دعوی می نشستند و کسب جمعیت از ایشان می
کردند۔ من در مجلس ایشان حاضر می شدم۔ در مقابلہ ایشان حجرہ بود کہ من ایشان را
می دیدم و ایشان مرا نمی دیدند۔ آنجا می نشستم و نظارہ ایشان می کردم۔ ہر گاہ در

ایشان چوبکے بدست (داشتہ)، گرد آن جماعہ می گردند بخوشوقتی تمام۔ تا بمن
برسیدند و بدست مبارک خود بازوے من گرفتہ مرا برداشتند و با آن جماعہ برابر
نشاندند۔ ہمان لحظہ ذکر اسم ذات در دل من ظاہر شد و نیک بدل گفتن گرفتم۔ چون
بافاقت آمدم، دلِ من ذاکر بود و مستقیم الحال۔ و جمعیتے بہم رسیدہ۔ چون بسنبھل
آمدم ماجرا را بشیخ مرتضی و شیخ عبدالرحمن گفتم۔ گفتند اکنون ترا احتیاج بہ تلقین
دیگرے نیست۔ در "مقدمہ نفحات الانس" است کہ شیخ طریقت شیخ فرید الدین
عطار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ گفتہ است قومے از اولیاء اللہ عز وجل باشد کہ ایشان را
حضرات مشائخ طریقت و کبراء حقیقت اویسیان نامند و ایشان را در ظاہر احتیاج
بہ پیرے نبود زیرا کہ ایشان را حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در حجر عنایت خود
پرورش می دہند بے واسطۂ غیرے چنانکہ اویس را دادہ رضی اللہ عنہ این عظیم
مقامے بود و بس عالی تا کرا اینجا رسانند و این دولت روے بہ کہ نماید۔
"ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" و ہمچنین بعضے از اولیاء اللہ کہ متابعان
آن حضرت اند صلی اللہ علیہ وسلم بعضے طالبان را بحسب روحانیت تربیت کردہ اند
بے آنکہ او را در ظاہر بہ پیرے باشد و این جماعہ نیز داخل اویسیانند۔ انتہیٰ۔ پوشیدہ
نماند کہ در سلسلہ علیہ نقشبندیہ آنچہ ظاہر است دو بزرگ نسبت اویسی داشتہ اند۔ چہ
تربیت ایشان از روحانیت بزرگے بودہ و این تربیت باطن چون تربیت ظاہر است
در رسالہ قدسیہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ مسطور است کہ شیخ ابوالحسن خرقانی
را انتساب بہ تربیت در تصوف بسلطان العارفین شیخ ابویزید بسطامی است چہ تربیت

ایشان در سلوک از روحانیت شیخ ابویزید است. و ولادت شیخ ابوالحسن بعد از
وفاتِ شیخ ابویزید بمدتے بوده است. و شیخ ابویزید را انتساب در تصوف بامام
جعفر صادق است رضی الله عنه و تربیتِ ایشان هم از روحانیت امام جعفر صادق است
رضی الله عنه. و به نقل صحیح ثابت شده است که ولادت شیخ ابویزید بعد از وفات امام
جعفر صادق است رضی الله عنه. انتهی. شیخ عبدالرحیم را با شیخ من محبت است
خاص و اخلاصے است درست. و شیخ من وے را از نیکوان می گوید و الطاف و
عنایات بسیار بروے می کند. و وے امی است (مگر) سخنان نیک را خوب در می
گوید و نیک می فهمد. تلاوت کلام مجید بقدر فهم خود می کند. در طاعت مستقیم است
و فتوت بلند دارد. من با وے سخت دوستم و مرا با وے تعلقت در خاطر باشد.
تا من لشکری بودم وے لشکری بود. چون من تارک شدم وے تارک شد. و وے
من می گوید. امروز که چون برادر خود دوست ترا دارم. من هم چنین می دانم و
ن گویم. وے گفت. شبے بخواب دیدم که صحرائے است عظیم و از سوئے شهرے
کلان بادشاہے، بہ بہیرے و بشتاب می آید. می گویند بادشاه می آید. چون
نزدیک رسیده. مرا گفتند این بادشاه محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم (اند). من را
ازغایت شوق بر دویده ام و سر خود را بر قدم مبارک آن حضرت نهاده. آن حضرت مرا
را از دستِ مبارک برداشته اند. ریش مبارک آن حضرت سپید است (بعض مو
سپید دارند) و اسپ هم سپید. و هم وے گفت شبے بخواب دیدم که مقامات من بلند

اضافه از نسخهٔ ندوه

وعالی برآمدہ ام۔ درآن جا شیخ عبدالرحمن برد اور خودرا یافتہ ام چون ازآن جا خواست
ام فراترک شدن، برادر گفت۔ بس کن۔ وہم وے گفتہ روزے در واقعہ دیدم کہ
مردے از غیب پیدا شدہ و دست در سینۂ من آوردہ کہ گرد دلِ من برآوردہ و
بیداختہ۔ ازآن باز صفائی تازہ در دل خود ہمی یابم۔ وہم وے گفتہ کہ من دوستے
داشتم فہمیدہ، شبے اندر خواب وے را لقمۂ طعام سیر خوراندم۔ بامداد، وے آمد کہ
امشب در خواب شما مرا طعام مرغوب بدست خود سیر خوراندہ۔ وہم وے گفتہ کہ جوگی
با شیخ جمالی پدر شیخ مصطفیٰ نانائے من آشنا بودہ است و باہم صحبتہا و خوشیہا می
داشتند۔ روزے جوگی بوے آمد و وے از اندرون در حجرہ را بستہ بود و مشغول
نشستہ۔ گفت در بکشای وے گفت، اکنون وقت نیست، بار دیگر آئی۔ جوگی گفت
اگر تو نمی کشائی من می آیم۔ گفت۔ بیا۔ جوگی آن چنان درآمد و بتبختر گفت۔ اگر
خواہی تماشائے بازین نمایم۔ گفت "بنما"۔ جوگی عملے برآورد و خود را بصورت
شیرے مہیب برخاست وقصد وے کرد۔ وے بسیار قوی بود و مردانہ بگلویش در
گرفت و در زیر تن خود آوردہ، تنگش کرد۔ شیر عاجز گشت و امان خواست۔ وے در
گذاشت بصورت اصلی باز آمد و گفت۔ تو خود مرا کشتہ بودی۔ گفت۔ "من ترا نمی
کشتم شیر را می کشتم" چون لمحہ دیگر بدل در گرفت و گفت بیا در صحرا و تماشا بازین
بنگر۔ تاہر دو بصحرا شدند۔ جوگی یک سر ریسمان کلاوہ بدست وے داد کہ محکم بگیرد
خود کلاوہ وا کشان بجانبے شد تا از نظر غائب شد۔ وے سر ریسمان بدرختے درپیچیدہ
وجدا بنشست و نظارگی شد، دید کہ مردمانے از آتش برآن ریسمان دویدہ آمدہ

قہر بر آن درخت زد و درخت را از بیخ برانداخت و بازبان راہ بدرِ بستان برفت۔
وے ہم از عقب رفت، دید کہ جوگی را بند بند جدا ساختہ است و جا بجا انداختہ۔
وے بے دہشت پیش رفتہ و چیز ہائے کہ در جھولئی جوگی بود واست در گرفتہ و بخانہ
آمدہ۔ از آن جملہ آئینہ بود کہ بادلقوہ (مرض لقوہ) از دیدن آن می رفت و ہموے
گفتہ کہ آن آئینہ را من دیدہ بودم در پیش حضرت خود شیخ مرتضیٰ۔

محمد مقیم لاہوری

مرید شیخ احمد سرہندی است۔ در اوائل من وے را در جملہ لشکریان دیدم اندر
لاہور و من ہم لشکری بودم عند الملاقات سوئے لشکریان بوئے می نمودم و از حقیقت
وے و احوال باطن وے غافل۔ تا پس از مدتے مدید چون صحبتے بوے
دست داد۔ وے از شیخ من (مرا) پرسید۔ من از شیخ وے کہ شیخ شیخ من است
(پرسیدم) گفتہ کہ آنچنان بود است۔ آن گاہ از نسبت باطنی وے کہ در نسبت
واختفا داشتہ بود چیزے معلوم شد کہ اکنون نمی توانم تعبیر آن کما ہی بود۔ آن
نسبت حضرات خواجہ ہائے بزرگوار قدس سرہم کہ در نہایت لطافت است،
اشارہ از آن در ذکر شیخ من ہم از شیخ من گذشتہ است۔ من بار معلوم شد کہ حقیقت
کس نباید نمود و با ہمگنان بحسن ظن باید بود

خاکسارانِ جہان را بحقارت منگر | تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

در "رشحات" است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ ذکر فرمودند کہ در اوائل حال بہ

مرا زراعت در گلس بود۔ یک بار غلہ بدست ترک صحرای پیش من فرستادہ
بودند کہ آن را در جائے کنم و من بضبط غلہ مشغول شدم و آن ترک جوالہائے خودرا
گرفت ورفت۔ وقتے کہ واقف شدم، رفتہ بود۔ در باطن من اضطرابے عظیم پیدا
شد کہ از وے دریوزہ ہمت نکردم و نیاز پیش نیاوردم اندوہے عجیب ازین تقصیر در
خود یافتم۔ غلہ را ہم چنان گذاشتم و در عقب وے بتعجیل تمام رفتم۔ وے را در نیمہ
راہ شہر یافتم۔ بنیاز و تضرع تمام سر راہ بر (دامن) وے گرفتم و از وے درخواستم کہ
گوشہ خاطر بمن دارد و نظرے در کار من کن باشد کہ ببرکت تو حق سبحانہ بر من ترحم
نماید و گرہ بستہ من بکشاید۔ آن ترک صحرای متعجب و متحیر شدہ گفت غالباً شما بقول
مشائخ ترک عمل می نمائید گفتہ اند

بر کیم کور سانک خفر بیل و بر تون کور سانک قدر بیل

وگرنہ من ترکے ام صحرای بعایت بے حاصل کہ روے خود را بقفر ورت می شویم۔
ازین معنی کہ شما طالب آید مرا چہ خبر۔ از کثرت نیاز من در آن ترک اثرے و کیفیتے
پیدا شد و دست بدعا برداشت و مرا دعائے چند بکرد۔ بسے کشادہا از دعائے وے
در باطن خود مشاہدہ کردم۔ انتہیٰ۔ ہم در ''رشحات'' است کہ مولوی جامی قدس سرہٗ
می فرمودند کہ (بر) ہمہ گدایان و سپاہیان شفقت و مرحمت می باید نہاد و لقمہ از بدو
نیک دریغ نمی باید داشت۔ نظر دران می باید کرد کہ موجد ایشان کیست؟ جنیدے و
شبیبے را حاجت نیست تا بوے احسان کنند۔ ہیچ عالی ہمتے و پرہیزگارے بگدای
بدرخانہ این کس نخواہد آمد۔ از کجا (دانستہ) است کہ دران زندہ ولباگ دایان

صاحب دولتے نیست۔ واکثر چنین واقع است کہ اولیاء حق سبحانہ سرِّ حالِ خود بصورتِ بے سروسامانی می کنند۔ انتہیٰ۔

من شنودہ ام از عزیزے کہ می گفت کہ می گویند، وقتے درویشے از یاران شیخ سیم فتح پوری قدس سرہٗ عاشق مطربہ شد ونسبتے منفرط بہم رسید پس از روزے چند، امیرے آن مطربہ را با خود گرفت وبطرف بنگالہ روان شد۔ آن درویش از غایت قلق واضطراب پیش شیخ رفتہ، حقیقت حال عرض نمود۔ شیخ گفت فلان روزے کہ در اُردوے بادشہ نشستہ است درفلان جا بروو بوے رجوع کن۔ چون بوے شد وے ہم اولاً استبعاد (استنکار) کرد و رُو نداد۔ آخر چون دانست کہ از کجا آمدہ است، درگوش وے گفت، برو بفلان سرگین گر رجوع کن۔ چون رفت، دید کہ برائے نیم دمڑی با مردے در جنگ است۔ حیران شد۔ آخر حقیقت حال عرض کرد۔ اولاً وے گفت۔ اے درویش میل من بسوی (جنگ من برائے) نیم دمڑی کہ حق من بود (برائے این است کہ) ازین چراغ مسجد روشن می کنم۔

پس از آن نقشے را بر کاغذ نوشتہ بوے سپرد کہ درفلان جا رفتہ بایست، این کاغذ بفلان جانب بنما۔ وے رفتہ چنان کرد۔ برفور بادشاہ جنیان بمر وفے کہ نشستہ بود است بر تخت نشستہ حاضر آمد و پرسید کہ چہ می خواہی وے گفت فلان مطربہ را می خواہم۔ وے حکمے را فرمود تا در ساعت آن مطربہ را حاضر کردہ بادشاہ آن را بدرویش حوالے نمود وے بمراد خود رسید۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

محمد مقیم انصاری سنبھلی

یک قرن بیش است کہ پاے ہمت بدامانِ قناعت درکشیدہ بزاویۂ خویش خوشوقت است و در معاملت مستقیم۔ و در اخلاق یگانہ و اندرین کار راسخ۔ وے گوید کہ من مدتہا بہ شاہ برجندی، مجذوب صاحب معنی صحبت داشتہ ام و بہرہ برگرفتہ۔ وقتے آن مجذوب نسبتِ من گفتہ کہ مردم طعام الوان می خورند و وے خون جگر می خورد۔ این سخن مرا بدل درگرفتہ و نیک کارگر گردید۔ وہم وے گوید۔ روزے آن مجذوب مرا گفتہ کہ "آب بسیار کم خوری" من مدتہا آب مطلق نخوردم۔ وہم باشارۂ وے صوم دہر داشتم و ریاضت کشیدم۔ و وے بر من لطفے وعنایتے بسیار دارد و گاہ با صحبت نیک بمیان می رود۔" وامروز ویست درین شہر کہ حالت فقر را در لباس ظاہر و کسوت عامہ در پوشیدہ۔ و مردم ظاہر بین وے را چون خودشان می پندارند و بوے روی نمی آرند۔ مرویست کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم باصحاب فرمودے کہ تنگ دستی خود را و فقر و فاقۂ خود را از خلق پوشید ید و خود را در میان مردم تازہ و تندرست فرانمائید و بر ہر نعماے او شکر او سبحانہ بکنید و بر ہر بلا صبر ورزید۔ حدیث قدسی است

"من لم یشکر علی نعمائی ولم یصبر علی
البلائی فیطلب ربا سوائی"

بزرگان گویند از مراد خود در گذشتن و بمراد او سبحانہ در پیوستن کاریست بس دشوار و

مراد آنست کہ از جمیع مرادات نومید گردد۔ قطعہ

ایوانِ مراد بس بلند است　　کآنجا بہوس رسیدن نتوان
این شربتِ عاشقیست خسرو　　جز خونِ جگر چشیدن نتوان

از شیخ من است این بیت کہ در اوایل با در صفت نومیدی و نامرادی گفتہ

بجز دریاے نومیدی ندارد گوہر وصلش　　تو خواہی در سیہ دریا نرو خواہی در چمن بنشین

بعد اتمام "اسراریہ" محمد مقیم در ماہ جمادی الآخر از سال ہزار و ہفتاد و یک برفتہ از دنیا (۱۰۷۱ھ/۲۰رجنوری ۱۶۶۱م)

شیخ عبدالواحد سنبھلی

مرید شیخ عبدالواحد سنبھلی است۔ وقتے شیخ وے گفتہ "عبدالواحد عبد واحد است"۔ وے صاحبِ ذوق و وجد و سماع است در اندک نغمہ زودست رفتے۔ در سماع وے تاثیرے بود نیک، عمرے دراز یافتہ۔ من وے را بسیار دیدہ ام پیرے بود مرتاض و در سماع وے صدق و راستی خاصہ بود۔ محمد مقیم انصاری گوید۔ وے گورِ خود را در حیاتِ خود کندہ بود۔ روزے اندران گور در آمد و چون مردہ پا دراز کشیدہ و ساعتے خامش (خاموش) ماند و آرام گرفتہ و باز برخاستہ و آمدہ بحاضرانے کہ منتظر وے بودند گفتہ۔ منزل و ماوای من خوب جائے است و آسائے من این خانہ است و این ویرانہ۔ مصرعہ

عاقبت منزل ما وادی خاموشانست

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم باصحاب فرمودے "کن فی الدنیا کانک غریبٌ اوکعابری سبیلٍ و عدنفسک من اصحاب القبور" وجمیع اصحاب رااعتقاد وعمل برین بود وشیخ عبدالرزاق جھنجھانہ کہ ازمشائخ کبار است مرید شیخ محمد حسن وبے واسطہ از حضرت غوث آعظم مستفید بودہ وگویند سیدے بقید یکے از (امراء) گرفتار بود شیخ اورا دید وضامن شد واورا گفت از شہر بیرون شو۔ کہ من بجائے تو در بند خواہم بود۔ ازین راہ بر سروے محنت با آمد وہمہ راتحمل کرد وخود را ہیچ ظاہر نساخت آخر در عہد بادشاہ عادل جنت آشیانی رفتہ از دنیہ در نہ صد وچہل ونہ (۹۴۹ھ ۱۵۴۳ء) وے مریدان خود را مراقبۂ قبر فرمودے بہ نہجے کہ سررشتۂ آن از اول تا آخرنہ (گسلد) محمد مقیم (انصاری) گوید کہ در بیماری آخر بعہد اواچہ شدم متفکر بود۔ مرا گفت "برآیم، برآیم"۔ گفتم۔ "آخر برآمدنی است لیکن چندے خود بمان ودر یاد دوست بگذران وہم دران بیماری برفت در سال ہزار وشصت داند (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰ء) وقبر وے ہمانست۔ محمد مراد از اقربائے وے می گوید کہ بعد وفات وے را بخواب دیدم باطلعتِ درخشان، کہ نمی توانستم مقابلہ وید، پرسیدم شیخا! حال تو چون گذشت۔ گفت۔ "چہ حال گذشت از یک خانہ برخاستم بدگرخانہ آمدہ نشستم"۔ امروز از وے پسرے ماندہ "کالے خان" نام از عقلائے مجذوبین است، پیوستہ خاموش ومتحیر می باشد۔ وے را باہوش توان گفت نہ بے ہوش ونہ عاقل ونہ دیوانہ۔ من وے را گاہ ہا اندر نماز ہم دیدہ ام۔ وقتے بسماع ہم درآمدہ است بآن شور وبآن حالت دست پسروے گرفتہ

در مجالسِ اعراس حاضر می شود، بگوشہ می نشیند من ہم چون اندر مجلس می نشینم، بیت
طرف می باشم، وے آن جا می آمد و بذوق می باشد و چیزے کہ می گذرانم می بیند، تبسم
می کند۔ وے را گوشۂ خاطریست با من بے توسط قیل و قال وایما و اشارہ [illegible]
وے در خانہ خود ہم سخن نمی گوید، شعور وے ہمین قدر است کہ از خانہ خود (بر آید،)
بیکے باشارہ دست می گیرد و میرود (ببازارے، بدکان تمباکو فروشے [illegible])،
اگر (چلم پُر کردہ می دہد می نشیند و بذوق می باشد و از آن جا بر می خیزد و می رود)،
بجائے کہ (علاوہ این کار) نہ کارے دارد و نہ بارے، کار و بارش این است و
بس۔ این رباعیٔ حکیم نورالدین کہ از نیازمندان شیخ من است و صاحب سخن و
بمن ہم آشنا، بر حالت وے صادق می آید۔ رباعی

تنہا کوے ما خلوت پاس نفس است   از دست بدو [illegible] است
گفتیم رمزے اگر توانی فہمید   در خانہ اگر کس است حرفے بس است

حکیم ہمانا رباعی را در تتبع این رباعی استاد گفتہ است

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است   تعلیم کن ار ترا دست رس است
گفتم الف "گفت" دگر "گفتم" "ہیچ"   در خانہ اگر کس است حرفے بس است

وقتے من ہم رباعی گفتہ ام باتفاق [illegible] شیخ من پسند [illegible]
است۔ رباعی

آنکس کہ بعشق دوست گرفتست بس است   [illegible]

---

۱ اضافہ از نسخۂ ندوہ

بہتر کہ ازین گفت و شنو در گذرم نایافت او یافتم این یافت بس است

بعد اتمام "اسراریہ" کالے خان بیمار شد۔ در وقت احتضار از وے پرسیدند۔ آنچہ می داشت آن نسبت آگاہی داری؟ بسر اشارہ کرد کہ آگاہم بعدہ گفت۔ از پیش ما یکسو شوید و در را واکنید کہ آنہامی آیند یعنی فرشتگان واز روے بشاشت وخوشوقتی برفت از دنیا۔ در آخر ماہ ذی الحجہ از سال ہزار و ہفتاد و یک (۱۰۷۱ھ اگوست ۱۶۶۱م)

شیخ عبداللطیف سنبھلی

وے نبیرۂ شیخ فتح اللہ ترین سنبھلی است۔ طلعت نورانی داشت واخلاق نیک۔ من وے را در ایام صبا دیدہ ام۔ وے نسبت خود بپدر خود شیخ حسن درست می کند۔ وے بپدر خود شیخ فتح اللہ ترین و وے بہ شیخ سیم فتح پوری کہ از مشائخ کبار است۔ صاحب کرامات ومقامات واحوال واہل کمال است۔ و (اہل) ہدایت وارشاد۔ شیخ عبداللطیف رامن در ایام صبا دیدہ ام با طلعت نورانی بود واخلاق نیک۔ و بعد ابتداء توبہ شیخ فتح اللہ و درآمدن سوئے آنست کہ وے شبے در واقعہ دیدہ کہ قیامت قائم شدہ و حشر اجساد است۔ کسیے بیافت بہشت داروادرا بآن طرف می برند و کسیے سزاوار دوزخ است بدان جانب می کشند تا وے را بطرف دوزخ برکشیدہ اند۔ وے الحاح بسیار می کند واز روے عجز وفروتنی واز ماندن انواع معذرت می نماید۔ درین اثنا بیدار شدہ ومتحیر گشت۔ خود را از قیدہ مرقت ری خلاص کردہ داشت، بر آوردے۔ چون درآن ایام شیخ سیم از مکہ معظمہ آمدہ

تنہا از خانقاہ برآمدہ قصدِ آن جا می کردم و بمنزل او رسیدہ نظارہ می نمودم۔ گاہ
بخواہشِ او اندکے نشستن ہم اتفاق می افتاد و باز آمدہ نماز بامداد در مسجدِ شیخ ادا
کردم و ہیچ کس از این معنی مطلع نمی گشت۔ وقتے آخرِ شب بر سرِ (حوضے رسیدم
نزدیک غروب بود و در آب می درخشید مرا خوش آمد بر لب حوض) سنگ بود بر آن
نشستم درین اثناء شیرے بیامد و نزدیک من مانند سگ آب خوردند رفت چہ
پائے او در مقابل ماہ درخشان بود۔ مرا خوش نمود۔ بے ہیچ مہابتے آنچے بدست
گرفتہ بر سر و گوشِ او زدم او گوشہائے خود افشاندہ بصحرا رفت۔ وہم وے گفتہ کہ
وقتے در غلبات شوق از شیخ خود رخصت گرفتہ سر در آوارگی کشیدم تا رفتہ رفتہ
عبدالرزاق در جھنجھانہ رسیدم و گفتم شیخا اگر کارِ رشادِ من توانی کرد بباشم۔ گفت بعد
از سہ روز جواب تو گویم تا گفت باز بہ شیخ سلیم بخشتی پور شو۔ کار تو نزد وے تمام
خواہد شد، آنجا باز رفتم و کار من تمام شد۔ وفات شیخ سلیم در بست و نہم ماہ رمضان
سال نہصد و ہفتاد و ہشت (ن) (۹۷۹ھ ۱۵۷۲م) و شیخ فتح اللہ در بست و ہشت
جمادی الثانی از سال نہصد و ہفتاد و ہشت (۹۷۸ھ ۱۵۷۱م) و شیخ عبداللطیف
در ہزار و بست داند (۱۰۲۰ھ ۱۶۱۲م)

شیخ نجم الدین سنبھلی

از مریدان و اقربائے شیخ محمد مرشد جیون بن شیخ کبیر کلمہ روان است و از او در شیخ

۱؎ اضافہ از نسخہ ندوہ ۲؎ در نسخہ "قتل خانہ" ۳؎ در نسخہ "شیخ" ۴؎ اضافہ از نسخہ ندوہ

کبیر کلہ روان۔ اخلاق سخت نیک داشت و غربت و شکستگی تمام۔ وقتے جہان گیر بادشاہ از وے پرسیدہ کہ وجہ تسمیہ کلہ روان چیست؟ گفت ہر کہ پیش آن بزرگ آمدے چیزے خوردے (خوراندے) از آن (سبب) کلہ روان گویند، وجہ دیگر ہم گویند اما اصح اینست۔ شیخ کبیر کلہ روان با شیخ محمد کلہ روان پدر خود صحبت داشتہ و از مشائخ کبار بہرہ برگرفتہ۔ صاحب احوال و مقامات و خوارق و کرامات بود و ہمت بس بلند داشت۔ وے ہر روز نیت روزہ کردے اگر کسے خوردنی آوردے، نگفتے کہ روزہ دارم و بخوردے، روزے کسے چیزے نزدیک شام آوردہ است وے بے تکلف خوردہ است۔ وے موحد بود و عارف و معاصر شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی۔ ہمانا اوائل شیخ (عبدالعزیز) بودہ است و اواخر [illegible]

شیخ عبدالعزیز در رسالہ "عینیہ" خود این دو بیت از وے نقل کردہ۔

ہیچ می دانی کہ چیزے چیستی یا کیستی　　　در [illegible]

آنکہ می بینی بصیر و آنکہ می شنود سمیع　　　آنکہ می داند علیم و چون بود [illegible]

شیخ نجم الدین باوجود شیخی و شیخ زادگی قدم از دائرہ نیستی و نام [illegible]

روزے کسے در اوائل پیش شیخ من آمد (و در صفت بے خودی) این بیت خواندہ

رہ بے خودی چون راہ بے جد دوست دارد　　　[illegible]

شیخ من بدیہہ این بیت (در صفت فنا) گفتہ

قدم فراز کن کہ بری بہ نیستی پے　　　[illegible]

من شیخ نجم الدین را دیدہ ام۔ ہرگز کسے [illegible]

وفات شیخ در سال نہ صد و شصت و یک است (۹۶۱ھ/۱۵۵۴م) "مشتاقِ حق بود" تاریخ وے۔ و وفاتِ مرشد جہان در ہزار (۱۰۰۰ھ، ۱۵۹۲م) و وفات شیخ نجم الدین در ہزار و چہل (۱۰۴۰ھ ۱۶۳۱م) و قبر وے نزدیک روضۂ ایشان۔ امروز شیخ فتح اللہ پسر وے سجادہ نشین بر قدم ویست۔ صالح و صاحبِ معاملت نیک

شیخ ابدال سنبھلی

وے از فرزندان شیخ جمال بن شیخ الہداد، برادر شیخ کبیہ کلہ روان است۔ نسبت پدر خود شاہ معز الدین درست می کند۔ صالح بود و تالی قرآن، در سفر و حضر مطالعۂ تفسیر و حدیث داشتے۔ اوقات وے معمور بود بطاعت و عبادت و اوراد۔ صحبت وے با صلحا بودہ است و با تقیا، (و) ورائے این بابنا جنس مردم نہ پیوستے۔

چنانچہ گویند کہ صحبت صالحان را تاثیریست قوی کہ بزودی ہم نشینے را بطرف خود می کشند صحبت طالحان را اثریست نیز۔ آن چنان بزرگان سلف اندرین معنی مرحبان را تاکید امری فرمودند (فرمایند)۔ این رباعی خواجہ علی رامتینی (کہ) معروف بعزیزان است۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ اسرارہم بدو واسطہ باشان می رسند بہ نصیحت وے مریدان و مخلصان خود فرمودہ اند کہ

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت   و ز تو نرمید رخت آب و گلت
از صحبت وے اگر تبرا نکنی   ہرگز نکند روح عزیزان بحلت

این (پند) "نزہۃ الارواح" میر حسینی جائے دیگر ہم خواہد آمد و این جا

ہم مناسب است کہ (گفتہ)

زمن جانِ پدر این پند بپذیر | بر وقتہ آک صاحب دولتے گیر
کہ قطرہ تا صدف را در نیاید | نگردد گوہر روشن نتابد
کہ سنگ از تربیت لعل است ویاقوت | چنان اطلس شود از تربیت توت
اگر تاثیر صحبت نیست اے دون | نیاید ہیچ مرغ از بیضہ بیرون
اساس کار وقتے محکم افتد | کہ موسیٰ خضر را پی گرد استاد
چون ممکن نیست رفتن بے دلیلے | بباید مصطفیٰ را جبرئیلے

روزے من در ایام صبا با جمع از ہمسایان پیش شیخ ابدال رفتم "تفسیر حسینی" در میان داشت۔ بر من لطف فرمود و مرا گفت۔ نور از بشرۂ تو پیداست۔ گویند در وقت احتضار وے را بے خودی روے نمود یکے از حاضران گفت شیخ در این وقت غافل چونی۔ وے چشم بشعور تمام وا کرد و بہ ہوش تمام بدین بیت جواب داد

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق | ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وفات وے در سال ہزار و سی واند (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۱ء) است قبر وے نزدیک بروضہ شیخ کبیر کلہ روان۔

شیخ منور سنبھلی

در اوایل نسبت بپدر خود شیخ منصور درست کرد واست۔ آخر الامر با شیخ تاج الدین صحبت داشتہ و بہرہ وافر ہزار گرفتہ عزیزے بود پُر ذوق و محبت و بر سماع تند

معاملت۔ بحسن صوری مائل بودہ است۔ فتوت نیک داشت و اخلاق عالی روش۔ وے یادے از مشائخ سلف می داد۔ شیخ پنجو جدِ وے، گویند (کہ) بسیار بزرگ بودہ، صاحب احوالِ صافیہ و مقامات عالیہ، در علوم ظاہری و باطنی شاگرد عبداللہ طلبنی[1] است۔ سالہاے دراز درس گفتہ۔ در آخر جذبہ از جذبات الٰہی وے را فرو گرفت۔ دست از تعلیم باز داشت و بریاضت و مجاہدات شاقہ مشغول گردید در صحبتِ شیخ علاء الدین چشتی رسید و مرذوق گردید و در آنحالت جذبہ گاہے سر او بہ بالین نیامدہ۔ کیفیت محبت حقیقی بمرتبہ بروے استیلاء یافتہ کہ ہر کہ وے را بدان حال دیدے بے اختیار از دست رفتے و از صحبت وے کیفیتے بے خودی بہم رساندے۔ وے از استماع سرود بتواجد در آمدے و مست گشتے۔ وہم وے شیخ اللہ بخش گڑھ مکتیسری را دریافتہ و صحبتِ سخت نیک در گرفتہ وصیبۂ وے بطلب حق در آمدہ و شیخ اللہ بخش او را در عقد نکاح خود در آوردہ۔ وفات شیخ پنجو، ہفت دہم محرم است از سال نہ صد و شصت و نہ (۹۶۹ھ ۹ رستامبر ۱۵۶۲م) گویند خان خانان بیرم کہ سپہ سالار ہند بود و فاضل، در تاریخ وے گفتہ۔ قطعہ

محیط فضل و عرفان شیخ پنجو کہ چون او رفت عالم گشتہ دل ریش
چو او درویش و دانشمند بودہ شدہ تاریخ دانشمند درویش

شیخ منور را من بسیار دیدہ ام۔ دستار سیاہ بر چہرہ منور وے زیبا نمودے و معنی

---

[1] وحید عصر و یگانۂ زمانہ فاضل بے نظیر شیخ عبداللہ طلبنی ابن شیخ الہ داد عثمانی ساکن طلبن از مضافات ملتان وفات ۹۲۲ھ/۱۵۱۶م "بدیع المیزان شرح میزان منطق" یادگار اوست۔

النور فی السواد "بکشودے۔ وے بر من لطف فرمودے۔ وے شیخ بود
باشکوہ۔ باوقار۔ لباس و دستار رسم آبائے کرام ویست۔ وفات وے در سال ہزار و
سی وہشت (۱۰۳۸ھ/۱۶۲۹م) و تاریخ وے "تاریک شد زمانہ" و قبر وے
نزدیک بہ قبر جدّ و پدر وے۔

شیخ عبدالعظیم سنبھلی

وے پسر شیخ منوّر است و داماد شیخ تاج الدین سنبھلی است۔ اخلاق و مروت عظیم
داشت و اوضاع و اطوار پسندیدہ۔ شبے شیخ فتح اللہ کہ ذکر وے بیاید و من و
یارانِ دیگر بوے شدیم۔ وے بسیار بکرم پیش آمد و قوال پسر خود را حاضر کرد و
طعامے لطیف آورد و پان و خوشبو بسیار و لطیف و تا آخر شب صحبت بس بارونق بود
وے و ما ہم ہمہ (عمر) جوان۔ و درمیان ما جوانے کہ رفیق محبت قوال پسر بود
ہر دو در مجلس حاضر۔ و مفہوم این غزل خواجہ شیراز حاضر۔ غزل

عشق بازی و جوانی و شراب لعل فام — مجلس انس و حریف ہمدم و شرب مدام
ساقیِ شکر دہان و مطربِ شیرین سخن — ہمنشین نیک کردار و رفیق نیک نام
شاہدے از لطف و پاکی رشک آب زندگی — دلبرے در حسن و خوبی غیرت ماہ تمام
بزمگاہ دلنشین چون قصر فردوس برین — گلشنے پیرامنش چون روضہ دارالسلام
صف نشینان نیکخواہ و باادب اہل شعور[1] — دوستداران صاحب اسرار و ندیمان دوست کام

---

[1] صف نشینانِ نیک خواہ و پیش کاران با ادب — دوستداران صاحب اسرار و حریفان دوست کام
(از دیوانِ حافظ)

بادۂ گلرنگ وتیز وتلخ وخوشخوار وسبک نقلے از لال[۱] نگار ونقلی از یاقوت فا

غمزۂ ساقی بہ یغمائے خرد آہختہ تیغ زلف جانان[۲] از برائے صید دلہا گشتہ دا

نکتہ دان بذلہ گو چون حافظ شیرین سخن بخشش آموز جہان افروز چون حاجی قوا

آنکہ این صحبت نجوید خرمی بروے تباہ[۳] وانکہ این عشرت نخواہد زندگی بروے حرا

شیخ مرتضی سنبھلی گوید کہ من در وقت احتضار عبدالعظیم حاضر بودم جوان بود ط

حالے داشت و بدان حال برفت از دنیا در سال ہزار و چہل واند (۱۰۴۰

۱۶۳۱م) بعد از وفات شیخ (عبدالعظیم)، عبدالاول پسروے نبیرہ شیخ تاج الد

سجادہ نشین شد۔ جوانے خوش روے بحیا ومروت بود وصالح با فتوت۔ و برطری

آبائے خود مستقیم۔ وقتے وے را داعیہ سفر حج از خواست و بحرمین محترمین مشرف

شد۔ خلفائے نانائے وے وے را معزز داشتند۔ چون باز آمد بعدے چند

باز بحرمین شد واز آن جا بازمی آمد و در راہ برفت از دنیا در سال ہزار وشصت

ہشت (۱۰۶۸ھ ۱۶۵۸م) وقبر وے در اورنگ آباد است۔

شیخ عیسیٰ سنبھلی

(مرید شیخ بایزید سنبھلی)۔ صاحب ذوق وسماع بود۔ وآثار و برکات از وے نیک

ہویدا۔ مشائخ بسیارے را دریافتہ بود۔ بسال رسیدہ۔ خرد و بزرگ شہر از دعائے

---

۱ ... [illegible]

۲ ... [illegible]

۳ ... این صحبت نجوید خوشدلی بروے ... ... این عشرت نخواہد زندگی بروے حرام

گویند در آخر باوے (معذور) شد۔ در آن ایام وے را بر مرکبے نشاندہ بعرس بزرگے بردند۔ چون قوالان ہمان غزل را گفتند۔ وے بتواجد در آمد و برخاست و رقصہا کرد و گشتبازد و پس از اقامت باز منعقد گشت۔

منقول است کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ در خانہ شیخ علی عسکری بودہ اند۔ قوال این بیت شیخ احمد جام قدس سرہٗ برخواند

کشتگان خنجر تسلیم را — ہر زمان از غیب جانے دیگر است

خواجہ را این بیت در گرفت۔ چہار شبان روز در مستی بودہ و برین بیت ذوق داشت۔ شب پنجم رحلت کرد در شب چہاردہم ربیع الاول از سال شش صد و سی و سہ (۶۳۳ھ/۱۲۶۵م) میر حسن دہلوی در غزلے کہ درین زمین گفتہ است اشارہ باین قصہ کردہ کہ

جان برین یک بیت داد است آن بزرگ — آرے این گوہر کانے دیگر است

کشتگان خنجر تسلیم را — ہر زمان از غیب جانے دیگر است

وقتے کہ مہابت خان کہ تذکرہ بیچ ازوے در ذکر شیخ جلال بستی گذشتہ است۔ حاکم دہلی بود و حضرات خواجگان چشت قدس اللہ سرارہم اعتقاد و اخلاص راسخ داشتہ و در مجالس اعراس آن حضرات بذوق رفتے و رونق افزا گشتے۔ وے ہم اندر آن زمین بیتے گفتہ۔ از آن جملہ است این بیت۔

عاشقان خواجگان چشت را — از قدم تا سر نشانے دیگر است

شیخ صاحب (حد) دہلوی و شیخ شاہ محمد صادق کہ ذکر شان گذشتہ است ہم اندرین

زمین قصائد دارند لیکن درین جا گنجائش آن نیست۔ آن شیخ عیسیٰ ہمسایۂ من
است۔ با پدر من دوستی و اخلاص داشتے۔ من اگرچہ در خدمت وے تلمذ نکردہ ام
لیکن نیازمندی نیک بوے داشتم و وے مرا شفقت و عنایت بسیار فرمودے و نشان
وچند این راہ نمودے۔ وفات وے در سال ہزار وسی واند (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۱م)
وقبر وے نزدیک بقبر شیخ بہاء الدین بوڈلا است۔

شیخ عبداللطیف سنبھلی

وے ہم مرید شیخ بایزید است۔ وہم صاحب ذوق وسماع۔ وفات وے در سال
ہزار وپنجاہ ودو (۱۰۵۲ھ ۱۶۴۳م) است۔ وے حضور و جذب [illegible] شغل
بود۔ ہرچہ از وجہ آن کسب پیدا کردے، صرف فقرا وقت ساختے صاحب حسن [illegible]
با نمودے۔ میل ظاہر و باطن او بحسن صورت و حسن صوت [illegible]
بدانکہ عشق را با حسن صورت و حسن صوت [illegible]
ازلی و موافقتے است ابدی۔ قدر آن را جز [illegible] آن [illegible]
یابند

دلال[1] غمزہ رغبت جانبازان دید [illegible]

مشہور است کہ از اکابر صوفیہ آنکہ بحسن صورت [illegible]
یکے عارف محقق مولانا عبدالرحمن جامی [illegible]

---

۱ دلال: راہنما Guide

کامل مدقق شیخ احمد غزالی، چہارم عاشقِ صادق شیخ اوحدالدین کرمانی۔ چنانچہ در ''نفحات الانس'' است کہ اہل (این) طریقہ کسانے اند کہ در عشقِ مظاہر وصور زیبا متقید اند و چون سالک در بند عدم ترقی باشد و در معرض احتجاب بود (تسکین عارضی از لذت دید صور جمیلہ می جوید) چنانچہ بعضے از بزرگان قدس اللہ ارواحہم از آن استغفار کردہ اند (حالانکہ درین حال متقید ماندہ اند بہ حجاب خیال کردہ) فرمودہ اند ''نعوذ باللہ من التنکیر بعد التعریف و من الحجاب بعد التجلی'' اگرچہ تعلق این حرکت حسی و نسبت باین سالک از صورت ظاہر حسی کہ بصفت حسن موصوف بود، تجاوز نکند و ہر چند شہود و کشف متقیدش دست دادہ بود، اگر آن تعلق و میل حسی از صورتے منتقل شدہ بصورت دیگرے بحسن آراستہ باشد پیوند [illegible] در کشاکش بماند و این تعلق و میل بصورت فتح باب حرمان او رفتہ گفت و خذلان او شود ''اعاذنا اللہ عز و جل و سائر الصالحین (اجمعین) من شر ذالک''۔ حسن ظن بلکہ (بلکہ) صدق و اعتقاد نسبت جماعت اند کہ ہرچون شیخ احمد غزالی و شیخ اوحدالدین کرمانی و شیخ فخرالدین عراقی قدس اللہ ارواحہم کہ بجمال صوری حسی اشتغال می نمودہ اند آنست کہ ایشان در آن مشاہد جمال مطلق حق سبحانہ تعالیٰ می کردہ اند، و (دائما) بصور حسی متقید نبودہ اند۔ و [illegible] نسبت ایشان [illegible] واقع شدہ است مقصود آن بودہ باشد۔ [illegible] آن [illegible] نسازند و قیاس حال خود بر حال ایشان نکنند۔

[illegible]

امّا مولوی جامیؒ حکایتِ شیخ فخرالدین عراقی کہ در ''نفحات الانس'' نوشتہ اند،
اینست کہ۔ چون شیخ فخرالدینؒ[1] عراقی را در خلوت نشاندند واز چلۂ وے یک دہہ
گذشت وے را وجدے رسید وحال بروے مستولی شد واین غزل را گفت

نخستین بادہ کاندر جام کردند ز چشم مست ساقی وام کردند

وآن را بآواز بلندی خواند ومی گریست چون اہل خانقاہ آن را دیدند وآن را خلاف
طریقۂ شیخ دانستند، چہ طریقۂ ایشان در خلوت جز اشتغال بذکر یا مراقبہ امرے
دیگر نمی باشد آن را بر سبیل انکار بسمع رسانیدند۔ شیخ فرمودند کہ شما را ازین ہا منع
است واو را منع نیست چون روزے چند برآمد یکے از مقربان شیخ را گذر بہ
خرابات افتاد شنید کہ آن غزل را خراباتیان با چنگ وچغانہ می گفتند۔ پیش شیخ آمد
صورت حال باز نمود وگفت ''باقی شیخ حاکمند'' شیخ سوال کرد کہ چہ شنیدی، باز گو،

چون بدین بیت رسید

چو خود کردند راز خویشتن فاش عراقی را چرا بدنام کردند

شیخ فرمودند کار او تمام شد، برخاست وبدر خلوت (خانہ) عراقی آمد وگفت ''عراقی
چون اضاعت اوقات در خرافات می کنی'' (وگفت) بیرون آی۔ بیرون آمد وسر در
قدم شیخ نہاد۔ شیخ بدست مبارک خود سر او را از خاک برداشت ودیگر وے را
بخلوت نگذاشت خرقہ از تن مبارک خود برکشید ودر وے پوشانید وبعد از آن فرزند
(دختر) خود را بعقد نکاح در آورد ووے را از فرزند (دختر) شیخ پسرے آمد۔ وے

---

[1] فخرالدین ابراہیم معروف بہ عراقیؒ وفات ۸ ذی قعدہ ۶۸۸ھ ۱۲۹۰ء

شیخ من با مروہہ رسیدہ بود۔ وے را صحبتے خاص و اخلاصے داشت۔ و شیخ من ہم
بروے عنایات کاملہ و الطاف شاملہ داشت و صحبتہاے نیک می گذشت و شیخ مرا
باسید فتح محمد امروہگی (امروہوی) صحبتے مفرط دست دادہ بود۔ آن درزگر غوث
عالم (اعظم) می آید۔ سید شرف الدین امروہہ کہ نسبت خواہر زادگی بسید احمد یار
دارد گوید۔ وقتے من بمرضے گرفتار شدم چنانکہ در جنبیدن مرگ خود را آرزو می
خواستم۔ روزے، وے بعیادت من آمد۔ من او را از روے عجز عرض کردم کہ وقت
دستگیری است وے را بر حال من رحم آمد ساعتے متوجہ نشست و فرمود خاطر جمع دار
کہ بیماری ترا بزود برداشتم۔ در آن وقت دیدم کہ آثار خفت در من پیدا شدہ بہ
تعظیم وے برخاستم و بعد از سہ روز بہ شدم و وے چند روز بہمان بیماری صاحب
فراش بودہ۔ من بعیادت می رفتم، آخر صحت یافت۔ کمال خان امروہگی
(امروہوی) ہمسایہ وے گوید۔ وے مرا فرمودہ بود کہ ہر گاہ ترا مشکلے پیش آید
صورت مرا تصور کن۔ یکبار من در [illegible] صورت وے [illegible]
سید اللہ یار وقت یاری است و مددگاری۔ ناگاہ دیدم [illegible]
عصا در دست از عقب ما پیدا شد و بر غنیم حملہ ساخت [illegible]
افتاد، و بعد از ساعتے دشمن ہزیمت خوردہ (من) بروے [illegible]
وے را باز در وطن دریافتم۔ گفت زنہار راز [illegible]
عالمست و فاضل و در علوم ظاہری و باطنی شاگرد شیخ من (…) [illegible]

---

۱ بن سید افضل بن سید عبد الرحمن۔ [illegible]

امساک باران شد بحدّے کہ عالمیان از باران نومید شدند۔ روزے پدرِ من در خانۂ خود بر چار پایہ نشستہ فرمود تا این چار پایہ در آب غرق نشود، ان شاء اللہ بر نخیزم و متوجہ شد و من طرف آسمان می دیدم ناگاہ قطعہ ابر پیدا شد و بعد از ساعتے بتمام آسمان را گرفت و باریدن گرفت تا صحنِ خانہ پُر از آب شد و چار پایہ غرق گردید و آب تا بکمر وے رسید کہ ناگاہ برخاست۔ آن سال از کثرتِ باران غلہ بسیار ارزان شدہ بود۔

وہم وے گوید کہ چون (جدّ) من سید یحییٰ از بزرگان یکتا بود و از دوستان خدا۔ شیخ اللہ بخش گڑھ مکتیسری ہمین دو کس را خلافت نامہ عطا فرمودہ۔ یکے شیخ تاج الدین را دیگرے جدِ مرا۔ وجدِ من بہ تاریخ بست و پنجم ماہ جمادی الآخر از سال ہزار و دوازدہ (۱۰۱۲ھ ۱۹/نومبر ۱۶۰۳م) در روز وصالِ خواجہ بیرنگ وفاتِ یافت و پدرِ من در سال ہزار و چہل دانند[1] (۱۰۴۰ھ ۱۶۳۱م) و قبر ایشان در امروہہ است و سید غلام محمد اشعار دارد بزبان عربی و فارسی از آن جملہ است این چند بیت غزل

ظهر الحقّ بصور الاشیاء مجمع الصفات والاشیاء

گرچہ بے صورت است و بےچون لیک اوست پیدا بصورت چونہا

گرچہ پوشید خلعت ہستی لَیس غیر لذاتہ الاعلی

ذاتہائے من و تو ذات ویست صفت او صفات ما و شما

اوست دانا بدانش من و تو دانش اوست جملہ دانش ما

---

1 محمود احمد عباسی در تصنیف خود "تذکرۂ عباسی" تاریخ وفات سید احمد پدر در سال ۱۰۲۳ھ جلی نوشتہ شد۔

واین ظاہراست۔ چنانچہ در ''نفحات الانس'' است کہ ''شبلی'' شنید کہ کسے می گفت ''عشرۃ خبز لدانقٍ'' فریادے کرد و گفت'' عشرۃٌ خبز لدانقٍ فکیف الشراء''۔ انتہیٰ۔ (نقل است مشہور کہ گنجشکر خود مے رابرائے سیر (چیزے) فرستادوے نیافت وآمدہ بزبانِ خود گفت) رقص کنان ''نیافتم'' وے از شنیدن این بوجد وسماع درآمدہ۔ و یکے از یارانِ شیخ عبدالمجید شیخ گھاسیؒ امروہی است۔ صاحب معاملت نیک وے منزویست جز بنماز عیدین و جمعہ وطوف (زیارت) قبر شیخ خود بجائے نمی رود۔ من دیدہ ام اندر کتابے کہ درویشے منزوی را پرسیدند کہ دست چہ می خواہد گفت می خواہم کہ ہمیشہ بہ نماز (استغراق) باشم بنماز فرائض بجماعت بیرون نیاید شد۔ واکثر اشتغال آن بمطالعہ مثنوی معنوی مولویست و بدرر غرر معانی آن دریائے مواج غواصی اسرار ومعارف کہ باید شاید می نماید۔

ربائی

غواصی جان گرت گہر می باید غواصے را چار ہنر می باید

سر رشتہ بدست یار جان برکف دست دم نازدن وقدم ز سر می باید

من وے آشنا ام۔ شوق معانی باطن وے درصورت ملیح وے بزاست۔ ہمانا کیفیت مرکوز ضمیر وے برخاطر وے منعکس گشتہ مطابق مثنوی مولوی

چون پری غالب بود بر آدمی گم شود از مرد وصف مردمی

۱؎ [illegible] شیخ [illegible] صاحب کشف [illegible] وخوارق بودہ [illegible] ۹۹۵ [illegible] ۱۲۸۸ [illegible] فوت شد [illegible] (خزینۃ [illegible] ص ۱۱۹) ۲؎ غواصے را کہ از خبر بی بہرہ۔

من درآن فرصت بوے می شدم واز آن عاشقی ومعشوقی بندو پسرے خوشوقت می گشتم ومی دیدم، ادبے کہ شاگرد بنسبت استاد مرعی می دارد، استاد بہ نسبت آن شاگرد داشتے۔ درآن وقت مرا این حکایتِ گلستان بیاد آمدے۔ این است کہ۔

''یکے را از متعلمان کمال بہجتے بود وطیب لہجے، معلم ازان کہ حسِ بشریت ست با حُسنِ بشرۂ او میلے داشت وزجر وتوبیخ کہ بر کودکان دیگر کردے، در حق او روا نداشتے وقتے کہ بخلوتش دریافتے، گفتے قطعہ

نہ آنچنان بتو مشغولم اے بہشتی رو کہ یاد خویشتنم در ضمیر می آید

ز دیدنت نتوانم کہ دیدہ بر بندم وگر مقابلہ بینم کہ تیر می آید

بارے پسر گفت چندانکہ در آداب ورسم دیگران اجتہاد می کنی در آداب نفسم ہم نظرے فرمائی تا اگر در اخلاق من ناپسندے بینی کہ مرا پسندیدہ ہمی آید، بر آنم اطلاع فرمائی تا در تبدیل آن سعی کنم۔ گفت اے پسر این سخن از دیگران پرس۔ آن نظرے کہ مرا با تست جز ہنرے نمی بینم۔

قطعہ

چشم بد اندیش پراگندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

ور ہنرے داری و ہفتاد عیب دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر

شیخ طیب در فن معما دستے تمام داشت۔ روزے قواعد وضوابط آن مرا می آموخت۔ من روز دیگر ہفت اسم معما گفتم۔ بوے نمودم، حیران شد وبسیار تحسین کرد۔ چہار از آنکہ گفتہ بودم ازآن جملہ است این سہ معما۔

گفت کہ آن شیخ طیب وقتے ہمراہ معشوقِ خود بجائے شدہ است آنجا جمعے از ظالمان
بمعاملہ وخرخشہ برآن جوان فرا رسیدہ اند وخواستہ کہ او را در قید کنند۔ درین اثناء شیخ
طیب شمشیر علَم کردہ است و بمیان در آمدہ ومعشوق را سلامت یکسو کردہ و چند کس را
از ظالمان کشتہ وخود نیز کشتہ شدہ ومعشوق وے را ہیچ آزارے وآسیبے نرسیدہ۔
پوشیدہ نماند کہ این چنین وفاداری اندر راہ عشق از غیر آسان نیست۔ درین جا ہم
نقلے از گلستان بیاد آمد۔ منظوم

جوانے پاک باز و پاک رو بود	کہ با پاکیزہ روے در گرو بود
شنیدستم کہ در دریاے اعظم	بگردابے در افتادند باہم
چون ملاح آمدش تا دست گیرد	مبادا کاندران حالت بمیرد
ہمی گفت از میان موج تشویر	مرا بگذار و دستِ یارِ من گیر
درین گفتن جہانے بروے آشفت	شنیدندش کہ جان می داد و می گفت
چو من باشم، نباشد یار جانی	چہ کار آید مرا آن زندگانی
حدیث عشق ازان بطال منیوش	کہ در سختی کند یاری فراموش
چنین کردند یاران زندگانی	ز کار افتادہ بشنو تا بدانی
کہ سعدی راہ و رسم عشق بازی	چنان داند کہ در بغداد تازی
دل آرامے کہ داری دل درو بند	دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند
اگر لیلی و مجنون زندہ گشتے	حدیثِ عشق ازین دفتر نوشتے

و آن تقی الدین امروز در امروہہ ہست۔ مردیست آشناے نیک۔ بشعر ہندی

پُرسید چون رفتی و چرا باز آمدی۔ گفت نیت من موافقِ دین اسلام است، چون بر سر کفار سواری شنیدم گفتم وقت غزا است نہ از آن باز رسیدم، نہ بخوشامد کوشیدم۔ وے شریک غازیان اسلام بودہ تا استیصال و انہدام کفار دار الحرب بوقوع آمدہ۔ پس از آن بادشاہ بہ برہان پور رفت۔ وے ہم رفت۔ باز چون دید کہ لشکر دکہنیان (بدکن) می رود گفت آنجا اکثرے مسلمانند نباید شد و از برہان پور باز باین طرف روان شد بے رخصت بادشاہ و بمنزلے رسید و بیمار گردید و برفت از دنیا در سال ہزار و چہل و شش (۱۰۴۶ھ ۱۶۳۶م) و در برہان پور مدفون شد۔ ملا قاسم اعظم پوری کہ خطیب امروہہ بودہ است مردے نیک و بمن آشنا تاریخ وفات وے "بابے غازی بود" گفتہ است چون ہمہ کارہاے وے مطابق "الحب للہ والبغض للہ" بود از ان لقب وے غازی شد۔ نقلیست مشہور کہ از حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا از خلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پرسیدند کہ حق سبحانہ تعالیٰ در قرآن مجید ستائش آن نمودہ کہ "انک لعلی خلقٍ عظیم" آن چہ بود۔ صدیقہ عارفہ فرمودہ "کان خلقہُ القرآن" یعنی ہر کجا کہ بحسب قرآن لطف بایست نمود لطف می نمود و ہر کجا کہ قہر، قہر۔ او بتمام (آئینہ) اخلاق اللہ بود

بود آئینہ کہ عکس خورشید وجود　　جاوید درو بصورت اصل نمود

در کتاب "سلسلۃ الذہب" است

بود تمام بجز صورت ہمہ کان　　گوہرش بود، خُلقہ القرآن

وے بہ بیجاپور رفتہ بودہ است۔ تا مادامے کہ در آن جا بود بوالی ان جا ہم امر معروف می نمود۔ روزے وے بر دروازہ نشستہ بود و یکے از سلطانیان مغرور ہم آن جا نشستہ۔ در اثنائے سخن وے از آن سلطانی پرسید کہ چہ مذہب داری؟ (وے) گفت۔ من مہدوی ام۔ وے ازین معنی بر آشفتہ و گفتہ۔ مذہب تو باطل است۔ چرا کہ حضرت امام مہدی آخر زمان آمدنی است۔ مہدوی سخنان لاطیل گفتن گرفت۔ وے را خشم غالب آمد و بر دہن آن سلطانی چنان مشتے زدہ کہ دو دندان پیش آن برافتاد۔ شورے و غوغائے برخاست۔ والی از اندرون بر آمدہ وے را در ذیل حمایتِ خود کشیدہ از دست مہدویان خلاص گردانید۔ شیخ عبدالحق دہلوی کہ ذکر ایشان مذکور شدہ نسبت حدوث فتنہ (فرقہ) مہدویہ در زاد المتقین (زاد المتقین) می نویسد کہ من در مکہ بودم از شیخ حمید محدث شنیدم کہ می گفتند کہ۔ وقتے کہ حضرت شیخ علی متقی را مرضے عارض شدہ بود و باشتداد رسیدہ و امتداد کشیدہ بحدیکہ امید حیات بحکم جریان عادت، انقطاع پزیرفتہ بود۔ مردم ہمہ منتظر بودند کہ ہمین ساعت خبر فوت شیخ می رسد، برائے نماز جنازہ حاضران باید بود (وقت) ول روز بود کہ اثرے سکرے و حالتے در ایشان پیدا شد۔ خادم را طلبید و گفتند۔ یا فلان تو گواہی می دہی کہ در بارہ آن چہ بگویم صادقم؟ گفت۔ گواہی می دہم کہ شما در ہر چہ بگوئید بہر چہ خبر دہید، صادقید۔ ہرگز از شما (دروغ) نشنیدہ و ندیدہ ام چنین فرمودند من مہدی آخر زمانم تو تصدیق سخن کن۔ گفت تصدیق کردم و قبول نمودم۔ فرمودند۔ عبدالقادر فاکہی را طلب۔ و این شیخ عبدالقادر فاکہی مردے بود

دانستند کہ امروز شیخ در عالمے دیگر است

عشق ہر جا کہ سر بر افرازد　　پیر صد سالہ را جوان سازد

پس بتکریم ایشان برخاستند و تلطفے نمودند۔ و عادت چنان بود کہ چون ایشان پیش شیخ ابوالحسن بجہت تذاکرۂ حدیث می رفتند۔ شیخ ابوالحسن از سجادہ مسند خود فراتر آمدہ می نشستند و بہ ایشان تذاکرہ می کردند۔ آن روز ایشان را اشارت کردند کہ بالاے مسند بنشستند۔ ایشان بالاتر نشستند و گفتند "اما الیوم فنعم" (الیوم)۔ امروز بالاتر می نشینم کہ روز ما ست امروز عزت ما ست و روز سلطنت ما ست و روز منصب ما ست

ز دہر در دلم غوغا ست امروز　　ز جانان در سرم سودا ست امروز

عدو را ازین معنی خبر نیست　　کہ سلطانِ جہان با ما ست امروز

پس پیش شیخ ابوالحسن گفتند۔ "اتشہدون بان انا المہدی؟" شیخ بغور گفت۔ "شہدنا و صدقنا" پس رو بفرزند ایشان کہ شیخ محمد عسکری (بود) آوردند و مستفسر نمودند۔ شیخ محمد توقفے نمود۔ پس والد ایشان فرمود۔ یا بنی لا تتوقف و صدقہ فان الرجل ذو حال سکران

سخن می گویم ناطق دیگری گوید بگو　　چون نگویم چون مرا دلداری گوید بگو

بعد ازان گفتند۔ "لا تدعوا الناس (ان) نحصل الثانین فتظہرون علی اظہار کلمة اللہ" شیخ ابوالحسن اشارت بخادمان کردند کہ در خانہ بروے ایشان ببندند (چونکہ شیخ ابوالحسن) ایشان گوید این معنی را دریافتند و خود را بیرون در انداختند و دیگر می دیدند (می رفتند) گفتند۔ پیش پادشاہ کہ از جانب سلطان روم

است با معنی شیخ احمد نام، باوے صحبت داشتہ۔ روزے مجذوب بوے گفتہ
ازین جا باز گردد بدہلی شو کہ بشارت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم این است و وے ہم
آن چنان بشارت یافتہ است۔ و مراجعت نمودہ۔ اتفاقاً ہر روز بہر منزلے کہ فرود
می آمد در (ہر) منزل یک شیخ احمد (نامی بودہ است و در دہلی ہم یک شیخ احمد ر
دریافت و بوسیلہ اُو) پیش شیخ علاء الدین چشتی کہ از مشائخ کبار بود و جامع صفت
کرم و سخا بود و بروحانیت حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ رابطہ اخلاص
داشت و وے را "فیل مست" می گفتند (و) وفاتِ وے در چاردہم ربیع الآخر در
سال نہ صد و چہل و ہشت (۹۴۸ھ ۱۵۴۱ام) است، مرید شد و کشائشہا یافت۔
شیخ بوے گفت کہ باکبر آباد رو، وے ابا کرد۔ مکرر گفت۔ برو۔ چون آن
جا رفت۔ شیخ علاول بلاول مجذوبے صاحب حال و کیفیت بود، وے را گفت۔
"دو تیغ در یک نیام نمی گنجد"۔ وے از آن جا بامروہہ آمد و سلوک طریقت ورزید۔
در اثنائے آن (سلوک) جذبہ از جذبات اللہ (الہیہ) وے را فرو گرفت و احوال
عالیہ پیدا کرد۔ وے سالک مجذوب بود۔ باوجود آن دقیقہ از دقائق شریعت فرد
گذاشت نکردے و خوارق بسیار از وے ظاہر شدے۔ مرید گرفتے و بے تکلف
زیستے۔ وفات وے در پانزدہم ذی الحجہ سال نہ صد و نود و سہ یا پنج است و آخر
درست تر می نماید، چہ این مصرعہ تاریخ وے مشہور شدہ۔ مصرعہ

"آہ آہ از شیخ ابن آہ آہ" (۹۹۵ھ)

وے را پسر بودہ است شیخ نور (نور الدین) نام، صاحب ذوق و سماع و اخلاق و

معاملت۔ گویند در وقت سماع، پیراہن وے را پیش سینہ اثرے از آتش رسیدے و
سوختہ نمودے۔ این حرف با کبر بادشاہ رسانید۔ بادشاہ وے را طلبید و گفت۔
پیش ما سماعی باش۔ وے گفت۔ "سماع فقرا در زاویہ فقرا است" بادشاہ ازین سخن
برہم برآمد و وے را در کشمیر بہ حبس فرستاد کہ وے را گرمی بسیار است، سرد شود۔ ازین
امر وے را محنت با پیش آمد۔ پدر من گوید کہ من در آن زمان در کشمیر بودم۔ بدیدن
وے شدم و نذرے نیک با خود بردم۔ خوشوقت شد و مرا پرسید از کجائی؟ گفتم۔ از
سنبھل۔ خوشوقت تر شد بسبب جوار وطن۔ صحبت نیک بمیان آمد۔ من روز دیگر
شیخ محمود بادل را کہ از بزرگان من بود، بردم، ہم صحبت خوش گذشت۔ پس از آن
سلطانیان بوے رجوع آوردند و مرید گشتند۔ چون جہانگیر بادشاہ بتخت سلطنت
نشست، وے را از آن جا طلبید و مہر ورزید و خدمت وزارت و صدارت سنبھل و
امروہہ و مضافاتِ آن بوے عطا فرمود۔ وے بجمعیت تمام بوطن مألوف آمد
و کامیاب گشت و برفت از دنیا در سال ہزار و بست و ہشت (۱۰۲۸ھ ۱۶۱۹ء)،
قبر وے نزدیک بقبر شیخ امن پدر ویست۔ گویند، شیخ [illegible] سنبھلی [illegible]
خلفائے شیخ امن بود صاحب احوال عظیمہ و خوارق [illegible] بود۔ وے روزے شیخ [illegible]
گفت کہ بخانہ شیخ نور پسر تو، ہیچ پسرے نیست توجہ نمائی۔ خدا تعالیٰ [illegible]
اولاد نصیب فرماید۔ شیخ (گفت وے را ہیچ فرزند بنظر در نمی آید۔ گفت [illegible]

---

۱ تاریخ وفات وے یک مرید با خدمش [illegible]
بحوالہ تذکرہ بدر چشت ص ۱۵۴

مطلب از توجہ شما بظہور آید۔ گفت۔ بظہور آید اما در عوض جانے[1]) گفت۔ عوض من گو بظہور آید۔ شیخ گفت در عوض من ہم پسرے دیگر آید۔ در آن وقت نامِ آن ہر دو مخدوم عالم و غوثِ عالم مقرر شد۔ پس آن ہر دو پسر بخانہ شیخ نور (نور الدین) متولد شدند و شیخ در آن نزدیکی برفت از دنیا در سال نہ صد و نود و پنج (۹۹۵ھ ۱۵۸۷) و شیخ عالم کرمانی پس از دو سال در بست و ششم شوال (۹۹۷ھ ۱۵۸۹م) وقبر وے در سنبھل۔ امروز شیخ عبدالوہاب نبیرہ وے جوانیست صالح و اہل ہمت و نیاز مند فقرا۔ مخدوم عالم را من دیدہ ام بزرگ بود، طلعت نورانی داشت و اخلاق نیک۔ روزے دیدم در عرس شیخ امن کہ جماعۂ بسیار در گرد و پیش وے نشستہ و ہر کدام داعیۂ ارادت وے دارد، وے ہر ہمہ را در طریقۂ خود کہ چشتیہ است، مرید ساختہ و بہرہ ور گردانیدہ۔ امروز مریدان خانوادۂ ایشان کہ در ہنگامۂ عرس شیخ امن جمع می شوند ہزاران بل از شمار زیادہ و این معاملہ روز افزونست۔ وفات وے در سال ہزار و پنج دو چہار (۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴م) است۔ امروز محمد عاشق پسر وے سجادہ نشین ویست[2]، جوانیست مقبول، صاحب ذوق و سماع و نیاز مند فقرا و درویشان۔ و خدمت صادر و وارد و فقرا و غربا بر خود لازم داشت۔ غوث عالم بزرگ است با ہمت و قوت، بسخنان صوفیہ آشنا، ہم شیخ من در اوایل شیخی من [illegible] جوانی کہ در ہوائے سید فتح محمد با مرو[illegible] رسیدہ و مدتے

---

۱ اضافہ از نسخہ [illegible] ۲ وفات شاہ محمد عاشق ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷م۔ قبر وے در [illegible] جدا [illegible]۔

گذرانده۔ اتفاقاً سید فتح محمد بر جوانے ''کامل'' نام پسر مخدوم عالم نظر داشته وہر دو
در حسن و لطافت کامل بوده اند وہم عمر۔ شبے سید بدیدار وے شده، ہم اندرون
بخلوتے نشسته شیخ من ہم بر در شان رفته ونشسته لیکن از ادب معشوق خود که با
معشوق خود صحبت داشته درنمی رفت۔ درین اثنا غوث عالم رسیده وشیخ مرا درون
برده و درمیان شان شمع روشن ساخته۔ شیخ من دور ترک بدیدار معشوق بنشسته و
غایت خوشوقت گشته واین دو بیت گفته

دو گل دیدم از گلشن خوبروی — بہم بسته دل فارغ از شور بلبل
یکے بلبل از دور می گفت بادا — نگہدار آن ہر دو گل حافظ کل

وپس ازآن این رباعی ہم در ہمان حالت بر معشوق گفته۔ رباعی

تا چند براه دیگران بنشینی — غافل که به [illegible]
عاشق شده بگل رخے پندارم — در چہره او [illegible]

وہم در صفت آن معشوق اشعار بسیار گفته است۔ وسخنان [illegible]
ازآن جمله است۔ رباعی

اے شاہِ فتا (فتح) که سرورِ شاہانی — [illegible]
چون حُبِّ رسول [illegible] جان [illegible] — چون [illegible]

وقتے شیخ من در دہلی بود۔ سید (فتح محمد) از [illegible]
ایام طوی من نزدیک رسیده است [illegible]
قوی داشته وغدر تا رسیدنی این قطعه نوشته۔ قطعه

اے آن کہ از کمالِ کرم نزد حضرتت گیرد گناہ و عذر گناہ رنگ یک دگر

گفتی بیا بہ محفل ما و قضا نہاد بندے بپاے من ز جنبش نماند اثر

تیغ قضا نہ عذر بود کار میدہ است در حکم تو ہزار قضا و دو صد قدر

لیکن اگر بگوشِ قبولت دہیش جای آرد زبان شاعریم عذر مختصر

شابا منم، جدا ز درت جملہ در دوغم غم را کجا بہ محفلِ شادی فتد گذر

وآن سید فتح محمد را با برادر کلان خود سید عبدالرزاق عجب اتفاق واتحی دو محبت بودہ و ہر دو در یک سال ہزار و شصت و یک (۱۰۶۱ھ/ ۱۶۵۱م) برفتہ اند" اتفاق برادری بین" تاریخ ایشان است کہ شیخ عبداللہ امروہگی (امروہوی) گفتہ و من این قطعہ گفتم۔

قطعہ

سید عبدالرزاق و شاہ فتاح چون بسالے بزیر قبر بخفت

سال تاریخ شان خرد مندے اتفاق برادری بہ بین گفت

وآن غوث عام، امروز در خدمت فقرا و غربا و اکابر واصاغر کمر ہمت بربستہ و راسخ ایستادہ است و عفت بردباری و خاکساری وے زیادہ از انست (کہ در بیان در آید)۔ چنانکہ بے قدری کہ اندرین زمانہ شائع است، جہلا از ہر سُو بر می شند و دشنام قبیح صریح بوے می دہند و وے ازین کار با تنگدل نمی شود بلکہ خوشوقت تر بر می آید۔ من بوے بسیار آشنا ام و وے بلطف تمام مرا فرا پیش می آید۔ روزے من دیدم در ہنگامہ عرس شیخ اتن کہ ہزاران فقرا و درویشان و خلفا و مریدان و معتقدان

ایشان جمع می شوند و آن جماعت بہجوم کثیر و جمع غفیر پنج شبانروزہ چہ سرورے خوش
دل داشتے و چہ مجلس دلکشے و وے را جمع کشان کشان پابرہنہ می بردند و وے خود را
بطور شان سپردہ ہمی رود من گفتم کہ شیخا! بکارے و خدمتے کہ ترا می برند مرا فرمائی و
از چنگ آنہا خلاص شوی۔ گفت "نہ من کار کہ این ہا نیک می سازم" پس من بآن
جماعۃ گفتم کہ وے را بگذارید و آن کار از من خواہید۔ گفتند "نے ما وے را بدکان
ہمارے می بریم و می فرمایم وے خریم و می خوریم۔ آخر نگذاشتند و بردند بکار خود۔
امد عا کردو من و یارانے کہ با من بودند و دیگر نظارگیان حیران شدند۔ چہ این
چنین تحمل از دیگر صورت نہ بندد، و من بر آن جماعہ این دو بیت گفتم۔ رباعی

این ملحد گان کہ سر برافراشتہ اند — خود را بخودی موحد انگاشتہ اند
بے قیدی شان شور و شر و حرص طمع — جز قید مروت و ریش نگذاشتہ اند

واز آن روز بہ یقین دانستم کہ مخدوم شدن آسان است و خادم شدن و شیخ بودن
سہل است و مرید بودن عین کار۔ در "رشحات" است کہ خواجہ احرار قدس سرہ
می فرمودند کہ اہل ارادت بغایت کم اند، بدین تقریب گفتند کہ شیخ یکے از
اکابر (کسے خود) فرستاد کہ اگر مریدے صادق نشان دارید برائے من بفرستید۔ آن
بزرگ در جواب گفتہ فرستاد کہ این جا مرید کم است اما بہ چند شیخ می خواہید [illegible]
شما بفرستم۔ انتہی۔ و فی الحقیقت خادم عین مخدوم است و در [illegible]
الفقراء نقلے گوییم کہ بہتر از آن ہیچ نقل نباشد و سندیست مر ہمہ اہل این راہ را
و آنست کہ مرویست کہ وقتے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بر خانہ

دارالحرب لشکر کشیدہ بودند و نزدیک بقریہ غنیم رسیدہ۔ روزے آن حضرت از لشکر
گاہ تنہا بصحرا در شدند و ہیچ یکے را باخود نبردند تا رسیدند بر سر حوضے و طہارت
ساختند۔ درین اثناء جاسوسے از غنیم بدان کنارہ (صحرا) آمدہ و آن حضرت را از
دور دیدہ باخود گفت کہ این مرد نیک بنظر می نماید، بہتر کہ احوال و کیفیت لشکر را از
وے تحقیق کنم تا بنزدیک آمدہ و از آن حضرت پرسیدہ کہ سالار این لشکر کیست؟
چہ نام دارد۔ فرمودند "خادم این لشکر منم" وے گفت۔ من سرور لشکر را می پرسم نہ
خادم را۔ باز ایشان فرمودند کہ "خادم این لشکر خود منم"۔ سوم بار ہم ہمین سوال و
ہمین جواب شد۔ باز وے پرسیدہ کہ ہیچ وقت بدین لشکریان آنچنان ست کہ از فکر
واندیشۂ وغم ورنج (لشکر غنیم) غافل می شوند۔ فرمودند (صلی اللہ علیہ وسلم) "
آرے وقت نماز بامداد ہمہ اہل لشکر در یکجا می شوند و از کار لشکر غافل می گردند"۔
بعد ازان آن حضرت بلشکر گاہ تشریف آوردند۔ جمع صحابہ کہ در کنار لشکر ایستادہ
انتظار قدوم میمنت لزوم می کشیدند پرسیدند کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شخصے
دیگر را ہم بنزد شما از دور می دیدیم چہ کس بودہ است۔ آن حضرت ماجرا باز فرمودہ۔
اصحاب عرض کردند یا رسول اللہ آن جاسوس بودہ از طرف غنیم آمدہ، خبر گرفتہ و بر
قول شما اعتماد داشتہ و آگاہ کردہ وقت نماز جماعہ غنیم بر لشکر ما خواہد ریخت و کار خود
خواہد کرد۔ آن حضرت از شنیدن این حرف با اصحاب بمشورت نشستند و مقرر
کردند کہ نماز بامداد را بوقت اول صبح باید ادا کرد۔ بعد انفراغ نماز لشکریان بطور
معہود بر لشکر خیمہ دار کردند۔ آمد آن جاسوس را کہ از مشاہدہ دیدار مبارک و از سخنان

به از ویست. در سال هزار و بست و نه (۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰م) پدر من و شیخ یحییٰ نانائے
من و من باکبرآباد شدیم و در گوشه صحن مسجد شیخ عبدالواحد نزول کردیم و چند روز
باشیدیم و هر روز شیخ حسین را می دیدم. وے بنسبت سنبھل که وطن اصلی ویست و
بصفت خلق و کرم ذاتی خود سلوک نیک می ورزید و صحبت ہائے خوش بمیان می
گذشت. روز جمعه اندران مسجد خطیبے خطبه می خواند درست آہنگ تخت نیک
وسخنان شوق انگیز در اثنائے آن. یکے از مریدان وے راوقت خوش گشت و نعرهٔ چند
بلند نمود و شورش بسیار آورد. از مشاهدهٔ این حال وے برآشفت و باشارهٔ [illegible]
منع فرمود. وے ساکت شد. مرا این سکوت وے از آن شورش خوش آمد. در
"رشحات" است که نعره زدن علامت غفلت است، زیرا که نعره وے زند که بمعنی
(احیانا) حاضر شود. اگر همیشه حاضر باشد هیچ نعره نزند بلکه حضور و آگاهی موجب بقا
و شهود است. در آن مقام نعره زدن نمی باشد. کسے که نعره می زند حکم چوب دارد که
درمیان آتش فتد و تا نمی باقیست آواز می کند

[illegible] نیست [illegible] می پزد درست

هم در "رشحات" است. خواجه احرار قدس سره که بیان وقت سماعیت می کردند،
[illegible] منع می فرمودند. چون کسے را می دیدند در حالت مستی نعره میزند اورا مخاطب
ساخته می فرمودند "نعره مستان که نزدیک است" [illegible] هم در "رشحات" است که
مولانا [illegible] الدین [illegible] می گفتند که روزے همراه حضرت مولانا سعد الدین
کاشغری قدس سره بمجلس [illegible] خواجه شمس الدین کاشغری قدس سره رفتیم. ایشان

جامع رو۔ آن جا عزیزیست کہ با جمع اصحاب گاہے در دہلیز مسجد جامع صحبتے می دارند ایشان رانیز ببین۔ غالب آنست کہ صحبت ایشان ترا در خور افتاد۔ برہمان قدم روے بدرِ مسجد نہادم۔ اتفاق حضرت مولانا با جمعے از عزیزان درِ دالانِ مسجد نشستہ بودند سکوت کردہ۔ من بیرون در ایستادم و تکیہ بر دیوار کردہ در ایشان می نگریستم و سکوتِ ایشان می دیدم و از حلقہ ذکر شیخ صدر الدین و غوغاے اصحاب وے می اندیشیدم و با خودی گفتم کہ آن فریاد و اضطراب چہ بود و این سکوت و آرام چیست؟ ناگاہ حضرت مولانا سر برآوردہ مرا گفت۔ برادر پیش آی۔ من بے خود پیش رفتم۔ مرا پہلوے خود نشاندند و فرمودند۔ "اگر بندۂ یا نوکرے پیش شاہرخ مرزا ایستادہ باشد و دایم در پیش وے بہ بانگ بلند ہمی گوید" شاہرخ، شاہرخ بسے بے ادبی (است) و بے سری ست ادب آنست کہ نوکر پیش بادشاہ و بندہ پیش خواجہ ساکت حاضر باشد، فریاد و غوغا نکند۔ پس این بیت خواندند

کار نادان کوتہ اندیش است یاد گیرد کسے کہ در پیش است

ملا محب علیؒ (تتمہ)

بزرگیست با قیمت و قدر و نیت راست و درست۔ وے اندر کارہاے خداے یگانہ بود۔ و اوضاع و اطوار وے بس بے تکلفانہ بود۔ صحبت داشتہ شیخ تاج الدین

۱؎ اصلش از بھکر است، از سند بہ ... آمدہ، بعد محب علی سندھی اشتہار یافتہ از جرگۂ نوشان ... خدمت بودہ ... پادشاہ جہانگیر پادشاہ است۔ (ریاض الشعرا، ص ۲۶۲)

فرمودند کہ پیش یساول رَو، نیامدی واکنون کہ آمدی، صورت وطور مرا (مانع) ساختی و برگشتی۔ (درنگ کردن تو بسیار غیظ بودہ و بسیار منکر بودہ) آن عزیز را ندامت شد و استغفار گفت۔ بعد ازان گفت۔ مشکلے تو اینست وجواب مشکل او گفت۔ آن بزرگ پرسید کہ بسببِ کدام عمل حق سبحانہٗ تعالیٰ ترا باین دولت مشرف گردانید۔ گفت بسبب آنکہ ہر صباح بر در خانہ بادشاہی آیم ہمت من آنست کہ ہر نامشروع وظلم کہ بینم دفع کنم وراحتے بمسلمانے رسانم۔ اگر میسر شود شادی شوم وحق تعالیٰ راشکر می کنم واگر میسر نمی شود غم خورم وصبری کنم۔ بسبب این دو کار حق تعالیٰ مرا باین شرف مشرف گردانیدہ است کہ تو وصد ہزار مثل تو بمن محتاج اند۔ انتہیٰ۔ گویند۔ روزے (قلندرے) بمحب می گفتہ کہ "اے فلان اگر خواہی بخداری، برو دیگے از طعام لذیذ پز و بر دستار خود بند و درین جا بیار۔ وے رفتہ دیگ را خود پختہ وبدان شانے کہ داشتہ، دیگ سیاہ بر سر خود کردہ وآوردہ و بآن قلندر خوراندہ۔ وے را اشعاریست بلند پایہ و فصیح۔ از آن جملہ است این سہ ابیات مشہور

یکے عکس خورشید در آب دید	قلندری بر سرش لام فائی کشید
چون از جنبش باد درہم شکست	بغواصی (آمد) کش آرد بدست
فرو رفت تا بہ بکام نہنگ	ترازوے را ہمین است سنگ

وے را اشعار ہندیست بزبان پنجابی از آن جملہ است این شعر ہندی

عاشقان ایہہ ولی تار نورسی	جنے سر جوکا مورے تہ منیہ آئی

اصل قلمی نسخہ ... دوان بہ ہوش ... تید ... نسخہ مدہ [illegible]

من وے را یک بار دیدہ ام (در) دربارِ بادشاہ، صاحب قران ثانی۔ و زا وضاع (مطبوع و خوشنمائے) او محظوظ و مسرور گشتہ۔ وفات وے در سال ہزار و چہل واند است (۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ م)۔

شیخ دوست محمد سندھی

از دوستانِ خداست۔ مرید شاہ ابوالمعالی قادریست۔ [illegible] مشائخ بسیار را دریافتہ و بہرہ مند و مرذوق گشتہ۔ وے جزوے چند از [illegible] صوفیہ خصوصاً حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہم با خود داشتے و [illegible] برخواندے و مرا گفتے۔ فلانے طالب این راہ را باید کہ پیوستہ [illegible] خواندہ باشد۔ در جدائی دوستان او سبحانہ ہیچ [illegible] احوال و حکایات دوستان او سبحانہ نیست۔ من [illegible] شیخ خودی گذرانیدم بوے گفتم، الحق ہمچنین است۔ [illegible] برخواندم بسیار خوشوقت شد و بعضے ازان این است کہ چون [illegible] ذوق و حالست نہ از حفظ و قال "چنانکہ اہل بصیرت گفتہ اند [illegible] برھانه الاطهر" و یقینے کہ اہل بصیرت را [illegible] اقویٰ و اعلیٰ بود از یقینے کہ از مشاہدۂ خوارق عادات باشد [illegible]

موجب ایمان نباشد معجزات [illegible] بوے جنسیت [illegible] جذب [illegible]

معجزات از بہر قہر دشمن است [illegible] بوے جنسیت [illegible]

وچون سخنانِ این طائفہ از تجلی کلامِ الٰہی بود، صفت آن سخن را در بیان نتوان آورد۔ یکے از کبرائی گوید کہ "الحمدﷲ الذی جعل الانسان الکامل معلم الملک و اعلیٰ تشریفا و تنیئلاً بانفاسه الفلک" و باین ہمہ بعضے از منکران قرآن را "اساطیر الاولین" خوانند (گفتہ اند) "یُضِلّ به كثيراً و يَهدی به كثيراً"۔ پس سخنان این طائفہ "کَنِیْلِ مصر اندماءٌ للمحبوبین و بلاءٌ علی المحجوبین"

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست	وآنکہ دیدش نقد خود مردانہ ایست
نیل آبست و بقبطی خون نمود	قوم موسیٰ را نہ خون بُد آب بود
دشمن این حرف این دم در نظر	شد مخلّد سرنگون اندر سقر
رو مردی راز جوی (و) راز جوی	جان فشان و خون گری باز جو

بعد از تصفیہ دل از شواغل و علائق و عوائق و بر قدر تامل بسیار در سخنان ایشان فہم معنی حقیقیہ گردد، و جمال حقیقت فہم روے نماید بآن کہ سخنان این طائفہ کہ از علم وراثت عبارت است نہ از علم درس و دراست و بیان از ظہور نیست کہ ہر چند سخن در آن از آن طور بیان علم و عبارت ذوق و اشارت سخن گفتہ اند۔ حقیقت شرح او کے توانست گفت۔ "وما قدروا الله حق قدره (القرآن) ما زاد بيانهم غير ستر فانّ الاعراب عنه بغير ذائقة سترٌ والاظهار بغير وجد اخفاءٌ" مقصود و نیز ہمان جز تشنجی و تشویقی بیش نبود۔ زیرا کہ این فن سخن طلب حیات و قوت دید ہمت ایشان قوی گرداند و اگر کسے را در سر پندارے بود در ہم

علی الکثیر. والجرعة مبنیٌ علی البحر القدیر ـ وقدوۃ اکبار شیخ بزرگوار شیخ عبدالرحمن سلمی نیشاپوری[1] (مصنف حقائق تفسیر وصاحب طبقات مشائخ اند[2]) قدس اللہ ارواحہم وغیرہما۔ در کتاب "طبقات" از ہر یک ازان کبار مقدار بست سخن کما بیش ایراد فرمودہ اند۔ وبہ ہمان مقدار صاحب نظر الوالابصار واہل بنیش و اصاحب دل سیرت بطریقت وعلم وحال آن بزرگوار گردانیدہ اند ودر آن چند سخن بیان بعضے از علوم ومعارف ایشان است کہ اساس سیر وسلوک برانست "وَلَنَا فِیہ اُسوۃٌ حَسَنۃٌ فی تقلیل الکلام مع الدلالۃ علی المرام" حاصل آنکہ۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام ‏ ‏ ‏ پس سخن کوتاہ باید والسلام

شیخ داؤد بن شیخ صادق گنگوہی

وے نسبت بہ پدر خود درست می کند وجانشین پدر خود است، از نبائر شیخ عبدالقدوس (گنگوہی) است۔ صاحب وجد وسماع است۔ اخلاق نیکوان دارد وہمت وفتوت نیک۔ مستقیم است اندر معاملت۔ بسیار مردم از صحبت وے مرزوق اند۔ گویند وے دوازدہ سالہ بود کہ طلب این راہ بدل وے پیدا آمد۔ (خواست کہ ذکر و طریقہ بابے خود فرا گیرد) پدر وے وعزیزان دیگر گفتند۔ اول چیزے بخوان، آنگاہ بہ سر کار آئی۔ وے بجد گفت ذکرے را بفرمائید کہ می کردہ باشم، پدرش گفت

---

۱ شیخ طریقت ابوعبدالرحمن محمد بن الحسین السلمی نیشاپوری وفات ۴۱۲ھ ۱۰۲۲ء مصنف "طبقات صوفیہ" ۲ ۳ [illegible]

استادان۔ روزے وے عرس شیخ عبدالقدوس کردہ بود، در دہلی۔ و شیخ مرا دعوت
کرد۔ شیخ من مرا و یارانِ دیگر را با خود برد۔ مجلس نیک ترتیب دادہ بود۔ آخر وے
بسماع و ذوق در آمدہ باداے زیندہ و گشتہا زدہ و در آن اثناء سخنانے کہ بمرتبۂ
وحدت تعلق داشتہ باشد گفتن گرفت و ہر چہ گفتہ ذوقیات گفتہ و از تاثیر سماع وے
اکثرے از یاران وے در سماع بودہ اند و ہمان مغنی رتابے غزل ہمی گفت و رباب
نیک می نواخت۔ آن روز شیخ من و درویشان شہر کہ آن جا حاضر بودہ اند خوش
وقت گشتہ اند۔ گویند پدر وے شیخ صادق اہل کمال بودہ و صاحب ذوق و وجد و
حال۔ و بسیارے از یاران وے احوالِ نیک داشتہ اند۔ وفاتِ وے در سال ہزار
و پنجاہ بودہ است (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م) روزگارے عشرت خان کہ از اولادِ دختری
حضرت خواجہ احرار است قدس سرہ حکومت دہلی داشتہ در سال ہزار و چہل و ند و
با شیخ من نیک نیازمند بودہ و شیخ من ہم بدان نسبتِ پیرزادگی بوے اخلاص دوستی
پیش می آوردہ و صحبت بوے نیک می گذشت۔ من ہم آن جا بودم۔ روزے خان از
شیخ من پرسید کہ اندرین عرصہ شیخ کامل کہ از صحبتِ وے بہرۂ این راہ توان
گرفت ہست؟ شیخ من گفتہ کہ باعتقادِ من دو کس است۔ شیخ الہداد خلیفۂ خواجہ
[illegible] در دہلی، و شیخ صادق نبیرۂ شیخ عبدالقدوس در گنگوہ۔ و شیخ عبدالقدوس از
اکابر مشائخ ہندستان بودہ است صاحب کرامات و مقامات و احوال صافیہ و اطوار
سنیہ۔ وفات وے در سال نہصد و چہل و پنج (۹۴۵ھ ۱۵۳۸م) است۔ و وے
رسالہاے ذوقیات دارد مثل "انوار العیون" مرتب بہفت فن و غیرہ ذالک از آن

وے مدتہا در صحبتِ شیخ خود گذرانده است و ذکر سلسلہ شیخ را بحدے وتعینے کہ مقرر
است باتمام رسانده است۔ شیخ وے ازین جہت کہ وے ریاضاتِ شاقہ و
مجاہداتِ شدیدہ می کشید و بہ نسبت مریدان دیگران کار را فراتر کی می رسانید، وے
را نیک ستودہ و می فرمود کہ وے از مہین یارانِ من است و مہین منتسبان من۔ وے
گوید من در اوایل از وطنِ خود کہ نزدیک پشاور است، درمیان قوم یوسف زئی از
صِبا دایم بطلب علم برآمدم۔ بلاہور رسیدم و شروع علوم ظاہری نمودم و ہمراہان من
اندر آن ایام جوانی بلذات جوانی درافتادند و با من مخالف شدند۔ درآن اثناء مرا
شوق این راہ بدل درگرفت و حالت مستی استیلا آورد و جابجا در طلب بزرگے کاملے
می گردیدم تا بنور رسیدم و ملازمتِ شیخ آدم بنوری نمودم۔ روزے آن جناب نام مبارک
اللہ بہ یان آمد و مرا تواجدے و حالتے بدل پیدا آمدہ بروے درافتادم و بے خود شدم و
چون باز آمدم ہم از حالت مستی برنہ آمدم و در جوش و خروش می گذرانیدم۔ روزے
یکے از یاران شیخ از حد زیادہ (تعریف) کردو مرا گفت ترا پیش شیخ صادق بگنگوہ باید
شد غالب کہ صحبت وے ترا در گیرد و من ہم در واقعہ دیدم کہ بزرگے سفید ریش نورانی
طلعت مرا می گوید کہ پیش ما بیا۔ من گفتم۔ شما را نمی دانم گفت۔ ما را ناظر محمد می گویند۔
چون من بگنگوہ رسیدم شیخ را کہ در واقعہ دیدہ بودم بشناختم و بپاے وے درافتادم و گفتم
شیخا! شما را شیخ صادق می گویند، لیکن آنچہ در واقعہ نام خود ناظر محمد فرمودند، چونست۔
گفت بدان عالم نام ما ناظر محمد است و من مرید شدم و مستی و کیفیت من از انچہ بود ہیچ
کم نشد۔ گاہ با صحو اُمدی شدم و مستانہ می گردیدم و باز می آمدم۔ روزے بجنگلے در

شدم و سه شبانہ روز بالاے درختے سوار ماندم۔ شیخ پسر خود شیخ داؤد را بر من فرستاد۔ اولاً من از راہ حالتِ مستی ندانستم کہ کیست؟ چون افاقتم شد، خود را از درخت بزیر افگندم و پیش شیخ آمدم و در اندک فرصتے کار ما با تمام رساند۔ روزے شیخ مرا خواست بجاے رخصت کند، پسر وے بدہلی اشارہ کرد۔ گفت وے شورشے مجذوبانہ دارد، آنجا صحبتِ عزیزان راست نخواہد آمد۔ آخر گفت بر روے آب گنگ برو کہ تصرف ما تا آن جاست۔ تا من ہمراہ او بآباد رسیدہ اقامت و استقامت گرفتم و از ان باز نیز نرفتم و این بعد وفات شیخ صدق بودہ۔ من وے را بسیار دیدہ ام بر من لطفے دارد۔ روزے وے را در خانقاہ خواجہ قطب الدین و عرس خواجہ معین الدین قدس اللہ اسرارہم، در سماع دیدہ ام۔ مثلے چیلے دمان کہ بمیدانے در گیر آیدہ از نہد سہ سال خود رامی کشید و نگاہبانان خود را بخود می ربایید۔ و زخمے در مخلوق وے تخت رسیدہ، خون بر رخسارہ اش دویدہ و پیراہنش را بخون آلودہ کردانیدہ و شیخ ... وے بودہ است تا آخر سماع۔

شیخ فرخ نارنولی

وے نبیرۂ شیخ نظام نارنولیست و منظور نظر شیخ شدہ ... بودہ۔ صاحبِ علم و عمل و ذوق و وجدان۔ ہمت عالی ... نورانی۔ من وے را در شب عرس خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ دیدہ ام ... سر ذوق و حضور ایستادہ و نظر ہمگنان بر چہرۂ زیباے وے ...

دلہابر حسن وجمال باصفاوکلام بابہانشانِ اہلِ ولایت است۔ چنانچہ در ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ می فرمودند کہ جمالِ سخن است کہ مستمع را از مستمع بازمی ستاند۔ وجمال نمی دہد سخنے رامگر تکلمِ اولیاء۔ پس این ابیات خواندند۔ قطعہ

شہ نشان بود ولی رانخست آن بظاہر ۔۔۔ کہ چو روے او بہ بینی دلِ تو باد گراید

دوم آنکہ در مجلس چو سخن کند زمعنیٰ ۔۔۔ ہمہ راز مستیِ خود و حدیث می رباید

سوم آن بود نشان ولی از اخص عالم ۔۔۔ کہ زہیچ عضو اورا حرکاتِ بد نیاید

روزے من باسید بھوہ بودم لشکری وسید بحکم جہانگیر بادشاہ از دہلی بدیررانا روان شد، درسال ہزار و سی وشش (۱۰۳۶م ۱۶۲۶م) چون بمنزل رسیدیم مجلسے عظیم دیدیم از ہر دو طرف گل وخوشبوہا۔ پرسیدم کہ این چہ طور مجلسے است، گفتند۔

''امروز مجلس گل شیخ فرخ است۔''

خواجہ عبدالحکیم

بزرگے بود باشکوہ وصنعت نورانی و مشغول این کار۔ وے پائین منزل شیخ من در مسجد جامع فیروزی سکونت داشتے و دوام صحبت شیخ را مغتنم می دانست چنانچہ بزرگے گفتہ

این سوے نشستہ آمد آن جانب کعبہ ۔۔۔ مارا ہمہ حال سرِ کوے تو اولیٰ

وے از روزن دریچہ بہ مسجد نماز پنجگانہ رسیدے و بے روزگار اندر آن مقام قیام بستے و معتکف نشستے۔ موافق قول حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کہ فرمودہ اند

(مَـابَیْـنَ اللہِ وَ بَیْنَـهٗ حِجَـابٌ) وعمل بعزیمت نمودے چنانچہ دراوّل رسالہ ''قدسیہ بہائیہ'' مسطور است کہ در مسلمانی و انقیاد احکام رعایت تقوی و عمل بعزیمت و دور بودن از رخصتہا بقدر قوت، ہمہ نور و صفا و رحمت است و واسطۂ وصول بدرجاتِ ولایت و مقامات شریفۂ اولیاء اللہ از ورزش این صفات می رسد۔ انتہی۔ من بسیار وے را دیدہ ام، وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ واند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) امروز آن منزل لطیف موافق شرع شریف در تصرف شیخ من است۔

شیخ بایزید میرٹھی

خواہر زادۂ شیخ پیر میرٹھی (است) و نسبت ہم بوے درست می کند۔ وے دائم الوجد است و صاحب سماع و ذوق۔ و در مدت حیات اندرین شغل می بود و جز این کارے نداشت۔ شبے شیخ من بحجرۂ وے بودند و شب قدر بود و جمعے از یاران و ہواداران باوے۔ و من ہم یکے از آنان۔ و آن تمام شب را بیک طرف از مجلس سماع، زندہ داشتہ اند و بخوش وقتی عیش تمام بسر بردند چنانچہ در این شعر خواجہ شیرازی تعبیر آن نتوان کرد

آن شب قدرے کہ گویند اہل خلوت امشب است

یا رب این تاثیر دولت از کدامی کوکب است

شیخ من روز دیگر بوقتِ زوال از آن حجرہ بر آمد و قصد منزل خود نمودند۔

آن شیخ بایزیدی می رود۔ وے ہنوز آشنا نہ بود۔ شیخ من از مرکب خود فرود آمدہ و
دستِ وے بگرفت و روان شد۔ درین اثناء دو مطربہ از دہاقین کہ بدکانِ بنگ
فروشے نشستہ چیزے از قسم بزبان ہندی می سرودند و حالانکہ نہ حسن صوت داشتہ نہ
حسن صورت۔ و وے از استماع آن بسماع درآمد۔ جاے کہ آفتاب بر سر گرم
بود۔ جا گرفتند و درین وقت ہر عزیزے کہ از آن مقبرہ بر می آمد و شیخ مرا ایستادہ می
دید از مرکب فرود آمدہ می ایستاد تا صحبتے نیک منعقد گشت و جمع یاران از مشاہدۂ
این حال متحیر بودند و انچہ ازین شعر شیخ سعدیؒ بگوش شنیدہ بودند بچشم دیدند

چون شوریدگان مے پرستی کنند بر آواز دولاب مستی کنند

پس از ساعتے چون ازان جا روان شدند ہم اندر راہ با ذوق و سماع ہمی رفت و شیخ
من وے را بمنزل خود بُرد و سہ روز مہمان داشت و براے وے قوالانِ نیک طلبید
و سرود خوش بمیان آمد و وے تا سہ روز وراے اوقاتِ صلوٰۃ در ذوق سماع مشغوف
بود و (این) صحبت ہا در سال ہزار و پنجاہ و چار (۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴م) بود۔ وفاتِ
وے پس از رفتن وے بشہر ویست۔ در ''نفحات الانس'' است کہ روزے خدمت
مولانائے روم از حوالئی زرکوبان می گذشت از آواز ضرب حالے در وے ظاہر
(شدہ) است بچرخ درآمد۔ شیخ صلاح الدین (حسام الدین) بالفور از دوکان
بیرون جست و سر در قدم مولانا نہاد و خدمتِ مولانا وے را گرفت و نوازش بسیار
کرد۔ از وقتِ نماز پیشین با نماز دیگر خدمت مولانا در سماع بود و این غزل می فرمود

یکے گنجے پدید آمد درین دکانِ زرکوبے زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبے

شیخ صلاح الدین سامانِ دکان را یغما کردند (کرد) و از دکان آزاد شدہ۔ خواجہ محمد دہدار در حاشیہ آن می نویسد کہ شیخ سعدی رحمہ اللہ (در بوستان) می فرماید

مگس پیش شوریدہ سر بر نزد | کہ او چون مگس دست بر سر نزد
نہ بم داند آشفتہ سامان نہ زیر | بنالد بر آواز مرغ حقیر
نہ مطرب کہ او از سم ستور | سماعست گر ذوق داری و شور
چون شوریدگان مے پرستی کنند | بر آواز دولاب مستی کنند
بچرخ اندر آیند دولاب وار | بگریند بر خود چون دولاب زار

حضرت شیخ محی الدین (ابن) عربی قدس سرہٗ تفرقہ میان سماع حق، سماع [illegible] فرمودہ و گفتہ کہ اگر بصوت خوش و نغمات موزون ذوق حاصل می شود، مزاج را در آن دخل ہست کہ تا ملائم ذوق (مزاج) می کنند (خوش) است [illegible] (ذوق) مزاج ناخوش است۔ و اگر مقید باین نیست، بہ آواز [illegible] ذوق می شود و تواجد روی می دہد۔ این حق است۔ چنانچہ نوری را کہ در خانہ می شد [illegible] آواز گوسفند تواجد شدے، پس چہ بانگ زدن [illegible] سلطنتِ وجد۔ پدرِ من گفتے کہ در سنبھل عزیزے بود شیخ حاتم نام (آواز) [illegible] بگوش وے رسیدے از دست رفتے [illegible] حالت سماع و تواجد وے بحدے رسیدہ بود کہ [illegible] فراہم آوردہ سرود کنان بصحرا رفتندے [illegible] شان گرفتے و رفتے گریان [illegible]

ہفت (۱۰۰۷ھ/۳ ر اکتوبر ۱۵۹۸ م) رحمۃ اللہ علیہ۔ گویند وے پیش از رفتنِ خود بدو سہ ماہ گفتہ بود کہ من در ایام وفاتِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم می روم (خواہم رفت) چون ماہ ربیع الاول آمد بیمار شد و در (تاریخ) دوازدہم رفت۔

سید ضیاء الدین جونپوری

عالم و فاضل است۔ از شاگردان رشید شیخ عبدالرشید جونپوری۔ با شیخ من آشنا است۔ و شیخ من است دوے را ہم می داند و ہر دو را نیک می ستاید۔ وے در اوایل بطلب علوم دینی از وطن بر آمد و بدہلی رفت و در مدرسۂ چوک اقامت گرفت و از مولانا حیدر کہ از علماے متبحر است و از اقرباے شیخ من و از فضلاے دیگر استفادہ می نمود۔ در اثناے آن وے را حالے پیش آمد کہ دست از علوم رسمی باز داشت و از قیل و قال لسانی تنگ دل شد و از ناموس دانشمندی خلاص گشت و با طریقۂ خاکساری و نامرادی در ساخت و خود را نیک اندرین راہ در باخت۔ در آن حال ہر کہ درمے چند ہندی را بوے دادے خوش کردے۔ یک بار شیخ من ہم چند درم بوے بردہ بود و گفتہ۔ ازین قیل و قال رسمی نیک خلاص یافتی عارف (رومی) گفتہ

علم رسمی سر بسر قیل است و قال نے از و کیفیتے حاصل نہ حال

و از رشحات (نقل) است کہ۔ مولانا شہاب الدین برجندی می فرمودند کہ در مبادیٔ حال پیرامن حضرت مولانا سعد الدین کاشغری بسیار می گشتم و ہیچ اثرے از نسبت این عزیزان در خود نمی یافتم و ازین جہت بغایت ملول و محزون بودم تا روزے

کہ از پندار دانشمندی پُر بودم تا از میان بازار ملک بکوچہ در آمدند کہ بپاے مسجدی می رفت۔ چون نَلی را بخانہ ایشان رسانیدم واز دوش بر زمین نہادم۔ درین محل بیُمنِ عنایت وحسن تربیت ایشان مرا کیفیتے عظیم دست داد ونسبت عزیزان در (دل) افتاد وبعد از آن دامن متابعت وملازمت ایشان را محکم گرفتم۔ انتہی۔ من آن سید ضیاء الدین را اوّلاً در امروہہ دیدہ ام ہنگام عرس شیخ اَبَن سروپا برہنہ وتہبند کے در زیر آزادانہ ومستانہ در آمدہ روبروے من نشست من رسالہ ''پیم چرت'' ہندی خود می خواندم وے نیک شنودن گرفت تا دریافتم کہ وے صاحب دریافت است بس از آن وے باشارۂ استادِ خود بر سرِ درس وا افتادہ آمد وامروز چندگاہ ہست کہ بسنبھل آمدہ ودر سراے شیخ نور بخش اقامت گرفتہ وہمانجا کدخدا شدہ واستقامت یافتہ۔ جمع طلباء بوے می شوند وکتب متداولہ بوے می گذرانند ووے بے مطالعہ وبے جزو بدست گرفتن چنانکہ می شاید، فائدہ می فرماید وبآن وسعتِ مشرب زیستے خوش دارد۔ روزے از وے پرسیدم کہ این حالت آزادگی کہ در تست وگاہ باحسب ظاہر وارستہ وفارغ بال می گذرانی وچون بر سر درس می آئی بے آنکہ کتاب بدست گیری ویا مطالعہ کنی ومواد در پیش داری، بر ہمہ دقائق غریبہ حاضری۔ این معنی غیر از فیض الٰہی چہ خواہد بود، بیے برگوئی۔ کہ این حالت از کجا رسیدہ است بتو۔ گفت۔ من در ایّام صباگاہ بخدمت شاہ مظفر کہ از مجاذیب صاحب کرامت بود، در جونپوری رفتم و خدمتِ وے می کردم وے از روے عنایت نظرے در کار من کردے چنانکہ اثر آن نظرات در خود می یافتم۔ ونیز مرا فرمودے۔ بخوان بخوان۔ از آن باز ازین

دولتے کہ می بینی در من ظاہر و باہر است۔

شیخ عبدالعزیز الہ آبادی

مرید و خالہ زادہ شیخ محب اللہ الہ آبادی است۔ از ایام خردی صحبت شیخ داشتہ و مرزوق گشتہ از الطاف و عنایات وے۔ صادق القول است و راسخ الاعتقاد و ہمت عالی دارد و فتوت عالی تر۔ روزگارے وے در حالت حیات شیخ خود بدہلی آمدہ در خدمت شیخ من گذراندہ۔ روزے شیخ من بحجرہ با وے نشستہ و من ہمراہ، (شیخ من) از وے پرسیدہ کہ انچہ شیخ تو از خلص معتقد خویش رسالہ نوشتہ یا سخنان گفتہ تو نیز واقف شدہ باشی با ما باز گوی۔ اشارہ بمن کرد یعنی این کس بجاے شود، تا فرا نہیم۔ شیخ من بنسبت من گفت۔ "ما و وے یکیم" تا وے رسالہ "تسویہ" را برآورد کہ از خصائص تصنیف و خلاصہ اعتقاد این است۔ (نزد این فقیر این رسالہ کہ با شیخ حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی ارقام ساختہ بود و جواب شدہ۔ بسیار مناسب تر آنکہ جواب کہ درین رسالہ ارقام رفتہ عزیز دیگر نوشتہ دادہ است ورنہ (در جواب رقعہ در شدہ، جواب شیخ مسطور نیست) شیخ من آن را مطالعہ فرمودہ بوے گفت کہ شیخ تو با ما ہمین سخن در خلوت می گفت۔ گفت آرے ہمین است کہ تصنیف شیخ صاحب نمودی فرمودہ۔ شیخ من مرا فرمود تا نقل آن برداشتم۔ بعد ازان شیخ من نسخہ چند دقائق معتقد خویش کہ مقرر صوفیہ محققین است در آن نوشتہ آن برادر بے واخش بخشش [illegible]

---

۱ اضافہ از نسخہ شدہ

است۔ روزے عزیزے سوالے چند نوشتہ پیش شیخِ من آورد و گفت یکے از متصوفۂ روزگار ہمین سوالات را بشیخ محب اللہ نوشتہ بود و جواب خواستہ۔ شیخ بر ہمہ را جوابے نوشتہ لیکن آن جوابہا پیدا نیست۔'' من حاضر بودم۔ دوات و قلم و کاغذ پیش شیخ خود آوردم و عرض کردم کہ برین سخنان جواب مندرج شود۔ شیخِ من بے تامل بنوشت و آن اُسولہ این است۔

(۱) چیست اندرین کار بدایت کار و نہایت کار۔

(۲) کدام علم است کہ گفتہ اند آن را حجاب اکبر۔

(۳) چیست معنی قولِ سید الطائفہ در جواب ما النہایۃ کہ فرمود "الرجوع الی البدایۃ"

(۴) انبیاے سابق را معرفت توحید بود یا نبود؟

(۵) ہرگاہ معدوم شدن موجود محال باشد پس اشیا را چون معدوم توان گفت۔

(۶) تصور را اعتبار بود یا نہ بود۔

(۷) ترقی را نہایت بود یا نہ۔

(۸) ظلوما جہولا در مذمت ایشان (انسان) است یا در مدح۔

(۹) بہ تربیت ارواح معرفتِ تام حاصل شود یا نہ۔

(۱۰) طالب را از فوت وصل مطلوب ممکن باشد یا نہ۔

(۱۱) طالب فانی گردد یا مطلوب۔

(۱۲) تفرقہ درد و عشق چیست؟

(۱۳) شغلے باشد کہ بے اختیار شاغل صادر شود۔

(۱۴) نماز بے خطرہ کے شود۔ والعاقبۃ بالخیر۔ انتہیٰ۔

امّا آن اجوبہ این است کہ

(۱) بدایتِ این کار توبہ است ونہایت آن توحید ذاتی۔

(۲) علمے کہ حجاب اکبر است علم نفس بخود ست من حیث المغایرۃ۔

(۳) رجوع بہدایت عبارت از آنست کہ بمبداء خود برسد یعنی ازاں جا کہ بادی شدہ بود در آخر آن جا عاید گردد۔

(۴) انبیاء گذشتہ را معرفت توحید بودند، باین کمال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم داشتند وے باین خصوصیت اصالۃ مخصوص آن حضرت است صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۵) موجود معدوم نشود امّا اشیا ہرگز موجود نشدہ واند و معدوم اند پیوستہ۔

(۶) تصور تاثیر تمام دارد۔ مصرعہ ''اے برادر تو ہمین اندیشہ'' ۔ حقیقت وجود اشیاء (صرف) در مدارک است۔ ہر چہ ہست ہمین ادراک است۔

(۷) ترقی را نہایت نیست وہست اوّل در صفات ثانی در ذات۔

(۸) ''ظلوما و جھولا'' مدح در صورت ذم است۔

(۹) بتربیت ارواح معرفت تام حاصل شود۔

(۱۰) حاسب را بعد از فوت وصل ممکن چہ کہ لازم ست۔

(۱۱) اوّل طالب فانی شود بعد از آن مطلوب نیز گم گردد و حقیقت وحدہ عشق باقی ماند کہ آن جا نہ طالب است نہ مطلوب۔

(۱۲) درد مخصوص بہ بعضے از عاشقانست وعشق متم مست چہ طالب عاشق ہم

امّا دردمند نیستند۔

(۱۳) شغل بےاختیار مشغول نیز برحکم رسد و این را صورت با باشد۔

(۱۴) نمازِ بےخطرہ جز در مقام توحید میسّر نیست۔

شیخ مرا با شیخ محبّ اللہ مراسلات بودہ است اندرین علم و سخنان دیگر۔ وقتے شیخ من از مصنفاتِ وے خواست کہ ببیند۔ وے اوّلاً ''مناظرۃ الخواص'' فرستادہ۔ شیخ من مطالعہ کردہ و پسند فرمودہ۔ روزے از شیخ خود پرسیدم کہ علمِ حقائق وے (شیخ محب اللہ الہ آبادی) بچہ مرتبہ است۔ گفت انچہ وے بنویسد مطابق کلام شیخ (ابن) عربی است و بس۔ پس از آن وے نسخۂ ''مغالیط العامہ'' را بشیخِ من فرستادہ و این بس دراز بود و این کتاب با تمام رسیدہ بود کہ وے برفت از دنیا در ماہ رجب از سال ہزار پنجاہ و ہشت (۱۰۵۸ھ/ اگوست ۱۶۴۸م) و قبرِ وے در الہ آباد است۔

در منظر بیست و دوم از ''مناظرۃ الخواص'' وی (است) دقیقہ۔ عاشق یا در مقام ذکر است یا در مقام فکر (یا در مقام شہود یا در مقام وجود۔ چون[1]) تجلّیٔ غیریت رسد شہود نماید چون تجلّیٔ ذات رسد وجود نماید۔ (دقیقہ) در انسان گویند روح و در صفت حق گویند حی و در انسان گویند گوش آن جا گویند سمیع۔ در انسان گویند چشم آن جا گویند بصیر۔ در انسان گویند عقل آن جا گویند علیم۔ در انسان گویند دل آن جا گویند مرید۔ در انسان گویند دماغ آن جا گویند قدیر۔ پس انسان یا خود را بدین تعینات آن جا رساندہ یا او از مراتب (خود بنوز ظہور نزول کردہ[2]) بانسان رسدہ

۱۔ ۲۔ ہر دو اضافہ از نسخہ مدوّہ

از تحقیق بنگری خود بخود در سد بلکہ نے نے (نظر) خود بخودی باز دو نگرد

یارِ ما ہر ساعتے آید ببازار دگر تا بود حسن و جمالش را خریدار دگر

کسوتے دیگر بپوشد جلوۂ دیگر کند مظہر دیگر نماید بہر اظہار دگر

ظہور کمالات بحق و شہود تعینات بہ پیغمبر محقق و متقرر باد۔ الحمد للہ

الصلوٰۃ علی رسولہ و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ انتہٰی۔

شیخ محمدی[1] ہرکانو (ہرگانوی)

وے نیز مرید شیخ محب اللہ است عالم است و فاضل۔ غربت و شکستی از چہرہ وے پیدا است۔ در کار شریعت سخن درست می گوید سفرہا بے نیکو کردہ۔ بآخر در امروہہ رسیدہ وصبیہ شیخ فیض اللہ برادر شیخ (عبدالمجید) در حبالہ عقد خود در آوردہ[2]۔ در آن جا اقامت گرفتہ۔ وے گوید کہ من در آوان شباب بطلب علمی در وطن خود مشغول بودم بناگاہ شیخ محب اللہ بتقریب طوی عزیزے بہ ہرگانو آمد۔ آنجا کہ از قصبہ

---

[1] محمدی نام، ابو محمد کنیت، فیاض [illegible] لقب، نسب جعفری [illegible] امروہوی، مدفناً اکبرآبادی ابن شیخ عیسیٰ بن سید جمال بن سید احسن۔ [illegible] ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء، وفات ۱۳ رجب ۱۱۰۷ھ/۱۶۹۷ء، مزار مبارک (…) [illegible] واقع است۔ شیخ [illegible] حضرت شاہ محب اللہ آبادی [illegible] (حضرت شاہ محب اللہ آبادی) اگرچہ خود را مرید [illegible] بوسے آوردے۔" مقصد العارفین ص ۳۹۳ تالیف حضرت [illegible] محمد جعفری

[2] نام این زوجہ محترمہ "صاحب دولت" است۔

بدان مجلس رفتند و من از مجالس اکابر تنفرے داشتم۔ نرفتم۔ شخصے تقریباً نام مرا پیش
شیخ گفت، شیخ گفت۔ آن جوان محمدی را پیشِ ما آرید۔ (آمدم) وسلام کردم۔ مرا
فرمود اگر بطالبِ علمی میلے داری با ما آی و مرا با خود به الہ آباد برد و سبق گفتن گرفت
درآن اثنا مرید شیخ شدم و دل من از علوم ظاہری بگرفت (برگشت) و دانستم کہ
صحبتِ اہل اللہ البتہ (بہتر از) جمیع فضایل کمالات است و ہم وے گوید کہ شیخ
محب اللہ اوایل در قصبۂ حیدر پور بطلب علمی مشغول بودہ است و در مدتے قلیل
از تحصیل علوم دینیہ فارغ گشتہ۔ درآن اثناء وے را از مطالعہ کلمات ذوقیات شیخ
شرف الدین یحییٰ منیری قلبی وذوقے غالب آمد و در صحبتِ (شوق) اہل اللہ از
خانہ برآمد و سفر بسیار کرد و ہر کجا کہ می رفت، کسے را اہل دعوت (رعونت) می یافت
و کسے را اہل تکثیر و طالب جاہ (مال) وقس علی ہذا و صحبتے رامی خواست دست نمی
داد و ہیچ کسے را نیافت کہ اندر شریعت محمدی و متابعتِ او صلی اللہ علیہ وسلم راسخ
باشد۔ تا بعد از مدتے در الہ آباد در رفتہ شنید کہ درین روزگار دو فقیر است شیخ بوسعید
در گنگوہ و شیخ حسین در بجوہ۔ لیکن کارش و صلاح پیشِ شیخ گنگوہ اقرب است۔
از آن جا قصد گنگوہ کرد۔ در راہ شبے مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دید فرمودند
محب اللہ خوش می روی و شیخ سعید را ہم حکم آنحضرت شد کہ محب اللہ را تربیت کن۔
چون پیش شیخ رسید شیخ شرح ''لمعات'' را درس می گفت۔ از دیدن وے کتاب را
برہم نہادہ موقوف کرد۔ وے گفت شیخ! آنچہ می خواندی برخوان، گفت تو دانشمندی
و پیش دانشمندان این علم سخن چیست؟ گفت مستفید شدم تا حقائق و معارف نیک

شدہ و بہرہ مند گشتہ۔ وے در اوقاتِ درس حدیث گریہ ہا کردے و رقّت
آوردے۔ ہمہ اوضاع واطوار وے بر مطابقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است

شیخ محمد بریلی

نسبت پدر خود شیخ شاہ محمد درست می کند۔ صاحب اخلاق است و ہمت و مروّت۔
بسا مردم از احوال (خوان) احسانِ وے بہرہ مند و مرزوق اند۔ مریدانِ اہل
ذوق و سماع دارد۔ گویند اوایل وے بفقر و توکل می گذراند۔ پس ازان از عالم
غیب سرمایۂ توکل نیک بوے رسید و جمعیت صوری پیدا کرد۔ ہر سال اعراس
بزرگان بخوشوقتی می کند۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ وقتے
کہ محتضر بودند جمعے از اولاد و احفاد و خواص اصحاب در دہ کم نگران بر سر بالین
حضرت ایشان حاضر بودند۔ درین محل فرمودند کہ ہر کسے از مردم ما چیزے طلب
کند۔ از فقر و غنٰی۔ ونخست (متوجہ مولانا محمد شدند و گفتند کہ اوّل[۱] تو اختیار کن)
خدمت مولانا محمد گفتند کہ من آن اختیار کردم کہ مختار حضرت شما است۔ حضرت
ایشان فرمودند کہ مختار ما فقر است بعد ازان بیکے از سرکاران اشارت کردند کہ
چہار جز ارشاہ رخے بمولانا محمد بدہ (دہند) کہ وے فقر اختیار کردہ تا آن را مایہ
سازد و برائے فراغت فقرا کہ در گرد وے خواہند بود و خدمت مولانا بنا بر امتثال
آن مبہ را گرفتند و سرمایۂ معیشت خود و اصحاب خود ساختند۔ انتہٰی۔ پوشیدہ نماند کہ

۱ اضافہ از نسخہ ندوہ

انچه بزرگان در شان توکل مقرر داشته اند همین توکل شریف است که از وجه کسب
حلال روزی بهم رساند و هر قدر بهم رسد لیکن نظر بر خدا داشته باشد نه بر کسب۔ در خبر
است که روزے صحابی از جاے که رفته بوده است (اند) بخدمت رسالت پناه
صلی اللہ علیہ وسلم آمده است (اند) آن حضرت از وے پرسیده اند که شتر خود را
کرا سپردی گفت بتوکل گذاشتم۔ آن حضرت فرمودند "عاقل و توکل" شتر را
پاے بند و توکل کن۔ خواجه بیرنگ فرموده اند توکل (آن نیست) که ترک اسباب
کنند و بنشینند چه این سوء ادب است بلکه اقامت سبب مشروع مثل کتابت وغیره
می باید کرد و نظر بر سبب ندوخته زیرا که سبب مثل دروازه است که حق سبحانه بر
وصول سبب ساخته است۔ و اگر کسے دروازه بر بندد که از بام خواهد یافت بے ادبی
کرده باشد چه دروازه بنا کردن دلالت دارد بر این که او را کشاده بنشیند۔ جمع
از آن او واند (الله) خواه از دروازه فرستد یا از بام و آن با کے بنشیند و نظر بر فتوح
دارند از ین باب نیست چه با وجود قدرت بر کسب نظر بر فتوح داشتن دون همتی و
ترک اسباب دنیا ساختن (است)۔ انتهی۔ در جمع مولانا محمد تقی مسطور است
که حضرت خواجه احرار قدس سره می فرمودند۔ بعضے از جهال این طایفه گفته اند۔
اشتغال دنیا و شدت حب دوست تر دار ما از انکه بذل تن تحقیق بدیهے شتی
بدنیا بنا بر اظهار سخاوت و کرم نیست بلکه بجهت آنست که هم مردم از تعلق تن نه
برهانم۔ انتهی۔ بدان که صوفیه را قدس الله اسرارهم در باب توکل سخن بسیار است
چنانچه در "نفحات الانس" است که از ابو یعقوب مزوری (نهرجوری) پرسیدند۔

توکل چیست؟ گفت ''ترک اختیار''۔ واز سہیل تستری پرسیدند۔ گفت۔ ''ترک تدبیر'' واز بشر حافی پرسیدند۔ گفت ''رضا'' واز ابو حفص حداد پرسیدند۔ گفت۔ ''تبرا از توانِ خود'' واز حلاج پرسیدند۔ گفت۔ ''ویدن مُسبب''۔ واز فتح موصلی پرسیدند۔ گفت ''ملال از سبب''۔ واز شقیق پرسیدند۔ گفت۔ ''وید (قدرت) او بجز خلق'' واز شبلی پرسیدند۔ گفت۔ ''در دیدارِ وے فراموش کردن ہمہ کس''۔ انتہی۔

من آن شیخ محمد را اولاً بزاویۂ خود دیدہ ام کہ روزے با جمع از گویندہ ہائے نیک و مریدے چند رسیدہ، چون سرودے بمیان آمد، یکے از مریدان وے در اقتادہ۔ وے وے را در آغوش گرفتہ و خوشوقت گشتہ۔ ایام موسم بہار بود مغنی پسرے بحسن و لطافت در پردہ نسبت چیزے گفت ہمہ حاضران محظوظ شدند و من این رباعی بدیہہ گفتم۔ رباعی

مطرب بچہ سرود گفتہ ز نسبت   چون دیدم و بشنیدم گفتم احسنت

در پردہ چہ رمز گفت بے پردہ بمن   انت الموجود ما انا الا انت

پس از آن من وے را پیش شیخ خود دیدم اندر دہلی۔ وے بر من لطف بسیار دارد۔

محمد صالح سنبھلی

نبیرۂ شیخ محمد عاشق سنبھلی است۔ اخلاق حمیدہ داشتے و ہمت پسندیدہ۔ خدمت فقرا و مساکین را موش بود۔ ہر کہ بوے شدے از حسن مروت وے خوشوقت برخاستے۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ واند (۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰م) است۔ در

وزنے راکہ برعکس آن باشد شیخ سعدی چنین فرمودہ

زنِ بد در سرائے مرد نکو　　ہمدرین عالم است دوزخِ او

زینہار از قرین بد زنہار　　وقنا ربنا عذاب النار

نقلست کہ شیخ محمد عاشق ہموارہ بباطن درانقطاع و بے تعلقی از خلائق و بظاہراز اقسام طوائف مردم بحظ وافر محظوظ گشتن وخوش بودن وخوش گذرانیدن بے نظیر زمن بودو باستماع صوت خوش میلے طبعی داشت چنانکہ اہل سرود در ملازمتِ وے می بودہ اند۔ خودہم حجرۂ صافی داشت۔ احیاناً بسرود گفتن می پرداخت۔ ترانہ ہا وآہنگ ہائے پُرفن وکارِ کہ از استادانِ این فن داشت، درآن وقت مثلِ آن کم کسے می دانست بمغنیان می آموخت۔ دردقائق سرود وقوفِ تمام داشت۔ دانایانِ این فن برداشت ومہارت وے معترف بودند ومی پسندیدند ووے بسماع وذوق و وجد مشغوف بود۔ گریہ ہائے وے در حضران سرایت می کرد، ورِقت می آورد، و وے مرید سید شاہ محمد دہلوی بود۔ وسن حکایت سید را در ذکر (شیخ) شاہی می آرد (ی ترم)۔ دروقت ابتلا جمع مریدان ازسید برگشتند الا محمد عاشق ووے رالقب عاشق ازآن بازافتد۔ گویند وقتے وے برسر (بہ پسر) حاکم سنبھل میلے ومحبتے داشت، چون حاکم تغیر شد وے راقلق واضطراب دست داد۔ و بدان حالت بیقراری پیش شیخ علی بنی اسرائیل سنبھلی کہ از کاملانِ وقت بود، رفت، وہمگی از حوال وے در ذکر شیخ نور محمد بیاید وہمہ درددل رابہ صبوری ہائے بے دلانہ باز نمت۔ شیخ را دل بسوخت ووے را درحجرہ درنشاندو گفت۔ ساعتے نیک بباش

وخود بخلوتے رفت ومتوجه شد، حاکم از سنبهل برآمده بود و میلے رفتن بجی طرآورد۔
من از شیخ علی رخصت نشدم آخر آن پسر را گفت تو برو ورخصتے از شیخ بجو وعذرے
خواه۔ چون پسر پیش شیخ علی آمد شیخ وے را بدان حجره اشاره کرد که لحظه بنشیں چون
وے قدم بحجره درنهاد۔ دارو بدرد موافق افتاد ورفت آنچه رفت۔ پس از آن شیخ شیخ
محمد گفت تو محمد عاشق بوده۔ وفات شیخ محمد عاشق در ششم شوال است از سال نه صد
وهشتاد وپنج (۹۸۵ھ ۱۵۷۹ام) شیخ در تعریف وے گفته سورٹھه

الکنه بهوها سوکهه رسکنه محمد سیکنه بهو || بیت [illegible] جوت جوت [illegible]

اَعلَم[1] خان سنبهلی

بصحبت بسیارے از مشائخ وقت رسیده [illegible] ذوق
وشوق، راست گفتار، درست کردار۔ اعمال وافعال وے [illegible]
واطوار وے مطبوع جهانیان۔ وے منظور نظر ومقبول شیخ [illegible]

بس نکتهٔ لطیف باید که تا کے || مقبول شیخ [illegible] صاحب نظر [illegible]

روزے من در ایام شباب بعرس شیخ فریدالدین گنجشکر قدس سره [illegible] سنبهل [illegible]
مجلس وے بیستادم که صوفی اندر رقص [illegible]
شنود، قوالان دانستند که وے را [illegible]
وے از راه راستی [illegible]

---

۱ درنسخه "عالم"

لیکن برائے شما سماع می کنم و بتکلیف (بتکلف) بسماع نیک در آمد۔ وقدمے چند با آنان رفت و رخصت گرفت و باز آمده بجائے خود ایستاد و مرا گفت چه کنم اگر من سماع نکردے قوالان شرمنده شدندے۔ ازین ادائے خوش آیندۂ وے من خوشوقت گشتم۔ وفات وے در سال ہزار و بست واند (۱۰۲۰ھ ۱۶۱۱م) است۔ وقبر وے در سنبھل۔ من درویشے را دیدم اندر دہلی با معنی و جوش پر ذوق دراز پوش و در محبت افغان پسرے گرفتار۔ آنقدر که وے در خدمتگاری و کارگذاری معشوق کمر بسته بود و معشوق را جمعیت صوری رسانید و کم کسے را دیده و شنیده می شود۔ من بوے آشنا بودم۔ روزے دیدم که وے را جمع کودکان در کوچه گرد گرفته اند و وے بادائے مجذوبانه رقصانست، رقص کنان و بذین گوین و کودکان سنگ زنان۔ چون فارغ شد گفتم۔ بارے بگوی که این چه بود گفت چلم کودکان مرا دیوانه خیال کردند من هم خود را بطور شان سپردم چنانچه دیدی۔ پس من گفتم

بهر رنگے که خواهی جامه می پوش   که من آن جلوۂ قد می شناسم

شیخ ابوالمکارم سنبھلی

مردے بود بصلاح و سلامت و اعمال و استقامت۔ در اوائل وے خدمت احتساب داشت بدین و دیانت۔ و اندران کار راسخ و واثق بود۔ آخرالامر دست ازان باز داشته و شغل عبادت و عزلت اختیار نمود و با اهل این طریق صحبت ورزید۔ همواره بخدمت شیخ فضل و شیخ عبدالکریم که از استادان من اند، و از مرشدان گذشته

است کہ بر حصیری خورد (می چکد) و گفتم۔ آب از کجا می چکد۔ چہ من ضربت
انگشت وے را نمی دیدم۔ وے ازین حرف بخندید و درآمد و اندرین باب مثلے آورد کہ
پیرے بودہ است در زیر چرمے (چھپرے) و باران می بارید و قطرہا می چکید۔ پیر
گفت آنقدر وحشت کہ مرا از چکیدن آبست از شیر نیست۔ پس شیر این حرف می شنید
پس از مدّتے مدید، وے را این معاملہ پیش آمد چون قطرہ از چیز (چھپر) چکید زود
برخاست و فریاد کنان بدر جست۔ پرسیدند۔ حال چیست؟ گفت پدر من شبے
وحشت چکیدن آب را از وحشت شیر زیادہ تر گفتہ بود پس من درین وقت از
چکیدن آب اینک برجستہ ام (من گفتم این جا مرا ہم مثلے بیاد آمدہ اگر بپذیری
گویم۔ گفت بگوی گفتم کہ می گویند، خردے از اہل قزوین زیر گلے قند ہمی خورد بر
کنار طرف آب کہ در گور زمین دفن کردہ بودند۔ ناگاہ قند از دست وے جدا شد و
در آن آب افتاد چون خوردک نگاہ کرد عکس صورت خود در آب بدید۔ قند را از آن
صورت طلبیدن گرفت چون مقصود حاصل نشد گریہ کنان پیش عم خود کہ مرد بزرگ و
سپید ریش بود، آمد و عرض کرد کہ یکیست درمیان آب قند من گرفتہ و من می خواہم نمی دہد
آن مرد بکنار آن طرف آب آمد و نگاہ کرد و عکس صورت خود بدید، بغضب گفت۔
اے چہ مرد، مرد خردے پیش تو قندے می خورد، ترا چہ مناسب بود کہ بااین سفید ریش از
دست وے فرا گرفتے شرمت نیامد کہ با خردان این سلوک می کنی۔ چون من این
مثل تمام کردم بخندید و دانست و من و حاضران خرد و بزرگ بخندیدند و قہقہہ درآمدند و ابوالمکارم

ازین کارم اخلاق خود را انصاف بخشید وخوش گردید کہ جواب نیک برمحل آوردہ) ووے را چار پسر بود۔ شیخ ومشائخ وولی واولیاء نام۔ وامروز ازین بازماندہ نشانے نماندہ وابحق درین سرائے فانی، باقی نہ شیخ ماند نہ مشائخ نہ ولی نہ اولیاء، ہو اللہ الباقی والکل فانی۔

شیخ مصطفیٰ بن شیخ ابراہیم سنبھلی

وے را از ایام طفلی باز شوق این راہ بدل پیدا شدہ ودر صباحت وفواتے نیک بہم رسانده۔ چون چاردہ سالہ شد شغل طریقہ نقشبندیہ گرفت و آن چنان بودہ کہ غریبے طالب علمی عبدالسلام نام، صاحب باطن بشہر بدآباد رسیدہ وبا وے اخلاص ومحبت پیدا کردہ۔ روزے وے گفتہ کہ (ذکر) باطن را کہ تو داری مرا ہم بنما تا مشغول باشم گفت من اجازت این کار ندارم۔ برائے تشخیص این معنی میر صالح شدند کہ استاد علوم ظاہر ایشان بود۔ وے مطالب بدین عبارت میر صالح کرد کہ اگر چراغے را از چراغے روشن سازند ہیچ اجازت ہم درکار است [illegible] دریافت کہ (معاملہ) چیست (و) گفت نے۔ و (شیخ مصطفیٰ) مدتے بدین [illegible] مداومت نمودہ جمعیتے بہم رساند۔ پس از جدائی عبدالسلام [illegible] جا نزول کرد۔ وے صحبت حاجی را از دست گرفت۔ روزے [illegible] وقت [illegible] است۔ وے از راہِ شوق ونیاز این بیت برحاجی خواند

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند   آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اضافہ از نسخہ نمدوہ

حاجی گفت چه خواندی باز بخوان۔ وے گرم تر ازان خوانده تا حاجی خود۔ بترنم در آمده خواند۔ وے را از استماع آن رقتے وحالتے بدل درگرفته و بسیار گریسته بعد ازآن بپاے حاجی در افتاد و گفت شیخا! همیشه مرا با خود دار و از خود جدا مگذار

من از تو هیچ مرادے دگر نمی خواهم — همین قدر بکنی کز خودم جدا نکنی

حاجی گفت این خود آسان است لیکن پدر و مادر تو (در فراق تو که همین ترا دارند دیگر ندارند) سراسیمه و هلاک خواهند شد۔ تو دل را قوی دار و امید دار که آخرالامر ترا بشفق حقیقی غیب ست۔ وے گفته است که یکے بحاجی عرض کرد که تو داناے عالم اسراری، می خواهم که تماشاے غیبیه مرا بنمائی۔ حاجی گفت چه می خواهی ازاین شعبده بے حاصل۔ وے بجد تر شد۔ چون که (وے) مقبول خاطر حاجی بود شبے وے را بمنار خوش فرید آباد برد و عمل بکار آورد۔ در حال زنان صاحب جمال با لباس زرّین (۰) فاخره بدرخشانی با پیدا شدند و نغمه سرائی و رقاصی در آمدند و تا دیرے بگاه مدهوش داشتند و خوش وقت ساختند و از نظر غائب شدند۔ و هم وے گفته که حاجی گفته در خانه پدر خود تا چند پسر بودند و همه قابل بودند الا من و من خردتر بودم و همه در خانه بودند۔ روزے من با خود گفتم "قدم خود را در راه خدا می اندازم که [illegible] چون [illegible] شوق ابد [illegible] و صحبت درویشان و خدمت ایشان [illegible] تا [illegible] حق مرا قبول فرمود۔ و هم وے گفته که چون حاجی [illegible] آباد [illegible] شد مدتے برآمد۔ روزے من در جدائی حاجی اندوهناک

[illegible]

شدہ می گریستم و باخود می گفتم آیا وے زندہ خواہد بود یا نہ۔ دریں اثناء دیدم کہ در ہر ہمہ طاق مقصورہ زینہ ہاے مسجد کہ آنجا من نشستہ بودم صورت حاجیست عیان و ظاہر و صورت رفیقے نور اللہ نام کہ وے ہم با حاجی صحبت داشتہ بود و بہرہ اندوختہ بعینہ بصورت حاجیست نشستہ متحیر شدم و وے را تنگ در بغل کشیدم و چون نظر بر درختان انداختم از ہر شاخے و شگوفے صورت حاجی برآمد۔ ازآن باز طلب من قوت گرفت۔ شبے وے و من یکجا ہم خواب بودیم۔ نصف شب وے باگریہ شوق نعرہ زنان برنشست، پرسیدم حال چیست؟ وے سخن درست گفتن نمی توانست کہ نفس اندر گلویش گرہ می بست آخر گفت کہ ہمین زمانے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم را بخواب دیدم کہ من در حضور آنحضرت بادب ایستادہ عجز و نیاز بجامی آرم و از غایت رقت و سوز و گداز خود را محو و مضمحل می نمایم (یابم) و حضرت عمر رضی اللہ عنہ در حضور ایستادہ عرض می کنند کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مصطفی اضطراب بسیار دارد۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تسلی من فرمودہ اند و این واقعہ اندر محلہ بخاری لاہور دست دادہ (است)۔ پس ازآن (من باپدر خود بطرف[1]) بہیرہ و خوشاب رفتم و وے بہ قصبہ پیلوندی کہ در ناحیت لاہور است رفت و دران جا، سید حسن (عارف) نام فقیرے وارستہ و آزادہ و صاحب معنی مرید سعد اللہ و وے مرید شیخ عبد الجلیل لکھنوی است و در کوٹ قبولہ سکونت دارد۔ رسیدہ بود۔ گویند شیخ عبد الجلیل از فقراے اہل تجرید و تفرید و صاحب احوال عظیمہ و کیفیات عالیہ بود چنانچہ رسائل مقامات و مقررات

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

وملکتوبات وے شاہد احوال وبیدو مریدانِ وراستہ ومجرد داشت از آن جملہ (سعد اللہ بہ) سید حسن (عارف) بقبر وے می باشند۔ وغرایب احوال شیخ در ہندستان مشہور است۔ وفاتِ وے در سال ہزار داند (۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲م) است وقبر وے در لکھنو۔ روزے مصطفیٰ پیش آن سید عارف رفت۔ سید حالت طلب صادق وے را دریافت وپرسید، چہ حال داری؟ گفت امیدوارم۔ گفت قباحتے کہ ہست ہمین است وے گوید این سخن گویا آتشے بود کہ در پنبہ افتاد وپنبۂ ہستی مراپاک بسوخت۔ وے لشکری بود بمجرد شنیدن این حرف از اسپ ومتاع خود دل برداشت ودست از ہمہ برافشاند واز آن جا با سید ہمراہ شد وراہ راپیش گرفت وترک وتجرید تام نصیب او شد ودر روز اول ترک این ہندی (پنجابی) از زبان وے سرزدہ

چکیاں چکیاں کدین اور کیلن کریاں　　　جب گل اگی ستیہ کی بے بسریاں[1]

در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ بعد از تحصیل علوم دینی وتکمیل آن شبے در جامع مسجد دہلی بسر برد۔ چون وقت سحر موذن بمنارہ برآمد این آیۃ برخواند ''الم یان للذین امنو ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ'' چون آن راشنید حال بروے متغیر شد واز ہر جانبے بروے انوار ظاہر شدن گرفت، چون بامداد شد۔ بے زاد وراحلہ رو بدریافت ملازمت وخدمت شیخ فریدالدین گنج شکر در قصبہ اجودھن رسید بعد بیعت در چلہ نشست وبمرتبہ کمال رسید۔ خدمت شیخ وے را اجازت تکمیل دیگران دادہ بدہلی مراجعت فرمود آنجا بہ تعلیم طلباء علم و

[1] [illegible] ''جب گل [illegible] کے بے بسریاں''

...بیت اہلِ ادارت اشتغال نمودہ و میر حسن و میر خسرو دہلی ہر دو مریدان وے اند۔
...خ فرید الدین خرقہ از قطب الدین بختیار کاکی دارد و وے از خواجہ معین الدین
...سن سجزی۔ انتہی۔ شیخ مصطفیٰ گفتہ کہ روزے من در ناحیت ملتان بصحرا ریگستان
...ہا، سر و پا برہنہ ہمی رفتم ہوا بغایت گرم بود و آفتاب تابان۔ بناگاہ ہاتف از طرف
...سمان مرا این آواز داد کہ "جعلتُ الدموع دماً بطریق الرقیب"۔ چون
...ش سید شدم اندر قیلولہ (بود) فی الفور فوطہ از کمر خود بکشاد و بمن داد کہ برسر بند،
...ر برہنہ مباش برسر بستم و دانستم کہ آن آواز ہاتف بروے کشف شدہ۔ و ہم وے
...گفتہ کہ ہم در آن سفر تجرید وقتے چشم من بدرد آمد در صحرائے کہ بیم سباع بود و شب تب
...رسنہ بخواب شدم بناگاہ روشنی از طرفے ظاہر شد و بزرگے نورانی پیش آمد و
...ر بالین من بنشست و گفت مصطفیٰ برخیز، برخاستم و حلوائے گرم تر و لطیف پیش من
...باد و مرا سیر خوراند و از نظر غائب گشت۔ پس از آن بمدتے من وے را در ...
...یدم بحال تجرید و انقطاع تام، پرسیدم حال چیست؟ گفت خودی رفت و خدا
...رآمد۔ روزے محمد صالح بن محمود بادل طفنائے وے۔ وے را بزور بخانۂ خود برد و
...غسل داد و پارچۂ نفیس پوشانید۔ وے در بازارے رفتہ و ایستاد و جامہ را ... —
...اد و دستار از سر فرود آوردہ و سر کنارہ پارہ کردہ بدست خوردے داد و گفت کہ آن
...رف برو و من این طرف می دوم۔ چون دو پارہ شد، باز چہار پارہ کردہ ...
...ویدند و دستار را در چند بار پارہ پارہ گردانیدند۔ پس از آن وے بدین آمد پیش شیخ
...ن و خاموش برنشست شیخ من او را وے را نشناخت چون بشناخت ...

خواتان سر بسجده نهادم و روز بروز محبت غلبه کردن گرفت۔ تا که صبر و آرام از دست بشد۔ ازین نهاد باز خواستم که بمنزل معشوق شوم۔ در اثنائے رفتن راه گم کردم ایستادم ناگاه دیدم که مرد خوش قد بلباس فاخر در پیش من حاضر شد و مرا گفت راه گم کرده؟ گفتم۔ آرے۔ گفت از پئے ما بیا۔ بشدم۔ چون گامے چند رفتم گفت راه اینست، برو، و وے از نظر من غائب شد من در وثاق معشوق ایستادم میانجی که بود معشوق را خبر کرد بخلوتے در آمدم و تا سحر گاه، بیگاه آن ماه بطور معبود محظوظ بودم۔
و ہم وے گفتے که روزگارے در جدائی آن پری تمثال ماه شبانه روز خوابم نبود۔ پس از آن شبے بلحه چشم بر بست و آن ماه در خواب آمده و نازکنان با من گفت که از آن روزے که تو جدا شده من نه تنها نابیده ام نه پیرهن پوشیده و نه نان خورده۔ چون بیدار شدم (بهمان خیال که) همان خیال را بنظم کشیدم که تعریف زیبائی نظم های وے در احوال سید فیروز گذشته بر خیال هندی گفته خیال

تو نہ آوے ہماری نگری جسے تو بچھرا ــــــ نا دل تیں نہ تیتبول نہ باتوں بگری

و ہم وے گفتے که گاه باز استیلاء عشق خود را بعینه آن معشوق می یافتم۔ دل را دل خود و تن او را تن خود و کس را در پہلوے خود نشستن نمی دادمے۔ گر احیانا می نشست غیرت ہم می رسد و ازین حال مصاحبان متحیر می شدند و در حقیقت ہمه کس را شریک نمی کردم و قیس علی ہذا و این بیت گفتے که "انا لیلی و لیلی انا" من کیم؟ لیلی و لیلی کیست؟ من یا دو روحیم آمده در یک بدن۔" مولانا عبد الغفور لاری در "تکمله حاشیه نفحات الانس" نوشته که مولوی جامی می فرمودند که در اوائل

حال چون تعلق خاطر بعضے از صور کونیہ می بود، آرام بنفس محبت و حرارت محبت
شد۔ چنانچہ خاطر از صورت خیال متعلق خالی می بود و بتامل نیز احضار صورت و
میسّر نبود و درین حال با مجنون عامری موافق بودہ اند کہ شغنی جک (عنک)
فرمودند کہ روزے در اثنائے وضو ساختن چون نوبت بدست شستن رسید دست
را دست آنکہ تعلق خاطر بدو بود، یافتم۔ چون این معنیٰ مشہور گشت در خاطر گشت
انچہ آنحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند کہ "ھذہٖ یدُاللہ" و اشار
بدست مبارک خود کردہ اند، در مثل آن جا بودہ باشد۔ انتہیٰ۔ وقتے شیخ مصطفیٰ ر
فرید آباد و مرا در دہلی در یک روز این خیال ہندی در گرفتہ در پردۂ ایمن۔ خیال

مُنہ پر کیسور سانپنی نین لال جو چت جد بے للنا مِل لگا ہے دیکھت ہے من
نا ہی بسپت سین روپ منہ مجھ موئے رتی تم ہو پیون من دانی من

چون وے در ہمان ایام از فرید آباد بدہلی آمد، آن خیال گویان، من خوشوقت ش
و متحیر چہ عجب اتفاق افتادہ چنانچہ گذشتہ و آن ایام ابتدائے مشغول شدن من بو
از پیش شیخ خود مرا با مصطفیٰ نسبتے خاص و صحبت ہائے خوش بمیان بود و ہم وے
اقربائے منست شیخ خسر پورۂ من۔ روزے وے را در صحن مسجد فرید آباد دیدم
بطرف آبدارخانہ می رود و بعد ساعتے من یکجا شدیم پرسیدیم حالیکہ تو بطر
آبدارخانہ می شدی، جا می رفتی؟ گفت من امروز اصلاً بمسجد در نیامدہ ام۔ (
چنین من شیخ خود را روزے در آجہ آباد دیدہ ام و آن حکایت در خاتمہ خواہد آمد[1]) و

---

[1] خاتمہ ...

چنین من پیش ازان بجوانے صاحب جمال سرے داشتم شور انگریز، ولہ آمیز۔ روزے بشوقِ دیدارِ وے از خانہ برآمدم، دیدم کہ در دبیرستان خود نشستہ است۔ بخاطر آمد کہ سخن گفتن با وے درین جا میسر نمی شاید، پیشتر ک سرِ راہ او گرفتہ بنشینم تا وے بیاید و وے را بخاطر (آنجا) گذاشتم و فراتر ک شدم دیدم کہ وے پیش پیش ہمی رود و تیز تر ک رفتم و دو چار شدم و متحیر در ایستادم وے ہم ایستاد و از ما ہیچ کس نمی تو انست گفت

تو و تمکین، من و حیرت، نہ ایماے، نہ تقریرے

بدان ماند کہ ہم بزمست تصویرے بتصویرے

وقتے در آوانِ جوانی من شیفتۂ پری روی بودہ ام۔ ازآن قسم عجائب بسیار مشاہدہ می افتاد و آن حکایت بس درازست درین جا گنجائش ندارد یکبارے از آن پری مفارقتے روے داد حالت من خراب شد، تا چند روز ہیچ نخوردم نزدیک بود کہ روان من از بدنِ من مفارقت کند

شنیدہ ام سخنے خوش کہ پیر کنعان گفت　　　　فراقِ یار نہ آن می کند کہ بتوان (گفت)

شاہ علی نام دوستے پسندیدہ کردار صاحب شوق مرید شیخ عبداللہ بہتہ از مشاہدۂ حالِ من مہر ورزیدے و در دہلی بود (در وطنِ خود روزانہ خاکستر بر بدن مالیدہ و جامۂ آہن قلندران در پوشید و برود آن پری کہ ہم در دہلی بود) بدریوزہ شدہ چیزے از دستِ وے فرا پیش آوردے و دادے کہ من می باشیدم از آن عطیہ قلب را رفت

ل　اضافہ از نسخۂ ندوہ

بخشیدے وقلب را روح۔ روزے در اوایل شیخ مصطفیٰ وجمع دوستان و من بقدمگاہ
حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم شدیم و وے از غایتِ شوق در اثنائے راہ رفتن
سجدہا کردو بطرفہ حالے دران مقام عالی رفت۔ آن جا وے را رقتے روے نمود و
سخت گریستن گرفت و تا دیرے "یا رسول اللہ، یا رسول اللہ" از شوق ہمی گفت
چنانکہ بخاطر آن تاثیرے نیک آورد تا شبانگاہ مستانہ بخانہ باز آمد۔ وے احیاناً
اشعارِ فارسی و ہندی گفتے۔ در سنجل این مطلع است د بمیان آمد کہ

تا دست و تیغِ آن بت مغرور شد بلند — صد گردن نظارگی از دور شد بلند

(وے) گفتہ

شد پیش گاہِ موکب عشاق را علم — آن چوب خشک رایت منصور شد بلند

زاہد لباس غرہ مبر شملہ ات مدام — بر روے پشت چون دُم لنگور شد بلند

وہم وے (سندلیہ) گفتہ بود از ان میان مصراعِ اولش مرا یاد نماند و دیگر ہیچ جا
پیدا نشد، پس پیش مصرعہ دیگر من گفتم و این معاملہ بعد از وفات وے بودہ و آن
نیست

سندیہ

مورا چیت تہاں نصو جہا نہ ... وں — نان تہاں نہا و تیں، نہ تہاں ثمر نہ جوں

نا تہاں ثمر نہ جوں نا تہاں تحتیں و ... س — نا تہاں سدہ نہ بدہ نان تہاں سجہ سوجھن

تپ جپ سن ست تہتہاں ہست نہ دن — بت کی نہ جات ہے ایسے اب موہن

بآخر در زمانے رستم خان مجسم بادشاہ صاحب قران ثانی بر سر کفار دارالحرب در
دامن کوہ ما بین شہر شیدہ بودہ است و کارزار عظیم در پیش آمدہ۔ روزے وے

قرض مردے کہ بر ذمہ خود داشتہ است ادا کردہ و دیوانِ حافظ بدست گرفتہ و گفتہ

اندرین جنگ چہ خواہد پیش آمدن و برکشادے اتفاقاً این برآمد

طہارت ار نہ بخونِ جگر کند عاشق　　بقول مفتیِ عشقش درست نیست نماز

بیک دو قطرہ کہ ایثار کردی اے خواجہ　　بسا کہ بر رخِ دولت کنی کرشمہ و ناز

از برآمدن این فال وے گفت رنگ خون بنظر در می آید۔ من گفتم۔ (شاید)

قطرہاے دیدہ ہم لازمہ آنست۔ و بشب گفت مرا اگر گاہے غنودہ بودے دیدہ بودم

امشب خود باہم بخواب رویم و باہم بخواب رفتیم و وے ہمیشہ مرتبہ شہادت را

خدا می خواست تا صباحے آن (شب) تیر تفنگ در پیشانی او رسید۔ حرفِ ''ھو''

بہ گفت و بمرتبہ اعلاے شہادت مشرف گشت در بست و نہم ذی الحجہ از سال ہزار و

چہل و ہشت (۱۰۴۸ھ ۲۶/مارچ ۱۶۳۹ء) روز دوم۔ من برحسبِ وصیت فال

کشادم، این شعر برآمد

شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا　　بر منتہاے ہمت خود کامران شدم

اے گلبن جوان بر دولت بخور کہ من　　در سایۂ تو بلبل باغ جہان شدم

در شاہراہ دولتِ سرمد ز بخت نیک　　با جام مے بکام دل دوستان شدم

از آن زمان کہ فتنہ چشمت بمن رسید　　ایمن ز فتنہ ہاے آخر زمان شدم

ان روز بر دلم در دولت کشادہ شد　　کز ساکنان درگہ پیر مغان شدم

دوشم نوید داد عنایت کہ حافظا　　باز آ کہ من بعفو گناہت ضمان شدم

من در تاریخ سال وصال (وصال) وے مطابق (واقعہ) این قطعہ گفتم

قطعہ

مصطفیٰ صاحبِ صفا و وفا — اہلِ تسلیم بود مادر زاد
در جوانی ز لطفِ ایزدِ پاک — درِ از فقر بر دلش بکشاد
عاقبت خورد زخم اندر دین — حرف ھــو گفت و با رضا جان داد
بود وارستہ در طریقۂ عشق — رحمتِ حق بروحِ پاکش باد
سال تاریخ او خرد گفتہ — مصطفیٰ رفت زین جہان آزاد

و من بعد از رفتن او شبے بخوابش دیدم در باغے کہ بسر سبزی و سیرابی بے نظیر است، چمان چمان می گردد و رسالہ ہاے ابن عربی کہ با خود می داشت و از مطالعہ مطبے وافر می انگاشت بدست دارد و گاہ از آن می خواند و درختان آن باغ از بیخ تا شاخ تمامی بسبزہ باریک ہموار اتصال دارند و تا وے زیر درختے کلان دلکشے رفتہ در ایستادہ۔ پرسیدم این چہ طور درختے است۔ گفت محض قدرت خداوندیست. درختان دیگر ازین راہ گفتہ لیکن خوب بیاد نماندہ است و بر من لطفے و عنایتے خاص دارد۔ ہم در آن خواب و ہم در بیداری معلوم چنین شد کہ آن باغ، باغ بہشت است و آن درخت، درخت طوبیٰ۔ محمد صادق فرید آبادی سنبھلی کہ ذکر وے در مریدان شیخ من گذشتہ، خواہر زادۂ وے است، گوید کہ بعد از وفات طفلاے خود وے را بخواب دیدم گوید وے ازین جہان رفتہ است و نعش وے را فقرا درویشان و جماعۂ شیر صفا ایشان بادب تمام بردہ اند و می خواہند کہ مدفون سازند من در گور در

۱؎ در نسخہ رفتہ

آمدم ووے رافرود آوردم۔ درین اثناء دیدم کہ روشنی از عالم غیب بسیار ظاہر شدہ است و گور ہم وسعتے پیدا کردہ و دل وے ذکر اللہ اللہ آنقدر می گوید کہ آواز بگوش حاضران ہم می رسد و ہمکنان از روے تعجب صلوۃ بلند می خوانند۔ و شیخ من وے را بسیار دوست می داشت و می گفت۔ وے کسے است کہ از وے شکایت (حکایت) باز توان کرد۔ و ہم شیخ من در تعزیت وے مرا این نوشتہ کہ

> بعد از وصال پیشواے اہل تجرید و تفرید، مستغرق رحمت الٰہی شیخ مصطفیٰ قدس نفسہ چون کتابتے نہ نوشتہ شدہ اولاً این تقریب (تعزیت) مصیبت دل گداز بشیخ (بشما)، و ہم بعضےان می رساند۔ چون بہ تفصیل مقدمات تعزیت عادت اہل عرف گشتہ موجب تنبہ بآن جماعت است کہ از حقیقت حال اطلاعے ندارند، می خواہند کہ در غم شادی ہنگامہ تحقیق برمیدارند۔ ہمین قدر راست نمود۔ از خوبیہاے آن مرحوم چہ نویسد حق کہ این تشتت و تجرید این ستودہ اخلاق درین جزو زمان کم کسے (را) ہم می رسد سعادت بالاے سعادت شہادت ہم قرین چندان اوصاف کاملہ دیگر گشت۔ بلے بر موجب مقتضاے حدیث قدسی ابن آدم من أحبتہٗ قتلتہ (ومن قتلتہ) فانا دیتہٗ۔ او کما قال علیہ السلام" دور نیست بمہ متیقن است کہ درآن وقت بجمال خواص کہ فناے حقیقی است نیز مشرف ساختہ باشند۔ انتہیٰ۔

رباعی

با درد بساز چون دواے تو منم   در کس منگر چو آشناے تو منم
گر بر رہ عشق من کشته شوی   شکرانه بده که خون بهاے تو منم

شیخ ابراهیم سنبهلی

وے بزرگست صاحب احوال غریبه و اسرار عجیبه در صحبت درویشان صاحبدل رسیده و مجذوب وقت را دیده و بهره وافر رسیده. وے انبیاء و اولیاء را بسیار بخواب دیدے و اکثر خوابهاے و واقعه هاے وے موافق افتادے. شبے وے حضرت ابراهیم خلیل الله علی نبینا و علیه الصلوة والسلام را بخواب دید و نیاز پیش آورده و ابراهیم علیه السلام بروے عنایات و نوازشها فرموده چنانچه اثر آن بر خود یافته و در آخر ابراهیم علیه السلام گفته که تو هم ابراهیم و من هم ابراهیم. و هم وے حضرت غوث الاعظم را قدس سره بسیار بخواب دیدے و لطفهاے بسیار بر خود یافتے و مرید سید ایشان بود و بایشان نسبت خاص داشت. در هر کارے و غمے که بایشان رجوع آوردے آسان شدے و اکثر در زمره شعریان گذراندے هم تا این فن قلب حال وے ... احوال و واقعات مخفیه او بسیار است (خود را از عامهٔ خلائق) پنهان داشتے. گاه با دوستان و مخلصان خود را بدان اسرار آگاه گردانیدے (مراهم از آن) راز باز گفتے. مرا بوے نسبت صحابه (صحبت) بودیست. قطع نظر آن

[illegible]

الطاف وعنایات بسیار بر من فرمودے۔ وے ہمتے داشت، روز یکہ گدائے یا سائلے را از وے چیزے نرسیدے تنگدل گردیدے۔ وے پدر شیخ مصطفیٰ است۔ روز یکہ مصطفیٰ شہید گشت در دامن کوہ کماؤں۔ وے در سنبھل بود، ہمدران وقت وے را بناگاہ اندوہے جانکاہ پیدا آمد وقبض سخت روے داد۔ درین اندیشہ فرو رفت کہ آیا خبر مصطفیٰ چہ خواہد رسید۔ جہانِ روشن در چشم وے تاریک نمودن گرفت، برخاست وبخانہ یکے از دوستان رفت ومتفکر برنشست۔ درین اثنا یکے را دید کہ بوے می آید بیقین دانست کہ خبر فوتِ مصطفیٰ می آرد وہم چنین بود ونعش ہم بردروے رسید۔ وے را مستانہ وار کشان کشان بخانہ وے بردند۔ وے گوید کہ من ہیچ خبر ندارم کہ این چہ واقعہ است ونعش مصطفیٰ را چہ طور آوردند وچہ طور بردند وبخاک سپردند تا کہ بخانہ باز آمدم۔ آن زمان یکہ (یکی) خوردم ودانستم کہ حال چیست؟ وے مصطفیٰ را بخواب خود (محبوبِ[1] خود) گرفتے واندرین راہ بہ از خود گفتے واز خوبی ہاے وے حکایت کردے۔ چون وے محتضر شد، اندکے بے خود گردید۔ حاضران مضطرب گشتند تا وے چشم وا کردہ بسوے آسمان داشتہ گفت اگر جان باید اینک حاضر است چندین خرخشہ چیست؟ دانستند کہ صحبت (صحت ہوش) دارد۔ درین اثناء نارنگی بدست گرفت واند کے ازان بخوردہ بدختر خود کہ اہلِ من است، گفتن گرفت کہ با خدا راضی باید بود واندر یاد او ہمہ باید گذرانید وگفت مرا بردار کہ در سینۂ من درد آمد۔ چون برنشاندند بہ بشاشت وشوق برفت در

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

بست و سوم شعبان از سال ہزار و پنجاہ (۱۰۵۰ھ/ ۲۸ نومبر ۱۶۴۰م) وقبر وے و اہلِ وے و مصطفیٰ ہر سہ در پائین قبر شیخ فخرالدین است۔ چون برفت در شب اوّل زنانِ قبیلۂ وے با خود گفتن گرفتند کہ اگر امروز مصطفیٰ ہم حاضر شدہ بود پایۂ نعش (گرفتہ و آنچہ) شما از ماجرائ من دیدید من ازان ہمہ احوال واقف و آگاہ ام و شما ہیچ غم نکنید و نظر بر خدا دارید۔ و اہلِ من بتوسط من مرید شیخ من است و مشغول بذکر باطن در طریقہ نقشبندیہ و واقعہ ہا و خوابہائے وے اکثر موافق می افتد بلکہ ہمہ راست۔ چنانچہ من بارہا تجدید (تجربہ) کردہ ام یکبار شیخ من از دہلی بلاہور رفت و آنجا مدت ماند۔ من ہم از سنبھل قصد کردم رفتن لاہور و تہیہ اسباب سفر نمودم کہ شبے اہل من بخواب دید کہ شیخ من از لاہور بطرف دہلی روانہ شدہ و سہ منزل رسیدہ از شنیدن این خواب توقف نمودم کہ یقین تام شدہ بود۔ اتفاقاً بعد از چند روز خبر آمد کہ شیخ من در فلان تاریخ بدہلی رسیدہ است حساب نمودم کہ شیخ من در آن شب خواب از لاہور سہ منزل بر آمدہ بود۔

شیخ نور محمد کشمیری

وے شیخ نور شفیعا است صاحب ذوق و محبت و تجرید و تفرید۔ وے خواہرزادۂ شیخ ابراہیم است یا شیخ مصطفیٰ بن شیخ ابراہیم۔ وے را صحبتے خاص بودہ۔ وے در سال ہزار و سی (۱۰۳۰ھ/ ۱۶۲۱م) بر قدم تجرید سیر کنان از فرید آباد و دہلی رسیدہ بود من

---

۱ [illegible]

وے را آن جا دیدہ ام و مدتے باہم بسر بُردہ۔ بے تعلقی و بے تعینی سخت نیک داشت۔ مصطفیٰ پیشِ وے "دیوانِ حافظ" می گذراند۔ من سامع بودم۔ طرفہ معانی حقایق و اسرار و دقائق از زبانِ وے سر بر می زد۔ در صحبت وے تاثیرے بود نیک ظاہر۔ شبے وے مصطفیٰ و دیگرے را گفت تا این خیال باواز خوش گفتن گرفت خیال

آؤ سجن لاگ کریں، دو کہہ دور کریں   برہن جوگی کبری آنسوں بہائی

سوی کیوں کیجئے اچھو ار کجو لیلی   پیاری ہوں تو وتوں موو بہریں

از استماع آن مرا بناگاہ کیفیتے روئیداد۔ چنانکہ بیخود افتادم تا دیرے وے مرا درگرفتہ بود چون بخود آمدم مصطفیٰ گفت مرا این حال تو از تاثیر صحبت ویست۔ مبارکت باد و وے مرا لطف فرمودے و با خود بسیر خوش و نزہت فرید آباد بردے وصحبتِ خوش و خلوتِ دلکش بمیان گذشتے۔ وے بآن آزادی و وارستگی، طریقت معاملت را نیک ورزیدے۔ روزے وے حکایت گفت۔ کہ من در بربان پور استادے داشتم صاحب فنون غریبہ۔ در دبیرستان وے ہمہ تلامذہ صاحب کمال بودند (فہیم بودہ اند[1]) استاد رسمے بربستہ کہ ہر روز شاگردے ضیافت استاد و شاگردان کردے۔ روزے استاد گفت۔ امروز ضیافت برمن است ہمہ شاگردان را بصحرا برد و عملے بکار آورد و سہ چوب بدست گرفتہ دریچہ بساخت و گفت یکان یکان ازین دریچہ در گذرد و ہر کس ازآن می گذشت خود را درمیان باغے می یافت و آنجا قصرے بود بارونق و نزہت ما ہمہ دران قصر .. یدیم

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

کہ صدرِ مجلس آن استاد است و امردان با حسن و لطافت ایسادہ حاضر خدمت اند
وطعام اقسام حاضر کردند ہمہ سیر خوردیم۔ آخر روز استاد چنانکہ درون آوردہ بود
بیرون برد۔ ما ہم (ہمہ) در شگفت شدیم واز استاد پرسیدم حسبۃً للہ بر گوی کہ این
چیست؟ گفت یکے از شعبدہ ہاے عالم غیب است۔ در ''رشحات'' می آرد کہ بعضے
عدول ثقات از خدمت مولانا زادہ فرکتی کہ مرید خدمت مولانا نظام الدین علیہ
رحمۃ بود و بعد از وفات مولانا ملازمت خواجہ احرار قدس سرہٗ بسیار کردہ است، نقل
کردکہ وے فرمودہ است کہ روزے در ملازمت حضرت ایشان از دے بدے می
رفتم۔ اتفاق فصل زمستان بود و غایت کوتاہی روز در راہ نماز عصر گذاردیم و روز
بغایت بیگاہ شدہ بود و آفتاب روی بہ غروب نہادہ و تا منزل ہنوز دو شرعی راہ ماندہ بود
و در آن صحرا ہیچ پناہے و آرامگاہے نبود بخاطر گذرانیدم کہ روز بغایت بیگاہ است و
راہ مخوف و ہوا سرد و مسافت بسیار، در پیش، حال من (چہ) خواہد بود۔ حضرت
ایشان تندی راندند چون این (خطرہ) تکرار یافت و غلبہ کرد، روی باز پس کردہ
فرمودند۔ متر سید و تردد بخاطر راہ ندہید و زود برانید، تواند بود کہ تا روز آفتاب تمام
غروب نکردہ باشد و بمقصد رسیم۔ این فرمود و تازیانہ براسپ زدند و تندتر راندند ما
نیز در عقب حضرت ایشان تندی راندیم و بہ زمان از جرم خورشید می نگریستم،
می دیدم کہ ہم چنان بر کنار افق ایستادہ و ہیچ گونہ غروبے و افولے ندارد آن چنان
کہ گو کسے او را بر افق میخ زدہ کردہ اند تا وقتے کہ بدیوار بازہ ہاے آن دہ

رسیدیم درین وقت (یکبار آفتاب چنان غائب شد کہ ہیچ اثر آز واز حمرت و بیاض شفق کہ بعد از غروب می باشد باقی نماند و عالم بیک بار تاریک شد بمشابہ کہ رویت[1]) الوان واشکال (ممکن نبود[2]) حیرت و ہیبت بر من غالب شد و یقین دانستم کہ آن تصرفے بود کہ حضرت ایشان نمودند۔ آخر بے طاقت شدم اسپ برانگیختم وزدیک حضرتِ ایشان راندم و گفتم خواجم حسبۃً للہ بفرمایند کہ این چہ سر بود کہ مشاہدہ نمودم۔ فرمودند کہ این یکے از شعبدہ ہاے طریقت است۔ انتہی۔ شیخ من در حاشیۂ آن نوشتہ کہ نفس انسانی از کمال قوت بجاے می رسد کہ بر نفس فلکی سلطنت می یابد چنانچہ از ردِ شمس کہ از حضرت سلیمان علیہ السلام وحضرت امیر رضی اللہ عنہ واقع شدہ مفہوم می گردد آنکہ حضرتِ ایشان فرمودند کہ این یکے از شعبدہ ہاے طریقت است، یا بجہۃ آنکہ بر نظر مطلب اصلی این قسم تصرفات در نظر ہمت شعبدہ می نماید، یا آنست کہ نظر بحقیقت شعبدہ بودہ است باین معنی کہ در نظر بعضے چنین نمودہ لیکن درین صورت بعضے دقائق و اسرار است کہ اظہار[3] آن درین وقت میسّر نیست۔ انتہیٰ۔ خلیفہ (نور محمد) اشعار بسیار وارد و پیش من خواندے از ان جملہ انچہ مرا بیاد ماندہ این چند بیت است

اے مسیحا گذری بر سر بیمارے چند	نظر لطف، خدارا، بخود آزارے چند
نکتۂ عشق نہ آنست کہ آید بشرح	عقل بیہودہ سیہ ساختہ طومارے چند
زہد زاہد پے جنت چو بدیدم گفتم	مور پرّان شدہ اندر طلب مارے چند

۱، ۲ ہر دو اضافہ از نسخۂ ندوہ ۳ در نسخہ "ایما"

مست عشقست خلیفہ ہم ازو کسب کنید لذت بادہ مجوئید زہشیارے چند

اے عندلیب گر گلت اندر چمن شگفت تل را گل امید ز لعل و من شگفت

در انجمن فسردہ شود ہر گل چمن ما را گلیست تازہ کہ در انجمن شگفت

پیراہن دیوانگی زیباست بر بالاے ما چاکِ گریبان زیر پا و عطف دامان در بغل

بدین دمن نتوان شد بپایگاہ حساب[1] سبوے بادہ بیارید تا غرارہ کنیم

بترَب من بگر رز شکار می آید رکاب سُرخ عنان سرخ دامن زین سرخ

دوست کو کردم سوال از فاختہ از زبانش نیز کو کو یافتم

روزے من و وے باہم نشستہ بودیم۔ بناگاہ وے برجست و کمر بربست و گودرے (گودڑی) بر کتف انداخت و مرا گفت بکس مگوی کہ من سفری می شوم و راہ دلیز و اگذاشت و براہ دیوار شکستہ غیر متعارف خود را برافگند من بیکے اشارہ کردم کہ مصطفیٰ را خبر کن و من با وے شدم تا مسافتے دراز (و مجال ایستادہ) کرد لش نبود۔ درین اثناء مصطفیٰ ہم دوان دوان در رسید و سکوت ورزید، چہ می دانست کہ وے باز نہ گردد۔ وے باوجود آن اخلاص و محبت و خویشوندی و قرابت اصلا پرواہ نکرد و بشد جے کہ دشن خوست۔ وے از راہ تعین با ہمہ یگانہ بود و از بے تعینی از ہمہ بیگانہ

دوہرہ

ناتک ڈوری جیو یہ سب ستو ستّی نیہ نان کسہوں سوں دوستی نا کسہوں سوں بیر

وہ بند سبب رفتن خلیفہ از دنیا آن بود کہ وے را با برادر زادہ خود نجیبے[2] پیدا شدہ

---

۱ - نسخہ ندوہ "جناب" ۲ - اضافہ از نسخہ ندوی

با فراط کشید و مدتہا بفراغِ دل عشق ورزید۔ وقتے آن جوان بیمار افتاد وامید زیستش نماند۔ روزے خلیفہ بر بالین وے آمد و ساعتے مراقب بنشست آخر گفت ہاں! اے جوان تو برخیز کہ من می روم۔ درین اثناء بیمار ہشیار برخاست و بہ شد و خلیفہ بربستر افتاد و برفت از دنیا بعمر چہل داند در سال ہزار و چہل داند (۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰م)۔ نیز گویند کہ خلیفہ راپس از وفات شخصے بچشم سر دیدہ است کہ بجائے خویش ایستادہ، این معنی را، زود برآمدہ بدیگر گفتہ چون ہر دو باہم رفتہ اند، ندیدہ اند۔ در ''رشحات'' است کہ از خواجہ احرار قدس سرہٗ کیفیت فوت مولانا قاسم کہ یکے از یاران ایشان بودہ است، پرسیدند۔ فرمودند کہ روزے وے در بیماری ما پیش ما آمد و گفت من خود را فدائے شما می کنم، گفتم ''قاسم تو مردے فقیرے ومتعلقان بسیار داری، این چنین مکن'' گفت من بشما درین مشورت کردن نیامدہ ام واین کار کردہ ام وحق سبحانہٗ قبول فرمودہ است۔ ہر چند کہ مبالغہ کردہ شد وے در مقابلہ جز این سخن نگفت و برین رفت۔ آن بودہ است کہ روزے دیگر مرض حضرت ایشان بمولانا قاسم منتقل شدہ واز عالم رفتہ وایشان چنان صحیح بودہ اند کہ بطبیب حاجت نیفتاد۔ انتہیٰ۔

شیخ نور محمد سنبھلی

از فرزندانِ شیخ علی است واز مریدان شیخ تاج الدین سنبھلی۔ وے مستقیم احوال است اندر صلاح وسلامت ومشغول باعمال واستقامت۔ وقتے کہ وے

بطلبعلمی پیش شیخ فاضل آمدے۔ (من آن جا وے را بدیدے وے آن جا)
ورای کارے کہ داشتے ہیچ سو، نپرداختے وبہمان درساختے۔ وفاتِ وے در سال
ہزار وسی ویکست (۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱م) گویند وے در اوقات مشغولی آن چنان
مستغرق شدے کہ شعور وے باین طرف وآن طرف اصلا نبودے چنانکہ روزے
در حجرۂ خویش بود مشغول نشستہ۔ مارے از سوراخے برآمد و پاے وے را گندید
وے از آن حال مطلق نبرآمد و در آخر این قدر گفت کہ تاثیر زہر مار در بدن من مثل
موجہای گرد و غبارۂ تیرۂ چندے ملحوظ می گشت وبس۔ نقلست کہ یکے از بزرگان
سف مستغرق بحر الٰہی پیوستہ اندر زاویہ خویش بسر بردے و کارہاے کہ ضروری نبود
نپرداختے۔ روزے عزیزے بدیدن وے برفت و در حجرۂ وے نشست و این
طرف وآن طرف نگاہ کرد، دید کہ چوبے از سقف آن حجرہ شکستہ است گفت، شیخا
چونست کہ این چوب شکستہ را کہ در زیر آن می باشی، درست نمی سازی۔ گفت ک
سال است کہ من درین حجرہ ہستم لیکن این چوب شکستہ را فی الحال دیدہ ام۔
انتہی۔ گویند شیخ علی جد شیخ نور محمد مدت ہفدہ سال از وطن خود کول (علی گڈھ)
برآمدہ بسنبھل رسید و با شیخ محمد سنبھلی کہ از اولیاے وقت بود، در پیوست و ریاضات
شاقہ در پیش گرفت چنانکہ دوازدہ سال پشت بر زمین نیاورد و یک گلیم
مریدے (عاریۃ) بسال باپوشید و بمرتبہ کمال رسیدہ۔ گویند روزے براے وے
نرہ می پختند یکے مقدارے نمک انداخت دیگری آمد بار دیگر بینداخت۔ وے

ل اضافہ از نسخہ نمبر ۵

ہمہ را می دید و کس را نگفت کہ نمک انداختہ اند دیگر میندازد۔ وفاتِ وے در سال نہ صد داند (۹۰۰ھ/ ۱۴۹۵م) است و قبر وے در سنبھل۔

شیخ نور محمد حارث[1]

بن شیخ تاج الدین سنبھلی، نسبت بپدرِ خود درست می کند۔ صاحب اخلاق عظیمہ است و اوضاع لطیفہ۔ اہل فتوت است و معاملت و استقامت۔ روزے در اوایل من با پدرِ خود بوے شدم در باغچۂ خود کہ نزدیک بہ فضائے شہر (بیلق نے شہید) است نشستہ بود با چہرہ نورانی و طلعت بابہا۔ سخنان نیک از احوال درویشان و حسن اخلاق ایشان بمیان آمد۔ تا خوشوقت برخاستیم۔ پدرِ من آن روز جمعے از دوستان در تعریف وے این عبارت گفتہ کہ "امروز انسانے دیدہ ام بہ ہیبت فرشتہ"۔ پس از آن سالہا دراز در اول جلوس صاحب قران ثانی کہ من در ملازمت شیخ خود آمدہ شدی داشتم در اکبر آباد۔ روزے یکے آمد بلباس شکرین قباے در بر و شمشیرے در کمر، ساعتے بہ نشست و برخاست۔ من از شیخ خود پرسیدم این کہ بود۔ گفت نمی شناسی؟ وے محمد حارث پسر شیخ تاج الدین سنبھلی است۔ گفتم من یکبار وے را با پدرِ خود دیدہ ام و پدرِ من وے را چنان گفتہ بود۔ پس از آن وے منصب نیک یافتہ بجاگیر خود رفت و آنجا کارہاے شجاعت بجا آوردہ و بست و دو زخم بر خود برداشت، باز پیشِ بادشاہ آمد۔ بادشاہ بروے لطف فرمود بنسبت پدرِ وے کہ نیک معتقد بود۔

---

[1] در نسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ و در متن این نسخہ نام "محمد حارث" است۔

است و ہر سال تا حال حیات پدرِ وے فتوح کثیر در مکہ بوے بفرستاد۔ یکبا
بادشاہ شیخ تاج الدین نوشتہ کہ "ما بادشاہ شدیم و شوق دیدارِ تو بسیار داریم۔ بہت
آنست کہ از مکہ آمدہ بدیدارِ خود مشرف سازی"۔ شیخ در جواب نوشت ک
بادشاہان در درگاہ اقدس بیت اللہ وکلاءِ خود نگاہ می دارند و من از طرف شما وکیل
این درگاہم۔ گویند خواجہ ابرار محمد حارث گفت کہ امروز پدرِ تو در دیارِ عرب شیخ
است مقتدا، چرا نہ پیش او روی و معزز شوی۔ وے رفت بمکہ و با پدر صحبت داشت
و مرزوق گشت۔ پس از آن از پدر جدا شدہ بحج رفت و آن جا برفت از دنیا۔ پیش
از پدر بہ پنج روزے در سال و ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱م)۔ و قبرِ وے د
زمین حجاز است۔ در اوایل شیخ مرا با وے مراسلات بودہ است۔ وقتے شیخ مر
بوے این نوشتہ کہ "خدمت مولانا مخدوم زادہ شیخ محمد حارث باید کہ سعی در آن
نمایند کہ ہیچ خطرہ در دل جا نیابد، خصوصاً در نماز (فرض)[1] چنانچہ از حضرت اما
ربانی (ثانی) حسن ابن علی سلام اللہ علیہما[2] منقولست کہ می فرمودند کہ حق سبحانہ، ہی
در (قلب) در نماز نقش نیافریدہ۔ یعنی صورت مثالی در غیر نماز گنجایش دار
بدانند و درایت اما متوجہ بیت (روحست) کہ معاملہ دائمی با قدر (باللہ دارد)
قلب پیوستہ ما سوا اللہ ست تعین در دماغ (دماغ) کہ محل خیال است مظہر مثال ی
قرآن شد۔ والسلام علی اتبع الہدیٰ۔ انتہیٰ۔

---

۱ اضافہ در نسخہ شدہ

۲ این جا در اصل صورت "مجدد الف ثانی" بود، ما قصے تبدیل کردہ۔ (ثانی، حسن ابن علی سلام اللہ
علیہما نقل است) در متن حضرت مجدد است بجای حضرت حسن رضی اللہ عنہ

معاذ سنبھلی

وے نیز پسر شیخ تاج الدین است وہم نسبت بپدرِ خود درست می کند۔ جوانیست صالح و نیازمند۔ معاملت نیکوان دارد۔ (ومولد ومنشاے وے شہر مکہ معظمہ است وزمین حجاز وہم آن جا تحصیل علوم دینیہ کردہ واز الطاف وعنایات پدر سلوک طریقت ورزیدہ[1]) وبہرہ ور گردیدہ۔ وے در سال ہزار وشصت داند (١٠٦٠ھ ١٦٥٠م) بہندستان آمدہ وبحضور بادشاہ صاحب قران ثانی رسیدہ وتحف وتبرکات مکہ وآن دیار گذراندہ بادشاہ خوش شدہ واز خوان احسان خود وے را خورسند گردانیدہ۔ وے در سنبھل ہم کہ وطن پدر ویست، آمدہ است و چندگاہے بسر بردہ۔ من وے را چند بار دیدہ ام۔ اخلاق نیک دارد۔ وے با شیخ من نیز وارا است۔ روزے بشیخ من آمدہ واز ماجراے احوال خود حکایت کردہ وآن روز بہ نسبت سنبھل بر من لطفے وکرمے وافر نمودہ۔

شیخ عبدالوالی (الواجد) سنبھلی

وے نیز مرید شیخ تاج الدین است وخسر پور وے۔ صحبت داشتہ کمال پدر خود۔ مرزوق از کمالِ لطف وے۔ وے در اوایل بہ طبعی بدنی رفتہ با شیخ من بودہ وکسبِ علوم دینی نمودہ۔ وے از ایام جوانی شیخ من وایام طالبعلمی وفہم و

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

فراستِ شیخِ من سخن می کند و می ستاید و می گوید کہ این جودتِ طبع و صرافت فطرت د
مستعدانِ سابقین ہم نشنودہ شدہ و شیخ من اند کے از نحو و صرف پیش استا
گذراندہ۔ بیشتر انچہ از وے ظہور کردہ از راہ فیض است۔ پوشیدہ نماند کہ این
حالت شیخ مرا از نظرِ عنایتِ خواجہ بیرنگ کہ ایشان فرمودہ اند خواجہ خرد مثل مولا
عبدالرحمٰن جامیؔ خواہد شد۔ چنانچہ این حرف در ذکر شیخ من گذشتہ۔ در ''رشحات''
است کہ مولانا فتح اللہ تبریزی کہ از دانشمندانِ متبحر بودہ و پیش مرزا الغ بیگ مرتبہ
صدارت داشتہ حکایت کردہ است کہ در آن مجلس کہ مرزا، قاضی روم را (در مدرسہ
خود اجلاس کردہ۔ ہمہ اکابر و افاضل جہان در آن مجلس بودند قاضی روم در[1]) آن
مجلس بہ تقریر ذکر مستعدان خوش طبعان در صفتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ
چنین فرمودہ کہ تا بنائے سمرقند است، ہرگز بجودتِ طبع و قوتِ تصرفِ این جوان
جامیؔ کسے از آب آن ولایت بدین جانب عبور (نہ) کردہ۔ انتہی

پس از آن عبدالواجد بسنبھل باز آمدہ و متصل شہر برائے باشیدنِ خویش نشست گاہے
خوش تر داشتہ (خوش برآراستہ) اند و کسب بعض فضایل جمعیت صوری پیدا کردہ و در
سال ہزار و شصت داند (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰ء) بعزیمت سفرِ مکہ برآمدہ و بشرف حرمین
محترمین مشرف گشتہ و مشائخ آن جا را دریافتہ۔ دران سفر تفسیرے نوشتہ، بزبان پارسی
بعبارات واضح و باز بوطن رسیدہ و جمعیتے بہ ازان بہم رسانیدہ و قرآن مجید را بخط نسخ
نیک می نویسد من بوے آشنا امّا گاہ و بالاقات بہم دست می دہد۔

---

[1] اضافہ از نسخہ تدوہ

شیخ عطا محمد سہسوانی

مرید شیخ محمد حاکم است۔ و وے بیک واسطہ مرید شیخ عبدالعزیز چشتی قدس اللہ اسرارہم وہم وے شیخ عطا محمد رادر سلسلۂ قادریہ مستعد ساختہ و وے بزرگست باشکوہ روشن (لقا) وصفاے ظاہر و باطن۔ از فقراء و اغنیاء ہر کہ بوے ملاقاتی می شود، از خلق واحسانِ وے خوش بری خیزد، و معاملت نیک دارد۔ روزگارے کہ من لشکری بودم در مرد آباد، اتفاقاً روزے در مجلس ضیافتے (یکے) از اغنیاء بوے ہم پہلو شدم۔ بخاطر آمد کہ سخنانِ این راہ بمیان آرم واز وے مستفید شوم۔ خود باین قسم چیزے بگفتم۔ وے اصلا بمن نپرداخت یعنی (خیال کردہ کہ) لشکریان را باین علم چہ مناسبت است، چہ سخنان را ازین طرف وآن طرف بر چیدہ می گفتند وتقلید اسیرِ رعونت وخودنمائی فرامی نمایند واین خاطر وے رامن دریافتم ودقیقہ از علم توحید نیک آوردم وخود را بعجز معترف ساختم وے تبسّم کرد وگفت۔ این سخن از کجا می گوی؟ گفتم اگر از کجا بودی برسیدی۔ خوش باشد (شد[1]) وحقائق ودقائق سخت بلند بمیان آمد ورفت انچہ رفت۔ از آن باز دانستم کہ دریافت صحبت درویشان وواسطۂ قبول ایشان را علمے وفہمے درست می باید وبہمتے واقبا[2]لے راست می شاید، تا کس را بخود راہے دہند واز کار آگاہش گردانند

جنابِ عشق بلند است ہمتے حافظ ۔۔۔۔۔ کہ عاشقان رہ بے ہمت راہ بخود ندہند

---

[1] [2] ہر دو اضافہ از نسخۂ ندوہ

مثلے است مشہور کہ ''سرکہ خواستن راروے باید'' وآن آنست کہ عزیزے مہمان داشتہ است۔ پسر کلانِ خود را پیشِ بزرگے آشنا فرستاد کہ ''قدرے سرکہ بیار'' وے رفت و بآن بزرگ اوّل سخنے کہ گفت این بود کہ پدرِ من سرکہ خواستہ است، بزرگ گفت سرکہ ندارم۔ باز آمدہ جواب را بہ پدر گفت۔ آن عزیز پسر خرد را فرستاد کہ از پیشِ ہمان بزرگ سرکہ بیار، وے چون رفت، سلام کرد و بنشست و گفت۔ پدرِ من بشما دعا گفتہ مہمانانِ عزیز رسیدہ اند اگر در سرکار سرکہ دارید، قدرے عنایت بکنید آن بزرگ خوش شدہ بسیار داد۔ حاضران نسبتِ اوّل، ندادن وآخر، دادن را، از بزرگ پرسیدند، گفت ''سرکہ خواستن راروے باید'' نیز مثلے دیگر گفتہ، گویند کیمیاگرے را پیشِ بادشاہ بردند بادشاہ بوے گفت۔ کیمیا را بمن آموز، گفت من نمی دانم۔ مکرر گفت، وے انکار تمام آورد۔ وے را از جر و توبیخ فرمود، ہم قبول نمود۔ پس فرمود تا در زندانش کردند و سختی آوردند۔ ہم اعتراف نکرد۔ آخر بادشاہ بدانایان مشورت کرد کہ چہ باید (کرد) تا وے بیاموزد۔ گفتند۔ اندرین کار غربت و دلبری در کار است نہ حکومت و داوری۔ تا بادشاہ شبے لباس سقایان پوشیدہ وطعامے با خود گرفتہ پیشِ وے بزندان در شد و وے را سیر خوراند آب سرد از مشک خود بداد۔ چون روز شد۔ حکم بکشتن وے کرد۔ وزراء را اشارہ فرمود تا شفاعتش کردند و چند روز آنچنان بظہور آمد آخر گفت کہ فردا وے را تحقیق بخشید۔ آن شب ہمانا لباس شدہ (نزد وے) بوے گفت کہ فردا

۱۔ [illegible]

مقرر شدہ کہ ترا بکشند، پس کیمیا را بادشاہ بیاموز و جانِ خود را نگہدار وے گفت۔ بادشاہ را ہرگز نہ آموزم لیکن تو دلِ مرا بدست آوردہ، اگر ہیچو من پوشیدہ داری، ترا بیاموزم، گفت۔ بیاموز تا آن (ہنر) را سعد (بہ بادشاہ) آموخت۔ روزانہ بادشاہ (وے را) بحضور طلبیدہ (بگوش) وے گفت چہ طور کیمیا را آموختم۔ گفت ''سقہ غریب شدی تا آموختی۔ اگر بادشاہ می بودی ہرگز نہ آموختی''۔ نیز مثلے است نیک و آن مثل را بجائے بلندی زنند و آنست کہ برداشتنِ دانہ خشخاش را مورے باید نہ فیل۔ خواجہ شیراز گفتہ۔ مصرعہ

قیمت ہر کس بقدر ہمت والائے اوست

پس از آن شیخ عطا محمد مرا پیوستہ بسلامے و پیامے یاد می آرد و من شکر ہا می کنم۔ وقتے من پیش شیخ خود بودم اندر دہلی۔ شیخ من روزے بعرس شیخ عبدالعزیز چشتی رفتہ بود و من ہمراہ و بطور معہود خود بگوشہ مجلس نشستہ اتفاقاً شیخ عطا محمد بدہلی رسیدہ بود و دران مجلس شریک (حاضر) شدہ۔ چون شیخ مرا دید، آمدہ دریافت۔ من تعریف وے بسیار کردم۔ شیخ من بسیار متوجہ شد و وے ہم بمعرفت سابقہ و ہم ازین دولتِ غریبہ غیر مترقب، مرا نیک پیش آمد و صحبت بخوشوقتی گذشت۔ آرے معرفت و آشنائی دوستان او سبحانہ تعالیٰ نعمت است کہ بالاتر ازآن صورت نہ بندد و من آن روز عطائے عطا محمد را از عطائے الٰہی پنداشتم

بے معرفت مباش کہ در من یزید عشق اہل نظر معاملہ با آشنا کنند[1]

---

[1] این بیت خواجہ حافظ شیرازیست

شیخ امین الدین گنوری

بن شیخ رکن الدین سنامی الکنوری صاحب اخلاق و معاملت است۔ تالئ قرآن
بود و تحصیل علوم دینیہ پیش پدرِ خود کردہ و متوجہ بدرس و استفادہ مستعدان بود۔ من
وے رادر گنور دیدہ ام واز طریقۂ شکستگی و غربت وے خوشوقت گردیدہ و وے بر من
لطفے وعنایتے فرمودہ۔ وے جانشین پدرِ (خود) است۔ وفاتِ وے در سوم
رمضان است از سال ہزار و چہل و دو (۱۰۴۲ھ/۱۶۳۳م)۔ گویند پدرِ وے در
ایام شباب بطالب علمی از خانہ برآمدہ و تحصیل علوم دینیہ یقینیہ نمودہ و پیش شیخ کبیر
الدین کہ از اولادِ شیخ بہاء الدین زکریا است قدس سرہٗ مرید شدہ کسب سلوک
طریقت نمودہ در گنور باز آمدہ۔ در آستانۂ آبائے کرام خویش نشست و با فادۂ
مستعدان وارشاد مرشدان متوجہ شد و بساکس از صحبت وے از حضیض جہل وظلمت
وارستہ بپایۂ گاہ علم و نورانیت مشرف شدہ۔ وظیفۂ وے آن بود کہ وقت نماز تہجد از
خانہ برآمدے و در روضۂ آبائے خود کہ بنواحی قصبہ است رفتے و نماز گذاردے۔
پس از آن کوزہ ہائے مسجد را از آبِ چاہ پُر ساختے۔ و (کہ) بوضوٗ فقراء و مساکین
بکار آمدے۔ بعدہٗ باوراد و وظائف وادعیہ ماثورہ اشتغال داشتے و پس از نماز
اشراق بدرس علوم دینی توجہے نمودے صلاح و سلامتی کہ شاید و اعمال و استقامتے
کہ باید وے داشت۔ وفاتِ وے در سال ہزار و بست و ہفت (۱۰۲۷ھ/
۱۶۱۸م) است وقطعہ تاریخ وے اینست

و اصل الحق شیخ رکن الدین می رسد از درِ فیاضش ے
جایگاہش مقام خلدِ برین سالِ تاریخ ویست "روضۂ وے"

۱۰۲۷ھ

من اندر حیاتِ وے بسیار خواستم کہ بدیدارِ وے مشرف شوم لیکن میسّر نشد و گنور از سنبھل پانزدہ کردہ است۔ من وقتے آنجا رفتم کہ وے برفتہ بود از دنیا۔ نیازے آوردم و فاتحہ خواندم و یقین آنکہ مومن را در عالم برزخ از آیندگان برسرِ قبر اطلاعے تمام است، امیدوار سعادت گشتم۔ شیخ جلال الدین سیوطی از اکابر محدّثین است در رسالہ "لمعہ" می نویسد کہ مُردہا از زیارت زائران خبردار می شوند، زیرا کہ روایت کردہ است ابن ابی الدنیا در کتاب القبور از حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کہ فرمودہ است حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم "بنسبت مردے کہ زیارت کند قبر برادر خود را و برقبر او نشیند کہ آن میت خوش رو (از و) می شود۔ و موانست (نماید) و جواب سلام، وگوید تا آنکہ برخیزد واز و جدا شود[1]۔ انتہی۔

نقلے است مشہور کہ شیخ نظام الدین اولیاء بزیارت قبر خواجہ قطب الدین قدس سرہ در ہر روز دوشنبہ می رفتہ اند۔ روزے بخاطر شیخ آمدہ کہ حضرت خواجہ را از آمدنم یقیناً (آیا) اطلاعے بودہ است یا نہ۔ از غیب بگوش رسیدہ

---

[1] ترجمہ حدیث شریف لفظاً اینست۔ "نیست مردے کہ زیارت کند قبر برادر خود را و برقبر وے نشیند کہ آن میت خوش از و نشود و موانست نہ نماید و جواب سلام او نگوید تا آنکہ برخیزد واز وجدا شود

مرا زندہ پندار چون خویشتن   من آیم بجان گر تو آئی بتن

گویند شیخ ظاہر محمد مجد الدین کہ شیخ رکن الدین از اولادِ ویست، صاحب کرامات ظاہرہ بود۔ روزگارے از ستام سیاحت کنان بگنور رسیدہ و کنارۂ دریاے گنگ آنجا را خوش کردہ و در گذراندہ و آن جا تصرفاتِ خود را بظہور آوردہ بعضے سو دیت (شکایت) وے را پیش کالہ پہاڑ حاکم آن دیار کہ در جیسر میر، می بود، کردند۔ وے را از روے غضب طلب داشتہ۔ وے نرفتہ حاکم بجوش و خروش آمدہ۔ تا وے روزے گفتہ (فرستاد) کہ من خود بخود می آیم و رفتہ برروے آب گنگ نماز کردن گرفت۔ از استماع این حالت حاکم بہ نیازمندی پیش آمدہ و عرض کرد۔ ''چیزے از ما بخواہ'' وے گفت۔ کہ تو از ما (چیزے) بخواہ کہ از ین جہان می روی'' گفت ''یکسال از عمر بہ بخش'' گفت'' یک سال و دو نیم ماہ'' و درین مدت متعلقانِ وے را از ستام بطلبید و خدمت ہا کردہ۔ و حاکم بران وعدہ بے کما بیش برفت از دنیا۔

ووے را چہار پسر بود۔ شیخ بربان الدین، شیخ رکن الدین، شیخ ابوالحسن، شیخ نجم الحسن۔ یکے از آن ہمراہ کبوتران پریدہ رفت و یکے غائب شد۔ بعدہٗ ہردو در بندہ (پنڈوہ) خانہ شدند۔ از شیخ رکن الدین متعلے در صباے عیدی طلبید۔ درخانہ وے ہیچ نبود۔ (شند وے خانی را لکدے زد و گریستن) گرفت۔ پدرِ وے را خبر شد گفت رکا! این شتابی چہ؟ باز گریست۔ و گفت۔ گاہے تنگی گاہے فراخی بہتر و (اولیٰ) الآن اولادِ ایشان را در گنور این حال است، امروز در آستانہ این بزرگان شاہ غریب نامہ رو یشے می باشد، غریب و نامراد و صاحب معاملت۔

شیخ نظیر علی سنبھلی

مرید شیخ جنید سنڈیلہ است۔ در معاملت سخت راسخ بود۔ گمانم آنست کہ (سنن و نماز[1]) دیگر وغیرہ، غیر موکدہ از وے فوت نشدہ باشد۔ درد دین اندر دل داشت۔ عمرے وے نزدیک بصد سال رسیدہ بود۔ آخر نفس ہم از اعمال شریعت بیستاد (نگذاشت) و باہوش برفت از دنیا روز جمعہ از سال ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ ۱۶۵۷م) وے ہمسایۂ من بود، از وے پرسیدم کہ درین عمر از درویشان کامل کسے را دیدۂ کہ احوال او برا (تقاضائے) باز گفتن کنند۔ گفت آرے۔ روزگارے من با مہدی علی کشمیری کہ از اقربائے من بود، بولایت خراسان رفتم۔ آنجا شنودم کہ در شہر ہرات بزرگست صاحب کمال میر جعفر نام، قصد زیارت وے کردم۔ مہدی علی نذرے را حوالۂ من کرد و گفت از نظر میر بگذرانی و از طرف من نیازمندی نمائی۔ پس از آن در بارۂ مہم پیش آمدۂ من التماس توجہ و عنایت کن۔ رفتم۔ وے را در مسجدے یافتم، رو بقبلہ سر در مراقبہ فرو بردہ۔ از مشاہدۂ وے بوے رعبے بر من مستولی شد، متحیر درایستادم تا کہ وے سر برداشت۔ من سلام کردم و نذر از مہدی علی پیش بردم و مہم را عرض داشتم، قبول نمود و فرمود خداش بیامرزد، باز مراقب شد۔ من اندوہگین شدم کہ ازین ادا چیزے بظہور خواہد آمد کہ نباید بزبان آورد۔ و درہمان ایام باز روانۂ ہندستان شدیم۔ چون بشہر خود

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

رسیدیم۔ مہدی علی با منظور بیگ پسر من از شاہراہ جدا افتاد وقطاع الطریق ہر دو را بقتل رسانیدند۔ این خبر قتل رسید لیکن بجاے (کہ) افتادند نام ونشانِ اوشان (لاش ہاے شان[1]) ظاہر نشد۔ میر مفاخر حسین بن میر عماد کہ ذکر شان خواہد آمد، گوید کہ میر خسرو جدّ من با آن میر جعفر نسبت برادری خالہ زادگی داشتہ است وہم دبیرستان بود۔ چون از میر جعفر جدا شدہ ہندستان آمدہ وپس از سی چہل سال باز بہرات رفتہ میر جعفر در درویشی بکمال رسیدہ بود۔ (واز کثرت مراقبہ واستغراق[2]) مہرۂ گردنش از گردن برآمدہ، وقت ملاقات ہیچ حرف آشنای نزد ہمین فاتحہ خواندہ وبس۔ چون میر خسرو باز ہندستان روان شد وچند منزل راہ برفت۔ شبے جماعہ وزدان کمین کردہ بودند وخواستہ اند کہ بروے بزنند۔ درین اثناء میر جعفر حاضر شدہ ووزدان را نام بنام آواز دادہ۔ آنہا حاضر آمدند۔ میر گفت۔ میر خسرو را با قافلہ تا فلان موضع بسلامت رسانید ووزدان بنگاہ بانی تمام بجاے معہود رسانیدہ اند۔ وہم وے گوید کہ روزے میر در جاے ایستادہ مراقب شد از وقت نماز پیشین تا بعد نماز پیشین روز دیگر، چون بافاقت آمد گفت نماز پیشین رفت گفتند دو نماز پیشین رفت۔ وہم وے گوید کہ میر چند بارے در اوقات سحر بجوے یخ بستہ در آمدہ است ویخ را شکستہ دران نشستہ۔ آبے کہ از وے جدا می شد مثل آبِ حمام گرم می گشت۔ در حیاتِ آن نظیر علی چہار پسر وے جوان وقابل مردانہ از دنیا رفتہ اند۔ یکے را من دوست ومخلص بودم عبدالمنعم نام داشت۔ صالح وجوان مرد ومردانہ

---

[1] [2] ہر دو اضافہ از نسخہ نمدہ

رو۔ در سال ہزار و سی داند برفتہ (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰م) وے در رفتن ہر پسرے
انا للہ و انا الیہ راجعون" گفتے و گریہ و آہ نکردے و ماتم نداشتے۔ ازین حال
ے من و دیگران در شگفت می شدیم۔ وقتے من این حالتِ وے را پیشِ شیخ خود
گفتم، گفت۔ بہتر آن بودے کہ در اوقات مصیبت و بلا از راہ عجز و شکستگی زاری
مودے و دیدہ را بگریہ تر ساختے۔ در "نفحات الانس" است کہ شیخ الاسلام گفت
جوانمرد آنست کہ چون وے را مصیبتے رسد یا از وے چیزے فوت شود مصیبت را
را ساز دو حسرت و ندامت تدارک جوید نہ آنکہ اہل مصیبت و فوت (عزیمت و
قوت[1] باشد، آن را نہان دارد و (بہ) اظہار دعویٰ تمامی مغرور (شود)۔ انتہی۔ نظیر
علی گفتے کہ من روزگارے در اردوے اکبر بادشاہ ہمراہ شیخ (مہدی) علی بسر بردہ
ام۔ شبے از غایت باد تند و جکّر (جھکّڑ) شدید خیمہ ہاے بادشاہ درہم و برہم افتادند
و ہیچ جا چراغ روشن نماند۔ بادشاہ اندران تیرگی مغموم و مقبوض نشستہ بامداد گرد
و روزانہ ہم اثر آن قبض در چہرۂ وے ظاہر بود۔ بیر بر، ہندو کہ از محرمانِ خاص
مزاج فہم بود و فہیم و خوش طبع۔ سبب آن قبض پرسید بادشاہ گفت۔ امشب از طغیان
باد کہ خیمہ ہا در افتادہ بود و شمع ہا سرد شدہ (گشتہ من اندران[2]) تاریکی اندیشہ
گذراندم و متفکر ماندم کہ اگر تاریکی گور ہم این چنین خوہد بود۔ حال چون خواہد
بود۔ وے گفت۔ خاطر بادشاہ ازین امر جمع باشد گفت چون گفت از آن روزے
کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بزمین در آمدہ است۔

۱۔ از "نفحات الانس"   ۲۔ اضافہ از نسخہ ندوہ

خدائے تعالیٰ ظلمت و تاریکی بالکلی از زمین برداشته است۔ از شنیدن این سخن قبض و حزنِ بادشاه برطرف گشت وانبساط و انشراح آورد۔ پوشیده نماند اگر بیر بر نسبتِ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنین اعتقاد بدل داشته بود چه عجب که در آخر کار روے را (ہدایت) نصیب شده باشد۔ نیز نقل می کنند که وقتے وے پیش شیخ چاند دہ سنگی قدس سره رفته بود و نیاز مندیٔ سخت نیک بجا آورده و سخنانِ این راه بے خار گفته چنانکه وقتِ شیخ خوش گشته واز روے لطف بیرهٔ پان بوے داد و گفته۔ خدا تعالیٰ ترا از ہر دو آتش نجات بخشد۔ آخر پس از کشته شدنِ وے نعش وے را از جماعهٔ کشتگان بسیار جستند امانیافتند ہمانا این خلاصی از آتش از اثر آن اعتقاد وآن تقاول شیخ باشد۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ در "رشحات" است که حضرت خواجه احرار قدس سرهٗ می فرمودند اگر شنودم و دانم که (در) خطای (خطا) کافرے سخنانِ بے خار می گوید، روم و ملازمت وے کنم و محبت (منت) دارم۔ انتہیٰ۔ و ہم نظیر عی گفته بیر بر صفت جود و سخا بمرتبهٔ کمال داشت چنانچه مشهور است وقتے یکے از راجه ہاے نامدار ہند باد فروشے را بامتحان وے فرستاد، تا در شہر ندا کنان می گشت که ہست کسے که صد روپیه بدہد جیرد و پاپوشے بدہد۔ من آن صد روپیه بگیرم وصد پاپوش برسر (برہنه وے) زنم (این ندا را وے دو بار شنید، تغافل ورزید، سوم بار گفت چرا او را سرِ مردان سازم چه این کار را بے من کسے) برسر نخواہد گرفت تا صد روپیه و پاپوش را در ہر دو دست گرفته و سر برہنه کرده بیستاد در حضور مردمان و آن

۱؎ ۲؎ مطابق نسخهٔ ندوه

بادفروش را بخوشوقتی گفت کہ کارِ خود را بکن۔ بادفروش صد روپیہ شمردہ در گرہ در بست وگفت سر فرود آر پاپوش برداشت کہ بزند (دید) کہ در روے ہیچ تغیرے راہ نیافتہ است۔ روپیہ ہا در انداخت و بپاے ور افتاد کہ فلان راجہ بہ امتحان تو مرا فرستادہ بود تو ہم چنانی۔ وہم وے گفتے کہ روزے بادشاہ آراستہ (گلدستہ) باذرو جواہر آراستہ وبس بتکلف بدست گرفتہ نشستہ وامراے عظیم الشان راست وچپ ایستادہ بودہ (بادشاہ گفت این گلدستہ را بکہ بخشم ہیچ کس ہیچ نگفت تا بیربر گفت بادشاہ بطرف دل بیند ہر چہ را دل فرماید آن را بخشد۔ بادشاہ رمز را بفہمید و وے را بخشید چہ وے بدست چپ بود۔ وہم از وئے[1]) اشعار ہندی بسیار مشہور است۔ بعضے از آن بمعنی نیک واقع شدہ از آن جملہ این شعر اگر چہ از اشعار زبون ویست اما مرا وقتے خوش آمدہ بود۔

چھاڈو یہ دنیا چچھوری چھنار ہے	آ کو نہ پکاروان کا ہے نہ کار ہے
یہ اور ہوی بھری سو تو ہوں کو بیکار ہے	کا ہو کو انگ لگووے کا ہو کو من مسار ہے
کا ہو تک جھک لاوے، کیل کی کار ہے	اُر نہ چڑھا و نہ بڑھاؤ، نہ لڈاؤ تک

من در نتیجہ (تتبع) این گفتم[2] سویہ

دنیا اچھوتی ناری یا سنسار ہے	جو ہونر سور تن جاوے نہ بڑن آوے
واکے نار، واکو نہ بھتار ہے	جو ہو جن ہیچ داسون آنچہ کی لوار ہے

---

[1] اضافہ از نسخہ ندوہ
[2] اضافہ از نسخہ ندوہ

برہم داس ایسے سوں بلاس ہاس کیجئے	کیجئے نہ ہاس جوں دیہ ہاس جوڑی پدرتے

بھوگے مار تاہی یہ سنہا رہے کاہو کو نہ لیجئے اور نہ ریاس کیجئے
درھوی بیا کیسے بجیس اس آیت اتار ہے ز زہے بچارچ، چ رنجہ پتوار ہے

شیخ حسین محمد سنبھلی

مرید شیخ امان اللہ است در سلسلہ چشتیہ۔ وے امّی است۔ اندرین راہ سخت
مستقیم۔ توکل نیک دارد۔ وے لشکری بود۔ چون درین راہ درآمد بصدق و ہمت
درآمد۔ فقر و فاقہ راچنان (کہ) مقرراست پوشیدہ می دارد۔ وے ہمسایۂ م
است۔ اکثر ہا باہم ملاقات درمیان است و محبت ہا نیک می گذرد۔ وے گوید کہ د
اوایل کہ بعزیمت مکہ از سنبھل برآمدم باکبرآباد وچندگاہے آن جا باشیدہ، ش
بخواب دید کہ بادشاہ وقت مرا می طلبید شب دوم ہم ہمان خواب دیدم۔ شب سو
دیدم کہ مردے محمد معصوم نام آمدہ و مرا گفتہ برخیز ترا بادشاہ می طلبد و سہ پارچہ ا
ملبوساتِ من جدا کردہ وگفتہ بپوش و پیش بادشاہ آی۔ من تعبیر این خواب را بخاط
آوردم کہ اوّل مرا بمکہ باید شد و حج کردہ از آن جا بمدینہ بدرگاہ رسالت پناہ صل
اللہ علیہ وسلم برخاک ادب (باید) نشست و (بہ) بشارت آن حضرت بیت
المقدس باید رفت و تا مقصود حاصل شود۔ و ہمان سہ پارچہ در برکردم و کمر بہ
لیکن مطابق کریمہ "من استطاع الیہ سبیلا" زادِ راہ نداشتم و رفیقے ہم نہ
متحیر شدم و درین اثناء یکے آمد و گفت حکیم مسیح الزمان کہ وے را بادشاہ میر حا
(تجاج) کردہ بمکہ رخصت نمودہ است، در کجا (این جا) فرود آمدہ است

این گفت و برفت۔ من خوش شدم کہ صحبتے خوب نیک میسّر آمد۔ لیکن آن کس را
ہر چند جستم نیافتم واز آن جا بیرون شدم وحکیم را دریافتم ومنزلے چند بادے
برفتم۔ پس از آن ہمتم برین آورد کہ وے را ہم اندر راہ گذاشتم وتنہا رسیدم
ببرہانپور وبرائے نماز جمعہ بمسجد شدم وبشیخ عنایت اللہ خدا نما ملاقات کردم وے پر
سید۔ تو کیستی؟ کہ از تو بوے جنسیت ہمی آید۔ گفتم غریبے ام از سنبھل از مریدانِ
شیخ امان اللہ۔ اتفاقاً شیخ عنایت اللہ (وشیخ امان اللہ) ہر دو مرید شاہ حسینی بودہ۔ باز
گفت۔ عزیمت کجا داری؟ گفتم۔ بیت اللہ۔ گفت کسے نبود کہ ترا از رفتن آن
جا باز داشت۔ گفتم این چہ معنیٰ است؟ گفتم اوّل بصاحب خانہ آشنا باید شد آنگاہ
بخانہ وے باید رفت۔ بے آشنای رفتن ہیچ حاصل ندارد۔ گفتم۔ الحال مر شیخ مرا
آشنا کند (کنند) گفت۔ روزے چند درین جا بباش، پس از آن ہر جا خواہی
برو۔ من اندر خدمت شیخ (عنایت اللہ) ببودم و چیز یکہ در (سلوک) می بایست
حاصل نمودم وخاطر را از بادیہ پیمای فارغ ساختم واز شیخ اجازتِ ارشاد دیگران
یافتہ باز وطن آمدم۔ در ''نفحات الانس'' است کہ محمد فضل گوید۔ عجب می نمایم از
کسے کہ بیابانہا ووادیہا قطع کند تا برسد بخانہ وے واز آن جا آثار انبیاء بیند۔ چرا
وادی نفس وہوا را قطع نمی کند تا بدل برسد وآثارِ پروردگارِ خود بیند۔ انتہیٰ۔ نقلست
کہ رابعہ بصریہ را گفتند۔ الا تسالین الجنۃ۔ گفت۔ اِلجارُ ثم الدار

گر ہست ترا صاف دل وروشن رای ہمسایہ طلب نخست آنگاہ سرای

شیخ حسین محمد را پس از رسیدن بسنبھل حالے وکیفیتے عجب روئیداد۔ چنانکہ اسباب

معیشت را برہم زد۔ زمین ملکی و فرمانی بگدائے بخشیدہ۔ چرخہ، کوزہ، آلاتِ پختن
وخوردن را از خانہ برانداخت واندر آن حالت سخنان شطح آمیز گفتن گرفت ومطعونِ
علمائے ظاہر گشت۔ روزے در مجلس علماء واکابر شہر حکایت گفتنی ہائے وی بمیان
آمد۔ یکے گفت۔ تعزیزش باید کرد۔ دیگرے گفت۔ بندش باید نہاد۔ سہ دیگرے
گفت۔ محضر باید در افعال واقوال وے نوشت ومطابق آن بظہور (باید) آورد
تا فتنہ وفساد سر برزند من در آن مجلس حاضر بودم گفتم۔ بالفعل شخصے متدین را باید
فرستاد، تا مآلِ سخن وے را نیک دریابد وبشما آمدہ ظاہر سازد۔ عزیزان دانستند کہ
چون وے ہمسایۂ من است حق آن نگاہ می دارم وجانب داریٔ وے می کنم، چیزہا
بمیان آوردند۔ پس من گفتم پذیرم وے را اندر شریعت وموافقِ سوءِ ظنِ شما حرف
زنم۔ ورَد نیز نکنم وے را، چہ سخنِ وے بے مغز نیست وکار را از اصل گرفتہ است۔
چون شیخ محمد تقی مفتی کہ مردے بود باعلم وفضیلت بوے آمد وسخنِ وے را نیک پسندو
گفت۔ اگر وے را ملحد خوانم ہیچ کس مسلمان نخواہد بود۔ پس از آن شیخ تاج
الدین وشیخ بدر عالم کہ آنہم مفتی است وہم فاضل ونیک مرد وصاحب اخلاق،
بوے آمدہ وے را آن چنان لاطیل گویا نیافت کہ عامۂ خلائق در حقِ وے می
اندشیدند وہم آن چنان مذکورے از وے روزے در مجلس رستم خان دکنی کہ حاکم
این ملک بود، برآمد۔ من ہم آن جا حاضر بودم کہ لشکری بودم ہمہ سخن در حق نیک
مردیٔ وے برگفتم وبخیر گذشت۔ در ''نفحات الانس'' است کہ مشائخ در کار حسین
منصور مختلف بودہ اند۔ بیشتر وے را رَد کردہ اند مگر چندے۔ ابوالعباس عطا

ابو شبلی، ابوعبداللہ خفیف و شیخ ابوالقاسم نصیرآبادی وابوالعباس صریح بکشتن وے رضا نداد۔ دفتویٰ ننوشت۔ (ہریک) گفت۔ نمی دانم کہ او چہ می گوید۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر گفت کہ وے در علو حالست، در عہد وے در مشرق و مغرب کسے چون او بنود۔ انتہیٰ۔ در کتاب شیخ حسین محمد مسطور است کہ اہل اللہ را این چہار درجہ است۔ خدا خوان، خدادان، خدا بین، خدا نما۔ وازین چہار درجہ بیرون نیست۔ روزے وے شنید کہ شیخ سنبھلی کہ ذکر وے خواہد آمد، این شعر گفتہ است

سرِّ حق را از لب منصور می باید شنید — یا ز من یا از درختِ طور می باید شنید
وعدۂ وصلش سرِ عرش است نہ برکوہ طور — این ہمہ بانگ دہل از دور می باید شنید

برجست و پیش شیخ رفت و گفت۔ این شعر را تو گفتہ۔ گفت آرے۔ گفت۔ منصور خود در گور افتادہ و درختِ طور دور افتادہ۔ اکنون تو حاضری، بارے سرِّ حق را بما باز گوی کہ چیست؟ شیخ سخت در ماند۔ آخر گفت۔ این شعریست بلندی ہا و پستی ہا دارد۔ وے گفت ہان نمی دانی کہ اندرین راہ سخن ہمان باید گفت کہ موافق حال باشد۔ **قال اللہ تعالیٰ لم تقولون مالا تفعلون**۔ پس از آن شیخ حسین محمد ازآن مستیہا و جوش و خروشہا برآمدہ بطریقۂ خاصہ عبودیت و عبدیت درآمد و (اندر) معاملتے سخت مردانہ و مستقیم الحال گشتہ۔ و وے شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کہ بقول اکثرے در بست و ہفتم رجب است باجمعے از فقرا وصلحی را زندہ می دارد و معراج نامہ کہ شیخ وے بزبانِ برہانپور (ی) بستہ است می خوانند۔ وازان نامہ است این شعر ہندی

کیا مان تان ہوا بس میں محبت سوں حقیقت مِل
نہ بسری تو مجھے احمد نہ بسروں ہوں تجھے ایک تِل

وہم وے درکارہاے خدای اعمال بے ریای دارد۔ چنانکہ روزے فقیرے مسافرص
سالہ مضمحل مردہ است واز غایتِ کثرتِ باران وطغیان سیلاب کسے رایارا
خانہ برآمدن نبود۔ وے کمر رامحکم بربستہ است ودوسہ کسی رابزور یار ساختہ وآن
میت راتجہیز وتکفین نیک بجاآوردہ وبصحرابردہ وبخاک سپردہ واہل وے ہم درین ر
قدم واثق دارد ودرسلوک طریقت باوے موافق۔ وموافقِ آن بزرگے گفتہ

''چون یار اہل است کار سہل است''

ووے راانددرآن کاربہتراز خودمی گویدو (خود) ہم چنین است۔ ویکے از یاران
شیخ عنیت اللہ بخاری، شیخ نعمت اللہ است۔ در مردم سلطانیان رفاقت
(اقامت) ورزیدہ۔ بسیارے ازآن مردم مرید ومعتقد ویند۔ وے خودراخدا
می گوید و بدین لقب اشتہار یافتہ۔ ہمانا این لقب درطریقہ شیخ ایشان رار
است۔ سید خداخواہ نام مردیست اززمین مشرق۔ اہل این کاراست وازقیا
روزگار۔ باشیخ من بانیاز واخلاص است واز دوستانِ خاص وہم من باوے آ
شدہ ام درلاہور۔ (وے) می گوید کہ روزے مراباشیخ نعمت اللہ خدانماکارافتادہ
وے ازروے تعرض مراگفت کہ خداراخواہ نام نامیست مشعر بدوئی وبیگانگی۔ مر
درجوابش گفتم کہ نام من خود مطابق واقعہ است چہ من خداخواہم یعنی طالب خا
ام۔ اگرتوخدانماہستی۔ بارے بنماکہ کجا است؟ تاصدقِ من وتوظاہر گردد۔

جوابش نیامد وساکت شد۔ چون شیخ حسین محمد در سیزدہم شوال کہ از سال ہزار و ہفتاد و پنج است برفت (۱۰۷۵ھ/مئی ۱۶۶۵م) اتفاقاً چہار کس از سنبھل بدان ماہ، پس از شیخ بفرق پنج روز برفتند و وے دوست از آن چہار۔ من تواریخ شان گفتم

رفت عادل بہشتی شوال	کز جہان رفتنش بطرزِ نیکوست
پنج روز از پیش بہ پنج شنبہ	شد حسین آنکہ بُد خدا را دوست
پنج روز از پیش بدو شنبہ	رفت ہاشم کہ بر(گ) گُل خوشبوست
پنج روز از پیش بآدینہ	رفت قاسم کہ حافظ خوش اوست
راست گفتہ است خواجۂ شیراز	ہر کسے پنج (روز) نوبت اوست
سال تاریخ جملہ را گویم	گرچہ بیش و کمی بگفت وشنوست
اوّلین بود خادم الفقرا	کہ بسا یافتہ منافع از وست[1]
سالِ آن دومین است دوستِ خدا	لقبش ہم خدا نما نیکوست
سالِ آن سیومی است رضی اللہ	کہ رضاء خدا بہ از ہمہ اوست
چار مین ہست حافظ نیکو	حیف رفتہ جوانِ چار آن اوست
من بفضلِ خدا کمالؔ خوشم	کہ مرا در دوکون مایہ اوست

شیخ شاہی سنبھلی

مرید در سلسلۂ قادریہ است۔ در ساد ہورہ (بہ) شاہ قیص۔ وے نساج بود۔

---

[1] در نسخہ ''گذشت''

شغل شبان روزیٔ وے آن بود کہ ہر صبح بعید گاہ رفتے و نماز بامداد گذرادے وتا
چاشت آنجا بودے و مثل (دعاے) سیفی وغیرہ ذالک بلند خواندے و بخانہ
آمدے وتا نماز پیشین جامہ بافتے۔ و بعد ادائے نماز تلاوت کلام مجید نمودے
و وقتِ نماز دیگر باز بعید گاہ شدے و نماز ہا و وظائف بجا آوردے و بعد نمازِ خفتن
بخانہ آمدے و اکثر شب زندہ داشتے۔ مردم پارچۂ وے بآرزو خریدندے کہ از
روے راستی فروختے بعضے بتر کاً خریدندے کہ درویش صاحب اعمال بودہ و بوضع
درویشانِ سابقین زندگانی کردے۔ دعاے وے قبولی داشتہ۔ اکثر بیمار از توجہ
(و) شفا یافتے۔ من وے را از ایام صبائی شناسم۔ مدتے ہم دبیرستان بودہ ام
پیش مُلّا عبدالکریم برادر شیخ فاضل۔ از آن گاہ تا آخرِ عمر لباس وے یک وتیرہ بود۔
فوطہ برسر (و جامہ) در بر و تہہ بندے در زیر۔ در بیماری آخر وے من بعیادت
رفتم۔ محتضر بود، پرسیدم حال چیست؟ گفت۔ عاجزم، عاجزم و غربت بسیار از
وے ظاہر بود کہ در آن بیماری برفت۔ دوم جمادی الآخر از سال ہزار و شصت و پنج
(بود) (۱۰۶۵ھ ۳۱/ مارچ ۱۶۵۵م) و قبر وے متصل بعید گاہ است در جاے
ساختہ وے بر وصیت وے و آن جا درختان ہم نیک نشاندہ است

شیخ شاہی سالک راہ خدا زین جہان باہوش و آگاہی برفت
سال تاریخ وفات آن بزرگ عقل گفتہ "از جہان شاہی برفت"

در "اخبار الاخیار" است کہ شاہ قمیص بن سید ابی الحیوۃ، ایشان سلسلۂ نسبتِ خود را
بسید عبدالرزاق می رسانند و وے از ولایتِ بنگالہ در لباس فقر و تجرید درین دیار

قدوم آوردہ، در قصبۂ ساڈھورہ (سالورہ[1]) خضر آباد، اقامت نہاد۔ مدّتے ہم بوضع فقر و تجرید گذرانید۔ سید نصر اللہ مردے بود عالم و فاضل و متبع و مستقیم، وے جگر گوشۂ خود را در عقد نکاحِ او در آوردہ و بعد از وقوع این تعلق، او را توطن و سکونتِ ہمان جا اختیار وقت افتاد و قبولئی تمام و شہرتے تام نصیب او شدہ خلق کثیر از نواحی آن دیار در حلقۂ ارادت و عقیدت او در آمدند و جمعے از درویشان اہلِ ہنر بوے انتساب نمودند و از آن جملہ شیخ عبدالرزّاق المشہور شیخ بہلول مرید و خلیفۂ اوست جامع است میان علمِ شریعت و طریقت از اوّل فطرت بر نشاء عبادت و تقوی و صلاح بر آمدہ و بر عصمتِ ذاتی نشو و نما یافتہ و بعد از تحصیل علوم دینی بتہذیب اخلاق و بہ تبدیلِ صفات موفق شدہ و الحق درین زمان در زمرہ درویشان و سالکان این چنین مردم در سلوک این طریق و رسوخ قدم و اتباع سنت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نادر و عزیز الوجود اند۔ وفاتِ شاہ قمیص در ولایتِ بنگالہ واقع شدہ بتقریب آنکہ سلطان عہد ایشان را در آن جا فرستادہ بود۔ از آن جا ثالث ذی قعدہ سن اثنین و تسعین و تسعمائۃ (۳/ذی قعدہ ۹۹۲ھ/۲۶/اکتوبر ۱۵۸۴م) بہ بساڈھورہ آوردہ مدفون ساختہ اند۔[2] وآنچہ درین دیار مشہور اند از

---

[1] "ساڈھورہ" قصبہ ایست معروف در تحصیل نارائن گڑھ ضلع جمنا نگر ہریانہ انڈیا۔ در کتب فارسی ساڈھورہ را سالورہ نوشتہ اند چنانکہ در "اخبار الاخیار" است۔

[2] اولادِ شاہ قمیص در قصبہ ساڈھورہ و دیگر دیار ہند و پاک بسیار اند از آن جملہ حضرت مہر علی شاہ علیہ الرحمہ (گولڑہ شریف پاکستان) سید شاہ نور الدین قمیصی (حیدر آباد دکن) حضرت پیر علی احمد (ضلع کرنال) پیر مشکور احمد مدیر و ناشر رسالہ "قمیصیہ"

سلاسل انتساب باین خاندانِ عظیم ایشان دارند (اکثر مریدان) وے وبزرگانِ
وے اند۔ واز مدعیان این نسبتِ عالی سید شاہ محمد فیروزآبادی بود۔ اورا درین دیار
قصۂ غریب وحکایتے عجیب است کہ مشہور است ومجملے کیفیت احوال او آنست کہ
اومردے بوددرزمان سلطان ابراہیم بن سکندلودی از جانب دیاردکن بدہلی آمدہ
دعوی نسبتِ حضرت غوث الثقلین نمود ملاحظۂ این نسبتِ عالی باضمیمۂ غرایب
اوضاع واطوارِاو، (و) ازعظمت صورت استغناے ظاہرواستقلال طریقہ دعوت
واوراد ظاہری وغایت طہارت ولطافت ودعاویٔ بلند درنسبت معنوی بجناب آن
حضرت رضی اللہ عنہ خلق این دیار در رجوع واعتقاد بے اختیار شدند۔ سلطان
ابراہیم را درآن زمان دغدغہ از جانب ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ بسیار بود ومہمے
صعب ازین مر اورا پیش آمدہ درتوجہ والتجا والتماس دعا از خدمت درویشان مضطر
بود۔ واو نیز از براے انجاح مرام سلطان مذکور دعوتہا کردمشغولیہا نمود۔ چون
مقتضی قضاے حاکم علی الاطلاق بہ اتلاف آن رفتہ بود، فائدہ برآن مرتب نشد و
وے بعد از ظہور سلطنت ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ ہم درین جا (در) عمارت
باے قلعۂ فیروزآباد ساکن بود۔ درعہد سلطان ہمایون بادشاہ نیز قدرے وعزتے
داشت درنہایت علو درجت وشوکت ومشیخت او۔ درزمان اسلام شاہ بن شیرشاہ
(وے اورا چنان درحلقہ اعتقاد خود درآوردہ بود کہ از حد تقریر وبیان بیرونست۔
بعضے امراے وقت) بتبعیت بادشاہ خود طریقۂ بندگی واعتقادمی ورزیدند واکثر

---

۱ اضافہ از نسخہ ندوہ

درویشان و طالبان نیز توجہ ارادت و خلافت می آوروند و بالجملہ کاروبار مشیخت و بزرگی او در غایتِ لطف و رونق بود۔ درین اثناء دو سید بزرگ عالیشان از جانب ولایت عراق و خراسان درین دیار تشریف آوروند یکے میر شمس الدین محمد، فاضل و دانشور و ولایت شعار و منقبت دِثار، در صنعتِ طب بے نظیرِ وقت، بطریق بے تعلقی و بے تعینی و تجرید سیر معمورۂ عالم می کرد و چند کتاب و دو سہ خدمتگار ہمراہ می داشت و زیادہ ازین تکلیف وقتِ شریفِ خود نمی داد، نسبت عالی داشت، مدتے درکابل اقامت داشت و نصیر الدین ہمایون بادشاہ را بوے عقیدۂ تمام بود۔

و دیگر سید ابو طالب اولاد بعض سادات عراق جوان بود و بحسن حلیہ وصفای سیرت موصوف بتقریب بعضے حوادث از وطن مالوف برآمدہ و در بعضے اسفار بمیر سید شمس الدین مصاحب شدہ بود و عقد مواخاتِ دینی درست کردہ در سیر ہندستان موافق و مرافق یکدیگر گشتہ بودند۔ شاہ محمد باستماعِ قدوم سادات عزم خواست کہ ایشان را بجانبِ خود کشد۔ و او را چند بنت (بنات) بود کہ درین دہ روہیلہ نکاح آن ہا صورت نمی بست چون این سادات را دید کہ مسافرند و از شہر بیگانہ آمدہ (اند)۔ در مردم چنان انداخت کہ ایشان اکفاء ماانده و بارہا پیش از آمدنِ ایشان می گفت کہ مارا خویشاید از شرفاے غریب۔ اگر ایشان درین جا بیایند، شاید کہ نسبت قربت و مصاہرت بنات صورت بندد۔ ایشان را مہمان خود ساخت و نہایت تواضع و تملق نمود و در مقدمات بخابت و تواد تقصیر نکرد و التماس نمود کہ شمارا (غیر از منزلِ ما ہیچ جاے دیگرے مناسب نیست، شما این جا باشید کہ در

خدمت و رعایتِ شما[1]) از ہیچ وجہ بتقصیر راضی نخواہم شد۔ ایشان چون مسافر بودند و غریب۔ و او را پیش سلطان وقت نہایت درجہ اعتقاد دیدند، بضرورت بموافقت و ہم خانگی او تن در دادند و رخت اقامت بمنزلت وے بمنزلِ او افگندند۔ بعد از زمانے بسید ابوطالب برائے تزویج پیام فرستاد۔ این معنیٰ موافق وقت وے نیفتاد و گفتہ کہ ما مسافرانیم بر قدم تجرید و تفرید ایستادہ ما را ازین معاف دارید و ہم درہمین اثناء شبے این ہر دو عزیز را در خانہ او کشتند و غوغا در میانِ خلق بے اندازہ افتاد و مصیبت روز کربلا از سر تازہ شد و خاک بر سر بیفگند و خون از دیدہ بریخت و آہ از سینہ انگیخت۔ زبانِ وقت بتصور این قضیہ پُر مقت باین ابیات مترنم است۔ ترجیع بند

باز آے فلک ز بہر خدا این چہ ماجراست	باز این چہ ظلم این چہ حسین این چہ کربلاست
باز این چہ فتنہ این چہ فراق است این چہ رنج	عاشورہ نیست ورنہ قضیہ بعینہاست
این زہر باز با حسن مجتبیٰ کہ داد	این تیغ باز بر سر شیر خدا کراست
باز این چہ درد این چہ الم این چہ محنت است	باز این چہ محشر این چہ فراق این چہ ابتلاست
باز این چہ غصہ در جگر انس و جان گرفت	باز این چہ فتنہ در سر کون و مکان بخاست
باز این باہل بیت نبوت کہ ظلم کرد	باز این بخاندانِ پیغمبر ستم کہ خواست
این ریش کہنہ را دگر از سر کہ تازہ کرد	این داغ خشک را دگر از برگ و پوست کاست
اے وائے بر محبت دنیا و کار او	زنہار دل مبند برین کاروبار او

وایشان را در حرم روضۂ قدمگاہ عالم پناہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن کردند۔

---

1 اضافہ از نسخہ ندوہ

الآن قبرآن دو بزرگ زیارت گاہِ خلق است و کان ذالک فی سنة خمس وخمسین و تسعمائة (۹۵۵ھ/ ۱۵۴۸م) بعداز وقوع این واقعہ اکثر مردم بلکہ ہمہ نسبتِ این قتل بشاہ محمد کردند وجمیع خلائق از وے برگشتند ومعتقدان منکر شدند، ودوستان دشمن ونزدیکان دور ومحبان نفور۔ تاج خاں رانی (دکنی) وشیخ فرید کہ دہ ہزاریان صوبہ دہلی بودند تجسس احوال حاضر آمدند۔ او منکر افتاد وگفت این از من نشدہ است و برضاے من بلکہ بوقوفِ من صدور نیافت۔ دزدان در خانہ آمدند واین کار کردند خبر باسلام شاہ رسید واشارت بعلماء کرد کہ مسئلہ شرعی درین باب ہر چہ باشد برآن عمل نمایند۔ جمیع علماے دہلی ولاہور وجونپور و بہار بحکم سلطان وقت اجتماع نمودند ومحضر ساختند۔ اوخود منکر مطلق افتادہ بود۔ چون در مجلس حاضر آوردند وے گفت بکنید انچہ بکنید من مظلوم و بیگناہ واز تصور این معصیت معرّا ومبرّا۔ مظلومی وبیحرمتی اہل بیت امرے قدیم است و بطریق وراثت بمارسیدہ، ہر چہ بر سرما می آید بدان صابریم علماے وقت در فتواے قتل او مختلف افتادند و ہر چند تردد (جد و جہد) کردند ثبوتِ شرعی کہ شبہ را دران مدخل نباشد نرسیدند۔ تامدت مدید بر سر این قضیہ غوغا بود۔ اورا مقید ومسجون نگاہ می داشتند واز اہانت وخواری ہر چہ نصیب او بود فرونگذاشتند۔ نقل است کہ شیخ امان پانی پتی را درین محضر ہر چند تکلیف کردند وطلبیدند، حاضر نیامد وفرمود۔ قدم امان در دوزخ چرا نرود کہ درمعرکہ کہ اہل بیت پیغمبر را آوردہ خوار وگرفتار در پیش ایستادہ کنند وے در مجلس معزز ومکرم نشستہ باشد، می فرمود کہ کشتہ شدنِ حضرات آن دو شاہزادہ

(سیدزادہ[1]) حیف است وخوار کردن ایشان نیز چیزے دیگر۔ از آن نیز خون درجگرم وازین نیز در خوف وخطرم۔ چنان وچنین این چنین کارہا بسیار می کنند معاذ اللہ کہ از ایشان این چنین معصیتے سر برزند بالجملہ وبعد از چندگاہ ہم درزندان جان داد۔ بعضے مردم بعد از مردن پاے او رابستہ در بازار کشالہ (کشان) کردند ودر یک گوشہ انداختند۔ آخر در زیر قلعہ دہلی نزدیک کشک برُوز دفن یافت۔ شیخ یعقوب کشمیری نقل می کردند کہ جماعہ مہمانانِ پیش او بودند وطعام تناول می کردند۔ یکے از ایشان میل جغرات اظہار کردوے ظرف جغرات بستہ بیرون آورد وپیش مہمان نہاد، درہمین اثنا زنے گریہ کنان آمد کہ یکے غلام بچہ سیاہے، سروتن برہنہ دیگ جغراتِ مرا کشیدہ درحرم سراے حضرت شاہ آوردہ است۔ چیزے بآن زن دہانید وباز گردانید۔ می گفتند کہ این ہا بسبب تسخیر جن بود کہ او داشت۔ واو را مریدان وخلفاء بسیار بودند وبعد ازین واقعہ کمتر کسے بر محبت واعتقاد او راسخ ماندہ باشد۔ شیخ محمد عاشق کہ در سنبھل بود مرید وخلیفہ او بود۔ واین شیخ محمد (عاشق) مردے بغایت نیک ودرویشے صاحب صدق وحالت وہمت ومجاہدہ بود۔ شیخ حسین سرمست کہ در سنّو بود نیز مرید او بود۔ انتہیٰ۔

خواجہ عطاء اللہ کشمیری

صاحب احوال شریف ووسیع است۔ طریقہ آزادی وتجرد را با معاملت نیک بہم

---

[1] در نسخہ [illegible] "سید زادہ" "بزرگ" نوشتہ است و در اخبار الاخیار "برکہ" نوشتہ است

دارد وے ہم در حالتِ عبودیت مستہلک است و ہم در مرتبت عبدیت متقید۔ این شعر استادِ امروز بروے صادقست

طرزِ بے قیدی عجب قیدیست بے قیدانہ باش   گاہ گُل گہ بلبل و گہ شمع گہ پروانہ باش

اکثر چیزے کہ بدست وے (از روے فتوح) می افتد، صرف فقیر ان باب اللہ می کند و محقرے بہ نفقۂ متعلقان فرامی دہد۔ فکر معیشت اصلا دامن گیر ہمت وے نیست، زندگانی خوش دارد۔ شیخ من روش وے را نیک می پسندد و می گوید۔ طریقۂ وے سخت شگرف افتادہ است و وے با شیخ من غایت نیاز آوراست، اشعارِ خود را گاہ گاہ پیش شیخ من می آرد و می خواند و الطاف و اصلاح می خواہد، اکثرے از آن در محل قبول می افتد و تحسینہاے خوش می گیرد۔ روزگارے مخدوم زادہاے سرہند بعزیمت سفر حج زبر آمدہ و بدہلی رسیدہ اند وے بملاقات آنان برآمد آزادانہ و مستانہ و سر و پا برہنہ، شبا گی ہمہ را دریافت و سخنان بے تکلفانہ بمیان آورد ہر ہمہ متحیر ماندند و در شگفت شدند، چہ طریقہ این با تقوی و ورع است و شیخوخت و عظمت۔ و ہمان حال باز نزد شیخ من رسید شیخ من پرسید۔ چہ حال دارید و در کجا بودید گفت پس از مدتے مخدوم زادہاے سرہند بشہر رسیدہ اند، عزیز انند و مہمانان و پیرزادہاے ما۔ رفتم و دیدم و خشنود گشتم و خشنود کردم۔ این چند بیتے است از وے

از بے خودی بزلف تو دل خانہ کردہ است   این شیشہ را ہواے پریخانہ کردہ است

تا آشنا شدہ بمن آن دیدہ آشنا   از خویش و آشنا ہمہ بیگانہ کردہ است

ہم خانہ یار با من و من دور از و عجب بیگانہ آن نکردہ کہ ہم خانہ کردہ است

روزے وے تمامی اجزاے اشعارِ خود را بکنار دریاے جون بردہ بمحل کہ شیخ شرف الدین (بوعلی قلندر کتب خود را در آب انداختہ است و دور نشستہ و چون شیخ شرف[1] الدین) جذبہ برانداختہ و در آن وقت نیز گویند از زبان شیخ شرف الدین این ہندی برآمدہ بود

کاکت سیں بہ دیا کت منہ واکت تمہیں ناکت سون من لاوجاگت تاکت پائی

در "اخبار الاخیار" است کہ شیخ شرف الدین از مشاہیر مجاذیب اولیا و صاحب آیات و کرامات بودہ۔ در اوایل تحصیل علم کرد۔ مدت سی سال بدرس و افادہ مشغول بود و در طریق مجاہدہ و ریاضت سلوک نمود۔ در آخر مجذوب مستہلک شدہ و از دائرہ تکلیف برآمد۔ وقتے موے شوارب وے دراز شد۔ کس را مجال نبود کہ امر تشخص کند۔ مولانا ضیاء الدین سنّامی[2] کہ جوش شریعت در سر داشت، مقراض بر گرفت و محاسن وے بدست گرفتہ قطع شوارب کرد۔ گویند وے ہمیشہ محاسن خود بوسیدے و گفتے کہ این در راہِ شریعتِ محمدی گرفتہ شدہ است۔ روضۂ وے در پانی پت است۔ جاے پُرفیض و پُر حالت۔ یُزارُ و یتبرک بہ. وقتے سلطان علاء الدین خواست کہ نیازے بوے فرستد۔ باین ارادہ یکے از مقربان خود را بخدمت شیخ نظام الدین اولیا فرستاد کہ رخصت امیر (خسرو) از شیخ حاصل کند۔

---

[1] اضافہ از نسخہ ندوہ

[2] مصنف "نصاب الاحتساب" (عربی) ہم عصر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بود۔

ایشان بعد از تامل بسیار باکراہ قبول فرمود۔ امیر (خسرو) را رخصت دادند نصیحت کردند کہ ہر چہ شیخ شرف الدین گوید برآن اعتراض نکنی و بدل و جان مسلم داری۔ چون میر بحکم سلطان علاء الدین بیادگار و نیازے کہ ہمراہ کردہ بود بہ پانی پت رسید۔ خادمان از آمدن میر خسرو خبر کردند باین طریق کہ میر فرستادۂ مولانا نظام الدین از دہلی بخدمت شیخ آمدہ۔ اجازت فرمود۔ چون بشیخ رسید۔ شیخ بزبان ہندی گفت۔ ''خسرو میری توی (یعنی) ترا ای گویند'' میر کلہ برزمین نہادہ گفت۔ من بندہ را باین لقب می خوانند۔ شیخ گفت ازان (شعرہاے) خود چیزے بگو۔ میر این غزل خواند

اے کہ گوی ہیچ مشکل چون فراق یار نیست
گر امید وصل باشد آنچنان دشوار نیست

عاشقان را در جہان یکسان نباشد روزگار
زانکہ این انگشتہا بر دست من ہموار نیست

خلق را بیدار باید بود ز آب چشم من
وین عجب کان وقت می گریم کہ کس بیدار نیست

یک قدم بر فرق خود نہ وآن دگر در کوے دوست
ہر کہ بیند دوست را باین و بآن کار نیست

چند گویندم برو زنار بند اے بت پرست
بر تن خسرو کدامین رگ کہ آن زنار نیست

بعد از استماع این ابیات شیخ فرمود۔ خسرو خوش می گوی، خوش خواہی زیست و خوش
خواہی رفت از ین درویش نیز بشنو و شیخ این ابیات را از خود برخواند

دیہیم خسروان بر ما نعل اشتر است — خسرو کسے کہ حلقہ تجرید در سر است
سیمرغ وار روی نہفتم بقاف عشق — کو عارفے کہ منظر او عرش اکبر است
عقل کل است علم لدنی بعارفان — این عقل و علم جسمی ورسمی محقر است
درس شرف نبود ز الواح ابجدی — لوح جمال دوست مرا در برابر است

از شنید این ابیات میر بسیار گریست۔ شیخ برزبان ہندی این سخن فرمود۔ "روندا ہے
کہ کچھ بوجھداہے" میر گفت "اینہ روندا ہوں کہ کچھ بوجھدا ناں" ازین سخن ش
خوشوقت شد و نعمت ہا و کرامت ہا بر میر مبذول داشت۔ خادمان شیخ باشارۂ ش
تا سہ روز بخانقاہ بردہ، مہمان داشتند۔ بعد از سہ روز میر را رخصت فرمود
یادگارے برائے شیخ نظام الدین و برائے سلطان علاء الدین فرستاد و بسلطان د
کلمہ باین مضمون و عبارت نوشت کہ علاء خلجی فوطہ (دار) دہلی مقرر داند ک
با بندگان خدائے تعالیٰ زندگانی نیکو کند" گویند چون نوشتۂ بر سلطان رسید بعضے ا
اہل غرض برائے برانگیختن با سلطان گفت کہ با بادشاہ و خلیفہ این چنین نوشتن چو
روا شد۔ گفت اے نادان ہزار رحمت بر من کرد کہ فوطی بر من مستقیم داشت۔

شیخ ابوالمعالی بلگرامی

مرید پدر خود است، اہل صلاح و معاملت با مشرب (توحید) اوسع طریقت

بظاہر و (لطیف بہ) باطن۔ مشائخ بسیارے را دریافتہ و مرزوق گشتہ۔ با شیخ من آشنا است و نیازمند۔ و شیخ من طورِ وے را خوش می کند و وضع وے می پسندد۔ روزے در اوایل وے پیش شیخ من آمد بلباس قزلبایان بریشے دلنشینے۔ فرجی نفیس در بر و عمامۂ لطیف بر سر۔ شیخ من از دیدن وے خوش شد و سخنان این راہ بے تکلفانہ بمیان آمد و صحبت گرم گشت تا شیخ من از روے طیبت بوے گفت کہ ہاں شیخا! اگر ترا باین لباس و باین حال بتماشاے بازار و نظر رہ لولیان شرین کام ہرم، چون کنی؟ گفت۔ خداوندگار، فرجیٔ خود را از بر برآرم و در زیر بغل در آرم و عمامۂ زری از سر بردارم و بکمر بر بندم و بر کاب تو شوم بہر جا کہ برانی بروم و در ہر جا کہ بدوانی بدوم و نیز گفت از دولت سعت مشرب، امانت سجادگی پدر را از سر وا ساختہ ام و بر سر پسر انداختہ ام و من فارغ البال گشتہ و ہم از رسوم و طریقۂ آبائے کبار خود و مشائخ بزرگوار خود خالی و عاری نیستم (گشتہ ام) درین اثناے شیخ (پنج) آیتے از کلام مجید بحنجرہ خوشے و تجوید دلکشے برخواند و دیگر سخنان غریب و لطیف بمیان راند چنانکہ وقتِ شیخ من خوش گشت و روسوے من کرد و فرمود این جماعہ است از مقبولان خدا۔ من بخود گفتم کہ خواجہ شیراز نیک گفتہ

بس نکتۂ لطیف بباید کہ تا کسے مقبول طبع مردم صاحب نظر شود

من وے را چند بار دیدہ ام و از عذوبتِ کلام وے مسرور گردیدہ۔ روزے من بقصد زیارت و عرس شیخ نظام الدین اولیاء تنہا بر آمدہ و براہ بازاری شدم۔ دیدم کہ وے ہم پیش پیش می رود تنہا۔ دریافتم و گفتم ہاں شیخا! بشنو سخنے است لطیف و نکتہ

ظریف کہ انیک من تنہا بتو رسیدم وہم ترا تنہا دیدم وحالے کہ ہر دو باہم می رویم ہ
تنہا ایم۔ ازین نکتہ ہر دو محظوظ شدیم چہ این سخن بسرِ مخفی از حقیقت مطلقہ نشان مے
دہد۔ چنانکہ شیخ من در رسالہ "نور وحدت" می آرد کہ علامتِ وصول بحقیقت مطلقہ
آنست کہ انانیت کہ از تو سری زند بر ہمہ چرا (چیز) اطلاق باید کرد، بے تکلف ہمہ
چیز ہا (را) "انا" توانی گفت۔ این جا معلوم شود کہ حجاب جز تعین انانیت نیست۔
انتہی۔ وہم شیخ من در شرح رباعیات خود گفتہ است این دو رباعی۔ رباعی

پیدا چون آفتاب بر سو مائیم ہم در صحرا وہم بہر کو مائیم
مارا می جوی و از پئے مای باش چیزے دیگر مجو کہ خود او مائیم

رباعی

وے دلبر من چہ خود نمای با کرد جان بخشید و دلبربای با کرد
بیگانہ نمود و آشنای با کرد در صورت بندگی خدای با کرد

آخر در آن شب عرس ہر دو تمام شب در صحن روضۂ منور خوش گذراندیم۔ چہ
حکایات رنگین از طریقۂ عشق و چہ نقل ہائے شیرین از احوال مشائخ کہ بظہور
نیامد۔ پس از سالے چند شیخ من با جمعے یاران در صحن روضہ قدمگاہِ رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم رفتہ نشست کہ ہمہ قوالان شہر در آن جا آن روز سرود نعت
می گفتند۔ آن سرود در پردۂ یمن می گویند۔ درین اثناء ابوالمعانی پیدا شد با حال
ضعیف و از ری بصارت۔ شیخ مرا شناخت من آواز مردم۔ آمد و بنشست۔ شیخ من
پرسید شیخا! چہ حال داری؟ گفت۔ بزرگا احوال من آنست کہ بزرگے را پرسیدند

چہ حال داری؟ گفت چون باشد حالِ کسے کہ خدا از وے طاعت خواہد و مصطفیٰ (حضرت محمد) سنت و ملک الموت جان و فرزندان مال۔ مرا از مشاہدہ حالتِ سخافت وے این ابیات استاد بیاد آمد کہ۔ (مثنوی)

چون عمراز دہ گذشت یا خود از بست نشاید مر ترا چون غافلان زیست

نشاط عمر باشد تا بہ سی سال چو چل آمد فرو ریزد پر و بال

پس از پنجاہ نباشد تندرستی بصر کندی پزیرد پاے سستی

چو شصت آمد، نشست آمد بدیوار بہفتاد آمد افتاد آلہ از کار

بہشتاد و نود چون رسیدی بسا محنت کہ از گیتی کشیدی

چون سال خویشتن تا صد رسانی بود مرگے بصورت زندگانی

شیخ محمود سنبھلی

از مریدانِ شیخ نور محمد سنبھلی است کہ ذکر وے گذشت واز تلامذۂ شیخ فضل سنبھلی کہ ہم ذکر وے گذشت۔ اہل صدق و راستی بود و در کار شریعت سخن درست گفتے و بآن (استقامت) میل خاطر بسر و دو داشتے لیکن خود را بطور صوفیان اہل سماع فرو دنیاور دے۔ روزے من دیدہ ام وے را کہ در مجلسے نخست گرم بسماع اندر آمدہ است۔ و در لحہ نیز بافاقت آمدہ۔ و ہم وے خوش لہجہ بودہ است۔ شبے این بیت بدرمی گفت، (این شعر) وے بدلہا اثر داشتہ بود

مست اند کشتگانِ تو ہر سو فتادہ اند تیغے ترا مگر کہ بے آب دادہ اند

وے در ایام طالب علمی دیوانِ انوری وخاقانی ہم بفہم وشوق پیش استادی گذارد۔ وقتے من از پیش شیخ خود بسنبھل آمدم وے مرا بگوشہ برد وگفت بتعجب بل بتعصب کہ اعتقادِ شیخ خود ترا در بارۂ توحید وجودیست یا شہودی۔ گفتم اعتقادِ شیخ من مطابق اعتقادِ صوفیۂ محققین است مثل شیخ ابن عربی ومولانا عبدالرحمٰن جامیؔ واگر نیک بنگری شیخ من داخل این جماعت است ودر کتب این جماعہ توحید وجودی ایراد یافتہ نہ شہودی۔ ازین سخن وے برآشفت۔ وبر اعتقاد وعلمائے ظاہری گفت چون راست می آید کہ کثرت عین وحدت شود گفتم وحدت وجودی از معارف مقررۂ این قوم است۔ بعد ازآن از کتب بعضے مشائخ چنان معلوم شد کہ وحدت دوگونہ است شہودی ووجودی۔ ووجودی فوق شہودیست وضروری درین طریق شہودیست نہ کہ وجودی۔ وبعضے دیگر از مشائخ چنان نوشتہ اند کہ وحدت نیست مگر شہودی یعنی در واقعہ وجود متعدد است ووحدت از احکام شہود است۔ این جا بحث طرمی رسد کہ چون شہود مطابق وجود نبود از اعتداد (اعتبار) خارج بود وحالانکہ اکابر وجود ووحدت را معتبر داشتہ اند وضروری دانستہ ونہایت این کار گفتہ عروج۔ آخر الامر چنان خاہر شد کہ شہود بہم مرتبہ کہ منتہی شود از فروع صفت علم است وبالاتر از علم قدمے ندارد۔ وعلم مدار اوتعدد یا ست وتکثیر۔ نہ افراد وتوحید۔ پس وحدت باشد مگر بحسب وجود۔ وحدت وجودی است نہ کہ شہودی۔ شہود نسبت است کہ موجب اثنینیت است۔ ووجود است کہ "من حیث ھو" اسقاط کند وہمہ نسبت ہا واضافات است وکثرت را بوحدت راجع ساختن (خوبست) چہ وحدت صفت

نفس الامری است و دلائل وحدت کہ بزرگان نوشتہ اند ہمہ بر وحدت وجود دلالت
دارند نہ بر وحدت شہود و من حیث الشہو د..... فقط۔ اگر بانصاف در آن نظرے
کردہ شود بر حقیقت اطلاع میسر گردد و آن دلائل کم ازان دلائل نیست در قوۃ علماء
ظاہر بعضے از دلائل مستنبطہ خود را کہ مخالفِ آن دلائل را مبتدع خوانند آوردہ اند
حالانکہ در صور مخالفات کہ میان صوفیہ و متکلمین در بحث وحدت وجود و غیر آن واقع
است چون بنظر انصاف دیدہ شود ظاہر شود کہ جانب صوفیہ نظر بظاہر قرآن و حدیث
ونظر بدلائل عقلیہ قوی و راجح۔ است و احتیاج بتاویل اختیار[1] علماے ظاہر را برائے
آن افتد کہ فہم نتوانستند (نتوانستن) کرد و بحقیقت نرسیدند و ندانستند کہ تاویل
ناکردن بہتر است و بعد حصول علم متوجہ بتصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس باید شد تا حقیقت
ظاہر و متجلی شود و علم نفس الامری متحقق گردد۔ چون من این مقدمات کہ مجملے گفتم سید
محمود گفت۔ ازین سخنان تشفی خاطر من نمی شود و در دل نمی نشیند۔ گفتم کہ این معنی بہ
گفتگو راست نمی آید۔ ہرگاہ ترا این علم و باین دولت ونعمت سرے خواہد بود صحبت
و ملازمتِ فقیرے را خواہی گزید، خود خواہی فہمید و خواہی پسندید چہ این علم بسیار
غامض است و دقیق و وجدانیست نہ کہ علمی و در بیان دانشمندی راست نیاید۔ فہم
من (فہم و ذاق من[2]) ذاق۔ ندیدہ کہ اندر کتاب "رشحات" نوشتہ کہ حضرت خواجہ
عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ در مبادی حال در شہر بخارا بہ تحصیل علوم اشتغال داشتہ
اند۔ روزے درمیان کاروبار بر استادِ خود امام صدرالدین نام بزرگے از کبار

---

[1] در نسخۂ ندوہ "اختیار" [2] اضافہ از نسخۂ ندوہ

علماءِ زمان تفسیر می خواندہ اند۔ بایں آیہ رسیدہ اند کہ ''اُدْعُوا رَبَّكُمْ تضرعاً و خفیہ انہ لایحب المعتدین ''۔ از استاد پرسیدہ اند کہ حقیقتِ این خفیہ (و) طریقۂ وے چیست؟ اگر ذاکر بلندی می خواند و یا در وقتِ ذکر باعضا حرکت می کند غیرے بران اطلاع می یابد و اگر بدل می گوید شیطان بحکم حدیث ''الشیطانُ یجری فی ابن آدم مجری الدم''۔ واقف می شود۔ استاد فرمود این علم لدُنّی است اگر حق سبحانہ خواستہ باشد از اہل اللہ کسے بتو رسد و وے ترا تعلیم کند۔ حضرت خواجہ عبدالخالق منتظر بودند تا وقتیکہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام بایشان رسیدہ اند و وقوف عددی مرایشان را تلقین کردہ۔ انتہی۔

شیخ من در شرح این سخن نوشتہ کہ این علم لدُنّی است...... الخ۔ الحق حصول حضور از نزدِ حق است و موہبت است و وقوف عددی مرایشان را تلقین کردہ یعنی طریقہ ذکر کہ سبب حصول آن علم لدُنّی است۔ انتہی۔

وقتے کہ شیخ من از دہلی بسنبھل آمدہ و در منزل شیخ محمد حارث بن شیخ تاج الدین نزول فرمودہ، سید محمود ہر روز پیش شیخ من می رسیدہ است و نیاز و اخلاص بجا آوردہ۔ ہمانا ذوقے از آن علم وجداناً نصیب وے شدہ است۔ واللہ اعلم۔ و وے با پدرِ من دوستی نیک داشتے و صحبت ہائے بمیان بودے و بر من لطف نمودے۔ وفاتِ وے در اوایل شوال از سال ہزار و سی و ہشت (۱۰۳۸ھ/ جون/۱۶۲۹م) و قبر وے مابین سرائے ترین و خانہ وے۔ امروز سید مسعود پسر وے صالح است و اندر غربت استغنائے نیک دارد۔

شیخ عبدالرحیم سنبھلی

از اولادِ شیخ فتح اللہ شیرازی است۔ پر ذوق بود و با استقامت۔ روزگارے وے بدہلی رفتہ بود۔ بدیدار مشائخ، ہر کجا کہ شدے معزز و مکرم گشتے و مقبول۔ چندگاہے بنسبتِ وطن و معرفت سابقہ با پدرِ من بودہ و صحبت ہائے نیک بمیان گذشتہ۔ طلعتِ نورانی داشت۔ من در ایام صبا وے را بدیدے در خاطر اندیشیدے کہ اولیائے گذشتہ ہم برین قیاس خواہند بود۔ تفاوتے از راہِ تقدم است و تاخر۔ وفاتِ وے در سال ہزار و بست واند است (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۰م) گویند شیخ فتح اللہ برادرِ بادشاہ شیراز بود، از فرزندانِ شاہ ابوتراب شیرازی۔ روزے وے ہمراہ بادشاہ بشکار رفت۔ شاہ تیر را بر آہو خطا کرد و وے راست بر آہو زد۔ ازین معنی شاہ را غیرت شد و خواست وے را مسجون سازد و ایذائے بلیغ رساند۔ پس و لے کہ ہمراہ بود از نیت بادشاہ واقف شد و بوے گفت۔ حال اینست ۔ برو ہر کجا خواہی۔ وے از خانہ برآمد و عزیمتِ سفر حجاز کرد۔ در اثنائے بہ راہ شاہ جمال نام بزرگے صاحب کمال و علم و حال ملاقات نمود و مرید وے گشت و آن جا بماند۔ شاہ تمامی مالِ وے را بغارے مدفون ساخت و وے را بر فقر استقامت داد۔ بعدہٗ خواست کہ دختر خود را بحبالۂ عقد وے در آرد۔ و آن دختر و مادرش از حالت خاکساری وے عار آوردند و از روے غیرت زہر در طعامش نہادند و بوے خوراندند۔ وے بے ہوش افتاد۔ شاہ خبر یافت و قدرے آب برائے شفائے زہر بخوردنِ وے داد۔ بر

فور شفا یافت۔ بعدہٗ بابل خود گفت کہ چرا چنین کردی؟ گفت گدائے ریزہ خوار را دختر ما مناسب نیست۔ گفت نامداری (مالداری) می خواہی۔ گفت آرے۔ تا شاہ آن خزینۂ دفینہ را کہ بے وقوف کسان پوشیدہ بود، برآورد و بوے سپرد، تا نکاح وے منعقد گشت۔ پس از آن وے بابل خود بہندستان آمد و در امروہہ سکونت گرفت و دران زمان امیرے بود در سنبھل گاہ بادیدار وے شدے و نیازمندی با نمودے۔ آخر گفت شیخا! در سنبھل قدوم ارزانی فرمای تا ہمان جا از صحبت تو مستفیض شدہ باشم وے آمدہ جاے را خوش کرد۔ در آن جا اقامت گرفت و بسا کس از صحبت وے بہرہ ور گردید و از تفیض بعد وارستہ بہ پایگاہ قرب رسید۔ وفاتِ وے در سالہ نہ صد و ہشتاد داند است (۹۸۰ھ ۱۵۷۲م) و قبر وے در سنبھل۔ یکے از اولادِ وے شیخ شکر اللہ بن شیخ نصر اللہ امروہگی (امروہوی) نیک مرد و منبسط الحال با من لطف دارد۔

شیخ بایزید دہلوی

مرید شیخ بہاء الدین میرٹھی است۔ صاحب اخلاق نیک است و ہمت عالی۔ دعا و نماں و اشغال غریبہ دارد۔ ہر خرد و بزرگے کہ بوے می شود از خلق و احسان وے خوش بر می خیزد۔ با شیخ من نیک آشنا است۔ وقتے کہ من با رستم خان دکنی بودم وے مرا دہلی فرستادہ بود برائے کارے و مدت دراز پیش شیخ خود سعادت اندوز بودم و ہمدران ایام خان را تحفہ پیش آمد کہ می باید بقندھار رفت۔ مرا نوشت کہ مرا

بجہت رفعِ این مہم بدرویشانِ اہل دعوت رجوع نمای، چہ سروبرگ آن مہم نماندہ۔ من از شیخ خود پرسیدم ازین قسم درویشے رانشانی بنمای۔ فرمود شیخ بایزید بس خوب است۔ رفتم وو ے رادریافتم وآن مہم رااز قبل خان عرض کردم اولاً گفت فردا باز آی تا درین شب انچہ برمن ظاہر شود بتو گویم۔ قبول کردآخر بخود گفتم کہ نماز دیگر رسیدہ است بہتر کہ باوے ادا کردہ، برخیزم۔ چون از فرض عصر فارغ شدیم (وے) وخادم وے بسجدہ رفتند وتادیر درسجدہ ماندند۔ بعداز سر برآوردند، وے بمن گفت کہ جوابِ شارا کہ وعدہ بفردامی کردم ہمین زمان درسجدہ یافتہ ام واین است کہ خانِ شما از آن مہم خلاص یافت۔ شما بخان بنویسید کہ ختم صغیر سورہ اخلاص بجمعے صلحا قسمت نمودہ بانصرام رساند وتصدق بدہد۔ چون من این حرف را بخان نوشتم، بعمل آوردوتا پشاور رسیدہ بوداز آن جا مہم موقوف شدو باز بمراد آبادآمد۔ من از بعضے یارانِ وے پرسیدم کہ شیخ شما بعد ادا ے نماز بامداد ونماز دیگر سجدہ را لازم دارد، چون است ووجہ آن چیست؟ گفتند۔ این سجدہ را سجدۂ نیاز می گویند وپیوستہ باوقاتِ مذکورہ بجانب حضرت غوث اعظم نیاز تمام بجا می آرند واسماے آن حضرت درسجدہ می خوانند۔ وقتے مرید وے کہ خالی از جنون نبود پسر دوازدہ سالہ (او) رابتقریب ضیافتے بخانۂ خود بردوبند بند آن پسر را بہ خنجر آبدار جدا ساخت وودر ہر طرف انداخت۔ بادشاہ آن قاتل را حوالے بوے کردکہ بکشد۔ وے گفت ''از کشتن او مقتول نخواہد زیست''

وکسیل کردوصبر ورزید۔

شیخ حبیب محمد دہلوی

صالح مادرزاد بود۔ اخلاق سخت نیک داشت وغربت وشکستگی ازآن عالی تر۔ طریقۂ سنیۂ وے یادے از گذشتگان دادے۔ دراوایل کہ من بخدمت شیخ خود سعادت اندوز بودم۔ وے رامی دید کہ گاہ با شیخ من رسیدے وشبہا باشیدے وگاہ شیخ من بوے شدے ومن ہمراہ می رفتم۔ صحبت ہابس لطیف وعجب کہ روداوے واکثر شبہا زندہ داشتندے وگاہ بااین صحبت درروضہ شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ دست دادے وتمام شب باسخنان ذوق ومحبت کہ بالاتر ازآن صورت نہ بندد، بروز آوردے۔ درآن ایام کہ این قسم احوال حیرت آمود وہیجان اندود، در شیخ خود مشاہدہ می کردم، حیران می شدم کہ این چنین احوال وواقعات از ہیچ کس ندیدہ ام بل از کسے نشنیدہ وتقریبے ازآن حال مجملے درخاتمہ خواہد آمد۔ ان شاء اللہ سبحانہٗ۔ شیخ حبیب محمد باشیدن (ہر) شبان روز چہار شنبہ درروضۂ شیخ نظام الدین قدس سرہٗ لازم گرفتہ بود ویکبار درآن مقام چلہ نشست واحوال نیک بایستہ بہم رسانید وہم درچلہ برفت از دنیا، درسال ہزارہ چہل داند (۱۰۴۰ھ ۱۶۲۰ام) وقبر وے نزدیک بخانہ ویست۔ امروز شیخ رحمت اللہ معروف بہ شیخ ء از اقربائے ویست۔ وے مرید شیخ یحیی مجراتی است۔ وے حصوراست وصالح۔ غربت وشکستگی از چہرہ وے پیدا است۔ وے ہم باشیدن اندر روضہ در شبہائے معہود لازم گرفتہ بود۔ وے گوید کہ آنچہ مر رسیدہ از عنایت شیخ نظام الدین اولیاء است۔ وے

بادوستان دیرینہ وفائے ورزیدہ است وراہے کہ گزیدہ است در ہیچ جاندیدہ واز کسی نشنیدہ۔ گویند شبے تنہا نشستہ بود وآن شب بست وہفتم ماہ رجب بود۔ یکبار روشنی از غیب ظاہر شد کہ عالم را روشن ساخت بطورے کہ خط کلام مجید را بدان روشنی نیک توان خواند ودر لمحہ برطرف شدہ۔ ہمانا این نور، نورِ شب قدر باشد۔ واللہ اعلم۔ پدرِ من گفتے کہ چون من شنودہ بودم کہ ہر کہ چہل چہار شنبہ بطرف مزار شیخ نظام الدین اولیا بے ناغہ برسد۔ ہر مرادے کہ داشتہ باشد، حاصل گردد۔ من وقتے کہ داروغہ سرائے کٹرہ شیخ فرید بخاری بودم، بہ نیتِ مطلبے عزیز چہل چہار شنبہ متصل بدان مقام رفتم، لیکن درآن مدت دہ ماہ موانع شدیدہ از راہ باد وجکر (جھکڑ) وباران وسیل وغیرہ ذالک بمیان آمد وباز نماندم وآن مطلب حاصل شد۔ من درآن مدت فرصت کہ در دہلی بخدمت شیخ خودی باشیدم واکثر چہار شنبہ بزیارت قبر شیخ نظام الدین اولیاء می رسیدم گاہا تمام شب در روضہ می گذراندم۔ درآن جا ہندوے سپید ریش رامی دیدم کہ تمام شب مقابل قبر شیخ ایستادہ صبح می کردوی رفت وداس نام داشت۔ از زبانِ مردم بسیارے شنودہ ام کہ وے در اوایل حال مفلس بودہ است۔ بعد از آن ہر روز برسیدن بہ آن مقام در شبہاے پنج شنبہ ایستادہ گذراندن اندرآن صحن لازم گرفتہ است ودر ہیچ پنج شنبہ از وے فوت نشدہ منعم حال گردیدہ وبجمعیت صوری رسیدہ۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ در مبادیٔ حال کہ در ولایتِ شاش می بودہ اند بزیارت قبر شیخ ابوبکر قفال شاشی را مداومت می نمودہ اندومی فرمودہ اند کہ حضرت شیخ بحسب روحانیت بغایت مدد و

معاون اند۔ منقولست کہ روزے اسماعیل اتا، کہ ذکر وے در سلسلۂ خواجہ احمد (بسوی) قدس سرہٗ ایراد یافتہ از پیش قبر شیخ می گذشتہ است از بعضے مردم آن جا پرسیدہ کہ از وفاتِ شیخ چند سال گذشتہ۔ گفتہ اند۔ بسے (زمانہ) گذشت و تاریخ یاد کردہ اند۔ اسماعیل اتا، گفتہ کہ گاہ (بسے) بودے بکارے نمی آید" فی الحال مقارن این مقال از ہوا برگِ کاہے فیروزآباد (بہ قبر آمدہ) و در چشم وے افتادہ۔ ہر چند سعی کردہ اند، بیرون نیامدہ و در چشم وے می خلید تا کار بجاے رسیدہ کہ آن چشم ضائع شدہ است۔

شیخ قایم محمد

بن شیخ طہٰ جوانے بودہ است با مروت و فتوت و معاملت۔ وے در اوایل بطالبعلمی پیش شیخ من مستفید بودے، شبہا در حجرۂ مسجد جامع فیروزی بجمعیت گذراندے۔ در آن اثناء طلب این راہ بدل وے پیدا آمد و ہم از پیش شیخ من ملقن بذکر باطن شدہ و اندرین طریق مناسبتے نیک بہم رسانیدہ و بہرہ ور گردید۔ چون پدر وے از سر برفت وے سجادہ نشین شد۔ در طریقہ توکل چون پدر بودہ و در اخلاق و فتوت مہ از پدر سلسلہ آباے وے چشتیہ است و وے بآن رعایت طریقہ نقشبندیہ بوجہ احسن بجا می آورد و چندو (معہذا) اندر مکاتبت نام خود را باین عبارت نوشتے کہ قایم بہاء الدین۔" وے بر طریقہ آباے خود براے تعظیم ہیچ کس برنخاستے لیکن چون شیخ مرید ے نجے استقبال کردے و مشایعت نمودے کہ رعایت ہر دو طریقہ ملحوظ داشتے۔ وے مقبول شیخ من بودہ است۔ من برفاقت وے سیر دہلی بسیار کردہ ام

وزیارت قبور مشائخ کبار نمودہ۔ وے گفتہ کہ وقتے مرا در ایام گرما ہوائے آب سرد شورہ خاست۔ آلاتِ آن مہیا کردم واز پے سرد ساختن آب شدم درین اثناء پدر من آن جا عبورے کرد و مرا بدان حال دید گفت۔ "بابا، فقرا را بدین نوع چیز با ہیچ مناسبتے نیست" بادب ایستادہ و ترک آن کار کردم، چون پدر بجاے دیگر رفت مرا ایام شباب نگذاشت کہ مطلق ترک آن کنم۔ باز در پے مشغلہ شدم۔ ہر چند قصد کردم و آب تازہ و شورہ بکرات انداختم، آب ہیچ سرد نگشت واز مرتبۂ خود نہ برآمد خاطرم سرد شد و دانستم کہ این تصرفِ پدر من است۔ وقتے وے را مرض طاعون لاحق شد و بیخود گردید و اندر آن بے شعوری از اوراد و وظائف باز ماند و برفت از دنیا در سال ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷م) قبر وے و پدر وے و جد وے در یک گنبد یست پیش مسجد بر در وے۔ من تاریخ وے بدیہہ گفتم کہ "آہ شیخ قائم"۔

شیخ محمد (درویش محمد[1]) و شیخ شاہ محمد

این ہاسہ برادر بودہ اند، پسران شیخ محمد عادل۔ درویش محمد برادر میانہ ایشان را من ندیدہ۔ گویند در طریق فقر و استقامت و توکل و قناعت یگانہ بود و در راہ سلوک و ریاضت و مجاہدہ و مشاہدہ بے نظیر بود و برفت از دنیا در سال ہزار و ہشت (۱۰۰۸ھ ۱۶۰۰م) و قبر وے بر در وے یست۔ اما شیخ محمد برادر کلان ایشان، بزرگ بود صاحب احوال و اخلاق و اوصاف ستودہ داشت۔ وے مرید پدر خود است و از صحبت پدر

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ در متن این نسخہ

فواید این راہ یافتہ۔ من وے را چند بار دیدہ ام در منزل وے کہ در ''پرانہ باس'' (بانس) است۔ بر من لطف وعنایت داشتے۔ در شب طوی پسر وے شیخ امام کہ جوانے نیک بود (و) ہم در جوانی برفتہ از دنیا۔ میر سید فیروز و شیخ مصطفیٰ و من و دیگر برادرانِ فرید آباد حاضر بودہ اند۔ آن گاہ وقت روانہ کردن عروس از خانہ پدرش شیخ محمد را از استماع سرود مغنیا کہ در آن وقت معین دارند ذوقے در گرفتہ است۔ گریہ ہای کند و فریاد ہای زند و از مشاہدہ این حال وے جمیع شادی کنان، گریہ کنان بودند و من ہم یکے از آنان وقتے بغایت خوش بود۔ در آن وقت این مضمون بدل جوش زدہ بود لیکن این زمان این مطلع بظہور آمد کہ

دوستان را گریہ شادیست بر رخسارہا یا کہ شبنم اوفتادہ بر سرِ گل زارہا

وفاتِ وے در سالِ ہزار و سی و دو است (۱۰۳۲ھ ۱۶۲۳م) وقبر وے ہم بر در وے پیش مسجد۔ شیخ شاہ محمد، مرید درویش محمد برادرِ خود است، مستقیم الحال صاحب ذوق وشوق۔ در اوایل، وے لشکری بودہ است، جوانِ خوش منظر مردانہ بفہم وفراست وے ورزشے داشتے کہ با جمیع سلاح از زمین بر جہدے و بے یدی دست بر پشت اسپ رسیدے وزیادہ تر ازین بشنو کہ وے اندر میدانے کمان بے زہ آوردہ را (جاے) انداختے وتیرے را بزمینے وشستے را جاے دیگر نشاندے واسپے را بے ساز براندے وکمان را از زمین در گرفتے وشستے را از جاے گرفتے و بزہ در آوردے واز جاے دیگر تیرے را شستے برکشیدے و بر نشانہ انداختے وگاہ بودے کہ نشانہ را دو شق ساختے۔ پس از آن بر (اچانک جذب الہی رسید و) وے

ک این ہمہ ہوا و ہوس ساخت و ہمہ را در راہِ او سبحانہٗ در باخت و خود را پاک
در ین راہ در انداخت و بعجز و غربت در آمد نہ بحول وقوت۔ در ''نفحات الانس''
ست کہ عبداللہ منازل گوید ہر کہ درین کار بزور در آید، فضیحت شود و ہر کہ بضعف
ر آید قوی شود۔ یعنی بہ نیاز و خدمت و ارادت در آید نہ بدعویٰ وقوت۔ انتہیٰ۔
مروز شاہ محمد را در طریقۂ فقر و توکل وانزوا و عزلت دوازدہ سال است کہ پا برجا
ارد و بخانہ ہیچ کس از فقرا و اغنیا نمی رود حتیٰ کہ بزیارت مشائخ وقبور مشائخ۔ با شیخ
ان نیاز و اخلاص دارد و شیخ من وے را از فقرائے باب اللہ وامی نماید و سخت نیک
ی ستاید۔ یکبار شیخ من از فرید آباد بمنزل خودمی آمد چون خانۂ وے برسر راہ بودہ
ست۔ من عرض کردم کہ وے را بقدوم میمنت لزوم مستفید فرمایند۔ پسند فرمودہ
ے شدیم۔ وے آن قدر نیاز و شکستگی صدق و اخلاص پیش آورد و عجز و افتقار نمود
کہ وقت شیخ من خوش گشت و طریقۂ وے پسند فرمود کہ شکستہ دلی اندرین راہ
چنانکہ باید، وے دارد

در راہ ما شکستہ دلی می خرند و بس — بازار خودفروشی زان راہ دیگر است

ے را از آوان شباب با من دوستی و اخلاص است۔ در ایام جوانی با ہم سیر دہلی و
رید آباد نیک نمودہ ام و در صحبت با خوش بودہ ام و تیر اندازی بقواعد و ضوابط آن
کردہ۔ پس از آن نزدیکی بہم ترک نوکری نمودہ ایم۔ ہم صحبت باست نیک بمیان
و ہم مراسلات و مکاتبات۔ دعا با و توجہاتِ وے را اثریست، بسا اہل احتیاج از

نفس مبارک بعونِ شیءِ از شہ کارہا می بینند۔ بعد اتمام ''اسراریہ'' چہار پنج سال وے

بیمار شد۔ من بعیادتش رفتم در وقتے[1] مراجعت از عرس شیخ نظام الدین اولیاء قدس
سرہٗ بخوش وقتی سخنان گفت و شیخ مرا بسیار بیاد آورد و ہمدران بیماری روزے کلمہ
طیبہ رابزبانِ فصیح سہ بار بگفت و برفت در روز پنجشنبہ بست و دوم ماہ ربیع الآخر
سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ/ ۱۵/ اکتوبر ۱۶۶۱م) وقبر وے ہم بر در ویست۔

شیخ کریم محمد دہلوی

مرید شیخ طہ ست۔ و از اقربائے وے۔ جوانے بودہ است عابد و پارسا۔ ونو
ریاضت ومجاہدت از چہرہ وے لائح وپیدا بودو جامۂ غربت ومسکینیت برتن وے
درست وزیبا بود۔ وے رابہرہ نیک رسیدہ بود از شیخ وے مراہر گاہ باوے اتفاق
ملاقات افتادوے کرمے بالاتر از ان متصور نباشد پیش آوردے۔ وقتے وے پس
از فوتِ شیخ خود بجوار روضۂ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ چلہ نشست و غایت
درجہ تقلیل طعام کرد، آخر بالکل ترک کرد وضعف وناتوانی غایت بہم رسانید واز آن
مرو وے رانج پروانشد و باستقلال تامی ماند تا کہ نحیف وضعیف تر گردید و برفت
از دنیا در ماہ شعبان از سال ہزار و پنجا و چہار (۱۰۵۴ھ ۱۶۴۴م) وقبر وے
بر در ویست در "پرانا باس" (بانس)۔ گویند درویشے بعد فوت شیخ خود پیش شیخ کبیر
کلہ روان سنبھلی آمد و اظہار طلب کرد۔ شیخ از وے پرسید کہ شیخ تو ترا چہ
کار فرمودے۔ گفت در یہ سالے بچلہ نشاندے باخوراک چہل قرغل۔ گفت من

[1] نسخہ "چہرہ"

را با چہل مرغ وحوائج آن بچلّہ نشانم وبنشاند وہر روز یک مرغ وحوائج آن وآرد
ین خوراند وکار او زاہدران چلّہ تمام ساخت۔ آرے این کار محض از توجہات
نظراتِ شیخ کامل بانصرام می رسد نہ بچلّہ

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین　　　　سخرہ کند بر دہہ طعنہ زند بر چلّہ

خواجہ پیرنگ فرمودہ اند کہ حضرت خواجہ احرار فرمودہ اند کہ (اگر) حضرت (حق)
سبحانہ تعالیٰ بر بندۂ بصفت ارادہ تجلی نکند (نمی کند) آن بندہ سلوک اہل اللہ نمی کند
مرید کسے نمی شود۔ ودر رسائل اہل اللہ ہمین سخن است وچون ارادت از پیش حق
سبحانہ باشد استقامت بس امر عظیم است از ارواح طیبات این بزرگواران
درخواست ہمت برائے استقامت البتہ باید کرد۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق　　　　گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق
دادیم نشان ز گنج مقصود ترا　　　　گر ما نرسیدیم تو شاید برسد

شیخ محمد وشیخ پیر محمد

بیسہ ہائے شیخ اللہ بخش گڑھ مکتیسری اند۔ قدس سرہ۔ صاحب اخلاق ومروت اند
وصلاح ومعاملت۔ اوضاع واطوار نیکوان دارند۔ شیخ پیر محمد اندرین سال اتمام
"اسراریہ" کہ ہزار وشصت ونہ است (۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹م)، برفتہ وقبر وے بردر
روضۂ شیخ است۔ ووے با شیخ من نیازمند بود۔ ہرگاہ بدہلی شدے، صحبت شیخ
مرامغتنم داشتے۔ من ہر سال کہ از سنبھل پیش شیخ خودمی شوم ومی آیم بزیارات قبر

شیخ اللہ بخش مشرف می شوم۔ روزے شیخ پیر محمد مرا پرسید کہ از احوال شیخ خود حکایے برگوی۔ گفتم شیخا! احوال آن عارف باللہ چنانکہ ہست ہیچ وجہ از وجوہ فہم ناقصان نمی درآید۔ واللہ کہ این سخن نہ بتکلف می گویم بیقین کہ مصرعہ

''ہمچو اوے راسزد تعریف او''

لیکن مطابق فہم خود ہر کسے برحسب فہم گمانے دارد۔ چنانچہ در ذکر شیخ خود نوشتہ ام جملے ازان برگفتہ ام۔ وے گفت فلانے الحمدللہ کہ اکنون خاطر جمع شد چرا کہ از زبانِ بعض عوام کہ روش واحوال دوستان اوراسجانہ مطابق طبائع خود بر خلاف (طریقہ بزرگان) می بینند چیزہا شنودہ بودم۔ از آن در خاطر من نوعے از انکارے راہ یافتہ بود۔ من بوے گفتم کہ مردم دانا دوستانِ خدا را برنگ دیگر می بینند ونادان برنگ دیگر۔ دانا براہ راستی می رود از آن در دوستی راسخ است ونادان براہ کجی می رود از آن در انکار استوار است۔ عارف روم گفتہ۔ مثنوی

دید احمد را ابوجہل و گفت	زشت نقشے در بنی ہاشم شگفت
گفت احمد مر ورا کہ راستی	راست گفتی گرچہ کار افراشتی
دید صدیقش بگفت اے آفتاب	نے ز شرقی نہ ز غربی خوش عتاب
گفت احمد راست گفتی اے عزیز	کاے رہیدہ تو ز دنیاے بچیز
حاضران گفتند کاے صدر الوری	راست چون گفتی دو ضد را گو چرا
گفت من آئینہ ام یزدان پرست	کبر و مومن در من آن بیند کہ ہست

یک بارے من از پیش شیخ خود رخصت گرفتہ بسنبھل می آمدم و در پنج و شش منزل

بوطن رسیدہ۔ اتفاقاً ہر روز در ہر منزل چیزے از اسرار غیب ظہور می نمود کہ در خور نوشتن بود و نوشتہ شد و آن رسالہ "سفر در وطن" نام کردہ آمد۔ القصہ چون بگڑھ مکتیسر رسیدم و بزیارت قبر شیخ اللہ بخش رفتم۔ حالے پیش آمد۔ مراقب شدم وساعتے در آن مراقبہ ماندم صورتِ شیخ ظاہر شد۔ دیدم کہ شیخ متوجہ بذات مراقبہ نشستہ و بکیفتے بجے از وے ظاہر و پیداست وصورت وے چون شیخ محمد است۔ چون بافاقت آمدم از شیخ محمد پرسیدم کہ شکل شیخ چہ طور بودہ است گفت چون صورت من بودہ اسمر اللون۔ منقولست کہ شیخ اللہ بخش از کاملان بودہ است، صاحب آیات ظاہرہ و کراماتِ باہرہ۔ خواجہ بیرنگ در وقت آمدن سنبھل شیخ را دیدہ اند چنانچہ در ذکر شیخ رفیع الدین گذشت وتعریف شیخ بسیار نمودہ اند و بجذبہ ستودہ وفرمودہ کہ چون شیخ در ہندستان کسے ندیدہ ام۔ گویند شیخ در مبادی حال اندر طلب حق برآمدہ و سنبھل رسیدہ و در مسجدے بسر بردہ۔ روزے شیخ حاتم سنبھلی کہ اعلم العلماے وقت خود بود۔ وے را دیدہ و پرسیدہ کہ تو از کدام قومی۔ وے جواب نداد باز ہمین پرسید ہم جواب نگفت۔ سوم بار پرسیدہ کہ اے جوان این نگفتن ترا خود سبب برگوی کہ چیست؟ جواب داد کہ من از قومے کہ بودہ ام، برآمدہ ام و بدان مطلبے کہ خواہانم نرسیدہ پس خود را کدام قوم فرانمایم۔ شیخ حاتم گفت۔ بدآن راہے کہ قدم نہادہ رسیدۂ خود را از جماعۂ رسیدگان بنگار۔ بآخر کار روے در صحبت شیخ مبارک مرید میر سید علی قوام الدین در طریقۂ شطاریہ تمام شد۔ وفاتِ وے نہم ماہ رمضان از سال ہزار و دوست (۱۰۰۲ھ/ ۱۹ مئی ۱۵۹۴ء) وسورۂ اخلاص تمام تاریخ وے۔

خواجہ قطب حسن پوری

نسبت بشیخ عبدالغفور سنبھلی مرید خواجہ بیرنگ درست می کند وصحبت داشتہ بشیخ آدم سنبھلی وبا شیخ من آشنا است۔ شیخ من وے را از نیکوان می گوید۔ وے عالم است بعلوم دینی وعلوم این قوم۔ نور صفا ولطافت از وے پیدا است۔ استقامت سخت نیک دارد۔ آنچہ مطلوب است اندرین راہ استقامت است "قولہ تعالیٰ **فاستقم کما اُمرت**"۔ در "نفحات الانس" است کہ محمد ابن الفضل گفت آن چیز یکہ بودیٔ (وے) ہمہ بدیہا نیکو شود و بہ نبودی (وے) ہمہ نیکیہا زشت شود آن استقامت است۔ انتہی۔ من اندر بہ سال در آمد شد پیش شیخ خود وے را می بینم۔ از جمال حال وے صدق وراستی ظاہر و پیدا است۔ وقتے کہ من این تالیف را می نوشتم از حقیقت احوال وے استفسار کردم کہ داخل این کتاب کنم۔ وے ہمین کلمہ را گفت کہ در تحقیق۔ حقیقت در ہیچ صفت مقید نیست۔ شیخ من در رسالہ "نور وحدت" نوشتہ کہ ہر چہ در ادراک در می آید او است وہر چہ در ادراک در نمی آید ہم او است۔ آنچہ او را وجود گویند ظہور او ست (وآنچہ او را عدم گویند بطن او ست۔ اول او ست۔ آخر او ست۔ ظاہر او ست۔ باطن او ست۔ مطلق او ست۔ مقید او ست۔ کلی او ست۔ جزوی او ست)[1] منزہ او ست ومشبہ او ست و با آنکہ ہمہ او ست از ہمہ پاک است۔ این اطلاق او نسبتے دیگر است غیر آن اطلاق کہ

---

۱ از نسخہ [illegible]   ۲ اضافہ از نسخہ [illegible]

اوعین ہمہ است بدین اطلاق ہیچ کشفے وعقلے وفہمے نرسد "ویُحذِّرکُمُ اللہ نفسہ"
این جاست۔ انتہی۔ در "نفحات الانس" است کہ گاہ گاہے ربے را از دست ربے
بر باید وخویشتن را بہ بہانہ ربے بدیدۂ قوم نماید تا کہ دید بادیدنِ او بیاساید آنکہ
حقیقت بر دور بے باز آید واگر ربے ہرگز ربے درمیان نیاید ہم شاید کہ فتنہ ربے ہم
از ربے برآید چہ راز بہانہ می کاہد از حقیقت می افزاید، چون بہانہ بتمامی برخاست
حقیقت فرود آمد۔ آدمی باین کاریست کہ این نہ بابت آدمیست۔ یکے را دیدہ
بر بہانہ آمد ویکے بہ حقیقت کار دارد، بہانہ را (دردیدۂ او) چہ قیمت۔ انتہی۔

حاجی عبداللطیف حسن پوری

مرید شیخ جنید سندیلہ است پر ذوق است وشوق۔ واحوال نیک دارد۔ مستقیم
است اندر معاملت بایستہ وراسخ درمکالمت شائستہ۔ وے گوید کہ شیخ جنید پیش از
وفات بسہ روز مرا گفت کہ خدمت خانقاہ برخود بگیر۔ گفتم این بار گرانست طاقت
برداشت[1] آن مرانیست بدیگرے فرمائی۔ بازشیخ فرمود خرقہ بزرگان را کہ داریم
بپوش۔ گفتم این ہم از آن قسم است۔ پس فرجی خود را بمن عطا فرمود وبرخاست
ورفت اندر سواد قصبہ سندیلہ وجے قبر خود را مرا نشان داد وباز آمد وپیرا فتاد وپس
از سہ روز برفت از دنیا در ہشتم ماہ رمضان از سال ہزار وچہل وہشت (۱۰۴۸ھ
۲رجنوری ۱۶۳۹م) عزیزان برائے غسل جمع شدند چون برتختہ نشاندند بزبان فصیح

---

[1] درنسخہ "برخاست"

گفت ''اللہ'' حاضران گفتند۔ ایشان خود زندہ اند۔ چرا اضطرابے می کنید بعداز تدفین چون برتخت ہا خوابانداں آن زمان نیز گفت ''اللہ''۔ حاضران ازین دوبارہ گفتن متعجب تر شدند و ساعتے مکث کردن و حیران وار نشستند۔ پس ازآن بردہ بجائے معہود مدفون ساختند۔ وہم وے گوید کہ پس از وفاتِ شیخ، شبے وے را بخواب دیدم کہ از سر لطف بازوے من گرفتہ بربالاے کوہ الوند بردہ است وایستادہ کردہ۔ ازآن جا عمارات بس بزرگ باشانِ قوی و کنگرہاے عالی نمودار شدہ۔ من بیدار شدہ تعبیر آن را بدیدار مکہ بدل آوردم و بعداز چہل روز از وفاتِ وے بعزیمت زیارت حرمین محترمین برآمدم و(بہ) قدم تجرید بدان (دو) سعادت مشرف گشتم وہم در مکہ معظمہ باشیخ تاج الدین سنبھلی صحبت داشتم ووقت مراجعت در شہر سورت با ملک نصیر الدین نوساری درویش کامل نیز صحبت داشتم وطریقہ ملک ازطریقہ خاندانِ چشت است کہ بشاہ عالم گجراتی می پیوند مرا مستعد گردانید۔ ازان مرشدانِ شبہاے نیک یافتم۔ وہم وے گوید کہ شبے در سورت با دوتن اندر حجرہ نشستہ بودم ناگاہ سقف آن حجرہ شگافت و دو مرد ازآن جا پیدا شد، یکے بر سقف ماند و دیگرے فرود آمدہ در ہوا معلق بایستاد۔ مرد سقف از مرد معلق پرسید کہ وے حضر است گفت ہست (و) اشارہ بمن کرد۔ آنگاہ سخن این راہ بطریق وصیت گفتن گرفتند۔ درآن اثناء مرا گفتند تو چہ می خواہی؟ گفتم رضاے خدا می خواہم و نیز گفتند۔ امشب شب قدر است و ہمان راہ باز رفتند۔ من ازین عجائبات متعجب شدم و خندہ کردم۔ آن دوتن کہ با من نشستہ بودند، از من پرسیدند

حال چیست؟ گفتم چنانکہ شما دیدند و شنیدند۔ گفتند۔ ما ہیچ ندیدیم و ہیچ نشنیدیم۔ من ازین معنی متعجب تر شدم و سکوت کردم۔ باز ہمدران اثناء دو کس دیگر با طبقے پر از میوہ خشک و تر ظاہر شدہ و طبق راپیش من نہادند۔ من طبق را یکسو کردم۔ آنہا گفتند۔ بخور کہ حکم اینست۔ من تناول کردم و سیر شدم و کام و دہانِ من بغایت شیرین گشت۔ حاجی امروز در کنار حسن پور مشرق رویہ آشیانۂ خوشے دارد و جاے دلکش۔ من گاہ گاہ در سیر حسن پور وہم در آمدو شد پیش شیخ خود وے را می بینم۔ وے با خلاص و محبت پیش آمد و حکایات و اشعار شیخ خود ظاہری فرماید و وے بزبان پشتو اشعارے دارد با معانی نیک۔ این بیت از ویست

تو ریان ے و شاذل ذل وے　　جا روتلی مین ترول وے
بوہش مقام کش را علم نہ دے　　زجاتم نمی چوک اخدید ے
نادان امان زرکیدی　　نادان ستی رات زاری
باعاد تون پانی نشست　　بجنونوں کل غواری[^1]

بعد اتمام "اسراریہ" در دہلی رفتہ بود و آن جا بیمار شد و برفت از دنیا در سال ہزار و ہفتاد و یک (۱۰۷۱ھ ۱۶۶۱م) وقبر وے نزدیک لبتہ مگا داست۔

---

[^1]: ۱ درنسخہ مدوہ این دو بیت باین طور نوشتہ اند
نادان امان زرکیدی نادان ستی رات زاری　　باعادتوں پانی نشست بجنونوں کل غوری
توربان مٹی وشاذل جاروتلی میں ترول وے　　بھتی مقام کش رعمنہ نہ دے جا تمی چوک خدیدی

سید غریب حسن پوری

وے نسبت بپدر خود سید مظفر درست می کند۔ جوانے است صادق القول، راسخ الحال۔ درد این راہ سخت نیک دارد

درد تو باید دلم را دردِ تو لیک نے درخورِ من درخورد تو
درد چندانے کہ می دانی فرست تا بنوشم انچہ بتوانی فرست
کفر کافر را و دین دیندار را ذرۂ دردت دل عطار را

وے دو برادر ظاہری دارد عاجز و درویش نام۔ و بجز و درویشی دو براور باطنِ ویند۔ وظاہرش وابستہ آن باد باطنش پیوستہ باین با۔ وے گوید کہ من در طلب این کار از خانہ نہ برآمدہ ام آنچہ نصیب من است ہم (ہمین) خانہ رسیدہ

آن را کہ درسرائے نگاریست فارغ است از باغ و بوستان و تماشاے لالہ زار

در ''نفحات الانس'' است کہ صاحب ''کشف المحجوب'' گوید کہ من از خواجہ مظفر شنیدم کہ گفت۔ انچہ بندگان را بقطع بوادی غربت و شستگی روے نمود من در بالش و صدر یافتم و صاحب رعونت این قول را از آن پیر بہ دعویٰ بردارند و آن نہ از نقص ایشان بود و ہیچ عبارت از صدق حال بہ دعوی نباشد خاصہ کہ باہل راہ (آن) انتہی ہم درین کتاب (است) کہ شاہ شجاع گفتہ ''وجدنا فی القبا ما طلبنا فی العبا''۔ انتہی ملا حبیبی تتہ میسری کہ شاعرے بود خوشگو، یکے از اغنیاء کہ بتعب وے نوشتہ بود

برون نیامدہ ام ہیچگہ زخانۂ خویش سفر چہ داشت چو عنقا در آشیانۂ خویش

نمی پرم بہ پر و بالِ عاریت چون تیر نشستہ ام چون کماں روز و شب بخانۂ خویش

من ہر سال در آمد و شدِ پیش شیخ خود سید غریب را دو بار می بینم۔ دوستی و اخلاص کہ باید و شاید از وے در می یابم و جاے چنین در (حیاو) مروّتے کہ بالاتر ازان متصور نیست بآن حالت درد طلبی کہ وے دارد بر وجہ حسن در روے ظاہر و پیداست۔ در "نفحات الانس" است کہ شیخ الاسلام گفت عبداللہ بن عصام (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را) بخواب دید گفت یا رسول اللہ حقیقت این کار کہ ما در انیم چیست؟ گفت شرم داشتن از حق تعالیٰ چون با خلق باشی از وحامی باشی یعنی می باید کہ چون بظاہر با خلق باشی بباطن با حق باشی۔ سبحانہ تعالیٰ۔ و شرم داری از و کہ بباطن نیز مشغول خلق باشی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این گفت و برفت۔ بر اثر وے رفتم و گفتم یا رسول اللہ بیفزای۔ گفت بخشودن (بخشش کنندہ) بر خلق باشی وقتے کہ با حق باشی کہ بظاہر با خلق باشی و بر ایشان بہ بخشی و حقِ ایشان را ضائع نگردانی (انتہی)

روزے من برکاب شیخ خود در کوچۂ تنگ دہلی می آمدم۔ از آن طرف سوارے فرا رسید و از روے ادب بکیجکے بایستاد و شیخ مرا راہ داد۔ شیخِ من از وے پرسید کیستی؟ گفت عاجز۔ گفت انچہ مطلوب است ہمین عجز است و بس۔ من عرض کردم حضرت جوانیست در حسن پور سید غریب نام۔ وے دو برادر حقیقی دارد عاجز و درویش نام۔ گفت آرے من وے را نیک می شناسم۔ کسے خوب ست و ہر کہ غریب است خوب است و ہر کہ خوب است غریب است این سخن در ہمہ جاے می رود۔

در "نفحات الانس" است کہ شیخ الاسلام گفت روزگارے اورا می جستم خود را می یافتم اکنون خود را می جویم او را می یابم۔ چو بیابی برہی چون برہی بیابی کدام پیش بوداو داند۔ چون او پیدا شود تو نباشی چون تو نباشی او پیدا شود کدام پیش بود او داند۔ بایزید گوید۔ با او نپیوستم تا از خود نگسستم واز خود نگسستم تا با او نپیوستم کدام پیش بوداو داند۔ شیخ ابو علی سینا (سیاہ) گوید کہ ماوراء النہریان می گویند تا نرہی نیابی و عراقیان می گویند تا نیابی نرہی۔ ہر دو یکیست خواہ سبو بر سنگ خواہ سنگ بر سبو لیکن من با عراقیانم کہ سبق از و نیکوتر است۔ ابوسعید خراز گوید" من ظن انہ ینیل المجھود (یبذل المجھود) و یصل فتعن. و من ظن انہ بغیر بذل المجھود یصل فتمنی۔ انتہی۔

شیخ صادق حسن پوری

مرید شیخ عبدالحی تھتھی است و وے مرید شیخ احمد سرہندی۔ اوایل حال وے در ترک و تجرید بودہ است۔ آزادی و بے تعلقی نیک داشت۔ آخر الامر بمحبت زنے مبتلا گشت و شوق و آزادی (آرزوئے) وے سر فراز کشید و آن زن را بعقد نکاح خود در آوردہ و فرزندان بہم رسانید لیکن در حالت بے تعینی وے کہ از دولت صحبت بزرگے بدست آوردہ ہیچ فتورے نرفت۔ وے با شیخ من محبت و اخلاص خاص دارد۔ روزگار ے وے در طریقہ صحبت و خلوت با شیخ من مقبول اکثرے

۱ اضافہ از نسخہ مدوّنہ نفحات الانس ۲ اضافہ از نسخہ مدوّنہ

اقران صحبت ودوستان وے بودہ است۔ وے رادوستان بودہ انداز سلطانیان کہ از غایتِ سعتِ مشرب وے، وے رابخانہ ہائے خودی بردہ اندو خدمت ہا (می کردند) ووے پروائے شان نمی نمودہ است۔ وزود برکندہ وشیخ من می رسید و موردالطاف واعطاف می شد۔ من یک قرن بیش است کہ بوے آشنام گاہ دریکجے بودہ وگاہ از وے جدا بودہ ام۔ وے روز کے چند دراوایل بادر سنبھل گذراندہ است۔ چہ آزادگی وچہ سکون داشتہ۔ روزے شیخ بہاء الدین بن شیخ محمود بنی اسرائیل کہ نیک مرد بود وصاحب طبع موزون۔ ومن دریک جانشستہ بودیم کہ وے ہم آمد وبنشست وساعتے خاموش ماند وبرخاست وبرفت۔ بہاء الدین تعجب ازمن پرسید کہ این چہ سکوت وخاموشی بود کہ وے داشت چرانہ درسخن درآید و حرف حکایت نماید۔ گفتم خاموشی وے بہ از کلام ما وشماست۔ وکلام وے بہ از خاموشی ما وشما۔ وے این سخنِ من پسندید وخاموشی گزید۔ روزے من حکیم نورالدین راکہ رباعی از وے در ذکر عبدالواحد سنبھلی گذشتہ دیدم در باغے نشستہ وقت خوش بود گفتم حکیما! از اشعارِ خود چیزے برخوان۔ گفت درین حال خود سخن خوش نمی آید اشعار استاد برخواند

زہر کلام کلامِ عرب فصیح تراست | مگر کلامِ خموشی کہ افصح از عربست

گفتم۔ آرے درحال سخن خوش نکردن ہم کار سخن افتادہ۔ ازین سخن خوشوقت شد۔ در ''نفحات الانس'' است کہ در سخنان مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ مذکور است کہ خواجہ حکیم سنائی در وقتے کہ محتضر بود، در زیر زبان چیزے می گفت،

حاضران گوش پیش دہانش بردند، این بیت می خواند

باز گشتم زانچہ گفتم زانکہ نیست　　در سخن معنی و در معنی سخن

عزیزے این راشنید گفت عجب حالیست کہ در وقت باز گشتن از سخن نیز بسخن مشغول بودہ است (انتہی)۔ نیز بحکیم (نورالدین) گفتم از گلستان سعدیؒ صواب آنست کہ در وقت سخن بسخن گراید و در حال خاموشی بخاموشی میل نماید۔ قطعہ

اگر چہ پیش خردمند خامشی ادبست　　بوقت مصلحت آن بہ کہ در سخن کوشی

دو چیز تیرہ عقل است دم فرو بستن　　بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

نیز بحکیم مثلے رنگین گفتم بسیار خوشوقت شد و صحبتِ نیک گذشت و آن آنست کہ گویند جوانے سادہ نوکر عزیزے شد۔ روزے آن عزیز را بضیافتے بردند۔ اہل وے آن جوان را از عقب فرستاد کہ طفلان گرسنہ شدہ اند۔ برو و پنہان زیر گکے (ریزگے) طعام (بیار) آن جوان رفت و بر سر مجلس ایستاد، ہنوز سفرہ بمجلس در نیامدہ بود کہ بآواز بلند بآقا گفت کہ اہل شما برائے خوردانِ گرسنہ طعامے پنہان طلبیدہ است۔ از شنیدن این حرف آقا شرمندہ گشت و سر فرو ماند و بعد از فراغ طعام جوان را زجر کردہ گفت۔ اے نادان اگر ترا الغرض این کار فرستادہ بودند بایستے خوش نشست و بعد طعام کار کرد۔ جوان گفت این مرتبہ خطا کردم پیشتر بہ فرمودۂ شما کنم۔ چون بارے دیگر آقا بضیافتے رفت در آن اثنا بخانہ ہمسایۂ وے آتش در گرفت اہل وے آن جوان را گفت زود برو و آقا را بیار۔ جوان آمدہ خوش بآرام بنشست تا آن زمان کہ خانۂ آقا سوختہ و خاکستر شدہ، بعد فراغ طعام، آقا خوش

شدہ از وے پرسید کہ چون آمدی۔ جوان آہستہ بگوشِ آقا گفت کہ خانۂ ہمسایۂ شما را آتش گرفتہ بود۔ اہلِ شما مرا تاکید فرستادہ بود کہ شما را زود ببرم لیکن من بروصیتِ آن روزِ شما عمل کردم۔

شیخ ابوتراب ٹھٹھی

مرید یکے از کبارِ شیخ محمد حسین دہلوی معروف بہ شاہ خیالی است۔ نیکو معاملت بود مستقیم اندر طریقت۔ غربت و شکستگی بمرتبۂ کمال داشت۔ با شیخ من آشنا بود و نیازمند۔ وے بزمین مشرق برفتہ از دنیا در سال ہزار و پنجاہ واند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م)۔ وے گفتے کہ شاہ خیالی اندر حرم مدینہ مبارکۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سالہا مجاورت و مجاہدت نمودہ است و از مشائخ قادریہ کہ درینجا بودہ اند تربیت و اجازت یافتہ۔ حاجی شیخ عبدالوہاب بخاری مرتبہ دوم کہ بزیارت حرمین رفت وے را بہندستان باز آورد۔ و در اثنائے سفر آمدن در زمین سندھ یکے از فقہاے نزد ابو وے آمد کہ بوے در افتد و گفتگوی نماید کہ چرا خود را بوجد و سماع مشغول می داری و چون بحسن صورت مشغول می باشی و این مقدمات را تمہید سخن گرفت۔ وے گفت۔ این ہمہ از چہ راہ می گوی و مزاحم من می شوی گفت من عالمم و مرا ضرور است کہ با مبتدیان امر معروف نماید و طریق ہدایت و ارشاد فرماید۔ وے گفت اگر تو عالمی پس بگو کہ "ضرب" کدام صیغہ است۔ فقیہ اندیشید کہ چہ پرسید و باز گفت کہ آنچہ من پرسم جواب باید گفت۔ فقیہ در دل خود فرو رفت ہر چند قسمہ

کردنتوانست صیغۂ آن لفظ را گفت و ہمہ معلومات از خاطر وے پاک بشد لیکن این قدر را از راہ خجلت بگفت ہمیں زمان از دلم رفتہ است آخر چون نیک دریافت کہ این تصرف ویست بے اختیار شدہ بپاے وے درافتاد و عذر خواست و از آن (باز) صدق و ارادت آوردہ مرید گردید و بمرتبۂ کمال رسیدہ است۔ شاہ خیالی درسال نہ صد و چہل و چہار (۹۴۴ھ/ ۱۵۸۶م) رفتہ از دنیا و قبر وے اندر دہلی کہنہ درمقام بدائع النزل است و آن مقام بجمنڈل معروف است۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ گفتند کہ در جوانی بعلم کلام مشغول شدم و چند کتاب در آن یاد گرفتم و عم من از آن منع می کرد۔ روزے عم من بزیدرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ در رفتہ بود من با وے بودم مرا گفت حاضر باش کہ۔ شیخ بزودی در می آیم (آیند) کہ دل وے از خداے تعالیٰ خبر می دہد و منتظر باش برکات دیدار وے را۔ چون آمدہ بہ نشستند۔ عم من گفت۔ ''یا سیدی برادر زادہ من عمر بعلم کلام مشغول است ہر چند وے را می گویم از و باز نمی آید۔ شیخ گفت اے عمر کدام کتاب حفظ کردۂ۔ گفتم کتاب فلانی و کتاب فلانی۔ دستِ خود را بسینۂ من فرود آورد۔ واللہ کہ یک لفظ از آن کتاب در حفظ من نماند و خداے تعالیٰ ہمہ مسائل آنہا (از) خاطر من فراموش گردانید و بسینہ مرا از علم لدنی مملو ساخت۔ از پیش وے برخاستم (یکلخت بہ) زبان بہ حکمت ناطق مرا گفت۔ ''یا عمر انت آخر المشہورین بالعراق '' روزگارے آن ابوتراب در صحبتِ امیرے بودہ است بفرمودۂ شیخ خود، در کار محتاجان سعی کمال بجا آوردے و من ہم بآن امیر بودم

لشکری وباوے ملاقات می نمودم وصحبت ہاے خوش بمیان بودے۔ وے شعر نیک گفتے وقتے غزلے گفتہ ومصراع آخرش مرا یاد ماندہ وآنست۔ مصرعہ

عشق انسانی ترا آبی را بگردون گل شگفت[1]

روزے میانِ وے ومن صحبتے ناخوش افتاد وترک وے گرفتم ہم درآن مدت شیخ من چنانچہ مرا پیوستہ سخنانِ معارف ذوقیات می نویسد۔ این نامہ بمن نوشتہ است کہ

چندان مشتاق جمال باکمال آن مظہر الطاف الٰہی ام کہ شرح وبیان آن از حوصلہ قلم بیرونست دور نیست کہ حقیقت حال را دل بزبانے کہ دارد بگوش دل شما رساند۔ ہائے ہائے چہ گفتم این جا دوے نیست وجائے نیست دل من دلِ شما است وحب من حالِ شما۔ فقرہ "انا من اھوی و من اھوی انا" من ہم لیلی ولیلی کیست؟ من۔ انتہی۔

اتفاقاً این کاغذ بدست وے افتاد۔ خواند واز عنایت شیخ خود کہ من بوے خبر نکردے دریافت ومتعجب شد وبمن آمد وازان ماجرا عذر ہا خواست ونقار از درمیان برخاست۔ واین معاملہ درقصبۂ خوشاب بودہ است درسال ہزار وسی و نہ (۱۰۳۹ھ ۱۶۳۰م) ودرآن قصبہ جمعے سادات قریشی وشیخ ومدرس بودہ اند۔ ہمہ عالم وفاضل لیکن آن ہمہ را بے دری وسواس ووہم بود، چنانکہ ازمشہدو حوال

1۔ عشق آن جانی ترا آبی را بگردون گل شگفت، شاید چنین باشد۔ 2۔ درنسخہ "خوشاب"

آن ہاماہا در شگفت می شدیم۔ مجمل حکایت شان آنست کہ روزے سہ تن از آن ب
برروے دریاے بھٹ شدند کہ نزدیک بآن قصبہ (بارہ دیہہ) ست۔ اتفاقاً یکے
را سر درد کردن گرفت۔ وے گفت این درد از تاثیر سردی آبست۔ آن دو تن
گفتند۔ پس مارا ہم اثر کردہ باشد و ہر سہ باہم یکجاے در افتادند و بخانہ ہاے خود
گفتہ فرستادند کہ سہ چار پایہ و دوازدہ مزدور فریسند کہ ماہا را ازین جا برند آخر
مزدوران بخانہ ہاے شان رسانیدند۔ ہم روزے مسافرے پیادہ پیش سید گل محمد
کہ مدرس و کلان شان بود، از بیابان در رسید و گفت۔ رفیقے امروز از تشنگی بمرد۔
سید گفت ہان تشنہ ہم می مرد۔ گفت آرے۔ از آن باز سید ہر شب ظرفے پُرآب
می کرد و جمیع خرد و کلانِ خانہ خود را بیدار ساختہ بزور می خوراند۔ ہم روزے آن سید
شنید کہ در شب ماہِ نو توپ خانہ امیر را سر می دہند۔ گریختہ بغرسنگے رفت کہ آواز
مہیب آن بگوش نرسد۔ امیر این حرف شنید بخندید و بمحمد مقیم داماد سید را کہ پسر
امیر را تعلیم می کرد گفت سید را حاضر کن۔ گفت امشب ہرگز نہ آید کہ شب ماہ ہست
فردا حاضر خواہم کرد۔ امیر گفت پس اندرین باب تمسکے نوشتہ بدہ۔ وے تمسکے
نوشتہ و بمہر قاضی و اہالی و موالی رسانیدہ آورد۔ شبے آن محمد مقیم بالاے بام خود
بخواب رفتہ، بخاطرش آمد کہ خدانخواستہ باشد کہ اگر سنگے درین جا بیاید و مرا بخورد،
حال چون شود۔ درین اثناء از زیر آن بام سگے آواز کرد و وے فریاد برآورد کہ مرا
سنگ زدہ۔ مردم خانہ و وے آن جا آمدہ۔ وے را کشان کشان پائین بردند و ہیچ
اثر زخم سنگ ندیدند۔ من بآن محمد مقیم نیک آشنا بودم۔ اشعار خاقانی و انوری وغیرہ

یک می خواند۔ وے بدروازہ کہ پلنگ امیر بستہ بودے نرفتے واکثر من وے را
خود اندر آن دروازہ بردم۔ اوّل چند کس جمع کردہ وے را در پوشیدندے تا بتکلیف
رفتے و کسے را کہ نام چیتہ بودے پیش خود نگذاشتے و گفتے مگر نام ہارا قحط است کہ
این نام کردہ اند۔ ازین قسم چیزہا بسیار دیدہ می شد کہ تفصیل آن بطول می شد۔

شیخ فیروز سنبھلیؒ

مرید شیخ حسین نبیرۂ شیخ عبدالواحد سنبھلی است کہ در سنبھل آسودہ اند و ذکر ایشان
گذشتہ، پیر یست دراز قد، نورانی طلعت، صاحب ذوق و سماع و وجد و احوال
یک۔ غربت و شکستگی بسیار از وے ظاہر است و در سماع وے تاثیر یست قوی۔
وقتِ وے چوب تراشی کمانست کہ آراستہ بکمانگران می دہد در سرائے ترین
اقامت دارد۔ مرا ہر گاہ با وے اتفاق ملاقات می افتد و من نیازمندی پیش می آرم
وے بمراتب زیادہ از من نیازی آرد۔ ہر گاہ از احوال باطن وے استفسار می کنم
وے چنین ظاہری سازد کہ من رو دگرے ام، دور از کار، ہیچ مدان، گرفتار (دنیا)،
را از احوال و واقعات چہ خبر و خود را نیک مخفی می ساخت۔ پوشیدہ نماند کہ چنانچہ
دیشانِ سابقین احوال و واقعات و خوارق و کرامات خود را از نظر خلق پوشیدہ اند و
شیوۂ خواری و بے اعتباری کوشیدہ۔ درین زمانہ خود لازم و واجب است کہ خود را
نظر خلائق براندازد و ہیچ احوال و کیفیتے علم نسازد۔ شیخ عبدالمومن سنبھلی گوید کہ من

در نسخۂ ندوہ "آمیرآباد" است۔

ازعزیزے شنیدہ ام کہ وے گفتہ کہ من در کتاب نوشتہ دیدہ ام کہ جوانے بو
است تو کدخدا از مریدان شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ و وے را با اہل خود محبت
بود مفرط و ہر دو بر بالاے بام خود بعشرت و مراد دل بسر می بردہ اند۔ شبے اہل و
بی جتے از حجرہ برآمدہ بعد ساعتی جوان از راہ مطائبہ گفتہ کہ چھو چھو (چھو چھو
این را بگیر تا وے ازین سخن ترسیدہ و دویدہ بمن آید چون ساعتی نیک گذشت
از آن بیچ اثر ندید و آواز پای نشنید خود ہم برآمد و در خلا جاے بام رفت و راند
این طرف و آن طرف بالید و نیافت و زنجیر در زینہ ہا را بستہ دید۔ مضطرب گردید
فرود آمد و مادر و پدر را بیدار ساخت ہر ہمہ بر آواز آن برخاستہ و تمام خانہ و حوالی
و محلہ بجستند بیچ جا اثر او نیافتند۔ جوان از غایت اضطراب و سراسیمگی دویدہ بر
خانہ شیخ خود رفت و فریاد و فغان برداشت و گفت۔ شیخا حسبۃ للہ مرادریاب
شدہ مرا بمن باز رسان والا خود را بر در تو می کشم۔ شیخ گفت حال چیست؟ جوا
ماجرا را عرض کرد۔ شیخ لحہ متوجہ شدہ گفت برو و در چار سوق شہر نشین تا وقت سحر
زنان مغنیان از جاے می برآیند و ہمراہ شان مزدورے مخنث دہل و ساز براشت
آید۔ از وے التماس این مہم کن کہ مقصود حاصل است۔ جوان در آن (مقا
اول شب رفتہ بجاے معہود بیستاد آنچہ شیخ گفتہ بود بظہور آمد۔ جون پیش آ
مخنث رفتہ بہ نیاز تمام شروع مطلب خود کرد۔ وے گفت اے جوان اگر مزاح
تی با این مغنیان کن۔ من عاجزم مزدورم از من چہ می خواہی۔ جوان گفت ا
من می گویم بفرمودۂ شیخ نظام الدین اولیاء گویم۔ مزدور ازین حرف دس

در پیشانی خود زدو گفت ۔ دریغا کہ (حاسدان) بدین حال ہم کس را دیدن نمی
توانند و گفت چہ می خواہی گفت زنِ خود را می خواہم ۔ وے حرفے چند در کاغذ ے
نوشتہ بجوان داد کہ در فلان صحرا رفتہ بفلان جہت بنمای ۔ آن گاہ خواہی دید انچہ در
پردۂ غیب است و مراد خود حاصل کن ۔ جوان برفت و فرمودۂ وے بجا آورد فی
الفور لشکر جنیان با کر و فر و طمطراق کہ مشہور است ظاہر شد و بادشاہِ شان بر تخت
نشستہ پیش آمد و بجوان گفت چہ می گوی بر گوی جوان انچہ بود گفت ۔ بادشاہ عرض
(طرفِ) لشکر خود بدید ہمگنان حاضر بودند الاّ جھوجھو نامی نبود ۔ فرمود او را بیایید ۔
رود از جا کہ بود حاضر کردند ۔ بادشاہ گفت زنِ این جوان را تو آوردۂ ۔ گفت شاہا
شب گذار من بر بام این جوان افتادہ بود ۔ در آن اثناء (زنِ وے از حجرہ بر آمد
ے گفت ۔ جھوجھو این را بگیر پس من بحکم وے آوردہ ام و در حجرہ عمارت کہنہ
داشتہ لیکن از ان وقت[1]) دو درویش با مہابت و صلابت از مریدانِ شیخ نظام الدین
اولیاء در آن حجرہ ایستادہ اند و مرا اندران رفتن نمی دہند ۔ القصہ آن زن را حوالہ
آن جوان کردہ رخصت کردند ۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔

شیخ فتح اللہ سنبھلی

از فقیہانِ روزگار بود ۔ صالح و لطیف و فہیم و ظریف ۔ مرا از ایام جوانی با وے محبت
و اخلاص قوی بود و موافقت و مرافقت نیک ۔ و ہم من سبقے چند از بعضے نسخ پارسی چہ نظم

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

وچہ نثر بوے گذرانده ووے در حل بعضے از رسایل ''اعجاز خسروی'' دستے تما
داشت واصناف فنون آن را نیک ورزیده۔ وے شعر ہم گفتے لیکن شعر فہمی وے
شعرگوی وے غالب بود این سہ بیت از وست

یاران سخن از ترک محبت مکنیدم　　دل پیش خودم نیست نصیحت مکنیدم

بر بستر من داروئے راحت مفشانید　　شرمنده نا سور محبت مکنیدم

این سبزه نیست گرد گرد رخت نیکو　　صف بستہ مورچہ زپے شکر آمده

وے بقد وقامت چندان نمایان نبود بلکہ جثہ وے حقیری نمود لیکن در فن کشتی
وونڈی و جہندگی نظیرے نداشت چنانکہ ہیچ یکے از پہلوانان کشتی گیر پشت وے
بر زمین نرسانده بود۔ وے با آن کہ در جوانی با مشغوف این ہنر بود وامّا اندر آن
حالت در صلاح وسلامت وے ہیچ وجہ از وجوه فتورے نرفتہ۔ در ''رشحات''
است کہ چون سید امیر کلال بسن شباب رسیده اند کشتی می گرفتہ اند و گرد ایشان
ہنگامہ ومعرکہ می شده۔ روزے دران معرکہ شخصے را بخاطر گذشتہ کہ چہ معنی دارد کہ
سیدزاده شریف کشتی میگیرد وزور آزمائی کند وطریق اہل بدعت (حرفت) ورزد
درین اثنا وے را خواب در ربوده ودر خواب چنان دید کہ قیامت قائم شده
است ووے جائے میان گل ولای تا سینہ فرو رفتہ است وبحال خود فرو مانده۔ ناگا
دیده کہ امیر پیدا شدند ودو بازوے وے گرفتند وبآسانی وے را از آن لاے بالا
کشیدند۔ بیدار شده امیر دران معرکہ روی بوے کرده وفرموده اند کہ ما زور آزمائی
از برائے چنین روزے می نمائیم۔ قطب بے قیدی در معرکہ کشتی شیر ... وہ

غرندہ و در عرصہ تیز دوی طیر پرندہ بود چنانچہ در بعضے جا با دشمنان جانی وے را بگرد
گرفتہ اند (بگیرو دار رفتہ اند) وخواستہ کہ در گیرند و بکشند و وے بچی بکدستی برجیدہ
واز بالاے سرِ شان بر پریدہ وسلامت فرار سیدہ وگاہ باوے از روے بحث ودعوی
خود را اندر چاہ افگندے وآن جا ایستادہ ماندے وگاہ باب مدد دست بر سر دیوار
شدے واندر فنون موسیقی وخوش خوانی ہم دستے تمام داشتے۔ و وے را در سنبھل
بآن شیخ فتح اللہ در چابکدستی کار با افتادہ لیکن پیش نبرد و شرمندہ نشست واز ین جا با
امروہہ رفت وآن جا ہنر بانمود واز آن جا بدہلی رفت و برفت از دنیا۔ در بیماری
آخر شیخ فتح اللہ من بعیادت رفتم سخت نحیف ونزار گشتہ بود و چندان شعورے بخود
نداشت وے را سہ رنج باہم بود۔ سوز سر و خار زبان وضیق نفس۔ چون مرا دید
مضطرب گردید و بہ زبان لکنت آمیز گفتن گرفت۔ دوست من پیش آی و در جایمن
(جانم) در (بر) آی۔ نزدیک بوے نشستم واز تغیر احوال متعجب گشتم و چہ
عجب کہ

قضا دستے است پنج انگشت دارد چو خواہد از کسے کامے بر آرد
دو بر چشمش نہد دیگر دو بر گوش یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش

آخر بہ تسلی وے گفتم، مردانہ باش کہ سوز سینۂ تو وخار زبان تو نماند واست ہمین
اندکے ضیقِ نفس ماندہ۔ وے اندر آن حالت بظیبت گفت۔ این نفس ہم نخواہد
ماند۔ گویند میر خسرو دہلوی را اندر بیماریٔ سخت کہ چندان شعورے بخود نماندہ بود
حریفان از روے ظیبت پرسیدند کہ میر جیو ما کیانیم؟ میر ہم بظیبت گفت ہمین کہ شما

گفتند۔ انتہیٰ۔ شیخ فتح اللہ دران بیماری برفت در سال ہزار و چہل و چہار (۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴م) وقبر وے نزدیک بروضۂ شاہ فخر الدین است۔ من در تاریخ وے این گفتم۔ قطعہ

وائے از کار جہانِ بے مدار	داد از درد و غم جانکاہ داد
رفت از عالم جوانے پاکباز	کز غم او خاست از صد آہ[1] داد
آسمان در ماتمش شد نیلگون	خاستہ از جان مہر و ماہ داد
سال فوتش چون طلب کردم زغیب	گفت ہاتف ''فات فتح اللہ داد''

۱۰۴۴ھ

شیخ رفیع گوپامئو

جوانے بود سیاح باصلاح وسلامت وفقر واستقامت۔ (عالم) بودہ بعضے علوم عربیہ۔ کتابتِ کلام مجید را از تیز دستی کہ وے می کرد، ندیدہ و نہ شنیدہ۔ غربت ونامرادی سخت نیک داشتے وخوش زیستے۔ وے در مسجد جامع سنبھل اقامت ورزیدہ وچندگاہے بامعاملت گذرانیدہ۔ (پس ازآن وے را حالے روئیداد کہ دست از ہمہ بازداشت ودر طریقۂ رندی وقلندری درآمد۔ آزادی ووارستگی مفرط پیش (دارد) ومدتے باہمدران جا ماند واندرآن مسجد کہ بروح ودلکشائی ولطافت وزیبائی بے نظیر است، خوش گذراند)[2]۔ من بدآن ہردو حال بوے آشنا بودم آخر از

---

[1] در نسخۂ مدو ''راہ'' است [2] اضافہ از نسخۂ مدود

آن جا سفری شد وندانم بکجا رفت۔ شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ ابوالبرکات امام آن مسجد بود بابرکات وعبادات واہل دعواتِ اسماء دافع البلیات ورافع الدرجات چون پدرش از سر رفت ودران مسجد بگوشہ مدفون شد وے خواست درباب ملکی تصدیق تصحیحۂ پدراز عزیزے حاصل نماید۔ شیخ عبدالحی مفتی سنبھل کہ صاحب علوم لائقہ واعمال فائقہ واہل تصانیف دینی یقینی بودہ است۔ آن تصدیق راچنین نوشت کہ ازآن وقتے (کہ) وے بمسجد در آمدہ است، قدم بیرون ننہادہ واین لطیفہ کارگر آمد۔ آخر آن ہم برفت در سال ہزار وپنجاہ ودو (۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲م) وقبر پدر وپسر در (جاے) یکے است۔

وقتے بادشاہ صاحب قران ثانی فرمود کہ ضلع سنبھل را از رستم خان دکنی تغیر کردہ بدیگرے دہند۔ خان مذکور راقم حروف را پیش شیخ عبدالرحمٰن بجہت بحال ماندن بسنبھل فرستاد کہ توجہ نماید۔ فقیر رفتہ عرض نمود وے درین باب مشقتے نیک بجا آوردہ وتوجہ نمود تا کار بانصرام رسید۔ امروز شیخ عبدالرزاق پسر امام۔ امام است برجادۂ وے برحال وے۔ گویند در زمان پیشین بجاے آن مسجد دیرے بودہ است ہر منڈل نام وآن دیر باعتبار آخر (کنگرہ) مشہور ہندستان بود وہنود ہند آن راچون دیرہاے کلان معتبر می داشتند۔ آخرالامر شیخ نجم الدین وشیخ علی خواہرزادہ وے کہ ہر دواز کاملان بودہ اند از ملک بالا سیاحت کنان سنبھل رسیدہ اند وبردر آن دیر فرود آمدہ۔ جماعۂ کفار نخواستند کہ ایشان این جا باشند وگروہے سناسیان کہ درآن دیر سکونت وتوطن داشتند باین بزرگان درافتادند وسخنے شرآمیز بمیان

آوردند و گفتند، اگر شما کرامتے دارید بنمائید ورنہ از ما ببینید۔ درین اثنا سناسی (سنیاسی) گفت بنگرید و از کراماتِ ما مشاہدہ کنید و در ہوا پریدہ است و بالائے سرِ شان عروجے گرفتہ۔ شیخ علی بطفای خود گفتہ۔ اگر رضا دہی من ہم بہ پرم واو را از بالا در اندازم۔ گفت۔ "بہ پر" شیخ علی پریدہ است واز وے بالاتر رسیدہ و در گرفتہ بزمین فرود آوردہ از آن روز شیخ علی پڑان اشتہار یافت۔ سناسیان و کفارِ دیگر حلقۂ مسلمانی بہ گوش کردہ اند و مدارات پیش آوردہ اند۔ ایشان در آن جا اقامت گرفتہ اند و در انہدام آن دیر ہمت تمام گماشتہ اند و در تقویتِ اسلام توجہ تام مصروف داشتہ تا در آن نزدیکی ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ با فتح و نصرت خلیفۂ ہندستان شدہ است و بحکم وے آن دیر را منہدم ساختہ اند و در جاے آن بناے مسجد نہادہ اند۔ نیز گویند چون گنبد مسجد ساختہ اند بلکشت (شکست) خوردہ و این بکرات روئیدادہ جمعے از راہ استخارہ دریافتند و گویند گروہے از منجمان گفتند کہ اگر نام میر عمارت مشتمل بر کفر و اسلام باشد یا گفتہ کہ ہندو مسلمان دو کس صاحب تعمیر شوند این عمارت بانصرام رسد۔ چون بعرض بادشاہ رسانیدہ اند۔ بادشاہ بہ نیت درست بدرستی مسجد "ہندو بیگ" مغل را از حضور خود متعین فرمودہ است تا وے در کمی مدت با تمام رسانیدہ در سال نہ صد و سی و سہ (۹۳۳ھ ۱۵۲۷م) قطعہ تاریخ اتمام آن جامع مسجد اینست قطعہ

جامع اشیاء فضل و کمال رافع الویۂ ملک و ملل
باسط انجمن امن و امان بانی ابنیۂ علم و عمل
شاہ جم جاہ محمد بابر حفظہ اللہ لہٗ عز و جل

شمع دولت چو بر افروخت بہند — روشن از پر تو آن شد سنبھل
از پئے ساختن این مسجد — کہ مصون باد ز نقصان و خلل
کرد فرمان بکہین بندہ خویش — کہ بود عمدہ ارکان دوَل
میر با عقل و خرد ہندو بیگ — آن با خلاق نکو گشتہ مثل
چون ز فرمان شہنشاہِ جہان — یافت اِتمام بتوفیق ازل
سال تاریخ مہ و روزش گشت — یکم از شہر ربیع الاوّل

قبر شیخ نجم الدین ملقب بہ ستون سنبھل متصل حرم آن مسجد است طرفِ شمال وقبر شیخ علی پرّان بر طرف جنوبِ آن۔ مسلمانان اندر آن مسجد نماز جمعہ بشوق ادامی کنند و ہندوان باعتبار سابق در مواسم مقررہ خویش در گرد آن حرم مسجد طوف می نمایند۔ پوشیدہ نماند کہ احوال اکثرے از مشائخ سنبھل در ضمن ذکر اسامیٔ فرزندان شان اندر کتاب ایراد یافتہ است وورای آن بعضے شہیدان صاحب آیات وکرامات مثل بیلقانے وسید ابراہیم واحمد ومحمد وقطب الدین محمد وجمال الدین وزین الدین وبرہان الدین وسید پچاسہ وگنج شہیدان وغیرہ ذالک کہ اندر سر کوچہ وبازار آسودہ اند۔ لہذا بمثل برالسنۂ عوام است کہ "پیران بداوں شہیدان سنبھل" لیکن از احوال این شہدا بروجہ تفصیل ہیچ معلوم نیست آرے این قدر بعضے مردم می گویند۔ اینہا در اوّل فتح اسلام ہمراہ سالار مسعود غازی بہندستان آمدہ بمرتبہ شہادت رسیدہ اند۔ واللہ اعلم۔ امّا مجملے از احوالِ سالار آنست۔ در "اخبار الاخیار" است کہ از میر اسلیم بطریق اجمال معلوم شدہ کہ وے مردے بود، در اوّل فتح اسلام غزا کردہ

دفتوح بسیار نمودہ بدرجۂ شہادت رسیدہ و در تاریخ فیروز شاہی می نویسد کہ نام وے
سپہ سالار مسعود غازی است و وے از غزات سلطان محمود غزنویست و چون سلطان
محمد تغلق بدیار بہرائچ رفت زیارت (قبر) وے کردہ و بمجاوران قبر وے صدقات
داد۔ انتہیٰ۔ و میر خسرو علیہ الرحمۃ در رسالہ (اعجاز خسروی) وے بنام سنبھل کہ از
دوستان ایشان بود نوشتہ۔ "برادر سنبھل بہاری (بہرائچی)" "نضر اللہ ھاویہ
عیشہ" بداند کہ چون در قصبہ بہرائچ از مزار معطر سپہ سالار شہید کہ ہمہ ہندستان
بوے عود گرفتہ۔ مجلس برادران آن جا (ہم) طیب دارد و ہم بدان خوش باشند۔ انتہیٰ۔
و آنکہ گویند کہ وے مرید خواجہ معین الدین است ثبوتے ندارد۔ در ملفوظات
ایشان ذکر نیافتہ۔ از بعضے اہالی شنیدہ شد کہ تاریخ شہادت مسعود غازی چہار صد و
نو زدہ کہ لفظ "سالار حق جوی" متضمن ایشانست بود و این بدست علمہا کہ شائع
شدہ است درین نزدیکی باحدوث پذیرفتہ۔ واللہ اعلم۔ انتہیٰ کلامہ۔
من در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) وقت مراجعت از قندھار بغزنی
رسیدم۔ اہل آن شہر چنین می گفتند کہ نو د ہزار اولیاء اندرین زمین آسودہ اند۔ من
بعضے از بزرگان آن جا را زیارت کردم۔ آنچہ بیاد ماندہ شیخ صابر و شیخ علی عطاء و شیخ
عثمان پدر شیخ علی ہجویری و شیخ شمس و حکیم سنائی و بہلول دانا و سلطان محمود است۔
بر قبر سلطان کتبۂ نوشتہ اند مشتمل بر مجملے از احوال وے و تاریخ وفات وے کہ در
سال چہار صد و بست واند است۔ در کتاب "نفحات الانس" در ذکر ابوذر بوزجانی

۱؎ در نسخہ "کتابہ"

سال وفات سبکتگین پدر سلطان محمود سی صد و ہشتاد و ہفت نوشتہ۔ صاحب ''ثمرات القدس'' می نویسد کہ در ملفوظات کہ یکے از مریدان سالار مسعود جمع نمودہ چنان می آرد کہ وے برادر زادۂ سلطان محمود است۔ در مرتبہ دوم در سال چہار صد و دہ واند کہ سلطان بہ ہندستان آمد و غزا فرمود۔ در وقت مراجعت وے را در ہند بگذاشت چون سلطان بغزنی رسید کفار فرصت یافتہ وے را شہید گردانیدند و در آن سرزمین مدفون کردن در آن جا شہرے آبادان کردہ اند بہرائچ نام و بر سر قبر وے روضہ عالی بنا نمودہ و در ہر سال وقت بہار عَلمہائی سرخ و زرد با ساز و طلا و نقرہ لا تعد و لایحصی از اطراف و اکناف بآن جا می برند و تا یکماہ اژدحام غریب می شود و نذور و فتوحے کہ دارند بجا آوردہ باز باماکنہ و اوطان خود برمی گیرند (برگشتند)۔ و وے را بعد از وفات خوارق ظاہرہ و کرامات باہرہ بود و الحال ہست۔ و در ہر شب دوشنبہ بے تعطیل در روضہ متبرکہ وے کثرت است۔ انتہی۔ گویند چہار تن از مجاذیب صاحب کرامات و مجانین اہل سکر در سال نہ صد و بست واند (۹۲۰ھ/۱۵۱۴م) باہم بسنبھل رسیدہ اند۔ شاہ فخر الدین و شیخ بہاء الدین بودلہ و بابا پربھو و چندن دیوانہ۔ اما شاہ فخر الدین کرامات ظاہر داشتہ ہر کہ بوے نیاز پیش آوردے، کار خود کردے و آنکہ از وے سرکشیدے خود را بزیان رسانیدے وقتے وے بجانۂ یکے از سنبھلیان در آمدہ آن مرد تعظیم وے نکردہ و ریزے طعام اندر ظرف شکستہ بوے دادہ۔ وے از سر غضب گفتہ بود۔ تو و اولاد تو شکم سیر نخواہند خورد و برخاستہ و بخانہ دیگرے رفتہ آنکس بہ نیاز پیش آمدہ و طعام نیک آوردہ وے

سیر خوردہ و خوشوقت گشتہ گفت تو و اولادِ تو خوشوقت خواہند زیست۔ آخر بہ نسبت ہر دو کس آنچہ گفتہ بود بظہور آمدہ و اولادِ شان۔ الآن نشان می دہند۔ واز وے خوارق دیگر ہم نقل می کنند۔ وفاتِ وے ہم دران نزدیکی است وقبر وے در مضافت شہر سنبھل مشرق روے (یزار و یتبرک[1])۔ اما شیخ بہاء الدین از اولادِ خواجہ مودود چشتی است واز مریدانِ سید محمود بیابانی اندر سلسلہ قادریہ۔ وے اغلب اوقات با سکر و مستی بودے دراں وقت ہر چہ از زبانش برآمدے، شدے۔ روزے لقمۂ نیم خوردِ خود را بقرائی (داد، و) گفت بخور۔ وے ابا کرد۔ بدیگرے داد، وے خورد۔ برفور بر حت جذبہ قوی مشرف گشت واحوال و کیفیات از وے ظاہر شد۔ وآن قرائی کہ منکر بود کہ روزے اندر نماز بسلام راست دید کہ بودلہ نشستہ است وہم بسلام چپ دید کہ وے نشستہ است چون خواست کہ بپاے وے در افتد از نظر غائب شد۔ شیخ عبدالکریم کہ از استادانِ من بود و ذکر وے گذشتہ۔ گفتے۔ روزے جدِ من شیخ جلال الدین جمعے را براے برداشتن چھپر بخانہ خود آوردہ بود، بودلہ ہم از خود آمد در وقت برداشتن چھپر آسیبے بدیوار یا حد رسید و افتادن گرفت۔ بودلہ بدست اشارہ کرد کہ "بس بس"۔ آن پا کہ ہمان طور قائم ماندہ۔ وہم وے گفتہ کہ آن را من دیدہ بود پدر من گفتہ کہ از سر بزار در سنبھل نزدیک ہند و پورہ درختے است (بزبان ہندی آن را) بڑ گویند روزے وے مسواک کردہ در آن زمین نشاندہ بود آن درخت از آن مسواک (است) نیز گویند روزے بودلہ سراپا برہنہ و

---

[1] اضافہ از نسخہ مدہ۔

...ریان بر آمد۔ عزیزے در وقت وضوء وے را دید بغضب در آمد و نعلین چوبین بر
...روے زد چنانچہ خون بر رخسار ہاش ودید تنگدل گشت و پیش شیخ عزیز اللہ رفت۔ شیخ
...پیراہن در برداشت یکے برآورد و در وے پوشید و طعام نیک برآوردہ و وے را سیر
...راند وے غایت خوشوقت گشت و گفت۔ یکے بے اولاد مرا آزار داد و یکے با اولاد مرا
...شدل ساخت۔ بنسبت ہر دو آنچہ گفتہ بود بظہور آمد۔ وفاتِ وے بیست و چہار
...مادی الاول است از سال نہ صد وسی داند (۹۳۰ھ ۳۰ر مارچ ۱۵۲۴ء) وقبر وے
...مرتل ساختہ وے نزدیک بہ منزل من۔ و آن شیخ عزیز اللہ از یاران و ہم سبقان شیخ
...بداللہ طلبنی بود۔ مرتبۂ ہدایت و ارشاد داشت عالم بود بعلوم ظاہر و علوم باطن۔
...سیارے از تلامذہ و طلاب وے بمرتبہ کمال رسیدند۔ شیخ حاتم سنبھلی از اعظم تلامذہ
...ے بود و شیخ حاتم در مدت عمر سی بار متن و شرح "مفتاح" را و چہل بار "مطول" را از
...ے بسم اللہ تا تاے تمت درس گفتہ است وے اعلم العلماء ہندستان بود و بعضے از
...ماے متبحر ولایت کہ بہندستان رسیدہ اند بر تبحر و تحقیق وے اقرار کردہ اند و تلمذ
...ودہ۔ وقتے میر ابوالبقا کہ از فحول علماے وقت بود بہندستان آمدہ و مدتے باشیدہ
...ون باز بولایت رفتہ بعلماے آن جا گفتہ کہ ما دو کس دیدیم اندر ہندستان یکے
...لبعلم خوش فہم۔ دیگرے ملاے ژاژ خای (۱) حا بعلم اشارہ شیخ حاتم کردہ و بمل
شیخ راذن دہلوی۔ گویند کتب متداولہ در کتب خانہ شیخ حاتم ہفت ہزار بودہ است
...فات شیخ عبداللہ (طلبنی) در سال ہزار (نہ صد) و بست و

...خافہ از نسخہ ندوہ

دو (۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶م) است۔ ووفاتِ شیخ عزیز اللہ در نہ صدوسی ودو (۹۳۲ھ/
۱۵۲۶م) وفاتِ شیخ حاتم در نہ صدو شصت وہشت (۹۶۸ھ/ ۱۵۶۱م) وتاریخ
''عند ملکٍ مقتدر''۔ امّا بابا پربھو در اوایل حال عالم بودہ وفاضل آخر وے
را جذبۂ قوی رسید مستہلک گردید۔ وے خود را در سایہ جنون پنہان ہمی ساخت۔
چون طفلان سنگ می زنند، وے راخوش می آمد۔

لذتِ دیوانگی در سنگِ طفلان خوردنست
حیف زاوقاتے کہ مجنون را بہاموں در گذشت

روزے عزیزے وے را اندر خلوتے دید با دبدبۂ کروفر بادشاہانہ وخوشوقت
نشستہ۔ متحیر شد و درایستاد۔ وے بآن عزیز گفت ''اگر سِرّ مرا فاش کنی خراب
شوی، چندگاہے ہیچ ظاہر نکرد آخر روزے کودکان را دید کہ بروے سنگ زنند گفت
نادانان چہا می کنند این مرد از دوستانِ خداست وچنین وچنان شما خراب می شوید
ازین معنی وے از سنبھل برآمد وبہ بیانہ رفت وہمان جا برفت از دنیا در نہ صدوسی
واند (۹۳۰ھ ۱۵۲۴م) وآن جا وے را منگلم می گویند نہ پربھو۔ وازان گاہے کہ
وے از سنبھل برآمد در خانۂ آن عزیز تفرقہ افتاد ومعاملہ او درہم برہم شد تا کہ الآن
(ہم) بسروسامانی نیستند مصرعہ۔

''ہر کس کہ سِرّ فاش کند این سزاے اوست''

اما چندان بہ دوکانے بوزہ گر (بوزہ گر) نشستے وبوزہ بسیار خوردے وسر مست زیستے
ازوے خوارق خاہر گشتے وے احوال کیفیت خود را در پردۂ دیوانگی نہان داشتے۔

گویند وقتے حاکم شہر بوزہ (گر) رامنع کرد کہ نہ فروشد۔ وے برآشفت وگفت که حاکم بکنی مرامنع کردہ من بگنی وے رامنع کردم۔ برفور راہ غایطِ حاکم بند شد نہایت رکیک گردید ونزدیک بہ مردن (رسید)۔ آخر ماجرا راشنید بوزہ (گر) را خلاص گردانید، خود ہم خلاص گردید۔ قبر چندن بر سرتل مدار بودہ است۔ وےکے از بزرگانِ سنبھل شیخ لاہوتی بودہ، صاحب احوال وکیفیات۔ دراصل نام وے شیخ احمد است ولقب لاہوتی۔ مولد ومنشاءِ وے زمین مشرق است وقتے وے سیاحت کنان بسنبھل آمدو ناحیت آن راخوش کردہ وبرزمین مسطحی تنی رابرافراشتہ وبرآن جا درختان نشاندہ وعمرے بدان جا گذراندہ وکدخدا شدہ وفرزندان بہم رساندہ ومردم بسیارے راازصحبت خود بہرہ ورساختہ وخودرا اندرین کاردرانداختہ وبرفتہ از دنیادرنہ صد (۹۰۰ھ/ ۱۴۹۵م) وقبروے بالاے آن تل است۔ من یکے را دیدہ ام کہ وے رادیدہ بودی گفت کہ وے درویشے بود پرذوق واہل سماع و حال۔ کلاہے نمدی برسرداشتے وجبہ پشمین دربر۔ از کرامات خودشان دادے واحوال خودرا بس بلند نہادے وبرلقب لاہوتی خودافتخار نمودے۔ زندگانی خوش کردے وخوشتر بودے۔ پوشیدہ نماند کہ چون نام وے احمد بود ولقب وے لاہوتی بود۔ عجب نیست کہ بر متابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قدم راسخ داشتہ وخوشہ چینی ازعنایات باطنی آن حضرت نمودہ مطابق حدیث مبارک ''انا احمد بلامیم'' ازاسم احمد خود معنی احد اخذ کردہ وتعبیر لاہوتی نمودہ ازمراتب احدیت بہرہ یافتہ شد۔ بہر تقدیر تقید وتبرکا ہم خودرا باین چنین القاب گردانیدن شرائطے و

لطافتے دارد۔ امّا درویشان این جزو زمان کہ بعضے خود را شاہ چنگی، وشاہ (جانی)
لقب می کنند چرا نہ ملکوتی و جبروتی (یالاہوتی) لقب کنند۔ درین وقت موافق
حالے نقلے رنگینم بیاد آمد کہ مطربے صباحے پیش ملنگے[۱] رفت ونشست وسرودے
گفتن گرفت۔ ملنگ[۲] پرسید این پردہ را چہ نام است۔ گفت۔ رام کلی ازین معنی
ملنگ بغضب در آمد مطرب را گفت۔ برخیز و برو والاّ سر تو بلکنگ دو شق کنم۔ مطرب
گفت شاہا! از من چہ تقصیری بینی۔ گفت۔ "علی الصباح بہ مردان آمدہ نہ مدار کلی می
گوی نہ کپور کلی ونہ چمن کلی (می گوی) تو خود آمدہ رام کلی می گوی۔ اگر بارے دیگر
نام رام کلی می گوی بدوستی (زندہ)[۳] شاہ مدار کہ سر تو شکنم۔ مطرب بترسید وبلرزید و
بدر رفت۔ ویکے از درویشانِ سنبھل شیخ نظام مداریست۔ صاحب معاملت، اہل
راستی وذوق۔ گویند وطن اصلی (آبائے) وے (دہلی) بروز است۔ از سلطانیان
بود بعزت وجاہ ودولت ودستگاہ۔ چون شیخ رکن الدین پدرش کہ ہم از سلطانیان
بودہ برفت از دنیا دوے چنین شنید کہ مردم بادشاہی بجہت ضبط اموال می آیند
ناخوش گشت وہمہ اموال ومتاع پدر رابفقرا التصدق کردوخود از آن جا برجست و
در "مکن پور" رفت بر در روضۂ شاہ بدیع الدین مدار قدس سرہٗ در اقدوم مرید گشت
پیش سیم شاہ دوے مرید شیخ احمد است ووے مرید خواجہ ارغون ووے مرید شاہ مدار،
ودوازدہ سال آن جا گذرانید وریاضت ومجاہدات وچلّہ باکشید۔ آخر شبے شاہ در
واقعہ بوے فرمودند کہ برو در سنبھل بر سر تل کہ تل مدار

---

۱ در نسخہ "مطرب" است ۲ در نسخۂ ج "مطرب" است ۳ اضافہ از نسخۂ ندوہ

مشہوراست، اقامت گیر۔ وے درآن جا آمد بجاے معہود سکونت اختیار نمود وبعبادت وطاعت مشغول گشت۔ درآن ایام این مُلک درتحت وتصرف افغانیان بود۔ بعضے ازآن جماعہ وے راآزارے دادند۔ تنگ دل شدودعاے بدکرد۔ آنہا متفرق شدند۔ ووے قبرخودراپیش ازرفتن بچہل سال کندہ وتعمیر ساختہ بود۔ وہر ہفتہ بغلۂ جوپُر ساختے وروز جمعہ غلہ ازگور برآوردے وبفقرا دادے وخوش ساعتگی اندرآن گور بخوابیدے وبرآمدے و(باز) بجوپُر کردے۔ بعضے عزیزان از وے پرسیدند این چیست؟ کہ می کنی۔ گفت شما خانہ ہاے دنیا آبادی سازند من آخرت آبادی کنم۔ چہ مراآن جابسیار ماندن است۔ آخر وے برفت از دنیادر ہیزدہم جمادی الاولی از سال نہ صد وہفتاد وپنج (۹۷۵ھ/۱۵۶۷م) وقبر وے ہمان جانست واولادوے درگرد وپیش آن تل بسیاراست چون اکثرے مقولہ وے سخن مسجع بودآمدن (ازآن) اولادوے ہم موافق وے می گویند۔ درروز عرس شاہ مدار کہ ہیزدہم ماہ مذکوراست آن جا جماعتے ونجوے نیک می شود۔ من درایام جوانی شبے بخواب دیدم کہ تخت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بران تل فرود آمدہ است وہم درآن مدت درشب عرس شاہ مدار برہمان تل مراوصال معشوق دست دادہ کہ شکرآن نمی توانم گفت۔ وحکایتِ آن شب درازاست دریں جا گنجائش ندارد وشعرہا گفتہ ام۔ ازآن جملہ است این قطعہ

برتکیۂ شاہِ مدار کہ بجاے کہ بعرس وے ناگہ[1] تاگاہ رخ نمود مرا آنکہ ماہ بود

---

[1] این مصرعہ درنسخہ ندوہ بدین طریق نوشتہ است کہ "برتکیہ گاہ شاہ مدار وعرس وے"

بل وے بہ تکیہ گاہ خودم داد وصل یار گویا مدار کار من آن تکیہ گاہ بود

شیخ بدرالدین

مرید شیخ ابوتراب کالپی است۔ وہم از دستِ شیخ خود بشرف الاسلام مشرف شد واثق است اندر شریعت واعمال آن۔ صادق اندر معاملت وافعال آن۔ اوایل از شیخ من سپارے وتف وے گرفتہ ہمراہ آباد رسیدہ ودر آن جا اقامتے ورزیدہ جمعیت صوری بہم رسانیدہ وبعضے اہل دَوَل براے وے مسجدے وخانقاہے ساختہ اند۔ وحجرہا مصطبہا پرداختہ وجاے خوشے چہ مقام دل کشے۔ وے پسران خود ہم بطریق صلاح وسلامت تربیت کردہ وبعضے مردم مرید وے شدہ اند واز وے بہرہ مند گشتہ۔ گاہ باوے بسنبھل می آمد وبدیدار خویش خوش می نمید نور اسلام در جبین وے مُبیّن است۔ من سہ تن را شناسم کہ اندر لباسِ کفر ظاہر بحسب باطن مسلمان بودہ اند۔

یکے۔ نروتم داس میرٹھی کہ در صحبت درویشان مثل شیخ طہٰ وشیخ عبداللہ کہ خود را بخواہر زادون شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ منسوب ساختے، رسیدے وکلمۂ طیبہ گفتے وطعام ایشان خوردے۔ من بوے آشنا بودم۔ روزے بکار من آمدہ۔ چون وے بمرد، اندر دہلی خادمان آن درویشان وبعضے مسلمانان جمع آوردہ وے را غسل دادند وکفن پوشانیدہ ونماز وے گذاردہ خواستند در گور غریبان جنازہ مدفون کنند۔ درین اثنا مردم ہندو بسیار جمع شدہ وراجپوتان ومہابت خان را کہ حاکم دہلی بود

[illegible]ناون ساختہ وے را بزور از مسلمانان کشیدہ بردند و در کنار دریاے جون
[illegible]وختند۔ پوشیدہ نماند کہ چون وے بالکلیہ از رسوم کفر نہ برآمدہ بود آنچہ وے را
[illegible]یداز آن رسید۔

[illegible]م۔ کوب نام، بادفروش سنبھلی سال خوردہ بود۔ در اوایل ہا پیش درویشان شہر
[illegible]فتے وخود را بدیوانگی درزدہ رام رحیم گفتے چون قوم وے را کسیل کردند کہ دیوانہ
[illegible]دہ پس پیش اہالی شہر کلمہ طیبہ می گفت۔ من ہم از زبانِ وے شنودہ ام چون وے
[illegible]ر در سال ہزار و شصت داند (۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰م) مرزا محمد قاضی کہ مرد یست
[illegible]خ اندر شریعت واصل وے از اشراف واعیان بلخ است۔ اولاً، وے قاضی
[illegible]نبھل بود۔ امروز قاضی مراد آباد ست۔ نعش وے را تجہیز و تکفین نمودہ باتفاق جمع
[illegible]سلمانان نزدیک نخاس سنبھل مدفون ساخت۔

[illegible]وم۔ گوجرل نامی از سلطانیان بودہ۔ گاہ ہا پیش شیخ من آمدہ و در خلوتہا طریقہ
[illegible]سلام خود ظاہر ساختے وکلام مجید را بہدیہ گرفتہ بود۔ پنہانی تلاوت کردے و ہم
[illegible]بانی نماز گذرادے۔ وے مثنوی معنوی را پیش (شیخ) عبدالحیٔ مرید شیخ احمد
[illegible]رہندی حل معانی نیک نمودہ۔ روزے وے پیش شیخ من آمد وسخن این را دبمیان
[illegible]نت۔ شیخ من از وے پرسید کہ اندرین باب تو چہ می گوی۔ وے موافق اصطلاح
[illegible]ن قوم بیانے وافی وانمود۔ بعدہ ازین رباعی مولوی جامی خواند۔ رباعی

بحریست نہ کاہندہ نہ افزایندہ ؍ امواج برو روندہ و آیندہ
عالم چون عبارت از ہمین امواجست ؍ نبود در زمان بلکہ دوان پایندہ

شیخ من بر جودتِ طبع و لطافتِ فہم وے تحسین فرمودہ بعدہٗ من بگوش وے گفتم۔ فلانے بدین فہم و فراستے کہ تو داری حیف است کہ اسلام خود را ضائع می سازی وظلمت کفر را از بر خود نمی اندازی سبب این را بر گوی۔ گفت پدرم متمولے بودہ است و درین مدت برفتہ از دنیا۔ و من دو برادر دیگر دارم اگر اسلام خود ظاہر می کنم، از میراثِ پدر محروم می مانم، لہٰذا تا یافت آن میراث ہم اندر کفر ظاہر مدوثم۔ من گفتم این چنین اسلام نزد مسلمانان و دین داران مقبول نیست و این چنین کفر ہم نزدیک کفر و فجر و مسموع نہ۔ امیر خسرو اندرین باب می فرماید

گفتم ز تارِ زلف تو زنار بندم، گفت او — در کفر ہم ثابت نہ زنار را رسوا مکن[1]

آخر وے پس از حصول مقصود در حضور بادشاہ صاحب قران ثانی رفت و عرضہ کرد کہ من مسلمان می شوم۔ بادشاہ خوش گشت و مسلمانش ساخت۔ یکے از حاضران گفت۔ نام او چہ کنند؟ بادشاہ گفت عبداللہ بہتر۔ امروز وے را شیخ عبداللہ گویند صاحب معاملت نیک است، بر من لطفے دارد و یکے شیخ عبداللہ و شیخ چنگال اندر زمان پیشین گذشتہ اند و بشرف اسلام مشرف گشتہ اند در "ثمرات القدس" است کہ راجہ جیوتی کہ پایہ تخت وے شہر اجین بود۔ از زمانے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معجزہ "شق القمر" بمشرکان عرب نمود۔ وے در شہر خود آن را بدید۔ وے [illegible] (دربار) خود را تتبع نمود و آن واقعہ را استفسار فرمود آنہا متفق اللفظ حق

---

[1] [illegible] امیر خسرو تحقیق [illegible] شعر این بیت بدین طریق است۔
گفتم [illegible] تو زنار بندم گفت او — در کفر ہم صادق نہ زنار را رسوا مکن

را پوشیدہ گفتند، این علامتے از اوضاعِ فلکی است۔ این چنین چیز ہا بسیار صادر می شود۔ وے را ازین مقدمہ تسلی خاطر نمی گشت۔ یکے از اخیار اعلم ترین و صادق ترین آن جماعہ بود در خلوت خواندہ، از روے راستی و درستی استفسارِ آن واقعہ نمود۔ وے گفت۔ ما در کتبِ پیشینیان دیدہ ام و خواندہ ام کہ درین زمان اندر ملکِ عرب پیغمبرے کہ خاتمِ پیغمبران باشد مبعوث گردد و مشرکانِ آن دیار از وے معجزہ خواہند۔ وے این معجزہ را کہ دیدند بنماید۔ چون این مقولہ شنید دلش را انشراح (یافتہ) و آرامے پدید آید۔ وزیر خود را کہ برمح (برنیخ)[1] نام داشت طلبید و این سر را درمیان آورد و گفت۔ تو بآن جا برَی و بشرف ملازمت او مشرف گردی۔ و برگ ہا را پیش اُو نہی و لوازم آن پوشیدہ داری۔ اگر از تو طلب کرد۔ وے خاتم پیغمبران است والّا باز گردی۔ بعد از آن کہ وزیر آن جا رفت و بشرف ملازمت آن حضرت مشرف گشت و برگ ہا را بے لوازم بخدمتش بگذرانید۔ آن حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمود لوازم آن را کہ خداوند تو در اخفاے آن گفتہ بیرون آر۔ وزیر چون این معجزہ را دید، ایمان آورد و از قبل (صاحب خود نیز بیعت نمود۔ آن حضرت نام صاحبش ''عبداللہ'' نہاد و صحیفہ کہ در آن آدابِ شرع مندرج بود، عنایت فرمود چون وزیر باز آمد تمامی ماجرا را بعرض عبداللہ رسانید و نیز گفت کہ من ایمان آوردہ ام و نام مرا بتو حوالہ کردہ اند۔ وے چون این سخن شنید و صحیفہ را دید، بے توقف ایمان آورد۔ و نام وزیر را ''چنگال'' نہاد و این ہر دو کس اتباع خود

1۔ در نسخہ کمدوہ ''برنیخ''

را کہ جمع کثیر بودہ اند بایمان دلالت نمودند و مسلمان ساختند۔ می آرند کہ راجہ بھوج بعد از ایمان آوردن فرمود تا عبارات و الفاظ جمع کتب متقدمین و متاخرین کفرہ را برتختہ سنگ ہا بنوشتند و بکندیدند و در فرش خانہ خود بکار بردند۔ چون وے وفات یافت وے را در میان آن فروش مدفون گردانیدند تا ہر کہ بزیارت وے آمد با کفشہا بران فرش بگذرد و الآن آن چنان است۔ وفاتِ وے قبل از ہجرت آن حضرت بودہ صلی اللہ علیہ وسلم بعضے گویند بعد ہجرت۔ باقی العلم عند اللہ۔ انتہی

من در سال ہزار و سی و شش (۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶م) کہ با سید بھوہ بخاری بودہ ام۔ در ملک رانا۔ پس از آن ہم ہمراہ سید دھار انگری رسیدہ ام و زیارت آن قبر کردہ ام۔

شیخ خیالی دہلوی

درویشے بود صادق اندر کردار و واثق اندر کار۔ وے با ذوق و محبت مشغوف بود و با سوز و گداز مشغوف۔ وے غایت شوق و درد نقش ہندی را مطابق مذاق این صانعہ با چنگ خوش خود می سرود و خود رقص می نمود۔ چنانکہ اندر دل ہائے سامعان اثرے نیک می آورد۔ و ہم در مجالس اعراس مشائخ دہلی مثل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و شیخ نظام الدین اولیاء و شیخ نصیر الدین چراغ دہلی قدس اللہ اسرارہم از مشاہدہ اذواق و تواجد وے مجلسیان را وقت خوش گرایدے۔ و ہم چنان اوضاع و اطوار وے را پسندیدے۔ ہمانا اندر آن رامیدن و رقصیدن وے را معنی از حالت توحید و یگانگی دست می دادے تا خود

زبان بترنم برکشادے[1] و خود رقص ہا و زمزمہ ہا بنیاد نہادے و بر ہیچ کس گران نیفتادے۔ کلام وے از اشعار شیخ اوحدالدین کرمانی کہ ذکر وے در "نفحات الانس" است شعاری دہد

تا جنبشِ دست ہست مادام	سایہ متحرک است ناکام
چون سایہ زدست یافت مایہ	پس نیست خود اندر اصل سایہ
چیزے کہ وجود او بخود نیست	ہستیش نہادن از خرد نیست
ہستت لیک ہست مطلق	نزدیک حکیم نیست جز حق
ہستی کہ بحق قوام دارد	او نیست و لیک نام دارد
بر نقش خود است فتنہ نقاش	کس نیست درین میان تو خوش باش
خود گفت حقیقت و خود آن شنید	وآن روی کہ خود نمود خود دید
پس باد یقین کہ واللہ	معبود حقیقی نیست سوی اللہ (انتہی)

وہم آن خیالی روش سادگی و بے تکلفی داشتہ کہ صاحبدلان از دیدن وے خوش گشتندے وے گاہ ہا در مسجد جامع فیروزی گذراندے۔ روزے وے با خواجہ ابرار دوچار شد و گفت۔ "بیا اے جوہر من" خواجہ ابرار ازین معنی تبسم کردند و بخوشی درگذراندند۔ شیخ من وے را بستودے و فرمودے کہ وے از دوستان و مقبولان خداست۔ من وے را تا بسال ہزار و سی و پنج (۱۰۳۵ھ - ۱۶۲۵م) اندر دہلی دیدہ بودم و محظوظ گردیدم و آخر ندانم کجی شد۔

---

۱ "صاحب خود نیست بیت نمود... تا بترنم برکشادے" این عبارت اضافت ... نمودہ، در نسخۂ رامپور ندارد

شیخ مُجتبا فطرت

والا طینت، وے اعجوبۂ آفاق است۔ و یگانہ طلاق۔ باطنِ وے دقائق پذ وہ آمدہ وضع بروے کوہ شکوہ۔ از حالتِ خمول واستغراق وے چنان باور می شود کہ ہم صحبت دارِ رجال الغیب است۔ بابوالعباس والیاس۔ وے با شیخ من سخت نیاز آوراست وثنا گستر۔ گاہ بالاتفاقِ صحبت می افتد۔ پس بآن با (ازان باز) یک قرن بیش است کہ وے اندر مصطبۂ خویش منزویست متصل مسجد جامع فیروزی۔ من از مبادی حال می شناسم وے را کہ ترک مصاحبت تونگری گردانیدہ و از موانست مُمتنی گردیدہ بلکہ درخزیدہ ازان باز راہ وروش وے بیک وتیرہ است اندر سخنان غریبہ واحوال عجیبہ۔ وے را کرداریست نادرہ وگفتاریست غیر مکررہ کہ بیافت نمی گنجد وبگفت در نمی آید۔ وے اندر نظم ونثر طور خاصہ ساختہ اختیار کردہ کہ از مقالات سابقین وخالفین مخالف افتادہ وحل معنی آن خالی از دشواری نیست (فقیر) درشہادتِ طرزِ سخن وے این رقعہ وبیتے می آرد۔ رقعہ

''افروزہ آرزو وفروغ مایہ آسان کردگشتہ باد تبہ خاطر بہم آئی کلک می نویسادہ او کو یہ رمدش قرا بوائے گذارش کردہ کرد چمن حدیقہ حقیقہ نظر خواستہ رو اگو یہ خواہد برداشت اموودہ شوادر انتہی۔''

(بیت)

چمن بزانہ و دیدہ و باغ نچیدان ببال بلبل گان عشوہ شر شگول

نطاق ماہ بلند و کمند آہ می زند　　سر بریدہ بر آونیر ہاے در شکول

شیخ من در ایام جوانی کہ بشعر وشاعری سرے داشتہ در طرز وے شعرہا گفتہ ونثرہا نگاشتہ و بوے نمودہ۔ فرمودہ کہ آن منست۔ وے از فراخواندن آن در شگفت آمدہ وبیقین دانستہ کہ این گفتار بگفتار استادان قدما می ماند واین چند بیتے است ازآن غزل (غزلیات شیخ من)

اے ہمہ سال آزردن ما　　چون فلک جنبر زلفت کرد

ژند و پاژند و در رخسار تواند　　گلستان از پے شان چون است

بالب لعل تو جانہا پیوند　　از سرموے تو دلہا دروا

طریم بے دو رُخ رنج الفت　　علم شد جز دو لب تو رسوا

گرچہ خون چو شدم از دیدہ و دل　　من فرو در کشش ہیچو با

(ہمہ گرہست ترا نیست کرم　　شیخ اگر نیست مراہست بلا

کے بر آریم بتوزیری کی چو دہر　　درک من خاب شفقت ماند و بخشند با

آورد جنگ افتد بترس[1])　　اگر از غند بود کس پیرا

ہست آوند من این بس کز غم　　نہ مرا خواب بود نہ آرا

شادی تو ہمہ آمودہ بغم　　داروے تو ہمہ آغاز بدا

معدن حلم و کرم ہیچو نبی　　خلف الصدق علی شاہ فقا

آنکہ از سایۂ ابراسایش　　گل خورشید و مہ جاے گیا

---

[1] از۔ ہمہ گرہست، تا۔ افتد بترس، این مصارع درنسخہ رامپور نیست اضافہ از نسخہ ندوہ ست

آنکہ چون تیغ علی قاطعۂ کفر   آنکہ چون تیر فرستد بہوا
گردن ماہ شود سیہ گزین   سینۂ چرخ شود پشت کرا

من ہم در تتبع آن قصیدہ گفتہ ام وانیست

حب اہل قلب را بشانِ بداہ   ہست تمثال حبۃ البلقاء۔الخ

بعد اتمام "اسراریہ" بدو سال در سال ہزار و ہفتاد (۱۰۷۰ھ ۱۶۶۰م) محبّا فطرت برفت از دنیا۔ و در باغ آستانۂ خواجہ بیرنگ مدفون شد۔ دران مدت شیخ من در حاشیۂ نامہ این دو حرف مرا نوشتہ کہ مُلا مُحبّا کہ امروز بست و پنجم محرم است بعالم دیگر رفت۔ الحق کسی خوبے بود، خدائش بیامرزاد۔

درویش مجہول

در سال ہزار و بست و ہفت (۱۰۲۷ھ ۱۶۱۷م)، روزے من در مسجد فرید آباد نشستہ بودم کہ درویشے نورانی طلعت با شکوہ و وقار از جائے در رسید و در گوشۂ صحن تنہا بنشست۔ من بمجرد دیدن وے بے اختیار برجستم و بوسے شدم و سلام کردم بنشستم. چون دران مدت من جوان بودم و شیخ خود را یک دو بارے دیدہ لیکن از عظمت و ہیبت شیخ خود چنانچہ دل می خواست دلیرانہ صحبت داشتن نمی توانستم چنانکہ دلیر با شیخ من گفتہ۔

بلبل ز ادب پر نزند در صحن گلزار   تا گل ز طلبگاری او لب نگشاید

تفصیل این ماجرا را من در رسالۂ "جمع مجمع" نوشتہ ام و بروجہ اجمال در خاتمۂ این

کتاب خواہد آمد ان شاء اللہ سبحانہ۔ القصہ چون درآن مدت پیوستہ در دریافت۔ دولت صوری و معنوی شیخ خود بودم از زبان درویشانِ با استقامت و مجذیب اہل کرامت و از کتب بزرگان درباب ہمین مطلب تفاولِ نیک می آمد و ہم از آن کتب فال موافق حال بری کشودم چنانچہ از دیوانِ حافظ، روزے این فال برآمدہ بود

حافظ طمع مبر زعنایت کہ عاقبت — آتش زند بخرمن غم دود آہ تو

و روزے ہم درآن مطلب این برآمدہ

بیا دل در خم گیسوے او بند — اگر خواہی خلاص و رستگاری
بیا حافظ نبیذ تلخ کن نوش — چرا عمرے بغفلت می گذاری

و روزے از کتاب ''نزہۃ الارواح'' درہمان مطلب این ابیات برآمدہ۔ مثنوی

زمن جانِ پدر این پند بپذیر — برو فتراک صاحب دولتے گیر
کہ قطرہ تا صدف را در نیابد — گہر دد گوہر و روشن نتابد
کہ سنگ از تربیت لعلست و یاقوت — چنانکہ اخس مرغ از تربیت قوت
اگر تاثیر صحبت نیست اے دون — نیاید ہیچ مرغ از بیضہ بیرون
اساس کار وقتے محکم افتاد — کہ موسیٰ را خضر می گردد استاد
چون ممکن نیست رفتن بے دلیلے — بباید مصطفیٰ را جبرئیلے

القصہ در پیش آن درویشے مجہول ہم از راہ باطن بنیاز تمام درخواستم کہ اندرین باب مراتقد وے لفرمای کہ تسلّی دلِ مضطرب گردد۔ بدریافت وجہ مرامخاطب گردو از روے بشاشت این بیت برخواند کہ

اے جوان سرو قد گوے ببر پیش ازان کز قامتت چوگان کنند

دانستم کہ وے مشرف القلوب است۔ وقتِ من خوش شد وطلبی کہ داشتم قوت گرفت ووے را خدمتِ نیک بجا آورم۔ روز دیگر ندانم بکجا شد۔ تا پس از مدتے دراز آن درویش را در دہلی دیدم بشناختم و وے ہم مرا بشناخت لیکن دران روز سعادت مصاحبت وموانست با شیخ خودگرم داشتم وے دریافت کہ چیزے را کہ من طالب بودم دریافتہ ام۔ من نیز دریافتم کہ وے یافت مراد یافتہ۔ درین جا مثلے نیک بیادم آمد کہ گویند عشق را چار درجہ ایست اول آن کہ (معشوق[1]) دانستہ کہ عاشق (عاشق[2]) است۔ دوم آنکہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ کہ عاشق عاشق است۔ سوم آن کہ معشوق دانستہ کہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ کہ عاشق عاشق است۔ چہارم آنکہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ کہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ کہ عاشق عاشق است۔ انتہی۔

ہمدرآن (زمان) کہ این نکتہ شنودم برطبق آن رباعی گفتم۔ رباعی

چون عاشق ومعشوق شود یکدل وراز کہ ہیچ دِلے نیابد آن راز و نیاز
دو آئینہ را مقابلش دار و بہ بین وے دروے ووے دروے وشماری باز

آخر آن درویش از پیش من بجاے شد و من (از) پیش (شیخ) خود آمدم وبا خود گفتم

آن شد کہ بار منت ملاح بردمے گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجت است

درسال ہزار وسی ونہ (۱۰۳۹ھ ۱۶۲۹م) کہ من اندر قصبہ خوشاب بودم، از احوال

۱-۲ [illegible]

فقرا و درویشانِ آن جا استفسار می نمودم بعضے از عوام گفتند کہ درین ایام تاجرے
ازین دیار دیوانہ شدہ است در صحرا می گردد و بشہر در نمی آید۔ سخن کم می گوید و آنچہ می
گوید ہذیان می گوید گاہ گاہ بر لب حوضے کہ در فلان صحرا است می نشیند و ہیچ کس انس
نمی گیرد۔ مرا شوق دیدار وے غالب آمد۔ روزے بوقت صبح تنہا رفتم و بر کنار آن
حوض وے را نشستہ یافتم۔ مردے بود بہ عمر پنجاہ و شصت روشن دیدار، چشم پرخمار۔
دلقے نیلگون در بر۔ کلاہ پشمین بر سر۔ در حالت استغراق فرو رفتہ، چشم از عالم و
عالمیان بر دوختہ سیر آمدہ از خود و از غیر خود۔ از مشاہدۂ لقاے بابہاے جمال با
کمال وے این رباعی (از) رسالۂ قدسیہ بہائیہ یادم آمد۔ رباعی

سیر آمدہ ز خویشتن می باید　　برخاستہ ز جان و تن می باید
در ہر گامے ہزار بند افزونست　　زین گرم روے بند شکن می باید

من ہم از روے ادب و نیاز پیش وے خاموش نشستم تا دیرے وے چون ز
زمانے سر بر آورد و بر من نگاہے عجب کرد و بہ بشاشتِ دید اشارت بخت نادرہ ...
(کردن) گرفت و چیزہاے بایماے چشم و ابرو وانمود کہ حال بر من برگشت چنانکہ
خود را گم کردم و ساعتے ندانستم کہ وے کیست و من کیم؟ چون بخود آمدم وے تبسمے
کرد و گفت این حال ہم درخور است و ہم در باختن ۔ و (صرف) باختن را تقیید این
حال نباید کرد و فارغ از فراغت ہم باید بود و ازین قسم دیگر گفت کہ اندرین رو تخت
ارزندہ بود و مرا شعرے بیاد آمد کہ روزے شیخ من از "فصوص الحکم" می خواند و آن
آنست کہ شعر

فان قلت بالتنزیہ کنت مقیداً　وان قلت بالتشبیہ کنت محدداً
وان قلت بالامرین کنت مسدداً　وان قلت اماهو فی المعارف سیداً
فمن قال بالاشفاع کان مشرکاً　ومن قال بالافراد کان موحداً
فایاک والتشبیہ ان کنت ثانیاً　وایاک والتنزیہ ان کنت مفرداً
فماانت ھوبل انت ھو اِن تراهُ　عین الاشیاء مشرحاً ومقیداً

شاہ بھوانی

دراصل برہمن پسریست از ناحیتِ سنبھل۔ وے گاو چرا بود۔ روزے مجذوبے صاحب احوال بوے رسید۔ وے نیاز آورد وگاوے چند بدوشید وخوردنی دیگر کہ باخود داشت باشیر بہم آمیخت وبدان مجذوب سیر خوراند۔ وے خوش شد وبروے لطف وعنایت آورد ونظرے خاص درکارِ وے کرد۔ حالِ وے متغیر گشت۔ کارِ خود را برہم زد۔ سر در بیابان وکوہستان نہاد وجذبۂ نیک بہم رساند۔ وپس از مدتے دراز در سنبھل آمد ونزدیک بروضہ شیخ بلالی سرائے اقامت گزید۔ بعضے از ہمسایگان بوے اختلاطے گرفتند، لیکن براحوال وے کس مطلع نبود۔ تا کہ روزے زنے جوانے وخوش روی باکوزہ شیر (از پیش) وے می گذشت۔ وے چشم کلان وخوش رنگ داشت وایام شباب بود۔ (نظر ہر دو) باہم دوچار شد۔ زن درآن بے خبر از خود گردید۔ پایش بلغزید وکوزہ از سرش بیفتاد وبرشکست۔ مے متحیر درایستاد چون بخود آمد گریان بخانہ روان شد۔ وے گفت چون می گری۔

زن گفت پدر و مادرِ من از ین معاملہ مرا قہر کنند چہ می خواستند بندر بزرگے شیر برنج پزند۔ (وے) زن را پیش طلبید و آہستہ بگوش وے گفت۔ بروآب راپنہان از نظرہا در دیگے بینداز و برنج انداز و بکس مگوی۔ زن چنان کرد، چون پختہ شد قسمت کردند ہر کہ خورد ہیچ لذتے بہ از آن از عمر نیافتہ بود۔ خوردگان متعجب شدند آخر این راز برزبانہا آمد۔ دوستانے کہ باوے نشستندے و بے تکلفی صحبت داشتندے وے را گرد کردند کہ ہان (این) چہ سر بود۔ یکے مارا ہم نظرے انداز و نیک بنواز۔ وے از ین معنیٰ تنگ دل گردید و برجست و گودڑی برکتف انداخت وراہ راپیش گرفت۔ آن دوستان از پئے وے شدند، وے را پیش می دیدند ہر چند قصد می کردند لیکن باوے رسیدن نمی توانستند تا رسیدند بکنار دریاے گنگ و وے از گذر آب بیک سو رفتہ غائب شد و آنہا برگذر (گاہ) منتظر نشستند کہ ہمی زمان برگذرمی رسد پس از ساعتے شخصے کشتی سوار از آن طرف آمدہ گفت کہ بھوانی می گوید کہ یاران شما بخانہ باز روید کہ مرا نخواہند یافت ایشان (اینان) راشوق برافزود و برکشتی نشستہ آن طرف شدند۔ نشان (قدم) وے یافتند اندر ویرانہ بے ہیچ معمورے بکاروان سراے فرود آمدند گرسنہ و نزار و پا آبلہ۔ چون پاسے از شب بگذشت یکے طعامے مرغن الوان فراوان آوردہ و با آنان گفت۔ بھوانی می گوید کہ بخورید و فردا بخانہ باروید کہ مرا ہرگز نخواہید یافت۔ این باہم چنین کردند و وے بدہلی رفت و مدتے در صحراہا و برکوہسارہا بگردید و در ہیچ جا اقامت نورزید۔ آخر ایام در جوار روضہ

شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ سکونت اختیار کرد و سالہا آن جا بسر برد۔ درآن مدت ہر کہ بوے شدے، لطف نمودے و کرمے کردے خاصۃ سنبھلیان را بیشتر اعطاف فرمودے و بے چیزے خوردنی آن را رخصت نمودے۔ پدرِ من گفتے کہ من ہرگاہ بوے شدے، وے از سر لطف مرا گفتے۔ ساعتگی بمان، درین اثناء طعامے از جاے بہم رساندے و مرا خوراندے و ہم چنین شیخ عبدالرحیم برادر شیخ عبدالرحمن ہم نقل می کند۔ من خرد بودم کہ پدر مرا بعرس شیخ سراج الدین قدس سرہ در قریۂ انوں بردے۔ گویند شیخ از کبار مشائخ بود و معاصر شیخ نظام الدین اولیا۔ گاہے شیخ نظام الدین اولیاء بوے شدے در انول و با ہم صحبت نیک داشتے و ہم باشارۂ شیخ درآن قریہ اقامت گرفتہ بود۔ یک بارے من دران قریہ رسیدم۔ شاہ جھوانی ہم از دہلی آمدہ بود۔ پدر مرا در پاے وے انداختہ و وے عنایت و مہربانی بسیار بر من فرمودہ و سخنان دیگر وے مرا یاد نماندہ لیکن شکل وے چون شکل مجنون کہ تصویر می کشند مرا یاد است و چشم کلان و سرخ رنگ داشت۔ امروز پنجاہ سال بیش است کہ رعنائی چشم وے از چشم من نرفتہ۔ پس از آن وے سالہا بزیست لیکن دیدار وے مرا باز میسر نشد۔ آخر وے از آن جا ''بجود باغ'' رفت و آن جا برفت از دنیا در سال ہزار و سی واند (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۰م) و قبر وے ہمدران باغ است۔ شیخ من گفتہ کہ من شبے وے را بخواب دیدہ ام و وے بر من تصرفے کردہ است۔ و شیخے روئی دادہ۔ درین اثناء شیخ الہداد در رسیدہ اند و فرمودہ جذبۂ خواجگان دیگر است۔ یکے جھوانی از مجاذیب دران نزدیکی در سنبھل ہزیان گو

بود۔ استخوان بسیار جمع کردوے بصحرا بُردے۔ بعضے مردم از وے خوارق نقل می کنند کہ وے را در شہرے دیگر دیدہ بودہ اند و دران زمان وے در سنبھل بودہ۔ من وے را تا بسال ہزار و پنجاہ و پنج (۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵م) می دیدم آخر ندانم بکجا شد۔

شاہ دولہ

وے دراصل ہندو پسر یست از مفاوضات شہرا ہور در ایام صبا۔ وے را داعیہ این راہ پیدا شد، رفت اندر سیالکوٹ و بخدمت شیخ نصیر الدین بہاری کہ مجذوبے بودہ با معنی و در صحبت شیخ شمس الدین پدر مولانا عبدالحکیم مرزوق گشتہ در پیوست و مدتہا خدمتِ وے بجا آورد و مقبول وے گردید و بہرہ نیک بر اندوخت دولہ گوید کہ اوی یک اکھر مینوا کھا" یعنی وے مرا یک حرف گفت۔ پس از آن دولہ در صحبت شاہ شیدای سیالکوٹی کہ ہم مجذوبے بودہ صاحبِ کرامت، در پیوست و شیدا را فرزندان و مریدان بودہ اند، طالبان این راہ و بر قدر استعداد ہر کدام بہرہ برمی گرفت لیکن کسے را نعمت خود عطا نفرمودہ بود و خلیفہ خود نہ نمودہ تا وے را وقت بآخر رسید و محتضر گردید و خواست یکے از منتسبان کار کردہ خود را دولت و نعمت خود ارزانی فرماید۔ آواز داد کہ بر در کیست؟ غیر از دولہ ہیچ کس حاضر نبود۔ گفت۔ منم دولہ۔ شیدا خاموشی کرد و بعد لمحہ ہمان حرف باز گفت و ہمان جواب شنید آخر چون دید کہ می روم۔ بآواز بلندتر گفت۔ از یاران کسے حاضر است۔ باز وے گفت منم دولہ۔ شیدا گفت "حَسْبُہٗ نَسْنُہٗ مُولا" و وے را نزد خود خواند و دولت و نعمت و جبہ

وگودڑی (گدڑی) کہ از صاحبان دولت رسیدہ بود۔ بوے عطا فرمود وخود برفت
از دنیا۔ وے را حالے وصفتے خاص روی داد۔ وجذبہ نیک بہم رساند۔ از ین معنیٰ
متعلقان ومنتسبانِ شیدا را عرقِ حسد بجنبید خواستند کہ جبہ وگودڑی از وے
برگیرند۔ وے ازآن جا برجست وبگجرات رفت ودر ناجیت آن شہر برائے خود
نشمین گاہے بساخت وباغ وآستانہ نیک پرداخت۔ دراندک فرصتے تصرفات
آفاقی (ذاتی) وے برشدن گرفت وقتے زمینے را بکند وخشتہا وسنگہا از آن جا بر
آورد وبعمارات بکار بردوزمینے دیگر را کند واز آن جا گِلی برآورد گِلی عالی وطورانی۔
اندر کنار شہر سرائے بنا ساخت تا در ہوائے زمستان آمد شدگان کابل وکاشمیر کہ بہ
ہندستان می آیند ومی روند بآسانی گذارند وہم وے رعایت فقرا ومساکین و
لشکریان (و) سروسامان (ہمہ) کردن گرفت واز وے ہر خرد وبزرگے کہ بوے
می شود مطابق مطالب خوش (خود) بہرہ بائی یابد۔ شیرینی (و) طعام ومست کہ
بہر کدام پیش می آرد وہم از وے خوارق عادات بسیار نقل می کنند۔ میر محمد حسین
بن میر محمد کہ ذکر وے خواہد آمد، جوانیست با (فیض) وسلامت مرید شیخ محمد معصوم
سر ہندی وبا شیخ من نیازمند ومعتقد است وبی بی سنی صبیہ شیخ من کہ ہم ذکر وے
خواہد آمد در خانۂ ویست گوید کہ در زمان (بودن وے در) گجرات کہ من در ایام
حبا (دران ایام) مصیبتے (زحمتے بیماری صعب) داشتم وبا خود می گفتم کہ اگر من
پیش شاہ دولہ بروم بہ شوم ومرا نمی برند۔ روزے این خطرہ غلبہ کرد، بکسان گفتم مرا
پیش شاہ ببرید درین اثناء (چشم برہم) خود را پیش شاہ نشستہ یافتم چون مردم در

من تغیرے دیدند، مرا برداشتند و روان شدند۔ من گفتم کجا می برید۔ گفتند "پیش شاہ" گفتم۔ شاہ خود در خانۂ من نشستہ است۔ آخر چون آنجا رفتم شاہ گفت۔ مرا یادی کردی، لطف فرمود، قدرے شکر داد خوردم و بہ شدم۔ وہم وے گوید کہ برادر شرف الدین حسین باشاہ دولہ در نماز عید بود و یک کس بمیان خاطر آورد کہ اگر شاہ در برابر می شدے بہتر ازین بود و این خاطر چند بار خطور کرد۔ بعد فراغ نماز شاہ آہستہ بوے گفت، بہر او (برادرا) دل نزدیک باید نہ تن" وہم وے گوید کہ روزے برادر مظفر حسین بامتحان پیش شاہ رفت کہ اگر امروز مرا بجاے شکر میوہ بدہد۔ دانم کہ مشرف التصوب است۔ شاہ بجمیع حاضران بعدتِ خویش شکر عنایت کرد و بوے ہم داد و رخصت نمود۔ روان شدند وے در خاطر خود نوعے از انکار آوردن گرفت۔ درین اثنائی یکے میوہ پیش شاہ آورد۔ شاہ وے را از میان آن مردم باز طلبید و قدرے میوہ عطا فرمود و رخصت نمود۔ محمد صادق لکھنوی کہ ذکر وے در شعرا آید۔ گوید کہ روزے من و شیخ عبداللہ کہ از یاران شیخ محب اللہ است پیش شاہ رفتیم بامید آن کہ از وے سخن این راہ بشنویم و مستفیض گردیم۔ شاہ اول ہمین گفت کہ از (اے) یاران انچہ فرمودۂ خداست سبحانہ، و سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم است بران عامل و مستقیم باید شد، دیگر ہیچ در کار نیست۔ من در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱م) کہ از قندھار مراجعت نمودہ براہ غزنین بکابل رسیدم۔ دراثناے درآمدن بلا تحۂ قبر ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ رفتم آن با (قبر) ہیچ عمارتے و تکلفے از حُقّہ وغیر آن ندارد و بسنگ ریزہاے خرد بر چبوترۂ خردے بر

آراستہ اند۔ گویند بشارت (وصیت) آن بادشاہ آن چنانست لیکن آن قبر (را) بالطافت ونورانیت یافتم۔ نیز گویند کہ آن بادشاہ مشرف (مشرب) درویشی و قلندری داشتہ چنانچہ مشہور است۔ ودر گرد آن قبر قبور بعضے از منتسبان بادشاہ را بسنگ مرمر مصفا با پتھر ہاے خوش نما برآراستہ (اند) وآن قبرستان درمیان باغے بزمین بلند درغایت نزاہت واقع شدہ وآن جا نماز گذاردم وبشہر درآمدم وبآستانہ ہاے بعضے بزرگان رسیدم ولطافت بادیدم وتفصیل مقامات آن بزرگواران نیکو بیاد نماندہ ازآن تحریر درنیاید۔ آخر چون بگجرات رسیدم شاہ دولہ را دریافتم۔ وقت صبح بود ووے تنہا نشستہ پیر یست بابہا ونورانی طعنت باقدر وقیمت۔ ساعتے باوے نشستم برمن لطف فرمود واز دست خود شکر برداشت۔ ومرا گفت بہراورا (برادرا) بگیر، گرفتم ورخصتم کرد۔ اولاً چون آستانہ وے درشدم بس تازہ وسیراب دیدم و اندرآن باغ جابجا وحوش وسباع مثل آہوو بزکوہی وگوزن وگورخر وشیر وپلنگ و خرس وغیرہ وذالک وطیور متعارف بستہ اند۔ گویند وے می گوید کہ از مصاحبت مردمان این زمانہ آخر موانست با حیوانات بسیار خوش می آید وبعضے از یاران وے را دیدم برحالت جذبہ وکیفیت نیک ومردم ازآن باہم خوارق نقل می کردند۔ آرے صحبت ووتان اور سمنتہ تاثیریست متقرر و (باپہلو بودن با) پہلوانان این روز حالتے است معتبر چنانکہ بزرگان گفتہ اند

گر تو انی ز خود پریدن در پہلوے پرندگان ما باش

ونیز گفتہ

یارِ خندان باغ را خندان کند صحبت مردانت از مردان کند

شاہ جہان گیر سنبھلی

مجذوبیست صاحب احوال و کرامات و کشف و آیات۔ وے سیاہ جلدہ بودہ و مُہیب۔ قد دراز داشت۔ بسا مردم بزرگ قدر وے را بزرگ داشتند ے و بنسبت وے اعزاز و اکرام نیک بجا آوردے۔ وے پوست خوردے و ہر چہ در پیش دیدے باپوست مالیدے و درکشیدے۔ گویند روزے مارے را مالیدہ است باپوست و درکشیدہ و گویند چند بار گاہہا وے پوست را در آب انداختے و مالیدہ زود از آب برآوردے و برتافتے و آن آب بخوردے چون کس دیگران پوست را در آب می خوردند وے نامالیدہ خوردے و ہیچ اثرازتکلف بظاہر نیافتے و این قسم را بعضے مردم بارہا امتحان نمودہ بودہ اند و تجربہ رساندہ این از تصرفات وے بودہ است۔ گویند روزے وے براہے ہمی رفت یکے پیش آمد وے بوے گفت فلسے رابرائے پوستِ ما بدہ۔ آنکس اغماض کرد و گفت ندارم وے گفت آن فلسے را کہ در دستار داری و بفلان کار می بری بدہ۔ وے بترسید و بلرزید، چہ چنین بودہ است زود از دستار برآورد و بوے گذراند۔ روزے کہ این خارق از وے ظاہر شدہ بود من ہمان روز درایام صبا شنودہ بودم۔ نیز گویند میر میران خواجہ زادہ عالی نسب حاکم سنبھل بود۔ روزے وے را دیدند کہ خربوزہ بدستے گرفتہ و روپیہ بدستے پیش وے برد و گفت نذر یست وے گفت نذر آوردی اما در وقت رفتن و خربزہ بخورد۔

روپیہ در حوض ملک انداخت۔ روز سوم میر میران از سنبھل تغیر شد و رفت۔ نیز
گویند حاکم بودہ است در سنبھل ظالم مردم آزار کہ عالم از دستِ وے تنگ آمدہ
(روزے شکایت آن را بوے گفتہ کہ[1]) توجہ فرمای کہ خلقِ خدا از دستِ وے
خلاصی یابد۔ جہانگیر گفت "رفت رفت" یا میرود می رود۔ درہمان ایام آن حاکم را
تغیر ساختند و مردم خرد و بزرگ از چنگ وے خلاص یافتند۔ آن حاکم را من ہم در
خردسالی دیدہ بودم عماد خاں نام داشت من بس صغیر بودم در دبیرستانِ ملا عبدالکریم
کہ روزے جہانگیر آن جا آمد و از استاد من پوست خواست و گرفت و برگ
درخت نیم را با آن باریک کردو تا دیرے در آب بمالید و بذوق درکشید از مشاہدہ
طلعت باہیبت وے استاد و ما با ادب بودند۔ و از وے خوارق بسیار نقل می کنند۔
وفات وے در سال ہزار و سی واند (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۰م) است و قبر وے نزدیک
بروضۂ شیخ حاتم اعلم العلماے وقتست کہ ذکر وے در ضمن ذکر شیخ رفیع (الدین)
ایراد یافتہ و او از شیخ را نسبت بجہانگیر اعتقادے درست بودہ۔ پس از وفات
جہانگیر مردم شہر بزیارت قبر وے می شدند و در باب حاجتے و مرادے نذر ہا بستند
کار شاد بسا کس ازان مراد گشتہ و بمراد خود رسیدے و چند مدتے این حال بودہ
ست پس از آن زن تصرفات وے ہیچ اثرے نماند۔ من خرد بودم اندر دہلی کہ
نزدیک شد۔ شنب بروز (رود) در زمان جہانگیر بادشاہ قبر ظاہر شدہ بود از
شہیدے کہ آن را وقان (توران) شہید می گفتند۔ چندگاہے از کثرت زائران و

[1] اضافہ از نسخہ مولوی

ہجوم حاجتمندان در شبہاے جمعہ کار بجاے رسیدہ بودہ است کہ بعضے مردم نمی توانستند بزیارت وے رسید۔ ازان جاے (زر) از وجہ نذور بیشمار می آید۔ خادم وے بلّو نام داشت پس از آن ﷺ نامے ونشانے ازآن شہید نماند۔ واللہ اعلم۔ من شنودہ ام ازعزیزے کہ می گفت کہ اولیاء را بعداز وفات ایشان تصرفات و احوال است بعضے را چندروز بیش نیست وبعضے را بسالہا می ماند وبعضے را ہمیشہ۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ ابوالحسن قزوینی گفتہ است کہ چہار کس می دانم از مشائخ کہ در قبور خود تصرف می کنند چنانکہ احیا می کنند۔ شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی وشیخ عقیل منجی وشیخ حیوۃ حرانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

شیخ اللہ بندہ

مجذوبیست بفہم ومعنی۔ صحبت داشتہ بشاہ وجیہ الدین فتح اللہ وجذبۂ نیک بہم رساندہ۔ شیخ من وے را دیدہ است واز وے سخنے شنیدہ بود۔ وفات وے در سال ہزار وسی واند است (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۰م) وے از سعت مشرب با فقرا واغنیا نشستے۔ دانایان قدر وے را بزرگ داشتندے۔ روزگارے وے با شیخ فرید مرتضیٰ خان بخاری بودہ۔ شیخ از راہ اعتقاد وے را از خود جدا نگذاشتے۔ وقتے جہانگیر بادشاہ وے را بحضور خود طلبید وحکایات پرسید وجوابہاے نیک شنید خوش شد وخواست انعامے عطا کند۔ وے گفت ہیچ چیزے نمی خواہم الا کمانے نیک کہ تخت آرزو است، بخشند۔ نیز وے گفت کمانے مد (مہ کمان) من اندے شکستہ ست

بفرمای تا درست سازند۔ بادشاہ نصر اللہ کمانگر سرہندی را فرمود تا مہ ازان باز ساخت کہ بود۔ وے آن کمان را بشیخ مصطفیٰ کہ ذکر وے گذشت بخشید۔ من مثلِ آن کمانے ندیدہ ام کہ تیرے بہ از آن بیندازد۔ بر گوشہائے آن این نوشتہ بود

نصر اللہ وحید کمان ساخت دلپذیر ۔۔۔ ہمچون کمان ابروے دلدارِ بے نظیر

شیخ مصطفیٰ از معتقدانِ ویست۔ در اوایل باوے بسیار صحبت داشتہ و شیخ (مصطفیٰ) در فنِ تیر اندازی اوستادِ منست۔ روزے من و شیخ (مصطفیٰ) و وے باہم تیر انداختہ ایم در میدانے وسیع و مسطح و شیخ مصطفیٰ اندرین علم از من مہ بود و باوے ہم دست۔ از شیخ (مصطفیٰ) پرسیدم تیرے کہ بجمع قواعد انداختہ شود در چند گاہے از تو بوقوع می آید۔ گفت پس از سالے کما بیش۔ الحق چون من ماہر آن فن شدم یقینم شد و درین کار (ذکر قواعد) درین جا گنجائش ندارد۔ شبے شیخ مصطفیٰ مرا بوے برد و گفت۔ سرودے کہ مہ از آن شنودہ بشنو و از نغمہ سرای تان سین سخن راند۔ وے گفت من تان سین را نیک دیدہ ام گویا من تان سین را شنیدم[1] و وے ہر روز مغلچہ را از نخن طبید ے و در آن طعام خوردے و کس را شریک نساختے و بقیہ طعام را پیش سگ انداختے و بذوق گفتے کہ نیم خوردۂ سگ ہم سگ را شاید۔ و اگر روے رقعہ بکس

---

1 [illegible] ازین جا عبارت ... نسخہ جات بے ربط و بے ترتیب است۔ مذکورہ عبارت باین طور باید شد: شبے شیخ مصطفیٰ مرا بوے برد و گفت۔ سرودے کہ مہ ازان شنودہ بشنو و از نغمہ سرای تان سین سخن راند وے گفت من تان سین را نیک دیدہ ام و سرود (گفتن گرفت) در طرز نغمہ سرای وے و چند وے ہمہ از تان سین (مصطفیٰ) گفتم الحق گویا من تان سین را شنیدم۔

نویسانندے عنوانش این بودے کہ "بعد تجود موجود (مسجود) آنکہ" وے خرے داشتہ کہ بران سوار شدے و گفتے "علماء و شیخانِ این زمانہ نمی توانند کہ این سنتِ پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم بجای آرند۔ علماء اقوالے دارند و اعمالے نہ۔ وہم وے نسبتِ علما و مشائخ بلکہ (بعض) اولیاے سابقین سخنان بد گفتے۔ و بد یاد کردے ازین سبب بعضے عوام وے را ملحد خواندندے۔ روزے من از شیخ مصطفیٰ پرسیدم کہ این بد گفتنش را ہم (چہ) وجہے ہست؟ چہ اکثر اہلِ جذبہ و سکر نسبت بزرگان اعتقاد نیک داشتہ اند و اگر نیک نگفتہ اند بد ہم نگفتہ۔ گفت۔ چون اہل ظاہر را اعتقادیست راسخ کہ آن بزرگان سواے ذاتِ حق موجود اند و بذاتہ مستقل اند اندر دوی و غیریت۔ وے ازین معاملہ ہمی جوشید و می خروشید و آن دوی عوام را بد ی یاد می کند چہ از اعتقادِ وے وہم غیریت بالکلیہ برخاستہ و موجودِ حق را می داند و بس۔ پس وہم را اگر بد گوید بد نیست۔ روزے من این سخن را با شیخ خود بر گفتم و جواب خواستم۔ شیخِ من گفت حاشا کہ توحید منافی احترام ظاہری بود۔ باطن مستغرق وحدتست و ظاہر ہمیشہ محتاجِ شریعت۔ اللہ بندہ باوجود صحبت داشتن با غنیا آن را بلفظ خر یاد کردے و گفتے فلان خر کجا است؟ و گاہ با آن را مخاطب ساختہ گفتے۔ (خرا از کجا می آئی و چونی؟) اغنیا را این حرف ناخوش نیامدے و چون کسے را از آن اغنیاء مصیبتے و مشکلے پیش آمدے بوے رجوع کردندے۔ وے رسنہاے چند در گردن گرفتے و بر کشادے آن مہم باخبر رسیدے۔ وے را این عمل از شیخ چند رسیدہ بود۔ روزے من ہم این عملش دیدہ ام۔ شیخ مصطفیٰ گفتے کہ روزے وے

درآوان جذبہ بر پارہ سے بول کردہ بود فی الفور طلا گشتہ۔ در ''نفحات الانس'' می
آرد کہ صاحب کتاب ''کشف المحجوب'' بزرگے را نام می برد و می گوید کہ بسر جس
از وے شنیدم کہ گفت کہ کودک بودم و بمحلتے رفتہ بودم بطلب برگ توت از برائے
کرم فیلہ (پیلہ) بر درختے شدہ بودم و کرم ہائے شاخ ہائے آن درخت (را) می
زدم۔ شیخ ابوالفضل برآن کوی گذشت و مرا ندید (و) ہیچ شک نمرد کہ از خود غائب
بودے بر حکم انبساط سر برآوردہ و گفت۔ بار خدایا یکسال بیش است کہ مرا دانگے
ندادی کہ موے خود بتراشم با دوستان چنین کنند، در حال ہمہ اوراق واغصان
واصول درختان زرین دیدم۔ آنگاہ گفت عجب کارے کہ کشایش دل را بتوشنے
نتوان گفت۔ انتہی۔

شاہ پرویز سنبھلی

مجذوبیست تیز ہوش معنی نیوش (پوش)۔ ظاہر وے ظاہر عامست و باطن وے
باطن خاص۔ با عوام عامست و با خواص خاص۔ با عاقلان زمانہ دیوانہ است
و با دیوانگان کامل عاقل۔ و در اصل وے ہیچ عنوانے متعین نیست۔ و ہیچ
قیدے مقید نہ۔ من روزے شنیدم از بعض عوام کہ در محلہ کاغذیان دیوانہ ایست
ہذیان و بیشش بیچون۔ بخود گفتم یکبارے بچشم وے را کہ چہ طور است۔ رفتم
و دیدم خوش روئی شگفتہ موئی منبسط انس۔ اوا بہ ہذیان گوئی و شاثرخائی مرا پیش

ا [illegible]

آمد و گفت انچہ برزبانش رفت۔ من از روے نیاز و صلح گفتم شابا این سخنِ تو وضد این در مقام وحدت یکیست بل ازین ہر دو مبرّا است واین گفتگویت اندر مقام کثرت است مقام قدس ہم این دارد و ہم آن بالطافتے وصرافتے دیگر و حقیقت یکیست کہ در اشکال والوان الی مالانہایۃ جمع مظاہر ظہور کردہ پس بہر وجہ و بہر کہ روآری باوروی آوردہ باشی۔ از مقالات مولانا جلال دوانیست کہ حقیقت کما ینبغی این است (یکیست) در اجزاء مختصہ (متعددہ) چۂ اگر در عنصر ظاہر شود آن را اعتدال مزاج خوانند واگر در حرکات ظاہر شود آن را غنج و دلال خوانند واگر درکلام ظاہر شود آن را فصاحت و بلاغت خوانند واگر در اصوات ظاہر شود آن را نغمہ خوانند ونفس در ہر صورت عاشق و طالب این معنی است بہر صورتے کہ برآمد و در ہر لباسے کہ درآید۔ الحسن فی وجہ الملاح مواہب

بوجہ مالقنیا ہر چہ ہست بیرون آی کہ من حریف تو ام ہر لباس کہ داشت

پس ہر چہ دانی برگوی۔ وے ازین معنی چشم ہوش وا کردہ ومغز سخن را کہ آشنا بودہ دریافت، خندہ زد و گفت۔ آرے چنین است ومن خواہان ہمین معنی ام لیکن کسے را در نمی یابم کہ وے گوید تا من شنوم یا من گویم وے بشنود پس از آن از ماجراے احوال با کمال خود گفتن گرفت کہ مدت باست کہ از کشمکش این وآن رستہ ام وخاطر را از نیک و بد برشکستہ ام واندرین پردہ دیوانگی و ہذیان گوئی خوشوقتم چہ کس مزاحم من نیست ودل من در جای آرام گرفتہ کہ نمی توانم تعبیر آن کردن۔ من ازین

---

۱ ازین جا ''چہ'' زائد است۔

معنی بسیار محظوظ شدم و آن مقامات بیادم آمد کہ در ''رشحات'' است کہ حضرت سید
قاسم تبریزی قدس سرہ در مبادئ حال گرد مجاذیب و مجانین بسیار می گشتند فرمودند
کہ در روم کہ از مردم حال مجذوبان می پرسیدم گفتند در فلان موضع مجذوبے قوی
حال است آن جا رفتم و وے را دیدم و بشناختم، مولانا جانی بود کہ بتبریز باہم تحصیل می
کردیم بترکی با وے گفتیم۔ مولانا جانی منی و امیر حسن گفت وانی روم مولانا سید حسن
گفتم ترا چہ حال افتاد گفت من نیز مثلِ تو سرگشتہ بودم ہمیشہ ہر چیز مرا ہر طرف می
کشید ناگاہ چیزے نمود و مرا از ہمہ در ربود پس بزبانِ ترکی رومی گفت ''ویکلاندوم
ویکلاندوم یعنی بی سودم''۔ حضرت خواجہ احراری فرمودند کہ ہر بار کہ حضرت سید
این حکایت می گفتند آب از چشم ایشان فرو می ریخت۔ معلوم می شد کہ سخن آن
مجذوب در باطن ایشان تاثیر عظیم کردہ بود و است می فرمودند کہ حضرت سید فرمودند
کہ در شہر سبزوار مجذوبے بود، بدیدن وے رفتم در خاطر گذشت کہ بابا (آغا) محمود
طوسی بہتر باشد یا این مجذوب، فی الحال متوجہ من شد و گفت۔ چندان می زنم کہ بابا
محمود را آب بردہ صاحب ''رشحات'' می گوید کہ واہد راقم این حروف چنین می گفتند
کہ از بعضے اعزہ شنیدم کہ چون حضرت سید قاسم قدس سرہٗ باین مجذوب سبزواری
کہ میر دیوانہ مشہور است و قبر وے در آن دیار معروفست، ملاقات کردہ اند و در
خاطر گذرانیدہ کہ آیا وے بہتر باشد یا بابا محمود وے آن سخن کہ از حضرت ایشان
نقل کردہ شد بر زبان راند بعد از آن گفت کہ بابا محمود از ترکش من یک
تیر است۔ حضرت سید از سبزوار پیش بابا محمود بطوس رفتہ اند و سخن میر دیوانہ را بخاطر

آوردہ کہ بابا محمود از ترکش من یک تیر است۔ بابا محمود سر از آستین نمد بیرون کردہ وگفتہ کہ بے پر و پیکان۔ انتہی۔ بعدہٗ پرویز مرا گفت فلانے اگر یکے از اہل این کار بمن آید خوش می آید باوے سخن این راہ گفتن و من دراوّل سخن درمی یابم اگر وے لایق صحبت است این سلوکے کہ الحال می بینی پیش می آرم والاّ بذیان می گویم چنانکہ اولاً تو دیدی تا خلاص شوم

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد[1]

من ازین فہم اندر دیوانگی و دیوانگی اندر فرزانگی وے اندر شگفت شدم وخوشوقت گشتم ومطابق آن مثلے رنگینم بیاد آمد و آن آنست کہ می گویند روزے عارف محقق مولوی جامؔی در خلوتے با جمعے از یارانِ خود صحبتے گرم داشتند و دستار از سر فرود آوردہ و پا دراز کردہ بودند درین اثنا مردے نا آشنائے از در، در آمد۔ دستارے کلان بر سر و فرجی مکلّف در بر باریشے دفشے و وقارے۔ مولوی از دیدن وے دستار بر سر آوردند و بتعظیم برخاستند و باادب بر نشستند و پرسیدند کہ ”اسم شریف“ وے گفت۔ شیخ السیف۔ ایشان تبسّمے کردند و فرمودند ہان اگر شما شیخ السیف اند پس من چرا نہ بذوق (وبے تکلف) بنشستم و باز پس ازآن من چندمرتبہ بدیدن پرویز شدم و ہر مرتبہ سخنانِ این راہ در خلوات شنیدم۔ روزے وے گفت فلانے حالت آن (بے) تحقیق نیکست کہ در ظاہر و باطن بہ ہیچ قیدے مقیّد نبود۔ گفتم مشرب فقرا (فقیر)

---

[1] این قطعہ شیخ سعدیست و بیت دیگر این است
ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

آنست کہ در باطن ہیچ تعینے وتقیدے گرفتار نگردد و در ظاہر متبع دین محمدی باشد علیہ
الصلوٰۃ والسلام۔ و جامعیت کہ گفتہ اند ہم رساند چنانچہ در رسالہ ''قدسیہ بہائیہ''
نوشتہ۔ حدیث ''اجمعوا وضوء کم جمع اللّٰہ شملکم''۔ اشارت است
بآنکہ وضوءِ باطن را با وضوءِ ظاہر جمع کنند تا استقامت حاصل آید۔ انتہی۔ و من
در آن مدت در جامعیت خاصہ غزلے گفتہ بودم برخواندم وانیست غزل

منم کہ با ہمہ از ہمہ جدا شدہ ام	چو مہر قدسم و چون ذرہ جا بجا شدہ ام
بجان خواص خواصم بہ تن عوام عوام	کہ تاج فقر بسر کردہ بادشاہ شدہ ام
ہمہ بکفر و باسلام صلح کل کردم	برنگ ہر دو خوشم ہم ز ہر دو واشدہ ام
نہ غیر ذاتم و نہ عین و نے فراق و نہ وصل	گذشتہ از ہمہ مذہب و باخدا شدہ ام
چو بے خودم بخدا با محمد ہشیار	ازین مآل کہ با وحدت آشنا شدہ ام

وے اگر چہ اندرین جامعیت نبود لیکن این ابیات را پسند فرمود۔ سید جعفر سنبھلی
مرید خواجہ احمد کہ اہل این راہ است گوید کہ من بسیار پیش پرویزی شدم و از
طائف وے بہرہ ور نگشتم۔ شبے وے اندر خواب گلیمے عظیمے بر من پوشانید چون
بیدار شدم و بحضور معبود نظر عنایت از وے درخواست کردم گفت امشب خود
تبّے را بتو بخشیدم ہر چہ می خواہی۔ و بآن خواجہ احمد مرا صحبت باست۔ کسے خوب
ست بام او نوشتہ در قبل این کار۔ وے گوید کہ من شانزدہ سالہ بودم۔ مرا
شوق این راہ دل پیدا آمد۔ از سنبھل برآمدم و در طلب مرد کامل سفری شدم، رفتم
بہ ... (حضر) و درین اسفار درویشان بسیارے را دیدم لیکن کسے

راطلب جاہ وکسے راطالب دعوت واہلِ تکثیر وعلیٰ ہذالقیاس (یافتم) ومردے کہ محض طالب خدا باشد چنانکہ دل می خواست، یافتہ نشد۔ بعدہٗ در کناز دریا... سفری شدہ سیر کنان در بندرگاہ بکنایج گجرات رسیدم آن جا عزیزے دیدم وازوے سخنے شنیدم کہ درد طلب رامدد کرد واز آن جا نیز برآمدہ دراکبرآباد آمدم۔ آن جا مردے شیخ فتح محمد نام اہلِ سندیلہ رادریافتم وچندگاہے باوے بودم۔ چون ازوے التماس تلقینِ ذکری کردم، توقفے می نمود۔ روزے ازآن جا برکندم ودر قبرستان رفتہ بسرہمی بردم۔ شبے وے را در خواب نمودند کہ خواجہ احمد را چراجدا کردی وچیزے ازطریقِ ذکرنگفتی وہمدرآن شب من ہم بخواب دیدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برتختے بزرگ نشستہ اند وجماعتے از اصحاب کبار واولیاے بزرگوار گرد وپیش آن حضرت (چیزے) از ہردودست مبارک خود گرفتہ بدست خودعنایت فرمودہ اند کہ بحاضران قسمت کن، چنین کردہ ام وفتح محمد درآن زمان درجستجوی من گردیدہ وبعد سہ روز مرادیدہ وباخود بردہ وتلقین ذکر کردہ۔ بعد ازآن روز چندبار آنحضرت راصلی اللہ علیہ وسلم درخواب دیدم چون من از تقصیرے کہ بوجودآمدہ بود غمگین بودم سربزمین نہادہ پس آن حضرت تسلی من فرمود۔ واز دست مبارک خود سرمرا برداشتہ ودراکبرآباد بہ فتح محمد بودم صحبت وے مرادر گرفت و ملازمت وے رالازم گرفتہ ودرروزے چند مطلبے کہ من طالب آن بودم روے نمود وآرام وجمعیت حاصل شد۔ وے گوید کہ نسبتے باخدا بہم بیدرسانید، دیگر ہیچ چیز درکار نیست۔ بعد اتمام ''اسراریہ'' بچہار سال پرویز برفت از دنیا در سال ہزار

وہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲م) وقبر وے نزدیک مسکن وے است۔

شاہ پرویز دہلوی

مجذوبیست مستہلک گداز، از خود رفتہ، نیک حال، در مقامے افتادہ۔ چہرۂ وے
نورانی و درخشندہ۔ چشمان وے ارغوانیست و درفشندہ۔ در اصل وے قوال
پسر است در محلّہ بخاریان دہلی سکونت داشتہ با قبائلِ خود۔ من روزگارے در جوا
وے می باشیدم و دران مدت شیخؒ من در ایام جوانی بر جوانے نعمت اللہ نا
خسر پورۂ وے نظر داشتہ و پیوستہ بمنزل من برسیدہ و صحبت با وغرائب بمیان رفتہ
و رمزے از جلوہ گری با آن جوان در روزگار شیخِ من گذشتہ است۔ آن جوان با شیخؒ
من حکایت آورد کہ دریں ایام پسرا (پرویز) جنونے پیدا کردہ است۔ نہ گفتنی
بسیار می گوید۔ ہر چند علاج می کند جنونش بر می افزاید

برجنون بنہادہ بگذشت چندین نوبہار — عقل ناصح روغن بادام می گیرد جنون

دران جنون وے را جذبہ قوی رسید واز خویش وخویشان خوش پاک برید

خود برید بیش کہ قیس مجنون شد — زخویش وز ہمہ خویشان خویش بیرون شد

آن واقعہ اندر سال ہزار وسی وچہار (۱۰۳۴ھ ۱۶۲۴م) بودہ وامروز سی وچہار
سال است کہ وے در بازار ابریشم فروشان دہلی در افتادہ است واز آن جا ذ
بجائے دیگر قدم نہ نہادہ۔ مردم از ہر قسم بوے می شوند ونظارہ دیدار پر انوار وے می
کنند۔ مشتمل کلمات بہ نکات ... می باشد و وے از ہمہ فارغ است و بے خبر

دران افتاد گیاہ ہیچ خوردنی و ہیچ آشامیدنی از کس نخواست.. چون می خوراندمی خورد
وچون می آشامندمی آشامد۔ گمانم آنست کہ ہیچ وجہے از وجوہ در طمع وطلب چیزے
حرفے از زبانِ خود تبرآوردہ بل اشارہ ہم نکردہ و در آخر دولتمندے بر سروے
عمارتے نیک ساختہ جمعے از خدام پیدا شدہ خود بخود در خدمت وے قیام می دارند
ولفعے از خلائق برآرند۔ زنِ وے ہم آمدہ در جوار وے خانگی ساختہ وحیلہ پرداختہ
از نذر وفتوح وے روزی مند ومرزوقست۔ من از روز اول حالتِ استہلاک
وے را می دانم۔ طوریکہ وے دارد عقل ووہم از ادراک آن عاجز است۔ من
شنودہ ام از عزیزان سنبھل وسری کہ می گفتند ما دیدہ بودیم کہ اندرین ناحیت جوگی
بودہ است، سال خوردہ، در علم خود کامل۔ وقتے وے را حالے پیش آمد۔ رفت ودر
زیر درخت از درختان صحرا مربع نشستہ وچشم خود بربست واندرآن حالت چنان
فرورفت کہ از خور وخواب، جواب وسوال درگذشت۔ این حال را در اصطلاح
جوگیان ''تاری'' گویند۔ چون مدتے بسرآمد واز حرکات وجنبیدن بکلی باز ماند،
فاختۂ صحرائی درمیان موہاے سروے کہ آن را ''جٹا'' گویند آشیانہ ساخت و
بیضہ ہانہاد وبچہ برآورد۔ آرے وے در ہر شبا روزے یک بار چشم وا کردے و
باشارہ پوست طلبیدے و درکشیدے، آن وقت فاختہ از سر بر پریدے، چون
فارغ گشتے باز آمدے وبرجاے خود نشستے۔ روزے وے گفت کہ مرا از جہان
بباید رفت وگفت۔ '' تا گورے بقدِ آدم بکنند بکندند ودران جادر آمد وہم مربع نشست
ویک نان کلان میوہ آمود پختہ در کنار خود نہاد وفرمود تا آہستہ آہستہ خاک از ہر

طرف ریختن گرفتند و وے از دست خود راست کردن گرفت چون خاک
بر بالائے سَرِ وے رسید و آواز طراق (تڑاخ) از آن میان بر آمد چنانکہ ہمہ
حاضران شنیدند۔ چیلہ خاص وے خاک را بسرِ وے یکسو کردہ دید کہ درمیان
تارک وے یک سوراخ شدہ است۔ پدر من گفتے کہ من خورد سال بودم و این
واقعہ را شنودم و نام آن جوگی ہم گفتے لیکن بیادم نماندہ۔ من شنودہ بودم پیش ازین
بدہ سال کہ بہ فرسنگے سنبھل سناسی (سنیاسی) پسرے در صحرائے صبوہ (صبحہ)
زدہ و سر بر زانو آوردہ ماندہ و از جائے کہ بودہ برنخاستہ و نخوردہ و نیاشامیدہ و بخواب
نہ رفتہ و سخن نگفتہ تا دو سال۔ مردے کہ وے را بار بار دیدہ بودند می گفتند چون شیر بچی
بوے بُردے وے سر بر آوردے و نگاہے کردے و بس۔ بالائے سر وے ریزکے
چیزے (چھپرے) سایہ ساختہ بودند و بر دوش وے کمبلے انداختہ گاو آن را دزدے
بُردے و دیگرے کسے انداختے۔ مرا شوق دیدن وے غالب آمد خواستم کہ بوے
شوم۔ درین اثنا شنیدم کہ چون وے شہرتے یافت جمعے سناسیان از روے حسد
کشان کشان بجائے بردندش۔

شاہ بھیکا دہلوی

مجذوبیت با متقی و تصرف و ہیبت و وقار۔ اوایل در نواحی شہر می گردید و ہر چہ
بر زبانش می رفت می گفت و اندران ہذیان بعض سخنان بے خار می فرمود کہ شاہد
قدرے بودے شبے شخص من در آستانہ خواجہ بیرنگ بودم مرا گفت بیا، درین نزدیکی

مجذوبیست وے را بہ بینم، رفتیم و در حظیرہ یافتیم۔ شیخ من ہر چہ از وے پرسید فہم جواب داد، بعدہٗ شیخ من گفت نیک مجذوبست۔ شیخ محمد تقی گفت کہ روزے من برہمان حظیرہ بوے شدم بامید تقاولے کہ از وے نوکریٔ من صورت پذیرد و صورت مبارک خواجہ ابرار بدل گرفتم، چون وے مرا بدید بأداے مجذوبانہ گفتن گرفت کہ چیست این نوکری و براے چہ می کنند۔ خدا اسپ براے سواری می دہد و نوکران براے خدمت گاری و این چیست کہ عزیزے سپید ریش را باید (بادِل) خود آوردہ۔ دانستم کہ وے مشرف القلوب است و دیگر بار ہم از وے ہم چنین خارقے دیدم۔ و وے سالہا است کہ نزدیک مسجد شیخ نظام مداری کہ جوانیست سعادت یار نیک کردار با شیخ من نیاز مند، اقامت گرفتہ در سر بازار فیروز آباد و آن مداری بر سر روے عمارتے سنگین ساختہ و نزد آن دکان پرداختہ۔ امروز رجوع بسا مردم سلطانیان بہ شاہ بھیکا است۔ نذور و فتوح کہ بوے می آید از آن ہیچ شعورش نیست و آن مداری آن زر را ہم در کار وے و ہم در رونق مسجد صرف می نماید و خدمتِ فقرا و درویشان کہ اندر آن مسجد می آیند می کند۔ شیخ من گاہ با جمعے از یاران در آن جا می نشیند و آن جا را خوش می دارد۔ و ہمین طور شیخ زادہاے من از روے تفرج آن جا را خوش می کنند۔ من ہر گاہ بد دلی می شوم در آن جا بہ ربائی روم۔ آن مداری بر من لطفے می کند۔ شاہ (بھیکا) ہم لطفے داشتے جد اتمامِ "اسراریہ" سہ سال (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲م) شاہ بھیکا برفتہ از دنیا و ہم در آن نشیمن گاہ خود مدفون شدہ۔ من تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

شاہ بھیکا کہ بود مستہلک چون شرف روز و شب بذات خدای
از مقامِ فنا بدارِ بقا رفت گوی کہ شد زجاے بجای
سال تاریخ او خرد گفتہ بکجا رفت شاہ بھیکا ہای

وہم تاریخ آن مسجد مداری را من گفتم کہ

''مقامِ فیض'' شیخ من خوش کرد

واین قطعہ گفتہ۔ قطعہ

بنائے مسجد پُر فیض کرد شیخ نظام کہ ہیچ گاہ مباد از صداے ذکر خموش
چون سال این عمل خیر جستم از ہاتف ''مقام فیض'' رسید از نداے غیب بگوش

نراین بیراگی فرید آباد

دراصل وے ہندو است از گروہ بیراگیان۔ باحسن و لطافت بود و خوبی و نظافت۔ سرود نیک دل ربا گفتے۔ خود را بلقب جھاجھر شہرت دادہ بود و مقبول دلہا اُفتادہ بود۔ من اندر آن حالت ہم با وے آشنا بودم۔ بس بے تکلف زیستے۔ نوعے از آزادگی در نہاد وے نہادہ بودند۔ روزگارے من اندر دہے از مضافت دہلی می باشیدم۔ روزے وے پیہ کنان آن جا رسید و مرا گفت۔ اسپ خود را بمن دہ تا بغلان جای شوم۔ بے تامل حوالے بوے کردم چون سوار شد مرا گفت کہ من بیراگی فقیرم و بے قید اگر اسپ ترا گرفتہ ببرم و بگریزم چہ کنی گفتم ہیچ نکنم چہ من اوّل این حرف بخاطر آوردہ ام آنگاہ اسپ سپردہ ام اگر خواہی بگریز و ببر۔

وے دریافت کہ مرا دریافتہ است۔ خوشوقت گشت وگفت ''احسنت احسنت''۔
شیخ من گوید کہ روزے من پیش خواجہ ابرار بودم کہ جعفر[1] (جمعہ) نام غلام وے از
خانہ برآمد واز پیش وے بگذشت وے پرسید کجا می روی غلام از روے بے
پرواہی گفت کہ بازی کردن می روم۔ وے مرا گفت این غلام ہیچ از من نمی ترسد
گفتم شما را نیک دریافتہ است، از آن (سبب) ہیبت وترس شما در دلش نیست،
خواجہ ابرار بسیار خوش شد۔ درآن وقتے کہ شیخ من این حکایت می گفت شاکران
قلندر شیرازی کہ جوانیست شیرین کلام، خوش سخن۔ با شیخ من نیاز آور، حاضر بود
این رباعی مظفر کاشی نیک برمحل برخواند۔ رباعی

زاہد بحرم ترا چون ماشناسد بیگانہ ترا چو آشنا نشناسد
گفتی کہ گنہ مکن اندیش زمن این را بگو کہ ترا نشناسد

آخرالامر از این بیراگی راجہ جذبۂ قوی رسید از ہمہ برداشت پاک برآمد وفارغ بال
گشت وبرکنار حوض فرید آباد در مندرے دراقامت وخلوتے گرفت وبحسب عادت
ہندیان گوئی در آمد۔ آشنایان منتبہ (پیشینہ) وے ازین حالت در شگفت شدند
بعضے دوستان کہ محرم وے بودند۔ با محرمان این کار باید وکنایہ آشنائی زدے۔
باغیر آن ہندیان گفتے چنانکہ کسے دریافتے۔ با مسلمانان ہمہ رسوم شان خود را
فراموش کردے وبا ہندوان ہندو بودے ودر حقیقت (وے) از ہمہ فارغ۔ چنانکہ
کبیر[2] جولاہہ کہ گویند در روزگار پیشین اندر زمین مشرق پیدا شدہ بود واشعار ہندی

---

۱ اضافہ از نسخہ ندوہ ۲ درعہد سکندر شاہ لودھی۔ پیدائش ۸۴۲ھ ۔۱۴۰۰ء وفات ۹۲۵ھ ۱۵۱۸ء بعد مقیم

فرید آباد کہ برائے وے مصطبہ ساختہ بودند و ہر مرتبہ از روے اشارہ و کنایہ
ازوے لطفے وعنایتے یافتہ ام۔ در سال ہزار و شصت و دو (۱۰۶۲ھ ۱۶۵۲ء) کہ
من ہمراہی شیخ خود از لاہور بہ دہلی رسیدم شنیدم کہ عبدالواحد پسر خرد من، با مادر خود
بفرید آباد آمدہ است بفاتحہ محمد صادق حنائے مادر خود و درین نزدیکی باز بہ سنبھل می
روند۔ من از شیخ خود رخصت فرید آباد خواستم۔ فرمود از آن طرف تو ہم سنبھل می
روی گفتم نہ۔ چون رفتم آن پسر من بیمار اقو و زبون شد من چند معنی (تنمہ) نذر
گرفتم و پیش آن مجذوب رفتم و عرض حال بیمار کردم نذر بستید و بر خلاف عادت در
لتہ کہ بر سر بستہ بود بربست و در گفت رمجذوبانہ ادا نمود کہ چند برگ توت بر سینہ اش
بنہ بہ خواہد شد۔ من برگ بردم لیکن کسے بروے ننہاد و متعلقان من سنبھل روان
شدند۔ من ہم یک منزل ہمراہ او رفتم۔ چون نحیف و زبون شد، منزل دوم رفتم دیدم
کہ شعورے بخود ندارد من بر وعدہ کہ با شیخ خود کردہ بودم از با پور باز بہ دہلی شدم۔
مادر وے گوید کہ در گڑھ مکتیسر آن پسر را کہ امید زیست نماندہ بود بر سر قبر حضرت
اللہ بخش فرستادم و نذرے بستم کہ اگر وے راصحت روئیداد (روی دہد) ادا نم۔
ہمدران شب شیخ را بخواب دیدم کہ بدو زانو مراقب نشستہ من وے را بنظر شیخ
آوردم۔ شیخ دست برخاستہ در صحت وے دعا کردہ فرمود کہ برگ توت بر شکم
وے بنہ بہ خواہد شد۔ من بحسن پور رسیدہ برگ توت بروے نہادم تا رسیدن سنبھل
بہ شد چون نار این راوقت نزدیک رسید پیش محمد صالح عمزادہ من رفت و گفت
چون بروم مرا در گور کنی و مگذاری کہ ہندوان بسوزند و کلمہ طیبہ را سہ مرتبہ گفت۔ روز

دیگر بیراگیان که طالب وے بودند قبر از خود دور ساخت و بصحراے رفت آن
جا کس بنود و صیحه زده سر در زانو آورده و برفت روز عید رمضان از سال هزار و شصت و
چهار (۱۰۶۴ھ ۱۶۵۴م) بیراگیان بمدد هنود نعش وے را بر آراستند، خواستند
(که) بسوزند، این خبر بمحمد صالح رسید، کمر بست و با جمعے کثیر و جمعے غفیر از قصبات و
اہالی بروے رسید و نعش وے را بزور از ہندوان برکشیده و در باغ خود آورده و غسل
داده و نماز گذارده مدفون ساخت۔ بیراگیان گور وے را مربع سنگین ساختند و
بر آن عمارتے نیک پرداختند باز مسلمانان جمع آمده و آن تعمیر را خراب ساختند و
بطور معهود بر آراستند تا نورے دیگر بر آن ہویدا شد۔ امروز مسلمانان بر سر
قبر وے فاتحه خوانان می روند جز (چند) بیراگیان و ہندوان پنہان پرستش (قبر او)
می کنند۔ من خرد بودم می دیدم که در سنبھل بیراگی بود "اجیت" نام که خود را در پردهٔ
خاکساری و بے اعتباری پوشیده بود و در راه تفویض و تسلیم کوشیده و خود را ملقب بجز و
ہیچ قلتبان شہرت داده۔ روش وے آن بود که سر برہنه و (مجنون) در لباس
بیراگیان اندر کوچه بازار شہر می دیدے تخم خردان چون وے را تنہا یافتندے
پس پشت به سنت رفتندے و بر وے بزدندے تا که مر وے در رسیدے و آن با
... از وے جدا گردندے و وے آن ... را بهم مانع شدے من چون این
تعدی خردان که بر وے می رفت بدیدے مرا بسیار ناخوش آمدے و آنها را منع
کردے و وے خود ذوق پاے افراز بر سر خوردے و ہیچ گرہے بر پیشانی و
... بے نخواستے ... دردمندان راه می گفتند که در این راه نیک دامن گیر

حال ویست۔ چون موسم بہار در رسیدے وے دیوانہ تر گردیدہ و در کوچہ و بازار مستانہ وار بگردیدے واز پئے کودکان بر دویدے لیکن آزارے بکس نرساندے آخر ندانم کجا رفت و چہ شد۔

امروز پیرا گیست اندر ناحیت سنبھل معروف بہ بھکنڈی۔ وے را یک قرن بیش است کہ اولاً در مسجد جامع سنبھل باشیدے و اکنون در کنار شہر می باشید بر پشتۂ "بھولاسر" کہ جائے خوش است و ہوائے فرحت بخش۔ چون وے گرسنہ می شود بر در یکے از ہنودے کہ آشناوے بودی رود و چیزے کہ بے طلب می یابد می خورد و باز بجائے خود می رود۔ من وے را گاہے کہ می دیدم ساعتے (بوے) می نشینم و حرف می زنم۔ راست گو است اندر سخن، ریاضات شاقہ دارد لیکن از توحید بہرہ ور نہ۔ وے اندر تابستان و بارستان و زمستان، روزان و شبان برہمان پشتہ بے ہیچ سائگی و بے ہیچ مایہ گی خوش بسر می برد۔ نہ از ہیچ آشنائے و ہوائی را آرزو دارد و نہ ہیچ جائے و ملجائے را روی وارد۔ نقل است کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام در حالت تجرید و تفرید در بادیہ سخت بصحرائے روباہ بچہ را دید کہ اندر پناہ کلوخے بفراغت نشستہ بود۔ (این) شعر بزبان وے آمد۔

لابن الاوی مــــاوای لیــس لابن المریم ماوای

(ہم در آن مدت یکے را دید بہ بر دو دست آب می خوردوے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کاسہ کہ با خود داشت برشکست چہ ظرف نوشیدنی و خوردنی دست خود است)

ل اضافہ از نسخہ ندوہ

مجذوب مجہول

شاہے بود اندر لباس خاکساری، ماہے اندر ابر نو بہاری۔ نشیمن گاہے وے در پشت
خانہ کلاں بود، بمحلہ بخاریان دہلی متصل برود آسیا، کہ روزگارے اندر کار (در آن
دیار) بودہ است و وے در زیر مقامی کہ بحال خوشی افتادہ می ماند سر و پا برہنہ
زیرے گلیمے در برداشت کسے نمی دانست کہ وے کیست و جائے وے چیست؟ و
چہ نام دارد و از کجا می خورد و چون می گذراند وے ہیچ گاہے چیزے را از کسان
نخواستے و با کس ہیچ حرف نزدے و کس را بیو و میا نگفتے۔ من وے را در آمد و شد
بدیدمے و خوش گردیدمے۔ چہرہ نورانی داشت با وقار و با معنی خبردار۔ اگرچہ ظاہر
وے ظاہر عام می نمود لیکن باطن وے باطن خاص بود۔ در "نفحات الانس" است
کہ مرتعش گوید کہ من ہرگز خویشتن را باطن خاص ندیدم تا خود را بظاہر عام ندیدم۔
و ہم اندر آن کتاب است کہ شیخ الاسلام گفت کہ ابوبکر کتانی صحبت دار خضر بود علیہ
السلام وقتے خضر وے را گفت۔ یا ابابکر ہمہ مردمان ازین جا کہ مرا می شناسند و
من ایشان را نمی شناسم۔ روزے مرا در مسجد صفا (صنعا) بودم و مردم بر عبدالرزاق
حدیث می خواندند۔ در گوشہ مسجد جوانے بودہ بگریبان فرو بردہ، وے را گفتم کہ
مردم بر عبدالرزاق حدیث می خوانند و تو این جا نشستہ، چرا از وی و از وے حدیث
نشنوی گفت من این جا از رزّاق (از اللہ) می شنوم، تو مرا بہ عبدالرزّاق می
خوانی۔ گفتم اگر راست می گوئی بگو کہ من کیم؟ گفت خضر۔ و سر بگریبان فرو برد۔

شیخ الاسلام گفت آن ظریف تر بودے کہ ہم چنان کہ از رزاق بشنیدے از عبدالرزاق ہم بشنیدے چندان کہ از مشائخ ما گذشتہ اند ظاہر ایشان چون خاہر عام بود و باطن ایشان چون باطن خاص کہ شریعت بر تن است و حقیقت بر جان و سرّ۔ انتہیٰ۔ و ہمدر آن کتاب است شیخ ابوعلی سیاہ ہمیر دگفتہ کہ از ہر چہ چیزے بشود چیزے بماند مگر شریعت کہ چون چیزے از آن بشود (کم و زیادہ شود) ہیچ نماند۔ شیخ الاسلام گفت سخت نیکو گفتہ است و آن چنان است۔ شریعت ہمگی خواہد۔ کمی و زیادتی بر شریعت نقصان است۔ شریعت چون آبست آب بمقدار باید اگر بیفزاید ویرانی کند اگر بکاہد ترا سیراب بکند (نکند) مرتعش گوید ہم درین ورق مندرج شد۔[1] شیخ الاسلام گفت معنی آنست کہ حقیقتِ من درست نیامد تا شریعت من صافی نشود۔ من با پدرِ خود وقتیکہ در سال ہزار و بست و نہ (۱۰۲۹ھ ۱۶۱۹م) بہ‌گرام شدہ بودم چنانچہ در ذکر سید تاج الدین بلگرامی گذشتہ عزیزان آن جا متفق الکلمہ می گفتند کہ مجذوبیست صاحب کمال اندر دہلی و بعضے از روے ادب یا از راہِ تحقیق این ہم می گفتند کہ وے قطب وقت است۔ واللہ اعلم۔ لیکن خود را اندر پردۂ خاکساری و بے اعتباری پوشیدہ و در حالت آزادی و نامرادی کوشیدہ۔ در اصل وے از زمین مشرق است۔ چون در شہر خویش شہرت یافتن گرفت از آن جا برکند و غائب گشت والحال آن جا نشان می دہند و بعضے مردم آن طرف وے را نیک بشناختند چون (مگر) از راہِ ادب اورا ظاہر نساختند۔ و گفتند کہ وے در محلہ

---

[1] من ہرگز خویشتن را باطن خاص ندیدم تا خود بظاہر عام ندیدم (نفحات الانس)

بخاریان نزدیک برود آسیا افتادہ است و از خود و از غیر خود آزادہ۔ پدر من
از استماع این جہت خوردن گرفت کہ حیف من وے را نشناختم و در زمرہ سعادت
مندان وے خود را نینداختم، چہ من وے را در آمد و شد بسیار دیدہ ام گاہ باب ہم دو
چار گردیدہ و من بنسبت پدر حیران تر شدم چہ من نوجوان بودم و نمی دانستم کہ
دوستانِ خدا را این چنین حال خستہ و شکستگی باشد و از خدای خواستم کہ باز بدہلی روم
و بدیدار وے مشرف شوم۔ بآخر چون با پدر روانہ بدہلی شدم ہر دو خوش امیدوار
بودیم کہ وے را خواہیم دریافت و پدر من از من زیادہ تر مشتاق بود۔ چون بدہلی
رسیدیم وے را ندیدیم، پرسیدیم کجا رفت و چہ شد کس نشان آن نداد کہ کجا رفت و
چہ شد۔ ہر گاہ بدان و چہ محروم شد با خود می گفتم ۔ اے دریغ قدر اولیاء کس نمی داند
و این رباعی موافق (حال) افتاد۔

رباعی

بگذشت بہار و ما بسی باغ نزدیم — در سایۂ گل یک مژہ خوابے نزدیم
در آمد و جوی عمر و ما بے خبران — بر دیدہ بخت مشت آبے نزدیم

شاہ آدم سنبھلی

مجذوبیست آزاد و مجرد۔ از کس چیزے نخواستے۔ اگر کسان نقد یا جنس دادے
دادندے نگرفتے و نہ جنس نگردے۔ با خود خوشی داشتے مستانہ گردیدے چون
گرسنہ شدے نانے از دکان برداشتے و دہان جا نخوردے و نان باقی از آن نان
بدیگرے بخشیدے گشتے۔ و نانبایان آرزو داشتے این معنی کردندے۔ پس از آن

از دکان کلالے کاسۂ سفالے برگرفتے و آب بخوردے و کاسہ را بر شکستے۔ وفاتِ وے در سال ہزار و پنج ہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) است و قبر وے پیش مسجد بازار سنبھل۔ پیر کمال سنبھلی گوید کہ من معتقد وے بودم و وے بر من لطفے و عنایتے داشتے۔ روزے عرض کردم کہ مرا آرزو است کہ صاحب اسپان و سرو سامان شوم۔ وے گفت یک اسپ بس است۔ ازان باز تا امروز سرو سامانے نیک بہم رسیدہ چنانکہ با مردم تجارت اسپان وغیرہ کردہ ام لیکن در پیش من از فرمودۂ وے از یک اسپ زیادہ نشدہ است۔ و ہم وے گوید کہ اگر کسے بہ نیت بر آمدن مطلبے و مراد وے نانے وغیرہ بہ نذر وے بردے اگر آن کار شدنی بود آن را بستدے و گرنہ نگرفتے و این معنی بارہا بوقوع آمدہ بود۔ گویند شبے وے در عقب خانہ جولاہہ خزیدہ ماندہ است۔ پگاہ آن جولاہہ از غصہ کہ تمام شب پر شدہ بود آمدہ لگدے زد از ہمان زمان بدان پائے کہ زدہ لنگ گشتہ است و تا آخر حیات لنگش نرفتہ۔ نیز گویند کہ شخصے احمد نام شنید کہ وے بیرون در ایستادہ است طعام بشیرینی کہ بہ نذر بزرگے می پختند فی تحہ خواندہ بوے آوردہ۔ زنِ احمد درون خانہ از معنی بد بردہ است وے در بیرون با احمد گفتہ کہ زن تو اندرون بدی برد۔ چون احمد بخانہ رفتہ وے آن طعام را در زیر خاک دفن کردہ است و بدر جستہ و در ہمان ایام آن زن برفتہ از دنیا۔ من پس از رفتنِ وے افسوس کنان گفتم کہ دے را دیدم و قدر وے راشنا ختم۔ چون در فقدان دولت مجذوب مجہول موافق افتاد کہ "النعمة اذا فقدت عرفت" چون بیاد می آوردم بے تعینی و آزادی وے کہ شبہاے زمستانی خواب گاہ وے

برسر تنور بود این شعر استاد ے بیاد آمدے۔ قطعہ

شنیدۂ تو کہ محمود غزنوی شب وے نشاط کرد و شبش جملہ در سمور گذشت
یکے فقیر در آن شب سر تنور گزید شبے تنور بر آن مستمند عور گذشت
پگاہ نعرہ بر آورد و گفت آہ محمود شبے سمور گذشت و شب تنور گذشت

چون بیاد آوردم کہ آدم بغیر از لنگی با خود نداشت۔ گاہے لنگ ہم بر انداختے و خود را
عریان ساختے و سخن کم گفتے مراد رین معنی این ابیات رباعی استاد بیاد آمد۔ رباعی

لنگ می باید بود گنگ می باید بود آزاد ز قید لنگ می باید بود
(یک حرف ز درس عشق می باید خواند فارغ ز کتاب جنگ می باید بود[۲])

گویند مجذوبے بودہ کہ غیر از لنگ با خود نداشتہ، چون وقتِ وے فرا رسید آن لنگ
را از سر خود بر کشیدہ بدست گرفت و روے سوے آسمان کرد و گفت۔ این متاعے از
دنیاے تو داشتم، بر گیر، بیند اخت و برفت۔ شیخ نعمت اللہ شیخی گفتے کہ مجذوبے بودہ
اندر دہلی، فہیم باہوش۔ غیر از لنگ ہیچ چیز با خود نداشت۔ گاہ باطرفِ قبور مشائخ
شدے۔ روزے لنگ ہم بر انداختہ و عریان خوش خوش بزیارت قبرِ شیخ نظام
الدین اولیاءؒ می رفت۔ من وے را دیدم پرسیدم کہ شاہا! این چہ حالت، خندہ
کرد و گفت امروز بخاطر رسیدہ کہ جرید باید رفت و اینک می روم

برہنہ گان طریقت بہ نیم جو نخرند قباے اطلسِ آنکس کہ از ہنر عاریست

۱؎ در نسخۂ ب ... ۲؎ این بیت اضافہ از نسخۂ ...

میر عماد

ن ندانِ سیادت ونجابت وے بسیار بزرگ است و دودمانِ شرافت ولطافت
وے نیک بزرگ۔ وے ہروی الاصل است۔ از مشاہیرِ روزگار وبےنظیرِ زمانہ۔
ہمت وسخاے وے زیادہ از انست کہ بتحریر درآید۔ ومروّت وفتوتِ وے بالاتر از
انکہ بگفتگو درگنجد۔ حیا وشرمے کہ اندرویست وخلقے وکرمے کہ وے دارد، موافق
این شعر اوستاد است۔ قطعہ

ہر کس کہ نزد خلق بگوید کہ سیّدم باور مکن اگرچہ بود فی المثل ولی
سیّد کسے بود کہ ہویدا بود ازو خلق محمد و کرمِ مرتضیٰ علی

گویند روزگارے وے در ہنگام اوجِ دولت خود داد و دہش کہ کردہ و مالے
کہ بتصرف درآوردہ از دولتمندان جواد سلف وخلف بظہور نیامدہ۔ فضایل وخوبی
ہاے وے زیادہ از تقریر و بیان است و والاتر از شرح وامکان۔ وامروزہ رابطہ
شیخ من رابطہ تو و دوطریقۂ مناسبت واتحاد مستحکم است۔ وصبیۂ وے نجانۂ خولجہ
کلمۃ اللہ پسر میانہ شیخ من است وصبیۂ شیخ من بجانۂ میر مفاخر حسین پسر وےست
چنانچہ در ذکر شاہ دولہ گذشت وشمۂ احوال میر جعفر کہ از بزرگان ایشان بود۔
صاحبِ کمال ومکمل در تکمیل در ذکر شیخ نظیر علی گذشتہ است و (دیگر) پسران میر
عماد ہم بافہم وفراست واہلِ لطافت ونظافت اند لیکن من بآن میر مفاخر حسین

۱؎ تخلص آن عاقب است۔ بحوالہ ریاض الشعراء۔

آنکھیں کوں تور دارن کوں نجوردا مسوانی تیوردار جہد سات پانچ وے
ہی ہی کے بھی بانجہ دہی وہی بانج باجے گریہ بتا پانچ پہلوی پانچ وے کا رنج
رے۔

وے بسیار محظوظ شد وشبے بار دیگر در خانقاہ شیخ من باوے صحبت اشعار ہندی بمیان
آمد۔ من رسالہ ''پیم چرت'' و ''پیم اشیک'' و ''پیم ادتن'' خود بروے خواندم بسیار
خوشوقت شد۔ یکے از جوانان شعر فہم وشعر گو ابومنصور بن محمد ابوبکر نصیرالدین محمد
شریف خانست کہ ذکر شان گذشتہ و وے معروف بحراری است و رسا تخلص می کند۔
جوانیست بافہم و فراست و ہمت و فتوت و از سلطانیان معزز۔ وے داماد شیخ من
است و مقبول شیخ من۔ بر من لطفے و عنایتے دارد۔ این شعرے چند است از وے

مخواہ بلبل شوریدہ سر خطاب از گل کہ نیست ہیچ بجز خامشی جواب از گل
زبس خجل شدہ از تاب عارضت چہ عجب کہ بے مضائقہ حاصل شود گلاب از گل
زلفت ز ابتریست ربودہ قرار ما گوید کہ ہست ترجمۂ روزگار ما
گلہائے داغ تازہ شود از سموم ہجر ہرگز خزان پذیر نگردد بہار ما
در فرقت ز فرط درازی و تیرگی تصویر زلف تو شدہ شبہائے تار ما
لب تشنگان عشق نخواہند آب خضر این طائفہ زچشمہ مہ آب خوردہ اند
می دہد پند حبابت توازان غیرت مگیر کہ چو پر باد شوی دہ دہد برباد ت

۱؎ در نسخۂ ندوہ ''گیر''

مشفی سنبھلی

فہیم وظریف، نیک منظر ولطیف وخوش طبع و وسیع مشرب بود۔ وے با فقرا و اغنیاء
نسبتے، مقبول دلِ درویشان بود و مطبوع خاطر صفا کیشان، ہرگاہ کہ وے در صحبت
دولتمندے بودے در کار غربا و مساکین و انجاحِ مطالب شان دریغ نمودے و
اغنیا۔ و دانشور وے را بمحبت تام با خود داشتندے و از مصاحبت خود
جدا نگذاشتندے کہ غایت شیرین سخن بود و شکرین کلام۔ اگرچہ وے تحصیل علوم
غریبہ نکردہ بود لیکن از راہ خوشگوئی و خوش خوئی در مجلس علماء و فضلاء داد سخن دادے
چنانکہ ہمگنان را پسند افتادے و معلوم است کہ اندر محافل صوفیہ محققین و خسروان
باریک بین و ارباب دولت و فطرت و اصحاب فضیلت و خبرت ہمین سخن مناسب
حال و مطلوب است۔ درین وقت نقلے از کتب نحو بیادم آمد چہ مصرعہ

متاعِ نیک ہر دوکان کہ باشد

گویند پیش یکے از راجہاے ہند در فضیلت مہا پنڈت و سبھا پاتر (مہا پاتر) بحثے
افتاد و وقتے مہا پنڈت را برتر می گفتند و فرقہ سبھا پاتر (مہا پاتر) را۔ راجہ گفت مر
۔۔ را امتحان می نمائم تا آن چہ ہست خود بخود واضح شود۔ راجہ بگوشہ رفت و پنہان
از نظر باریکے [illegible] گشتہ [illegible] در خرقہ با پیچیدہ و در خریطہ ہاے زرین ملفف
انداختہ [illegible] آن [illegible] خود نمودہ آوردہ یکے را حوالہ مہا پنڈت کرد بفلان راجہ
[illegible] سبھا پاتر (مہا پاتر) سپرد کہ بفلان راجہ ببرو زیادہ ازین ہیچ نفرمود

و رخصت نمود۔ چون مہاپنڈت بدان راجہ رسانید، راجہ وا کرد دید کہ خاکستر
است۔ در شگفت شد، گفت چیست؟ پنڈت گفت مرا ہیچ نگفتہ اند غیر از
رسانیدن۔ حاضران گفتند کہ این از قسم سحرے خواہد بود۔ راجہ بہم برآمد و آن پنڈت
را زدہ، بدر کرد تا وے خاسر و خائب گردیدہ و محنت ہا و پریشانی ہا کشیدہ باز آمد و
حقیقت ظاہر شد امّا چون سبھا پاتر براجہ دیگر ببرد۔ راجہ وے را وا کرد، دید کہ خاکستر
است۔ پرسید این چیست؟ سبھا پاتر برفور گفت کہ راجۂ ما در فلان شب ہوم
(ہون) کردہ بود۔ جمیع راجہ ہاے آن جوار و جمیع ہمسران آن دیار جمع آمدہ بودند و
آن شب بخوبی بسر آمدہ بود۔ چون شما دوردست بودہ اند من سب ندانستند تقدیم
داد ہمین تبرک آن شب بدست من فرستادہ اند۔ راجہ ازین معنی خوشوقت گشت و
سبھا پاتر را نیک بنواخت و بعزتش رخصت ساخت۔ شیخ سعدیؒ قدس سرہٗ در
گلستان می آرد۔ ''دروغ مصلحت آمیز بہ از راستیِ فتنہ انگیز''۔ درین جا حکایتے
بیادم آمد کہ پیش ازین بچندین سال من لشکریِ رستم خان دکہنی بودہ ام۔ شیخ نجم
الدین لونی شکریِ امیر دیگر بودہ و میان آن دو امیر خرخشہ پل بمیان بود و ما ہر دو
وکیل شدہ در حضور حاکم دہلی آمد و رفت داشتیم و من طلب رائے از وے می کردم،
چہ حق بجانب من بود و وے پاک منکر می شد و مرا دروغی می ساخت۔ روزے من
بخانہ وے شدم و در خلوت بوے گفتم۔ شیخا! من بشناسم ترا کہ دین داری و نیک
کرداری، از براے خدا راست برگوی کہ میان من و تو حق بجانب کیست؟ گفت
بجانب تست۔ گفتم پس پیش حاکم چرا این چنین اقرار نمی کنی و چون مرا دروغی می

سازی۔ گفت آقائے من۔ مرا کارے فرمودہ کہ بکن آن را می کنم خواہ آن کار راست باشد خواہ دروغ۔ من ازین معنی محظوظ شدم۔ و حکایتے اندر حکایت بیادم آمد کہ در ایام جوانی ماجرای خود را بر دیگرے بستہ ام، این است۔ حکایت منظوم

نوجوانے بود رہ رو، رازدان　　پیر در تدبیر و عشق اندر جوان

ناگہان روزے زنے خوشروے مست　　پیش روے آنجوان رفت و نشست

رو برو باہم دو چشمش چار شد　　میل دل ہر دوشان لاچار شد

از دلِ زن عشق گشتہ شعلہ زن　　چون توان ماند نہان مشکِ ختن

زخمہائے عشق پنہانش فتاد　　اخگرے در خرمن جانش فتاد

گرچہ عشق اندر دلش برپا نشست　　لیک در ظاہر باستغناء نشست

دلبرا در دل بردن پروا نبود　　آشنا از دل برون بیگانہ بود

از درون شیرین برون تلخ ریز　　از درون گنجے و بیرون مار تیز

از درون گل گل شگفتہ و باغ باغ　　وز برون شد خار خار و داغ داغ

آن جوان القصہ پیش آن نگار　　گشت چون تصویر از حیران کار

گرچہ آن زن آمدہ ہندو نژاد　　لیک با اسلام کارش اوفتاد

کفر و اسلام آمدہ بہم کمال　　ہر دو را یکسان شدہ حال و مقال

شیر و شکر چون شود یکجا بجام　　در شہودت یک بود گرچہ دو نام

چوب اخگر را بگردان حلقہ وار　　حلقہ ہا از وہم آور در شمار

ہمچنان وحدت بکثرت عین یکی　　آنکہ کثرت عین وحدت بے شکے

باز آیم بر سر این داستان کرد اشارت آن زنے با آنجوان

کای جوان در سوی روے من بہ بین دامن خود را ز کوے من مچین

ننگ و ناموس مرا بنگر کہ چیست تو کدامی من کدام و عشق چیست

بہر وصل من بسوے من بدَو داد سوگند خودش گفتا برو

اللہ اللہ این سخنہا از کجا است ہمچو جنگ زرگران کارے بجا است

با چو یوسف کرد با آن داوری داد وے را درد بہر یاوری

ہر رازاست این سخن عین است وعین عین را دریاب فارغ شو زشین

پوست کندہ گفتم و حرفیست نغز پوست را بگذار و بنگر کار مغز

بلکہ می بگذار مغز و پوست را تا نہ بینی ہیچ غیر دوست را

اے کمالؔ کار تو این است واین این بخوان واین بدان واین ببین

وہم از آن شیخ نجم الدین کہ مردے راست گوی بود و نیک معاملت، نقلے خوش یاد دارم کہ می گفت۔ ہیزدہ سالہ بودم با حسن ولطافت۔ شبے آواز زنے بگوش من رسید کہ می گوید "من عاشق روے توام اگر بگوئی ظاہر شوم" من پرسیدم کہ چہ کسے است و چند یست (چند شب) در خلوت آنچنان می گفت۔ آخر گفتم اگر مرا ضررے از تو نرسد ظاہر شو و وے قسم عظیم یاد کرد کہ ترا آزار نرسد و ظاہر شد بحسن و خوبی و دلبری و محبوبی و سخنانِ عشق و محبت بمیان آورد و گفت مدتیست کہ من ترا بہ بینم و فریفتہ توام لیکن بملاحظہ وہم و ترس تو ظاہر نمی شدم۔ القصہ مرا ہم بوے تعلقے پیدا شد و ہر روز در خلوات بہم صحبت می داشتیم۔ روزے بوے گفتم کہ اگر گاہے

بطور خود ترا خواہم کہ ببینم چون کنم۔ گفت این کریمہ را ہر گاہ بخوانی حاضر آیم'' و
قال نسوۃٌ فی المدینۃ امراۃ العزیز تراود فتاہا عن نفسہ قد شغفہا
حباً ''الآخر۔ پس وقتے کہ در خلوات می خواستم کہ بیاید این آیت می خواندم برفور
حاضری شد و مدت ہا اندرین عشقبازی پاک خوش می گذشت و اسرار نہانی از عالم
جنیان و اطوار ایشان نیک شنیدم و تماشہاے عجیب غیب پوشیدہ ملک لاریب بسیار
دیدم۔ روزے وے مرا گفت کہ امشب در قبیلۂ من شادیست، اگر بگوی تختے بر
سر جنیان آوردہ بیارم و ترا با خود ببرم و تماشاے عجیبے نمایم چون از طرف وے ہیچ
واہمہ بخاطر نماندہ بود گفتم آرے۔ وے رفت و در ساعتے تختے را بر سر جنیان
آراستہ آورد ہر دو نشستیم و در ساعتے از قصبہ لونی تا آنروی دریاے جون نزدیک
بعمارت جہان نمای فیروزی در ہوا رسیدم و در گوشۂ جنیان بر تخت نشستہ
تماشاہاے غیر مکرر آنان کردم۔ عجب غوغاے و عجب سرودے و عجب صحبتے بنظر در
آمد۔ عقل و وہم حیران می شد۔ درین اثنا بعضے جنیان آمدہ ایستادہ شدند و با خودمی
گفتند نیک دوست ''زینب'' آمدہ است و نام وے زینب بود۔ و طعام لطیف از
ہر قسم آورد بخوردم، پان و خوشبو آورد من بسیار محظوظ شدم تا دل شب رسید۔ وے
گفت مرا ہر گاہ خاطرت (خواہد) برخیز و بگو کہ بخانہ ات باز رسانم من تا پایان
شب تماشا کردم و سحرگاہ چنانکہ رفتہ بودم باز آمدم۔ القصہ چون شش ماہ بگذشت
و اندر عشق بازی امتزاز (انبساط) بکمال رسید۔ مردمانِ قبیلۂ من از خلوات
کردن من و مشاہدۂ گردان رنگ روے من کہ بزردی مایل شدہ بود، در شگفت

شدند و بجد گفتند کہ ترا چہ پیش آمدہ است کہ حالت دیگر پیدا کردہ۔ من رازِ خود را بکس بازنی گفتم کہ زینب مرا گفتہ بود ہرگاہ این سِرّ فاش کنی، دیگر مرا نیابی، تا کار بجاے رسید و بجاے کہ مرا نامزد کردہ بودند و ایامِ نکاح نزدیک رسیدہ۔ آن مردم خرخشہ پیش آوردند یعنی من زنے را در خلوتے می خوانم و ازین سبب خواستند کہ آن نسبت را فسخ کنند۔ چون مرا تنگ آوردند بے اختیار عشق بازی پاک خود را بدان جنیہ ظاہر کردم و پشیمان شدہ در خلوت رفتہ بر بستر دراقتادم۔ درین اثناء زینب بغضبِ تمام درآمد و طمانچۂ سخت بر روے من زد و گفت اے بے نصیب چرا راز ما و اساختی و درین چنین صحبت فتور انداختی و برفت، پس ازآن باز ندیدم۔

مشغی اشعار پارسی و ہندی دارد و ہندیٔ وے بہ از پارسیٔ وے گویند واین چند شعریست از ہردو زبان وے۔

بہر جذبِ یار تعویذ و دعا درکار نیست | میل دل از سدرہ آرد بر زمین جبرئیل را
رخش بچشم سپرداست گنج خوب را | برو بزاویۂ دل کہ پاسبان مست است
نالۂ مرغ چمن زمزمۂ خوشی لیست | نالہ آنست کہ از مرغ قفس می شنوم

رباعی

آنکس کہ بعشق بستہ پیمان درست | در کفر نہان ساختہ، ایمان درست
دارد بخلاف روش بوالہوسان | صد پارہ دلے زیر گریبان درست

قطعہ

نار گویند ہندوان زن را | گر تو مرد رہی از و زنہار

در کلام مجید واقع شد وقنا ربنا عذاب النار

دوہرہ

جی نجر تو جارون جنسہ جادن بچھرپے
کہت نہ کہتیوات کہت بھی ہے بہنوبنت ہے
جب وے نوین چت چدہت کنت کہیا جن سوانس
پریت برلے برن کی کثرت جنہ منہ بہانس

ارن برن دوری بنتے بجنے پیم مجتہ — پرکت پتن لال کے دکی جانت سبہ دینہ
نیہ وتن تج بہت ہے بات منددرت میت — پیم کے کہو دکہے دبادہ واری بہت
ہم تہرن کرتار دودھ وماہے بانہہ رباتہہ — اووانت دہ تہر رہو ہم سب اونہہ جانت

چون شیخ من دوہرہ اخیر راشنید خوشوقتی نمود و فرمود چہ عجب کہ کاروے از ہمین شعر شدہ باشد۔ در ملفوظات مولانا زین الدین محمود کمانگر مسطور است کہ فردوسی طوسی را باین بیت وے بخشیدند

مشو نومید از فضل الٰہی مدہ بر بخل فضل او گواہی

خواجہ محمد یعقوب پسر خواجہ محمد صادق حلوائی شیخ من کہ جوانیست فہمیدہ و سخیدہ فتنہ خود دیدہ را تاریخ نوشتہ است بعبارت شرین۔ و اندرین تاریخ من فقیہ حاجزرا ہم آوردہ و نسبت من ہم نوشتہ کہ شعر ہندی وے بہ از فارسی ویست۔ چنانچہ کہ فضلہ بہ نسبت مشقی نوشتہ اند و من اشعارے از ہر دو زبان وے نوشتم۔ (نمون) شعرے چند از خود ہم درین جا بنویسم در ہر دو زبان وانیست رباعی

تا عشق نواخت ساز عود دلِ من　　چون عود بسوخت تار پود دلِ من
می سوزم و می سازم و می نالم وخوش　　انیست درین جناب سود دلِ من

دنیا طلب اے وائے کہ در چہ ماندہ　　عقبیٰ طلب افسوس کہ در رہ ماندہ
مولا طلب الحمد کہ آن ہردو گذشت　　خود ہم زمیان گذشت و اللہ ماندہ

رباعی

مستیم ز بادہ نہ جامش پیداست　　صیدیم نہ دانہ و نہ دامش پیداست
پیوستہ ہمہ بے سر و پا راہ رویم　　بر ہیچ کہ بے نشان کہ نامش پیداست[1]

رباعی

تا چند بعلم و قیل و قال و شر و شور　　مغرور شوی چو جلبے بآواز زور
خود را دریاب تا کہ مانی کر و کور　　تو دریاے نہ بسان کد و تور
نگاہِ من بفراق تو ماندہ شد کامروز　　ز دیدہ تا سر مژگان ہزار فرسنگ است

دوہرہ

سندر نار وچتر ہے سکت لیو من لوٹ　　جو من بہاوے سو رہے باکی بڑھ ہوت
سر بس اب تو سو ہونت نا کرے لسند اپنی　　دیو کی بی ہے کا کت مد ربانی بہونس تی
باواتت نمران ایک بنی من کی ہونت سبھ دین　　من مند چہ جبن تن بتن گند ہکد دیکہ
جیوتن لاگے پران برانن مند سون دیکہ

---

[1] این مصرعہ در نسخہ ندوہ باین طور نوشتہ است "بر ہیچ کہ بے نشان نہ نامش پیداست" مگر نزد من باین طور بہتر است "بر ہیچ بے نشان نہ نامش پیداست"

دوہرہ

دوئی لکھوں تو دوی نہ وہی کہوں بجتی دوی

اوہیں کہوں تو ایک ہی کہوں جو ہوئی سو ہوئی

گویند شبے بہسایہ مشتی بوے آمد و گفت۔ زن من درد زہ دارد، عزیمتے و تعویذے کہ
می دانی بنویس وے ہیچ تعویذ نمی دانست۔ این بیت بخوش طبعی نوشتہ بوے داد کہ

الٰہی غنچہ امید بکشای گلے از روضہ جاوید بنما

شیخ عبدالمومن سنبھلی گوید کہ این نوشتن از تصرف وے بود و است و وے در دفع
درد زہ مرا ہم بدان بیت اجازت دادہ و تجربہ رسید۔ گویند روزے مشتی در اوایل با
صراحی شراب و پیالہ در پیش داشتہ است و بخوش طبعی گفتہ کہ از صراحی و پیالہ لفظ آب
برمی آید چہ صراحی "الف" است و پیالہ "با"۔ ظریفے گفتہ کہ آن وقتے راست می
آید کہ با الف آن۔ با۔ مد، باشد۔ وے گفت "مد" درمیان است چہ "مد" بزبان
ہندی شراب را گویند۔ فقیہے سادہ دل علاج مرض خود را از وے پرسیدہ است وے
گفتہ کہ پارہ قند سیاہ و پوست مغیلان و قدرے آب ہم در ظرفے انداختہ و
چندے بجائے گرم نہادہ عرق برآرد و بخور بہ می شوی فقیہ سادہ ندانست کہ این
چیست؟ چنان کردہ خوردہ بمدرسہ آمد و چون بوے آن بمشام تلامذہ رسیدہ متحیر و
متعجب شدہ اند و سبب استفسار از او پرسیدہ لیکن چون از مدرسہ بعلت بسامہ خلائق
رسیدہ۔ (خندہ آوردند) در صفت صوفی شیخ احمد ہروی خوب گفتہ۔ دوہرہ

اسب مسجد بولے کس بوت ہو گند احمد ورے تاو، نہ آئے آوے ستد

چون نام مشفی شیخ ماکھن بود۔ وے راپسرے بود نہ چو وے۔ گویند روزے ظریفے
بوے گفتہ کہ تو خود ماکہن شدی پسرِ تو دوغ ہم نشد۔ وے گفت چہ می گوی پسر من
کھوا شدہ است۔ من مشفی را چند بار دیدہ ام واز ادائے خوش نمائے وے خوشوقت
گردیدہ۔ روزے وے رادر ہنگامۂ تماشہ گاہے دیدم، باجامۂ نیل زدہ وچہرہ رنگین
کہ با مصاحبانِ چند در نظارۂ حسن و جمال خوشحال می گردد وحال آنکہ وے کلان
سال بود۔ من دل از تماشہ برداشتم و بدیدار وے مختصر ساختم۔ گویند وے راہمسایہ
بودہ است عمر نام، قد دراز داشت وعمر راہم من دیدہ ام۔ در بیماری آخر وے
بعیادت (وے) رفت۔ وے گفت۔ بیا اے عمر دراز بوداع آمدہ و برفت اندران
بیماری روز پنجشنبہ عاشورہ از سال ہزار وی ویک (۱۰۳۱ھ ۱۶۲۱م) وتاریخ ویست
"خوش فہم" شیخ مرتضٰی سنبھلی گفتہ کہ بعد وفات شیخ ماکھن من بغسل حاضر شدم، دیدم
کہ در وقت آب ریختن تہ بند وے واگشت۔ وے بہ دو دست خود را بہم آورد
چنانچہ باید در پوشیدہ از مشاہدۂ این حال حاضران در شگفت آمدند پس از آن وے
چشم ہائے خود را وا کشاد و نیک نگاہ کرد و باز بست۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخی سنبھلی

وے خواجہ بیرنگ را دیدہ است در روضۂ شیخ کبیر کلہ روان چنانچہ تشریف آوردن
ایشان بسنبھل در ذکر سید محمد سرسوی ایراد یافتہ است۔ و وے بزرگان دیدہ ر
تاریخے نوشتہ است مسمّی بہ "بحر العمیق" دران نوشتہ کہ چون مراد اعیہ این راہ پیدا

شد از شیخ عبدالرحمن سنبھلی تلقین ذکر گرفتم و مدت دو سال ورزش آن نمودم فی الجملہ جمعیتے دست داد۔ پس ازان از شیخ جدا گشتم۔ در احوالِ من فتورے رفت۔ خرابیہاے عجب روی نمود۔ و اللہ استاذ

باغبان بگذاشت تا بیرون برم گل از چمن نکہتے ورزیدم و آنہم صبا تاراج کرد

خدا بدستِ من آن طرّہ دوتا نگذاشت غریب سلسلہ داشتم خدا نگذاشت

دوازدہ سال سرگردان شدم و بصحبت اغنیاء افتادم۔ ہواے حیوانی و استیلاے نفسانی بطرف دیگر انداختہ و پریشان و آوارہ ساخت۔ بعد ازان شیخ تاج الدین سنبھلی را در برہان پور ملازمت کردم۔ چند دستہ پان و حقہ نقرہ پر از چووہ (چونہ) نذر بردم۔ شیخ پان و چونہ قسمت فرمود و حقہ را باز بمن عطا فرمود کہ تو مفلس می نمائی برگیر۔ گفتم شیخا! افلاسِ من ازین حقہ بر طرف نشود، تا قبول کرد۔ روزے شیخ از روے لطف مرا فرمود کہ تو از اولادِ شیخ کبیر کلکہ روان و ما از تربیت وے بہرہ یافتہ ایم اکنون تو خرقہ از دست ما بپوش و رو بغربت آر۔ گفتم، شیخا! اگر می دانی کہ پاے من اندرین راہ مستقیم خواہد ماند و نخواہد لغزید چنان کنم۔ ازین سخن روی درہم کشید و گفت مارا این علم نیست کہ ابتدا و انتہاے مرید کشف کنم و خبر از خاتمہ کار وے دہم و خرقہ موقوف شد و من آمد شدی داشتم تا شبے بعد از نماز تہجد مرا طلبیدہ تلقین ذکر فرمود و ترغیب بطریقہ نقشبندیہ و سلوک حضرات (نقشبندیہ) نمود۔ چون از شیخ جدا شدہ و بمن باز آمد۔ آن زمان نیز قناعت و انزوا نصیب نشد و توجہ بشعر و شاعری نمودم و بہر مہر زمانہ در کشمکش افتادم۔ ہمانا در ہمان ایام مشفقی سنبھلی

موافق حالِ وے این رباعی ظریفانہ ومحتمل گفتہ۔

شیخی کہ بدل تخم ریا کاشتہ است　　دنیا ہم بگذاشتہ پنداشتہ است
دارد زر وسیم واسپ وقصر واسباب　　جز ریش دراز ہیچ نگذاشتہ است

وہم شیخی در ''بحرالعمیق'' نوشتہ کہ امروز چہاردہ سال است کہ توبہ من استقامت یافتہ ودر گوشۂ غربت ونامرادی بسر می بردم قطعہ

شیخی اندر زمان اکبر شاہ　　عیش وعشرت بکام دل کردم
چون جہانگیر بر سریر نشست　　طبعِ خویش معتدل کردم
عمر چل سالہ در گناہ گذشت　　توبہ اندر ہزار و چل کردم

وہم وے نوشتہ کہ من شیخ احمد سرہندی را دیدہ ام وسخنان شنیدہ وبہرہ ور گردیدہ وہم چنین پیر شیخ میرٹھی وشیخ بدیع الدین سہارن پوری وشیخ موسیٰ سرہندی را دریافتہ ام وازیشان حکایاتِ نیک مسموع شدہ، ہر ہمہ دوستان خدا بودہ اند۔ شیخی، شیخ م ادر دہلی دیدہ است و نیاز پیش آوردہ۔ شیخ من وے را می گوید کہ کسے خوب بودہ۔ چون وے بیمار شد۔ روزے از سر افسوس گفتن گرفت کہ موسم بہار در رسید، دریغ کہ (سرود) نسبت نشنیدم وگفت بر جنازۂ من خواہند گفت۔ من درآن وقت بوے رقعہ نوشتم در استفسار احوال وخوشنودی ایزد متعال۔ وے در جواب نوشتہ کہ زحمت حبس بول لاحق است اگر خدا خواستہ است بہ شوم والا رضاے خدا می خواہم ہرچہ بادا باد۔ برادر حقیقی وے شیخ علاء الدین کہ پُر ذوقست وبا شیخ ابدال پدرِ خود کہ ذکر وے گذشتہ صحبت داشتہ وبہرہ برگرفتہ پس از آن (با) شیخ قاسم،

و شیخ طا صحبت داشتہ۔ و شیخ معین الدین و شیخ قطب الدین کہ مردے نیکند طبیبے را (طلبیدہ) خواستند کہ علاج وے کنند (کند) وے گفت۔ ہاں اے برادران اگر خدا خواستہ است خود بخود بہ شوم لیکن طبیب را شرمگاہِ خود نمودن و باین علاج خلاص بول (مرا) خوش نمی آید و وے رفت از دنیا در سال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ ۱۶۴۷م) و بر جنازۂ وے سرودِ نسبت گفتند و مدفون ساختند در جوار روضۂ شیخ کبیر کلہ روان۔ نام وے شیخ سعد اللہ است و تخلص شیخی۔ من در تاریخ وے این قطعہ گفتم۔ قطعہ

صاحب فضل و زبدۂ شعرا — نادر عصر شیخ سعداللہ
نظم و نثرش بغایت شرین — بود خوش فہم در سخن ناگاہ
نصف ذی الحجہ و شب جمعہ — زین جہان یافت سوے جنت راہ
فکر کردم ز سال تاریخش — گفت ہاتف ز شیخ اسعد آہ

و وے مثنوی دارد مسمّیٰ ''بہار چمن'' و اشعار دیگر ہم فصیح شرین۔ از آن جملہ است این چند بیت

شیخی ز آہ سوختگان جحیم عشق — بر شاخ سدرہ طائر قدسی کباب شد
عشق ورزیدن و رسوا شدن تمکین منست — سنگ طفلان محک چہرہ زرین منست
اگر مشاہدہ دوست از پس مرگ است — حیاتِ خضر و مسیحا نصیب دشمن باد
(مہر) بندد و چشمان در دل من آتش زد — دل جہنم شد و لنہا ہمہ فی النار و السقر
شیخی رفتی، ز تو طرز سخن افسانہ ماند — در جہان باقی نمی ماند بجز افسانہ ہیچ

این بیت آخر۔ آخرین ابیات ویست۔ من وے را بسیار دیدہ ام۔ و درمیان من و وے مفاوضات است واسولہ واجوبہ بزبان شعر۔ و باہم سیر صحراے سنبھل خاصہ در ہواے بارستان کہ یادے از کشمیر و بدخشان می دہد، نیک کردہ ایم، و خوش بسر بردہ۔ حکیمی شاعر کہ از نبائر شیخ حاتم سنبھلی است در تعریف سنبھل گفتہ۔

غزل

گر تو دیدی رے و بخارا را — گوش کن وصف سنبھل مارا

طرفہ شہرے کہ از ہر خوبی — طعنہ زد جنتِ مصفی را

گر تو در وے نظر کنی بینی — ہر طرف عاشقانِ شیدا را

ماہر و یان این ہمایون شہر — کرد دیوانہ عقل دانا را

اے حکیمی گذر ز شہر و ببین — رنگ عشقست روے صحرا را

مردے مرد غریب و نامراد بود۔ بر من مہربانی داشتے۔ این اشعار نیز از ویست

نیست مہرے کہ مہر از چرخ برین بر زدہ است — آتش سینۂ ما بر فلک اخگر زدہ است

مردم از دست غم ہجر تو، کز ماتم من — بر تن خویش فلک جامۂ اخضر زدہ است

تا سبق گیر حکیمی شدہ در مکتب عشق — آتش شعلہ زنش در ہمہ دفتر زدہ است

منہ

چہ سان بر بستر راحت رسم اے ہمنشین پہلو — کہ بے او ہم سر موئی بتن من نیش می گردد

ندارم قاشقِ جغرات و نے شب کاسہ شیرم — مگر این آرزو حاصل زبیگ گاو میش می گردد

یکے از شعراے سنبھل ابو المعانی است و آن شیخی چشتی تخلص می کرد۔ این اشعار

ازویست

اندرین بزم اگر توبہ شکن بسیار است　　بادہ ہم درخور این دہر کہن بسیار است

ابلہ اند کہ گویند تمام است سخن　　مخزن فیض تہی نیست سخن بسیار است

بجہان مردہ دگر باز نیاید بیرون　　بعدم خانۂ قدرت سروتن بسیار است

شیخ غلام محمد سنبھلی گوید کہ بعد فوت وے، شبے وے را بخواب دیدم کہ غم آلو

گریان ایستادہ است بردر روضہ شیخ کبیر کلہ روان۔ پرسیدم کہ حال بر تو چ

گذشت گفت قصۂ من اینست کہ اولا فرشتہ بدی مرا داخل بدبختان نوشتہ بو

دیگر گفت بالفعل این را داخل نیک بختان نوشتہ پیش فرشتۂ بزرگ مرجع فر

بریم تا چہ روی نماید۔ چون چنان کرد فرشتۂ بزرگ گفت۔ این خود داخل بدبخت

بود، در نیکان چون نوشتی، حکم کنم تا پرہاے تو بسوزند۔ پس من از ابوالمعالی پرس

کہ شیخ کبیر کلہ روان و آبا و اجداد تو ہم دستگیری نکردند۔ گفت ہیچ کس مرا بکار ن

آرے تلاوت کلام (قرآن) کہ کردہ بودم و بیتے کہ در مدح حضرت غوث ا

گفتہ بودم بطفیل آن بخلاص شدم و آن بیت اینست

ناامیدان را امید و دردمندان را دوا　　عاصیان را دستگیر و گمرہان را رہبر است

من بوالمعالی را بسیار دیدہ ام، دوے کار باقی بود لیکن درین جا گنجایشے نیست

وفات وے در سال ہزار و پنجاہ بودہ است (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م) عزیزے بہ نسب

این بہ دو برادر (شعرا) گفتہ۔ شیخی بسیار گوید و بلند و پست دوے کم گو و خوش

(است) آن سید غلام محمد گوید کہ پدر من سید عبدالرسول صالح بود، تہجد گذار و نی

کردار، وو ے نبیسۂ شیخ محمد بن شیخ کبیر کلہ روان (است)۔ روزے شیخ محمد بدختر
خود گفتہ کہ خداے تعالیٰ ترا پسرے خواہد داد۔ ''عبدالرسول'' نام کنی و بعد
چندگاہے وے در بداؤں متولد شد۔ شیخ اندر نماز بود و وے اہل جماعۂ غیب را در
گرد و پیش شیخ می دید پرسید کیانند؟ گفت۔ نگاہبانانِ من اند۔ چون شیخ برفت از
دنیا۔ وے بشیخ بایزید صحبت داشت و پس ازان در ملتان پیش یکے از فرزندان
حضرت غوث اعظم رفتہ وازان جا باُچہ رسیدہ و چلہ کشیدہ وکلاہِ طریقت حاصل کردہ
وازآن جا باجمیر آمدہ با خواجہ حسین خواجہ معین الدین ثانی صحبت داشتہ وکلاہ وخرقہ
یافت۔ ووے در خواب بشرف ملازمت حضرت غوث اعظم رسیدے و جواب
التماس خود یافتے۔ شبے اندر معاملہ از ملازمت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
عرض نمود کہ یا رسول اللہ این حدیث صحیح است کہ ''من رانی فی المنام فقد
رای اللہ الحق'' ''و من رای اللہ فدخل الجنۃ'' فرمود صلی اللہ علیہ وسلم
صحیح است۔ وہم وے گوید کہ پدرمن وعم من در کسب سپاہ گری گذراندندے و
کس از احوال ایشان مطلع نبود، تا ہم بلخ رفتند۔ روزے شیخ فرید بخاری کہ آنجا
یاوے بودند بدرویشے شد و از انصرام آن مہم التماس نمود۔ وے گفت تو خود
درویشے کامل در لشکر خود داری از وے پرس واشارہ بعبدالرسول کرد۔ چون رجوع
بوے آورد، گفت فردا جواب می دہم۔ پس پدر من، برادر خود گفت من چن ین
روز (فردا) از دنیا می روم، وے گفت، من دہ روز پس از شما می روم و ہردو آنچنان
رفتند۔ در سال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ ۱۶۴۷ م) وہم وے گوید کہ مرا در

عمرسی داند سالگی حالے روئیداد کہ چون خود را از اطاعت وعنایت (عبادت)
حق مُقصّر می دیدم در (نسبت) خود خللے می یافتم۔ ومنکر از سیادت خودی شدم
ہر کہ مرا سید می گفت او را منع می کردم چہ در من آثارِ سیادت نیست اگر چہ
عزیزان مرا می گفتند کہ از سبب (تقصیر) نسبتِ سیادت بر طرف نمی شود لیکن
خاطر نیک نمی شد و با خودی گفتم کہ اگر حضرت سرور جہانیان صلی اللہ علیہ وسلم
واقعہ یا در خواب بزبانِ مبارک مرا سید فرمایند، دانم کہ من سیدم۔ چندگاہے بر
بگذشت، روزے از مشاہدۂ این اندوہ من۔ عمّ من سید عبدالغفور مرا گفت
آیت کریمہ ''رَبِّ لَا تَذَرْنِی فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن'' را یک لکھ
بخوان انچہ مطلب داری البتہ میسّر خواہد شد من شروع کردم و شب ہاے
بروے زمین خواب می نمود (کردم) تا نزدیک بیک لکھ بار رساندہ بودم کہ شبے
شب ہاے جمعہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (را) بخواب دیدم اوّل ندا رسید
حضرت شاہِ پیغمبران درین جا ہستند۔ رفتم دیدم کہ آن حضرت بر سر درواز
تختے دراز کشیدہ اند و سر مبارک بجانب قبلہ است۔ من پاے مبارک را بوسہ د
بر نشستند و فرمودند۔ السلام علیک۔ من سلام و نیاز بجا آوردم و زیر آن درو
بطرف راست حضرت امیر المومنین علی (رضی اللہ عنہ) نشستہ اند۔ لباسی فتوحی در بردا
و شمشیر در کمر و اصحاب دیگر رو برو یند۔ بعضے اندر رکوع و بعضے نشستہ من عرض کردم
یا رسول اللہ من از اولادِ شما ہستم؟ فرمود آرے۔ تا سہ بار ہمین پرسیدم و نیز فرمو
تو از اولاد سید شرف الدین ہستی و آن بزرگے بود از آباے کرام من کہ از ولایت

آمدہ بشہر بداؤں نزول کردہ بودہ است وہمان جا برفتہ از دنیا در سال شصت وسی و ہفت (۶۳۷ھ/ ۱۲۴۰م) وحبیب خدا تاریخ ویست ومن باز از آن حضرت التماس کردم کہ یا رسول اللہ من ہیچ فرزندے ندارم خاموش ماندند تا سہ بار ہمین عرض کردم و ہیچ جواب نفرمودند، وفرمودند بعبد الغفور بگوی کہ تحفۂ ما را چرا نمی فرستی۔ گفتم ،عبدالغفور نام بسیار است یکے عمّ منست فرمودند۔ ''ہمو''۔ چون از دروازہ فرود آمدم۔ یکے گفت اینک مرتضیٰ علی (رضی اللہ عنہ) است، رفتم و بوسہ بر زانوے مبارکش دادم وگفتم یا جدّی۔ ایشان مرا در آغوش گرفتند۔ من ماجرا را عرض کردم۔ وگفتم در بابِ فرزند التماسِ من بخدمت آن حضرت قبول نشد۔ فرمودند من عرض می کنم ونیز بایشان گفتم کہ من از نسل شما ہستم؟ فرمودند۔ آرے ومرا دست گرفتہ بالا بردند۔ درین اثنا آن حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) برخاستہ قصد اندرون کردند۔ من گفتم یا امیر! محلِ عرض ہمین است۔ فرمودند ما را در خدا وملا وقتست وہمراہ آن حضرت رفتند وباز آمدہ بہ تبسم فرمودند۔ یک پسر ویک دختر بتو عنایت شد گفتم برابر لکھست وفرمودند۔ اندرین درگاہ تحفہ درود قبولست'' **اللھم صلی علی محمد و علی آلِ محمد**'' صد مرتبہ می خواند وباشی ودست بیعت دادہ مرا مرید کردند، تا وقتِ سحر بیدار شدم و ہمانوقت پیش (عم من) عبدالغفور، رفتم۔ دیدم کہ سورۂ مزمل خوانان اندر صحن خانہ می گردد۔ مرا دیدگفت برخلافِ عادت چون آمدۂ گفتم تم تحفۂ آن حضرت را چرا نمی فرستد۔ گفت ترا کہ گفت؟ گفتم صاحب درود، وماجرا را باز گفتم۔ وے گفت وقتے در سیالکوٹ ہمراہ شیخ کہتہ کہ بزرگے بودہ عامل و

موفق۔ طالبعلمی می کردم۔ شبے روغن گرے ہمسایہ وے گاو خود را از ترس حاکم کہ گاوان را بسخرہ می گرفت در خانہ وے در آوردہ بربست۔ مادر وے شب برخاستہ گاوے را نگاہ کرد، بر گردن او مقدارے گوشت بر آمدہ دید و آن را آماسے پنداشتہ درود خواندن و دست بر آن گوشت مالیدن و آن حضرت را شفیع آوردن گرفت تا گوشت دیگر (زاید) برابر شد۔ صباح خاوند گاو گوشت بر پشت او ندید۔ حیران شد و این حرف بشیخ گفت۔ شیخ ماجرا را از مادر بشنید من حاضر بودم اجازت خواندن آن درود از آن بی بی گرفتم و آنیست۔ ''اللھم صلی علی سیدنا محمد عبدک و حبیبک و شفیعک و امینک و رسولک النبی الاُمی و علی آلہ و اصحابہ واھل بیتہ اجمعین '' و این ہمیشہ می خواندم امروز بست و دو روز است کہ (بجائے آن درود) ورد خود می خوانم و بعدہٗ عبدالغفور مرا گفت کہ ترا پسرے عطا نشد؟ گفتم آرے و من از آن جا پیش حاجی محمود، وے درویشے بود کہ بار بار حج گذاردہ بود۔ و صد و سی و پنج سال عمر داشتہ۔ رفتم۔ وے از دیدن من بر فور گفتہ کہ حاجت تو روا شد کہ بحی بہ تو پسرے خواہد آمد و آن از عنایت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم با التماس حضرت امیر (علیہ) است و ہمان روز حمل ماندہ از آن وقت چون پسرے بزمین آمدہ نام او را ''علی رضا'' نہادم۔ و یکے از شعرا اسعد خان سنبلی است۔ مردے بود فہیم و با انصاف از قوم بنی اسرائیل من وے را دیدہ بودم۔ روزے این بیت مشتقی را بذوق خواندہ است و زمزمہ می کردہ۔

آنی کہ بہ پیش حسن در آغوش نگنجی چون ناز کنی در خرد و ہوش نگنجی

این دو بیت از ویست

وے آتش از درونۂ محزون گریستم — نے درد را خیال کہ من خون گریستم

چشم سپید گشت ز بس گریہ کردنم — جانا مگر بہجر تو صابون گریستم

ووے در گفتن تواریخ سال فکر کم کردے۔ اکثر بے تامل گفتے۔ شیخ تاج عالم کہ نام وے در ذکر حسین محمد خدانما آمدہ۔ گوید کہ (یکے) عاشق نام مردے روزے آمدہ باسدخان گفت کہ عاشق مُرد۔ وے گفت۔ ''آہ عاشق مُرد وایمان بُرد'' (۱۰۲۹ھ ۱۶۲۰م) اتفاقاً ہمین تاریخ شد بے کما بیش۔ وہم شیخ تاج عالم گوید کہ من دو مرتبہ پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم بخواب دیدہ ام مرتبۂ اول آن حضرت بر تختے بزرگ نشستہ اند و در چار گوشہ آن تخت چار بزرگ نورانی ایستادہ۔ من نیاز وانکسار پیش آوردہ ام وعرض داشتہ کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) این ہا کیستند۔ فرمودند صلی اللہ علیہ وسلم۔ این ابی بکر است (رضی اللہ عنہ) واین عمر (رضی اللہ عنہ) واین عثمان (رضی اللہ عنہ) و این علی (رضی اللہ عنہ) از مشاہدۂ این خواب سعادت اندوز دین ودنیا شدم۔ مرتبہ دوم آنکہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حجرہ نشستہ اند و در بیرون آن یکے من نشستہ ام و دیگرے زنے نشستہ۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از دست مبارک خود نان را با نان خورش بمن عنایت نمودہ اند وفرمودہ۔ (بخور حسینی[1]) ویکے شیخ فتح اللہ دہوی سنبھلی است در دہلی نزدیک بمحلہ بجلی مسجد می باشد ودر سنبھل با اولاد شیخ علی بنی اسرائیلی قرابتے دارد۔ مردیست پر ذوق وشوق۔ نام مبارک خداوند سبحانہٗ را ہمیشہ

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

برزبان دارد۔ من وے راچند بار در سنبھل دیدہ ام واز اشعار پارسی وہندی (کہ)
بدست دارد محظوظ گردیدہ واین رباعی از ویست۔ رباعی

در زیر سپہر عکس آبیم ہمہ — بر روے زمین آب سرابیم ہمہ
بر بحر فنا شکل حبابیم ہمہ — در بیداری خیال و خوابیم ہمہ

این اشعار ہندی ہم از وے۔ سورٹھہ

عام خاص من مول احد واحد دوئی نہیں — بدہ نے نہور سول جیوں مولی میں انبیا
میں نرکھ پے برن جب بگوودہرندیتیر — کرگن واک گن ہی کے بھر بھر لیا وپہ نیر

ویکے شیخ سعد اللہ سنبھلی دیگر است جوان فہیم، اسعدی تخلص می کند این دو رباعی از
ویست۔ رباعی

دارد دل من ہواے عبدالقادر — جان و دل من فداے عبدالقادر
تا شمع زبان بود بفانوس دہان — وردِ است مرا ثناے عبدالقادر

رباعی

مائیم ز جان غلام غوث الثقلین — مرغ دلِ ما بدام غوث الثقلین
در روز نشستن نجات ابد است — جز دل ماز نام غوث الثقلین

ویکے شیخ محمد صادق گنگوہیست۔ صاحب ذوق وشوق سخن گوی۔ دو سہ سال
ست مدتے ترک نوکری کردہ واندرین راہ درآمدہ وبہوش درآمدہ۔ درمبادی (حال)
مدتے با دشتہا و بیابان گردیدہ وشمہ از لذت عشق چشیدہ وخوش آرمیدہ وامروز
در سنبھل است وقتے دیدہ ام۔ با من لطف واخلاص دارد۔ وے گوید کہ این نسخہ

من از جدّ من شیخ محمود قلندر است۔ وے بزرگے بودہ اہل کمال وے گفت کہ اولادِ ما را ابدا یتے است از ما۔ آرے اگر یکے از اہل این راہ کہ ظاہر و باطنش بحق آرمیدہ باشد، بوے رجوع آرند۔ چہ آن زمان ماو وے یکیم۔ الفقراء کنفسٍ واحدٍ "راہ گر بسیار باشد، باش، گو منزل یکست"۔ روزے من از محمد صادق استفسار احوال و اشعارِ وے کردم۔ وے بدین دو رباعی خود جواب در داد۔ رباعی

کس نیست چون من بہ جز خونی جگرے در بقعہ نور معرفت بے بصرے
افسوس بر آن نہال گلبن کہ بود[1] نے رنگ و نہ بوی نہ سایہ نہ ثمرے
چون نیست ز مبدء و معادم خبرے و اندر سرِ ما ز سر فیض اثرے
در ملک و جود، بود ما ہست عبث از کشمش زمانے نہ ام رہ گزرے

فانی کشمیری

نامِ وے شیخ محسن است فاضل است و خوش فہم و خوش گوی۔ پر ذوق و محبت۔ صحبت داشتہ با آخوند مُلا شاہ رُستاق کہ مرید شاہ میر لاہوریست۔ والا شان و شوکت و جود و عظمت (و) اہل ارشاد و ہدایت و ہم اندر کشمیر نشیمن گاہے دارد۔ گویند وقتے کہ بادشاہ صاحب قران ثانی در کشمیر بود شیخ محسن را خدمت صدارت کابل عطا کردہ بار وزیانہ آدمیانہ۔ در آن اثناء وے را ابالولی بخی نام محبتے مفرط پیدا شد و ابتلاء سخت استیلای آورد بے صبر و آرام گشت۔ این شعر موافق حال وے افتاد۔

---

[1] در نسخہ ندوہ "خونین" است

بر گرد بگرد خویش مانند حباب[1] | تا واکردی ز خویش دریا بردی
حمد را با تو نسبتے است درست | بردر ہر کہ رفت بردر تست
من بآئینہ رو برو گفتم | عیب جوی چہ ار نمد پوشی
دنیا بعینہ چو حبابست پوچ و ہیچ | پوچست تا درست بود چون شکست ہیچ

بعد اِتمام ''اسراریہ'' پنجہار سال اخوند در لاہور در ماہِ صفر سفر آخرت کردہ از سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲م) نزدیک بروضۂ شاہ میر پیر خود مدفون شد۔ آخرالامر فانی ہمراہ اردوے بادشاہ باکبرابادرفت۔ چون چند گاہے بگذشت گویند بعد از فتح بلخ درسال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ ۱۶۴۷م) اشیاء ومتاع والی توران ازنظر بادشاہ می گذرانند۔ درآن میان رسالہ برآمد کہ فانی در مدحت آن والی نوشتہ بلخ فرستادہ بود یا کسے از معاندانِ وے این کارے کردہ بود۔ واللہ اعلم۔ ازین معنی غضب بادشاہ برافزود وے راجبس فرمود وبعد از روزے چند مہر ورزید و گناہ وے رابخشید و کسیل ساخت و بدہلی آمد و باشیخ من صحبت گرم داشت ودو سہ روزے میہمان بود۔ من وے را آن جادیدہ ام۔ غایت شیرین کلام است وخوش بیان نظم و نثر وے لطیف واقع شدہ۔ خاصہ نظم وے۔ در جواب رسالہ ''نان وحلوا'' شیخ بہاء الدین آملی رسالہ نوشتہ مسمی بہ ''من وسوی'' بعد وے دَنش وورای آن از جملہ اشعار وے این چند بیت (این) است

بردو خدش دوبارہ بین شمس وقمر چہ می کنی | بر دو لبش دو بوسہ دِہ شہد وشکر چہ می کنی

---

[1] درنسخۂ ندوہ ''مانند حباب'' نوشتہ است۔

شامہ شمیم موی او، صبح نسیم بوے او — زلف بہ چین بہ روے او شام و سحر چہ می کنی

نشست عرق ز پندم رخ نکوے ترا — ز من مرنج کہ می خواہم آبروے ترا

دراں سر گرم بودن بے نیازان راتپ است — بدنماتر برلب از تب خال حرف مطلبست

فنّی زآہ و اشک فزون گشت درد عشق — آب و ہواے دیدہ دل ہم نما بساخت

وی یکے یاران وے مُلّا شاہ[1] (مدظلہ) جوگی کابلی است۔ با شیخ من دوستی تمام دارد۔ فضل و خوش کلام۔ وے معتقد مشرب شیخ اکبر و تابعان شیخ است۔ و در طور ایشان سخن می کند و شیخ من وے را از نیکان گوید۔ احیاناً شعری پردازد۔ این رباعی از ویست۔

رباعی

آنکس کہ شبے ہوے تو ہوا کرد — آخر زغم تو خانہ را صحرا کرد

یکدم چہ کند ہزار دل می باید — تا با سر زلف تو، توان سودا کرد

وے با من لطفے دارد و معتقدے نیک می نماید و وے از سلطانیان است بعزت و حرمت۔

منزوی قاشقالی

نام وے دولت خان است۔ وے از سلطانیان بود۔ پروردہ بناز و نعمت۔ در سال ہزار و چہل و [illegible] چہار ماہ [illegible] در قصبہ جیاد بودم چنانچہ در ذکر خواجہ محسن سمرقندی گذشت۔ وقتی قاشقالان اندرون قصبہ می باشیدند منزوی از ان جماعت

۱ [illegible]

است ۔ روزے در عنفوانِ شباب باحسنے و لطافتے وتکبرے ونخوتے خرامیدہ وچمیدہ از پیش من عبورے کرد و مرا اندر نظر نشمرد بل برمن تفاخرے آورد و مرا آن حکایت محتشم زادہ کہ مولوی جامی اندر ''سبحۃ الابرار'' بستہ بخاطر خطور کرد وانیست

منظومہ

محتشم زادۂ ز نخوت و جاہ — می خرامید ظریفانہ براہ
تبجر قدمے بر می داشت — وز تکبر علَمے می افراشت
عارفے پشت دوتا در زندہ — ولے از نور الٰہی زندہ
گفت کاے تازہ جوان تند مرو — پند سنجیدہ پیران بشنو
این روش نیست چو خوش پیش خدای — باز کش زین روشِ نا خوش پای
طبعِ او از سخن پیر آشفت — بانگ بر داشت زنا دانی گفت
کاے ز گفتار تو بر من بارے — می شناسی کہ کیم؟ گفت آرے
اوّلت بود یکے قطرۂ آب — کہ ازان شستن ثوبست ثواب
و آخرت جیفۂ افتاد بخاک — کردہ پنہان بیکے تیرہ مغاک
بر تو آن پردہ بفرض ار بدرند — چشم نابستہ کسان کم گذرند
در میانہ کہ سراسر خوشی است — روز و شب کار تو سرگین کشی است
تنت آراستہ از گوہر و ذر — چون شکستہ شکم از سرگین پُر
گر بخود نیست شناسای رویت — لب کشادم بشنا سا گردیت
از من این نکتہ فراموش مکن — مدحت مدح گران گوش مکن

ناز کم کن کہ تو خوار آمدۂ   از رہ بول دو بار آمدۂ (انتہی)

پس ازآن باخود گفتم کہ ترا باین نوع خطرات چہ کار و باین نوع چیزہا چہ اسرار ندیدۂ در جمیع مولانا زین الدین محمود کماگر کہ چہ گفتہ است اندرین کار

ترا با گازراناں این چہ کارست   کہ جامہ را بشویند یا نشویند

شیخ عطار واضح تر گفتہ

گر آن بہتر ور آن ترا چہ   چہ حلقہ ماندۂ بردر تراچہ

توای مرد خدا راہِ خدا گیر   خدایت گر ازین پرسد مرا گیر

و کتاب کلیات خواجہ بیرنگ کہ در پیش داشتم برخاستم و واکشادم و بخواندن آغاز نہادم۔ درین اثنا، دولت خان مرا از دور با کتاب بدید۔ زود در رسید و روبروے من نشست و کتاب از من در گرفت و برکشاد۔ این بیت آمد۔ از شرح رباعیات ایشان۔ رباعی

جز صورت علمی ہستیش گوئی   زان ہست کہ بوے اصل ازوے بوئی

معدوم کہ اصلست وجود علم است   جہل است اگرچہ این روش می پوئی

رباعی

ممکن کہ خرد در حدیثش بکشاد   در بدو نظر ہستیش فتوی داد

در نیستی و ہستی اندر وے بود   بیچارہ باشتباہ نامے بنہاد

و این عبارت بدین منشعب است کہ بر مقدمات سابق وارد می شود و بیانش آنست کہ از سخنان گذشتہ چنان مفہوم شد کہ ماہیات را جز در علم وجودے نیست و حال آنکہ چون تصور بوجود ماہیات می شود و حیثیت آن حکمت مطابق نفس الامر است

کہ ماہیات اشیاء بذات (مرآت) شیون ذاتیہ حق اند ونظر (رای) در مرآت برمریٰ است ومری بحکم موجود ماہیات بہمان اعتبار است نہ (بہ) اعتبار نفسِ شان وغایۃ الامر عقول ناقصہ ازین سر آگاہ نمی شوند۔ گمان می برد کہ باطن ایشان حکم بوجود ماہیات کردو محقق کہ مُری بصورت مرآت برآمدہ

از صفائے مے و لطافت جام در ہم آمیخت مے و جام مدام

ہمہ جامست نیست گوی مے یا (مے) مداست نیست گوی مقام

درآن شیخ ابی الحسن الاشعری قدس سرہٗ زیبا اشارتے کردہ کہ وجود ماہیات است عین ماہیات است۔ یعنی وجود ماہیات ہمانست کہ در خارج بصورت ماہیات برآمدہ یعنی آنچہ عقول ازین تعبیر ہستی می کنند و بعد از دریافت در اشیاء، ؤون وحصول کہ از آثار خارجیہ اشیاست بر اشیا مرتب می شود آن (اثرات) ذوات اشیاء است (اند) انتہیٰ کلامہٗ۔ چون وے فضیلتی داشتہ است در معنی آن خوضے کردو مطابق فہم خود چیزے دریافت و عجب مرا گفت تو درہمین خاصہ معنی است۔ من این بیت مشہورہ برخواندم

رشتہ در گردنم افگند دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

تا وے بعضے از اشعارِ خود خواندن گرفت۔ از آن میان این بیت مرا یاد آمد۔

گر گرد خطا منزوی خستہ بگردید عذرش بپذیرید کہ ایام شباب است

بعد از ساعتی برخاست (وگفت رخصت است گفتم شعر یست مشہور[1])

---

[1] اضافہ از نسخہ ندوہ

دیر آمدن و شتاب رفتن — آئینِ گل است درگلستان

وے گفت من مدا زین بخوانم از طرف تو

رسید مضطرم کرد، آنقدر ننشست — کہ آشنائے دلِ خود کنم تسلی را

از ادائے نازگستری نخستینِ وے وشیوۂ دلبریٔ آخرین وے من بسیار خوشوقت

شدم۔ آرے سرور (سود) دردمندان سوز و گداز و بربریٔ عاشقان راز و نیاز۔

خواجہ شیراز گفتہ

عتاب یار پری چہرہ عاشقانہ بکش — کہ یک کرشمہ تلافی صد جفا بکند

پس از آن بسالے چند من وے را در لاہور دیدم بر در روضہ شیخ علی ہجویری قدس

سرہ ریش برآوردہ بطمطراق سلطانیہ۔ مرا شناخت و تفقد حال کرد و گفت۔ شعرے

کہ از استاد برلبت در خزیدہ باشد برخوان۔ من این بیت مشہور مولوی بخواندم

لذت عشق مرا رفت فرد در رگ وپے — عشق می گویم وجان می دہم از لذت وے

چون استعداد مستمع و متکلم با مضمون این شعر مناسبے داشت صحبت بخوشوقی

گذشت۔ روزے من از زبان شیخ خود شنید کہ می گفت دولت خان چہ جوانیست

[illegible] واین شعر وے مرا خوش آمد۔

از صد سخن پیر یک حرف مرا یاد است — عالم نشود ویران تا میکدہ آباد است

تا دل [illegible] جان را بہ بیداد۔ دل بردن و جان دادن این ہر دو خد

[illegible]۔ این شعر نیز [illegible]

بیت [illegible] — دوبارہ دیدن او تا چہ خواہد از ما برد

ازین دوگر یکے می برد دیگرے گلہ داشت   خداش خیر دہد ہر دو را بیکجا بُرد
مدام دیدن او کے شود نصیب بکس   اگر چہ دیدمش امروز فکر فردا بُرد
ندید روے تو جان داد منزوی از غم   بزیرِ خاک بہ حجر از تو این تمنا بُرد
بنیادِ جہان منزویا ہمچو حبابست   تا چشم بہم بر زدہٗ خانہ خرابست

وے جوان رفتہ است از دنیا در سال ہزار و پنجاہ و پنج یا شش (۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵م) و یکے از فضلاے شعراء میر عابدست۔ وے سید است و از سلطانیان باوقار، کار گذار۔ وے خوش گو است (و) کم گو۔ ہر چہ گوید از سر حقائق۔ خوب کلامست و خوش صحبت۔ وقت وے در خانقاہ شیخِ من بودہ و من ہم آن جا۔ شیخ من وے را از نیکان می گوید این دو بیت از ویست

خود از درون و برون جلوہ کرد و من زمیان
چو سایہ محو شدم کز دو سوی چراغ آمد
بیادہ دِہ دل و دین قدرے بے خودی دریاب
چہ حالتے کہ نماز اندرو گناہ شود

روزے من بیت اخیر را بذوق می خواندم و با خود حظے داشتم۔ زاہدے گران جانے بشنید۔ بر من آشفت و از روے تعجب بل تعصب بگفت۔ شعر ملحدانہ را چون می خوانی و حرف تحقیر در کار نماز چون می رانی؟ من دائرہ توحید را وسیع انگاشتہ و مرتبہ وے را بجاے وے داشتہ اخیر را ہم (تحقیر) برخواندم

---

1 این بیت اضافہ از نسخہ ندوہ

''چہ حالتے کہ نماز اندرو گناہ شود؟''

وے از من خوش شد و من از وے خلاص شدم نقلست کہ ''ابن جوزی'' کہ از فضلا
بغدادِ وقت خود بود و است روزے در سخن بود جمعی بسیار از سنیان و روافض آن جا
حاضر بودند۔ از آن جماعہ یکے پرسید کہ یا ابن جوزی میان ابابکر و علی۔ افضل
کیست؟ وے گفت ''من کانت بنته فی بیته'' واز دو فرقہ خلاصی یافتہ۔ و یکے
از شعرائی سید حسن است۔ وے مشکل گو است۔ گاہے کہ بیتے یا غزلے دل
خواہش (دل خواہ) بظہور آمدے برجستے و برقص اندر آمدے و چرخ زدے ہمہ
اہل فضل وے را پسندیدند من وے را دیدہ ام۔ از خاندان عالی شان بود۔ وطن
وے اندر زمین مشہد ق است در سال ہزار و پنج و ہفت (۱۰۵۷ھ ۱۶۴۷ء)
برفتہ از دنیا۔ این چند شعر یست از وے

چون زلف یار گرفت و شکست و (بست) و کشاد
دل فگار گرفت و شکست و بست و کشاد

• این بیت در مرثیہ حسن گذشتہ است اللہ اللہ چہ خوب بیتے گفت

گفتن پرسید زلف او کہ از دست کہ می پیچی
بسان موی خستہ (کہ) از شست کہ می پیچی
ز بے تابی دل گشتم بزلف تابدار او
گفتن از دست تو لی پیچ تو از دست کہ می پیچی

۱ [illegible]

خواہی کہ شوی محرم رازِ جانان | بگذار ہوا و بگو راز کون و مکان
دین و دنیا دو مصرعہ برجستہ است | یعنی جستہ است از دل سید جان

و یکے از شعراء حکیم[1] حاذق است۔ از سلطانیان بود بعزت و جاہ و عیش و عشرت خوا۔ وے دیوان اشعار دارد و بعض شعر وے نیک است از آن جملہ است این ابیات

در سخن پنہان شدم مانند بو در برگ گل | میل دیدن ہر کہ دارد در سخن بیند مرا[2]
ہر خم و پیچے کہ شد از تار زلف یار شد | دام شد زنجیر شد تسبیح شد زنار شد
دلم ہیچ تسلی نمی شود حاذق | بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

وے با شیخِ من آشنا بودہ۔ روزے شیخِ من بوے شد در باب بیماری خفقان۔ شیخ محمد دوست کہ از دوستان شیخ بودہ دانا و شیخ رستم مرد فہمیدہ و سنجیدہ از وے علاجے در خواست۔ وے ریزہ سنگے کہ از قسم تار پشم بگوش آویزان بود بر کشیدہ و در آب بشست و گفت این آب را بدان بیمار بخورانید، بہ خواہد شد۔ شیخ مرا از وے پرسید کہ این چہ طور سنگے است و از کجا رسیدہ است بتو۔ گفت۔ من تابع کس نیستم۔ بہ چہ دلِ من الہام می کنند آن می کنم و این سنگ بس مریض را فائدہ کردہ۔ از این قسم دیگر از تصرفاتِ خود گفت۔ پس از آن دیوان اشعار خود طلبیدہ و خواندن آغاز کردہ و بسیار خواند و گفت۔ خواجم! از این دیوان دو ہزار بیت مقبول درگاہ خدا تعالیٰ شدہ

۱؎ حکیم حاذق ولد حکیم ہمام بن مولانا شاہ عبد الرزاق گیلانی در خدمت شاہجہان بادشاہ می بودہ و کمال قابلیت داشتہ اشعار خوب دارد در ۱۰۶۷ھ فوت شدہ۔ بحوالہ "ریاض الشعراء" و تذکرہ "گل رعنا"۔ ۲؎ "[illegible] در سخن چیدم مرا" از "ریاض الشعراء" ص ۵۵۷

است۔ من گفتم۔ سبحان اللہ از شیخ سعدیؔ ہمان یک بیت۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

راشان می دہند کہ مقبول شدہ۔ حکیم روی سوے من کرد و گفت آن ہم خدای داند

شیخ من و حاضران ازین اداے وے متعجب شدند و خوشوقت برخاستند۔ من د

اثنای راہ بشیخ خود گفتم کہ در قبولیت آن بیت شیخ سعدیؔ مولوی جامیؔ ہم در ''نفحات

الانس'' نوشتہ اند[1]۔ چونست کہ حکیم تشکیک این معنی می کند و اشعار دو ہزار خود را مقبول

تصریح می نماید۔ رفیقے گفت (حال وے) از انست کہ شیدا درین رباعی گفتہ۔

رباعی

دایم (بہ) ہوس سنگ و سبو نتوان شد | در دیدۂ انصاف چو مو نتوان شد
صحبت حکیم حاذقؔ از حکمت نیست | باشکر خبط روبرو نتوان شد

وآن حکایت ''نفحات الانس'' اینست کہ یکے از مشائخ منکر شیخ سعدیؔ بود شبے در واقع

چنان دید کہ درہاے آسمان کشادہ شد۔ ملائکہ با طبقات نور نازل شدند۔ پرسید ک

این چیست؟ گفتند۔ براے سعدیؔ شیرازی است کہ بیتے گفتہ کہ مقبول حضرت

سبحانہ تعالیٰ شدہ و آن بیت این است۔ شعر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار | ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

---

[1] (مجمع النفائس) ضمناً از نسخہ ندوہ

آن عزیز چون از واقعہ در آمد ہم در شب بدر زاویۂ شیخ سعدیؔ (رفتہ) کہ وے را بشارت (دہد) دید کہ چراغے افروختہ (است) و با خود زمزمہ می کند، چون گوش دادم ہمین بیت می خواند۔ وے در شب جمعہ ماہ شوال سنہ احدی وسبعمایۃ از دنیا برفتہ (۶۹۱ھ/۱۲۰۵م) انتہی کلامہٗ۔ وحکایت منظومہ ''سبحۃ الابرار''

آنکہ سعدیؔ آن بلبل شیراز چمن — در گلستان سخن دستان زن
شد شبے بر شجر بہ حمدِ خدای — از نوائے سحری سحر نمای
بست بیتے ز دو مصرعہ بہم — ہر یکے مطلع انوار قِدم
جان ازان مژدۂ جانان می یافت — بر خرد پرتو عرفان می تافت
عارف زندہ دلے بیدارے — کہ نہان داشت برو انکار
دید در خواب کہ درہاے فلک — باز کردند گروہے ز ملک
رونمودند زہر سو زدہ صف — ہر یک از نور نثارے برکف
پشت بر گنبد خضریٰ کردند — رو درین معبد غبرا کردند
بادل مست خوش و خوف و رجا — گفت کاے گرم روان تا بکجا
مژدہ دادند کہ سعدیؔ بسحر — سُفت در حمد یکے تازہ گہر
چشم زخمی زسد گرد قضا — می سزد مرسلۂ گوش رضا
نقد پا کان نہ بمقدار ویست — بہر آن نغمہ نہ اسرار ویست
خواب بین عقدۂ انکار کشاد — رو بدان قبلہ احرار نہاد
بر در صومعہ شیخ رسید — از درون زمزمۂ شیخ شنید

که رخ از خون جگر تر می کرد   باخود آن بیت مکرر می کرد

و یکے از ظرفاے روزگار ملّا ظاہری پانی پتی۔ فہیم و خوش کلام۔ و ے مقبول فقراست و مطبوع اغنیاء اشعار پارسی و ہندی دارد۔ ہندیٔ وے بہ از پارسی ویست۔ و در ہندی وے اشلیکہ بسیاری گوید و اشلیکہ آن را گویند کہ یک لفظ بدو معنی آید در اشعار ہندی قافیہ شود۔ چنانچہ در نزہۃ الارواح است این دو بیت

کمال عاشقی پروانہ دارد   کہ غیر از سوختن پروانہ دارد

گر دیو مسخر تو گردد   زین ہر دو چہ حاصل تو گردد

و این ہندی است از ملا ظاہری

تک نکلی نکلی کہ رات   جیتی جیون جن جن سے لہرتی جھرتی جت

نرنری روتے لابند تھوڈے جھنجھی لیت   تبھے پکارے بیٹھ کے تبھے پکارے بیٹھ

نا ندا لاو چلا بنجارا   اُٹ لگتی تی بن جدا

با سیس مرین پھول نہ ہیرا   جو جا با سو مہکا چیرا

وقتے مرا این طرز خوش آمدہ بود تمام رسالہ ہندی اشغیہ گفتم مشتمل بر مراتب عشرہ سلوک و جذبہ و توحید مسمیٰ "بہ بحر الشعیہ"۔ چون شیخ خود عرض کردم نیک پسند فرمود این چند شعر بیت زدن۔

چوپائی

ہم سنت پنچ بدھ سے پوچھے   تو بے سادہ دل کے پوچھے

یہ مورت پنچ ونی پیت   دکھ سکھ ہم رنگ جیسے پیت

فی انفسکم ہوئی جو ہو بینا — نوبت بج رہی وہ یہی نا
کہام ہوت جیون رہت نسیت — واذکر ربک اذا نسیت
سو تو کھانڈ جل میں جب پہنچے — کچھ نہ رہے وہ ہی ہوجے
وحدت شاہ چو آوے سونہیں — کثرت ہیر بجھے وا سونہیں
جہان وحدت تہاں کثرت — جہاں سو دیو تہان کس رت

دوہرہ

آپ تجے سو خیر میں جو نہ تجے سو کور — دایم ذکر تو سی رہے جو ذاکر ہوی مذکور
گیان دھیان کی جگت لب کی جو موکہن سو جان — بند سمند ملاپ کر یو تو بدو سجان
سن دہیان دوہ ابت بادہت ہم ترنک — کا کی کان الآن کو مانک و نب رنگ
خواجہ بہاء الدین کیلون دھیان جب پائے — با یزید بھو جان میر پہلو پائے
سب مینن کو بجوانہ نگت ہوئی محال — الہی بدو مقام ہی اس ایم خال

واز مشہور ترین اشعار ہندی ملا ظاہر این سورٹھہ است

مسی روئی شینٹ جو گھر بیٹھے پائے — کاہوں کچے ہنٹ رہے اپنی شنیٹ سوں

گویند جہانگیر بادشاہ روزے در شکار بود۔ باز درخت کریل را دید پرسید این راچہ می گویند؟ گفتند۔ "شینٹ" و کیے از حاضران آن سورٹھہ را خواندہ است و ملا ظاہری را نام بردہ۔ بادشاہ وے را بحضور خود طلبید و اشعار وے شنید انعامے نیک بوے بخشید۔ روزے وے پیش شیخ من آمدہ و اشعار ہندی خود خواند و ہم خیالے را کہ خود در پردہ عشاق بستہ بود نیک برگفت و شیخ را محظوظ ساخت و آن

خیال اینست

ہاے ہاے ہاے ماے کانہا ماریں جاے
میر مٹکی جھٹکی لے بھگی ہون سانتی جلو سنکاے

پس از آن من از روے طیبت بوے گفتم کہ در دیار من "شینٹ" اصلانیست۔ من آن سورٹھہ تراہم چنین می خوانم

مسی روٹی پیاز جو گھر بیٹھے پاے کاہوں کیجیے نیاز رہے اپنے ناز سوں

وے خورسند گشت و تا آخر روز اندر لطیفہ گوی صحبتِ نیک گذشت۔ امروز سوییہ اشلیکہ شنودہ ام۔ بس نیکو گویند از ہندوایست لشکری رام کشن نام و اینست سوییہ۔

لاکے کام تیر منہ ری مہا برنی رتہ ری پیاری ناہیں
تیر منہ ری کہین کی پی برہنہ باتیں جی کی کہے رہتہ ری
سحرت ہی منہ رہے وے نوکت ہی رہے
رہتا چھٹری چھت ہی رہتہ ری
آنکھین آنسو پی رہت ری پیاری نیاری نے رہتہ

وےکے چندر بھان منشی است اشعار پارسی دارد۔ برہمن تخلص می کند۔ این بیت وے مشہور شدہ

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندین بار بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

گویند حریفے ظریفے بوے گفت۔ آرے

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود چون بیاید ہنوز خر باشد

چون من شنودم گفتم این ہم وجہے دارد کہ "بکعبہ بردم وبازش برہمن آوردم"

این مصرعہ "بکعبہ بردم وبازش برہمن آوردم" ہم وجہے دیگر دارد وازوے اشعار دیگر

بہ ازان می خوانند۔ مرا غیر ازین دو بیت بیاد نیست۔ دوم آنکہ

بہ بین کرامت بتخانہ مرا اے شیخ — کہ چون خراب شود خانۂ خدا گردد

گویند چون شاہ جہان این شعر شنود، فرمود۔ ہم چنین بہتر کہ

"بہ بین سعادت بت خانہ مرا اے شیخ" (الخ)

روزے یکے گفتہ کہ عبدالرحیم خیرآبادی کہ از سلطانیان بودہ است۔ بیتے گفتہ در

جواب شعر شیدا۔ اگرچنین است چہ خوش است۔ از شیدا اینست

زابرنیسان برصدف لطف است برقطرہ ستم — قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود[1]

از عبدالرحیم

تاک را سرسبز دار اے ابرنیسان در بہار — قطرہا مے تواند شد چرا گوہر شود

واز عبدالرحیم، شعر شیدا بلند پایہ است واز آن مشہورتر کہ احتیاج بایراد داشتہ باشد

وہم من شیدا را ندیدہ ام۔ ویکے سرمد نامے اندرین وقت پیدا شدہ بود۔ گویند شیخ

مذہبے نداشت وسترے ہم برتن نداشت۔ باہندوے کہ گاہے معشوق وے بودہ

می گذراند۔ بزبان عربی آشنا بود۔ گویند توریت دان بود۔ من وے را ہم ندیدہ ام

لیکن اشعار شنیدہ واینست سہ رباعی ویک بیت۔ رباعی

سرمدا طلب راز، در، در، کردم — در شام در بچۂ سحر در کردم

---

[1] این شعر شیدا در نسخۂ رامپور نیست اضافہ از نسخۂ ندوہ است۔

دیدم ہمہ خواب تا نظر وا کردم　　ہر چند کہ خواب راز سر وداع کردم

رباعی

سرمد جسے است جانش در دست کسے　　تیریست ولے کمانش در دست کسے
(می خواست کہ آزاد شود از دام جہد　　گاوے شدہ ریسمانش در دست کسے[1])

رباعی

(سرمد کہ ز راز عشق مستش کردند　　خواندند سرافرازش و پستش کردند)[2]
می خواست خدا پرستی و ہوشیاری　　مستش کردند و بت پرستش کردند
در تیرگی نشیند در روشنی نشاند　　می خواہدت بہ بیند می خواہدش نہ بینی

و یکے شاہ بیگ (شاہ بیگ[3]) اکبرآبادی است۔ نبیرۂ شیخ مجدالدین کہ در سنبھل
از وے باغے نشان می دہند۔ غالباً (شاہ) بیگ بہ (برادر) کلان خود در اکبرآباد
سکونت اختیار کردہ و بیگ غایت نیک نہاد بودہ۔ مرا آن قدر دوست داشتے کہ
شرح آن نتوانم گفت۔ وے با شیخ من نادیدہ معتقد بود۔ در سال ہزار و شصت و
نہ (۱۰۶۹ھ ۱۶۵۹م) رفتہ از دنیا۔ قبر وے در ہمان اکبرآباد است۔ گاہ با شعر ہم
گشتے۔ این سہ بیت در تعریف اسپ گفتہ

چو وہم از ہمہ کس بودے دویدے　　ز بیم پا شکستن آرمیدے
بصحرا در چو ماہی بر سر آب　　بآب اندر چو آتش در مے ناب
سوارے گر بہ پشتش بر رسیدے　　سپند آسا نہ آنکس بر جہیدے

۱، ۲ این دو مصرع ... ندارد، اضافہ از نسخۂ ندوہ است ۳ اضافہ سطور آیندہ از این نسخہ

ضیاء دہلوی

نام وے ضیاء الدین حسن است۔ فاضل است وخوش گو۔ استغنائے ذاتی دارد وگاہے بطمع دنیاوی (دنیاے) دون با اہل آن بروش شاعران سرفرود نمی آرد۔ اندرین کار ملتجی کس نیست چون پدر خود محمد حافظ خیالی کہ ذکر وے گذشت۔ شیخِ من دراوایل ہادر باب شعراء طماع این قطعہ گفتہ

نہ ہمہ شاعری و خوش گوی	بے حیای و طامعی باشد
خاک بر فرق طامعان بادا	گرچہ قطران لامعی باشد

ضیاء "حدیقۃ الحقیقت" حکیم سنائی را جوابے گفتہ است بفصاحتے و بلاغتے۔ وورائے آن اشعارے داردوبس (با) لطافت وعذوبت واینست بعضے۔ رباعی

آباد بفقر دار کاشانۂ خویش	از اشک بکن ہم آب و ہم دانۂ خویش
برخاک مریز آبرو کہ تراست	چون مردم دیدہ باش در خانۂ خویش
من بسیم صبح ام پژمردگیہا گل کنم	آفتاب روزم ام برتاک افتم مُل کنم
برگ گل درآستین پوشیدنم از قحط نیست	دیدہ گر رخصت دہد دامان صحرا گل کنم
ہر کہ باجانان نشد سرگرم درآرام نیست	خالی از آسیب نبود شیشہ تاپُر جام نیست
گاہ لب می بوسم از مستی وگاہے چشم یار	پیش مستان ہیچ فرق از پستہ و بادام نیست[1]
نشستہ در طلب دلربائے خویشتنم	چو چشم می پرم لقا بجائے خویشتنم

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

مارا روشِ زاہدِ سالوس ہوس نیست	بدنامی ماکم ز نکونامی کس نیست

من سالہا است کہ بوے آشنا ام۔ وے از اقربائے شیخِ من است و از تلامذۂ شیخِ من۔ گاہ با پیشِ شیخِ من می آید و اتفاق (معیت) می اُفتد و صحبت نیک گرم می گردد۔ و گاہ شیخِ من پیشِ پدرِ وے می شود و صحبت از آن (درمیان) گرم تر۔

دانا دہلوی

کنیتِ وے ابوالحسن است و نامِ پدرِ وے مولانا حسن کہ ذکرِ وے گذشت۔ وے را از خردی باز فہمے و فراستے عقلے و کیاستے دست دادہ بود کہ دانایانِ روزگار از مشاہدۂ وے در شگفت می شدند لہٰذا وے تخلص خود را دانا کردہ بودہ۔ وے خسر پورہ شیخِ منست و منظورِ نظرِ شیخِ من۔ وے را از جمیع دوستانِ مہ گرفتے وے خوش فہم و خوش گو بود۔ نظم و نثرِ وے فصیح و لطیف افتادہ۔ این چند شعر یست از وے

عشق چون شورش دہد دیدۂ خونبار را	صحنِ گلستان کنم، کوچہ و بازار را
نشہ وحدت رسید مست انا الحق شدیم	ہان گل دیگر شگفت مردہ سردار را
تا بہ دل ریش ریشے نزدی	(بر قامت چون کمان سر ایشے نزدی)[1]
ے چہ لطف جوان میری کہ مرا	نوشے نچشاندی تو کہ نیشے نزدی
وے محتسب شد من جنگ برآورد	من شیشہ برآوردم و او سنگ برآورد

وے سخنان پدر را نظم و نثر و جمع ساختہ کتابے ترتیب دادہ و "القاب حسنہ" نام

---

۱ [illegible]

اتفاق افتادہ، در مقدمہ آن می نویسد کہ آیینہ ذکاے پاک دلان دقیقہ رس وخوشہ چین ضمیران صبح نفس عکس پذیر این معنی باد کہ حقیر کمین وبندہ کہین ابن حسن ابوالحسن ازبس کہ ذوق مطالعۂ کلمات قدسیہ وفقرات قدوسیہ مہین بزرگان کہ در بعضے اوقات برزبان حق ترجمانِ ایشان گذشتہ ومحبانِ خاص الخاص ومعتقدان صادق الاخلاص از جہت افادۂ طالبانِ حقیقت وسالکانِ طریقت برصفحہ وجود نقش بستہ اند، داشت۔ از روزگارے دراز بعرض حضرت عالی منزلت افضل ارباب شہود واکمل اصحاب قائلان بوحدت وجود آنفاضل المرشد الکامل الفیاض۔ کشاف الحقائق والمعارف، زبدۃ العارفین، قدوۃ الواصلین، استادی ومرشدی وقبلتی وقدوتی تاج الملت والدین مولوی حسن دہلوی الکشمیری الہمدانی سلمہ اللہ علی روس الطالبین ومفارق السالکین می رساند کہ از براے این سرگردان بادیہ ضلالت بجمع بعضے ازسخنانِ خو، (براے) خداشناسان دست آویزے ترتیب دہند۔ حضرت ایشان اہمال می نمودند، اقبال نمی فرمودند تا آنکہ روزے فرمودند خطبۂ انتخابی کہ از کتاب مستطاب ربیع الابرار زمخشری کردہ ایم بخوان ومعذوردار۔ چون فقیر آن رادید بعد از حمد وثناء ایزد بے مثال این عبارت بنظر درآمد کہ ”وانما احرت الانتخاب علی التصنیف والتالیف ہرباً عن الاستحذاف والاستعضاف علی ماقیل و نعم ماقیل. و للہ دُرّہٗ قیل من التصنیف من انتحب فقد استحدف أو استضعف من صنف ردایف و لم یخطا او لم ینسب الی الخطاء سیماً عند اخوان الزمان. حفظنا اللہ سبحانہ وایاک عن الغیبۃ

والبھتان" چون این عبارت دید، دانست کہ آن حضرت را با کمال قدرت سخنوری
درعدم تصنیف نیت این بودہ، دیگر گستاخی کردن وعرض حال نمودن از ادب دور واز
بے ادبی نزدیک دانستہ از خموشانِ وقت می بود۔ باز چون شوق استیلاء نمود۔ اوراق
مسودات فقرات آن حضرت را کہ مسمّیٰ است "باتفاقات حسنہ" دعمرے (زمانے)
پریشان افتادہ بود تفحص کرد فراہم آوردہ نظرے می انداخت کہ از اتفاقاتِ حسنہ
چند فقرہ برچیدہ ازآن "اتفاقات حسنہ" یکبار بدست افتاد و دل درپا آمدہ را
عروۃ الوثقیٰ وروان دل شکستہ را یدِ بیضا نقد وقت آمد واز مبادی ومقدمات آن چنان
مفہوم شد کہ درعنفوان شباب چون حضرت ایشان ریاضات شاقہ می کشیدند، ذوقہا و
حالتہا دست می داد وسخنان عارفانہ بے اختیار برقلم زبان وزبان قلم می آید۔ چنانچہ
بزرگان را از مجاہدہ وریاضت صفاے بہم می رسد وکشف حجب می شود ودل حقائق
منزل ایشان عکس پزیراء انوار الٰہی می گردد وازین قبیل سخنان سر بر می زنند۔ این
(مجموعہ) ازآن جملہ است و (نیز) گاہ گاہ کہ حضرت ایشان وقت (خوشی) وشگفتگی
از احوال خیریت مآل خود کہ در ایام پیشین روی داد باین فقیر بزبان رمز واشارہ می
فرمودند۔ ازآن جملہ سحرے، ازگریبان (شب تار) آفتاب سر زدہ وصبحے از جیب
فرحتقی دمیدہ۔ بعد از نماز بامداد از کمال التفات ومہربانی روبجانب این مرید
مستفید کردہ فرمودند۔ ما درآن ایام اکثر در عالم مثال بجمال باکمال حضرت مقدس
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہم مشرف می شدیم۔ ازآن جملہ یکے از اتفاقات حسنہ
کہ بترتیب مذکور شد ان شاء اللہ مذکور خواہد شد۔ (ازان جملہ) دیگر آنست کہ در

ایّام طفولیت بلوغ نزدیک بمقتضائے غفلت و بے خبری کہ لازم آن ہنگام بود احیاناً ظاہراً نمازے ہم قضا می شدہ باشد شبے چنان نمودند کہ نور دیدہ نبوت و رسالت حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام جائے مرتفع ایستادہ اند۔ (وبجانب فقیر خشمگینِ رحمت آگین نگاہ می کنند۔ درین اثناء دوسہ بار زود، زود فرمودند کہ نماز بگذار، نماز بگذار۔ بعد از آن فقیر بہیبت بیدار شدم چون نیک نگریستم دل ظلمت اندودِ من[۱]) (مطلع انوارِ) الٰہی و موردِ فیوضات لاتتناہی گشتہ بود۔ ازان باز جرأت حکم آن حضرت کہ مطلق واقع شدہ و شامل بود (و نوافل خود چیزے قضا نشدہ باشد الا ماشاء اللہ و توفیق زواید مثل تہجد و اشراق و چاشت[۲]) فرائض و سنن (بعد از آن[۳]) نماز و تسبیحات و غیر آن ہم می یافت والحمد للہ علی ذالک۔ انتہی کلامہ من از جودت طبع وحدت فہم و طنیت و فطرتِ لطیفہ دانا آگاہم۔ شبے شیخ من و وے و من اندر روضہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ زندہ داشتہ ایم۔ طرفہ نکات در باورموز جان فزا در آن شب از وے سرزد و چنانکہ شیخ من غایت خوشوقت گشتہ و حال آنکہ وے نوجوان بود ہنوز گرم و سرد زمانہ نچشیدہ و کشمکش این و آن ندیدہ و در ہمان ایام جوانی برفتہ در سال ہزار و سی و شش (۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶م) و قبر وے نزدیک بقبر پدر رویست۔ پدر اندر فراق وے سخت مضمحل و نزار گشتہ و مرثیہ ہائے درد اندود و غم آلود گفتہ۔ من ہمدر آن مدت شنودم از عزیزے کہ می گفت کہ اگر دانا چندسال زیستے، اندر شاعری بپایہ عرفی رسیدے۔

۱، ۲، ۳ ہر سہ اضافہ از نسخہ ندوہ

اکنون ذکر چندے از نساء کہ مقبول درگاہ خدا اند بر سبیل اجمال نوشتہ می آید۔ در اواخر کتاب ''نفحات الانس'' در ذکر نساء عارفات می آرد کہ قول بعضہم:

و لو کان نساء کما ذکرنا لفضلت النساء علی الرجالِ

فلا والتانیث لاسم الشمس عیبٌ ولا لتذکیر فخر للھلال

بی بی سنی

نامِ وے ستودہ اطوار بانو است۔ وے ولی مادرزاد است و رابعہ زمانست۔ اخلاق و اوصاف حمیدۂ اولیا، بر وجہ اتم در ویست۔ وے دختر شیخ منت و مقبول شیخ من۔ شیخ من وے را از بس کہ مستعد و لائق این کار یافت اوّلاً تلقین ذکر باطن (کردہ، کیفیت معہودہ بظہور آمد۔ پس از آن خلافت سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ بوے عطا فرمود و فرمود ہر زن صالحہ کہ بتو آید و طلب ذکر باطن[1]) و طریقہ نماید، بگو و متوجہ شوی۔ وے آنچنان می کند۔ شیخ من درین نزدیکی بتقریبے در صفات حسنہ عال وے روزے این ابیات گفتہ

انسان بدین خجستہ صفتے بگو کجاست	ذاتے چنین بخوبی و آبے بگو کجاست
در صورت است زن بصفت مرد کامل است	مردے باین ستودہ صفاتے بگو کجاست
مثلِ سنے کہ شمد باگشت روشن	خمخمہ چہ مرتفع در جاے بگو کجاست

روزے اندر زوالے زمستان کہ طغیان آب بود۔ دھقانے اندر دریاے جون (جمنا)

[1] اضافہ از نسخہ ...

کہ در زیرِ وثاق شیخِ من جاریست غوطہ خوران ہمی رفت و امید بر آمدنش رفتہ۔
مردمان از ہر طرف شورے و فریادے بر آوردند۔ آن بی بی حقیقت حال را از
اندرون قصر بشنید سراسیمہ مضطرب در صحن خانہ می گردید و حضرات نقشبندیہ و تقدریہ
را بخلاصی آن در افتادۂ گرداب حیرت (عزیمت) می خواند و نذر ہا می بست۔
درین اثناء از برکت نیاز و دعاے وے آن دہقانی بپایانے در رسید و حق سبحانہ تعالیٰ
از آن مہلکہ اش نجات بخشید۔ وے بر فور آن نذورے کہ بستہ بود ادا نمود۔

خدارا بر آن بندہ بخشائش است کہ خلق از وجودش در آسائش است

من وے را در ایامِ طفلی دیدہ ام۔ آثار ہدایت و ولایت از جبین مبیّن است۔ ہی
عمر عزیز وے دراز باد۔

بی بی سایندی

وے مادر شیخ یحیٰ، جد مادریٔ منست۔ عمر دراز یافتہ، خمیدہ پشت بود، بجا ماندہ
و مضمحل شدہ۔ لیکن چون در قبیلۂ من کسے بیمار شدے وے را از شنیدن آن حالے
پیدا آمدے و تیز ترک بر سر بیمار در رسیدے و دست خود را بر سراپاے وے در
کشیدے، بہ شدے۔ وقتے من در آوان شباب تپ کردم و دریک روز زبون
گشتم۔ روز دیگر وے را حالے روئیداد و از جایگاہِ خویش کہ طاقت جنبیدنش نبود،
برجست و روان شد و دستِ خود را از سر تا پاے من فرو آوردن گرفت۔ موی
براندامِ من برخاست، عرق عرق گشتم نیک بہ شدم۔ وفاتِ وے در بست و ہفتم

شعبان از سال ہزار و بست داند است (۱۰۲۰ھ/ ۱۵ر ستمبر ۱۶۱۲م) و قبر وے در
باغ بازار سنبھل۔ شیخ یحییٰ نانا ے من، غایت نیکو کار و صالح بود و روش وے یاد ے
از بزرگان سلف می داد۔ مرا بسیار لطف فرمودے و حکایات مشائخ و مجاذیب کہ
وے بصحبت شان رسیدہ بودے با من بیان نمودے و اشعار کہ وے از دوستانِ
خدا بخواندے اگر چہ در آن ایام صبای من مرا سادہ بخاطر آمدے لیکن امروز می
بینم کہ بس سودمند است۔ و از آن جملہ است این رباعی

از دادہ چہ بہتر است، گفتا کہ طعام — نا دادہ چہ بہتر است، گفتا کہ دُشنام
از خوردہ چہ بہتر است، گفتا کہ غضب — نا خوردہ چہ بہتر است، گفتا کہ حرام

وے مدّتے اندر شہر لاہور گذراندہ است و ہمان جا برفت ہفتم جمادی الآخر از
سال ہزار و سی و چہار (۱۰۳۴ھ/ ۷ر مارچ ۱۶۲۵م) و قبر وے نزدیک بروضۂ شیخ
علی ہجویریست قدس سرہٗ در لاہور۔ و من نُہ سالہ بودم کہ مادرِ من بیمار شد و اندران
بیماری وے را ہمین اندیشہ بودہ است کہ پس از من این پسر مرا چہ حال پیش می
آید۔ این حرف بہ ابنائے قبیلہ از سر افسوس می گفت۔ روزے کہ وے خواہد رفت مرا
طلبید و گفت۔ قربان تو شوم و آب اندر دیدہ بگردانید و گفت برو بخوان۔ من ازین ادا
متحیر و مضطرب شدم و رفتم پیش استاد و گفتم فالے بر کشا کہ مادر من بہ خواہد شد یا نہ،
چون بکشاد صریح از رفتن وے خبر داد و لیکن مرا گفت نیک برآمدہ است درین اثناء
غوغاے رفتن بیمار برخاست۔ پدر من وے را در ہمان قریہ پنبرہ معمولہ قصبہ اولی
کہ می باشند، مغرب رویہ مدفون ساخت در ہشتم ذی قعدہ از سال ہزار و

نوزدہ (۱۰۱۹ھ/ ۱۱رجنوری ۱۶۱۱م) چوں پدرمن وقتے از زبان یکے از مشائخ دہلی شنودہ بود کہ می گفت کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہٗ فرمودہ اند کہ ہر کہ دردوازدہ کروہ از طرف قبر من مدفون ساختہ خواہد شد من وے را شفاعت می کنم وشفاعتِ وے بر ذمہٗ منست ۔ انتہیٰ ۔ آن وجہ بود کہ نعش مادر مرا بسنبھل نفرستاد ومردم قبیلہ بسیار گفتند قبول نہ نمود۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ محمد پارسا نوشتہ اند کہ حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ دراوایل شعبان سنہ خمس و تسعین سبعمائۃ (۷۹۵ھ/۱۳۹۳م)۔ پیش از وفات ہفت سال از چغانیان متوجہ بخارا شدند بہ نیت زیارت حضرت خواجہ بیرنگ (بزرگؒ) قدس اللہ سرہما بعد از ہیزدہ روز رسیدند و دراوایل شوال مراجعت کردند۔ شب عید رمضان در بخارا بودند۔ درویشے از دوستان ایشان آن شب در واقعہ دیدہ کہ بارگاہست در نہایت بزرگی۔ حضرت خواجہ علاء الدین وحضرت خواجہ بیرنگ (بزرگؒ) قدس اللہ تعالیٰ سرہ (درنزدیکی آن بارگاہ اند ومعلوم شد کہ آن بارگاہ حضرر رسالت پناہ است صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خواجہ بزرگ) بآن بارگاہ در آمدند بملاقات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبعد از فرصتے بیرون آمدند بابشاشت تمام و بسط کلام وفرمودند کہ مرا این کرامت کردند کہ ''ہر کہ در روضہ (موضعہٗ) فرسنگے قبر من باشد از ہر طرفے، من اورا شفاعت کنم باذنِ الٰہی وعطار را در چہل فرسنگے مرقد اومرتبہ شفاعت دادند وکمینہ از محبان ومتابعان مرا در یک فرسنگے مرقد اومرتبہ شفاعت دادند'' ۔ انتہیٰ ۔

۱، ۲ این ہر دو سہو کاتب است۔ ۳ اضافہ از نسخہ ندوہ

بی بی رجّی دہلوی

وے سیزدہ سالہ بود بحسن و لطافت در محلّہ تیجل مسجد کہ بناگاہ وے را جذبۂ قوی رسید واز خانہ برآمد ورو بصحرا نہاد۔ وانستند کہ دیوانہ شدہ است گرد گرفتند۔ وے گفت آرے من دیوانہ کسے ام کہ دل مرا آشناسا گردانیدہ بعطاے نعمت خود منّت نہادہ بر من بہ نعمت معرفتِ خود۔ این اشعار ''نفحات الانس'' کہ در احوالِ ''تحفہ'' آوردہ است موافق حال وے افتاد۔

(یا) معاشر الناس ما جنتُ و لکن ان اشکرانـه بقلبی صـاحیؔ[1]

اغـلـلـتم یدی ولـم اتِ ذنبـاً غیر جهدی فی حبه و افتضاحی

انـــا مـفتونة بـحـبّ حبیـبٍ لست ابغی عن بابه من براحی

فَـضَـاحيِ الذی زعمتم فسادی و فسادی الذی زعمتم صَلاحی

ما علی من احب مولی (لحب) المولی و ارتـضـاه لـنـفـســه من جناحی

وے را سَیل کردند، تا بمرادِ دل اندرین کار درآمد چون مردان راہ و بر در روضہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ بمصطبہ درنشست وتا آخر عمر ازآن جا قدم بیرون ننہاد از فیوض عالم قدس بہرہ ور گردید و وے را قبولی پدید آمد۔ بس عظیم مرجع فقرا و اغنیا و اکابر و اصاغر گشت۔ ہر نذورے و فتوحے کہ بوے رسیدے مجاوران روضہ شریف را دادے، تا کار بجاے رسید کہ مجاوران بے

---

[1] در نفحات [illegible] این مصرعہ بدین طریق نوشتہ است۔ ''انا سکرانۃٌ و قلبی صاحی''

گفتہ وے آن فتوح را خودشان از میان بر گرفتندے و ببردندے و وے فارغ بودے و سرخوش۔ شیخ من بوے بسیار آشنا بود۔ وے را اندرین طریق نیک می ستودے واز مردان راہ می فرمودے۔ و ہرگاہ بطوف حضرت خواجہ قطب الدین شدے، بوے شدے۔ روزے دراوایل بوے شد وگفت۔ درفلان مطلب من توجہ نمای وبجتے بربند کہ زود برآید۔ وے گفت بزرگانِ شہر تبرکا بسرائے تو می آیند، من کیاے این کارہ ام۔ غریبہ ام۔ عاجز و درماندہ وسر فرو بردہ و درین گفتنی با۔ من وے را دیدم کہ نشانے از قبول دعا در چہرہ وے لائح بود۔ شیخِ من بسیار خوش برخاست وہم شیخ من روزے از وے پرسید۔ بادشاہ زادہ وقت کہ بتو رسیدہ بود چہ گذشت۔ گفت روزے جوانے پیش من آمد ندانستم کہ کیست؟ بنشست وسخنان این راہ بمیان آورد۔ گمان بردم کہ کسے از سلطانیان است باہوش وفہم۔ چون نذرے پیش آورد ورخصت خواست وبرفت۔ من پرسیدم کہ، کے بود۔ گفتند بادشاہ زادہ من از بعضے اقربائے وے از مبادیٔ احوال وے حکایات بہ تفصیل شنیدہ ام۔ انچہ نوشتہ شد زیادہ از آن می گفتند۔ بالجملہ از مقبولانِ درگاہ خداوندی بودہ است و مہ از آن بودہ است کہ وے را بکرامات بستایند وخوارق عادت وے باز نمایند و من وے را بسیار دیدہ ام اکثر ہمراہ شیخِ خود (بوے رفتہ) والطاف واعطاف وے برخود یافتہ ام۔ پدرِ من بوے آشنا بود و اکثر بوے شدے و از عجائب احوال واطوار وے حکایت کردے۔ روشِ وے آن بود کہ ہر کہ بوے شدے چیزے خوردنی ما حضرے پیش آوردے یا چند کاک کہ از لنگر حضرت خواجہ قطب الدین روزانہ بوے

رسیدے ایثار گردانیدے و ہمگنان آیندگان را از راہ خُلق و ہم از سر احسان خوش
کردے و بے قید آن (شرع) کہ اندرین روزگار شائع شدہ اند بوے شدندے و
گفتگوی لاطایل و مزخرفات بے مزہ پیش آوردندے۔ وے بار آن ناخوشان
طماع بر خود کشیدے و ہیچ کس را از خوان انعام خویش ناامید نگردانیدے و در جمیع
احوال زندگانی نیک خوش داشتے و در طریقہ فقر و تجرد منبسط الحال و فارغ البال
زیستے۔ وے اندر صحن خانہ خویش حجرہ خرد تر آراستہ بود، وصیت کردہ کہ چون من
بروم اندر آن حجرہ مدفون سازند۔ وے عمر دراز یافتہ بودہ است۔ وفاتِ وے در
سال ہزار و شصت واند (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) است و قبر وے ہم در آن حجرہ۔

فقیرہ گوالیاری

صاحب جذبۂ قوی است و اہل سکر و مستی۔ وے گوید کہ من دہ سالہ بودم کہ
روزے با بیارے کو در راہ دریافتم۔ نیاز آوردم۔ بابا خوشوقت شد و نظرے در کار
من کرد۔ بے خود گشتم و ہفت روز چیزے نخوردم۔ آخر از خانہ برآمدم و دیوانہ وار گ
ردیدم و در دوازدہ سالگی بسفر حجاز رفتم ہم اوجا ماندم و دست خ نخی نان بیرم و حرمین
شریفین مشرف شدم و براہ خشکی باز آمدہ تا بہ ملتان رسیدم و زیارت مشائخ آن
دیار کردم و در ہندوستان باز آمدہ با مجذوب صاحب احوال صحبت داشتم۔ پس
از آن مرا حالتے پیش آمد کہ سر بکوہستان در آمدم و دوازدہ سال اندر حال جذب
در آن جا بہ خیمہ زیر درختان و گلی ولائی ہیچ چیزے نخوردم۔ روزے اندر آن

جنگل دیدم کہ شیرے بزرگ در رسیدہ و ہفت شیر را کشتہ۔ درین اثنای پیرے (ببرے) قوی ہیبت پیدا شد و آن شیر بزرگ را کشتہ و بجنگل در رفتہ۔ من چرمے آن شیران برآوردہ درعین مستی و ولہ لباس تن می ساختم و خوشا خوشا مستانہ می گردیدم و ہمدرآن جنگل ماران بزرگ و افعی در گرد خود می دیدم و از ہیچ سبعے و درندہ و گزندہ نمی ترسیدم۔ آخر الامر از آن جاہا برآوردہ در سادھورہ رسیدم و مرید سید عبدالوہاب شدم در سلسلہ قادریہ۔ انتہیٰ۔ آن فقیرہ در اوایل ہا کہ در ناحیت سنبھل آمدہ با حسن و لطافت بود و سر و پا برہنہ جابجا گردیدے۔ ہیچ لباسے غیر از ستر عورت با خود نداشتے۔ جمع عوام کہ حاسدان خام اند۔ زبانِ طعن بروے دراز کردندے و وے را اندر عشق جوانان متہم داشتندے۔ وے آن ہمہ می شنود و از طعنِ طاعنان فارغ بودے و اندر آن[1] حال صیحہاے سخت برزدے و گفتے امروز مارا بجہانیان ہیچ کارے نماندہ۔ از رد و قبول کسان غمی و شادی ندارم۔ اللہ اللہ اللہ عشق من عشق (اللہ) است و بس اندرین وقت حکایتے بیادم آمد از "سبحۃ الابرار" کہ مولوی جامی بستہ اند۔

منظوم

پور عمران بدان بقعۂ نور	می شد از بہر مناجات بطور
دیدہ در راہ شردوران را	قاید لشکر مجبوران را
گفت کز سجدۂ آدم چہ تو	تافتی روے رضا صاف بگوی
گفت عاشق کہ بود کامل سیر	پیش جانان نبرد سجدہ غیر

[1] در نسخہ "سبق ہاے" و در نسخہ ندوہ "شوقہاے" است

گفت موسیٰ کہ بفرمودۂ دوست | سر نہد ہر کہ ز جان بندہ اوست
گفت مقصود ازان گفت و شنید | امتحان بود محب را نہ سجود
گفت موسیٰ کہ اگر حال این است | لعن و طعن تو چرا آئین است
بر تو چون از غضب سلطانی | شد لباس ملکی شیطانی
گفت کین ہر دو صفت عاریت اند | ماندہ از ذات بیک ناحیت اند
گر بباید صد ازین یا بَرَوَد | حال ذاتم زین متغیر نشود
ذاتِ من بر صفت خویشتن است | عشق او لازمہ جانِ من است
تا کنون عشق من آمیختہ بود | در غرض ہائے من آویختہ بود
داشتم بخت سیاہ یا کہ سفید | ہر دم دست خویش (دہم) بیم و امید
این دم از کشمکش اورستم | پس زانوے وفا بنشستم
لطف و قہرم ہمہ یک رنگ شدہ است | کوہ و کاہم ہمہ یک سنگ شدہ است
عشق شست از دل من نقش ہوس | عشق با عشق ہمہ ماندم بس

پس ازآن دارم آن فقیر واندرآن حالت جذبہ استغنائے نیک یافت و در مستی باہر
چہ از زبان برآوردے، شدے۔ مردمان در اقبال وانکار وے دو فرقہ شدند۔ بعضے
می گفتند کہ وے از مجذوب صاحب احوال است، انچہ از وے ظاہر می شود از قسم
خرق عادت است۔ وبعضے می گفتند جنے مسخر وے شدہ ہر چہ ہست ازآن ہست
لیکن ہیچ اخیر بر وے تہمت بود۔ چہ سخنانِ وے با معنی این راہ بود۔ ہر چہ گفتے از
... این کار بے خارشتے و معلوم است کہ این حال ناقض فنون اہل تسخیر است وفن

تسخیر منافی حالِ دل پذیر۔ واللہ اعلم۔ میر سید فیروز، روزے مرا گفت کہ وے در قصبہ سہوان روزے مرا گفت کہ اسپے خلعتے و اضافہ و شمشیر و سپرے مکلل و مراتب دیگر برائے تو مہیا کردہ اند برو و فرا گیر۔ من در شگفت شدم، چہ گمان این ہمہ چیز بیکبارگی مرا نبود۔ خاصہ شمشیرے کہ در کار ہائے عمدہ ترمی دہند۔ درین اثنای رستم خان دکنی کہ من باوے لشکری بود مرا بمرادآباد طلبید و مہر بیشتر از بیشتر ورزید و بدان چیز ہائے گمانم مرا بنواختم و وکیل مطلق سرکار خود ساخت۔ (انتہی)۔

درآن ایامے کہ مرا دولت ترک صحبتِ اہل دنیا نصیب شدہ بود۔ روزے آن فقیرہ در زاویۂ من درآمد و سخنانِ این راہ گفتن گرفت۔ درآن اثناء ز نسبت خاصۂ نقشبندیہ کہ در غایت خِفا و استتار است باداے ایما نمود کہ من متحیر شدم و نیز از روے تفاول و بشارت گفت کہ اندرین کار مردانہ باش و ہیچ تفرقہ را بخاطر راہ مدہ کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہمہ کاروبار ترا از کرامت خانہ غیب خود آسان خواہد کرد۔ و ہم روزے وے بمن آمد مستانہ و الہانہ اندر شوق و محبتِ الٰہی و نقش ہندی را بآہنگ حزین و دلکش گفتن گرفت و تادیرے بسرانید و این است۔ (نقش)

مین اپنوں من ہر سوں جورو	ہر سوں جورسب سوں تو رو
نانچ رچوتب کہو ملیت کیسوں	آں کاں در در بجگ بچھورو
آکہین پا چھیں سوچ منیو	مانجھ بات منکا سو ہورو
کتھو ہوئی سو کہ مری بجنی	کہیا پیو کا ہو گا ہو مکدر مورو
الکھداس پر بھو لوگ ہنست ہیں	لوک لاج تن کا ہو تو رو

مدامے کہ وے می گفت مرا خیالے (حالے) در گرفتہ بود کہ نمی توانم گفت۔ وہم روزے وے چنیں وقت آمد کہ من و فقرا ے گران جانے باہم نشستہ بودیم۔ وے باداے مجذوبانہ سخنان این راہ گفتن گرفت۔ فقرا غافل از حال وے بہ تمسخر در روے می نگریست و سخنان استہزاء آمیز بوے (گفتن) آغاز کردن۔ وے ازین معنی بر آشفت و بمن گفت زنہار باین قوم نہ نشینی۔ ازین جماعہ حذر کرد، اوں است۔ چہ برادر منصور را ہمین مردم کشتہ اند۔ فقرا بجواب وے بہ وجود قدرت کہ داشت باوے ہیچ نتوانست گفت و از آن جا بدر رفت۔ آخر سخن وے بوقوع آمد چہ آن فقرا از روے باطن با شیخ من نیک نبود من این نقار فقرا فہمیدہ بودم تا آن مجذوب مرا خوش بیاگاہید۔ گویند وقتے یکے از لشکریان وے را آزارے داد و سخت دل آزاری کردن تن آزاری۔ وے گفت اگر تو خراب نشود من فقیرہ نیستم۔ در روز کے چند آن لشکری بشدت تمام برفت از دنیا۔ پس از آن وے از آن مستی ہا و کیفیت ہا بر آمدہ بغربت و شکستگی خو گرفت و بنکاح فقیرے در آمد کہ جوان بود و وے جوان تر از آن و با حسن و جمال زیادہ۔ آن زمان آن تصرفات و دعوی ہا کہ داشت نماند و در زاویۂ نامرادی پا برجا ساخت تا در نظر اہل این کار نیز پسندیدہ و برگزیدہ آمد از ایام پیشین۔ زیرا کہ تصرف نزد راہ تصوف بکار نیست و ترابات صوفیہ در آمدن اہل این کار را نقص تمام۔ در نفحات الانس است کہ درویشے در بادیہ تشنہ شد وے را از آسمان قدحے فرو گذاشتند پر از آب سرد۔ آن درویش گفت بعزتِ فقر کہ نخورم آب مگر از

دست اعرابی کہ مرا سیلے زند وشرے آب دہد واز کرنہ بکراماتم نباید، از بیم غرور گفت، قادری کہ آب در جوفِ من پدید آری۔ یعنی کرامات ظاہری از مکر ایمن نبود۔ ودر ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار فرمودند مکرِ الٰہی دو است یکے بہ نسبت عوام دیگرے بنسبت خواص۔ مکرے کہ بنسبت عوام است از دیادِ نعمت (است) باوجود تقصیر در خدمت۔ ومکرے کہ بنسبتِ خواص است ابقاے حالست باوجود ترک ادب۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ الاسلام گفت حقیقت بکرامات درست نہ شود کہ حقیقت خود کرامت است وکرامات کہ ابدال و زُہّا د را بود از مکر و غرور ایمن نباشد۔ عطا ہارا چون بآن نگری ترانہ گذراند (کہ برباد شوی)۔ عطا از معطی بین وکرامات از مکرم راو گفت کرامات ناگاہ مرد را ازین کار بیرون آرد۔ چون موے از ضمیر صوفیان بکرامت روکند آن خود نقار بود برایام ایشان۔ وہم دران کتابست کہ ابوالخیر تیناتی گفتہ۔ ہر کہ عمل خود ظاہر کند مرائی است وہر کہ حال خود ظاہر کند مدعی است۔ وقتے یکے را دید کہ بر آب می رفت۔ وے بر کنارہ دریا بود۔ گفت این چہ بدعت است باخشکی آی وی رو (برو) ووقتے دیگرے را دید کہ درہوا می رفت گفت این چہ بدعت است فرود آی وبرو۔ آخر بانگ بروے زد کہ کجا می روی گفت بحج۔ گفت اکنون برو۔ وہم دران کتابست کہ ابوعمرو دمشقی گوید چنانکہ فریضہ است بر پیغمبران اظہار کرامات وآیات ومعجزات۔ ہم چنان فریضہ است بر اولیا پنہان داشتن کرامات از خلق تا در فتنہ نیفتند۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت شیخ عبدالکریم یمنی فرمودند کہ مرا پدرے (مریدے) بود کہ برروے آب

می رفت وقدم برہوا نہادو لیکن بوے از توحید نداشت۔

جمال چندیری

باحسن وجمال بود۔ شوہر وے صاحب مال بود۔ از برکت صحبت درویشان صاحب احوال حال جمال دیگر منوال (شدہ) است واندرین کار نیک درآمد، چون مردان راہ۔ چون شوی وے بمرد وے خانہ ومتاع خود را بر فقرا و درویشان و صلحا وصفہ کیشان وقف ساخت و در خدمت ایشان خود را نیک در انداخت و اندرین راہ کشادہای یافت و آرامے وجمعیتے پیدا کرد۔ من در سال ہزار وچہل واند تقریباً بچندیری رفتہ بودم۔ طواف مزارات وزیارت درویشان بابرکات آن جا کردم۔ روزے بدیدار آن جمال رفتم، دیدم کہ قصرے خوش مصفّیٰ آراستہ است وروح افزای ودل کشای واندر آن قصر جا بجا درویشانِ آزاد را سکونت دادہ وہمگنان سرخوش وخورم نشستہ وافتادہ ووے (با) زینت باشکوہ ونورانی طلعت ومشغول بحقیقت۔ من در آن وقت لشکری بودم لیکن طالب درویشان وشیفتہ دیدار وصحبت ایشان۔ وے مرا چہ بدید متوجہ من گردید واز روے لطف نیک پرسید۔ چون برخاستم از ہمسایہ ہاے استفسار روے کردم۔ ہمگنان متفق الکلمہ گفتند چون شوہر وے بمرد وے جوان بود مال شوہر را با فقیران وقلندران جوان بخورد (بخوراند) وضائع ساخت وخود را اندر بادیۂ ضلالت انداخت۔ ما او را واگذاشتیم کہ از حالت (اصلت) قوم برآمد۔ امروز ما باوے را اندر قبیلۂ خود راہ نمی دہیم۔ خوب یکے

خراب شد (چون یکے خراب شد[1]) (برخاستہ بہ) من بار فیقے گفتم۔ سبحان اللہ زنے
کہ در راہِ خدا آمدہ است و صاحبِ احوال شدہ واز راہِ باطن بمرتبۂ خاص بل اخص
رسیدہ، وے را مردم اراذل خسیس بل اخس چنین وچنین می پندارند و بمرتبہ فروتر از
خودشان می انگارند۔ و من تماشائے بہ ازین دیدہ ام بشنو کہ در شہر دہلی خانہ زادہ بودہ
است خانشہ نام کسب این جماعہ معلوم عالمیان است۔ و وے را چند پسر بود۔
ازآن میان یکے عبداللطیف نام راحق سبحانہ تعالیٰ توفیق رفیق داشت۔ اولاً از قوم
خویش برکند و بصحبت طالب علمان افتاد و تحصیل علوم دینیہ نمود و مقبول علما وفضلا
گشت۔ روزے یکے بخانشہ گفت کہ پسر را چرا با خود نمی داری و آوارہ و پریشان چون
می گذاری۔ گفت چہ کنم سعی من بجائے نمی رسد و گفتۂ من در وے ہیچ اثرے نمی کرد
رفت و بصحبت طالبان افتاد و خراب شد و ما ہم وے را وا گذاشتیم۔ خوب یک بیضہ
گندہ شد، شد۔ پس ازآن عبداللطیف را داعیۂ این راہ بدل پیدا آمد و بصحبت
درویشان و فقرا افتاد و صاحب ذوق وشوق شد و در طریق معاملت مستقیم الحال گشت و
قبولی پیدا کرد و او در روضہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ سکونت گرفت و طریقہ
ریاضت و مجاہدت اختیار نمود و جمعیتے و آرامے نیک بہم رسانید و قبول خاطر اہل اللہ
گردید۔ من وے را در شب عرس شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ در روضہ ایشان
دیدہ ام و آشنا شدہ وے بآن فضائل باشعار ہندی میلے ہم داشتہ و از سر ذوق خواندہ و
من ہم از ہندی خود خواندم و وے خوشوقت شدہ و آن شب با نشراح

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

تمام انجامیدہ ووے ہم درآن ایام با ذوق برفتہ از دنیا در سال ہزار وشصت واند (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) وقبرِ وے بجوار روضہ شیخ است۔ درین وقت حکایتے بیادم آمد از تفسیر "بحر الدرر" تصنیف مولانا معین واعظ است۔ کہ

"قال الاصمعی رحمۃ اللہ رایتُ اعرابیاً بالبانیہ (بالبادیہ) و بیدہ سیفٌ مسلولٌ و فطنتُ انہٗ سکرانٌ و قال لی انزع ثیابکَ و لا تخربُ بیتک بموتِکَ فقلتُ اتدری من انا؟ فقال لیس بقطاعِ الطریق معرفۃُ الاحدِ و لو عرفتُکَ لانکرتُ المعرفۃ فقلت لہٗ اما تعلم ان اللہ یطالبُکَ لما تفعلُ بی فقال لابد من الرزق ان طالبی بفعلی طالبۃٌ برزقی فقلت لہٗ کانک تطلُب رزقک علی الارض قال فاین اطلبۃ قلت و فی السماء رزقُکم و ما تو عدون (اتو آن) رمی السیف من یدہ۔ فقال استغفر اللہ رزقی فی السماء و انا اطلبہ فی الارض فلم یتمّ کلامہ حتی ظہر بین یدیہ رغیفان و قصعۃ مرقۃٌ حارۃ۔ ظہر ذالک من حسن توفیقہ و صدق نیتہ فالتفت الی فقال ہدیک اللہ تعالی کما ہدیتنی الی الرزق فحیرت من شانہ ثم تفرقت باکیا متعجبا بقدر اللہ تعالی ولا عجبٌ من ذالک لانہ قادر فلمّا کان العام القابل حججت بمکۃ فغیبتہ مراقبہ و بعد ذالک فی الطواف فعرفنی فقال او

۱؎ [illegible]

ما کنت صحبتنی بالبادیۃ فقلت بلیٰ قال لی ماسمک
قلت انا الاصمعی قال یا اصمعی من ذالک الوقت الی
یومنا ھذا یا تینی فی کل لیلۃ رغیفان و قصفۃ مرقۃ جارۃ
و انا من ذالک الوقت علی العبادت الی الآن لا افعل
شیاً الا بما امرنی ربی فقال لی یا اصمعی زدنی من
ذالک الشعر قلت ماھو الشعر انما ھو کلام اللہ تعالی
ثم قرات فورب السماء والارض انہ، الحق مثل ما انکم
تنطقون۔ فتغیرّ و جھہٗ فدلقیت فرایضہ تھتز من الحوف
خلفاً و اماماً ثم وقع علی وجہ فوجدتہ میتاً ۔ قال
الاصمی فاذا الھاتف یقول باللہ من اراداں یصلی علی و
ولی من اولیاء اللہ تعالی فلیصل علی ھذہ البدوی فل
فغسلناہ و دفناہ فرایتہ، فی المنام بعد الاسوع علی
ھیت (حسنۃ) فقلت بماذابلعت الی ھذہ المنزلۃ قال
سماعی بقراء تک القران۔انتہی۔"

سخن پیر ہری (ہروی) مشہور است ۔''ابوجہل از کعبہ برآمد، ابراہیم از
بت خانہ کاربعنایت است باقی بہانہ۔''ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم۔

خاتمہ در عرض بعضے از احوال اباے کرام و اقرباے عظام کاتب حروف ختم اللہ لھم بالخیر.

گوید فقیر حقیر محمد کمال محمد بن سید لعل بن سید بدہ بن سید حامد بن سید چاند بن سید معروف بن سید مجد الدین بن سید عزیز اللہ بن سید شرف الدین بن سید علی بزرگ بن سید مرتضٰی بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالفضل واسطی بن سید داود بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون بن جعفر ثانی بن امام ہادی علی نقی بن جواد محمد تقی بن امام علی رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید بن علی مرتضٰی کرم اللہ وجہ رضی اللہ عنہم وقدس اللہ اسرارہم کہ احوال اکثرے از بزرگان اندر کتب تواریخ سلف مسطور است و برالسنہ مذکور اما در "ثمرات القدس" مجملے از احوال سید شرف الدین وبعضے از اولاد و یاران وے چنین می نویسد کہ سید شرف الدین امروہہ ملقب بصاحب ولایت نور اللہ مضجعہٗ۔ وے از بزرگان سادات واسط است صاحب خوارق جلیلہ وکرامات عظیمہ و در علوم ظاہری و باطنی جہد وے کسے بوے نرسیدہ در زمان سلطان فیروز کہ عامہ ہندستان وے را خاتم[1] بادشاہان گویند، ہمراہ پدر خود سید علی بزرگ با جمعے کثیر براہِ ملتان بہندستان آمد و در سرزمین کہ اکنون "امروہہ" است اقامت گرفتہ و بعد از چندگاہ پدر را بآن جماعہ گذاشتہ۔ خود بجانب دامنِ کوہ شعست کروے رفتہ در درہ

---

[1] در نسخہ "ختم" ست

کوہے بعبادت حق سبحانہٗ مشغول گشت ۔ می آرند کہ شیخ شرف الدین پانی پتی
بطریق طے ارض آمدہ باوے ملاقات نمود چون زمانے بگذشت وصحبت گرم گشت
شیخ (شرف الدین پانی پتی) از روے انبساط بوے گفت کہ ما گرسنہ ایم ومیل
گوشت داریم ۔ این تعلق بشما دارد ۔ گوشت از شما ونان از ما ۔ وے بخادے گفت
کہ عقب این پشتہ رمہٗ آہوان ایستادہ یکے از آہوان بگو کہ ترا شرف الدین
صاحب ولایت می خواند ۔ رحم نما کہ مہمان عزیز رسیدہ است ۔ خادم رفت وآنچہ
باوے گفتہ بود با آہوان گفت ۔ آن ہمہ رمہ اجابت نمودہ روان شد ۔ خادم گفت
ہمہ را سید نخواستہ ۔ بلکے یکے از شما طلبیدہ ۔ ازین سخن رمہ ایستادوآ ہوے را از میان
خود بیرون فرستاد ۔ خادم آن را درنظر وے بیاوردہ وذبح کرد انچہ از گوشت درکار
داشت برگرفت وکباب ساخت وبوے آورد پس بشیخ (پانی پتی) گفت ۔ گوشت ما
حاضر است نان شما کو؟ شیخ دست درہوا کردہ چند تاے نان برگرفت وپیش وے
نہاد ۔ ہر دو بطعام مشغول شدند ۔ بعد فراغ طعام وے بخادم فرمود کہ باقی گوشت
وپوست واستخوان را حاضر گردان خادم چنان کرد وے دید کہ استخوان قبرغہٗ آہو
شکستہ شدہ است ۔ خادم را گفت ۔ نہی کردہ بودم از شکستن استخوان ۔ چرا چنین کرد،
اکنون برخیز وچوبے را بتراش وبر استخوان شکستہ بربند ۔ خادم چنین کرد آن گاہ وے
از کوزہٗ خود مشتے آب برگرفت وبرآن گوشت وپوست واستخوان بپاشیدہ گفت
"قُم باذن اللہ" ۔ آہو برخاست وسر برزمین نہاد وبرفت وبرمہٗ خود رسید این
نقل از راویان بطور دیگر ہم گویند اما اصح آنست کہ نوشتہ شد ۔ گویند بعد از وفات

وے روزے سلطان فیروز در آن سرزمین شکار می کرد۔ ہمان آہو را بوز سلطان بگرفت۔ چون پوست باز کردند چوبے در پہلو یافتند۔ سلطان تعجب نمودہ فرمود کہ درین کوہ تفحص نمائید شاید مردے را دریابند کہ این حال از وے منکشف گردد۔ آن خادمے را کہ در حضور وے این امر واقع شدہ بود، یافتند و پیش سلطان آوردند سلطان از وے سبب آن را پرسید وے آنچہ دیدہ بود تمام باز گفت۔ می آرند کہ در آخر عمر شریفش در قبایل وے کار چیزے درمیان آمد۔ کس فرستادند و التماس مقدم شریف وے نمودند اجابت فرمود۔ اتفاقاً در آن جای کہ وے می بود درختے چند ایستادہ بودند و وے در سایۂ آن می گذراند آنکس را نزد خود خواند و گفت ازین جا تا امروہہ مسافتے بسیار است و ہوا در غایت گرمی و راحلہ نداریم چون مرا بآن درختان مدتے است کہ موانستے عظیم درمیان آمدہ امید می دارم کہ اللہ تعالیٰ زنہار از من جدا نگرداند و در حیات و ممات با من دارد و الحال راحۂ من سازد واین بگفت و ساعتے خوب سر در پیش افگند۔ بعد از زمانے سر برآورد و گفت برخیز کہ اینک بسواد امروہہ رسیدیم۔ آن مرد حیران ماند۔ چون نیک نظر کرد دید کہ چنانست کہ وے می فرماید پس برخاست و درمیان قوم آمد و یک روز باایشان بود۔ روز دیگر قوم را صیحہ و فرمود کہ این درختان را درین جا می گذارم از انکہ من اندرین سرزمین مدفون خواہم شد چون مرا وقت برسد باید کہ نعش مرا آوردہ درمیان این درختان مدفون سازند۔ بعد از وفات وے چنان کردند۔ وفات وے در ہشتم ماہ ربیع الاول است از سال غت صد و ہشتاد و سہ (۷۸۳ھ) زبانی شخصے تاریخ فوت

مخدوم صاحب ولایت کہ شنیدہ شد مخالف[1] صاحب کتاب می آید۔ ''قدم مردانہ فوق (لامکان[2]) زد'' (۷۷۳ھ) واز ثقات آن جا استماع یافتہ کہ در روضہ متبرکہ وے کژدم بسیارند بکس آزارے نمی رسانند بانکہ در دست می گیرند و مردمان ہم کہ جا بجا می برند۔ نیش نمی زنند۔ راقم حروف کژدم ہاے آن جا را بسنبھل آوردہ است ہم درین جا نیش نمی زنند۔ وہم در ''ثمرات القدس'' آرد کہ سید عزالدین (عزیزالدین) نیز از سادات واسطہ است واز اصحاب سید شرف الدین صاحب ولایت صاحب کمالات صوری ومعنوی بودہ۔ گویند چون در امروہہ وفات یافت در محاذیٔ روضہ صاحب ولایت دفن ساختند۔ مدتے مدید بروے بگذشت، قبر وے مسمار گردید وعلامتے از آن نماند ودر آن زمین تعمیر ساختند ودرختان نشاندند تا آنکہ در سال نہ صد وہفتاد مردے صالح جمن نام را باہندوے قضیہ درمیان آمد۔ ہر چند نزد حکام وخواص وعوام امروہہ رفت دادش ندادند چون از ہمہ مایوس شد روے توجہ بروضہ صاحب ولایت آورد و چند شب در آن جا ماند و عجز و نیاز بسیار آورد و شبے در خواب دید کہ صاحب ولایت باوے می فرماید کہ ہر کہ از براے حاجتے و مہمے در روضۂ ما آید تا آنکہ چہل صباح ترک نکند آن حاجت را حق سبحانہ بوے بدہد۔

---

[1] در نسخۂ ندوہ ''موافق'' نوشتہ است [2] در نسخۂ ندوہ این عبارت است کہ این زیادہ صحیح و درست است ''زبانی شخص تاریخ فوتِ مخدوم صاحب ولایت شنیدہ شد موافق نوشتہ صاحب کتاب آمد'' قدم مردانہ فوقِ لامکان زد'' (۷۸۳ھ ۱۳۸۲م)

مورخ امروہہ علامہ محمود احمد عباسی تاریخ وفاتِ آن مخدوم بحوالہ مولوی سید اعجاز حسن ۷۳۹ھ نوشتہ اند۔ از تذکرۃ الکرام۔ ج ص ۱۵

اگر می خواہی کہ زود بمقصود رسی برخیز و ہمراہ من بیا تا ترا بخدمت بزرگے برم ک
نامش سید عزیز الدین است و اینک در جوارِ من آسودہ۔ جمن گوید کہ صاحب
ولایت این بگفت و دست مرا بگرفت و از در روضہ خود بیرون آمد، قدمے چند
برفت بجائے رسیدیم کہ مردے نورانی باہیبت و وقار بر بالائے صُفّہ ایستادہ چون
وے رابدید از صُفّہ بزیر آمد و دریافت و مارا بالائے آن صُفّہ برد و ہر دو بنشستند
ساعتے ہر دو مراقب شدند پس صاحب ولایت سر برآورد و مرا پیش خواند و روے
توجہ بسید عزیز الدین آورد و گفت این مرد از ظالمے ایذا کشیدہ وی کشد باید کہ توجہ
خود را از وے دریغ نداری کہ حوالہ کار این مرد بتو رفتہ۔ این بگفت و مرا باوے
بگذاشت و خود بروضہ خود برفت۔ پس وے احوالِ من پرسید۔ احوالِ خود را
مشروحاً معروض داشتم چون تمام احوال شنید یکے از آن جماعہ کہ باوے بودند
فرمود کہ برو و ہندوے کہ باین تعدی کردہ حاضر گردان، آن کس برفت و ہندو را
حاضر کرد۔ مرا گفت برخیز و در برابر وے بنشین و ہر دعوی کہ داری بگو۔ من در پہلوے
وے نشستم و قضیہ خود تقریر کردم۔ ہندو نیز در برابر من سخن کرد۔ سخن وے رارد نمود
فرمود چرا این مرد ظلم می کنی ازین درگذر۔ آن ہندو کہ بر سرِ عناد و ظلم خود بود مطلقاً
براہ حق نمی آمد محکمہ وے دراز گشتہ مرا پیش خواند و شمشیرے بدست من داد و فرمود
گردن این ظالم را بزن۔ من گردن وے را بزدم۔ تبسمے فرمود و شمشیر از من گرفت
و گفت برو کہ کشتہ این ظالم خدائے تعالیٰ ترا خلاص داد و اما باید کہ علی الصباح
در زمین مرزمین آئی واندے خاک ازین صُفّہ کہ می بینی، برداری، قبرے خاص خواہ

شد آن قبر من است۔ آن را مرمت نمای و در ہمان جا زاویہ برائے خود راست کن و ہر مشکل کہ ترا و سائر خلق را روی دہد توجہ بمن نمای کہ من مشاہد حال تو شوم و حل آن مشکلات کردم (کنم) و مرا رخصت فرمود۔ چون از خواب برآمدم، حیران واقعہ خود بودم کہ بناگاہ شخصے از در درآمد و گفت۔ شاد باش کہ فلان ہندو کہ بر سر تو ظلم می کرد، امشب دزدان وے را بقتل رساندند۔ بیقین دانستم کہ بہمان شمشیرے کہ در خواب بروے زدہ ام کشتہ گشتہ۔ برخاستم و متوجہ روضہ صاحب ولایت شدم۔ چون بآن جا رسیدم، از پئے تفحص زمینے کہ شب مرا نشان دادہ بودند شنیدم (شدم) در اطراف روضہ وے جاے را بشناختم۔ بیلے گرفتم و اند کے خاک از روے آن صُفہ برداشتم۔ قبرے ظاہر شد۔ پس آن جا را پاک ساختہ، آن قبر را راست نمودم و برائے خود زاویہ در آن جا بکردم آنچہ بمن می فرمود آن ہم چنان می شد و مرا و خلقتے انبوہ وقتیکہ را مشکلے روے می داد و رو، بمن می آرند من توجہ بروح پرفتوحِ وے می کردم (روحِ) وے بر من ظاہر می شد و حلِ آن مشکلات می نمود و از مطالب خبر می داد و مُدعاے ہر یک را می گفت و من بانہا می گفتم۔ گویند این مرد جمن تا زمان خلافت اکبر بادشاہ در قیدِ حیات بود۔ آخر الامر در سال نہ صد و نود (۹۹۰ھ/۱۵۸۲م) ازین جہان در گذشت و در جوار قبر وے مدفون گشت۔ و ہم در "ثمرات القدس" می آرد کہ قاضی عبد اللطیف امروہہ از ملک واسط است قاضی القضاتِ آن دیار و از فحول علماے روزگارِ خود بود، چون بہ ہندستان اتفاق توطن افتاد۔ دست ازان منصب باز داشت (و) روبعبادتِ حق تعالیٰ آورد و بمرتبہ کمال

رسید۔ گویند چون وے محتضر گردید نباشے را کہ در امروہہ مشہور بود طلب داشت[1])
و در برابر بہاے کفنِ خود آن را داد و گفت زنہار گرد قبر من نگردی وے این معنی را
قبول نمود بعد ازانکہ وفات یافت و وے را بگور کردند۔ آن نباش را قوتِ طامعہ در
حرکت آمد و عہدِ خود (را) فراموش کرد۔ رفت و قبر وے بکند، چون دست دراز کرد
وخواست تا کفن برگیرد۔ وے دست وے را بگرفت آن بے چارہ از ہیبت در
ساعت جان داد۔ صاحبش۔ ہر چند جہد کرد کہ دستِ وے را خلاص گرداند، نشد۔
این خبر بسید شرف الدین کہ ذکر وے ان شاء اللہ آید بر سر قبر بایستاد و گفت۔
''قاضی را نباید کہ بر ہمہ خود را ظاہر سازد کہ شرط این راہ نیست''۔ دست وے را
بگذاشت۔ خادم وے صاحب قبر را در خواب دید کہ می فرمودند آن نباش را در
جوار من دفن نمائید۔ اللہ تعالیٰ وے را بیامرزید و فرمود ہر کہ بزیارت تو آید اول
زیارت قبر وے نماید اکنون قبر وے بجانب پاے اوست۔ ''یزار و یتبرک''
وہم در ''ثمرات القدس'' می آرد کہ سید شرف الدین امروہہ الملقب بجہانگیر وے
نیز سید شرف الدین صاحب ولایت است کہ باپدرش میر سید علی در واقعہ نمود کہ
حق سبحانہ تعالیٰ ترا پسرے دہد کہ جہان را از وے افتخار شود۔ چون متولد شد
''شرف الدین'' نامش نہاد و جہانگیر تخلص کرد۔ گویند چون وے بحد تمیز رسید
مرید پدر خود گردید۔ از وے رخصت خواست و بدہلی شد۔ آن جا در خواندن علوم
غور تعلیم نمود۔ و تخلص بر خود اختیار کرد چنانکہ در روز

1. اضافہ نسخہ د۔

تعطیل از برائے خود قوت کا چی می پخت و آن را در تغارے می کرد و بکار دلقمہ لقمہ می کردہ و نگاہ می داشت۔ چون علی الصباح خواستے کہ بدرس رود دلقمہ از آن برداشتے و در دہان نہادے و فرو بردے۔ و ہر کتابے کہ در آن ایام از پدر و مادر و خویشاوندے بوے رسیدے نخواندے و در کوزہ (انداختے) تا در اندک فرصت برا قرانِ خود فایق آمد۔ چون از تحصیل فارغ شد پدرش کہ قاضی بود، وفات یافت۔ بادشاہِ وقت را ازین خبر شد و گفت۔ وے را ہیچ خلفے ماندہ؟'' گفتند۔ دو پسر است۔ ازان یکے اندرین شہر است از تحصیل علوم فارغ شدہ و تعریف کمالاتِ وے بسیار کردند۔ بادشاہ وے را بحضور (خود) طلبید واز وفات پدرش اعلام نمود۔ وے کریمہ '' انا للہ و انا الیہ راجعون '' را برخواند۔ بادشاہ گفت۔ اکنون بجائے پدر خود نشست کہ ترا شائستہ آن مقام می یابم۔ وے از آن امتناع کلی نمود بادشاہ قبول نکرد و فرمودند تا خلعت آوردند و بتکلف تمام بروے پوشانیدند و فرمانِ زمین و قضا بودے سپردند۔ بنابر مضمون ''اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم '' قبول نمود و از پیش بادشاہ بیرون آمدہ و خلعت و فرمان را بخادمے سپردہ، راہِ امروہہ پیش گرفت۔ چون دو سہ منزل برفت سید محمود[1] برادر وے اندر راہ پیش آمد۔ پرسید کجا می روی؟ گفت می روم تا ملک و باغے را کہ

[1] از روئے تحقیق علامہ محمود احمد عباسی مورخ امروہہ، در ''ثمرات القدس'' و نسخۂ خطی میوزیم دہلی نام محمود نیست صرف لفظ ''برادر'' نوشتہ شدہ است۔ صاحب تاریخ واسطیہ امروہہ قبل لفظ برادر نام ''سید محمود'' را اضافہ کردہ و نسب خود را از آن سید محمود متصل کردہ است۔ نام برادر سید شرف الدین جہان گیر ''سید تاج مدین'' است۔ سید محمود نیست۔ نام سید محمود در نسخہ ندوہ و نسخہ کتابخانہ رضا رامپور البتہ موجود است۔ واللہ اعلم۔

از پدر ماندہ فرمانے بیارم تا کسے را دخل دران نماند۔ وے خادم را گفت کہ آن فرمان وخلقت پیش برادر آر۔ آورد وگفت کہ اگر برائے این می روی حاضر است برگیر۔ برادر گفت من بفرمان وخلعت آوردۂ تو احتیاج ندارم خود می ردم وفرمان و خلعت می آرم۔ وے گفت این ہرگز صورت نہ بندد باقی امر تراست۔ این بگفت و برخاست۔ برادر بطرف دہلی روانہ شد ووے بامروہہ آمد۔ چند روزے دران جا بود۔ آن فرمان وخلعت را بیکے سپرد وگفت۔ یقین دانم کہ برادر کارے نساختہ باز گردد۔ چون باین جا رسد۔ این امانت را بوے سپاری وبگوئی کہ جاے اباو اجداد خود بصفا دار وکدورت را دران راہ مدہ۔ این بگفت وخود از برائے عبادت بکوہے کہ جد بزرگوارش بسر می برد۔ رفت ومشغول گشتہ وآن محمود برادر وے بدہلی رفت۔ کسے از وے اعتبارے نگرفت۔ باز بامروہہ آمد وبہمان فرمان وخلعت درساخت وبجاے پدر بنشست وبامر قضا مشغول گردید۔ گویند چون سید شرف الدین کہ بکوہے رفتہ بود ومشغول گشتہ غلامے باوے بود۔ در شب یکے از اعیادی غلام را بخطر رسیدہ کہ آہ فردا در امروہہ در عیدگاہ خلایق جمع خواہد شد وبا یکدیگر مصافحہ خواہند کرد۔ وے خواہش غلام را بنور باطن دریافت۔ غلام را گفت۔ امشب تجر دُما بخواب روی تا فردا تماشاے عید وعیدگاہ مشاہدہ نمائی۔ وے چنان کرد چون از خواب درآمدہ خود را در امروہہ یافتہ۔ تعجب نمودہ قدم پیش نہادہ دید کہ خلایق کیشہ روی بعیدگاہ آوردہ اند۔ آشنایان وے را پیش آمدند۔ بایشان بعیدگاہ رفت ونماز بایشان بگذارد ومصافحہ نمودہ وہمراہ ایشان بامروہہ بازگشت۔

چون شب در خواب شد و از خواب چشم بکشاد و باز خود را در خدمتِ وے یافت از ین باز آمدن بکوہ حیران تر ماند۔ می آرند کہ چون وفات وے نزدیک رسید از کوہ با مردہ آمد جمیع اقربا و خویشان و یاران را جمع نمودہ گفت۔ حالے من از ین عالم می روم۔ می باید کہ تجہیز و تکفین نمودہ در پہلوے جدِ بزگوار و پدر نامدار من دفن کنید بہ جاے خواب آمدہ و سر بر تکیہ نہاد و دست راست زیر رخسارہ چپ۔ و چشم بر بست و گفت ''اللہ'' و بالحق واصل گردید در ششم ربیع الاول از سال دہم۔ و ہم در'' ثمرات القدس'' می آرد کہ سید محمود دودھ دھاری از ابناے صاحب ولایت است وے دست از طعام کشیدہ داشتے مگر قدرے از شیر کہ بآن اکتفامی کردہ و معنی دودھ دھاری آنکہ کسے بقوت شیر باشد۔ گویند وے در صحرا با و کوہ ہاے مہیبہ کہ ہیچ گاہے قدم آدمی زاد بدآن جا نرسیدہ عمر خود را بعبادت باری عز اسمہ بسری بُرد و باشیر و پلنگ موانست داشت و گاہے سوار شدہ بشہر می آمد۔ روزے یکے از مریدان وے بیکے می گفت کہ پیر من گاہے شیر سوار می شد و مار را قمچی می کند۔ آنکس گفت تو نسبت پیر خود چنین اعتقاد داری لیکن ما مردم تا بچشم نبینیم باور نکنیم و اندرین گفتگو بودند کہ غوغاے عظیم از شہر برخاست۔ گفتند کہ میر سید محمود بر شیر سوار شدہ و مار را تازیانہ کردہ بشہر در آمدہ۔ زمانے نگذشتہ و نزدیک بمرید آنکس برسید و روے بوے آوردہ و گفتہ سگے (شیرے) را مطیع خود ساختن و کرمے را بدست گرفتن چہ کار است۔ کار از ین بالاتر است۔ چون فرزندم با تو سخنے بمیان آوردہ (بود) اگر باین ہیئت نمی آمدم، انکار اولیاء می کردے و این انکار بکفر و زندقہ می

افگند، نخواستم کہ بکفر وزندقہ افتی، این بگفت و باز گشت۔ انتہی۔ پوشیدہ نماند کہ انچہ در ''ثمرات القدس'' نوشتہ شد، پدرِ من زیادہ از آن ہم می گفتند۔ واحوال صاحب ولایت و اولاد و اصحاب ایشان نوشتہ شدہ۔ و از سادات امروہہ زیادہ ازان ہم نقل ہا می کنند۔ امّا اکتفا بر ہمین نمودہ شد و ہم پدر من نیز می گفت کہ از صاحب ولایت دو پسر ماندہ سید میر علی و سید عزیز اللہ و از اولاد این دو عزیز، چہ در امروہہ و چہ در سنبھل و چہ دیارِ غیر ذالک مردم بزرگ نامدار و اہل این کار پیدا شدند، چنانچہ ظاہر است۔ و ہم پدرِ من گفتے کہ سید چاند بن سید معروف بن سید مجدالدین بن سید عزیز اللہ بن صاحب ولایت در قریہ بودپور (بھوج پور) از مضافات امروہہ سکونتے داشتہ و بمعاملتے نیک و استقامتے تام بسر می بردہ و اہل این کار بودہ۔ وقتے شیخ عمر شہ سنبھلی را بوے اتفاق ملاقات افتادہ و عمر شہ و فتح شہ دو برادر بودہ اند۔ ہر دو عالم و فاضل و بزرگ از مشاہیر روزگار صاحب جاہ۔ آخر عمر وے شہ بسید چاند گفت سید چرا نہ در شہر سنبھل آی و اقامت گیری و من دخترے دارم نامزد سید چاند (حامد) پسر تو کنم۔ سید چاند این معنی قبول کرد و سنبھل آمدہ۔ بی بی خدیجہ دختر عمر شہ بحبالۂ عقد سید حامد در آمد۔ و از آن مر حویلی و باغ و املاک بنام آن بی بی شد و اتفاق توطن افتاد۔ امروز از آن باغ چند درخت انبہ ماندہ کہ مشہور ''چندن پٹی'' است و آن حویلی ہمین ''سید واڑہ'' است و سید چاند را دو پسر بود، یکے آن سید حامد کہ جدِّ پدرِ من است و دیگرے سید اکرم و سید اکرم نیز دو پسر داشت۔ یکے سید امجد پدر سید فیروز و دیگرے سید اشرف پدر سید شاہ محمد۔ و این

ہمہ بزرگان بودہ اند موصوف بصفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ۔ چنانچہ تقریب
احوال بعضے از ایشان در محل خود اندراج یافتہ است واز سید حامد یک پسرے ماندہ
سید بدہ کہ جدِ منست و وے منصبے داشتہ بدرگاہ اکبر بادشاہ معزز بودہ و روشناس
چنانچہ روزے وے بحضور بادشاہ ایستادہ بود۔ بادشاہ ڈولچہ بدست گرفتہ آبے را از
حوض چہ چرم کہ در سفر می باشد می بر آورد و در ظروف مصلیان بجہت وضوی
ریخت۔ درین اثنائے آن ڈولچہ را بدست سید بدہ داد و گفت۔ سید بدہ ہر مصلی کہ
آب وضو خواہد بدہ۔ و بادشاہ رفت در مسجد خیمگی بر مصلا نشست و سید بدہ تا وقت
تکبیر نماز آب را بمصلیان می دادہ، چون تکبیر گفتند (بہ) نماز فرض حاضر شد۔ و ہم
پدرِ من گفتے کہ پدرِ من با بسیارے از درویشان صاحب کمال و مجاذیب اہل حال
صحبت داشتہ بود و محبت این طائفہ بدل او جا کردہ۔ وقتے کہ وے بزمین مشرق
بودہ است با شیخ احمد میرٹھی (برہی) اخلاص و محبت پیدا کردہ و بوقت مراجعت
بسنبھل شیخ احمد را با اہلِ وے بی بی پھول نام با خود آوردہ در منزلِ خود جا دادہ و
مدتے چندا این جا بودہ۔ پدرِ من گوید کہ من در آن مدت دوازدہ سالہ بودم۔ آبلۂ
چیچک بر آوردم پدرِ من مرا در نظر شیخ احمد آورد۔ وے ریزۂ خاکستر و دعا بران خواندہ
بر تمام بدنِ من بمالید از مالیدن آن زود بہ شدم و ہم پدرِ من کوزہ پر از خاکستر را پیش
شیخ آوردہ و دعاے وے خواندہ (خوانانیدہ) نگاہداشت۔ تا آن خاکستر ماند،
(بیماران) صعب چیچک بسیار بہ شدند۔ و چون سید بدہ با کبر آباد رفت، شیخ را با خود
برد۔ روزے ہمراہی بادشاہ بفتح پوری رفتند جمعے نوکران و لشکریان ہمراہ بودند۔ د

اثناء راہ رفتن ابرے مہیب غرندہ دررسید واز ہر چار جانب کلہ در بست۔ سید (بدہ) بشیخ (احمد) گفت۔ شیخا! با چہل و پنجاہ کس می رویم و در راہ جاے پناہ نمی نماید و بارانی ہمراہ نے، حال چون خواہد شد وے بگفت غم مخورید واز پے من بیائید وے بر پشتہ شد (و بایستاد و بر ہمہ را اسے از اسماء الہی بیاموخت ہمگنان خواندن آغاز کرد باران چون باریدن گرفت بر پشتۂ نبارید) و در زیر پشتہ و اطراف آن باران عظیم بارید و سیل ہا دوید۔ چون باران در ایستادہ، این باروان شدند با جامہ ہاے خشک و پاک وصاف۔ آمد شدگان آن راہ از مشاہدۂ حال شان در شگفت می شدند و این تصرفات شیخ بودہ۔ از شیخ احمد اشعاریست ہندی فصیح و پر معانی۔ حقائق این راہ را نیک گفتہ و در سفینۂ جد من کہ الان با من است، نوشتہ است و ہم اندران سفینہ دوہرہ ہاے ویست۔ پدر من گفتے کہ چند دوہرہ بخط ویست۔ واز آن جملہ است این اشعار۔

بھونہ گوٹ اور مانگ ٹھ احمد نین سراے
آنسوں چھرکت جگ کے پی پی لبے نہ آئے
دُکھ بنجن پر آنسوبک احمد در سکی چاو
برتن بھی جرا دہی جراو جراو
احمد برق پریتیں واوی لادت لوں
سپ مروان بھوں پی کی بے پی بجے سو کوں
احمد نہ سکہ سپے بنی روم روم تن مانہ

---

١ [illegible]

ہوں ناتھ بوں ناہ ری ہوں ماہیں ہو مانہ

آخر شیخ احمد را ہوائے سفر مکہ خاست با اہلِ خود روان شد، چون از کشتی فرود آمد این سورٹھہ گفت و بمکہ رفت

دے جن رہے اودار جن سر بہاری بہارنا احمد اتری پار بجادر جھونک سبہ بہار موں

دو پسر وے عبدالسلام و عبدالرحمٰن را، زین خان کہ باوے محبت و اخلاص و محنت داشت با خود داشت و خان باوے صحبت ہا و سیر ہا نیک نمودہ بود۔ گویند روزے ہر دو از راہِ بے تکلفی در مقبرہ سیری کردہ اند و بر سر چاہے رسید کہ زنانِ صاحب حسن آب می کشیدہ اند۔ این ہر دو بر لب چاہ تماشاے شان می کنند و شیخ از سر خوشی در آن وقت این گفتہ

احمد کوا کی پان راہ بد ہنا کہن بکاے
کہن کہن نیز پلہارتی ترہت ااگت پاے

چون شیخ بعد دریافت شرف حرمین محترمین در سال نہ صد و نود داند (۹۹۰ھ ۱۵۸۳م) برفت از دنیا و در مکہ مدفون شد۔ زین خان وسید بدھ چون شنیدند ماتم کردند و غم ہا خوردند۔ خان متمول بود آش وے نیک داد چنانکہ یک یک گوسپند و یک یک من آرد و حوائج آن بہر مشائخ و بزرگے و اغنیائی کہ در حضور اکبر بادشاہ و اکبرآباد بودند رسانید۔ وقتے جد من با ارادۂ پسر صالح بزیارت (مزار) حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی قدس سرہٗ باجمیر رفت۔ وقت بوسہ دادن بقبر مبارک گلے لعل بدامن (بدامنِ) دے در آمد۔ وے در دلِ خود این نیت بست کہ اگر

پسرے نصیب شود اورا "لعل" نام کنم تا پس از مدتے معبود پدرِ من بزمین آمد (موافق نیت معبود نام او "لعل" نہاد۔ وہم نذرے کہ بستہ بود ادا نمود۔ آخر جدِ من از بادشاہ رخصت گرفتہ بجا گیر خود رفت[1]) در جلندھر و آن جا بہ رشد و برفت از دنیا در سیزدہم یا چہاردہم ماہ شعبان از سال نہ صد و نود داند (۹۹۰ھ/۲۱ راگست ۱۵۸۲م) وقبر وے ہمان جا است۔ (چہاردہم شب برات) درست تر است۔ چہ پدرِ من در شب برات طعامے بسیاری پخت ومی گفت امروز روز وفات پدرِ منست و آن شب فقرا وصلحاے بسیارے را بر مائدہ می طلبید۔ پدرِ من گفتے کہ بعد فوت پدرِ من برادر کلان مرا بخضور را اکبر بادشاہ بردہ ایستادہ کردند۔ وے وجیہہ بود وخوش قد، مردانہ وزبردست۔ بادشاہ وے را خوش کرد و گفت۔ این چنین جوان را پیش ازین نزد ما چرا نیاوردید واز روے لطف وے را پرسید۔ چون ساعتے نیک ایستادہ ماند (چونکہ) خانہ پروردہ بود، تنگ گردید واز ہمان جا بر کند و سنبھل باز آمد واز سنبھل بکاہوائی رفت و آن جا برفت از دنیا در سال نہ صد و نود و از استماع این خبر اہل وے وصبیہ سید امجد شش ماہ سرنگون نشستہ ماند وہیچ دم نزد و ہم چنان برفت ز دنیا۔ وہم پدرِ من گفتے کہ دو برادر من دیگر جوان برفتند از دنیا سید شاہ محمد و سید عثمان و دیگر بزرگان واقربا ے بزرگان من مثل سید قاسم و سید جوگی و سید معروف وغیرہ ذالک کہ در سنبھل توطن داشتند ہر ہمہ نیکان وپاکان بودہ اند۔ بالفعل تفصیل احوال شان کماہی بخاطر نماندہ اجمالے کہ درین جا نوشتہ آمد۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

---

[1] اضافہ از مترجم

وولادت پدرِ من سید لعل در ماہ رجب از سال نہ صد و ہفتاد و شش (۹۷۶ھ، جنوری ۱۵۶۹م) و وے صالح مادرزاد پیدا شد و از ایام خردی آثار ہدایت و سعادت و سلامت و استقامت بروے ظاہر بود۔ وخلق و مروت وفتوت ذاتی داشت۔ صفت حلم وتواضع کہ از وے دیدہ وشنیدہ شد (کم از کسے دیدہ وشنیدہ می شود[1]) چنانچہ وقتے از ہمسایہ با جفاہاے سخت دیدہ ودرشتی ہا با دشنام ہاے غلیظ کشیدہ و ازین ہمہ در گذراندہ شبان گاہ طعامے بجفا کاران رساندہ واین چنین چند جا در چند بار بوقوع آمد

بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اساء

وہم وے در اوایل پیش شیخ فرید مرتضی خان وازان پیش شیخ سلیم خواہر زادہ خان و بعدہٗ پیش سید بھوہ بخاری لشکری بودہ، بغیر از علوفہ مقررہ خود چیزے بکار نبردے و ہمیشہ صحبت وے با مردم اہل این راہ بود مثل شیخ ابا بکر سنبھلی و شیخ عبدالوہاب و شیخ سراج الدین لونی کہ ذکر شان گذشتہ وغیر ایشان ہم کہ ہمہ دوستانِ خدا بودہ اند۔ چون تولّد و وفات وے در رجب است از علوفۂ این ماہ مبارک یک فلسے ہم بتصرفِ خود نیاوردے ہمہ را در راہِ خدا وصلہ رحم قسمت کردے ودرویشان کہ ازین طرف وآن طرف بوے می آمدندے می گفتند کہ ما بخانہ ءدرویش پدر خود می رویم۔ و وے از ایام صبا تا آخر حیات کہ بصحبت عارفان باللہ وفقراے این راہ رسیدہ بود با من بیان فرمودے وشکر ہا نمودے۔ از آن جملہ دیدار منور وصحبت اکسیر ساے

---

[1] اضافہ از مرتب

خواجہ بیرنگ بود وآن در ذکر شیخ ابا بکر گذشتہ و نیز بہ صحبت شیخ تاج الدین سنبھلی از دہلی تا سنبھل رسیدہ۔ روز اوّل گفت ''در این جوان صلاحیت نیک ظاہر است واز احوال وے پرسیدہ۔ وے از راہ نیاز حقیقت حال باز گفت۔ شیخ بسیار مہربانی فرمودند و ہر روز بر مائدہ طعام با خودمی نشاندہ و ہم چنین صحبت داشتن بعضے از درویشان کہ اندرین کتاب ایراد یافتہ شدہ اند۔ وہم وے با شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی صحبت داشتہ آن ہم در ذکر شیخ گذشتہ وانچہ صحبت درویشان را دریافتہ اگر بتحریر درآورد، تفصیل آن بتطویل می انجامد۔ از آن جملہ سید محمد سنبھلی را بسیار بیادمی آوردومی گفت کہ وے صادق بود اندرین راہ وصاحب ذوق حالت و لطافت۔ ہر کہ وے را دیدے معتقد گردیدے۔ روزے یکے از یاران بوے گفتہ کہ سیدی من آرزو دارم کہ کسے از دوستانِ خدا احوالے کہ پس از رفتن از دنیا بخود باز می یابد، بر من بکشاید وایں زنگ دیرینہ را از سینۂ من بردارد۔ وے گفت چون من می روم از دنیا ترا اندر خواب جواب خواہم گفت ان شاء اللہ تعالیٰ سبحانہ۔ چون وے برفت آن یار از انتظار آن سخن بخواب رفت وسید را اندر خواب دید وآن سوال پرسید وے گفت۔ پسرکا! کیفیت این جا بگفت درنمی آید، وقتے کہ تو خواہی رسید خودخواہی دید جواب ہمین است۔ در آن ایامے کہ مادر من از دنیا رفتہ بود پدرمن از دہلی با آبرآباد روانہ شد چون در بادل (بلاہور) رسید با شیخ ابراہیم ملاقات نمود۔ وے از طریقۂ صلاحیت ودیگر کیفیت پدر من مطلع شد کرمے بسیار نمود وشبان گاہ بپدر من پیغام فرستاد کہ من دخترے دارم صالحہ آن را بزوج قبول

کنی و من از قوم آلِ موسیٰ ام۔ پدرِ من این معنی موقوف بر تقدیر داشتہ سحر گاہی سفری شدہ آخر الامر این معاملہ بدختر خالہ مادرِ من بظہور آمد کہ قرابت قریبہ بودہ است۔ پدرِ من گفتے کہ آن شیخ ابراہیم مردے بزرگ بود صاحب اخلاق و معاملت نیک پس از آن من شیخ را در ہمہ قصبہ ملازمت کردم، عزیزے بودہ صاحب معاملت در کنار قصبہ نشست گاہے داشتہ با جمعیت می گذرانید، بر من لطفے و عنایتے می فرمود امروز اندر آن قصبہ عزیزیست حاجی شکر اللہ نام نیک معاملت و خوش اوضاع۔ با شیخِ من آشنا است۔ من ہم با وے آشنا و مدتہا در دہلی گذراندہ والحال بجاے خود است۔ مرید (شیخ) پدرِ من شیخ رفیع الدین بن شیخ قطب الدین بن شیخ عبدالعزیز چشتی است و بذکر باطن از وے ملقن شدہ بجمعیت و آرام نیک رسیدہ۔ و احوالِ خود با من می گفت و ہم از احوالِ من استفسار می کرد۔ از روے ادب (کم) چیزے بگفتہ می شد۔ چون پدرِ من بعمر شصت و سہ سالگی رسیدہ، در جاے ہفت فرسنگے بحدود خوشاب بناحیت قصبہ ویا بن علوکی در تاریخ روز دوشنبہ دوازدہم ماہ رجب از سال ہزار و سی و نہ (۱۰۳۹ھ/۱۴رفروری ۱۶۳۰م) شہید شد و در زمین جنوبی آن قصبہ مدفون گشت و مجملے از احوال وے در ذکر سید اسحاق پنجاب گذشتہ است و تفصیل این حکایت من اندر کتاب ''جمع اجمع'' نوشتہ ام۔ القصہ من در آن جنگ زخمی شدہ افتادہ بودم۔ عجائب آن ایام اینست کہ از ابتداے روز شہادت پدرِ خود تا چہل شب وے را متصل بخواب دیدم بوضع نیک و شانِ قوی و اکثر شب ہا بہ تسلی و تفقد حالِ من حرف می زد۔ در آن مدت مرا

ہمہ خواب ہا بیاد بود اِلّا خواب دوشنبہ کہ فراموش کردہ بودم۔ از آن جملہ است این کہ شبے بخواب دیدم کہ پدرِ من در موضعیست کہ ہمہ خانہ ہا رابکاہ سبز و سیراب بر آراستہ اند و دیوار اصلا ندارد و وے در خانہ میانہ آن جا بر تختے بتکیہ نشستہ۔ و بر تختے دیگر در برابر آن شیخ من و من نشستہ ام و وے سخنان غریب از آن عالم با شیخ من بمیان دارد۔ چون برخاستہ ایم و دیدیم کہ ساکنان آن موضع ہمہ زنانِ صاحب حسن لطیف و ظریف اند بالباس ہاے رنگین و فاخر و معلوم چنانست کہ آن مقام، مقام بہشت است و آن زنان حورانِ بہشت و من اندر آن مدت (زمانہ) اکثر بگرد قبر پدر افتادہ می ماندم۔ روزے عزیز نورانی سپید ریش را دیدم کہ از جاے در رسیدہ و نزدیک نشستہ و سورہ از کلام مجید خواندہ و معلوم نشدہ کہ بود۔ من در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء) در اثناے سفر قندھار بزیارت قبر پدر شدم، دیدم کہ اہل آن قصبہ قبر را برسم آن جا بسنگریزہ بر آراستہ اند و در شبہاے جمعہ و دوشنبہ در آن چار دیواری چراغ روشن می کنند و زیارت می نمایند و از آن قبر تبرک می خواہند۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ شیخ من در تعزیتِ پدرِ من این نامہ نوشتہ و بمن فرستاد۔

خداست آنکہ نمرد است جاودان حیّ

و ماسواہ خیال است مزخرف باطل

اللہ تعالیٰ صبر بر بلا و شکر بر نعما نصیب گرداند۔ صبر بر بلا آنست کہ بلا را از مولیٰ دانستہ و دیدہ، خود را از جزع و فزع فارغ دارد بلکہ مولیٰ را در بلا مشاہدہ نمودہ بصفت رضا و انس باو متحقق گردد۔ در

کلام قدسی انتظام نبوی واقع است۔ اشد بلاہا بر انبیاء است بعد
ازآن براولیاء بعد ازآن بر ہر کہ بایشان مماثلت دارد۔ در
گذشت خدمت سیادت پناہی مصیبت عظیم است۔ امّا چہ چارہ
است۔ الحال بدُعاء مدد ایشان نمائید کہ بہتر از غم واندوہ است و
در جمیع کارہا نظر بخدا داشتہ خوشحال باشید۔ شمارا باید کہ کارہا خدا
داشتہ باشید بعد ازآن ہر چہ رودہد (در رضا) کوشید۔ پیوستہ ملتجی و
متضرع بجناب کبریای الٰہی بودہ جز این مطلب نخواہید کہ حق
سبحانہ بکرم خاص خود از ہر چہ محبت (ماسوائے) اوست پاک
برآوردہ، گرفتار خود گردانیدہ چنان سازد کہ در شما از شما نامے و
نشانے نماند۔ اگر بینید اورا بینید و اگر جوئید اورا بجوئید د جوید ن
(سر) خود باشید۔ بارے (در) ہر لباسے کہ ہستید سعی درآن
داشتہ باشید کہ تعلقِ غیر از دل برخاستہ شود کہ سرمایۂ این سودا
ہمین است۔ باقی از حالات و کیفیات اگر حاصل شود فبہا و الّا
چندان ضروری نیست کہ بارواح طیبہ متوجہ باشید کہ بکرم
خداوندی ہمہ دشوار یہا آسان خواہد شد۔ مضطرب نباشید و سررشتہ
از دست ندہید۔ سعی شمامی باید کہ درین باشد کہ ہیچ امرے ازآن
امور واقع نشود کہ شرع محمدی علی مصدرہ الصلوۃ والسلام ازآن
مانع شدہ است۔ انچہ در گور بکار خواہد آمد ہمین است باقی ہر چہ
داری، اینست (این طور است) اگر مخالف نیست سود است و اگر

مخالف است زیان۔ واگر توانید نماز شب کہ آن را نماز تہجد گویند
(بکنید) و دران وقت ہا ساعتے خاموش بنشینید و عزیزان
(محبوب) را حاضر خیال کردہ در خیال باسم ذات جانب قلب
صنوبری ذاکر باشید واگر این نتوانید ہمین قدر بکنید کہ بدل متوجہ
باشید بہ آن روش کہ دل را خانہ دانید کہ محبوب درخانہ است وشما بر
درمنتظر محبوب نشستہ اید۔ واین معنی را ورذکر نیز تصور باید کرد تا نظر
از خود بیرون نیفتد۔ محبوب را از خود بجوئید نہ از بیرون۔ بلکہ ہرچہ
طلبید بر دردل عرض نمائید تا جمعیت از دست نرود۔"

احوال کاتب حروف اکنون مجملے از احوال من انیست کہ ولادت من وقت مغرب
دوم یا سوم ماہ ربیع الاوّل است از سال ہزار و یازدہ (۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ/
۱۹ اگست ۱۶۰۲م) و "اعظم" تاریخ آن و آن روز ابتداء عرس آن سرور است
صلی اللہ علیہ وسلم کہ درسال یازدہم از ہجرت بوقوع آمدہ ولفظ "ھو" (۱۱ ہجری)
تاریخ وصال آن حضرت است صلی اللہ علیہ وسلم کہ روزے بخاطر من رسیدہ و من
این قطعہ بستہ۔

چون رفت ازین جہان محمد	گفتند جہانیان خدا ہو
تاریخ وصال او بجستم	گفتند ملائکہ ھو ھو

پس از روز وصال آن حضرت تا روز تولد من ہزار سال بحساب می درآمد کم بیش
وہم در شب سوم ربیع الاول شب عرس حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند است قدس
سرہ و در روز "بسم اللہ گفتن" ۔۔۔ ششم ماہ رجب است و روز عرس حضرت خواجہ

معین الدین حسن سجزی قدس سرہٗ۔ ہم در مسجد ایشان کہ در حال حیات خود ساختہ
اند گویند سنگ ہاے صحن آن مسجد بزرگانے کہ در خدمت ایشان بودہ برداشتہ، در
آن جا نہادہ و آن مسجد منورہ در جوار روضۂ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
قدس سرہٗ واقع شدہ بسملہ از بزرگے ''شاہ عالم'' نام از اولاد شیخ عبدالعزیز قدس
سرہٗ نصیب شدہ و آن روز مرا نیک بیاد است و ہم ششم رجب روز ولادت شیخ من
است چنانچہ در ذکر شیخ من گذشتہ و من از نہ سالگی نماز می گذارم و یازدہ سالگی
روزہ می دارم، بکرم حق سبحانہ تعالیٰ۔ و من چاردہ سالہ بودم کہ شبے مصطفیٰ را صلی اللہ
علیہ وسلم در خواب دیدم بصورت خواجہ بیرنگ بالاے کشتی در دریاے جون و مقدار
دو تیر پرتاب از طرف بالا بقلعۂ فیروزی در رکاب سعادت آمدم و آن حضرت تکیہ
کردہ نشستہ اند گویا چیزے می خوانید بعدہٗ روے مبارک بسوے من کردہ بہ
عنایاتِ تام بچشم و سرایمای رخصت فرمودہ اند۔ من سلام کردہ و نیاز آوردہ و
ایستادہ در نظارگی انوار الٰہی شدہ ام تا کہ آن حضرت از کشتی فرود آمدہ براہ دروازۂ
دریا اندرون قلعہ تشریف ارزانی فرمودہ اند و در سال دیگر از عنایت الٰہی بشرف
صحبتِ اوّل شیخ خود مشرف گشتم در مسجد جامع فیروزی و عقب وے نماز عصر گذاردم
و وے در آن مدت شانزدہ سالہ بودہ است و من پانزدہ سالہ و وے ہشت و
چہار روز کم از من بعمر زیادہ است و در آن وقت وے مرا پرسیدہ کہ چہ نام داری و
از کجی ی؟ حقیقت حال را عرض کردہ ام وے در ایستادہ بیک نگاہے دکش وایماے
ے وش مرا صید خود ساختہ و در دریاے محبتِ خاصِ خود نیک در انداختہ۔ پس

ازآن ہر کجا وے را از دوری دیدہ ام شیفتہ و فریفتہ جمالِ با کمال وے بودہ ام
ومضمون این رباعی از دلِ خویش زدہ کہ موافق حالِ خود گفتہ ام۔ رباعی

زآن روز کہ در کوے تو بشتافتہ ام روے خود ز غیر بر تافتہ ام
عشاق جہان بصورتے قانع و بس من صورت و معنی بتو دریافتہ ام

پس ازآن جدای باو وصال بامیان می آمدہ است واحوال عجیب وغریب روی
می دادہ اند، یاد وے وشوق ومحبتِ وے چہ از دیدار خدا پرستان روزگار وچہ از
مشاہدۂ شاہدان شیرین کار کہ حکایت بسیار است ودر ہر جاے ومقامے از سفر و
حضر مضمون این بیت خواجہ خسرو دہلوی در محبت وعشق وے موافق حالِ من بودہ

آفاق با گر دیدہ ام، مہر بتان ورزیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

واندرین احوال مدت دہ سال کما بیش بگذشت تا در سال ہزار و سی و پنج
(۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵م) در شب عرس حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ بے
وساطت غیرے بعجز تمام التماسِ تلقینِ ذکر طریقہ نقشبندیہ از وے نمودم، قبول
فرمودہ و پس از چند روز گشت کلمۂ طیبہ را لکہ (لاکھ) مرتبہ بخوان۔ بخواندم۔
بعدہ فرمودکہ اندرین مطالب استخارہ بکن تا در شب جمعہ دعاے استخارہ خواندہ
بخواب شدم۔ در خواب دیدم کہ انچہ شیخ من مرا استخارہ کردہ بعمل آوردہ ام ودر
خوب شدہ ام و ندران خواب بشرف ملازمت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند
قدس سرہ مشرف شدہ وعنایت یافتہ و حضرت خواجہ بیت بر من خواندہ اند ہما نا

انیست

اے بے سر و پا بہرزہ مخروش   داری سرِ درد او و اگر نہ خاموش
گر بار ہمی نہد تو می کش   ور زہر ہمی دہد تو می نوش
ہر چند نمی برد تو میرو   بانکہ نمی کشد تو می کوش

بعدہٗ خود را در جماعہ ہنود بیگانہ نشستہ می یابم وایں مرا می گویند کہ چرا پیش فلانے مریدمی شوی ونام شیخ من می گیرند وہم می گویند چرا نہ پیش فلان شیخ روی و مرید شوی وآن شیخے بود ہم نام شیخ من۔ من از شنیدن این سخن از صحبت شان تنگدل برخاستہ وپیش شیخ خود آمدہ وماجرائے خواب راہم درخواب عرضہ می کنم چو بدآن سہ بیت رسیدہ ام پنجم مصرعہ راپچشم وسرنعم وبلی فرمودہ وششم راتو قفے نمودہ ودرلحہ آن را ہم فرمودہ کہ خوب است۔ وروز دوم از سر عنایت تلقین ذکر باحسن نمود و کیفیت معہودہ بظہور آمدہ۔ پیشین کسے کہ ازوے ملقن شدہ من بودہ ام وہم این حرف از زبان مبارک وے مکرر شنودم۔ پس از آن رسالہ ''قدسیہ بہائیہ'' بروے قرأت کردم اجازت ختم معروف خواجگان قدس اللہ ارواحہم ازوے یافتم وبعطائے وافر کہ تفصیل آن طولے دارد، مشرف گشتم۔ الحمد للہ علی ذالک۔ مرتبہ دوم مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم درخواب دیدم بصورتِ شیخ خود، بالطافت (وخوبی) کہ تعبیر آن نمی توانم کرد مصرعہ

''دل من داند ومن دانم وداند دلِ من''

درآن اثناء یکے می گوید این محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) است ومن می گویم کہ شیخ

منست۔ وے باز می گوید کہ این محمد (ﷺ) است امّا (کہ) چون محمد است۔ واز مشاہدۂ آن جمال با کمال کیفیتے عظیم روی دادہ است۔ درین اثناء بادشاہ وقت را دیدہ ام کہ صلابت تام بمن رسیدہ است و دو رغیف با گوشت لذیذ از دستِ خود بدست من دادہ و گفتہ بخور و نیز گفتہ۔ ''حفظ مابین النفسین'' مرا ہم خواہی داشت (یافت) ازین معاملہ حالے و کیفیتے بدست دادہ کہ اثر آن بدیر کشیدہ۔ از آن باز چہ در حضور و چہ در غیبت شیخ من احوال و وقایع عجیب مشاہدہ می افتد۔ و ہم وے بکلماتِ حقایق و سخنان این راہ ارشاد می فرمود۔ اگر خواہم کہ آن ہمہ را تحریر در آرم کتاب بس درازی شود و اکثرے از آن سخنان در نسخہ ''جمع الجمع'' نوشتہ ام و بعضے از آن تبرکاً و تیمناً درین کتاب می آرم۔ ان شاء اللہ سبحانہٗ۔ مرتبہ سوم مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دیدم بصورت پدرِ خود کہ بر اسپ کمیت عربی سوار بجائے تشریف می فرمایند بعضے (و من) برکاب سعادت آن حضرت بروم و بطرف من متوجہ اند و از روے عنایت و بشاشت مرا مخاطب ساختہ می فرمایند لیکن تفصیل آن بیاد نماند و از آن الطاف من مستانہ و سرخوش می روم۔ روزے سید اللہ پدرم از روے مذمت مرا گفت کیستی و از کجائی؟ آن چہ بود گفتہ شد نیز گفتم کہ زادۂ سید شرف الدین صاحب ولایت ام و بہ دام۔ وے از روے لطف گفتہ کہ تیغ نسب نامہ بخود داری گفتم از پدر خود شنیدم و وے از پدرِ خود الی آخرہ۔ القصہ آن بزرگ بار بار ہمی گشت کہ اگر از راہ خواب یا در واقعہ باین بابت نشان گردد، چہ خوشست تا شبے از شبہاے جمعہ در خواب دیدم کہ بر بامے بلند شدہ ام و آن جا

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نشستہ بصورت جوانان و بلباس سپید فخر من
پیشِ ایشان بادبِ تمام بنشستم۔ ایشان از روے عنایت فرمودند ''سید کمال'' گفتم۔
لبیک یا حضرت۔ گفتند حصہ ما را بفقرا می رسانیدہ باشی۔ من نیاز بجا آوردم و بجان و
دل قبول نمودم۔ چون بیدار شدم آن دغدغہ از خاطر بدر رفت۔ آخر این خواب را
بآن قصہ سابق روزے بشیخِ خود گفتم۔ شیخ من گفت مبارک خوابست و نیز فرمودہ کہ۔
در ایام عرس حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کہ از ہفت وہم تا بست ویکم رمضانست۔ ہر
طعامے کہ میسر آمد بفقراے صلحا می رسانیدہ باشی۔ قبول کردم۔ از آن روز تا الآن
موافق امر شیخِ خود بجا آوردم و پستر نیز بجا می آرم (خواہم آورد)۔ ان شاء اللہ
سبحانہ۔ وازین خواب مبارک از سید اللہ یار حقے نیک برخوردار گشتم۔ رحمۃ اللہ علیہ۔
در کتابِ مستطاب فصل الخطاب حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ در ذکر وفات
حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مسطور است کہ ''توفی رضی اللہ فی
الکوفة لیلة الاحد التاسع عشرین شهر رمضان سنة اربعین و غسله
الحسن والحسین و عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنهم''
شبے وقت سحر در محبت شیخ خود مستغرق بودم۔ وقتم نیک خوش بود۔ چون چشم بربستم
خواجہ خضر را علیہ السلام در واقعہ دیدم کہ بجاے کہ من نشستہ بودم می آید و من باویم و
وے دست چپ خود بر دست راستِ من داشتہ و چنگ محکم گرفتہ کلمات عجیب
ونکات غریب می فرماید و در آن اثناء از روے تبسم مرا گفتہ اگر چنانچہ این سحر
گذراندہ چہل سحر بگذرانی مرا یابی۔ شبے حضرت غوث الاعظم را رضی اللہ عنہ

بخواب دیدم کہ بالطاف عظیم وشان بزرگ جوانانہ وخوش قد بالباس فاخر بیک جاے تشریف می فرمایند ومن بر سر آن راہ ایستادہ ام ونظارہ جمال آراے ایشان می کنم وایشان نظر خاص عنایت برمن دارند واز ین عطیہ کیفیتے عظیم دست دادہ وآن خواب نزدیک بروز عرس دیدہ بودم در ماہ ربیع الآخر۔ شبے حضرت خواجہ بیرنگ را قدس سرہٗ در خواب دیدم کہ درمیانہ تابوت برنشستہ اند وشیخ من ومن در برابر ایشان نشستہ ایم وایشان از روے لطف مرا می فرمایند کہ ما از براے شما از آن عالم باین عالم آمدہ ایم من نیازے کہ باید بجامی آرم بعدہٗ عرض کردم کہ حضرتم سپارش (سفارش) من بایشان یعنی بشیخ من بفرمایند۔ از ین سخن تبسم فرمودہ گفتند "از دلِ خودمی فہمید" از ین معنی بدل رسیدہ انچہ رسید۔ چون پدر من مرا ہم از ایام خردسالی بطریق خود، صلاۃ وسلامت تربیت کرد۔ حق سبحانہ تعالیٰ از اثر تربیت وے وتوجہ وعنایت شیخ من آن چنان کہ باید مرا بسلامت نگہداشت وہر چند در ایام جوانی بعضے اوقات از غلبۂ ہواے نفسانی واستیلاے صفت حیوانی چیزہا پیش می آمد لیکن محض از توجہ باطنی شیخ من موافق آن کہ مصرعہ

"چون ترا نوح است کشتیبان زطوفان غم مخور"

حق سبحانہ از آن مہلکات منجانید۔ "الحمد للہ علی ذالک النعم والحمد للہ علی التوفیق"۔ از آن جملہ یکے آنست کہ وقتے در عین شباب نفس بہیمیہ فریفتہ خود میساخت۔ ہر چند در حصار صلاح خود را می خواندم لیکن ہوس شیطانی عنایت دست بودم را از دست می برد۔ وعنان اختیار از من بر

می گرفت اتفاقاً شبے مستانہ و بے اختیار از بستر خوابگاہ خود برجستم و بسوے آن رہِ زن قدم بنہادم۔ مرا شترے بودہ است غایت آرامیدہ کہ کس را نگزندے ولکد نزدے ومیانہ راہ بستہ بود ونشستہ۔ چون از پیش آن شتر خواستم کہ بگذرم شتر گردن خود را فراز کرد، ودہان را باز کرد، اندامِ نہانی مرا بدہن درگرفت۔ دانستم کہ آن عضو را از من جدا ساختہ۔ برفور گفتم ''استغفر اللہ'' شتر واگذاشت و ہیچ آزار نرسید من از روے خجالت و پشیمانی باز آمدہ بر بستر افتادم وشکر کردم کہ این عطاے الٰہی محض از توجہ شیخِ منست و آن حکایت کہ در ذکر احوالِ مولانا علاء الدین آبنیر نیست بیادم آمد کہ روزے مولانا این رباعی خواجہ ابوالوفا خوارزمی علیہ رحمۃ خواند کہ

چون بعضِ ظہورات حق آمد باطل   پس منکر باطل نشود، جز جاہل
در کل وجود ہر کہ جز حق بہ بید   باشد ز حقیقت الحقائق غافل
گفت با فرح کہ بد خود بد نیست   آنچہ بدیدۂ تو این بد نیست
احمقے دید کافرِ قتال   کرد از خیر او ز پیر سوال
گفت باشد درد دو چیز نہان   کہ نبی و ولی ندارد آن
قاتلش غازی ہست در رہ دین   یا ز مقتول از شہید گزین
نظرِ پاک این چنین بیند   نازنین جملہ نازنین بیند
این چنین بودہ اند درویشان   اے دریغ ز صحبت ایشان

وفرمودند کہ چہل سال است کہ بمضمون این رباعی ایمان آوردہ ایم۔ شبے در آوان جوانی بداعیہ فسادی از خانہ بیرون آمدم دردہ عسسے بود بغایت شریر و بد

نفس کہ بشرارت نفس مثل او کس نمی دانستم و ہمہ اہل دہ از وے ترسیدند و در آن دلِ شب دیدم کہ جاے در کمین ایستادہ و چون او را دیدم از و ترسیدم و ترک آن فساد کردم و دران محل دانستم کہ بد نیز درین کارخانہ نیک درکار بودہ است بزرگے فرمودہ است۔

لا تنکر الباطل فی طورہ　　فانہ بعض ظہوراتہ

ہم در "رشحات" است کہ این شعر ابومدین مغربی است۔ قدس سرہ و بعض ابیات دیگرش اینست

واعطہ فیک بمقدارہ　　حتی توفی حق اثباتہ

فلحق قد تظہر بصورۃ　　یُنکرُھا الجاھل فی ذاتہ

پس از آن از دولت صحبتِ شیخ خود ہر جا عشق مجازی دست می داد حقیقی می نمودہ و چنین بود۔ بزرگے گفتہ

عشق حقیقیست مجازی مگیر　　این دم شیریست بازی مگیر

وقتے شیخ مرا در ایام جوانی عجب شورے و عجب ولہے در سر افتادہ بے اختیار از خانہ خود برآمدے۔ بر آن حالتے ہر کہ وے را دیدے حیران می شد۔ چند شبان روزے در مسجد نخل محلہ بسر بردہ۔ من در خدمت وے می بودم طرفہ بے تعلقی و طرفہ بے تعینی مشاہدہ می افتادہ۔ چنانکہ حاضران از تاثیر آن حال در خود گم گشتہ بودہ اند۔ شبے وے مرا و حاضران را از خود رخصت دادہ و خود سحرگہان از آن جا سفری شدہ۔ بے [illegible] بیدا [illegible] رسید۔ درین اثنای خواجہ محمد صادق طفاے وے

بوے نامہ نوشتہ فرستاد مشتمل بر مقدمات توقف از آن سفر وسخنان دیگر از قسم نصائح وغیرہ۔ چون بوے رسید وخواند در جواب آن این آیت (نامہ) نوشت۔ کہ نامۂ گرامی کہ از کمال شفقت ومہربانی تحریر یافتہ بود مطالعہ نمودہ شد۔ خدمت ایشان ولی نعمت ومربی این فقیر اند ہر چہ نویسند وگویند بر جا وسزا ہست لما چون التفات فرمودہ، راہِ سخن می دہند اگر حرفے چند عرضداشت نماید شاید گستاخی نبود۔ قبلہ گاہا! اضطرابِ باطن کہ آن را علاجے نیست با آرام نمی گذارد وکمال استقامت میسر نمی شود۔ دواے آن کہ این فقیر بادراکِ ناقص وفہم ناتمام خود در عالم ظاہر ظاہراً فہمیدہ دو چیز است۔ (یا غربتی) کہ جز در صحرا وکوہ نشست و برخاست نبود یا سفر (حرمین محترمین) کہ بیماران (محبت) را مبارکست واین درصورتیست کہ حاسدے خالی از احوال نباشد و اِلاّ اضطراب نیست واگر ہم ہست ذکر وغیر آن دفع، تواند کرد۔ فقیر آن حال را برابر بر خود در سفر ودر حضری یابد مرا بسیار بخ طرمی رسد کہ خود را باین بے ہمتی بحرمین رساند وحالا ہمان داعیہ، باعث حرکت است اگر چہ مردم را از حقیقت ہیچ کس خاصہ از حقیقت فقیران اطلاع نیست وحضرت میرزا جیو انچہ می فرمایند حق است

گر مُرشد من پیر مغان شد چہ تفاوت   در ہیچ سرے نیست کہ سرے زخدا نیست

حضرت قبلہ گاہی میاں جیو قدس سرہ با آن ہمہ رعایت خاطر باین فقیر وسعت مشرب درکار فرمودند۔ غرض آن کہ امید از ایشان چنان دارم کہ التفات فرمودہ رخصت کنند، از حضرت والدہ رخصت دہانید۔ "نقد النصوص" دارد (دارم)[1] و

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

''فصوص'' و کتاب دیگر ہم ازین قسم ہر کتاب بخاطر رسد از کتب بفرستند اما
قرآن را بستہ بفرستند۔ انتہیٰ۔ من چون آن نامہ را از خواجہ محمد صادق گرفتہ بخواندم
طرفہ حالتے از قلق و اضطراب بہم رساندم چہ سرو برگ سفر و رفاقت شیخ خود بنظر دور
می نمود و نہ صبر و یارائے بے وے بودن مرا بود، حیران و پریشان و بیچارہ و آوارہ
شدم حالانکہ در آن مدت نو کدخدا شدہ بودم و نوکری و قطع نظر ازین ہر دو مانع
رخصت پدر ازین کار اہم بود و این شق آخر ممکن نمی نمود تا آمدہ بر جائے خود بیفتادم و
با خود در گفتگو شدم کہ چہ چارہ سازم (کہ) بر سرِ کار پردازم کہ دل اگر دست داد
(از دست می رود)

بوادیٔ غم منم فتادہ زمام فکرت ز دست دادہ
نہ بخت یاور نہ عقل رہبر نہ تن توانا نہ دل شکیب[1]

درین اثناء بخاطر رسید کہ بآستانۂ خواجہ بیرنگ نشستہ و پائین قبر منور در افتادہ علاج
حالت خراب خود از ایشان خواہم نمود، برجستم افتان و خیزان بشکستگی تمام روان
شدم و این چنین اشعار از دل با فکار و زبان بزاری خواندم و قدم بیشتر می راندم۔

رباعی

حسب تو مراد ما محمد باقی بر نام تو جان فدا محمد باقی
فریاد بجان خستہ حیرہ نظرے اے خواجہ خواجہا محمد باقی

و ہم چنین نیاز بجان خواجہ پاک بنمائیدم و بزبان باطن بافتقار و انکسار تمام عرض

۱۔ حافظ شیرازی

داشتم کہ یا خواجۂ بیرنگِ ما این درماندہ خراب دیوانہ مطلق گردیدہ وخوش خوش از
پۓ شیخ خود برود و باوے بسر بردو پروائے کس رابخاطر راہ نمی دہد۔ یا خواجہ شیخ من
ازآن جای کہ رسیدہ است باز این جا آید وآزردہ چیہ خرابی رابحال آرد و این
چنین چیزہا تادیرے وانمودم درین وقت آن اضطرابے کہ بدل درافتادہ بود کم
شد و نیز بردل القا کردند کہ تا بفریدآباد باید شد وزود آمدہ از پدر رخصت فریدآباد
گرفتہ روان شدم وبدل نیت کردم کہ درآن جارفتہ زمام اختیار خود بدست شیخ خود
بسپرم تا ہرجا خواہد بردو ہرچہ خواہد بکند و اندرین کار رضاے پدر کہ قبلۂ من است
موقوف کنم وہم بقیدِ نوکد خدائی کہ ہم ضروریست از خاطر بہ یکسوئیم و روے دل
راست بجانب شیخ خود آرم تا مضمون این بیت موافق حال من باشد۔

این سوے بہشت آمدوآن جانب کعبہ مارا ہمہ حال سرکوے تو اولیٰ

ومطابق این حال حکایتے از مجذوب با معنی سادہن، مصنف ''چنداین'' بیادم آمد
وانیست کہ گویند سادہن نام شاعر ہندی با بادشاہِ وقت مصاحب بودہ است
چنانکہ درآمد وشد خلوات بادشاہ وے را ہیچ مانع نبود۔ روزے کہ وے از تصنیف
کتاب ''چنداین'' فارغ شد با خود می برد تا ببادشاہ بگذراند۔ دراثناے راہ
مجذوبے بود از وے پرسید چہ کتابست گفت ''چنداین''۔ گفت چیزے ازآن بر
خوان گفت اوّل پیشِ بادشاہ خوانم آن گاہ پیشِ تو۔ مجذوب را این حرف خوش نیامد
وبکرہ گفت برو۔ وے بعادت خود درخلوتِ بادشاہ رفت۔ اتفاقاً درآن وقت
بادشاہ با محبوبۂ خویش خلوتے وصحبتے خوش بمیان داشتہ است۔ از دیدن وے بہم

برآمد و گفت تا وے را از شہر اخراج کردند۔ وے دریافت کہ این از گرہ خاطر آن مجذوب است باز بر دوید اندر آن صحرا و در تفحص (آن) مجذوب شد و دریافت بہ نیاز و ادب تمام پیش وے بیستاد۔ وے گفت حال چیست؟ گفت چنانکہ معلوم است گفت ہنوز ہم چیزے بخوان وے این خواند۔ دہرہ

ایک بات کہت ہردی سے دوسر کہتی جھوٹ

او بہ بانبہ کہ بنوی حامد اکوں بات ہم ہوٹ[1]

مجذوب از شنیدن این بتواجد در آمد و رقص کردن گرفت و از سر ذوق این خواندن آغاز نہاد۔ دوہرا

وہ [illegible] جھ کو سنائے ندنی، ان سے باب ہوت

چون وقت خوش گشت بادشاہ سادہ من را باز طلبید و کتاب شنید و دل خوش گردانید۔ القصہ چون من بفریدآباد رسیدم شیخ خود را نیافتم۔ از محمد صادق عم زادہ خود کہ ذکر وے گذشت، پرسیدم کہ شیخ من کو؟ گفت سہ شبان روز درین جا بماند و اندرین دلِ شب بنماز کاہ از بستر برخاست و گفت۔ "من بدہلی باز می شوم۔ (گفتم) خداوندگارا بآن چنان عزیمت از خانہ برآمدن و این چنین باز رفتن را سبب چیست؟ فرمود۔ "برائے خاطر فلانے باز پس می رویم و نام ترا بگفت۔ من ازین نوید حیات بخش شہر ایزد تعالی و تقدس بجا آوردم و کار را بر مراد خود یافتم و زود از آن جا برگشتم۔ گویند چون آن شیخ من وقت صبح بمنزل خود رسید اول مرا پرسید کہ کجا

---

[1] ایک بات [illegible] اوبے بات کہ ہوئے چاندا کون بات ہم ہوت

است و چہ حال دارد؟ آن ہا کہ واقف بودند گفتند امروز بامداد بقصد ملازمت شما بفریدآباد رفتہ است۔ فرمود راست گفتہ آن کہ گفتہ۔ مصرع

دل را بدل رہے است درین گنبد سپہر

چون بدیدار پُر انوار صاحب دو جہانی مشرف شدم الطاف و عنیت بسیار فرمود و رفت آن چہ رفت

عید نو روز ہیچ دانی چیست؟ آن کہ طالب رسد بمطلوبے

وقتے شیخِ من در اکبرآباد بودہ است و من ہم درآن شہر بودم بمحلہ دیگر در مسافت دو میلے و ہر روز بدیدارِ وے می رسیدم۔ گاہ شب می باشیدم۔ روزے آمدم و وے را نیافتم۔ پرسیدم در کجا است۔ گفتند۔ بمنزل سید فتح محمد امروہگی (امروہوی) رفتہ است۔ من از سرشوق قصد آن جا کردم۔ در اثنائے راہ دیدم کہ شیخ من بقدر صدی چہل قدم پیش پیش می رود۔ ہر چند تیز ترک گام زدم نتوانستم در راہ بوے رسیدن۔ چون زود تر بدان منزل رفتم ہیچ اثر تازہ رسیدن وے نیافتم۔ متعجب شدم۔ ہم از وے وہم بعض مردمانِ وے پرسیدم کہ درین جاکے رسیدہ اند۔ ہر ہمہ باتفاق گفتند کہ یک پہر پیش از آمدن تو آمدہ اند۔ وقتم خوش گشت و آن معاملہ بیادم آمد کہ در ذکر شیخ من و شیخ مصطفی گذشت۔ وقتے کہ مرا در اوایل با رفاقت جوانے کہ معشوقِ شیخ من بود ہمراہ جو و بخاری اتفاق سفر ملک رانا افتاد بلکہ آن سفر محض از جہت خدمت پاس داشت معشوق وے (بمرضی وے[1]) بودہ

---

[1] اضافہ از نسخہ ندوہ

است۔ و وقت رخصت از وے این بیت بروے خواندم کہ

میل من سوے وصال و قصد او سوے فراق ترک کام خود گرفتم تا بر آمد کام دوست[۱]

و اندر آن سفر یک سالہ چیز ہاے عجیب و غرایب عالم غیب از توجہ وے مشاہدہ می

افتاد۔ و کلمات حقایق و معارف از طرف وے آن قدر وارد می شد کہ اگر آن ہمہ را

جمع نمودہ شود کتابے علاحدہ مرتب گردد۔ بعضے از آن در نسخہ ''جمع الجمع'' ایراد یافتہ

شدہ۔ القصہ در تمامی آن سفر باوجود یک جا بودن بآن جوان و واقعہ نویسی شبان

روزی آن با مرشیخ خود و پاس داشتن آن (جوان) ہیچ گاہے چہرۂ آن جوان

را ندیدم۔ از غایت امر (ادب) بظاہر و باطن شیخ خود و این معاملہ را در جب این

معنی می نماید کہ از آن روزے کہ من بغلامی شیخ خود در آمدہ ام۔ ہیچ گاہ بجانب او

پای دراز نکردہ و آب دہن نینداختہ۔ و بول و غایط نمودہ۔ خواہ من باوے ہم شہر، ہم

دیار و خواہ او اندر سنبھل و اسفار لاہور و قندھار۔ روزے من در لاہور اندر یاد شیخ خود

مستمند بودم و نظر بر خرابی ہاے خود داشتہ۔ ناگاہ معنی این بیت بر من کشف کردند و

وجدانا درون خود یافتم

مانند حباب ہیچ کہ بر آب سواریم چون باد رسیدہ ہمہ در خواب بداریم[۲]

چند ساعت بالغیت آن سرخوش بودم و از آن باز متنعم شد کہ معانی نکات غریبہ فہمیدن

دیگر است و لذت آن بہ معانی چشیدن دیگر۔ چنانچہ مولوی جامی فرمودہ قدس سرہ

گفت بادہ کشش سخن مست مپرس ذوق این مے نشناسی بخدا تا نچشی

۱۔ این بیت شیخ ... است ۲۔ در نسخہ ندوہ ''در آب خزیدیم''

ہم روزے مراجاے (حالے) رو ئیدا و موافق آن حال این بیت استاد پیش شیخ
خود بر خواندم و معنی آن پرسیدم۔ وے دریافت کہ حال چیست؟ معنی آن فرمود و
خوشوقت شد و اینست

منم کہ رنگ من و بنگ من معیّن نیست
نہ قب قرابم و نے قب قزل نہ آب (قب) سارق

ہم شبے وقتِ شیخ خوش بود۔ از روے ذوق مرا فرمود کہ یاد او سبحانہ چنانچہ ہست
باید کہ اندر سراپاے طالب مو بمو در گیرد و خود بخود در خود دریابد۔ در آن وقت از سر تا
پاے خودی یافتم کہ مو بمو من ذکر در گرفتہ است و وجدانا در دلِ من این حال ظاہر
بودہ۔ ہم شبے شیخ من در اوایل با (وے) چہار شنبہ آخرین در روضۂ شیخ نظام
الدین اولیاء قدس سرہٗ گذراندہ است و سحر در مقابل قبر شیخ بمراقبہ فرو رفتہ و مرا در
پہلوے خود نشاندہ و در آن وقت کیفیتے عجیب دست دادہ بود۔ من بدان حال پس از
نماز بامداد بسر خوشی تمام جمال با کمال وے را مشاہدہ می کردم و چیزے در من افتاد
کہ تعبیر از آن نتوانم کرد۔ در آن زمان شیخ لطف اللہ پسر شیخ رفیع الدین این بیت
در پردۂ سکہرائی می گفت

گر بچشم سر کسے را صورت جان دیدہ شد   چشم خسرو بود در وے کن حکایت مختصر

من وجدانا می یافتم کہ این شعر مناسب حال جمال ویست و موافق مشاہدہ کہ من
می کردم و آن حال ازآن در چشم من است، و وے بر فور دستار خوش رنگ از
سر مبارک بر آورد و ہم دستار من فرود آورد و آن خود را بر سر من نہاد و آن مرا

برسرخود۔ ازین عطا کہ درآن چنان حالت لطف فرمودہ رسید انچہ رسید وآن (دستار الآن بامن است کہ در ایام عیدین برسر بستہ مشرف می شوم وہم شبے در سنبھل معنی این شعر ہندی را در زبان تصوف[1] با جمعے از دوستان) مثل میر سید فیروز وغیرہ بیان آوردم۔ خیال

جو لولنیان پہرن لاکے رے تو انکہ کب میری ایندر بلی بھاجیو
اجہن جہن یکدہرت قبر من پا چھین پا چھین آدیں
تیری جانتو پہر چنوت میں دور جاے بھاجیو

وپس ازآن دو سہ روز بطریق معہود بدہلی روانہ شدم پیش شیخ خود ومعنی آن ہندی را روزے بشیخ نظام الدین کہ مردیست با معنی ومحبت دارِ شیخ من می گفتم۔ وے گفت ہمین معنی این شعر ہندی را شیخ تو ہم گفتہ است گفتم۔ چند روز است کہ گفتہ بود؟ گفت۔ دہ روز۔ اتفاق، مرا ہم درمیانِ آن دہ روز گذشتہ بود بے کمابیش واین اتفاق ہم ازآن قسم است کہ در بارہ خیال ہندی در ذکر شیخ مصطفیٰ گذشتہ۔ من ہر سالے کہ از سنبھل پیش شیخ خود بدہلی می شوم سہ ماہ کمابیش آن جا می باشم وباز نیمہ ونہ ماہ در سنبھل می گذرانم۔ روزے آن شیخ نظام الدین پرسید مرا کہ چہ الزام کردہ است کہ سہ ماہ این جا می باشی ونہ ماہ آن جا۔ در جوابش از رہ مطائبہ این خواندم کہ

تکو نیست کہ ہمہ سال مے پرستی کن سہ ماہ مے خور ونہ ماہ پارسا میباش

---

[1] اضافہ از نسخہ دوم

و گفتم این بیت خواجہ شیراز مطابق حالِ من است۔ وے پسندیدہ خوش وقت گردید۔ چہ وے ہم از بادہ محبت شیخ من جام درکشیدہ مصرعہ

''کہ آشنا یقین قدر آشنا داند''

ونیز بوے گفتم کہ معنی این بیت بنوعیت تازہ بخاطر رسیدہ است۔ بشنو این است کہ عمر انسانی را بسالے تمام کہ دوازدہ ماہ است تعبیر کردہ می گوید کہ در عمر ہم چہار قسم مقرر شدہ۔ طفولیت، شباب، کہل، شیب۔ پس چنانچہ از دوازدہ ماہ سہ ماہ را (کہ) رجب و شعبان و رمضان است بطاعت و عبادت و ذکر و اشغال با قدر (امور) حسنہ معمور دارند و آن از چہار قسم (چہارم) است از سال۔ آن چنان از چہار قسم مذکورہ عمر یک قسم شبابست باید کہ خاص بمحبت او سبحانہٗ صرف نمای کہ کار تکرار (بمراد) میسر آمد و آن سہ قسم را بپارسای بگذرانی۔ روزے آن شیخ نظام الدین بشیخ من می گفت کہ من شب گذشتہ خواب دیدہ ام کہ من از دنیا رفتہ ام و مرا در گور کردہ اند و من در گور ایستادہ ام۔ روی بسوے شمالست و دریچہ بجانب شمال واشدہ و دو کس بصورت ولباس مشائخ ماوراء النہر از آن دریچہ در آمدہ اند و ہر کدام چیزے بدست دارند کہ کیفیت آن بخاطر نماندہ و مرا پرسیدہ اند کہ ''من ربک؟'' من گفتم ''اشھدان لاالہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ'' بعدہٗ پرسیدہ اند ''من نبیک؟'' من گفتم'' اشھدان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ'' درین شہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عقب من بر آمدہ اند و خطاب باو (بآن) کردہ فرمودہ اند کہ چیزے مگوئید کہ این از آلِ منست۔ شیخ من گفت کہ در بعض روایت

آمدہ است کہ (روح مبارکہ) آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را در قبر حاضر می کنند تا از حال میت باز گوید و از دین او خبر دہد و این خواب تو بر آن موافق افتادہ و نیز گفت می تواند کہ بعد از مردن تو در قبر سوال نباشد و ہمین خوابے کہ تو در دنیا دیدہ کفایت کند۔ روزے قرائے با شیخ من تقریباً می گفت کہ من سنبھل را دیدہ ام و سیر کردہ شہریست ویرانہ و آبادانی بسیار ابتر و متفرق و ازین قسم بسیار گفت۔ مرا نا خوش آمد چہ وطن من این جا است۔ "حب الوطن من الایمان" و بقرا گفت کہ در آن جا ہیچ فقیرے و صاحب دولتے را ہم دیدی۔ گفت ہیچ ندیدم غیر از ویرانی و ابتری۔ گفتم پس این اشعار عارف روم موافق تر است۔ مثنوی

گاؤ در بغداد آمد ناگہان   می گذشت او زین سرای تا آن سرای

زان ہمہ لطف و خوشیہا و مزہ   او ندیدہ جز کہ قشر خربوزہ

نیز بقرا گفتم۔ درین روزگار چون سنبھل وطن منست انچہ گفتم از آن گفتم وطن قدیم من شہر واسط است و اگر از وطن اصلی پرسی کہ آن را حقیقی گویند مقام وحدت است کہ مبداء و معاد ما و صدور و رجوع ما آن جا است

جسے معاد و مبداء وحدت است و بس   ما در میان کثرت و کثرت میان ما

چنانچہ در "نفحات الانس" است کہ ابو ہاشم گفتہ۔ شعر۔

لقلع الجبال بالابر الیسر   من اخراج الکبر من القلوب

بسوزن کوہ کندن ہست آسان   ز بیرون کردن کبر از دل و جان

زبیرون کردن کبر از دل و جان۔ خواجہ محمد دہدار محشی "نفحات الانس" برین سخن

گفتہ کہ مراد ازین کبر نہ معنیٰ غرورست بلکہ مراد آنست کہ خود را می دیدہ باشد بوجہے از وجوہ و شعور بوجود خود داشتہ باشد و ازبس کہ این عقبہ بزرگ است از آن بکبر تعبیر فرمود کہ "وجودک ذنبٌ لا یقال بہ ذنبٌ " می فرمایند (کبر) خاص است و کبر عام ہمانست کہ مشہور است و بموجب حدیث شریف ہر کہ یک مرتبہ سلعۂ[1] خود را برداشتہ از بازار بخانہ رسانید از کبر بری شد و (از سوزن) احتیاج بکوہ کندنش نیست (و کبر خاص مشاہدہ وجود خود است)۔ واللہ اعلم۔ و شیخ من برین حاشیہ، حاشیہ نوشتہ اند کہ تواند بود کہ مراد از خانہ وطن اصلی بود کہ وحدتست و از بازار عالم کثرت و از سلعہ وجود و صفات متشبہ بر وجود و از برداشتہ از بازار بخانہ رسانیدن ارجاع وجود و آثار بحضرت احدیت کہ حقیقت فناست۔ پس کسے کہ برین حدیث شریف یک بار عمل کرد و بمقتضاے "الفانی لا یرد تا ابد" از کبر خاص و عام خلاص شد۔ شبے شیخ خود را در اوایل بخواب دیدم کہ وے مرا می گوید کہ تو آوازۂ خود را بلند انداختہ (است)۔ لیکن کارے را کردنیست نمی کنی۔ من سر بگریبانِ خجالت فرو بردہ و نیازمندی تمام پیش آوردہ ایستادہ ام وے چیزے بدست گرفتہ۔ بانگشت مبارک خویش بر پیشانی من لفظ "مبارک اللہ" نوشتہ است من بیخود شدہ بزمین در افتادہ ام و ہیچ شعورے از خود، وغیر خود نماندہ و اندر آن بے شعوری چشم بربستہ ملاحظہ می کنم کہ از ہر طرفے روشنی و نورے خاص ظاہر شدہ است۔ و مرا بگرد گرفتہ درین اثناء وے بخود آوردہ (بجد آمدہ) و خود بر زینہ باب

---

[1] "من حمل سلعة فقد برئ من الکبر" این حدیث شریف در نسخہ موجود نیست۔

بامے بلند و مقامے الوند قدم نہادہ ومرا از پئے خود اشارہ کرد تا من ہم از عقب
روانہ شدہ ام (چون) بمیانہ (بالا) رسیدہ ام وے رُوی سوے من کردہ و گفتہ
اینست رسیدن بذات۔ و ہر دو بالاے آن مقام شدہ ایم و حالتے وکیفیتے عجیبے
دست دادہ است وانبساطے ونشاطے نیک خوش پیش آمدہ چنانکہ اثر آن حالت
در بیداری ہم بدیر کشیدہ است۔ ہم شبے در اوایل بخواب دیدم کہ شیخ من مرا
کتاب ''یوسف زلیخا'' تعلیم می کند۔ از آن ابیات بیاد ماندہ

حال این عالم بتو گویم کہ چیست　　از ازل (ہم) تا ابد ہرزہ گریست

واین بیت جاے ندیدہ ام وگاہے نشیدہ و معنی این بیت موافق این مصرعہ شعر پیدا است۔

شعر

الا کــل شــي مــا خــلا اللہ بــاطــل

چون آن خواب را بوے گفتم این بیت از سر ذوق خواندہ

توی بس در جہان پیچا پیچ　　ہیچ من ہیچ من ہزاران ہیچ

وقتے دوازدہ شب متصل وے را بخواب دیدم و ہر شب از الطاف وعنایات وے
روزی مند مردیدم۔ روزے کہ این خواب بارا بمعشوق وے کہ در ملک رانا بوے
در رفاقت بود بگفتہ ام شب سیزدہم از خواب متصل محروم ماندم۔ افشاء سر
(ترمن) پیوستہ گفتہ (بزرگان) واقع شدہ۔ این واقعہ در سال ہزار وسی و
شش (۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶ء) بودہ کہ من وقتے با شیخ خود بودہ ام اندر شہر لاہور۔ آخر
شب جمعہ بخواب دیدم کہ وے مرا بامامت نماز بامداد اشارہ کردہ و من امتثال

امر وے بجا آوردہ ام راستاے من وے ایستادہ است وچپا عزیزے دیگر۔ چون
بیدار شدم وے بہمان وتیرہ مرا در امامت نماز بامداد اشارہ فرمودہ وخود براستاد ہمان
عزیز چپا ایستادہ وسورہ قرات رکعتین کہ در خواب خواندم بے اختیار برخواندم۔ ہم
شبے شیخ خود را در ایام ترک (نوکری) بخواب دیدم بالباس سُرخ مکلّف فاخرانہ،
ذکر اللہ اللہ بدل می گوید ومن آن ذکر را بگوش سرنیک می شنوم وہم من مقابل نشستہ
ہمان ذکر را بدل می گویم دران اثناء بخاطر آوردہ ام کہ این چنین دولتے مرا محض از
صحبتِ وے نصیب شدہ است۔ وے گفتہ آرے چنین است کہ تو می اندیشی۔ باز
از سر ذوق بدل گفتہ ام کہ اکنون میان من و وے ہیچ جدائی نماندہ است وے گفتہ
بلیٰ من وتو یکیم بعدہ وے گفتہ ما بجہۃ ''سید اعظم'' اندیشناکم کہ اگر صحبتِ وے با
فقراے صالح بودہ باشد، بہتر۔ گفتم۔ حضرت وے خود تا حال این چنین نبودہ است
لیکن برادر کلان وے ''سید کاظم'' کہ ملتمس بطریقۂ نقشبندیہ است۔ آگاہ معنی و
فہمیدہ است۔ امیدوارم کہ وے ہم از توجہ حضرت از بزرگان این طریق گردد۔ روز
دیگر این خواب ''سید اعظم'' از مراد آباد بسنبھل آمدہ ماجراء خواب را بوے باز گفتم
گفت آرے منکاے (اگاہی) از شیخ مرا ہم بخشیدہ بود۔ بتقیدی کہ مخالف طریقہ
است آن را دو بزور بروز از من گرفتہ است واز ین سبب من ہم سخت پشیمانم (از وضع
سابقِ خود[1]) قصہ مجمل از آن ''سید اعظم'' آنست کہ وے پسر میانہ منست۔ از خردی
باز صالح و غریب پیدا شدہ بود بل دولت مادر زاد داشتہ۔

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

شیخ مصطفیٰ طفائے وے کہ ذکر وے گذشتہ روزے در ایام خردی، از وے پرسید کہ چہ نام داری۔ گفت ''اللہ'' چون این حرف شیخ من شنیدہ خوشوقت گشتہ فرمود استعدادِ وے بس بلند افتادہ است۔ وو ے در آوانِ شباب بشوقِ تمام از سنبھل ہمراہ من بشیخ من رسیدہ و ملقن بذکر باطن گردیدہ و کیفیتِ معہودہ بہم رساندہ، مطالب نیک پیدا کردہ و رسالۂ ''نور وحدت'' بزدیکی شناختہ و پرداختہ بر شیخ من قرآت نمودہ و باعمال غریبہ مجاز (موفق) شدہ واز مشرب عالی تواجد گرفتہ۔ چاشنی (بوجد چاشنی گرفتہ[۱]) وطریقۂ صلاح باحالت خالص توحید بہم آمیختہ و سخنان این راہ نیک می گفت و نیک تر می فہمید چنانکہ مقبول خاطر و منظورِ نظر شیخ من گردیدہ۔ آخر چون از شیخ من رخصت گرفتہ بسنبھل آمدہ بیمار افتاد ہشت ماہ تا ماداماے کہ اندکے قوت داشتہ نماز ایستادہ با من می گذارد، بعدۂ نشستہ می گذارد بجماعت، بعد از آن برچارپایہ دراز کشیدہ، پس از آن کہ قوتش تمامی رفتہ بتصور ادا می کرد۔ شبے کہ فردائے آن خواہد رفت و ہیچ حسے در وے نماندہ چندگاہے چشم بستہ بماندہ، مادرش دانست کہ برفتہ از روے اضطراب گریہ برداشت۔ بعد از دیرے چشم واکردہ گفت نمی دانید کہ من نماز را بتصور می گذارم، حالے در نماز بودم وصباح آن روز پنج شنبہ بیزدہم رمضان از سال ہزار و پنجاہ و ہشت (۱۰۵۸ھ/ ۹ر ستمبر ۱۶۴۸م) بہوش تمام دنیا خداوش من برفتہ۔ من تفصیل احوال وے در رسالہ عظیمہ کہ خاص بنام وے است نوشتہ ام۔ روزگارے کہ من لشکری بودم

---

۱ اضافہ نسخہ ندوہ

با یکے از سلطانیان متکبر احیاناً اتفاق ملاقات افتاد، چون وے دانست کہ من از غلامان و نیازمندان این سلسلۂ طیبہ ام و نسبت من بدو واسطہ بخواجہ بیرنگ است نام مبارک خواجہ بمیان آوردہ و بزعم خود حرفے را کہ نباید گفت، گفت از شنیدن آن، حالِ من متغیر شد و دلِ من بخون در گرفت و از غایتِ غضب این ابیات عارف روم را آہستہ خواندن گرفتم۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکان برد

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد   تا دلے مرد خدا نامد بدرد

واز آن جا برخاستم غم آلودہ و اندوہ و ملامت کنان بر خود مرا چہ ابرین مردم رسیدن و این چنین ہا شنیدن (افتاد) شب را نخلجانی و پشیمانی تام بخواب شدم۔ روزے دیگر آن بے ادب بجاے دیگر رفت و شبِ دیگر از عیاران بروے ریختند و شمشیرے آبدار بر کلہ وے زدند بعد یک روز آن نامزا گو بصعوبت در جے کہ بحالت تباہ برافتادہ و بشدت و محنت تمام زعتہا زدہ جان بداد۔ تجربہ کاری را کہ خواجہ شیرازی فرماید

بس تجربہ کردیم درین (دارِ) مکافات   با دردکشان ہر کہ در افتد بر افتد

شبے سید حامد برادر خود را بخواب دیدم پس ازان کہ وے از دست کفار حربی بشہادت رسیدہ بود در روز جمعہ سلخ ذالحجہ از سال ہزار و پنجاہ و پنج (۱۰۵۵ھ ۴؍فروری ۱۶۴۵م) و روز غرہ محرم مدفون شد بر درِ خود، چہ وے پیش از چند روزے بدوستان خود گفتہ بود، چون من بروم مرا درین جا گور کنید و سخنانِ دیگر ہم از رفتن خودی گفت۔ وے (از خردی باز) مردے بود بصفت سخاوت و درویشی مایل۔ وے شیخ

مرا دریافتہ بود و معتقد شدہ و با شیخ وزیر محمد کہ ذکر وے گذشتہ صحبت داشتہ۔ القصہ
اندر آن خواب نعش وے را آوزدہ در جاے داشتہ اند۔ و من از دیدن بگریہ در آمدہ ام
و وے آواز می دہد "ہوں، ہوں" یعنی گریہ چیست۔ تا من او را شہید اکبر دانستہ از
روے نیاز گفتم کہ من تمناے دارم کہ "موتوا قبل ان تموتوا" نصیب من گردد
وے بزبانِ فصیح مرا می گوید کہ آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم (او را) در نہایت مقام بردہ
اند چنانکہ این مردیست بر زمین افتادہ، چون نگاہ می کنم نزدیک بوے فقیریست
افتادہ و ہیچ جسے (از وے) ظاہر نیست۔ از مشاہدہ وے رسید بدل آن چہ رسید۔
پیش از آن ہم در آن سال ہزار و پنجاہ (و پنج ۱۰۵۵ھ) از توجہ خاص (شیخِ خود) کہ
سعادت و دولت ترک از صحبتِ اہل دنیا نصیب شدہ بود و اجازت تعلیم طریقہ علیہ
نقشبندیہ و قادریہ یافتہ و بشرف خلافت سلسلتین شریفین و از پوشانیدن لباس و خرقہ
ہر دو طریقہ مشرف شدہ و ہم در آن (سال) رسالہ عالیہ مسمیٰ بر اجازت ارشاد ہر دو
طریقہ با فواید جلیلہ نوشتہ از نظر گذرانیدم و وے آن اسولہ را اجوبہ کردہ نوشتہ و از و
رسالہ کردہ و نقل بعضے از مقدمہ آن رسالہ آنست۔ کہ چون سیّدی، حقیقت و
معرفت دستگاہی سید ملا بتوسط این فقیر در زمرہ مخلصان و محبان حضرات نقشبندیہ
رضوان اللہ علیہم اجمعین داخل شدند و بہ اخلاص و محبت این اکابر استقامت یافتند و از
طریقہ ایشان (بہرہ ور) گشتند۔ بہ نیت صلاح ظاہر و باطن و عزم انتفاع و
خیریت، سیدی و مولائی را رخصت و اجازت تعلیم طریقہ علیہ دادن و بیعت توبہ برپا
داشتن کردہ شد۔ و ہم اندر آن رسالہ است چون سیّدی و مولای سید

کمال باین فقیر اتحاد و ارتباطِ قوی دارند و محبت مقتضی این آمد کہ ہر چہ از عطاہاے الٰہی باین فقیر رسیدہ سیّدی را در آن شریک خود ساخت اجازت و رخصت پوشانیدن خرقہ و مرید گرفتن در طریقہ قادریہ نیز کرد۔ انتہی۔ و ہم وے اجازت دعاے سیف (دوانی) و حرز یمانی معروف بسیفی و حزب البحر و اسماء اربعین و اعمال دیگر کہ تفصیل آن طول دارد عطا کرد و نقل از خط و کتابت کہ اجازت کرد بخواندن ادعیہ و اوراد مشہورہ بفقیر حقیر عبداللہ المعروف بخواجہ خرد، جناب محبت و معرفت نصاب، نجابت انتساب اخوی اعزی اکرمی اخی سید کمال را چنانچہ کہ اجازت یافت این حقیر از شیخ عالم عامل محقق (نقد المحدثین) حضرت شیخ عبدالحق القادری و ایشان از شیخ خود الشیخ کامل المکمل شیخ عبدالوہاب مکّی متقی و ایشان از شیخ علی متقی و ہکذا الی آخر سند۔ و من تلک الادعیہ الحرز الیمانی المعروف بسیفی و دعاء المشہور بسیف اللہ و الدعا المشہور بحزب البحر و الاسماء الاربعین و غیرہا۔ انتہی۔

پوشیدہ نماند کہ شجرہ پیران سلسلہ نقشبندیہ سابق در ذکر خواجہ بیرنگ مذکور شدہ۔ اما شجرہ پیران قادریہ کہ بواسطہ غوث اعظم براہ پیران کرام تا بآن حضرت صلی اللہ علیہ و سلم می رسد، اینست۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت سید علی (حضرت سید عبداللہ اقدس[ل]) حضرت سید موسیٰ حضرت سید عبداللہ حضرت سید موسیٰ ثانی حضرت سید (محمد) حضرت سید

ل ع ہر دو اضافہ از نسخہ مدہ

وپس حضرت یحیٰ زاہد حضرت سید محمد عبد اللہ حضرت ابوالخیر حضرت شاہ محی الدین
عبد القادر جیلانی حضرت سید عبد الرزاق حضرت سید شرف الدین قتال حضرت
سید بہاء الدین حضرت سید عبد الوہاب حضرت سید عقیل حضرت سید شمس الدین
حضرت سید گدا حضرت سید شمس الدین عارف حضرت سید گدا رحمانی حضرت
شاہ فضل حضرت شاہ کمال حضرت شیخ اسکندر حضرت شیخ گدا حضرت شیخ محمد سعید
حضرت خواجہ محمد (عارف) قدس اللہ اسرارہم

چون من از شیخ خود سعادت ترک صحبت اہل دنیا با خواز شہائے مذکورہ حاصل نمودہ
بوطن رسیدم۔ گونہ تردد خاطر بعضے متعلقان سوائے پسران و مادر شان بدیدم۔ بدل
عہد کردم و نیت بدین بستم کہ در باب توکل و جمعیت خاطر برآیتے کہ بر صفحہ اول
برآید فال من ہمین آنست و برکشادم اتفاقا این آیہ کریمہ برآمد۔ و من یتقی اللہ
یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب و من یتوکل علی
اللہ فہو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شی قدرا۔ در آن
مدت در باب ازدیاد توجہ صاف و شغل باطن ہمہ از مقامات و مقامات و معرفی از
....ت ہم سابقہ (...) کلام مجید را بدست گرفتم و برکشادم۔ اتفاقا
بر صفحہ اول این آیت برآمد۔ قل اللہ ثم ذرھم... الخ۔ پس از آن نظر بر
.... خودی فقراء ہیچ باز دہ را فقدان و درماندگی ازین راہ بنظر درمی آید۔
خود را از غایت شکستگی بے من سب نمی یافتم۔ روزے اندرین باب

....

کلیاتِ حضرت خواجہ بیرنگ را کہ بمیان داشتم برکشادم این بیت برآمد

وقت کمان است نشستن کہ چہ　　آخر مہ نیست شکستن کہ چہ

روزے من نزدیک قبر مبارک خواجہ از غایت عجز و نیاز مراقب نشستم۔ نسبتے از بے خودی و بے صفتی و بیرنگی روے نمود کہ ہیچ وجہ تعبیر از آن نتوانم کرد۔ سخن بیادم آمد کہ شیخ من می گوید کہ در آن ایام کہ خواجہ بیرنگ در لاہور تشریف داشتند یکے از مشائخ آن جا گفت۔ خواجہ را از نسبت برآوردیم یا (گفت) نسبت ایشان را سلب کردیم تا چون این حرف را خواجہ بیرنگ شنود فرمودند کہ اول تحقق کنند آن گاہ چنین گویند۔ و این ہمانست کہ عزیزے حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ را گفتہ است کہ ہر چند احوال حالاست اما حساب خود در پیش است۔ ایشان فرمودند حساب خواہند کرد اگر کسے را لائق حساب خواہند یافت در رسالہ قدسیہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرمودند۔ اثر توجہ روحانیت اویس قرنی انقطاع تمام و تجرید کلی از علائق ظاہری و باطنیست۔ ہر گاہ کہ توجہ بروحانیت قدوۃ الاولیاء خواجہ محمد علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہ نمودہ شدے اثر آن توجہ بہ ظہور آمدے و ہر چند درآن توجہ سیر افتادے ہیچ اثرے و گردے از صفتے متعلق نمی گشت و چون وجود روحانیت در انوار وحدت محو شود، ہر چند آدمی از خود وجوب طلبند و آنچہ سرمایہ در کشف (ادراکست) از خویش بجویند، جز بے صفتی و بے نشانی نہ بینند۔ انتہی۔

و حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ در ضمن آن سخنان، ہم در آن رسالہ این نوشتہ اند کہ این سخنان را کہ خواجہ از مبادی سلوک و احوال خود حکایت می کردند و توجہات خود را

بارواح طیبہ مشائخ کبار رضی اللہ عنہم چند وجہے در بیان می آوردند۔ گفتہ اند۔
اولیاء اللہ مختلف اند بعضے بے تقید (صفت) و بے نشان و بعضے بصفت و نشان گشتہ
اند۔ مثلاً گویند، ایشان اہل معرفت اند یا اہل معاملت اند یا اہل محبت یا اہل توحید
اند و کمال درجات اولیاء را در بے صفتی و بے نشانی گفتہ اند۔ بے صفتی اشارت
بکشف ذاتیست کہ مقام بس بلند و درجۂ بس شریف و عبارت و اشارت از کنہ آن
مرتبہ قاصر است۔ و این سخن نسبت بہ متوسطان است کہ ادراک بے صفتی نمی
توانند کردن کہ (کاملان) کہ از ادراک آن قاصر باشند۔ مثنوی

برتر از علم است و بیرون از عیان   دانش اندر ہستی خود زد نشان
کہ نشان جز بے نشانی کس نیافت   چارۂ جز جان فشانی کس نیافت
گر عیان جوئی نہان آنگہ بود   ور نہان خواہی میان آنگہ بود
ور بہم جوئی چون بے چون است او   چون و بے چون ہر دو بیرون است او
صد ہزاران طور از جان برتر است   ہر چہ خواہم گفت او زان برتر است

بجز آن ہم او شد کہ او نہ در شرح آید و نہ در صفت۔ و کمال این مرتبہ بے صفتی
حضرت سید المرسلین راست صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ و ہمہ اولیاء
علی حسب مراتب خوشہ چینان خرمن سعادت اویند۔ استمداد از باطن مقدس
او (جویند) در درجات این مرتبہ ترقی می نمایند۔ مخصوص بحضرت اوست صلی اللہ
علیہ وسلم اشارت بجمال این مرتبہ است و از خواص مرتبہ بے صفتی آنست

در نسخہ ... [illegible]

کہ صاحب این مرتبہ اہل تمکین بود و بصحبت ملقب قلب پیوستہ باشد و بجمیع صفات واخلاق الٰہی متصف و متعلق گشتہ باشد و متصرف بودہ بر احوال خلق اورا ابوالوقت گویند و از صفتے بصفتے دیگر باختیار خود تواند انتقال نمود و از بقایاے وجود بشریت بکلی صافی شدہ باشد۔

صوفی ابن الوقت باشد در مثال　　لیک صافی فارغست از وقت و حال

حالہا موقوف عزم و راے اوست　　وقت ہا باشد جہان آراے اوست

روزے شیخ من بقبر شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ مراقب نشستہ و مرا در پہلوے خود نشاند من نیز مراقب شدم و اندر آن مراقبہ نسبت ذوق و شوق و عشق و محبت دریافتم و پس از افاقت حقیقت حال را بشیخ گفتم۔ گفت الحق نسبت (شیخ این) چنین است این جا شکر کردم، چہ صدق دریافت خود از فرمودن وے دریافتم۔

یک بارے من نزدیک بقبر صاحب ولایت امروہہ قدس سرہ مراقب شدم، نسبتے غایت لطیف از بیرنگی ظہور کرد، ہم رنگ نسبتے کہ از خواجہ بے رنگ دریافت۔ من نزد قبر شیخ اللہ بخش گڑھ مکتیسری قدس سرہ ساعتے مراقب نشستم۔ شیخ را دیدم متوجہ بذات مراقب نشستہ و این معنی در ذکر نیسہ شیخ اللہ بخش (گڑھ مکتیسری) مجملا گذشتہ است۔ و تفصیل این حکایت من در رسالہ "سفر (در) وطن" نوشتہ ام۔

روزے شیخ من نزدیک آن وقت (قبر) کہ وے تازہ رفتہ بود از دنیا، در لاہور مراقب شد تا نسبتِ وے دریابد و مرا در پہلوے خود نشاند، من نیز مراقب شدم۔ پرسید چہ ظاہر شد؟ گفتم۔ "حالت اضطراب وے دیدم" وے مرا گفت۔ آرے

من ہم وے را مضطرب یافتم۔ این جا نیز (برصدق) دریافت خود شکر کردم۔ (شیخ من گفت) "کما تموتون تبعثون۔ مصرعہ

چون میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

د. ور نام امروہگی (امروہوی) کہ مردیست صالح پر ذوق صاحب سماع، وے در روز عرس شیخ فریدالدین شکر گنج قدس سرہ شکر را بفقراے آن جا قسمت می کند۔ وے گفت مرا کہ شبے گنج شکر را بخواب دیدم کہ می فرمایند کہ قدرے شکر، ہم در سنبھل می رسانیدہ باشی۔ از آن باز وے قدرے شکر را ہر سال بمن می رساند۔ میر سید فیروز، روزے مرا گفت کہ مرا (نسبت تو) در خاطر گذشت کہ آیا وے را ہیچ نصیبہ ازین راہ دست دادہ است (یا نہ)۔ بدین اندیشہ شبے بخواب شدم۔ دیدم بسیارے ز مشائخ کبار و فقراے با وقار بر صف مصلا (مصلی) نشستہ انتظار امام می کشند تا تو رسیدہ و پیش آن جماعہ رفتہ امام بودہ۔ پوشیدہ نماند کہ شیخ من در خلوات خاصہ از خلص احوال و مکاشفات خود را بمن گفتہ است و آن را بفعل بنوشتن نفرمودہ و موقوف بر اوقات ظہور آن داشتہ و مرا نیز ازین دولت امیدوار ساختہ۔ آن را در اوقات مناسبہ علیحدہ نوشتہ خواہد شد۔ ان شاء اللہ سبحانہ۔ و ہم آن چہ شیخ من بہ نسبت من لطف ہا و عنایت ہا فرمودہ آن ہم مقدور نیست (بنوشتن) از آن ہمہ انچہ بگفتن در می آید مجمل آنست کہ بہ نسبت من بارہا فرمودہ کہ دوست من و مرا آن اندر دین و دنیا جز کمال کسے نیست و الحمد للہ و المنت کہ من ہم اندرین جہان و آن جہان جز ذات پاک وے دیگرے ندارم الحمد للہ ثم الحمد للہ و المنت

للہ۔ اکنون انچہ شیخ من سخنان این راہ مرا نوشتہ داد بعضے از آن اینست۔ مناجات۔
خداوندا بحرمت جمیع دوستان واولیاء وفرشتہ (فرشتگان) وبشر، بالخصوص حبیب تو
وصفی تو محمد مصطفیٰ واصحاب کرام واولاد عظام او علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیات، خداوندا
بحرمتِ جمیع مشائخ امت محمدیہ از سلف وخلف ومتقدم ومتاخر، از جمیع مقتدیان
سلاسل مختلفہ ومشائخ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ ارواحہم۔ خداوندا بحرمت فطرت
جمیع اشیا مر ذات وصفات وافعال ترا از موجودات وروحانیات وفلکیات و
ارضیات وہر چہ در تحت کُن در آمدہ (خداوندا بحرمت آن نشاء نیاز کہ ہر موجود را
بے اختیار ثابت است خداوندا، بحرمت این معنی محبت کہ ترا بخود دایم است[1])
خداوندا بحرمت ہر چہ در علم تست۔ خداوندا بعزتت کہ مرا بمن مگذار و در دریے
عدم چنان گم ساز کہ دیگر از خود نام ونشانے نیابم۔ خداوندا از قطرہ ہستی من در
دریے قدرت چہ بیشی واز نابودن آن قطرہ چہ کمی۔ خداوندا این حباب کہ بروے
دریا جلوہ گری دارد فرونشان۔ خداوندا مرا بیاد نیستی بردہ (شو) خداوندا ہر چہ ہست
توی۔ مرا تا چند من باید گفت؟ من گفتن ترا سزد۔ تو من گوی تا من گویم۔ خداوندا
ہستی تراست تا چند بر خود (تہمت ہستی) بر بندم۔ خداوندا بزندگی گرفتار جسم و
بمردگی روح مرا عدیے بخش کہ نہ جسم ماند ونہ روح خداوندا دوزخیان را دوزخ
وبہشتیان را بہشت دِہ مرا ازین ہر دو بر ہان۔ خداوندا دنیا وآخرت مرا نباید مرا
توی وبس۔ (انتہیٰ مناجات)

---

1. اضافہ از نسخہ ندوہ

حرفے چند در تحقیق مراتب عشق می نویسد۔ (می نویسم) بگوش تامل بشنوید۔

اعلیٰ درجات عشقیت کہ حسن (حقیقی) را با خود است

وثانی آن یعنی مرتبہ کہ متصل است آن عشقیت کہ صفات را بذات او سجانہ است

بعد از آن عشقیت کہ صفات حق را بخود است

بعد از آن عشقیت کہ افعال حق را بذاتِ حق است

بعد از آن عشقیت کہ افعال حق را بصفات حق است

بعد از آن عشقیت کہ افعال حق را بخود است

بعد از آن عشقیت کہ آثار افعال حق را بذاتِ حق است

بعد از آن عشقیت کہ آثار افعال حق را با افعال حق است

بعد از آن عشقیت کہ آثار افعال حق را بصفاتِ حق است

وآن ادنیٰ درجات عشق است۔ ہرگاہ این معنی را شناختی با آنکہ وجود و ظہور ہر مرتبہ از مراتب کہ موجود است بعشق وابستہ است۔ اگر عشق نبودے، موجودیت صورت نگرفتے تحقیق و توضیح این موقوف بر ادراک و وصول مرتبہ است۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اگر میسر شد، نوشتہ شود۔ دیگر آنکہ از ملاحظہ معنی وحدت، اشیاء کہ وجود ندارند[1]، درین باب خاطر فقیر را متوجہ دانند والسلام والتحیۃ۔ گرامی نوشت بائی سید کمال صفائے عجیبی آوردہ رخت خیال فراتر شدہ وحدت آباد دل قرارگاہے یافتہ است۔ الحمدللہ منتہ کہ این بندہ باین آرزو دیرینہ خورسند و کامگار شدہ خداوند مرا

---

[1] یعنی وجود حقیقی ندارند و وجود ظلی واقعی دارند۔

از ہر چہ غیر بنام است رہائی بخشیدہ بدریاے جمال بے نہایت خود مستہلک ومستغرق کردو باز بصورت وے برآمدہ۔ چون من چندین زمانہ گرفتار تیہہ نادانی ماندہ ام۔ درین ایام بخاطر رسیدہ کہ رسالہ ترتیب باید داد کہ (دلیل) کمال انسانی وتحفۂ محفل شما گردد متوجہ باشند کہ صورت سرانجام یابد۔ والسلام

آن برادر را معلوم باد کہ وقت آن عزیز بہر لباس و بہر وجہ کہ باشید از آن معنی خالی نباید بود۔ معبود او را دانید و مقصود او را دانید، موجود او را دانید۔ اول شریعت دوم طریقت وسوم حقیقت۔ چون این سہ اگر ہیئت اجتماعی پیدا کردو یک چیز گشت معرفتست نہایتِ کار اینست سخنانِ رہ کہ ہر سطرے دفتریست اگر ہوش بخشند بارے در تربیت وتقویت ثالث باشند کہ اہم ست ومستلزم اول وثانی ورابع۔ تیجہٗ آن اختیاری نیست۔ بعد از نماز پنج گانہ در خلا وملا وصحبت وعزلت اندیشہ رابکار دارند ومعنئ وحدت را از دست ندہند (بس درین)۔ خوبی ہاے ما وشما است از آن جہت تاکید می کند و باوجود چندین خرابی باز آن را وسخن می راند۔ اللہ سبحانہٗ ما وشما را رہائی از غیر وگرفتاری بخود گرداند ودر آن گرفتاری بے شعور سازد۔ مصرعہ

کار این است وغیر این ہمہ ہیچ

ہمیشہ در یادِ خدا باشند، ہمیشہ متضرع بدرگاہ خداوندی بودہ دعا کنید کہ حق سبحانہٗ بکرم این حقیر را در طریقۂ مستقیمہ اتباعِ نبوی اہتدا بخشد و ہمیشہ بصفت (بے صفت) ذکر خداوند سبحانہ کنید۔ ذکر نہ آنست کہ بزبان تلفظِ اللہ یا غیر آن از اسماء دیگر متکلم شود یا تخیل آن کردہ شود۔ ذکر آن باشد تحقیقی وذاتی کہ بصفتے از صفات چہ وجوبی و

چہ امکانی مقید نیست وہم واجب است وہم ممکن۔ باید کہ ہمیشہ در ملاحظہ باشد و ملاحظہ متناہی ظہور را دران بسیط غیر متجزی منحصر سازد۔ چون مداومت و ملازمت این مرتبہ نمودہ شود امید است کہ وحدت بر باطن افتد و تر از تو بر آید۔ اینست قدم اول این راہ۔ نصیب باد۔

ے برادر عجب زمانہ رسیدہ است، در کار وحدت ہشیار باید بود کہ شیطان فریب ندہد۔ رفتن حضرت خواجہ حسام الدین احمد ازین عالم مسلمانان را ابتلاے عظیم است و خیر باین قسم مردم وابستہ است چون این مردم بروند، باید ترسید و از خدا باید خواست کہ [illegible] گرفتار نباشد (نسازد) وجود شریف حضرت میان شیخ مرتضی درین زمان بسیار مغتنم است (در سنبھل) ہمیشہ بایشان ملازمت کنید و سعادت ملازمت ایشان را دانید۔ ازین فقیر گاہے در خدمت ایشان عرض دارید کہ دعا فرمایند ازین عالم بایمان برود۔ دیگر چہ نوشتم کافی نویسم ہر چہ بدانید، اگر ہزار دفتر پُر سازند حاصل ہمہ اینست کہ با خدا باش و خدا را با ہمہ بے ہمہ بدان و ببین۔

ے برادر وصیت ہمین است کہ خدا یکیست و غیر او موجود نیست ہم ذوات و صفات و افعال (غیرہ) نور تجلی ذات و صفات و فعل اوست۔ ہر چہ معقول و منقول و مشہود (مشہود) اوست۔ ذوات و مثال و اجسام ہمہ تجلیات و ظہورات اوست۔ غیر او [illegible] معرفت۔ یک موجود است کہ رب، اسم باطن اوست و [illegible] ہمیشہ [illegible] حقیقت خود متوجہ باش [illegible] جسد [illegible] روحست و روح [illegible] فافہم۔ و وصیت

دیگر آنکہ از تہذیب اخلاق نیز چارہ نیست و حاصلش آن کہ با ہمہ دوست باش (و بے ہمہ) ہمیشہ بہ دوست باش۔ و وصیت دیگر آنکہ از فرائض و واجبات و سنن موکدہ و محرمات و مکروہات تحریمی غافل نباشی و بطوریکہ فرمودہ بجا آری و وصیت دیگر آنکہ بحضرت خواجہ بزرگ و خواجہ احرار و خواجہ محمد باقی قدس اللہ اسرارہم ہمیشہ متوجہ باش و قبر ایشان۔ حق سبحانہ بکرم خاص خود توفیق سوک عجز و نیازمندی روز بروز افزون دار، ہرچہ از حال و مقام قبل فنا است (معلول است) و بے اعتبار۔ آرے بعد از فنائے اتم کہ از عنقی و کیمیا نایاب تر است، کبریای ظہوری کند بہ صفات دیگر (این مظہر الٰہی) بحضرت قدس مقبولست نہ بعید کہ از وے نام و نشانے نماندہ است۔ درآن مرتبہ ہرچہ ظہوری کند بحق سبحانہ منسوب است آنچہ درکلام قدسی کہ با غوث اعظم واقع شدہ ''اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ[1]'' ہم درین مقام است۔ از خرابی حالِ خود چہ نویسد کہ بآن خرابی درین گفتگو می دارند نمی دانم درین چہ سر متضمن خواہد شد کہ بار آن نہ مومن تواند برداشت نہ کافر، نہ بہشت محل اوست نہ دوزخ اللہ اللہ سخن از کجا بکجا می رود و من درچہ کار، سخنے کہ بیرون از آسمان و زمین است۔ بزبان من می گویند و مرا ہم چنان در تیہہ حیرت و ضلال فرو بردہ اند تا عاقبت چیست او از کدام چیز (درراہ) دہند و از کدام در بر آرند۔ گاہے برے ایمانِ این درماندہ محرومے و مہجورے فاتحہ بخوانند و توجہے نمایند۔ شنودہ شد کہ بخانہ

---

[1] مکمل عبارت یہ ہے ''اذا تم الفقر فیکون عیشہ کعیش اللہ تحققو باخلاق اللہ و التصفوا باوصاف اللہ'' (ضمنا از کلام قدسی با غوث اعظم)

شمارا پسرے عطا کردہ واشارتے واقع شدہ کہ من تعین نام او کنم۔ این فقیر را این چنین بخاطر رسید کہ مخدوم زادہ را "سید وحید الدین محمد ابوالمعالی" (نام کنید) وحید الدین لقب محمد اسم وابوالمعالی کنیت است۔ حق سبحانہٗ تبارک مبارک گرداناد وہمان را برخوردار وسعادت بار گرداند۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد دو کتاب معا از آن زبدۃ الاخوان و امید کمال رسید۔ یکے در لاہور نوشتہ است و دیگرے معلوم نیست کہ از کجا فرستادہ۔ ہر کدام مشتمل بود بر شفقت تام و محبت تمام جزاہ (ک) اللہ خیر الجزاء۔

آن برادر معلوم نمایند کہ اصل درین کار وصفِ فنا ونیستی است وصفت ذلت وانکسار پیوستہ در حضرت خالق السموٰت والارض جل وعلا۔ و در حضور مخلوقات عالیہا وسافلہا وشریف باو دونہا وملکوت باو ملکی با نیازمند وشکستہ باید بود۔ ہر شے را وسیلہ مقصود باید ساخت "بعد التجلی بحلیۃ الشریعت الغراء المصطفویہ (ہمیشہ ملبس باید شد) اللہم صلی و سلم و بارک علی صاحب الصلوۃ و سلام و برکاۃ تامۃ کاملۃ و علی الہ و صحبہ و تابعہ الی ابد الاباد"۔

ــ برادر این مضمون خاص الہامی را بار بار نوشتہ ام وحصول ہر دو شق را مکرر وموکد می نمایم ہر گاہ می خواہم کلمات نویسم این معنی سبقت می نماید و از خدا می خواہم کہ ہم را و ہم مرا رخت آن ارزانی دارد۔

ــ برادر رتبہ اول در توحید توحید افعال است کہ جمیع افعال را بوے منسوب دانی

از روے (ذوق و) حال، نہ از روے علم وتقلید کہ آن عوام (امۃ المسلمہ) را نیز میسّر است و چون این درجہ از روے حال نصیب گردد، یقین است کہ عداوت ومنازعت از میان برخیزد واین جا حلوا بخش وسیلے زن یکے بود۔ چون منشاء درجاتِ عالیہ توحید، ظہور وصف محبت وجذبست در اوّل درجات نصیبے از مقامِ رضا برسد۔ در (درجہ) دوم (اضافی) است کہ جمیع اوصافِ ذاتی کہ مبادیٔ افعال اند، بوے منسوب سازی ذوقاً وحالاً مانند حیات، وقدرت عالم وقادر اورا دانی فقط ہکذا تی وہکذا مرید درین مقام جمیع اجزاے عالم را جماد محض تصور نمای اصل در توحیدِ توحیدِ ذاتی (وتوحید توحید) این است کہ جمیع ذوات و وجودات را بوے راجع داری ویک ذات بنی کہ مصور متمثّل است بصور روحانیہ وجسمانیہ (آن ذات) غیر متناہیہ۔ درین مقام معقول ومحسوس وموہوم وعقل ووہم او بود، فقط۔ معقول عالم ارواح است وموہوم عالم مثال ومحسوس عالم شہادت واین سہ طبقات کہ در خارج علم باعتبار توہم وتمثّل عارض حقیقتِ وجود گشتہ است۔ درین مقام شہود وجود ہمہ اوصاف کاملہ بوے باشد واز سالک نام ونشانے درمیان نیست و فناے حقیقی کہ بعد از تحقیق بقا است میسّر است وتحقیق بصفات وجوبیہ ہم درین مقام است وارشاد واکمال ناقصان ومریدان ہم درین مشہد است وظہور خوارق و عجائب ہم درین جا است وآنکہ دعویٔ وصول بآن مقام نماید واز ین علامات کہ بالا مذکور شد نصیب نداشتہ باشد او بہ حقیقت آن مقام نرسیدہ وعلم او یاد ہمراہ است از حال حرف ندارد وتا حال ندارد، تخیل محض است۔ مقصود ازین تطویل آنست کہ

بدانند کہ جماعتے درین روزگار بہم رسیدہ اند کہ دعویٰ شہود حق در جمیع ذرات کنند و باین گردن را از ربقۂ شریعت بردارند و می گویند کہ چون یگانگی آمد، احتیاج بعبادت نماند نماز و روزہ بجہت غافلان است نہ حاضران۔ دوی در یگانگی کفر است۔ این جماعہ ملحد انند و مردودان خدا و رسول، حاشا کہ توحید منافی اعمال کس (شریعت) بُود۔ باطن مستغرق وحدت است و ظاہر ہمیشہ (محتاج) بشریعت۔ باید کہ معتقد وحدتِ وجود باشند ہمین ذکر (است) کہ بارہا گفتہ شدہ است۔ لٰہذا شخصے را کہ آثار و عقل و ہوش بوے رائج است و از دائرہ تکلیف نیز (نہ) آمدہ است عمل شریعت معاف باشد معتقد نشوند و دانند کہ وے از طریق منحرف است و آنکہ بالا گفتہ ام عین مقصود سازید و پیش ہمہ نیازمندی نمائید، آن از راہ مظہریت او مرحق را و مراتبت او بود۔ و چون بدین و مذہب (بہ شریعت) شخصے افتد، منقلب نہ (مستقیم) باشید و ذرہ تجاوز نمائید۔ جماعتے کہ بشریعت بے ادبی می نمایند از حق محروم اند۔

بخدمت ذو الفضل والکمال الاخ السید الشریف الکریم الموسوم الجمال اسعد اللہ الدین العاشقین بجمالہ دعوات طیبہ فاتحہ برسد و در حال رجاء اجابت وقبول من اللہ افضال المتعم متعال جل شانہ وعز برہانہ رقیمہ کریمہ کہ مشتمل بر اصناف مہربانی و نوازش بود بہ نظر شریف رسید و در خوشترین وقت واصل زمان سید محمد مدل رسیدند و واسطہ حصول وصول ہدایات قویہ معنویہ گردیدند و آنچہ مرسل بود از قلمدان وکلاہ و کمربند ہمہ رسید و آنچہ در قلمدان بود در فہرست آن آیات کتابت است (اشارہ) بآن بودکہ در تحقیق ان علوم حقیقیہ و معارف یقینیہ باید کتابت و اثبات نمود این محل است و

تفصیلش آنکہ قلم واسطے اشارت بذکر است اشانہ ہر ذکرے کہ واسطۂ تواند بود
کہ بآن ذاکر مذکور تواند بود و تواند رابطۂ وصول گشت ولہذا او را واسطی گفتند و
مشابہتے کہ در آن جا اشارت بقوت آن ذکر است۔ و بودن سواد اشارت
بآنست کہ این ذکر موصل بسواد بوُد۔ چہ در فنائے ذاتی ہمہ انوار کوتاہی می کنند این
جا ظلمت است کہ اصل انوار است و قلم تراش اشارت بہ تیزیٔ طلب است۔
قلم ذکر را از ناراستی و ناروانی محفوظ می دارد تا طلب قوی دامن گیر نشود۔ ذکر
اثرے نیاورد و نقشے بدل نہ نشیند۔ بے نشاء طلب تیز ذکر حکم اوراد دارد کہ چندان
نفعے (در وصول) نرساند و ہمین تیزیٔ طلبست کہ حرف خطا و سہو کہ حرف باد غیر
است از آن بوسیلۂ او برداشت۔ فافہم۔ و بند ہاے کاغذ اشارت بمراتب و
طبیعات نفس انسانیست (کہ بوسیلہ ذکر اصلاح یابند[۱]) علم دیگر و ذکر
دیگر است۔ ذکر لسانی ذکر قالب و تخیل ذکر نفس است و ظہور حق بدان نہ۔ کہ با
علم غیر متناہی، متناہی بود ذکر قلب است و ظہور حق بدان وجہ کہ بر علم غالب بود ذکر
روح و ظہور حق بدان مرتبہ کہ علم منتفی گردد ذکر سرّ و انتفاع حضور (ظہور) نیز، ذکر
خفی (است)۔ و نفی علم باین وجہ کہ این حضور حضور حق است بحق سبحانہ تعالیٰ ذکر
اخفی و ہذا غایت الکمال و نہایت الفضل۔ وصول حقیقی درین مقام است کہ مسمی
است ببقا باللہ سبحانہ۔ و ظہور ملکوت و تحقیق بصفات آن مرتبہ و ہم چنین تحقیق آن
مرتبہ جبروت کہ مرتبۂ صفات اللہ است درین مقام است مجمل کہ یک امر است

۱۔ اضافہ از نسخۂ ندوہ

که (حقیقت نفس است) و چون حضوری پیدا گردد قلبست بعد از آن همان حقیقت روحست بعد از آن همان (امر) سراست (و خفی و اخفی) الی آخر المراتب، نه آنکه این لطائف سبعه منفصل موجود اند در افراد انسانی بلکه این اسماء (مقامات) مراتب ذکر و حضور اند۔ فافهم۔ بستن بندهای کاغذ که فرستاده اند و قلمدان اشارت به محافظت کتابت این آلات معنویست و ملازمت و مداومت چه بے مداومت و ملازمت و محافظت (رسیدن) بمراد دستور نیست۔ و کمر بند اشارت همت و خدمت است و این خود اصل ضروریست درین راه کمر همت و خدمت باید بست و همت این چنین باید که بر خود اندوه دایم قرار دهد۔ گذشتن از جمیع مطالب و مقاصد آسان نیست و بسیار دشوار است بروی دو عالم خود را قدم گرفتن در خور همت مردے است۔ ازین بابت خبرے داشتن سخت دشوار است و مشکلیست شگرف۔ هر که یافت دریافت و هر که نیافت نه دریافت۔ بگفتگو نمی توان فهمید و کمر خدمت اینست که نسبت بجمیع مخلوقات متواضع و نیازمند باشد، چنانچه بارها نوشته شده است و معمول ایشان بست و خدمتے چند که فرموده اند از فرائض و واجبات و سنن بجا آرد و کل و خورد ... است اشاره بکار داد دست این کلاه که رسید (سند) صحبت الله است۔ ... صحبت تمام او را در پوشید و این سعادت نامزد او شد۔ چون ... شود امیدواری باد رحق او تحقق گشت۔ زیاده چه نویسد۔

... عزیز سید ... همراه است ... و مشتاقان این راه خواهند رسید۔ آمین

خانقاه [illegible]

آمین آمین۔ ہیچ می دانی کہ اصل این کار چیست؟ و پندارم کہ می دانی و از آن چیزے ہم بتو دادہ اند، در خود یافتۂ و این چاشنی بکام تو رسانده اند امّا خواہم کہ چنان گردی کہ از خود (گم گشتہ) در آن چاشنی لذت خویشتن را محو ساختہ خود را عین آن لذت یابی بلکہ از آن نیز فراموشت دہند۔ (کار نیاز و شکستگی بہ نسبت جمیع خلائق کہ صور تجلیات الٰہی اند بلکہ نسبت[1]) بخود کہ تجلی او سبحانہ است و این بغایت غامض است بگفتن و نوشتن راست نیاید۔ یافت از دل تعلق دارد۔ زنہار ہزار زنہار ہیچ گاہ از نیاز مندی ہیچ وقتے خود را بگوشہ نداری کہ راہ اینست و بس۔ عاشق دشمن باش، دوستان را خود چہ گویم ہمیشہ حاضر (ناظر) خود باش کہ بنا گاہ از خود بکسے آزارے و بموجودے رنجے نرسد چہ انسان و چہ حیوان و چہ نبات و چہ جماد کہ ہر چیز جان دارد و بحق حاضر است۔ آرے در عوام انسان آن چنانکہ حضور متحقق است غفلت نیز متحقق است و این ہر دو در یکے آن متحقق است حضور اصلی است غفلت عارضی۔ نظر تو باید کہ مقصور بود بر آنچہ اصلی است این علم غریب بے آنکہ تمسک بوحدت وجود نماید از علوم قطعیہ انبیاء و اوصیاء انسانیہ نیز می توان دریافت مراو ترا باید کہ بآن راجع سازیم کہ بکرم ایزد متعال از آن بہرہ برداشتہ ایم۔ چہ می گوی او موجود نیست۔ حاشا عقل و نقل بر این معنی (وجود او) اتفاق کردہ اند۔ آرے عرف غلط بین ازین معنی غافل است و در آن نیز سرّیست عارف بر آن اطلاع دارد و چہ عجب بر تو نیز بکشایند، دیگر چہ نویسم از ہمہ ضروری فرائض و واجبات

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

وسُنن موکدہ بجا آوردن است و سنت خلفاء حضرت شاہ (عبدالباقی) پیوستہ نیاز مند بودن است، امیدوارم کہ دریں دوام مستقیم باشی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدمت اخوی سید کمال از مخلص خود سلام و تحیہ قبول نمایند و اورا امیدوار دعاے خود دانند و عنایت و توجہ خود را باین فقیر سعادت دو جہانی او شناسند۔ بر وجہ متوجہ آن درگاہ باید بود، تواند کہ لطفے ظہور نماید و مارا از ما بستاند۔ انچہ ہست یا غیر این کس است یا عین این کس است۔ عالم کہ غیر این کس است می باید کہ از نظر محو گردد و آن آسان است کہ ترا باوے کار نیست۔ بریدن از آن کس آسان نمی نماید کہ عین این کس باشد۔ نفس این کس نیز بحقیقت غیر این کس است قطع محبت از وے نیز باید کرد، باقی ماند حصہ روحانیت کہ اورا من می گویند۔ و او نہ جسمست و نہ صورت۔ طالب را باید باو متوجہ بود و دانست کہ او پرتویست از آفتاب ذات واو را نہ جہت است و بآن (یعنی روح) اگر چندے توجہ واقع شود باین وجہ یقین کہ این قطرہ در دریا محو خواہد شد۔ آن زمان خواہد دانست کہ جز یک حقیقت بودنی نیست ظہور او کہ درین اجسام می نماید الطف است۔

اے برادر، یک روح است کہ در ہمہ اجسام بر قدر استعداد ظہور نمودہ ست چنانچہ کہ آفتاب در روزن باندازہ روزن ظہور می کند و آن روح عقل کل است، روح اعظم است، خلیفہ حق است و روح محمدی (ہم) ہمانست (او جان ست) و تمام عالم بدن اوست و سایہ اوے۔ او در ہمہ ظہور نمودہ است از ازل تا ابد او خلیفہ است و نسبت باآفتاب ست و ہمہ گز نمیر و مظہر اتم است مر حق را او بحقیقت

غیر حق نیست۔ ہمین قدر (فرق) ہست کہ تعینے لاحق شدہ است و سائر موجودات کہ غیر اویند ہم بحقیقت غیر آن نیست بلکہ تعینات اند کہ آن روح را عارض شدہ اند پس بحقیقت یک ذاتست کہ موجودات شدہ بتعینات۔ نظر باین معنیٰ طالب را مناسب تر آنست کہ بروحانیت خود متوجہ باشد تا در پردۂ روحانیت ربوبیت مشہود او شود۔ از عالم اجسام قطع نظر باید کرد حالانکہ دیدن این کس نیز داخل عالم اجسام است زیادہ درین سر چہ عرض نماید۔ ہمیشہ بروحانیت خود متوجہ باید بود تا طاقت و سر آن ظہور نماید باین (توجہ روحانی) عبودیت را کہ از لوازم این تعین است از دست نہ باید داد۔ مجملے از احوال خود می نویسد حال بندہ ہمانست کہ می دانید بلکہ از آن ابتر و ضائع تر۔ ہمین لحظہ این بیت استاد بخاطر آمدہ

نہ کار آخرت کردم نہ دنیا یکے بے سایہ نخلے بے برستم

درین مقام عظیم سر یست کہ اشارتے بآن واقع شود۔ گفتہ اند "ھی الرجوع الی البدایہ" این کلمہ قدسیہ کہ از کلمات اکابر است معنی بسیار دارد، چہ از جوامع الکلم است کہ در ہر مقام این مصروفست۔ این جا وجہے تازہ بخاطر رسید کہ آن را می نویسد۔ نہایت حال بندہ فنائے حقیقی است کہ سواد الوجہ فی الدارین اشعاریست بآن۔ و در آن عالی مقام نہ دنیا است و نہ آخرت ہم چنین بدایت حال بندہ حالے است کہ از ہر دو خالی است چنانچہ ظاہر است ہر چند وجہ تامل کہ قال و کلام ہر چند عالی و صافی بود بمحل حرف و معنیٰ خاص نرسد و ذوقے کہ در خاموشی یافتہ می شود، در ہیچ انجمنے پدید نیست۔ آرے انجمن معرفت کہ در آن

جا شہود وحدت در کثرت میسّر بود سخت مطلوبست و بسیار نایاب "رزقکم اللہ و ایانا بحرمة النبی و آلہ و اصحابہ"

اُخوی اعزی اکرمی اخی سید کمال (از) مشتاق خود دانند و این اشتیاق را ہیچ گاہے چون ماہی بے آب از باطنِ این مخلص خیر خواہ منفک تصور نکنند ہمانا کہ این اشتیاق ظلّ آن اشتیاق است کہ ہر موجود را لحقیقت خود ثابت و واقع است (تفاوتے کہ میان اشتیاقین تصور نمودہ آید منوط بدید و دریافت است۔ چون دید و دریافت صفا یافت و از الوان اقسام جہل طہارت نصیب شد و انچہ حقیقت است۔ بے شرکت مجاز در) پردۂ مجاز جلوہ می کند۔ این معرفت در جمیع صفات و شیون کہ ز اوج اطلاق و علو تشخیص (بندگی و ذل) نزول فرمودہ صورت دیگر گرفتہ است مجازی مظہر نیاز، مظہر ذات و صفات (شدہ) است (بعد ساقی (مجازی) این جا ہمون است ہمان صفات این جا ذات گشتہ است فتامل فتدقیق)

کمالے کہ مطلوب از فطرت انسانی است و مقصود از خلقت است میسّر و محصل باد۔ خوش قیل "کنت کنزا مخفیا فاحببت لاعرف فخلقت الخلقة۔" "فاحببت لاعرف" اشارہ بتجلی اوّل و ظہور نخستین است کہ آن را وحدت و وجود عام و نفس الرحمن و برزخ کبری و تجلی ذاتی وغیرہ ذالک نیز گویند۔ "فخلقت الخلقة" اشارت بصور علمیہ است کہ ناشی از فیض اقدس اند و مرتبہ صور علمیہ را واحدیت و حقیقت انسانیہ و برزخ صغری و تجلی صفاتی وغیرہ ذالک باعتبارات مختلف

[illegible]

گویند "لأعرف" اشارتست بحقیقت انسانیہ کما ہی۔ فافہم۔

"وهذا مجمل يشتمل التفاصيل لمحصوصية

بالحديث القدس عير قايله لم يعرفه الامن الهام الحير"

برادر با جان برابر سید کمال در یاد حق باشند فقیر را امید وار عنایت خود دانند

متوجہ شوند کہ باطن گرفتار غیب الغیب باشد کہ آن جا از اسم وصفت اثرے نیست

از تعین وظہور نشانے نہ۔ وظاہر بمشاہدۂ اسما وصفات او در مراتب تعین محظوظ باشد

ہمہ او را دانند وبے ہمہ او را بینند۔ ہمہ اوست واز ہمہ منزہ اوست۔ معلوم شریف

است کہ کمال در جمع بین التشبیہ والتنزیہ است۔

از احقر فقرا محمد عبداللہ الی سیدنا ومولانا سید کمال وصلہ اللہ الی درجۃ تکمل ارجوب

اے برادر! عزیمتے وسعی بنمائی کہ از ہر چہ مسمی بما سواست اعراض میسر شود،

بکلیت اقبال وتوجہ بحضرت اوسبحانہ تعالیٰ روی دہد۔ ازین معنی بندہ چنانچہ در حق

خود می خواہد در حق آن برادر نیز می خواہد۔ نمی دانم کہ این مرادے میسر خواہد شد۔

الٰہی بحرمت حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم بزودی روزی کن آمین آمین آمین۔

سیدی سید کمال پیوستہ در یاد حق باشند

ذکر گو، ذکر تا ترا جان است　　　پاکی دل ز ذکر رحمان[1] است

این جا دل وجان یک شے است واگر چہ بجہت بعضے استعدادات فرقے

ہم می باشد۔ چہ دل ترجمہ قلبست وجان ترجمہ روح ولطیفہ قلبی دیگر است ولطیفہ

---

[1] در نسخۂ ندوہ "یزدان" است

روحی دیگر است۔ کیفیت قلب یکے از مراتب روحست از مراتب تنزلیہ او۔
چنانچہ سر خفی واخفی مراتب ترقی روح اویند وآنکہ گفتہ است۔ ''تا ترا جان
است'' اشارہ بآن کردہ کہ ذکر تا آن زمانست کہ تا ہستی باقیست۔ امابعداز فنا
وے ذکر نیست بعدازین اگر ہست مصدوق '' لا یذکر اللہ الا اللہ '' است
وہم چنین ہمہ نسبت ہائے کمال مثل شہود ومعرفت کہ درآن مقام ہمہ اوصاف
وافعال راجع بحق است۔ واعبد حتی یاتیک الیقین نظر باین معنی است
کہ آن جا بندہ ومعبودیست نہ آن کہ بعد از حصول تعلق عبادت ساقط است کہ
آن الحاد است ودرد بن حق '' اعاذاً باللہ و ایاکم منہ ''۔ ''فلحمدللہ ر
العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خلقہ محمد و آلہ و صحبہ
اجمعین '' ظاہر را بامور شرعیہ آراستہ داشتن وباطن را بہ نسبت نقشبندیہ پیراستہ
گردانیدن فوق ہمہ نعمتہا ست حقیقت نسبت نقشبندیہ جز این نیست کہ توجہ و
التفات صاف منزہ ومقدس از ملاحظہ ہر چہ مسمی بما سواست وہر چہ شائبہ غیریت
دروے محفوظ بود مثل اسماء وصفات وغیرہ بحضرت ذات پیدا شود بر سبیل دوام
برکات تنزل واقع شود در مرتبہ شہود وحدت الوجود یا بمقام محبت وعشق نزول
نماید زیادہ چہ نویسد۔ والسلام علی النبی وآلہ۔
خوبی احوال تحبتی سید من مشتاق حق مطلق بودہ مافقیران را کہ بمظاہر بمقید اند
مشتاق خود دانند۔ دو ہمین است کہ بحقیقت مطلقہ واحدیت مجردہ متوجہ باشد واز
تنزل مراتب ظہور مدہوش وغافل۔ زیادہ چہ نویسد۔ والسلام علی النبی وآلہ وصحبہ

اخوی بہ جان برابر اعزی سیّد کمال بعنایتِ الٰہی محفوظ و محظوظ باشند۔
الحمدللہ کہ امروز بازار وحدت وجود است و از زبان عام و خاص باختیار و بے اختیار، فہمیدہ و نافہمیدہ اسرار حقیقت بالسنۂ مختلفہ و در لغات شتّی بر منصۂ ظہور جلوہ گری می کند چون طلوع شمس حقیقت از مغرب خلقیت و صورت قریب الوقوع است لابد کہ انوار وحدت از افق کثرت طولاً و عرضاً در نظر می درآید۔ درین ایام رباعیات چند با شرح نوشتہ شد ہمین یک نسخہ پیش بندہ بود آن را بخدمت آن یار جانی و رفیق جاودانی فرستادہ شد۔ نقلے ازو گرفتہ این نسخہ را واپس فرستند۔ حقیقت مراقبہ انتظار شدید ست بعد از ظہور این انتظار حصول مقصود در یک لمحہ میسر است امید کہ لطف حق روی نماید و پردہ از روے مراد بکشاید۔

برادر باجان برابر سید کمال پیوستہ در یاد حق بوئے کہ بالاتر از آن یادے نبود باشند۔ معلوم شریف ست کہ یاد حق مراتب بسیار دارد اعلیٰ مراتب آنکہ بوجہے حق را یاد کنند کہ حق بر آن وجہ در نفس الامر ست و آن وجہ معلوم نخود ست و آن آنست کہ ہم منزہ است از جمیع صفات و تعینات و ہم ظاہر است بجمیع صفات و تعینات بلکہ مطلق است از ہمہ اعتبارات چہ اعتبار تشبیہ، چہ اعتبار اطلاق و چہ اعتبار تنزہ۔ این حقیقت کلیہ در اصطلاح صوفیہ مسمّی است باحدیت و تعین مرئی انظار سالکان طریقہ شریفہ علیہ نقشبندیہ این مرتبہ است و آنکہ گفتم کہ بر آن وجہ یاد کنند مراد این نیست کہ آن وجہ ملحوظ باشد بلکہ مراد آنست کہ آن ذات در حقیقت کہ ہر وجہ صفت اوست منظور و ملحوظ نہ دارند و آن ذات ذات بحت است کہ کثرت

کونی بلکہ کثرت صفات را آن جا نام ونشانے نیست چون این نظر دوام پذیر
سالک بنہایۃ النہایۃ رسیدہ باشد وہمین است نہایت ہمہ منتہیان درین مقام
حرف توحید متعارف زدن بیہودہ است۔

صاحب من میر سید کمال مدام بیاد حق باشند۔ حضرت قبلہ گاہی ولایت
دستگاہی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ فرمودہ اند کہ شریعت را صورتیست
وحقیقتیست۔ طریقت وحقیقت برائے تحصیل حقیقت شریعت اند کہ در مرتبہ تکمیل
کہ ظلے است از مقام نبوت، میسر می شود۔" الحق چہ بلا زیبا فرمودہ اند این معنی
درخور فہم ہر کس نیست۔ بلکہ بعنایت وفضل الٰہی مناسبتے بمقامات انبیاء را استعداد
نہادہ اند۔ غالباً بوجہے از وجوہ درک آن تواند کرد۔ معارف جمعے کہ بکمال کمل
رسیدہ اند وبمناسبت ذاتی درزمرہ قرن اول کہ قرن صحابہ است داخل گشتہ غیر از
علوم شرعیہ چہ خواہد بود۔ این جماعہ را اسرار صوفیہ منظرہ مسائل شرعیہ فقہیہ گشتہ اند
وبالاتر ازین مقامے درحق بشر متصور نیست۔ ہمین جماعہ اند کہ باصطلاح شیخ اکبر
وبہ بیت احمد شیخ اکمل وقدوۃ کمل امام الائمہ وہادی الامۃ ابوعبداللہ محی الدین بن
محمد علی العربی الحاتمی الطائی الاندلسی رضی اللہ عنہ وارضاہ مسمیٰ بملامتیہ اند ورئیس این
مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہم است۔ مطلب این گفتگوے طولانی غیر ازین
نیست کہ در جمیع مراتب شریعت را باید در نظر داشت وطالب حقیقت آن باید بود۔
اعتقاد بدین معنی تمام باید بست۔ فقیہ در بعضے اوراق نوشتہ است کہ منشاے شریعت
مقام عبدیت (عبدیت) است کہ بالاتر از مقام حقیقت (عبودیت) است و

آن جا حقیقت اقربیت مکشوف اہل کمال است۔ ازین معلوم می شود کہ چون
وحدت واتحاد وغیبت بکمال آن رسد واز آن تجاوز می کند اثنینیت ظہور می کند ومصدر
شریعت گردد۔ "سبحانہ سبحانہ من ان یدرک حقائق صفاتہ احد
فھو العالم بذاتہ و صفاتہ " زیادہ چہ عرض نماید کہ ہر چند حقائق این باب را
نہایت پیش آمدنی نیست وبالفعل عذرے زیادہ برین چہ نویسد۔ تمام شد۔
پوشیدہ نہ ماند کہ شیخ من وراے این حکایتے کہ گذشت مکاتبت دقیق وغامض
این راہ گفتہ ونوشتہ است کہ در کتابے علیحدہ راست آید از آن میان اکثرے در
نسخہ "جمع الجمع" نمودہ شد درین جا این قدر کافیست تبرکا تیمنا۔ وہم مرا شیخ خود
اسولہ واجوبہ است از سخنان این طریق (بطریق) سوالے وجوابے اینست۔
سوال: حضرت صاحب دوجہانی سلامت مجملے از احوال خود بعرض اقدس
می رساند۔ از روے عنایت وبندہ پروری بجواب آن سرفراز فرمایند تا حقیقت این
کار واعتماد برین اسرار بعرصہ ومنصۂ ظہور رسد وآن آنست کہ بندہ معنی توحید صرف
را در لباس اشیاے ظاہرہ بے تیج (تعینے وتقیدے فقط دریافتہ[1]) وخود را از ان اشیا
یکے می دید واز استیلاے این حال از حقیقت (خود) غافل گشت او را می دید۔ این
ہمہ اوست کہ ظاہر است و بہر رنگ و بہر لباس کہ خوش آمدہ ظہور فرمودہ۔ درین
وقت جمیع تکالیف شرعی آسان می گردید وعمل بے تکلف سر بر می زد و می شود کہ
جا خود بخودی خواہد نیاز می کند وہر جا خواہد ناز می نماید پس از وجود وعدم آن غم نیست

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

باوجود آن اعمال ظاهره هم از دست نشد همین طور در ذکر باطن می دید که هرگاه خواست خود بخود ورزید و هرگاه نخواست نورزید و همین طور بعضے افعال شنیعه بعد کبیره بنظر درآمد که اگر خواهد خود بخود فرامی کند واگر نخواهد نه وهیچ یکے ازآن بظهور نیاید لیکن لذتے که از صور جمیله خاصه از نساء درمی یافت از مظہر دیگر که نمی یافت و نظر کردن به نامحرم باین معنی است، از جمال که صفت اوست محظی می گشت وهیچ مجال بدیندرین کار که داخل اثم است (یعنی حرام) وقوع نمی آمد غم نبود باین اگر بوقوع می آمد۔ همین طور از اوراد و وظائف که بر خود لازم گرفته است (در بجا آوردن) هیچ تکلف نماند همین طور ادب ظاهر که بنسبت آن صاحب دوجهانی دارد سوے ادب باطن هیچ کاے بدآن جهتے که آن صاحب است پاے دراز نه کرده آب دہن و بول و غائط و غیره و ذالک نینداخته و هم دیگر آدابے که بتکلف بظهور می آمد بے تکلف آمد۔ ازآن این اندیشه شد که هرگاه خواسته در ظهور ناقص که از ویست۔ آن ظهور ناقص بسوئی ظهور کامل خود نیز وے بجا آورده چنانچه جمیع موجودات کائنات که (مظہر) صفات ویست در ظهور خاصه اطف اکمل محمدی که اوست علیه الصلوة والسلام رائج است و حسن الهی که صفت اوست باین طور می باید ظهور با خود سلوک کرده۔ این چنین اندیشه بائی واز آرزوے کمالات ومقامات که صفت جدائی است فارغ می بود و صفت حب هم سستی می گرفت هرچند این صفت (حب) ظهور اوست۔

رباعی

در راه حق [illegible] باید بود تا جان باقیست در طلب باید بود

در یکدم اگر ہزار در یابکشی طلب کم نباید در طلب باید بود

آمدہ۔ درین جار باعی کہ خواجہ ابوالوفا خوارزمی گفتہ آمد

چون بعض ظہورات حق آمد باطل پس منکر باطل نشود جز جاہل
در کل وجود ہر کہ جز حق بیند باشد زحقیقت الحقائق غافل

باین قصور طلب و نارسیدن بکمالات ہیچ غم نبود وقس علیٰ ہذا چیز ہاے بسیار مکشوف می گشت اندیشہ کہ صاحب دوجہانی کہ ظہور خاصہ اوست سبحانہ ہمہ را کماہی در می یابد، سخن را کوتاہ ساختہ قصہ بریدہ (جواب عنایت فرمایند)

(جواب) الحمدللہ والمنۃ آن چہ آن عزیز الوجود کہ یگانہ روزگار است۔ نوشتہ است۔ حقیقت معرفت توحید است ''الحمدللہ ثم الحمدللہ ''۔ اے برادر عارف ہمہ کارہاے نیک می کند، بے آن کہ خواہشے درمیان باشد واز ہمہ کارہاے بد مجتنب می باشد بے آن کہ (بخواہش خود) مجتنب کار بد باشد وبہمہ کس می آمیزد بے آن کہ تعلق خاطر باشد واز ہمہ کس جدا بود۔ خدا را عین ہمہ می داند ودر ہمہ می بیند بے آن کہ ہیچ یکے را خدا گوید وخدا را در این ہمہ می یابد بے آن کہ دوی درمیان آرد۔ عارف از ہمہ مشرب بجدا است بے آنکہ مشرب ہیچ کس را غیر مشرب خود داند وبہمہ مشرب بادر می آید بے آنکہ آلودہ مشرب کسے باشد۔ خدا را می خواہد بے آنکہ دردمند شود واز خدا گاہے غافل می شود بے آن کہ این غفلت را غیر حضور یابد۔ در عین غفلت حاضر بود ودر عین حضور غافل۔ شہود عارف ورنس عزیزدہ از شہود اوست در مظاہر دیگر بحکم متابعت پیغمبر اکمل محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم در حال و در مشرب۔ عارف در ہمہ شیوہا و در ہمہ کارہا (خیر و شر) لذت تمام دارد بے (فرح) الم در ہمہ الم ہالذ تے کلی دارد بے لذت۔ عارف ہم حق است و ہم خلق۔ خدای را عین بندگی می یابد و بندگی را عین خدای و نہ بہ بندگی کارے دارد و نہ با خدای کہ حقیقت (وراء الوراء) خدای و بندگیست۔ اگر از عارف پرسی کہ ہیچ چیزی دانی و ہیچ چیز می یابی گوید "ہیچ نمی دانم و ہیچ نمی یابم۔ واگر گوی ہیچ چیز مجہول تو ہست یا ہیچ چیز مفقود تو۔ گوید "نیست"

(نزد او آن چہ موجود است عدم است وانچہ عدم است موجود است) عارف ہمہ دارد و ہیچ ندارد۔ کار عارف ضد در ضد است و حیرت در حیرت و او ازین ضد در ضد و حیرت در حیرت ہیچ فکرے و اندیشہ ندارد۔ خود بخود است و خود از خود و خود سوے خود است و اختیارے درمیان نہ۔ ہر چہ در عالم واقع می شود خواست عارف است و نہ بے خواست عارفست و نہ مقصود عارف است و نہ مردود عارف۔ و ہمی عارف نامے بیش نیست عین معروف است و معروف اسمے بیش نیست بلکہ ہمین عارف است و معروف کہ عین حیرت است۔ کجی معروف و کو حیرت؟ کہ ہر دو در حقیقت ذات عارف مد است۔ انچہ از عارف معلوم است عین و الف (عارف) ست باقی ہمہ اوست کہ ہم معلوم و ہم مجہول است و نہ معلوم و نہ مجہول۔ عارف چون از حساب بر آمد و است دنیا و آخرت او را یکیست۔ و بہشت و دوزخ یکیست۔ بشنو کہ سخن مجمل گفتہ شد۔ این وقت گنجائش تفصیل نیست مجمل آنکہ خدا

ا۔ خدا فی ہم تب ۲۔ خدا فی از نسبہ بدہ

رایاد کن بے آنکہ غرضے ومطلبے داشتہ باشی وکارہاے ممنوع شرع مکن بے آن کہ تنگی ونفرتے از آن در خود یابی واز صفات حمیدہ وحسنہ کن بے آنکہ بآنہا تعلق داشتہ باشی (می باش بہر وجہ واقع می شود بے آنکہ تعلق داشتہ باشی ہیچ چیز واز لذت شرعیہ بہرہ مند شو بے آن کہ غافل باشی۔ نہ دعوای معرفت داشتہ باشی نا شہود۔ نہ حاضر باش نہ غافل نہ بندہ باش نہ خدا نہ ہست باش نہ نیست۔ متابعت محمد رسول اللہ لازم دانی بے آنکہ محمد را غیر حق دانی یا حق را منحصر دانی در محمد۔ بدانکہ محمد حق است وحق محمد است محمد عالم است وعالم محمد وتو عالمی وحقی وعالم وحق تو ی حق حق حق محمد محمد اینست

رکمال کمال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال وہو عین حقیقت الحال۔ والسلام فقط۔

باتمام رسیدہ کتاب ''اسراریہ'' کہ مقصود آن شرح احوال ومقامات دوستان او بودہ سبحانہ کہ بقدم صدق سلوک وسیر الی اللہ تمام کردہ اند وپے بکعبۂ مقصود سیر فی اللہ بردہ۔ حکمت، در ایجاد عالم وجود ظہور ایشانست ومقصد اظہار بنی آدم شہود ونور ایشان۔ رباعی

این نسخہ ذکر اہل دلہاے کرام   کز وے ہمہ بوے انس آید مشام

زان بوی رسید بودۂ مقصود بکام   در سال ہزار وشصت ونہ گشت تمام[1]

۱۰۶۹ھ

---

[1] در نسخہ ''تمام''

فہرست مآخذِ حواشی و مصادرِ تصحیحِ متن

قرآن کریم

اخبار الاخیار

المنجد

آبِ کوثر

آثار الصنادید

آئین اکبری

بوستان سعدی

تاریخ امروہہ

تاریخ ادبیات ایران

تاریخ محمدی

تاریخ واسطیہ

تجلیات ربانی

تحقیق الانساب

تذکرہ علمائے ہند

تذکرۃ الکرام

تذکرہ خواجہ باقی باللہ

تزکِ جہاں گیری

جوہر تقویم

دیوان حافظ

دیوان جامی

ذکر جمیع اولیاء دہلی

رشحات

ریاض الشعراء

رودِ کوثر

سبحۃ الابرار

غیاث اللغات

فرہنگ جہاں گیری

فوائد الفواد

قاموس المشاہیر
قاموس الجدید (لغت)
قوۃ الکلام
کشف المحجوب
گلزار ابرار
گلستانِ سعدیؔ
ماثر الامراء
مثنوی مولانا روم
مجمع الشعرای جہانگیر شاہی
مشائخ نقشبندیہ مجددیہ
مصباح اللغات
مقاصد العارفین
مکاتیب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
مکتوبات شیخ احمد سرہندی
مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی
منتخب اللغات
منتخب التواریخ
مراۃ الاسرار
موج کوثر
نخبۃ التواریخ
نفحات الانس
نزہت الخواطر
واقعات مشتاقی

ملفوظ

"ظاہر را با مور شرعیہ آراستہ داشتن و باطن را نسبت نقشبندیہ پیراستہ گردانیدن فوق ہمہ نعمت ہاست۔ حقیقت نسبت نقشبندی جز این نیست کہ توجہ واتصال صاف منزہ و ومقدس از ملاحظہ ہر چہ مسمّی بما سواست و ہر چہ شائبۂ غیریت درو ے ملحوظ بود مثل اسماء وصفات نیز بحضرت ذات پیدا شود بر سبیل دوام"

از: خواجہ عبداللہ خرد

اِشاریہ
رجال، اماکن، کتب

ابوالحسن بھکری:۔۵۳۵،۵۳۵،۵۳۶،
۵۳۶،۵۳۷
ابوالحسن (گنوری):۔۶۱۴
ابوالحسن قزوینی شیخ:۔۷۰۷
ابی الحسن الاشعری:۔۷۶۱
ابی الحیاۃ:۔۲۲۶
ابی عبداللہ فیروزی:۔۴۳۶
ابوالخیر سامی:۔۷۸۹
ابوالخیر تینانی:۔۱۶۰
ابوالخیر کشمیری خواجہ:۔۲۱۶،۲۱۷،۲۱۸
ابوالفتح چشتی شیخ:۔۴۵۵
ابوالشیخ:۔۲۶۷
ابوالقاسم خلال مروزی:۔۱۶۰
ابوالقاسم شیخ خواجہ:۔۲۱۷،۳۳۵،۳۳۵
ابوالقاسم نصیر آبادی:۔۲۲۳
ابوالقاسم ردولوی:۔۳۹۰،۳۹۱
ابوالوفی خوارزمی خواجہ:۔۸۲۱،۸۲۵

ابی مسعود خودش:۔۴۳۸
ابو حنیفہ (امام اعظم):۔۱۶۶،۱۶۶،
۲۰۵،۲۹۴،۳۱۸
ابوذر غفاری (ﷺ):۔۲۵
ابوذر بوزجانی:۔۶۷۸
ابورضا دہلوی:۔۴۴۵،۴۴۷
ابورضا رتن:۔۴۴۶،۴۴۷،۴۴۸
ابوالمناف شیخ امروہہ:۔۱۶۹ح،۱۶۹،
۱۶۹ح،۱۷۰ح
ابوسعید ابوالخیر (شیخ):۔۱۵۳،۱۵۳،۱۵۳،
۲۲۳،۳۵۱
ابوسعید آنیری:۔۳۵۱
ابوسعید خراز:۔۴۳۸
ابوسعید شیخ:۔۳۳۵،۳۳۵،۳۳۵
ابوسعید شیخ (گنگوہ):۔۵۷۲،۵۷۲
ابوسہیل صعلوکی:۔۲۶۹
ابوطالب:۔۷۴

ابوطلب سید:۔۶۲۹،۶۳۰
ابوہاشم:۔۸۳۲
ابوالہاشم شریک قاضی:۔۳۹۲،۳۹۲
ابوالعباس:۔۶۲۲،۶۲۳
ابوعبداللہ خفیف:۔۸۵،۱۵۳،۳۳۶،
۳۳۶ج،۴۱۳،۴۱۳،۴۱۳،۴۴۹،۶۲۳
ابوصالح حدثانی:۔۱۶۰،۱۶۰
ابوالفضل شیخ:۔۷۱۰
ابوالفضل سید واسطی:۔۷۹۴
ابوعلی دقاق ۔۶۹ج
ابوعلی سید:۔۶۶۳،۷۶۲
ابوعلی فارمدی:۔۲۱۷
بومحمد دمشقی ۔۷۱۹
ابوالمعالی بلگرامی شیخ:۔۶۳۶،۶۳۸
ابو معالی سید ۔۷۹۰
ابوالمعالی شاہ قادری ۔۸۹،۵۵۱
ابوالمعالی شیخ چشتی ۔۲۰،۷۴۹.
۷۴۸
ابوالمکارم سنبھلی:۔۵۸۰،۵۸۲
ابومدین شیخ:۔۴۷۹
ابومدین مغربی:۔۸۲۲
ابویزید بستامی (شیخ):۔۱۵۳،۲۱۷،
۲۲۴،۲۷۴،۳۶۶،۳۸۹،۳۸۹،۳۸۹،
۴۳۸،۴۹۴،۴۹۵،۴۹۵،۴۹۵،۴۹۵
ابویعقوب یوسف ابن ایوب
ہمدانی:۔۵۵۳
ابویعقوب نذیوری:۔۵۷۵
ابویوسف ہمدانی خواجہ:۔۲۱۷
ابدال سنبھلی شیخ ۔۵۰۸،۵۰۹،۷۴۵
ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام:۔
۴۱۰،۴۱۰،۵۹۶،۵۹۶،۵۹۶،۷۹۳
ابراہیم اکبرآبادی:۔۲۹۹
ابراہیم حسین:۔۴۱۹،۴۲۱
ابراہیم سندھی:۔۱۹۱

براہیم پشاور:۔۵۵۷
براہیم شیخ:۔۸۱۰،۸۱۱
براہیم شیخ سنبھلی:۔۵۸۳،۵۹۶،۵۹۸
براہیم شہید:۔۶۷۷
بسال:۔۳۹۰
جیت:۔۷۲۳
حمد (شیخ احمد سرہندی):۔۴۰، ۴۰،
۶۷، ۷۹، ۸۱، ۸۱ح، ۸۲، ۸۲، ۸۴، ۸۶،
۸۷، ۸۷، ۸۷، ۸۸، ۸۸، ۱۰۱، ۱۸۷،
۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۱، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۸۰،
۲۸۰، ۲۸۲، ۲۹۹، ۲۹۹ح، ۳۰۳، ۳۰۳،
۳۰۴، ۳۸۴، ۴۰۵، ۴۲۵، ۴۳۹، ۴۷۰،
۴۹۷، ۶۶۴، ۶۸۷، ۷۳۴، ۷۳۵، ۸۶۴
احمد یسوی خواجہ:۔۲۵۸، ۲۵۸، ۴۵۰،
۶۲۸
احمد جام:۔۲۱۵، ۵۱۳، ۵۱۳، ۵۱۴
احمد خواجہ:۔۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۷

احمد خواجہ:۔۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵
احمد (سید):۔۱۴۸
احمد (سید):۔۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸
احمد (سید):۔۳۰۸
احمد ستامی شیخ:۔۳۳۲، ۳۳۶، ۳۳۷،
۳۳۹، ۳۴۲
احمد شیخ ابن شیخ فتح اللہ سنبھلی:۔۳۵۲
احمد شیخ گجراتی:۔۴۷۹
احمد شہید:۔۶۷۷
احمد دہلوی:۔۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۲، ۳۹۳
احمد بری:۔۸۰۵، ۸۰۵، ۸۰۵، ۸۰۶،
۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۷
احمد غریب سید:۔۳۹۶، ۳۹۸، ۳۹۸
احمد غزالی (خواجہ):۔۱۵۴
احمد غزالی شیخ۔۵۱۶، ۵۱۶
احمد قاضی:۔۳۸۶
احمد لاہوری (خواجہ شیخ):۔۶۱

اختیار خان حسن پوری:۔۱۸۲، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۳، ۱۸۳

اخلاص فرید آبادی:۔۳۷۰، ۳۷۲

آخوند:۔۷۵۶، ۷۵۶، ۷۵۶، ۷۵۷

آدم بنوری شیخ:۔۱۸۸، ۳۰۴، ۳۵۰، ۳۵۶، ۵۵۸

آدم سنبھلی شاہ:۔۷۲۸، ۷۳۰

آدم سنبھلی شیخ:۔۳۷۸، ۳۸۰، ۳۸۰، ۳۸۳، ۳۸۴، ۶۵۶

آصف خان گجراتی:۔۵۳۵

ارزانی شیخ:۔۳۷۹، ۳۷۹، ۳۷۹، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۰

اسحاق مجذوب سید:۔۴۷۵، ۴۷۵، ۸۱۱

اسحاق خوب:۔۲۰۹، ۲۰۹

اسحاق شیخ:۔۳۱۳

اسد سنبھلی (شاعر):۔۷۵۲

اسمٰعیل:۔۳۱۵

اسمٰعیل اتا:۔۶۴۸، ۶۴۸

اسماعیل حافظ:۔۴۴۷

اسمٰعیل شیخ:۔۴۲۰، ۴۴۳

اسماعیل شیخ:۔۱۴۳

اسماعیل شیخ دہلوی:۔۴۴۵، ۴۴۶

اسمٰعیل شیخ (فاروقی):۔۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۸، ۴۸۸

اسمٰعیل قصری:۔۳۰۱ ح، ۳۰۱ ح

اسکندر شیخ:۔۸۴۰

اشرف دہلوی شیخ:۔۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۳

اشرف سید:۔۴۰۸

اشرف سید:۔۸۰۴

اسلام شاہ بن شیر شاہ:۔۶۲۸، ۶۳۱

اعلم خاں سنبھلی:۔۵۷۹

آغا رشید:۔۶۳
افلاطون:۔۲۹۸
اکبر (جلال الدین محمد اکبر):۔۸۹،
۱۶۹ح، ۱۶۹ح، ۳۵۵، ۳۶۰، ۳۸۵،
۴۱۲،۴۸۱،۵۳۹،۵۴۸ح،۶۱۷،۷۴۵،
۷۹۹،۸۰۵،۸۰۷،۸۰۸
اکرم سید:۔۸۰۴،۸۰۴
الہداد (شیخ):۔۴۱،۷۹،۸۲،۹۷،۹۹،
۱۰۱،۱۰۱،۱۰۱،۱۰۲،۱۰۳،۱۰۶،۱۰۸،۱۲۶،
۱۳۰، ۱۳۶، ۱۴۰، ۱۴۱،۱۴۲، ۱۴۵، ۱۵۶،
۲۸۵، ۲۹۰، ۲۹۰، ۳۳۹، ۳۴۲، ۳۵۴،
۴۷۸،۵۰۸،۵۵۶،۷۰۰
الہداد سہوانی:۔۴۴۲
الہداد شیخ:۔۲۱۲،۲۱۲
اللہ بخش (شیخ گڑھ مکتیسری):۔۹۰،
۶۸ ،۱۶۹،۱۹۳،۵۱۰،۵۱۰،،۵۲۲،۶۵۳،
۶۵۴،۶۵۵،۶۵۵،۷۴۳،۸۴۳،۸۴۳

اللہ بخش سہارنپوری:۔۴۵۸
اللہ بخش لاہوری:۔۳۸۴،۳۸۴،۳۸۴،۳۸۴
اللہ داد شیخ:۔۴۸۲
اللہ یار سید امروہہ:۔۵۲۰،۵۲۰،۵۲۱،
۸۱۸،۸۱۹
اللہ دیا شیخ ۔۳۵۲،۳۵۲،۴۴۲
اللہ دیا عثمانی شیخ:۔۵۱۰ح
الماس:۔۴۳۰،۴۳۱،۴۳۱،۴۳۱،۴۳۱
امام حسن (رضی اللہ عنہ) ۔۸۱۹،۸۳۹
امام حسین (رضی اللہ عنہ):۔۲۶۹،۲۶۹،۲۶۹،
۷۹۴،۸۱۹
امام زین العابدین:۔۴۲۵، ۷۹۴
امام جعفر صادق:۔۲۱۷،۲۸۳، ۴۲۵،
۴۴۶،۴۹۵،۴۹۵،۴۹۵،۷۹۴
امام محمد مہدی:۔۶۳،۵۳۴
امام ہادی علی نقی:۔۷۹۴
امام علی رضا:۔۷۹۴

امام غزالی:۔۳۱۵،۳۱۵
امام شافعی:۔۴۶۷
امان پانی پتی شیخ:۔۴۸۲،۶۳۱،۶۳۱
امان اللہ پانی پتی:۔۳۹۴،۳۹۴ ح
امان اللہ شیخ:۔۶۲۰،۶۲۱
امجد سید:۔۳۰۸،۳۰۸،۳۰۸،۸۰۴،۸۰۸
امجد شیخ سنبھلی:۔۳۴۴،۳۴۹
امیر عمر:۔۲۲۸،۲۲۹،۲۲۹
امین الدین گنوری:۔۶۱۲
امین الدین لاہور شیخ:۔۳۱۷،۳۱۷،
۳۱۸،۳۱۸
انوری (شاعر):۔۲۲۸
اوحد الدین کرمانی شیخ:۔۵۱۲،۵۱۲،
۹۶۱
اویس قرنی ([illegible]):۔۲۰،۲۰،۴۹۳،
۱۰۰
اویس سید:۔۸۲۰

ب

بابا اسحاق مغربی:۔۴۷۹
بابا پربھو:۔۶۷۹،۶۸۲،۶۸۲
بابا پیارے کودر:۔۷۸۴،۷۸۴
بابا سماسی خواجہ:۔۲۱۷
بابا محمود طوسی:۔۷۱۲،۷۱۲،۷۱۲،۷۱۲،
۷۱۳،۷۱۳
باباوالی شیخ:۔۲۵۹
بابر بادشاہ ظہیر الدین محمد:۔۵۰۵،
۲۲۸،۲۲۸،۶۷۶،۶۷۶،۷۰۳
باقی:۔۲۰۳،۲۰۳،۲۰۳،۲۰۳
باقی خان:۔۲۱۷،۲۱۷،۲۱۷
بانو (بی بی سی):۔۷۷۸،۷۷۹
بایزید سنبھلی شیخ:۔۵۱۲
بایزید میرٹھی شیخ:۔۵۶۱،۵۶۲
بایزید دہلوی شیخ:۔۶۴۴،۶۴۵
بادشاہ خواجہ:۔۲۶۴،۲۶۵

بدر عالم شیخ (مفتی):۔۶۲۲

بدر الدین شیخ فاروقی:۔۳۸۵

بدر الدین شیخ:۔۶۸۶

بدر الدین لونی:۔۳۷۲

بدہ فرید آبادی سید:۔۳۱۵

بدہ سید:۔۷۹۳، ۸۰۵، ۸۰۵، ۸۰۵،
۸۰۵،۸۰۵،۸۰۶،۸۰۷

بدھو شیخ مرید شیخ اشرف:۔۳۲۳

بدیع الدین شاہ مدار:۔۳۱۱،۳۱۱،۳۱۱،
۳۱۱،۶۸۳،۶۸۳،۶۸۳،۶۸۳،۶۸۵،
۶۸۵

بدیع الدین سہارنپوری شیخ:۔۳۰۳،
۷۴۵

برہان الدین (گنتوری):۔۶۱۴

برہان الدین شیخ:۔۲۶۷،۲۶۷

برہان الدین شہید:۔۶۷۷

برہمندر:۔۱۶۵

برنج (وزیر راجہ بھوج):۔۶۸۹

بشر حافی:۔۵۷۶

بلال (رضی اللہ عنہ):۔۲۳۱،۳۹۵

بلاول قادری شیخ:۔۲۲۶،۲۳۰،۲۳۰،
۲۳۱،۲۳۱

بلتو:۔۷۰۶

بنجان:۔۴۰۸،۴۰۸،۵۸۹

بہاء الدین نقشبندی (خواجہ بزرگ):۔
۲۵،۲۳ح،۱۲۵،۱۲۶،۲۱۷،۲۹۲،۳۵۴،
۳۵۴،۳۶۵،۵۰۸،۸۱۳،۸۱۶

بہاء الدین محمد واحد رومی:۔۳۸۹ح

بہاء الدین زکریا ملتانی:۔۲۶۹،۳۳۹،
۳۹۱،۶۱۲

بہاء الدین بن شیخ محمود:۔۱۵۵،۲۶۳

بہاء الدین بودلہ شیخ:۔۲۰۱،۵۱۵

بہاء الدین بودلہ:۔۶۷۹،۶۸۰،۶۸۰،
۶۸۰،۶۸۰،۶۸۰

بہاء الدین پرتاوا شیخ:۔ ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۸، ۲۹۸، ۲۹۸

بہاء الدین سید:۔ ۸۳۰

بہاء الدین شیخ مجذوب:۔ ۳۰۰

بہاء الدین شیخ فاروقی:۔ ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۷، ۳۸۸

بہاء الدین عاملی شیخ:۔ ۳۶۳

بہاء الدین غوری:۔ ۲۷۱، ۲۷۱

بہاء الدین میر محی شیخ:۔ ۲۳۳

بہاء الحق خواجہ:۔ ۲۵۸

بہلول دانا:۔ ۲۷۱

بی بی خدیجہ (دختر عمر شہ):۔ ۱۰۳، ۱۰۳

بی بی عائشہ:۔ ۳۰۹

بی بی [illegible] (زوجہ شیخ الہداد):۔ ۱۳۱، [illegible] ۱۳۲، ۱۳۲، ۲۱۵

بی بی قتب:۔ ۱۰۳

بی بی سایندی:۔ ۷۷۹

بی بی رحتی دہلوی:۔ ۷۸۲

بی بی پھول:۔ ۸۰۵

بیربر:۔ ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۸، ۶۱۹

بیرنگ (خواجہ محمد باقی باللہ):۔ ۳۰، ۳۰، ۳۱، ۵۹، ۶۱، ۶۱، ۶۱، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۶، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۸۰، ۸۰، ۸۰، ۸۱، ۸۱، ۸۳، ۸۵، ۸۶، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۰، ۹۰، ۹۰، ۹۰، ۹۰، ۹۱، ۹۱، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۳، ۹۳، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۹۸، ۹۸، ۹۸، ۹۸، ۹۹، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۳، ۱۴۳، ۱۴۶، ۱۴۶، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۶، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۳، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۶،

۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۴،
۱۸۴، ۱۸۵، ۱۹۰، ۱۹۱، ۲۱۱، ۲۱۶، ۲۳۵،
۲۳۵، ۲۳۵، ۲۴۳، ۲۴۳، ۲۵۸، ۲۶۰،
۲۶۱، ۲۷۳، ۲۷۳، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۴،
۲۷۴، ۲۷۴، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۸۰، ۲۸۰،
۲۸۷، ۲۹۱، ۲۹۳، ۲۹۶، ۲۹۶، ۲۹۶،
۲۹۹، ۲۹۹ح، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۳۰، ۳۳۲،
۳۳۶، ۳۵۴، ۳۹۴، ۳۹۴، ۴۱۳، ۴۱۴،
۴۱۴، ۴۱۴، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۴، ۴۲۴،
۴۲۹، ۴۳۵، ۴۳۷، ۴۴۳، ۴۴۳، ۴۴۵،
۴۴۶، ۴۴۶، ۴۷۱، ۴۷۴، ۴۸۴، ۴۸۳،
۴۹۳، ۴۹۳، ۴۹۳، ۴۹۳، ۵۲۲، ۵۵۶،
۵۷۵، ۶۰۸، ۶۳۵، ۶۵۵، ۶۵۶، ۷۱۸،
۷۴۳، ۷۸۱، ۷۸۱، ۸۱۰، ۸۱۵، ۸۲۰،
۸۲۴، ۸۲۴، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۷، ۸۳۹،
۸۴۱، ۸۴۱، ۸۴۱، ۸۴۳، ۸۴۹
بھوہ بخاری سید :۔۳۱۲، ۳۱۲ح، ۳۱۵،
۵۶۰، ۶۹۰، ۸۰۹، ۸۲۷
بھوانی:۔۷۰۰
بھوانی شاہ:۔۶۹۸، ۶۹۹، ۶۹۹، ۷۰۰
بھکاری حافظ شیخ:۔۲۰۴، ۲۰۴
بھکنڈی:۔۷۲۵
بھیکا دہلوی شیخ :۔۷۱۸، ۷۱۹، ۷۱۹،
۷۲۰

پ

پیر محمد شیخ:۔۶۵۳، ۶۵۳، ۶۵۴
پیر محمد خان ۔ ۳۷، ۳۱۷، ۳۱۸
پیر میرٹھی شیخ ۔۲۵۰، ۳۳۸، ۵۶۱، ۷۳۵
پیر کمال سنبھلی ۔۷۲۹
پرویز دہلوی شاہ ۔۷۱۶، ۷۱۶
پرویز سنبھلی شاہ ۔۷۱۰، ۷۱۳، ۷۱۳،
۷۱۴، ۷۱۵

ت

تاج الدین (شیخ سنبھلی) ۔۹۰، ۹۰،

۹۱، ۹۱، ۹۲، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۷۹،
۱۹۸، ۲۱۰، ۲۱۶، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۳، ۲۷۳،
۲۷۴، ۲۷۴، ۲۷۶، ۳۳۱، ۳۴۲، ۳۴۳،
۴۱۴، ۴۱۴، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۲، ۴۲۹، ۵۹۰،
۵۱۱، ۵۱۲، ۵۲۰، ۵۲۰، ۵۲۲، ۵۲۸، ۶۰۳،
۶۰۵، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۷، ۶۲۲،
۶۵۸، ۷۲۲، ۸۱۰
تاج الدین بلگرامی شیخ تاجو:۔ ۴۳۶،
۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۴۲، ۴۴۲
تاج الدین سید امروہہ:۔ ۸۰۱ح
تاج الدین (مفتی):۔ ۲۴۲
تاتارخان:۔ ۲۴۴
تاج خان دکنی:۔ ۲۳۱
تاج عالم شیخ:۔ ۷۵۳، ۷۵۳
تان سین:۔ ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۰، ۳۶۰،
۵۷۷، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸ح،
۷۰۱ن، ۷۰۹ح
تقرب خاں حکیم:۔ ۴۲۶، ۴۲۷،
۴۲۷، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۸
توعان (لوقان):۔ ۷۰۶

ٹ

ٹوڈرمل:۔ ۴۱۲، ۴۱۲، ۴۱۳

ج

جامی خواجہ:۔ ۲۱۵
جان سید:۔ ۳۹۹، ۷۶۴
جان محمد میرٹھی شیخ:۔ ۴۷۰، ۴۷۱
جانانہ بیگم (دختِ بیرم خاں):۔ ۷۸۴
جانی (خادم خواجہ خرد):۔ ۱۱۴
جانی مولانا:۔ ۷۱۴، ۷۱۴
جبرائیل علیہ السلام:۔ ۴۱۰، ۴۱۰، ۵۰۹،
۶۸۵، ۷۳۹
جعفر ثانی:۔ ۷۹۴
جعفر (جمعہ):۔ ۷۲۱
جعفر سید:۔ ۳۰۸، ۷۱۴

جعفر شیخ:۔۴۷۶
جعفر محمد (شیخ):۔۱۷۷،۱۷۷،۱۷۷
جلال الدین سید مخدوم جہانیان :۔
۲۲۸،۲۶۸ح،۲۷۱،۲۷۲،۲۷۲،۳۵۱،
۴۳۵،۴۷۸
جلال الدین سیوطی شیخ:۔۴۱۶،۶۱۳
جلال الدین تھانیسری (شیخ):۔۳۲۳
جلال الدین (حافظ):۔۱۵۵،۱۵۶
جلال الدین تبریزی (شیخ):۔۲۱۵
جلال الدین شیخ:۔۶۸۰
جلال الدین کسکی شیخ:۔۲۹۶،۲۹۶
جلال بخاری سید:۔۲۶۸ح
جلال قاسم تبریزی سید:۔۱۶۹
جلال سنبھلی شیخ:۔۳۴۴،۳۴۴
جلال دوّانی مولانا:۔۳۵۷،۷۱۱
جمال الدین حسین:۔۲۸۴،۲۸۵
جمال الدین دہلوی جمالی :۔۴۷۹،
۴۸۱
جمال الدین شیخ بلگرامی:۔۳۴۲،۳۴۳
جمال الدین شیخ سنبھلی:۔۴۲۵،۴۲۹
جمال الدین شہید:۔۶۷۷
جمال عاشق شیخ :۔۱۹۷،۱۹۷،۱۹۷،
۱۹۷ح،۱۹۸
جمال خان مفتی دہلی:۔۳۳۰،۳۳۰ح
جمال چاندیری:۔۷۹۰،۷۹۰
جمالی شیخ سنبھلی:۔۴۹۶
جمن:۔۷۹۷،۷۹۸،۷۹۹
جنید شیخ:۔۳۱۳،۳۱۴،۳۹۸
جنید شیخ سنڈیلہ:۔۶۱۵،۶۵۷،۶۵۷
جہانگیر بادشاہ:۔۲۰۸،۲۱۲،۲۲۰،۲۳۹،
۲۵۱،۳۲۸،۳۷۶،۴۶۰،۴۶۱،۵۰۷،
۵۳۹،۵۳۸ح،۵۶۰،۷۰۶،۷۰۷،
۷۳۵،۷۶۹
جہانگیر سنبھلی شاہ :۔۷۰۵،۷۰۶،

۷۰۲،۷۰۲،۷۰۲

جھوجھو:۔۲۵۵،۲۷۰،۲۷۱،۲۷۱

جھولن شیخ:۔۲۵۲،۲۵۲

جواد محمد تقی:۔۷۹۴

جوگی:۔۸۰۸

چ

چاند سید:۔۷۹۴،۸۰۴،۸۰۴،۸۰۴،

۸۰۴

چاندہ سنگی:۔۲۵۷،۲۵۷،۲۸۷،۲۹۲،

۶۱۸

چندن دیوانہ:۔۶۷۹،۶۸۲،۶۸۳

چندر بھان منشی برہمن:۔۷۷۰

چوکھا شیخ (فتح اللہ):۔۲۵۵، ۷۰۷،

۷۰۹

ح

حاتم شیخ سنبھلی:۔۳۰۸، ۳۰۹، ۳۰۹،

۳۰۹، ۳۰۹، ۲۵۵، ۲۵۵، ۲۹۱، ۲۹۱،

۲۸۱، ۲۸۱، ۲۸۲، ۷۰۲، ۷۲۷

حاتم سنبھلی شیخ:۔۵۶۴

حاتم سید:۔۳۲۲

حاجی توکل:۔۳۴۲، ۳۴۲، ۳۴۷،

۳۴۷

حاجی محمد خیر آبادی:۔۴۵۷

حاجی محمد سید:۔۱۹۴، ۱۹۵، ۳۴۴، ۳۴۴،

۴۴۲

حاجی قوام:۔۵۱۲

حاجی حسین سیاح:۔۵۸۴، ۵۸۳،

۵۸۴، ۵۸۴

حاجی محمد نگینہ:۔۳۸۷

حاجی محمد ملا:۔۳۸۴

حاجی میر دوست:۔۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲

حاجی محمود:۔۷۵۲

حاذق حکیم:۔۷۶۵، ۷۶۵ح، ۷۶۶،

۷۶۶

حامد سید:۔ ۷۹۴، ۸۰۴، ۸۰۴، ۸۰۵
حامد شہید:۔ ۳۲۸، ۳۳۸
حافظ شیرازی:۔ ۲۰۶، ۲۲۵، ۲۴۰، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۶۰ح، ۳۶۲، ۴۰۰، ۴۱۳، ۴۶۵، ۴۷۴، ۵۱۱، ۵۶۱، ۵۸۱، ۵۹۳، ۶۰۹، ۶۱۱، ۶۲۵، ۶۳۷، ۷۶۴، ۸۳۱، ۸۳۷
حبیب اللہ وارستہ شیخ:۔ ۳۵۴، ۳۵۲، ۳۵۵
حبیب محمد دہلوی شیخ:۔ ۶۳۶، ۶۴۶
حجت اللہ (خواجہ):۔ ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۰۹
حسام الدین شاشی مولانا:۔ ۳۹۲
حسام الدین احمد (معروف بہ خواجہ ابرار) ۴۱، ۷۹، ۸۸، ۸۸، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۱، ۹۱، ۹۱، ۹۱، ۹۲، ۹۲، ۹۳، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۷، ۹۸، ۹۸، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۸۴، ۲۰۴، ۲۳۹، ۲۶۶، ۲۶۶، ۲۷۳، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۹۰، ۳۱۰، ۳۵۴، ۳۹۴، ۴۱۹، ۴۱۹، ۴۴۳، ۷۲۱، ۷۲۱، ۸۴۸
حسام الدین محمد:۔ ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۵، ۱۳۵
حسن بصری خواجہ:۔ ۳۹۵
حسن کشمیری مولانا:۔ ۲۸۷، ۲۹۰، ۳۶۸، ۳۶۸، ۷۷۴، ۷۷۵
حسن (شیخ):۔ ۱۳۵
حسن شیخ:۔ ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۸۴
حسن شیخ سنبھلی:۔ ۵۰۴
حسن عارف سید:۔ ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۶، ۵۸۸
حسن قوال ۔ ۵۰۹، ۵۱۹
حسین واعظ کاشفی مولانا:۔ ۳۹۳ح، ۳۹۱، ۴۸۰

حسین سید (جگ سوز):۔۹۷
حسین ناگوری شیخ:۔۳۱۴ح،۳۱۵
حسین (شیخ سنبھلی):۔۱۰۴، ۲۷۷،
۲۷۷، ۲۷۷، ۲۷۷، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴،
۶۲۹
حسین دہدہہ شیخ:۔۲۲۰
حسین شیخ مولانا:۔۲۵۰، ۲۵۰
حسین شیخ:۔۳۵۸، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۵۹
حسین سرمست:۔۳۱۵، ۶۳۲
حسین محمد:۔۲۷۷
حسین محمد سنبھلی:۔۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۳،
۲۲۳، ۲۲۵، ۷۵۳
حسین سوتی:۔۳۹۲
حسین شیخ آبادی:۔۵۲۵، ۵۲۶
حسین سید:۔۷۹۰
حسین ثانی خواجہ:۔۲۲۳، ۲۷۱، ۷۷۳
حسین (شیخ سنبھلی):۔۷۴۷، ۷۴۷،
۷۴۷
حمزہ سلطان:۔۱۰۹، ۱۰۹
حمید مفسر شیخ:۔۲۲۰، ۲۳۳، ۲۳۳، ۲۳۳
حیدر مولانا:۔۵۶۴
حیدر خواجہ:۔۳۵۲

خ

خانخانان بیرم خاں:۔۱۸۱، ۲۶۹،
۲۶۹، ۷۸۴
خانشر:۔۷۹۱، ۷۹۱
خاقانی:۔۲۶۸
خانو گوالیاری شیخ:۔۳۱۰ح، ۳۱۴،
۳۱۴ح
خزازدینوری:۔۳۶۹
خضر (ابوالعباس خضر علیہ السلام):۔
۵۵، ۶۳، ۶۴، ۱۲۳، ۱۲۳، ۱۲۴، ۲۳۳،
۲۶۶، ۲۷۰، ۳۳۶، ۳۲۸، ۵۰۹، ۶۲۲،
۶۹۵، ۷۲۶، ۷۲۶، ۷۲۶، ۷۲۶، ۷۳۳،

۸۱۹،۷۴۶
خضر بریلی سید:۔ ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰
خضر خواجہ:۔ ۲۳۳، ۲۳۳
خضر دہلوی شیخ:۔ ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶
خلیل پسر شیخ یحییٰ:۔ ۳۰۸
خواجگی املنکی مولانا:۔ ۲۱۶، ۲۱۷،
۲۱۷، ۲۵۸، ۲۵۹ ح
خواجہ لاہوری مُلّا:۔ ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۴،
۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۵
خواجہ خاوند محمود:۔ ۲۶۴، ۳۸۵
خواجہ ارغون:۔ ۲۸۴
خوجہ حسین معین الدین ثانی:۔ ۷۳۹
خیالی دہلوی شیخ:۔ ۲۹۰، ۲۹۱

د

دانیال شیخ:۔ ۲۹۰ ح
دانیال شاہزادہ:۔ ۳۵۵
داس:۔ ۲۴۷
داراشکوہ:۔ ۵۶۷، ۵۶۷
داتا دہلوی (ابوالحسن):۔ ۷۷۴، ۷۷۴،
۷۷۴، ۷۷۷، ۷۷۷
داؤد علیہ السلام:۔ ۲۸۹
داؤد کشمیری صوفی:۔ ۲۰۶
داؤد بن شیخ صادق گنگوہی شیخ:۔
۵۵۴، ۵۵۹، ۵۵۹
داؤد بن سید حسنین:۔ ۷۹۴
داؤد مولانا:۔ ۲۵۰
درویش محمد خواجہ:۔ ۲۵۹،۲۷ ح
درویش محمد:۔ ۲۴۹، ۲۴۹، ۲۵۰
درویش محمد سید:۔ ۳۳۳
درویش مجہول:۔ ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶
دراج شیخ:۔ ۳۶۹
دلاور (امروہہ):۔ ۸۴۴
دوبے چند:۔ ۳۳۰، ۳۳۰، ۳۳۰، ۳۳۱،
۳۳۱، ۳۳۱، ۳۳۱، ۳۳۱، ۳۳۱

دوست لونی شیخ:۔۳۶۵،۳۶۵،۳۶۵
دوست محمد سندھی:۔۵۵۱
دوست محمد شیخ امروہہ:۔۲۹۴
دوست خاں منزوی قاشقاقی:۔۷۵۸،
۷۶۳،۷۶۳،۷۶۲،۷۶۱،۷۶۰،۷۵۸
ڈھولا:۔۳۴۴

ذ

ذوالنورین (امیرالمومنین حضرت
عثمان غنی ؓ)۔۲۸۱،۳۰۴،۷۵۳
ذوالنون مصری:۔۱۷۴،۳۶۹

ر

رابعہ بصری:۔۸۴،۸۴،۸۴،۱۲۱،۶۲۱،
۷۸۱۔
ربیع جوشن۔ ۲۱۱، ۶۹۰
رجن ۔ ۳۳۳
[illegible] ۔ [illegible]
رجب (ابن مشتی [illegible]) ۔ ۲۲
رحمت (حافظ سرہندی):۔۸۶
رحمت اللہ خواجہ:۔۱۲۰،۱۲۰
رحمت اللہ شیخ:۔۶۳۶
رزق اللہ شیخ:۔۳۳۳،۳۳۳ح،۳۳۴
رزق اللہ مشتی شیخ:۔۱۹۲
رستاق شاہ ملا:۔۷۵۵
رستم خان دکنی:۔۱۰۹،۱۰۹،۲۲۵،۳۰۶،
۳۲۲،۳۲۲،۳۳۸،۳۶۶،۳۹۶،۴۰۵،
۴۰۶،۴۰۷،۴۴۴،۵۳۳،۵۳۳،۵۸۸،
۵۹۴،۶۴۴،۶۴۴،۶۷۵،۷۳۵،۷۸۷
رستم شیخ:۔۷۶۵
رستم (شیخ):۔۱۳۴،۱۳۵،۱۳۵،۱۳۶
رفعت خان پسر رستم خان ۔ ۴۰۷
رفیع الدین (شیخ):۔۱۳۳،۱۳۳،۱۶۸،
۱۶۹،۱۷۰،۱۷۴،۱۷۴،۱۷۵،۳۵۴،۳۴۴،
۷۰۶،۸۱۱،۸۲۹
رفیع الدین شیخ ؒ دو پاموزی۔۶۷۴

رفیع الدین پسر سراج الدین لونی:۔ ۳۶۴

رفیع الدین (شیخ):۔۱۶۲

رضی الدین علی لالا الغزنوی:۔۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۷

رکن الدین بن شہاب الدین:۔۱۶۴ح

رکن الدین سندیلہ:۔۳۰۶

رکن الدین سنامی الکنوری :۔۶۱۳، ۶۱۳، ۶۱۳، ۶۱۴

رکن الدین علاء الدولہ شیخ۔۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۸، ۴۴۸

روزبہان شیخ:۔۳۰۲، ۳۰۲، ۳۰۲

رومی (جلال الدین مولانا روم):۔ ۵۳، ۱۲۸، ۱۲۸، ۳۸۹، ۳۸۹ح، ۳۹۱، ۴۰۱، ۴۳۶، ۵۶۲، ۶۵۴، ۶۶۳، ۷۶۲، ۸۳۲، ۸۳۷

ریاضی شاعر:۔۴۷۲، ۴۷۲، ۴۷۲، ۴۷۲، ۴۷۲، ۴۷۳

ز

زاہد بن سید ابراہیم۔۲۳۳

زُرارہ بن اُبَی ۔۳۶۹

زین الدین کمانگر شیخ مولانا۔۷۴۰، ۷۶۰

زین الدین خوافی شیخ:۔۱۸۶، ۵۴۷

زین الدین جامی شیخ ۔۳۸۰

زین الدین شہید۔۶۷۷

زین الدین (شیخ) ۔۹۳، ۹۳، ۹۳

زین خان۔۸۰۷، ۸۰۷، ۸۰۷

زینب۔۷۳۸، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۳۹

س

سالار مسعود غازی ۔۶۷۷، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹

سادھن:۔۸۲۵، ۸۲۵، ۸۲۶

سراج الدین تویلوی۔۳۳۶

سراج الدین محمد خواجہ:۔۹۴، ۱۴۰، ۲۸۵
سراج الدین شیخ:۔۷۰۰
سراج الدین لونی:۔۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۷، ۸۰۹
سراج الدین گجراتی:۔۳۶۵
سرمد شہید:۔۷۷۱، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۲، ۷۷
سعد الدین کاشغری (مولانا):۔۱۲۱، ۴۰۳، ۴۳۰، ۵۳۶، ۵۴۷، ۵۶۳
سعد اللہ:۔۴۳۲، ۴۳۳
سعد اللہ سعدی:۔۷۵۴
سعد اللہ:۔۵۸۵، ۵۸۶
سلام اللہ (خواجہ):۔۷۶، ۱۲۶، ۲۰۶، ۴۳۵
سلامان:۔۴۹۰
سلطان ابوسعید مرزا:۔۴۳۰
سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی:۔۶۲۸، ۶۲۹
سلطان حسین مرزا (والی ایران):۔۱۲۲، ۱۲۲
سلطان سبکتگین:۔۶۷۹
سلطان سکندر ذوالقرنین:۔۳۷۰، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۱، ۳۷۱، ۳۷۱، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۲
سلطان سکندر لودھی:۔۴۷۹
سلطان محمد تغلق:۔۶۷۸
سلطان محمود غزنوی:۔۶۷۸، ۶۷۸، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۷۹، ۷۳۰، ۷۳۰
سلطان علاء الدین بادشاہ:۔۲۷۱، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶
سلطان فیروز خلجی:۔۲۷۱، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۲، ۷۹۴، ۷۹۶
سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ):۔۲۱۷، ۴۳۸
سلیم دہلوی شیخ:۔۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۵
سلیم شاہ:۔۲۸۴

سلیمان (علیہ السلام) :۔۱۳۱، ۲۴۲،
۶۰۱
سماء الدین کنبوہ شیخ :۔۴۷۸، ۴۷۸،
۴۷۹، ۴۷۹، ۴۷۹
سہیل بن عبداللہ تستری :۔۴۳۶،
۴۳۶، ۵۷۶
سنبھل بہاری:۔۶۷۸، ۶۷۸
سید احمد:۔۲۹۲، ۲۹۳
سید احمد قادری صدر:۔۳۴۸
سید پچاسہ:۔۶۷۷
سید خدا خواہ:۔۶۲۴
سید اعظم:۔۸۳۵، ۸۳۵، ۸۳۵
سید حامد برادر محمد کمال:۔۸۳۷
سید سرخ:۔۴۲۱
سید عبداللہ اقدس:۔۸۳۹
سید محمد پسر مخدوم عالم:۔۵۴۱
گدا شیخ:۔۸۴۰
سید محمد حضرت:۔۸۳۹
سید قریش:۔۳۳۸، ۳۳۸
سیف الدین (مولانا):۔۱۵۴
سورداس:۔۷۸۷

ش

شاہ اسماعیل:۔۴۸۰
شاہ برجندی:۔۵۰۰
شاہ حسینی:۔۶۲۱
شاہ حیات حرانی:۔۷۰۷
شاہ شجاع:۔۶۶۰
شاہ محمد:۔۶۲۹، ۶۳۱
شاہ محمد:۔۸۰۴
شاہ محمد دہلوی:۔۵۷۸
شاہ جہاں:۔۶۴۳
شاہ مظفر مجذوب:۔۵۶۶
شاہ جہان بادشاہ:۔۷۷۱
شاہ نیک (شاہ بیگ):۔۷۷۲، ۷۷۲،

۷۷۲
شاہ فضل:۔۸۴۰
شاہ کمال:۔۸۴۰
شاہ عالم:۔۸۱۵
شاہ دھورہ:۔۱۴۹
شاہ محمد آچینی:۔۳۲۷
شاہ محمد ڈھک:۔۳۳۱
شاہ محمد جانی شیخ:۔۵۱۴
شاہ عالم گجراتی:۔۲۱۵، ۶۵۸
شاہ میر لاہوری:۔۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۵، ۳۳۲، ۷۵۵، ۷۵۷
شاہ صفی (والی ایران):۔۲۲۶
شاہ نور مجذوب:۔۲۳۳، ۲۳۳
شاہ عباس:۔۲۰۷
شاہ محمد فیروزآبادی:۔۲۲۸
شاہ محمد سید:۔۸۰۸
شاہ محمدی فیاض:۔ [illegible]
شاہ دولہ:۔۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۳۱
شاہ شیدائی:۔۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۲
شاکر محمد مولانا:۔۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۶
شاکران قلندر شیرازی:۔۷۲۱
شرف الدین پانی پتی:۔۷۹۵، ۷۹۵
شرف الدین حسن (صاحب ولایت امروہہ):۔۳۱۵، ۷۹۴، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۷، ۷۹۷، ۷۹۷، ۸۰۰، ۸۱۸، ۸۲۳
شرف الدین (امروہہ، ملقب بہ جہانگیر):۔۵۲۱، ۸۰۰، ۸۰۲
شرف الدین خاموش (شیخ):۔۳۲۱، ۳۲۳
شرف الدین بوعلی قلندر:۔۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۴، ۶۳۵
شرف الدین یحییٰ منیری:۔۵۷۲

شرف الدین حسین:۔۷۰۳
شرف الدین حسین:۔۱۸۹
شرف الدین بدایونی سید:۔۷۵۰
شریف بخاری سید:۔۳۷۰
شرف الدین قتال:۔۸۳۰
شکر اللہ حاجی:۔۸۱۱
شمس الدین مولانا:۔۳۸۹، ۳۸۹،
۳۸۹
شمس الدین کاشغری:۔۵۳۶
شمس لدین محمد میر:۔۶۲۹،۶۲۹
شمس الدین محمد اوجی:۔۵۳۷،۵۳۷
شمس الدین سید:۔۸۴۰
شمس الدین شیخ:۔۲۳۸
شمس الدین شیخ:۔۷۰۱
شمس الدین عارف سید:۔۸۴۰
شمس شیخ (غزنی)۔۶۷۸
شہاب الدین خواجہ:۔۲۰۸،۲۰۹،۲۰۹،
۲۰۹
شہاب الدین سہروردی شیخ:۔۱۹۷،
۲۶۶،۳۷۷
شہاب الدین برجندی مولانا:۔۵۶۴
شہباز بھاگلپوری:۔۲۹۴،۲۹۵،۳۸۷
شہاب شیخ:۔۳۴۱
شیخ الاسلام (شیخ عبداللہ انصاری)۔
۸۵،۱۳۲،۱۵۳،۱۲۰،۱۲۰،۱۶۳،۱۶۳ح،
۲۳۱،۲۳۶ح،۳۳۱،۳۶۹،۳۶۹،۳۸۰،
۳۹۴،۳۹۷،۳۹۷،۴۵۰،۴۵۰،۴۶۹،
۴۸۰، ۶۱۷، ۶۶۱،۶۶۲، ۷۲۶، ۷۲۷،
۷۲۷،۷۲۷،۷۸۹
شیخ ابن (امروہہ):۔۱۷۹،۱۸۱،۵۳۱،
۵۳۷، ۵۳۷، ۵۳۹، ۵۳۹، ۵۳۹،
۵۴۰،۵۴۰،۵۴۲،۵۶۶
شیخ ابوالحسن شاذلی۔۲۳۶
شیخ احمد:۔۵۳۸

شیخ احمد کھٹو:۔ ۴۷۹،۴۷۹ ح
شیخ احمد غزالی:۔ ۵۱۲
شیخ اللہ بندہ:۔ ۷۰۷،۷۰۹
شیخ امام:۔ ۲۵۰
شیخ بچو:۔ ۵۱۰،۵۱۰،۵۱۰
شیخ جمال بن شیخ الہداد:۔ ۵۰۸
شیخ جمال محمد سنبھلی ۔ ۵۳۵
شیخ جیو سنبھلی:۔ ۳۴۸، ۳۵۰، ۳۵۰،
۳۵۱،۳۵۱
شیخ چلی:۔ ۳۲۹
شیخ چنگال:۔ ۲۸۸،۲۸۹
شیخ حسین (ہجویری):۔ ۵۷۲
شیخ حسین بخشی دہلوی:۔ ۳۶۸
شیخ حمید مفسر ۔ ۵۳۲
شیخ شاہ محمد جی:۔ ۳۲۳،۳۲۵،۳۲۶،
۳۲۶،۵۱۲
شیخ سعدی شیرازی ۔ ۲۵،۲۰۵، ۲۵،

۳۵۹،۳۶۰، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۳، ۴۲۱،
۵۳۰، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۷۷، ۵۷۷،
۵۷۸، ۶۶۴، ۷۳۵، ۷۶۶، ۷۶۶،
۷۶۶،۷۶۷،۷۶۷،۷۶۷،۷۶۷
شیخ سلیم:۔ ۸۰۹
شیخ سلیم چشتی فتح پوری:۔ ۴۸۲،۴۹۹،
۵۰۳،۵۰۶،۵۰۶،۵۰۶
شیخ شاہ محمد بریلی:۔ ۵۷۴
شیخ شاہ محمد:۔ ۶۴۹،۶۵۰،۶۵۱
شیخ شاہی سنبھلی:۔ ۶۲۵
شیخ شبلی:۔ ۳۶۹، ۴۰۰، ۴۹۸، ۵۲۶،
۵۷۶،۶۲۳
شیخ شکر اللہ (امروہہ):۔ ۶۲۴
شیخ صابر (غزنی):۔ ۶۷۸
شیخ صادق گنگوہی:۔ ۵۵۴، ۵۵۶،
۵۵۶،۵۵۷،۵۵۸،۵۵۸،۵۵۹
شیخ طیفور شامی:۔ ۳۱۱

شیخ عثمان جالندھری:۔۱۸۴
شیخ عثمان پدر سید علی ہجویری:۔۲۷۸
شیخ عبداللہ:۔۲۸۸
شیخ عبداللہ:۔۲۸۶
شیخ عبدالوہاب متقی:۔۲۳۵
شیخ علی بن اسرائیلی سنبھلی:۔۳۴۸، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۷۹، ۶۰۳، ۶۰۴، ۷۵۳
شیخ علی متقی:۔۲۳۵، ۵۳۴
شیخ علی متقی:۔۸۳۹
شیخ علی عطا غزنی:۔۲۷۸
شیخ عمر شہ سنبھلی:۔۸۰۴، ۸۰۴، ۸۰۴
شیخ عطار:۔۷۶۰
شیخ فرید:۔۳۲۲، ۳۲۲، ۳۲۲، ۶۳۱
شیخ فرید بدایونی۔۔۷۴۹
شیخ فرید مرتضیٰ خان :۔۱۸۱، ۳۶۰، ۳۶۰، ۳۶۱، ۷۰۷، ۸۰۹
شیخ گھاسی (امروہہ):۔۵۲۶
شیخ مبارک:۔۲۵۵
شیخ محمد:۔۲۹۶
شیخ محمد (سنبھلی):۔۲۰۴
شیخ محمد:۔۲۳۹، ۶۳۹، ۶۵۰
شیخ محمد بن کبیر کلمہ روان:۔۷۴۹، ۷۴۹
شیخ محمد:۔۱۸۲
شیخ محمد:۔۶۵۳، ۶۵۵، ۶۵۵
شیخ محمد بریلی:۔۵۷۴، ۵۷۶
شیخ محمد عادل:۔۲۴۹
شیخ مرتضیٰ ۔۔۵۸۸
شیخ محی الدین امروہہ:۔۵۳۱
شیخ معروف۔۔۳۳۶
شیداء:۔۷۷۱، ۷۷۱، ۷۷۱
شیر محمد۔۔۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۵، ۳۰۵
شیر شاہ (سوری):۔۳۸۱
شیفتہ ۔۔۵۷۲

شیبہ:۔ ۲۴۱

ص

صابر علی سید:۔ ۳۶۸

صاحب قران (سلطان تیمور):۔ ۸۸

صاحب قرانِ ثانی (شاہ جہاں):۔

۴۴، ۹۸، ۱۰۹، ۱۲۳، ۱۴۳، ۲۰۷، ۲۰۸،

۲۱، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۶، ۲۲۹، ۲۳۵،

۲۳۹، ۲۵۷، ۲۶۴، ۲۸۵، ۲۹۲، ۳۰۰،

۳۲۴، ۳۲۷، ۳۲۲، ۳۱۹، ۳۳۳، ۳۴۰،

۴۹۱، ۵۳۱، ۵۴۹، ۵۵۱، ۵۵۵، ۵۹۲،

۶۰۵، ۶۰۷، ۶۷۵، ۶۸۸، ۷۵۵

صادق حسن پوری شیخ:۔ ۲۲۴

صادق کشمیری حافظ:۔ ۲۰۳، ۲۰۴

صدر الدین [illegible]:۔ ۲۹۱

صدر الدین قونوی:۔ ۴۱۰، ۵۱۹، ۵۱۹

صدر الدین [illegible] شیخ:۔ [illegible]،

۵۲۱

صلاح الدین شیخ:۔ ۵۶۲، ۵۶۳

صالح جبری شیخ:۔ ۲۰۴

صالح تھانیسری حافظ:۔ ۳۰۵، ۳۰۷

صالح سندھی شیخ:۔ ۳۳۹

صالح ملتانی شیخ:۔ ۳۳۹، ۳۳۹، ۳۴۲،

۳۴۴، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۷، ۳۴۷

صفی (فخر الدین علی):۔ ۹۳ح، ۹۳ح،

۳۵۴، ۳۵۴

صوفی شیخ:۔ ۲۸۰

صوفی گدا:۔ ۴۷۳، ۴۷۴

ض

ضیاء الدین (ضیاء دہلوی):۔ ۱۳۴،

۷۷۳، ۷۷۴

ضیاء الدین جونپوری سید:۔ ۵۲۴،

۵۲۶

ضیاء الدین سندھی مولانا:۔ ۶۳۳

ط

طٰہٰ شیخ :۔۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۲، ۳۱۳،
۳۴۹، ۵۱۳، ۶۲۸، ۶۵۲، ۶۸۶، ۷۴۶
طیب حسن پوری حافظ :۔۵۲۳
طیب شیخ امروہہ :۔۵۲۷، ۵۲۷، ۵۲۸،
۵۲۹، ۵۳۰

ظ

ظاہر محمد مجد الدین :۔۶۱۳
ظفر خاں حاکم کشمیر :۔۷۵۶

ع

عائشہ رضی اللہ عنہا :۔۴۰۹، ۵۳۲،
۵۳۲، ۶۱۳
عادل ۔۔۲۹۵
عادل :۔۶۲۵
عادل خاں بیجاپوری :۔۴۰۹
عارف ریوگری خواجہ :۔۲۱۷
عاشق محمد سہارنپوری ۔۔۴۶۰
عالم چند :۔۴۳۱، ۴۳۱
عالم کرمانی شیخ :۔۵۳۹
عباس رضی اللہ عنہ :۔۴۱۶، ۴۱۶، ۴۱۶
عبداللہ (معروف بخواجہ خرد)۔۔۳۹،
۴۰، ۴۱، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۱۰۲، ۱۳۹، ۱۴۴،
۱۸۱، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۳۸، ۲۳۹،
۲۹۰، ۴۱۰، ۴۴۴، ۴۴۹، ۶۰۸، ۸۳۹،
۸۵۹
عبداللہ احرار میر :۔۲۱۱، ۲۱۱، ۲۷۵
عبداللہ بن جعفر :۔۸۱۹
عبداللہ بن حصام :۔۶۶۱
عبداللہ بن مبارک :۔۴۱۸
عبداللہ بختی امیر :۔۲۵۸
عبداللہ بہتہ شیخ ۔۴۴۸، ۲۵۰، ۵۹۱
عبداللہ (راجہ جھوتی) ۔۶۸۸، ۶۸۹،
۶۸۹
عبداللہ امروہوی شیخ ۔۵۴۲
عبداللہ منازل :۔۶۵۱

عبداللہ خیرآبادی:۔۳۱۶
عبداللہ سیاح حاجی۔۔۳۳۲
عبداللہ سید:۔۱۹۷
عبداللہ سید:۔۲۲۵
عبداللہ شیخ:۔۷۰۳
عبداللہ شیخ:۔۱۹۹
عبداللہ شیخ:۔۴۵۶
عبداللہ خواجہ :۔۴۳۰
عبداللہ دہلوی حافظ:۔۴۰۶
عبداللہ طلبنی شیخ :۔۳۰۸ح، ۵۱۰،
۵۱۰ح،۶۸۱،۶۸۱
عبداللہ قریشی:۔۴۷۹
عبداللہ جہانی شیخ ۔۳۸۲،۳۸۲،۳۸۴
عبداللہ عمر شیخ ۔۳۱۱
عبداللہ (فاروقی شیخ) ۔۸۱،۸۴،۸۶
عبدالاول (میر) ۔۱۵۸،۲۹۳،۵۳۹
عبدالاول شیخ ۔۵۱۴
عبدالباقی شیخ:۔۳۴۳
عبدالجلیل شیخ :۔۵۸۵،۵۸۵
عبدالحکیم ابن شیخ حاتم :۔۳۰۹،۳۰۹
عبدالحکیم تینی :۔۳۲۲،۳۲۴
عبدالحکیم خواجہ :۔۵۶۰
عبدالحکیم مولانا (سیالکوٹی):۔۲۳۸،
۲۴۰،۲۴۱،۲۴۲،۲۴۳،۷۰۱
عبدالحکیم سید :۔۲۴۹
عبدالحکیم سید امروہہ :۔۳۱۶،۳۸۴،
۳۸۴،۵۲۳،۵۲۵،۵۲۷
عبدالحکیم ہجری ۔۴۲۵
عبدالحق (شیخ دہلوی) :۔۱۰۳،۱۰۶،
۱۷۸،۲۱۲،۲۱۳،۲۱۳،۲۲۰،۲۳۳،۲۳۷،
۲۴۴، ۲۸۶، ۲۹۰، ۲۹۰، ۲۹۰، ۳۰۵،
۳۳۳ح،۴۲۵،۵۳۳،۸۳۹
عبدالحق خیالی شیخ:۔۴۸۱
عبدالحی ۔۶۸۷

عبدالحی (شیخ) :۔ ۱۷۵
عبدالحی تیمی :۔ ۳۰۵
عبدالحی ٹھٹھی شیخ :۔ ۲۶۲
عبدالحی مفتی سنبھلی:۔ ۶۷۵
عبدالخالق غجدوانی خواجہ:۔ ۲۱۷، ۲۳۳، ۶۳۱، ۶۳۲
عبدالرحمٰن (ابن شیخ احمد):۔ ۸۰۷
عبدالرحمٰن بن شیخ ابوالبرکات :۔ ۶۷۵، ۹۷۵
عبدالرحمٰن جامی مولانا :۔ ۳۰، ۳۰ ح، ۳۱، ۳۱، ۳۳ ح، ۳۴، ۳۵، ۷۷، ۷۷، ۷۷، ۹۴، ۹۴ ح، ۱۰۳، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۵۰، ۱۶۵، ۱۶۸، ۲۳۹، ۲۳۹، ۲۴۷، ۲۶۵، ۳۵۴، ۳۹۴، ۳۹۵، ۴۰۱، ۴۴۳، ۴۴۸، ۴۴۸، ۴۵۴، ۴۷۱، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۰، ۴۹۸، ۵۱۵، ۵۱۷، ۵۰۷، ۵۱۸، ۵۴۷، ۵۸۹، ۶۰۸، ۶۰۸، ۶۰۸، ۶۴۰، ۶۸۷، ۷۱۳، ۷۵۹، ۷۶۶، ۷۸۵، ۸۱۴، ۸۲۸
عبدالرحمٰن سلمٰی نیشاپوری ۔ ۵۵۴
عبدالرحمٰن سنبھلی شیخ :۔ ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۳۰۷، ۳۶۴، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۶، ۷۰۰، ۷۴۴
عبدالرحمن شیخ:۔ ۱۹۸
عبدالرحیم بہاری شیخ:۔ ۴۴۱، ۴۴۲
عبدالرحیم خواجہ ۔ ۲۰۷
عبدالرحیم خیرآبادی :۔ ۷۷۱، ۷۷۱، ۷۷۱
عبدالرحیم ستی:۔ ۵۸۸
عبدالرحیم (سنبھلی) :۔ ۲۷۶، ۲۷۷، ۳۰۷، ۳۹۴، ۳۹۵، ۷۰۰
عبدالرحیم سنبھلی شیخ:۔ ۹۳۳
عبدالرزاق ۔ ۲۷۵
عبدالرزاق ۔ ۷۲۶، ۷۲۶، ۷۲۶،

۷۲۷

عبدالرزّاق خواجہ:۔۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴،
۲۶۵، ۳۰۵

عبدالرزّاق سید:۔۶۲۶

عبدالرزّاق سید:۔۸۴۰

عبدالرزّاق سید امروہہ:۔۵۴۲، ۵۴۲

عبدالرزّاق جھنجھانہ:۔۳۱۶، ۵۰۲،
۵۰۶

عبدالرسول سید:۔۷۴۹، ۷۴۹، ۷۴۹

عبدالرشید شیخ:۔۴۴۱

عبدالرشید خواجہ:۔۴۵۵

عبدالرشید (دہلوی):۔۵۷۳

عبدالرؤف (پسر خواجہ خرد):۔۱۳۱،
۱۳۹

عبدالسلام (بن شیخ احمد):۔۱۰۷

عبدالسلام:۔۵۱۳، ۵۱۳

عبدالشہید احراری:۔۵۵،

عبدالشکور شیخ:۔۴۱۴

عبدالصبور خواجہ:۔۲۰۴

عبدالعزیز الہ آبادی شیخ:۔۵۶۷،
۵۷۳

عبدالعزیز جامی:۔۴۸۰

عبدالعزیز چشتی (شیخ):۔۱۶۸، ۱۷۰،
۱۷۱، ۱۷۵، ۲۴۴، ۲۴۴، ۲۴۹، ۲۵۷،
۲۵۷، ۲۹۶، ۲۹۷، ۳۴۱، ۳۵۳، ۳۵۶،
۳۶۱، ۳۶۱، ۳۶۳، ۴۴۵، ۵۰۷، ۵۰۷،
۵۷۳، ۶۰۹، ۶۱۱، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۵

عبدالعزیز:۔۴۲۰

عبدالعزیز سید:۔۲۰۶

عبدالعزیز:۔۳۴۴

عبدالعظیم سنبھلی:۔۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۲

عبدالغفور (شیخ سنبھلی):۔۱۵۹، ۱۶۰،
۱۶۲، ۱۶۲، ۱۶۲، ۲۵۶

عبدالغفور اعظم پوری شیخ:۔۱۷۰، ۱۷۰

عبدالغفور سید :۔ ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۱، ۷۵۲

عبدالغفور لاری شیخ :۔ ۳۵۴، ۴۸۰، ۵۱۷، ۵۸۹

عبدالقادر (پسر خواجہ خرد) :۔ ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۷

عبدالقادر (پسر سید کاظم) :۔ ۳۸۲، ۳۸۲، ۳۸۲، ۳۸۲

عبدالقادر شیخ (ابن شیخ خانی):۔ ۳۲۶

عبدالقادر فاکہی:۔ ۵۳۴، ۵۳۴، ۵۳۵

عبدالقدوس (شیخ گنگوہی) :۔ ۸۲، ۳۲۳ح، ۳۹۵، ۳۹۵ح، ۵۵۴، ۵۵۶، ۵۵۲، ۵۵۶

عبدالکریم ابن شیخ امجد:۔ ۳۲۵، ۳۲۹، ۳۲۹، ۳۳۰، ۵۸۰، ۲۲۶، ۲۸۰

عبدالکریم یمنی:۔ ۷۸۹

عبدالکریم یمنی شیخ:۔ ۴۵۷

عبداللطیف (ابن خاتشہ) :۔ ۷۹۱، ۷۹۱

عبداللطیف حسن پوری حاجی:۔ ۲۵۷

عبداللطیف سنبھلی:۔ ۵۱۵

عبداللطیف سنبھلی شیخ :۔ ۵۰۴، ۵۰۴، ۵۰۴، ۵۰۶

عبداللطیف قاضی (امروہہ):۔ ۷۹۹

عبدالمومن کنبوہ سنبھلی :۔ ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۵۰

عبدالمومن سنبھلی شیخ :۔ ۴۷۸، ۲۲۹، ۷۴۲

عبدالمنعم :۔ ۲۱۲

عبدالمنعم خواجہ:۔ ۲۱۱

عبدانبی شیخ ۔ ۳۳۹

عبدالنبی شیخ.۔ ۴۴۳

عبداواجد سنبھلی ۔ ۵۰، ۵۰۱، ۵۰۲

عبدالواحد بلگرامی:۔ ۴۴۲

عبدالواحد سنبھلی شیخ:۔۳۸۲،۳۸۴،
۵۰۱،۵۰۱،۵۳۵،۵۳۶،۶۶۳،۶۶۹

عبدالواحد درویش:۔۳۱۱،۳۱۱،۳۱۲،
۳۱۲،۳۱۲

عبدالواسع:۔۱۶۲،۱۶۲،۱۶۲

عبدالوالی (پسر محمد کمال):۔۸۱،۷۲۳

عبدالوالی (عبدالواحد) شیخ سنبھلی:۔
۶۰۵،۶۰۸

عبدالوہاب سید:۔۷۸۵،۸۳۰

عبدالوہاب شیخ:۔۲۷۰،۲۷۰

عبدالوہاب شیخ:۔۵۳۰

عبدالوہاب شیخ بخاری:۔۲۶۸،۲۷۰،
۲۹۲،۶۶۵،۶۰۹

عبدالوہاب ولی شیخ:۔۳۵۶،۳۵۹

عبدالوہاب متقی:۔۱۳۹

عبدالمجید علوی شیخ امروہہ:۔۱۴۹ح،
۳۰۲،۳۰۵،۳۰۵،۳۱۲،۳۱۲،۳۲۴،

۵۲۳،۵۲۵،۵۲۶،۵۲۷،۵۲۷،۵۲۹،
۵۷۱

عبدمناف (جدِ رسول اکرمؐ):۔۶۶

عبیداللہ احرار خواجہ:۔۴۳،۴۴ح،۴۵،
۷۹،۹۳ح،۱۰۷ح،۱۴۳،۲۱۱،۲۱۷،۲۹۳،
۲۹۳،۲۹۳،۳۸۶،۳۹۲،۴۴۹،۴۵۱،
۴۵۲،۴۷۷،۴۹۲،۴۹۷،۵۴۳،۵۴۶،
۵۴۹،۵۵۶،۵۶۰،۵۷۴،۵۷۵،۶۰۰،
۶۰۳،۶۱۸،۶۲۷،۶۵۳،۷۸۹،۸۴۱،
۸۴۱،۸۴۹

عبیداللہ احرار:۔۷۱۲

عبیداللہ معروف بہ خواجہ کلاں:۔۱۰۵،
۱۶۷،۲۹۰،۷۸۹

عتبہ:۔۲۰۱

عثمان بنگالی سنبھلی شیخ:۔۳۰۸،۳۰۸،
۳۰۹،۳۰۹،۳۰۹،۳۰۹،۳۱۰

عثمان بنگالی شیخ:۔۳۰۶

عثمان سید:۔۸۰۸
عذرا:۔۴۹۰
عرفی (شیرازی):۔۷۷۷
عزیزالدین سید :۔۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۸
عزیزاللہ:۔۶۸۱،۶۸۱،۶۸۲
عزیزاللہ سید:۔۷۹۴،۸۰۴
عشرت خاں:۔۵۵۶،۵۵۶
عصام الدین خواجہ:۔۲۷۹
عصمت اللہ سید:۔۳۳۴،۳۳۵،۳۳۸
عضدالدین محمد جعفری ۔۷۵۱ ح
عطاءاللہ کشمیری خواجہ:۔۲۳۲
عطاء محمد سہسوانی شیخ:۔۶۰۹،۶۰۹،۶۱۱، ۶۱۱،۶۱۱
عظمت خاں:۔۴۰۷
عقیل منجی:۔۷۰۷
علاءالدین (سلطان خلجی):۔۱۹۷
علاء الدولہ (شیخ) :۔۵۹، ۵۹، ۵۹، ۵۹،۶۴،۳۹۴
علاء الدین آنبیری مولانا:۔۳۳۰، ۵۴۶،۸۲۱
علاءالدین بدایونی مولانا:۔۳۱۳،۳۱۴
علاء الدین چشتی جوان مرد :۔۳۸۴، ۳۸۷،۳۸۸،۳۸۸
علاءالدین چشتی شیخ:۔۷۹،
علاءالدین چشتی شیخ:۔۵۱۰
علاء الدین چشتی شیخ فیل مست ۔ ۵۳۸
علاءالدین سنبھلی شیخ:۔۳۱۲،۳۲۵
علاءالدین عطار:۔۱۲۵،۷۸۱،۷۸۱
علاءالدین شیخ:۔۱۷۵،۱۷۵
علاءالدین محمد خواجہ:۔۱۳۴
علاءالدین غجدوانی:۔۱۲۵
علاول بلاول شیخ:۔۵۳۸

علی (امیر المومنین حضرت علی ؓ)۔۔
۴۳، ۶۱، ۶۱، ۲۶۶، ۲۹۸، ۳۳۹، ۳۷۸،
۴۱۹، ۴۵۹، ۴۵۹، ۴۹۰، ۵۳۳، ۶۰۱،
۷۳۱، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۶۴،
۷۹۴، ۸۱۹، ۸۱۹، ۸۱۹، ۸۳۹
علی احمد۔۔۳۲۸، ۳۶۸
علی آبہ سید خواجہ۔۔۴۷۷
علی بن موفق ۔۱۵۳، ۳۹۸
علی بودینہ سید ۔۳۱۹
علی بزرگ سید ۔۷۹۴، ۷۹۴
علی پندار ۔۵۱۳
علی خواجہ مولانا ۔۔۴۴
علی رضا ۔۲۵
علی رمتق خواجہ ۔۷۔۲، ۵۰۱
علی سید (بن سید بدر الدین) ۔۷۹۴
علی بنی ۔ شیخ ۔۵۳
علی شیخ ۔ [illegible]
۶۷۶، ۶۷۷
علی عسکری:۔۵۱۴
علی قوام الدین سید:۔۲۵۲، ۲۵۳، ۶۵۵
علی محمد شیخ:۔۲۳۷
علی نقی:۔۷۹۴
علی نوحشی مولانا:۔۲۳۹، ۲۳۹
علی ہجویری سید۔۔۷۶۴، ۷۸۰
علم الدین شیخ:۔۳۵۲
عمادالدین محمد (بن شہاب الدین
سہروردی):۔۳۷۷
عماد خاں:۔۷۰۶
عماد شیخ حافظ:۔۲۰۴
عمار شیخ:۔۳۰۲، ۳۰۲، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۳
عمر (حضرت امیر المومنین فاروق
اعظم ؓ):۔۲۲۶، ۲۸۱، ۳۲۸، ۴۰۱،
۵۰۱، ۵۱۵
عمر بیجاپوری سید:۔۳۹۶

عنایت اللہ (حافظ):۔۱۳۵
عنایت اللہ (شیخ):۔۱۰۶
عنایت اللہ بخاری:۔۲۲۴
عنایت اللہ خدانما:۔۶۲۱، ۶۲۱، ۶۲۱، ۶۲۱
عوض وجیہ بلخی مولانا:۔۳۰۰
عیسیٰ (علیہ السلام۔مسیحا) ۔۲۳، ۲۰۷، ۲۶۶، ۷۲۵، ۷۴۶، ۷۷۰
عیسیٰ (خیاط):۔۳۵۰، ۳۵۰
عیسیٰ سندھی شیخ:۔۲۶۵، ۲۶۷، ۲۶۷، ۲۶۷، ۳۱۷، ۳۱۷، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۲
عیسیٰ سنبھلی شیخ:۔۵۱۴، ۵۱۵
عیسیٰ سندھی۔۔۴۷۶
عیسیٰ شطاری۔۔۳۱۷، ۳۷
عیسیٰ مولانا:۔۳۵۱
عیسیٰ بھکری:۔۳۳۱، ۳۳۱، ۳۳۱

غ

غریب حسن پوری سید:۔۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۱
غلام بہاء الدین شناسا:۔۷۹، ۸۰، ۱۰۸، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۵، ۳۵۷، ۳۵۷
غلام محمد (امروہہ سید):۔۷۷، ۳۵۷، ۵۲۱، ۵۲۲
غلام محمد ناقوتہ سید:۔۳۶۷، ۳۶۷، ۳۶۸
غلام محمد سنبھلی:۔۷۳۸، ۷۳۸
غوث اعظم (شیخ عبدالقادر جیلانی)
۵۸، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۴، ۱۷۸، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۴۸، ۲۴۸، ۲۴۹، ۳۸۴، ۳۸۴، ۳۹۷، ۴۵۵، ۴۵۵، ۵۰۲، ۵۲۱، ۵۵۱، ۵۹۶، ۶۲۸، ۶۴۵، ۶۹۶، ۷۰۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۳۹، ۷۵۴

غوث عالم امروہہ :۔۵۳۷، ۵۴۰، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲
غوث گوالیاری شیخ:۔۳۵۹ح، ۳۵۹ح، ۳۶۵
غیاث الدین بلبن سلطان۔۔۲۹۰ح، ۲۹

ف

فاطمہ (سیدۃ النساء بنت رسول اکرم) ۷۱، ۷۳، ۲۹۳، ۲۹۳، ۳۱۰
فاطمہ ۔۷۷۴
فضل شیخ سر ہندی ۔۱۸۷، ۱۸۸
فضل شیخ (امروہہ) ۔۳۸۴، ۳۸۴، ۵۲۵
فضل بن شیخ محمد ۔۔۴۲۵، ۴۲۹، ۴۲۴، ۴۳۰، ۴۳۰، ۴۳۰، ۵۸۰، ۶۰۴، ۶۲۲، ۶۳۹
فتح محمد یزدی ۔۔۶۰۱
فتح اللہ ترین (شیخ) ۔۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۰، ۳۴۸، ۳۸۰، ۳۸۴، ۳۸۴، ۳۸۴، ۵۰۴، ۵۰۴
فتح اللہ دہلوی:۔۷۵۳
فتح اللہ سنبھلی شیخ:۔۳۴۷، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۰، ۳۵۲، ۵۴۵، ۶۷۱، ۶۷۴، ۶۷۴، ۶۷۴
فتح اللہ چوکھا شیخ:۔۳۷۹
فتح اللہ غازی امروہہ:۔۵۳۱، ۵۳۳، ۵۳۳
فتح اللہ شیخ راج گڑھی:۔۳۵۷، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۸، ۳۵۸
فتح اللہ شیرازی:۔۶۴۳، ۶۴۳
فتح اللہ شیخ ۔۲۹۳
فتح اللہ شیخ پسر نجم الدین۔۔۵۰۸
فتح خان بن سلطان فیروز:۔۲۷۴، ۲۷۴
فتح شہ سنبھلی ۔۸۰۴
فتح محمد:۔۷۱۵، ۷۱۵، ۷۱۵

فتح محمد امروہوی :۔۳۱۵، ۵۲۱، ۵۴۰،
۵۴۱، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۴، ۸۴۷
فتح موصلی :۔۵۷۶
فخرالدین :۔۵۹۸
فخرالدین حاجی مولانا :۔۴۸۱
فخرالدین شاہ (مجذوب) :۔۶۷۹،
۶۷۹
فخرالدین عراقی :۔۳۷۲، ۴۷۹، ۴۸۰،
۴۸۰، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۸، ۵۱۸ ح
فرخ نارنولی شیخ :۔۵۵۹، ۵۶۰
فرعون :۔۲۲۴
فردوسی طوسی ۔۷۴۰
فضل اللہ (پسر خواجہ کلمت اللہ) :۔۱۳۰
فضل خواجہ کابلی :۔۲۳۹
فضل اللہ سید :۔ ۳۴۵
فضل اللہ قوری :۔۳۱۷، ۳۹۶
فضیل شیخ :۔۲۸۳، ۲۸۳
فقیرہ گوالیاری ۔۷۸۴، ۷۸۶،
۷۸۷، ۷۸۸
فیروز (میر سید سنبھلی) :۔۸۷، ۱۹۶،
۱۹۶، ۲۶۴، ۳۰۳، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸،
۳۰۸، ۳۰۸، ۳۱۰، ۳۱۰، ۳۱۰، ۳۱۱، ۵۷۷،
۵۸۹، ۶۵۰، ۷۸۷، ۸۰۴، ۸۳۰، ۸۳۴
فیروز سنبھلی شیخ :۔۶۶۹
فیروز شاہ (سلطان) :۔۱۲۴ح
فرید بخاری :۔۱۸۵، ۱۹۹، ۲۷۰، ۳۲۵،
۶۴۷
فیض اللہ شیخ امروہہ :۔۵۷۱
فیض اللہ شیخ فضو :۔۳۵۵
فولاد (میر) :۔۱۲۳، ۲۰۸

ق

قاسم :۔۲۲۵
قاسم اعظم پوری مُلّا :۔۵۳۲
قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ۔۔ ۲۱۷

قاسم تبریزی سید:۔۷۱۲،۷۱۲
قاسم خاں حاکم:۔۳۰۷،۳۰۷
قاسم سید:۔۹۳،۹۳،۹۳
قاسم سید:۔۸۰۸
قاسم سید بلگرامی:۔۴۴۴،۴۴۴،۴۴۴
قاسم سہارنپوری شیخ:۔۲۳۸، ۳۵۶،
۳۵۸،۳۵۸،۳۵۹،۳۵۹، ۳۵۱
قاسم شیخ:۔۷۳۵
قاضی افضل۔۔۹۵
قاضی محمد(مولانا):۔۱۵۱
قائم محمد بن شیخ طہ:۔۳۱۲،۶۳۸
قطب الدین (خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی):۔۶۱،۶۱،۶۲،۱۳۵،۱۵۹،
۵۹، ۵۹، ۱۶۲،۲۲۰،۲۲۹،۲۹۵،۳۲۷،
۳۲۹،۳۵۳،۳۶۹،۳۸۱، ۴۸۷،۵۱۳،
۵۳۸،۵۵۹،۵۵۹،۵۸۷،۶۱۳،۶۹۰،
۷۸۰،۷۸۱،۷۸۲،۷۸۳،۷۸۳،۸۱۵،
۸۱۶
قطب الدین پسر سراج الدین لونی:۔
۳۶۳
قطب الدین حسن پوری:۔۶۵۶
قطب الدین سید:۔۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷،
۱۹۸
قطب الدین شیخ:۔۷۴۶
قطب الدین محمد شہید:۔۶۷۷
قطب عالم (شیخ):۔۱۶۸، ۴۵۷،
۴۵۷،۴۶۰،۴۶۱،۸۱۰
قمیص قادری (شاہ):۔۱۴۰ح، ۶۲۵،
۶۲۶، ۶۲۷
قیام الدین شیخ پسر سراج الدین لونی
۳۶۳

ک

کاظم سید:۔۳۸۲،۳۸۲،۳۸۲، ۳۹۱،
۱۳۵

کالی خاں سنبھلی۔۔۵۰۲، ۵۰۴
کالہ پہاڑ حاکم:۔۶۱۴
کبیر الدین ابن عراقی:۔۳۷۲
کبیر الدین شیخ:۔۴۷۸
کبیر الدین شیخ:۔۶۱۲
کبیر جولاہہ (داس) :۔۷۲۱، ۷۲۲،
۷۲۴، ۷۲۲
کبیر کلہ رواں شیخ :۔۳۴۷، ۳۴۸،
۴۱۴، ۴۴۳، ۴۴۴، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۷،
۵۰۸، ۵۰۹، ۶۵۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۶،
۷۴۸، ۷۴۸، ۷۴۹
کرامت اللہ خواجہ:۔۲۹۰
کرم علی دانیال پوری:۔۳۸۲، ۳۸۴
کریم اللہ سہارنپوری :۔۴۵۵
کریم داد قوال:۔۴۸۶
کشن:۔۴۳۶
کشنیا:۔۴۳۲، ۴۳۴
کلمت اللہ (خواجہ):۔۷۷، ۱۲۳، ۱۲۴،
۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۶، ۱۲۶، ۷۳۱
کلیم اللہ (پسر خواجہ کلمت اللہ):۔۱۳۰
کمال (شاہ کیتھلی):۔۸۲، ۳۸۸
کمال (شیخ قریشی):۔۱۳۹، ۱۳۹ح
کمال الحق شیخ:۔۲۴۴
کمال توکل دہلوی۔۔۳۱۰
کمال خاں امروہوی:۔۵۲۱
کمال شیخ سنبھلی۔۔۲۰۷
کمال متوکل شیخ:۔۲۰۱
کمال محمد سنبھلی واسطی:۔۳۹، ۳۵، ۱۰۷،
۱۶۱، ۳۱۹، ۳۲۵، ۳۲۵، ۳۳۶، ۴۱۵،
۶۲۵، ۷۱۴، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۹۴، ۸۱۹،
۸۳۸، ۸۳۹، ۸۳۹، ۸۴۴، ۸۴۶، ۸۵۲،
۸۵۴، ۸۵۶، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۵۹،
۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۱، ۸۶۲
کھہ شیخ:۔۷۵۱

کوب:۔ ۲۸۷

کے خسرو:۔ ۳۶۲

کیقباد:۔ ۳۶۲

گ

گدا رحمانی سید:۔ ۸۴۰

گدا شیخ:۔ ۸۴۰

گدائی شیخ:۔ ۴۸۱

گل محمد سید:۔ ۲۶۸

گنج شکر (شیخ فریدالدین مسعود):۔
۳۶۸، ۴۸۳، ۴۸۷، ۵۴۲، ۵۷۹،
۵۸۶، ۵۸۷، ۸۴۴، ۸۴۳

گوجرمل:۔ ۲۸۷

ل

لادن شیخ ماروہوی ثم سنبھلی:۔ ۲۶۷،
۲۶۸

لاڈن شیخ احمد:۔ ۲۹۳، ۲۹۳، ۲۹۳،
۲۹۴

لطف اللہ شیخ (ابن رفیع الدین):۔
۸۲۹، ۱۷۵

لطف اللہ مولانا:۔ ۲۵۸، ۲۵۸

لعل سید:۔ ۷۹۴، ۸۰۸-۸۰۹

لونی بخی:۔ ۷۵۵

لیلیٰ:۔ ۴۹۰، ۵۳۰، ۷۱۶

م

مادھو:۔ ۳۵۹

مانجھی:۔ ۳۵۵

مجدالدین بغدادی شہید:۔ ۵۵۳

مجدالدین شیخ:۔ ۷۷۲

مجدالدین سید:۔ ۷۹۴، ۸۰۴

مجذوب مجہول:۔ ۷۲۶، ۷۲۹

مجنون (عامری، قیس):۔ ۴۹۰، ۵۳۰،
۵۹۰، ۷۱۶

محب اللہ آبادی شیخ:۔ ۵۶۷،
۵۶۷، ۵۶۸، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳،

۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۳، ۷۰۳

مجا فطرت شیخ:۔ ۶۹۲، ۶۹۲، ۶۹۴، ۶۹۴

محی نبی شیخ:۔ ۲۰۵

محترم خاں:۔ ۲۳۲

محتشم زادہ:۔ ۷۵۹، ۷۵۹

مخدوم عالم امروہہ:۔ ۵۳۷، ۵۴۰،
۵۴۰، ۵۴۱

محمد (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم):۔
۳۹، ۴۳، ۴۶، ۴۷، ۵۶، ۵۹، ۶۰، ۶۰، ۶۰
۶۱، ۶۴، ۸۳، ۸۴، ۸۹، ۹۴، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۴،
۱۳۹، ۱۵۵، ۱۷۳، ۱۹۶، ۱۹۶، ۱۹۶، ۱۹۷،
۲۱۷، ۲۲۱، ۲۲۹، ۲۳۵، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۶۱،
۲۲۶ ج، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۸۲، ۲۹۴،
۳۰۱، ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۲۲،
۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۳، ۳۲۳، ۳۲۵، ۳۴۳،
۳۴۳، ۳۴۷، ۳۴۷، ۳۸۹، ۳۸۹، ۳۸۹،
۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۲، ۴۰۱، ۴۰۱، ۴۰۹، ۴۱۶،
۴۲۹، ۴۲۹، ۴۲۹، ۴۳۵، ۴۳۸، ۴۳۹،
۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۸،
۴۵۹، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۸۰،
۴۸۴، ۴۸۷، ۴۸۹، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵،
۵۰۰، ۵۰۴، ۵۰۹، ۵۳۲، ۵۳۸، ۵۴۳،
۵۴۴، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۷، ۵۶۴، ۵۶۹،
۵۶۹، ۵۷۲، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵،
۵۸۵، ۵۸۵، ۵۸۵، ۵۹۰، ۵۹۳، ۵۹۴،
۶۱۳، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۲۰، ۶۲۷، ۶۳۰،
۶۳۴، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۶۱،
۶۶۱، ۶۶۱، ۶۶۵، ۶۸۳، ۶۸۵، ۶۸۸،
۶۸۹، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۵، ۷۰۳، ۷۰۹،
۷۱۵، ۷۱۶، ۷۳۱، ۷۳۳، ۷۳۹، ۷۴۹،
۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۰، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲،
۷۵۳، ۷۵۳، ۷۷۶، ۷۷۶، ۷۸۱،
۷۸۱، ۸۱۳، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۷،
۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۸، ۸۱۸، ۸۳۱، ۸۳۲

۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۲، ۸۴۲، ۸۴۵، ۸۵۰،
۸۶۰، ۸۶۴، ۸۶۶، ۸۶۷
محمد (خواجہ):۔۲۰۹، ۲۰۹، ۲۰۹، ۲۰۹،
۲۱۰
محمد ابن شیخ فتح اللہ سنبھلی:۔۳۵۲
محمد ابن الفضل:۔۶۵۶
محمد ابو نصر:۔۲۶۶
محمد اشرف دانشمند مولانا:۔۳۴۲ح،
۳۴۳، ۳۴۳ح
محمد بادل:۔۱۹۹
محمد باقر:۔۷۹۴
محمد جعفری شیخ:۔۵۳۶، ۵۳۶
محمد پارسا خواجہ:۔۳۳۶، ۳۳۰، ۳۲۲،
۱۱۵، ۱
محمد تبریزی:۔۲۴۰، ۲۴۰، ۲۴۰
محمد تقی (معروف بہ خواجہ میر):۔۱۲۶
محمد تقی مفتی شیخ:۔۲۲۲
محمد جامی شیخ شاہ:۔۳۲۳، ۳۲۶، ۳۲۶
محمد جان میر سید میرک جان:۔۳۹۸،
۳۹۹، ۷۶۴
محمد حارث شیخ (نور محمد حارث):۔
۶۰۵، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۶، ۶۳۴
محمد حاکم شیخ:۔۶۰۹
محمد حافظ خیالی:۔۲۹۱، ۲۹۴، ۳۳۰، ۷۷۳
محمد حسن شیخ:۔۵۰۲
محمد حسین دھوی معروف بہ شاہ خیلی:
۶۶۵، ۶۶۵، ۶۶۶
محمد حصاری شیخ:۔۴۴۹
محمد دوست شیخ:۔۹۵، ۶۶۶، ۷۶۵
محمد دیدار خواجہ:۔۴۴۸، ۵۶۴، ۸۳۲
محمد روحی (مولانا):۔۱۹۱، ۳۸۰
محمد زاہد خواجہ:۔۲۱۷
محمد زاہد شیخ:۔۱۷۵، ۱۷۵
محمد سرسوی سید:۔۱۹۹، ۲۷۷، ۳۷۶،

۳۱۳،۳۱۳،۳۱۴،۷۳۳
محمد سید میر:۔ ۲۱۰،۲۱۱
محمد سید سنبھلی:۔ ۸۱۰
محمد سعید شیخ:۔ ۱۸۶،۱۸۸،۱۸۸،۱۸۸،
۱۸۸،۱۹۰،۱۹۰
محمد سعید شیخ:۔ ۸۴۰
محمد شریف خاں:۔ ۲۶۵،۲۶۶،۲۶۷،
۷۳۳
محمد (شہید):۔ ۶۷۷
محمد صادق:۔ ۱۹۶،۸۲۶
محمد صادق (حافظ):۔ ۴۷،۱۰۴،۱۰۴،
۱۱۳
محمد صادق (خواجہ):۔ ۱۲۵،۱۲۶،۹۰،
۹۰ ح، ۱۹۱، ۱۹۱، ۲۹۰، ۷۴۰، ۷۵۵،
۸۲۲،۸۲۴
محمد صادق سنبھلی فریدآبادی:۔ ۱۹۹،
۲۰۰،۲۰۰،۵۹۴،۷۲۳
محمد صادق لکھنوی:۔ ۷۰۳،۷۵۴
محمد صالح:۔ ۲۰۱،۲۰۱،۲۰۱،۲۰۱
محمد صالح:۔ ۷۲۳،۷۲۴
محمد صالح (شیخ):۔ ۱۹۳،۵۷۶
محمد صالح بن محمود بادل:۔ ۵۸۷
محمد صالح سندھی:۔ ۱۹۱
محمد صالح شیخ:۔ ۱۷۵
محمد صالح لاہوری:۔ ۲۲۴،۳۱۷،۳۵۸
محمد صدیق (خواجہ):۔ ۱۱۳،۱۶۷،۲۶۰
محمد طاہر شیخ:۔ ۱۸۴
محمد عادل:۔ ۲۰۱
محمد عارف خواجہ:۔ ۸۴۰
محمد عاشق:۔ ۶۳، ۴۲۸، ۵۷۶، ۵۷۷،
۵۷۸، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۷۹، ۶۳۲
محمد عاشق پسر خواجہ خرد:۔ ۱۳۷
محمد عاشق سید:۔ ۵۴۰،۵۴۰ ح
محمد عالم سہارنپوری:۔ ۳۵۶

محمد عبداللہ سید:۔۸۴۰
محمد علی حکیم ترمذی:۔۸۴۱
محمد علی سید:۔۱۸۹
محمد علی شیخ:۔۲۷۷،۲۷۷
محمد فاروق خواجہ:۔۲۶۱
محمد فاضل:۔۲۰۱،۲۰۱،۲۰۳،۲۰۳،۲۰۳،
۲۰۳،۳۷۰
محمد فضل:۔۶۲۱
محمد فضل اللہ شیخ:۔۲۶۵
محمد تقی مولانا:۔۵۷۵
محمد تقی (شیخ):۔۷۳، ۷۳، ۱۳۳، ۱۳۳،
۱۳۵،۱۳۵،۷۱۹
محمد کلاں شیخ:۔۵۰۵
محمد محتسب بہوی سید:۔۳۱۲
محمد محسن خواجہ:۔۲۲۳،۲۲۴
محمد محسن سمرقندی خواجہ:۔۲۰۱
محمد مراد:۔۲۶۳
محمد مراد:۔۵۰۲
محمد مرشد جہاں شیخ:۔۵۰۶،۵۰۸
محمد معشوق طوسی:۔۱۵۲
محمد معصوم:۔۶۲۰
محمد معصوم شیخ:۔۱۸۸، ۱۸۹، ۱۸۹،
۱۸۹ح،۱۸۹ح،۱۹۰،۷۰۲،۷۳۲
محمد مومن میر:۔۲۶۵
محمد مولانا:۔۵۴۷
محمد مقیم:۔۶۶۸،۶۶۸،۶۶۸
محمد مقیم انصاری سنبھلی:۔۵۰۰، ۵۰۱،
۵۰۱،۵۰۲
محمد مقیم لاہوری:۔۴۹۷
محمد مکی (سید):۔۶۶
محمد نعیم:۔۲۲۴
محمد ہاشم سنبھلی:۔۱۰۵، ۱۷۷، ۱۷۸،
۱۷۸،۱۹۳،۲۷۷،۳۵۴
محمد ہاشم شیخ:۔۴۸۲

محمد ہمویہ (خواجہ):۔۱۵۴
محمد یحییٰ شیخ:۔۱۹۰
محمد یعقوب خواجہ:۔۷۴۰
محمود احمد عباسی :۔۵۲۰ح، ۵۲۲ح،
۸۰۱ح
محمود بادل شیخ:۔۵۳۹،۵۸۷
محمود بنی اسرائیل شیخ:۔۶۶۳
محمود بیابانی سید:۔۶۸۰
محمود جلال بادل شیخ:۔۱۹۹،۲۰۰
محمود حافظ:۔۴۸۲
محمود خواجہ:۔۲۰۹،۲۰۹،۲۱۰،۲۱۰
محمود خواجہ۔۲۰۶
محمود خیر آبادی حاجی:۔۲۱۰
محمود زنجیر فغنوی:۔۲۱۷
محمود دھادھاری:۔۸۰۳،۸۰۳
محمود سنبھلی شیخ:۔۶۳۹، ۶۴۱، ۶۴۲
محمود سبکتگین:۔۴۷۴،۴۷۴
محمود سید (امروہہ) ۔۸۰۱، ۸۰۱ح،
۸۰۱ح
محمود سید امروہہ:۔۳۴۲،۳۴۴،۳۹۶،
۴۲۵
محمود سورتی۔۔۳۹۶
محمود صالح سنبھلی:۔۴۸۲،۴۸۲،۴۸۲
محمود قلندر شیخ:۔۷۵۵
محمود نور بار (پہلوان):۔۱۳۷،۱۳۸
محمود سمرقندی خواجہ:۔۲۰۸،۲۱۰،۷۵۸
محسن فانی کشمیری شیخ ۔۷۵۵،۷۵۵،
۷۵۶،۷۵۷،۷۵۷،۷۵۸
مرتضیٰ (شیخ سنبھلی) :۔۱۴۶، ۱۴۹،
۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۱، ۱۵۱،
۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۴، ۱۶۰، ۱۷۹،
۲۰۶، ۲۰۷، ۲۷۹، ۴۴۴، ۴۴۲، ۴۴۲،
۴۴۲، ۴۴۲، ۴۴۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۷،
۵۱۴، ۷۴۴، ۷۸

مرتضیٰ خان:۔ ۲۳۲
مرتضیٰ سید (بن ابوالمعالی):۔ ۷۹۴
مرتعش:۔ ۷۲۶، ۷۲۷
مرزا باقی:۔ ۳۷۰
مرزا خلیل پسر محمد جہانگیر:۔ ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۳۷
مرزا شاہ رخ:۔ ۱۳۹، ۱۳۹ح، ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۳۷، ۴۷۹، ۵۴۸، ۵۴۸، ۵۴۸
مرزا الغ بیگ:۔ ۲۷۹، ۲۷۹، ۲۷۹، ۲۷۹، ۲۸۰، ۴۷۴، ۴۷۴، ۴۹۴، ۶۰۸
مرزا محمد تقی بلخی:۔ ۲۸۷
مسافر خوارزمی خواجہ ۔ ۳۵۳
مسعود بک (خواجہ):۔ ۱۲۳، ۱۲۳ح، ۲۱۲، ۲۱۷
مسعود خواجہ ۔ ۲۰۱، ۲۰۹
مسعود خواجہ ۔ ۲۶۵

مسعود سید:۔ ۶۴۲
مسعود شیرازی:۔ ۴۸۰
مسلم بھکری:۔ ۳۲۵، ۳۲۵
مسیح الزماں حکیم:۔ ۶۲۰، ۶۲۱
مشتاقی ۔ ۳۳۴
مشعور:۔ ۳۷۷
مشفق سنبھلی:۔ ۵۷۷، ۵۷۷، ۵۷۷، ۷۳۴، ۷۳۴، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۲، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۵۴
مصطفیٰ سید:۔ ۳۱۴
مصطفیٰ شیخ:۔ ۳۷۶
مصطفیٰ (شیخ سنبھلی):۔ ۸۷، ۱۵۰، ۱۵۱، ۳۳۵، ۴۷۱، ۴۹۶، ۶۵۰، ۸۲۷، ۸۳۰، ۸۳۶
مصطفیٰ شیخ سنبھلی:۔ ۵۸۳، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۷، ۵۹۰، ۵۹۰، ۵۹۲، ۵۹۴، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۷، ۵۹۷،

۵۹۷، ۵۹۷، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۸،
۵۹۸، ۵۹۹، ۵۹۹، ۵۹۹، ۶۰۲، ۶۰۲،
۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۰۹
مظفر حسین :۔ ۷۰۳
مظفر سید :۔ ۶۶۰، ۶۶۰
مظفر کاشی :۔ ۷۲۱
معاذ سنبھلی :۔ ۶۰۷
معروف سید :۔ ۷۹۳، ۸۰۳، ۸۰۸
معروف علی :۔ ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۳، ۲۱۵
معروف کرخی :۔ ۷۰۷
معصوم خاں کابلی :۔ ۲۶۶
معظم سنبھلی شیخ :۔ ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۴۶،
۵۷۷
معین الدین چشتی (خواجہ) :۔ ۱۵۹،
۲۴۰، ۲۴۸، ۲۸۳، ۳۵۳، ۴۸۷، ۵۵۹،
۵۸۷، ۶۷۸، ۸۰۷، ۸۱۵
معین الدین مولانا :۔ ۲۵۰، ۷۹۲
معین واعظ مولانا :۔ ۴۸۰
مفاخر حسین میر :۔ ۱۸۹، ۶۱۹، ۷۰۲،
۷۳۱، ۷۳۱
مقتدی باللہ عباسی (خلیفہ) :۔ ۱۲۳ح
ملک احمد کشمیری :۔ ۲۲۱
ملک یار پران نورالدین شیخ :۔ ۲۹۰،
۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۱
مُلّا شاہ مڈ و :۔ ۷۵۸
ملا ظاہری پانی پتی ۔ ۷۶۸، ۷۶۸،
۷۶۹، ۷۶۹
ملا محب علی سندھ ۔ ۵۴۸، ۵۵۰
ملا مجی قلندر :۔ ۲۰۲
ملا نسبتی تھانیسری :۔ ۶۶۰
ملہی :۔ ۴۳۲، ۴۳۲
منصور حلاج (حسین) :۔ ۵۷۶، ۶۲۲،
۶۲۳، ۶۲۳، ۷۸۸
منصور شیخ :۔ ۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۸

منصور شیخ سنبھلی:۔۵۰۹

منظور بیگ:۔۶۱۶

منور بن عنایت اللہ (شیخ):۔۱۰۶

منور سنبھلی بن شیخ منصور:۔۵۰۹،۵۱۰

موتی:۔۳۶۳

مودود چشتی:۔۲۸۰

مودود شیخ:۔۳۴۵،۳۴۶

موسیٰ (حافظ):۔۷۴

موسیٰ (علیہ السلام):۔۵۵،۲۲۴،۲۸۰، ۵۰۹،۵۵۴،۶۹۵

موسیٰ ثانی سید:۔۱۳۹

موسیٰ خیط ۔۳۵۰،۳۵۰،۳۵۰

موسیٰ سرہندی شیخ ۔۱۸۲، ۷۲۵

موسیٰ سید ۔۱۳۹

موسیٰ شیخ رفی ۔۳۷۷،۳۷۷

موسیٰ جام ۔۹۰

موسیٰ [illegible] ۔۲۰۰

مولانا محمد:۔۵۷۴،۵۷۴،۵۷۴

مولانا قاسم:۔۶۰۳،۶۰۳،۶۰۳

مہابت علی خاں:۔۲۰۸،۲۱۳،۲۱۳ ج، ۲۹۶،۵۱۴،۶۸۶

مہتا شیخ:۔۲۸۳،۲۸۳،۲۸۳

مہدی علی کشمیری:۔۶۱۵، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷

مہر علی (حافظ):۔۷۳،۷۳،۷۴،۱۱۱، ۱۱۴،۲۰۴

مہر علی نیشاپوری:۔۳۶۵،۳۶۶،۳۶۶

مبین بسوتی مولانا:۔۲۴۷

میر ابوالبقاء:۔۶۸۱

میر تیمور:۔۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۸،۲۲۸،۲۲۸،۲۲۸،۲۲۹،۲۲۹،۲۲۹، ۲۲۹،۲۲۹،۳۳۷،۴۷۹

میر جعفر:۔۶۱۵،۶۱۶،۶۱۶،۶۱۶،۶۱۶،۶۱۶، ۷۳۱

میر حسن دہلوی:۔۵۱۲،۵۸۷
میر خسرو دہلوی:۔۳۶۸،۳۶۸،۵۰۱،
۵۸۷، ۶۱۲، ۶۱۲، ۶۱۲، ۶۳۳، ۶۳۵،
۶۳۵، ۶۳۵، ۶۳۵، ۶۷۳، ۶۷۸،
۶۸۸، ۸۱۶
میر دیوانہ مجذوب سبزواری:۔۷۱۲،
۷۱۲
میرزا جیو:۔۸۲۳،۸۲۳
میر سلیم:۔۶۷۷
میر سید علی:۔۲۵۲،۲۵۲،ح ۲۵۳
میر صالح:۔۵۸۳
میر صالح لونی:۔۳۶۶
میر عابد:۔۷۶۳
میر عماد:۔۶۱۶،۷۰۲،۷۳۱،۷۳۱،۷۳۲
میر محمد مراد بدخشی:۔۳۸۵،۳۸۶،۳۸۷
میر معین الدین پرواتہ:۔۵۱۹
میر کلال سید خواجہ:۔۲۱۷، ۲۲۷، ۲۲۷،
۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۸،
۳۳۷،۶۶۲
میر علی سید امروہہ:۔۸۰۳
میر عوض علی سنبھلی فرید آبادی:۔۳۶۳
۳۶۴،۳۶۴
میر ہاشم:۔۳۰۰

ن

ناصر علی سرہندی:۔ح ۱۸۸
ناظر محمد (صادق گنگوہی شیخ):۔۵۵۸،
۵۵۸
نارائین بیراگی:۔۷۲۰، ۷۲۰، ۷۲۱،
۷۲۲،۷۲۳
نتھا بلگرامی ۔۳۴۲
نجم الحسن (گنوری):۔۲۱۴
نجم الدین (شیخ):۔۱۵۵
نجم الدین ستون شیخ:۔۶۷۵،۶۷۷
نجم الدین سنبھلی شیخ:۔۵۰۶، ۵۰۷۔

۵۰۷، ۵۰۸

نجم الدین کبری شیخ :۔ ۳۰۱

نجم الدین بونی شیخ :۔ ۷۳۵، ۷۳۷

نروتم داس میرٹھی :۔ ۶۸۶

نساخ خواجہ :۔ ۳۸۸

نصر اللہ سید :۔ ۲۲۷

نصر اللہ شیخ :۔ ۲۴۴

نصر اللہ محمد گرمہ جندی ۔ ۷۰۸

نصیر الدین اکبرآبادی ۔ ۲۶۵، ۳۰۵

نصیر الدین بہاری شیخ :۔ ۷۰۱

نصیر الدین چراغ دہلی شیخ ۔ ۲۶، ۹۹، ۱۵۹، ۲۸۶، ۳۹۸، ۴۹۰

نصیر الدین توسری ۔ ۴۵۱

نصیر الدین ہمایوں بادشاہ ۔ ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۲، ۳۳۳، ۳۲۱، ۵۲۱، ۳۳۱، ۴۲۵

نصیر الدین (مولانا نیشاپوری) :۔ ۳۲، ۴۲، ۴۳، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۷۹، ۲۰۰

نظام الدین احمد :۔ ۴۰ ح

نظام الدین احمد (میر غازی خاں) :۔ ۸۸، ۸۹

نظام الدین امروہہ شیخ ۔ ۵۲۴، ۵۲۷، ۵۳۰

نظام الدین اولیاء :۔ ۴۱، ۲۱۴، ۲۵۰، ۲۹۱، ۳۴۹، ۳۵۲، ۳۵۵، ۳۶۶، ۳۶۸، ۳۶۸، ۴۸۷، ۴۹۲، ۵۸۶، ۶۱۳، ۶۳۳، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۴۶، ۶۴۶، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۷، ۶۵۲، ۶۵۲، ۶۷۰، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۹۰، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۰، ۷۳۰، ۷۷۷، ۷۹۱، ۸۲۹، ۸۳۳

نظام الدین تھانیسری شیخ :۔ ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۶

نظام الدین شیخ :۔ ۸۳۰، ۸۳۰، ۸۳۱

نظام الدین نارنولی :۔ ۳۱۰، ۳۱۰ ح، ۳۱۴، ۳۵۹

نظام مداری شیخ :۔۶۸۴،۷۱۹،۷۱۹،۷۱۹،۷۱۹،۷۲۰
نظیرخواجہ (نذیر):۔۲۸۰،۲۸۱،۲۸۲
نظیرعلی شیخ سنبھلی:۔۶۱۵،۶۱۸،۷۳۱
نظیرمحمد سید:۔۲۳۱،۲۳۲،۵۷۷
نظیری (نیشاپوری):۔۴۸
نعمت اللہ:۔۷۱۹
نعمت اللہ (معروف بشیخی) ۔۹۷،۱۶۳،۱۶۴،۷۳۰
نعمت اللہ خدانما شیخ:۔۶۲۴،۶۲۴
نعمت اللہ شاہ ۔۲۴۱
نوح (علیہ السلام):۔۱۰۱
نورالدین:۔۱۶۷
نور لدین حسین برانی:۔۴۵۷
نورالدین حکیم:۔۵۰۳
نورالدین حکیم:۔۶۶۳،۶۶۴
نورالدین محمد:۔۱۶۷
نورالدین سید امروہہ:۔۵۳۸،۵۳۹،۵۴۰
نورالدین مُلّا نوری:۔۷۰۱ح
نوراللہ:۔۵۸۵
نورالحق شیخ ۔۲۳۷،۲۸۶،۲۹۰
نور شیخ:۔۲۱۲،۲۱۴
نور شیخ:۔۳۵۵،۳۵۶،۳۵۶
نورمحمد امروہہ:۔۵۲۹،۵۳۳
نورمحمد سنبھلی:۔۵۷۸،۶۰۳،۶۰۴،۶۳۹
نورمحمد کشمیری.۔۵۹۸

و

واثق:۔۴۹۰
وجیہہ الدین:۔۴۴۴
وجیہہ الدین شیخ ۔۳۰۵،۳۰۵،۳۰۹
وحیدالدین محمد ابوالمعالی:۔۸۵۰
وزیرمحمد خان دیکی:۔۳۱۹،۳۲۰،۸۳۸
وصال محمد:۔۷۷

ولی محمد امروہہ:۔۳۱۶

ولی محمد سرسوی:۔۳۴۴

ولی سید۔۔۳۲۱

ہ

ہارون سید بن جعفر ثانی:۔۷۹۴

ہاشم:۔۲۲۵

ہلالی سنبھلی شیخ:۔۴۷۸، ۴۷۸، ۴۷۸، ۶۹۸

ہندو بیگ:۔۶۷۶، ۶۷۷

ی

یار محمد لاہوری شیخ۔۴۵۰

یحییٰ ناہد۔۳۹۲

یحییٰ زاہد۔۔۹۲۰

یحییٰ سید امروہہ۔۵۲۰، ۵۲۲

یحییٰ شیخ۔۴۰۸، ۵۴۲، ۷۷۹، ۷۸۰

یحییٰ چرخی شیخ۔۲۰۲

یعقوب (علیہ السلام):۔۴۱ح، ۱۱۹

یعقوب چرخی مولانا:۔۲۱۷

یعقوب کشمیری شیخ:۔۶۳۲

یمین الدین شیخ:۔۳۱۱

یوسف (علیہ السلام):۔۴۱ح، ۱۱۹، ۲۶۲، ۳۳۵

یوسف (شیخ):۔۱۳۵

یوسف بھکری سید:۔۴۷۶

یوسف شیخ:۔۴۲۲

یوسف قتال (شیخ)۔۔۱۷۷، ۱۷۷

یوسف محمد شیخ بن عبدالوہاب:۔۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰

یوسف ہمدانی شیخ:۔۳۱۵، ۳۶۳

اماکن

الف

اجمیر :۔ ۹۷، ۲۲۸، ۲۸۲، ۲۸۳، ۷۳۹،
۸۰۷
اجین :۔ ۲۸۰، ۲۸۲، ۲۸۸
اجودھن :۔ ۵۸۶
اُچہ :۔ ۷۱۴، ۷۳۹، ۷۸۴
آجمیر :۔ ۳۳۰، ۵۳۶، ۸۲۱
آجین :۔ ۳۲۷
آذربائیجان :۔ ۳۶۹
اعظم پور (باسٹہ) :۔ ۱۶۹، ۱۶۹ح، ۱۷۰،
۵۳۲
افغان پور :۔ ۹۹
اکبرآباد :۔ ۹۳، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۳۳، ۱۳۶،
۱۸۴، ۲۰۱، ۲۰۸، ۲۶۵، ۲۸۲، ۲۹۵، ۲۹۹،
۲۹۹، ۳۰۵، ۳۰۵، ۳۰۸، ۳۰۶، ۳۰۷،
۳۱۴، ۳۱۹، ۳۳۵، ۳۳۱، ۳۸۳، ۵۲۷،
۵۳۸، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۷۲، ۵۹۰، ۶۰۵،
۶۲۰، ۷۱۵، ۷۵۷، ۷۷۲، ۷۷۲، ۷۷۲،
۸۰۵، ۸۰۷، ۸۱۰، ۸۲۷
آگرہ :۔ ۲۱۲، ۲۱۸، ۲۸۳
النگر :۔ ۲۰۸
الہ آباد :۔ ۵۶۷، ۵۶۷، ۵۶۷، ۵۷۰،
۵۷۱ح، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۳، ۵۷۳
امروہہ :۔ ۷۷، ۱۶۹ح، ۱۷۰ح، ۱۹۳،
۲۹۵، ۳۱۲، ۳۱۵، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۳، ۳۵۱،
۳۸۲، ۳۸۲، ۳۸۶، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۲۵،
۳۵۷، ۳۸۳، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۵،
۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۷، ۵۲۹، ۵۲۹، ۵۳۰،
۵۳۱، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۳، ۵۳۷،
۵۳۷، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱،

۵۲۲، ۵۷۱، ۵۷۱ح، ۶۳۳، ۶۳۳، ۶۷۳،
۷۹۳، ۷۹۳، ۷۹۶، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۷،
۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۲، ۸۰۲،
۸۰۳، ۸۰۳، ۸۰۳، ۸۰۳، ۸۰۳، ۸۱۸،
۸۲۷، ۸۳۳، ۸۳۳

انول (یک قریہ ایست):۔۷۰۰، ۷۰۰

اورنگ آباد:۔۵۱۲

اوچ:۔۵۲۷، ۵۲۷، [illegible]

اندلس:۔۱۲۹ح

ایران:۔۱۲۲، ۲۰۷، ۲۲۶، ۲۳۸، ۲۳۹،
۲۷۰، ۲۷۰، ۲۷۰، ۳۰۰، ۳۰۶، ۳۰۶، ۳۹۱

ایرچ:۔۳۳۸

ب

[illegible]:۔۲۹۲

[illegible]:۔۹

[illegible] پور:۔۲۹۲، ۲۹۳، ۳۸۷

[illegible]:۔۲۲۲، ۲۲۵، ۴۲۱، ۴۷۲، ۵۳۵،
۵۳۶، ۷۱۴

بھوج پور:۔۸۰۴

بھولاسر:۔۷۲۵

بجمنڈل:۔۶۶۶

بجنور:۔۱۲۹ح

بخارا:۔۱۲۴، ۲۰۸، ۲۱۸، ۲۲۷، ۲۲۸،
۲۹۰ح، ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۷۰، ۳۷۰،
۳۸۸، ۳۹۴، ۶۲۴، ۶۶۵، ۷۲۷، ۷۸۱

بخارا (یک محلہ ایست در لاہور):۔
۲۳۱

بدائع النزول:۔۶۶۶

بدایوں:۔۳۱۴، ۳۱۴، ۳۱۴، ۴۰۹، ۶۷۷،
۷۵۱

بدخشاں:۔۲۸۵، ۷۴۷

بدخشاں:۔۳۸۵، ۳۸۵

بڈھانہ:۔۳۱۶

برہان پور:۔۱۷۵، ۱۷۸، ۱۸۱، ۱۹۳،

۱۹۳، ۲۶۷، ۳۱۷، ۳۲۱، ۵۳۲، ۵۳۲،
۵۳۴، ۵۹۹، ۶۲۱، ۶۲۳، ۷۳۴

بریلی:۔ ۴۳۳، ۴۸۸، ۴۸۸، ۵۷۴

بصرہ:۔ ۳۶۹، ۳۹۵

بغداد:۔ ۳۷۸، ۳۷۸، ۴۱۴، ۵۵۳

بلخ:۔ ۳۸۴، ۳۹۸، ۶۸۷، ۷۳۹، ۷۵۷،
۷۵۷

بلگرام:۔ ۴۳۶، ۴۳۶، ۴۳۸، ۴۴۲،
۴۴۴، ۴۴۴، ۴۴۴، ۶۳۶، ۷۱۷، ۷۱۷

بکرم پور:۔ ۳۰۷

بندیلہ:۔ ۵۳۱

بنگال:۔ ۳۰۶، ۳۰۶، ۳۰۸، ۳۰۸،
۳۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷

بتور:۔ ۳۰۴، ۳۰۴، ۳۲۲، ۳۵۰، ۳۵۶،
۵۵۸، ۵۵۸

بہتہ:۔ ۴۳۸، ۴۳۸، ۵۹۱

بہرائچ:۔ ۶۷۸، ۶۷۸، ۶۷۸، ۶۷۹

بھیرہ:۔ ۲۰۸، ۴۷۵، ۵۸۵

بیت اللہ:۔ ۶۲۱

بیت الفاکہین (درمکہ):۔ ۵۳۵

بیت المقدس:۔ ۶۲۰

بیجاپور:۔ ۳۹۶، ۴۰۹، ۴۰۹، ۵۳۴

بیل قانے شہید:۔ ۶۷۷

پ

پانی پت:۔ ۳۹۴، ۶۳۱، ۶۳۴، ۶۳۵،
۷۶۸، ۷۹۵، ۷۹۵، ۷۹۵

پٹنہ:۔ ۴۵۶

پراشہ بانس:۔ ۶۵۰، ۶۵۴

پنجاب:۔ ۲۲۳، ۴۷۵

پشہرہ:۔ ۷۸۰

پشاور:۔ ۵۵۸، ۶۳۵

پیلومنڈی (لاہور):۔ ۵۸۵

ٹ ت

ٹھٹھہ:۔ ۶۶۳، ۶۶۵

تاشقند:۔۲۹

تتہ ۔۵۳۸، ۷۱۳

تبریز:۔۱۶۹، ۲۱۵، ۷۱۲، ۷۱۳

ترجمان ۔۶۴

ترکستان:۔۲۴، ۱۶۹

توران:۔۲۰۷، ۲۳۸، ۳۰۰، ۳۰۰، ۳۹۱،
۷۵۷

توقت:۔۵۱۹

تھانیسر:۔۲۵، ۳۴۴، ۳۸۴، ۳۰۵، ۳۰۷

ج

جالندھر:۔۱۸۴، ۱۹۰، ۱۹۰، ۸۰۸

جاکو (قصبہ الیست):۔۷۵۸

جونباغ ۔۲۰۰

جون پور ۔۲۲۰، ۲۵۴، ۲۵۴ح، ۲۵۳ح، ۲۵۳،
۵۲۰، ۵۲۲، ۵۲۲، ۷۲۳

جہاں آباد ۔۲۱۲

جیسلمیر ۔۳۱۲، ۵۰۴، ۵۰۶

چ

چتوڑ:۔۱۹۷

چغانیاں:۔۶۳ح، ۷۸۱

چندن پٹی:۔۸۰۴

چندیری:۔۷۹۰، ۷۹۰

ح

حبش:۔۳۹۵

حجاز :۔۲۲۸، ۲۶۰، ۲۷۰، ۳۰۳،
۳۲۷، ۵۱۲، ۵۲۳، ۵۳۷، ۶۰۶،
۶۰۶، ۶۰۷، ۶۳۳، ۶۳۴، ۷۸۴

حرم شریف:۔۵۳۵، ۶۶۵

حرمین شریفین:۔۹۱، ۱۱۴، ۱۸۷، ۲۱۷،
۲۳۵، ۲۲۸، ۲۶۰، ۲۷۰، ۲۹۹، ۲۹۹ح،
۳۰۳، ۳۲۷، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۵۱۲،
۵۱۲، ۵۱۹، ۵۲۳، ۶۰۸، ۶۵۸، ۶۶۵،
۷۸۴، ۸۰۷

حسن پور:۔۷۹، ۱۸۲، ۳۸۳، ۵۲۳،

۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۹، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱،
۶۶۴، ۷۲۳
حصار:۔ ۳۳۹
حوض شمسی:۔ ۲۳۷
حیدر پور:۔ ۵۷۲

خ

خاندیس:۔ ۳۱۹
خراسان:۔ ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۸۶، ۶۱۵،
۶۲۹
خضر آباد:۔ ۶۲۷
خوارزم:۔ ۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۸
خوشاب:۔ ۲۰۸، ۴۷۵، ۵۸۵، ۶۶۷،
۶۹۶، ۸۱۱

د

دانیال پور:۔ ۳۸۲، ۳۸۴
ڈر پور:۔ ۳۰۵
دکن:۔ ۳۸۶، ۴۰۴، ۴۰۴، ۴۰۸، ۵۳۲،
۶۲۸
دکنی جنگل (مکھی جنگل):۔ ۲۳۱، ۲۳۲،
۲۳۴، ۵۷۷
دمشق:۔ ۱۴۹ح، ۷۸۹
دولت آباد:۔ ۳۰۹
دہلی:۔ ۴۱، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۸، ۷۹،
۸۱، ۸۳، ۱۰۲، ۱۰۲، ۱۲۰، ۱۲۶، ۱۲۷،
۱۵۰، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۶،
۱۷۵، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۸،
۱۹۳، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۰۰، ۲۰۴، ۲۰۸، ۲۱۲،
۲۱۵، ۲۱۵، ۲۳۱، ۲۳۵، ۲۳۵، ۲۴۳،
۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۸، ۲۵۸،
۲۷۰، ۲۷۰، ۲۷۴، ۲۸۶، ۲۹۰ح، ۲۹۱،
۲۹۱، ۲۹۱، ۲۹۶، ۳۰۳، ۳۱۷، ۳۲۵،
۳۲۵، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۱، ۳۴۳،
۳۴۵، ۳۴۷، ۳۴۷، ۳۴۷، ۳۴۹، ۳۴۹،
۳۷۰، ۳۷۰، ۳۷۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۹۶،

۳۹۹، ۳۱۴، ۳۲۲، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۵،
۳۲۹، ۳۳۶، ۳۳۱، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۵۸،
۳۵۸، ۳۵۸، ۳۶۰، ۳۶۰، ۳۷۰، ۳۷۸،
۳۷۹، ۳۷۹، ۳۷۹، ۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۶،
۳۸۸، ۳۸۸، ۳۸۸، ۳۸۸، ۳۸۸، ۳۹۱،
۳۹۳، ۵۱۴، ۵۱۴، ۵۱۴، ۵۲۳، ۵۳۸،
۵۳۱، ۵۳۱، ۵۵۶، ۵۵۶، ۵۵۶، ۵۵۹،
۵۶۰، ۵۶۴، ۵۶۷، ۵۷۳، ۵۷۶، ۵۸۰،
۵۸۲، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۷، ۵۸۸،
۵۹۰، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۱، ۵۹۸، ۵۹۸،
۵۹۸، ۵۹۸، ۶۰۷، ۶۱۱، ۶۱۱، ۶۲۸،
۶۳۱، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۵، ۶۳۶،
۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۳، ۶۴۳، ۶۴۶، ۶۴۷،
۶۴۸، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۹، ۶۶۱،
۶۶۵، ۶۶۶، ۶۷۳، ۶۸۴، ۶۸۶، ۶۸۷،
۶۹۰، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۹، ۷۰۰،
۷۰۲، ۷۱۲، ۷۱۲، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۳،
۷۲۳، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۸، ۷۲۸،
۷۳۰، ۷۳۵، ۷۳۵، ۷۵۷، ۷۷۳،
۷۷۴، ۷۸۱، ۷۹۱، ۸۰۰، ۸۰۲، ۸۱۰،
۸۱۰، ۸۱۱، ۸۲۲، ۸۳۰، ۸۳۰

دیپور:۔۳۶۹

دیہتن:۔۳۷۵، ۳۷۵

دیودس:۔۳۰۸

دھارانگری:۔۲۹۰

ڈھاک شہید:۔۳۰۸

ڈھاکہ:۔۳۰۶

ڈھکہ:۔۳۳۱

ر

راج گڑھ:۔۳۵۷، ۳۵۷

ردولی:۔۳۹۰

رسول پور:۔۳۰۵

روم:۔۳۹۵، ۵۱۹، ۵۳۶، ۶۰۸، ۶۰۸، ۷۱۴

رے:۔۷۴۷

س

ساڈھورہ (سالورہ):۔ ۶۲۷، ۶۲۷، ۷۸۵
سبزوار:۔ ۷۱۲، ۷۱۲، ۷۱۲
سرائے ترین سنبھل:۔ ۲۶۹
سرائے ڈاسنہ:۔ ۴۲۲
سرائے سنبھالک:۔ ۱۸۸
سرائے شیخ علاء الدین چشتی دہلی:۔
۳۸۷، ۳۸۸
سرائے شیخ نور بخش:۔ ۵۶۶
سرائے کٹرہ شیخ فرید:۔ ۱۸۱، ۶۲۷
سروہ:۔ ۱۹۸
سرسی:۔ ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۷۷، ۳۹۶،
۴۱۳، ۴۲۴، ۷۱۷، ۷۲۷
سرہند:۔ ۳۰، ۸۰، ۸۲، ۸۲، ۸۶، ۸۶،
۸۷، ۸۷، ۸۸، ۱۸۴، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۷،
۱۸۸، ۱۸۸، ۱۹۰ح، ۲۶۰، ۲۸۰، ۲۹۹،
۲۹۹، ۲۹۹ح، ۳۰۳، ۳۲۹، ۴۷۰، ۴۹۷،
۶۲۳، ۶۳۳، ۶۸۷، ۷۰۲، ۷۳۵، ۷۳۵
سنام:۔ ۲۰۸، ۳۳۲، ۳۳۶، ۶۱۲، ۶۱۳،
۶۱۳، ۷۸۹
سلیم پور:۔ ۲۱۱
سلیم گڑھ:۔ ۳۹۱
سکندرہ باد:۔ ۴۴
سمرقند:۔ ۲۰۸، ۲۰۸، ۲۱۷، ۲۲۸، ۲۲۸،
۲۲۸، ۲۵۸، ۲۷۸، ۲۹۹ح، ۳۳۷،
۳۳۷، ۶۰۸
سندھ:۔ ۱۹۱، ۳۱۷، ۴۷۶
سندیلہ:۔ ۳۱۶، ۶۰۵، ۶۵۷، ۶۵۷، ۷۱۵
سنبھل:۔ ۳۹، ۴۳، ۷۸، ۷۹، ۱۰۳،
۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۵،
۱۳۰، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۲،
۱۶۳، ۱۶۸، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۷،
۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۳، ۲۰۳، ۲۰۳، ۲۰۶،
۲۱۶، ۲۷۲، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۷، ۲۰۷،

۲۷۷، ۳۰۸، ۳۰۸، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۲۲،
۳۲۵، ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۳۱، ۳۳۱، ۳۳۱،
۳۳۱، ۳۳۸، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۴، ۳۴۹،
۳۵۵، ۳۶۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۶، ۳۸۶،
۳۸۶، ۳۸۷ح، ۳۸۸، ۳۹۶، ۳۹۶،
۳۹۷، ۴۰۷، ۴۰۷، ۴۰۷، ۴۰۷، ۴۰۸،
۴۰۸، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۴، ۴۲۰، ۴۲۲، ۴۲۳،
۴۲۳، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۲، ۴۳۲، ۴۳۲،
۴۴۳، ۴۴۳، ۴۴۳، ۴۴۳، ۴۴۵، ۴۵۷،
۴۶۳، ۴۷۸، ۴۸۷، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۳،
۴۹۴، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۳، ۵۰۶،
۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۱، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۵، ۵۲۰،
۵۲۷، ۵۳۹، ۵۳۹، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۵،
۵۴۵، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۹، ۵۶۳، ۵۶۶،
۵۷۳، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۸، ۵۷۹،
۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۳، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۶،
۵۹۷، ۵۹۸، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۴، ۶۰۵،

۶۰۷، ۶۰۷، ۶۰۷، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۱۳،
۶۱۵، ۶۲۰، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۱، ۶۲۳، ۶۲۵،
۶۳۲، ۶۳۹، ۶۳۹، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۲،
۶۴۳، ۶۴۳، ۶۴۳، ۶۴۳، ۶۵۲، ۶۵۳،
۶۵۳، ۶۵۵، ۶۵۵، ۶۵۵، ۶۷۱،
۶۶۳، ۶۶۳، ۶۶۹، ۶۶۹، ۶۶۹، ۶۶۹،
۶۷۳، ۶۷۵، ۶۷۵، ۶۷۵، ۶۷۵،
۶۷۷، ۶۷۷، ۶۷۷، ۶۷۷، ۶۷۸،
۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۰، ۶۸۲، ۶۸۲،
۶۸۳، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۶، ۶۸۷،
۶۸۷، ۶۸۷، ۶۹۸، ۶۹۸، ۷۰۰، ۷۰۱،
۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۶، ۷۱۰، ۷۱۳، ۷۱۷،
۷۱۸، ۷۲۳، ۷۲۳، ۷۲۳، ۷۲۳، ۷۲۴،
۷۲۵، ۷۲۵، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۳، ۷۳۳،
۷۳۳، ۷۳۳، ۷۳۷، ۷۳۷، ۷۳۷،
۷۳۷، ۷۳۷، ۷۵۳، ۷۵۳، ۷۵۳،
۷۵۳، ۷۵۳، ۷۷۴، ۷۸۰، ۷۸۱،

۷۸۵، ۷۹۷، ۸۰۴، ۸۰۴، ۸۰۳، ۸۰۵،
۸۰۸، ۸۰۸، ۸۰۸، ۸۱۰، ۸۲۸، ۸۳۰،
۸۳۰، ۸۳۰، ۸۳۴، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶،
۸۳۶، ۸۴۴، ۸۴۸

سورت:۔ ۳۹۲، ۳۹۲، ۳۹۲، ۶۵۸، ۶۵۸

سونی (قصبہ):۔ ۲۴۵

سہارن پور:۔ ۱۸۷، ۲۳۸، ۳۰۳، ۳۵۵،
۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۶، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸،
۳۵۸، ۴۶۰، ۷۴۵

سہرورد:۔ ۶۶۶

سیال کوٹ:۔ ۲۳۰، ۲۳۴، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۵۱

سیستان:۔ ۱۰۹، ۱۰۹

سیدواڑہ:۔ ۸۰۳

سہسوان:۔ ۲۳۴، ۶۰۹، ۷۸۷

سیتھلی:۔ ۲۸۸

ش

شاش:۔ ۶۴۷، ۶۴۷

شاہ جہان آباد:۔ ۳۹۱، ۳۹۱

شیراز:۔ ۱۳۲، ۲۰۶، ۳۲۰، ۵۰۵، ۵۶۱،
۵۸۱، ۶۴۳، ۶۴۳، ۶۴۳، ۶۷۷

ص ط ظ

صنعاء:۔ ۷۲۶

طرطوس:۔ ۱۶۰

طوس:۔ ۵۳، ۳۴۵، ۷۱۲، ۷۱۲

ظفر پور:۔ ۲۳۸

ع

عراق:۔ ۲۳۳، ۴۷۹، ۵۱۵، ۶۴۹، ۶۴۹،
۶۶۲، ۶۶۲

عرب:۔ ۳۰۴

علی پور چنداین:۔ ۲۵۳

غ

غجدوان:۔ ۲۱۷

غزنی:۔ ۶۷۸، ۶۷۹، ۷۰۳

ف

فتح پور:۔۵۰۵،۸۰۵

فتح پوری (دہلی):۔۲۲۸

فرید آباد:۔۸۷، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۳۲، ۳۳۵، ۳۴۷، ۳۷۰، ۳۷۰، ۳۷۰، ۳۷۲، ۳۹۹، ۴۱۵، ۴۱۵، ۴۲۳، ۴۳۱، ۴۶۰، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۳، ۴۶۳، ۴۷۰، ۴۸۴، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۴، ۵۸۸، ۵۸۸، ۵۹۰، ۵۹۰، ۵۹۰، ۵۹۴، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۱، ۶۹۴، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۳، ۷۲۳، ۸۲۲، ۸۲۵، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷

فیروزآباد:۔۲۲۳، ۵۶۵، ۶۲۸، ۶۲۸، ۶۲۸، ۷۱۹

فیروزپور:۔۳۹۶، ۳۹۶، ۳۹۷

ق

قشتمل:۔۵۱، ۵۱، ۵۹۱

قزوین:۔۵۸۲، ۷۰۷

قصور (قصبہ ایست درلاہور):۔۲۳۱

قندھار:۔۱۰۹، ۱۰۹، ۱۰۹، ۱۰۹، ۲۲۶، ۲۲۶، ۴۲۳، ۶۱۵، ۶۴۳، ۶۷۸، ۷۰۳، ۸۱۲، ۸۲۸

قنوج:۔۴۳۹

قونیہ:۔۳۸۹

ک

کابل:۔۲۳۹، ۲۳۹، ۲۶۶، ۴۳۳، ۶۲۹، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۵۵، ۷۵۸

کاشغر:۔۱۲۱، ۴۰۳، ۴۳۰، ۵۴۶، ۵۴۶، ۵۶۴

کاشی:۔۴۴۱

کالپی:۔۲۸۶

کاکا:۔۳۶۸

کاٹھیاواڑ:۔۵۴۷ ح

کٹرہ شیخ فرید بخاری:۔۳۲۴

کٹھیر:۔ ۵۳۳
کرخ:۔ ۷۰۷
کرمان:۔ ۵۱۶، ۵۳۹، ۶۳۹، ۶۹۱
کشمیر:۔ ۲۰۳، ۲۰۶، ۲۱۶، ۲۲۱، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۴، ۵۳۹، ۵۳۹، ۵۹۸، ۶۱۵، ۷۰۲، ۷۵۵، ۷۵۵، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۶
کمانگر:۔ ۵۷۴
کناتج:۔ ۵۳۷، ۵۳۷ح، ۷۱۵
کوٹ قبولہ:۔ ۵۸۵
کوہ طور:۔ ۶۲۳
کوفہ:۔ ۸۱۹
کوہ الوند:۔ ۶۵۸
کوہ کریوں:۔ ۳۰۶، ۳۷۶، ۴۰۵، ۵۹۴، ۵۹۷
کیتھل:۔ ۸۴

گ

گجرات:۔ ۲۱۵، ۲۱۷، ۳۰۹، ۳۰۹، ۳۰۹، ۳۲۳، ۳۲۳، ۳۳۳، ۳۶۵، ۳۸۴، ۳۸۴، ۴۰۷، ۴۷۹، ۵۳۵، ۵۳۷ح، ۶۳۶، ۷۰۴، ۷۰۴، ۷۰۴، ۷۱۵
گڑھ مکتیسر:۔ ۱۶۸، ۳۶۳، ۶۵۳، ۶۵۵، ۷۴۳، ۸۴۳، ۸۴۳
گنگوہ:۔ ۸۶، ۳۹۵، ۵۵۴، ۵۵۶، ۵۵۸، ۵۵۸، ۵۷۴، ۵۷۴، ۵۷۴، ۵۷۳
گنور:۔ ۶۱۴، ۶۱۴، ۶۱۴، ۶۱۴، ۶۱۴، ۶۱۴، ۶۱۴، ۶۱۴
گوالیار:۔ ۲۸۰، ۲۸۰، ۲۸۱، ۳۱۴، ۳۱۴ح، ۳۶۵، ۷۸۴
گوپاموٗ:۔ ۶۷۴

ل

لار:۔ ۲۹۰ح، ۳۵۴، ۳۸۰
لاڑن سرائے دہلی:۔ ۲۸۸، ۲۸۸
لاہور:۔ ۶۱، ۷۵، ۷۶، ۱۳۴، ۸۵، ۱۸۷، ۱۸۷، ۱۸۷، ۱۹۱، ۲۰۲، ۲۰۸، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۳، ۲۲۳، ۲۲۶،

۲۳۰، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۱، ۲۳۱، ۲۳۳،
۲۳۹، ۲۴۳، ۳۱۷، ۳۱۷، ۳۲۹، ۳۳۲،
۳۵۸، ۳۷۳، ۳۸۳، ۴۰۳، ۴۳۲، ۴۳۲،
۴۵۰، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۶۰، ۴۹۷، ۴۹۷،
۵۵۸، ۵۸۵، ۵۸۵، ۵۸۷، ۵۹۸،
۵۹۸، ۵۹۸، ۶۲۳، ۶۳۱، ۷۰۱، ۷۲۳،
۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۶۲، ۷۸۰، ۷۸۰،
۸۲۸، ۸۲۸، ۸۳۳، ۸۴۱، ۸۴۳، ۸۵۰

لکھنؤ:۔ ۵۸۵، ۵۸۶، ۷۰۳

لونی:۔ ۳۵۶، ۳۵۸، ۳۶۵، ۳۶۶،
۷۳۸، ۷۸۰

م

ماوراء النہر:۔ ۱۵۸، ۲۰۷، ۲۱۷، ۲۱۹،
۲۸۵، ۶۶۲، ۸۳۱

محی الدین پور:۔ ۳۰۷

محلہ بخاری (در لاہور):۔ ۵۸۵

مدینہ:۔ ۶۳، ۳۰۳، ۴۲۰

مراد آباد:۔ ۱۹۶، ۳۲۱، ۳۶۵، ۳۶۶،
۳۶۶، ۳۸۳، ۳۸۳، ۳۹۶، ۳۹۶، ۵۵۹،
۶۰۹، ۶۳۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۷۸۷، ۸۳۵

مصر:۔ ۳۰۲، ۳۰۲، ۳۶۹

مکن پور:۔ ۶۸۳

مکہ معظمہ:۔ ۳۶، ۳۶، ۹۱، ۱۰۳، ۱۶۰،
۲۱۰، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۳۱، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۷۳،
۲۷۵، ۲۷۵، ۲۷۵، ۲۹۵، ۳۰۳، ۳۰۶،
۳۰۸، ۳۳۳، ۳۹۵، ۴۷۹، ۵۰۳، ۵۳۳،
۵۳۵، ۶۰۲، ۶۰۲، ۶۰۲، ۶۰۷، ۶۰۷،
۶۰۸، ۶۲۰، ۶۲۰، ۶۲۰، ۶۵۸، ۷۷۰،
۸۰۷، ۸۰۷، ۸۰۷

مکیر:۔ ۷۳۱ح

ملتان:۔ ۲۳۰، ۵۱۰ح، ۵۸۷، ۷۱۳،
۷۳۹، ۷۸۳، ۷۹۳

منیر:۔ ۵۷۲

میرٹھ:۔ ۲۵۰، ۲۵۲، ۴۷۰، ۵۶۱، ۵۶۱، ۷۳۵

متھرا:۔ ۳۴۱

ن

نارنول:۔ ۳۱۴،۳۱۴،۵۵۹،۵۶۰

ناتوتہ:۔ ۳۶۷،۳۶۷

نصیرآباد:۔ ۶۲۳

نگینہ:۔ ۳۸۷،۳۸۸

نیشاپور:۔ ۶۴،۶۴،۱۵۸،۳۶۵

نوسار:۔ ۶۵۸

و ہ

واسط:۔ ۳۹،۷۹۴،۷۹۷،۷۹۹،۸۳۴

ویابن (قصبہ ایست):۔ ۸۱۱

ہاپوڑ:۔ ۷۲۳

ہرات (ہرے):۔ ۳۰ح،۱۲۴،۲۳۹،
۳۳۰،۳۸۰،۵۲۷،۵۶۵،۶۱۵،۶۱۶

ہرمنڈل:۔ ۶۷۵

ہرگاؤں:۔ ۵۷۱،۵۷۱

ہندستان (ہند):۔ ۸۷، ۱۰۹، ۱۶۹،
۱۷۵، ۲۰۸، ۲۰۸، ۲۳۴، ۲۳۸، ۲۳۸،
۲۳۸، ۲۳۹، ۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۹،
۲۲۹، ۲۶۸، ۲۹۹ح، ۳۰۰، ۳۶۵، ۳۷۰،
۳۸۵، ۳۹۹، ۴۰۴، ۴۲۱، ۴۳۳، ۴۴۴،
۴۴۴، ۴۴۷، ۴۷۹، ۴۸۳، ۵۳۴، ۵۵۶،
۵۸۶، ۶۰۷، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۶، ۶۲۹،
۶۴۴، ۶۵۵، ۶۶۵، ۶۷۵، ۶۷۵،
۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۷۹،
۶۸۱، ۶۸۱، ۶۸۱، ۶۸۱، ۷۰۴، ۷۲۱،
۷۳۴، ۷۳۴، ۷۸۴، ۷۹۴، ۷۹۴، ۷۹۹

ی

یمن:۔ ۲۹۹ح، ۶۶۵، ۷۸۹

کتب

ابن ماجہ شریف:۔۳۱۸، ۳۱۸، ۳۱۸
اتفاقاتِ حسنہ:۔۲۸۸، ۷۷۴، ۷۷۶،
۷۷۶، ۷۷۶، ۷۷۶
اخبار الاخیار:۔۲۵۲، ۲۷۲، ۲۹۰، ۳۱۱،
۶۲۶، ۶۳۳، ۶۷۷
اسراریہ:۔۳۹، ۳۹، ۱۰۶، ۱۲۶، ۱۳۳،
۱۳۵، ۱۶۷، ۱۸۸، ۳۰۶، ۳۳۸، ۳۴۳،
۳۸۸، ۵۰۱، ۵۰۴، ۵۲۵، ۶۵۱، ۶۵۳،
۶۵۹، ۶۹۴، ۷۱۵، ۷۵۷، ۸۶۷
اعجاز خسروی ۔۶۷۲، ۶۷۸
انوار العیون ۔۵۵۶
بحر الحقائق ۔۴۳
بحر [illegible] ۔۴۶۱
بحر [illegible] (تفسیر) ۔۷۹۴
بحر [illegible] ۔[illegible]

بوستان (سعدی):۔۴۰۰، ۵۶۳
بیہقی:۔۳۱۸
پنجابن:۔۳۳۳، ۳۳۴
پیم اشلیکہ:۔۷۶۸
پیم اشیک:۔۷۳۳
پیم امابن:۔۷۳۳
پیم چرت:۔۳۸۰، ۵۶۶، ۷۳۳
تاریخِ فیروزی:۔۲۷۲
تاریخِ فیروزشاہی:۔۶۷۸
تاریخ مشتاقی:۔۳۳۳، ۳۳۴ ح
تذکرۃ الابرار:۔۲۱۵
ترمذی شریف:۔۳۱۸، ۳۱۸، ۳۱۸
تسویہ (رسالہ):۔۵۶۷
تفسیر بیضاوی:۔۹۶، ۲۳۶
تفسیر حسینی:۔۳۹۱، ۳۳۳، ۵۰۹، ۵۸۱

توریت:۔ ۷۷۱

ثمرات القدس:۔ ۱۹۷، ۶۷۹، ۶۸۸، ۷۹۴، ۷۹۷، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱ح، ۸۰۳، ۸۰۴

جمع الجمع:۔ ۴۷۶، ۶۹۴، ۸۱۱، ۸۱۸، ۸۲۸، ۸۶۳

جمع (قاضی محمد):۔ ۱۵۱، ۵۷۵

جمع (شیخ اسماعیل دہلوی):۔ ۲۴۳

جمع (میر عبدالاوّل):۔ ۵۴۹

جمع (زین الدین محمود کمانگر):۔ ۷۶۰

چار چمن:۔ ۷۳۶

چندالماس:۔ ۴۳۰

چندراین:۔ ۸۲۵، ۸۲۵، ۸۲۵

حاکم:۔ ۴۱۸

حدیقۃ الحقائق:۔ ۲۶۴

حدیقۃ الحقیقت:۔ ۷۷۳

حصنِ حصین:۔ ۴۱۸

حکایت الراشدین:۔ ۱۶۶

داؤد شریف (ابوداؤد):۔ ۴۱۸، ۴۱۸، ۴۱۸

دعوت الکبیر:۔ ۴۱۸

دیوانِ حافظ:۔ ۳۵۶، ۳۵۶، ۵۹۳، ۵۹۹، ۶۹۵

دیوانِ انوری وخاقانی:۔ ۶۴۰

رشحات:۔ ۹۳، ۹۳ح، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۹، ۱۵۴، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۶۹، ۱۷۶، ۱۸۶، ۲۰۸، ۲۳۳، ۲۳۳، ۲۳۹، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۶۴، ۲۷۹، ۲۹۳، ۳۳۶، ۳۴۰، ۳۵۳، ۳۸۶، ۳۹۴، ۴۰۳، ۴۳۰، ۴۵۱، ۴۵۷، ۴۷۶، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۹۴، ۴۹۷، ۴۹۸، ۵۴۳، ۵۴۶، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۶۰، ۵۶۴، ۵۷۴، ۶۰۰، ۶۰۳، ۶۰۸، ۶۰۸، ۶۳۱، ۶۴۷، ۶۷۲، ۷۱۴، ۷۱۴، ۷۸۱، ۷۸۹، ۷۸۹، ۸۲۲

رشد نامہ:۔ ۵۵۷
رموز التوحید:۔ ۳۳۶
ازدا المتقین (زاد الیقین):۔ ۵۳۴
زبور:۔ ۲۹۰
سبحۃ الابرار:۔ ۷۵۹، ۷۶۷، ۷۸۵
سراج المشکوۃ:۔ ۱۳۵
سفر در وطن:۔ ۶۵۵، ۸۳۳
سلسلۃ الذہب:۔ ۴۰۱، ۵۳۲
سیر العارفین:۔ ۳۸۰
شرح لمعات:۔ ۱۶۸
شرح مشکوٰۃ:۔ ۱۳۳، ۲۳۷
شرح وقایہ:۔ ۱۹۳
شرح صحیح بخاری (تیسر القاری):۔ ۲۸۶، ۲۸۶ح
صحیح ابن حبان:۔ ۴۱۸
صحیفۂ کاملہ:۔ ۴۲۵، ۴۲۶
صراح:۔ ۴۳۶
طبقات (طبقات الصوفیہ):۔ ۵۵۴
طبقات حسامی:۔ ۱۰۵
طریق الوصول الی اصول الاصول:۔ ۱۲۷
عروۃ وثقیٰ (عروۃ الوثقیٰ):۔ ۶۴
عزیزیہ (رسالہ):۔ ۳۶۱
عینیہ (رسالہ):۔ ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۳، ۵۰۷
غنیۃ الطالبین:۔ ۳۶۱
غیریہ (رسالہ):۔ ۱۷۱
فتوحات:۔ ۶۰، ۶۷، ۳۴۴، ۳۷۸
فصوص (فصوص الحکم):۔ ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۲۱۰، ۵۱۹، ۸۲۴
فوائد الفواد:۔ ۱۶۰، ۲۱۴، ۴۶۷، ۴۶۷ح
قدسیہ (رسالہ):۔ ۴۶۳، ۴۹۴، ۸۴۱
قدسیہ بہائیہ (رسالہ):۔ ۹۳، ۵۵۱،

۵۶۱، ۶۹۷، ۷۱۴، ۸۱۷
قراتح عربی:۔۱۴۷
قشیریہ:۔۶۹، ۶۹ ح
قواعد ضیائیہ:۔۱۹۲
کلام مجید (قرآن):۔۳۰، ۳۵، ۶۵،
۶۵، ۹۷، ۱۱۹، ۱۶۱، ۱۶۱، ۱۷۲، ۱۸۷، ۱۹۲،
۲۰۴، ۲۰۴، ۲۰۴، ۲۱۰، ۲۸۰، ۳۱۷، ۳۲۳،
۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۲۴، ۳۶۳، ۳۶۹،
۳۶۹، ۳۷۷، ۳۷۷، ۳۸۷، ۳۹۳،
۴۰۵، ۴۱۶، ۴۱۹، ۴۲۳، ۴۲۳، ۴۶۳،
۴۶۶، ۴۷۰، ۴۷۷، ۴۷۷، ۴۹۵، ۵۰۹،
۵۲۰، ۵۲۰، ۵۲۵، ۵۳۲، ۵۳۲، ۵۳۲،
۵۳۴، ۵۳۵، ۵۵۴، ۵۸۱، ۶۰۸، ۶۱۴،
۶۲۶، ۶۳۷، ۶۴۱، ۶۴۷، ۶۷۴، ۶۸۷،
۷۴۰، ۷۴۸، ۸۱۴، ۸۲۴، ۸۴۰
کشف المحجوب:۔۳۶۹، ۶۶۰، ۷۱۰
گشن چرت:۔۳۳۹
کلمات الصادقین:۔۱۲۵، ۱۲۷، ۴۷۹
کلیاتِ خواجہ بیرنگ:۔۱۸۵، ۴۲۳،
۴۷۶، ۷۶۰، ۸۴۱
گلستان (سعدیؔ):۔۳۳۹، ۳۶۲،
۴۶۳، ۵۲۸، ۵۳۰، ۶۶۴، ۷۳۵
لمعات:۔۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۰، ۵۱۹، ۵۷۴
لمعہ:۔۶۱۳
لوائح (جامیؔ):۔۳۹۴، ۴۷۸
مثنوی مولوی:۔۴۲۴، ۴۶۳، ۵۲۶،
۵۲۶، ۵۴۷، ۵۵۳، ۶۸۷
مجموعۂ خانی:۔۱۸۲
مستدرک:۔۴۱۸
مشکوۃ:۔۴۳۳
مطول:۔۴۴۴، ۶۸۱
مغالیط العامہ:۔۵۷۰
مفتاح:۔۶۸۱
مکاتیب خواجہ بیرنگ:۔۱۹۰

مکتوبات شیخ احمد:۔۱۸۹
من وسلویٰ:۔۷۵۷
مناظرۃ الخواص:۔۵۷۰،۵۷۰
ناقد اسماء الرجال:۔۱۶۵
نان وحلوہ:۔۳۶۴،۷۵۷
نزہت الارواح:۔۳۱۳، ۳۶۱، ۳۶۱، ۴۳۴، ۵۰۸، ۶۹۵، ۷۶۸
نفحات الانس:۔۴۳، ۸۵، ۱۲۹، ۱۲۹، ۱۲۹ح، ۱۳۲، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۳، ۱۶۰ح، ۲۳۱، ۲۳۶، ۲۳۶، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۹۱، ۳۰۰، ۳۰۱ح، ۳۳۱، ۳۵۳، ۳۵۶، ۳۶۹، ۳۷۴، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۸۰، ۳۸۹، ۳۹۲، ۳۹۳، ۴۱۳، ۴۳۶، ۴۴۴، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۴، ۴۶۹، ۴۹۳، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۲۶، ۵۳۵، ۵۶۴، ۵۷۵، ۵۸۶، ۵۸۹، ۶۱۷، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۵۱، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۶، ۶۷۸، ۶۹۱، ۷۰۷، ۷۱۰، ۷۲۶، ۷۶۶، ۷۶۶، ۷۷۸، ۷۸۴، ۷۸۸، ۷۸۹، ۸۳۴، ۸۳۴
نقد النصوص:۔۸۴۳
نورِ وحدت (رسالہ):۔۲۸۵، ۲۹۸، ۳۱۶، ۳۴۷، ۶۳۸، ۶۵۶، ۸۳۶
ہدایہ:۔۲۵۷
یوسف زلیخا:۔۸۴۴

ISBN- 81-87113-80-4

NAME OF THE BOOK	:	ASRARIA KASHF-E-SUFIYA
AUTHOR	:	SAYYED MOHAMMAD KAMAL SAMBHALI WASTI
EDITED BY	:	MISBAH AHMAD SIDDIQI
PUBLISHED BY	:	PROF. AZIZ UDDIN HUSSAIN HAMDANI O.S.D. RAMPUR RAZA LIBRARY HAMID MANZIL,QILA RAMPUR-244490, U.P. (INDIA)
FIRST EDITION	:	500 COPIES
PUBLISHED YEAR	:	2013 A.D, 1434 HIJRI
PRINTED BY	:	DIAMOND PRINTERS NEW DELHI - 110002
PRICE	:	Rs. 1000/-
COMPOSED BY	:	ABDUSSABOOR

ASRARIA KASHF-E-SUFIYA

AUTHOR

SAYYED MOHAMMAD KAMAL

SAMBHALI WASTI

EDITED BY

DR.MISBAH AHMAD SIDDIQI

PUBLISHED BY

PROF AZIZ UDDIN HUSSAIN

HAMDANI

O.S.D. RAMPUR RAZA LIBRARY

HAMID MANZIL,QILA RAMPUR-244490

U.P. (INDIA) 2010 AD

ISBN : 978-93-82949-03-9